

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مکمل فائل

جنوری تا دسمبر 2024ء

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرہ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، جگر گوشہ مفسر اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

رجب المرجب ۱۴۴۵ھ جنوری ۲۰۲۴ء

JANUARY-2024 Rs. 30/-

حضور جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

معاشرے کی بربادی اور اس کے اسباب وعوامل

غزہ میں شہیدوں کا ہجوم اور مسلم مملکتوں کی مجرمانہ غفلت

صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری! حیات وخدمات

فلسطین اور اس کا المیہ! تاریخی تناظر میں

فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دعائیں مقبول نہ ہونے کے اسباب؟

یہودیوں کی پلاننگ اور فلسطین کی تباہی

مدارس اسلامیہ! علم وامن کی آماجگاہ

غریب نواز پر الزام تراشی

مناظرۂ مکرانہ! ایک تاثر

اسلام کا نظریۂ قضا وقدر

قل خوانی میں عجلت پسندی کیوں؟

مدیر مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعۃ الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتئ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتئ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱
Issue No. 1
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۵ھ
رجب المرجب
جنوری ۲۰۲۴ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار
محمد تمہید خان عرشی — فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) — آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپئے
سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مسلمانو! خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، نسل نو کی حفاظت کی فکر کرو، انھیں دنیا اور آخرت کی تباہی سے بچاؤ

مہمان اداریہ

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

غریب نواز پر الزام تراشی

سازش پرانی اور تیاری پوری ہے

زیادہ دن نہیں گزرے جب بدنام زمانہ نیوز اینکر امیش دیوگن نے ایک ڈبیٹ شو میں خواجہ غریب نواز کو آکرانتا (حملہ آور) کہہ کر توہین کی تھی، وقتی طور پر ہمارے لوگوں کو غصہ آیا، مختلف مقامات پر مقدمات درج کرائے اس کے بعد گویا سبھی اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہو گیے لیکن بعد میں ان مقدمات کا کیا ہوا کسی نے جاننے کی کوشش نہیں کی۔ امیش دیوگن آج تک کسی بھی قانونی گرفت سے پوری طرح آزاد ہے۔ ہماری اسی بے لاپرواہی سے حوصلہ پاکر نوپور جے شرما نام کی ایک بدزبان عورت نے خواجہ غریب نواز کی ذات پر ہندو عورتوں کے قتل اور زنا جیسا گھناؤنا الزام لگا کر مسلمانان ہند کی سب سے مقدس ہستی پر کیچڑ اچھالنے کی ہمت کر ڈالی ہے۔

سازش اور پس منظر

غریب نواز کی ذات پر ہندو خواتین کے قتل اور الزام زنا کو استثنائی واقعہ یا کسی ایک بدزبان کی بدزبانی نہ سمجھا جائے، آر ایس ایس سے وابستہ کوئی بھی فرد بغیر کسی منصوبہ بند پلاننگ کے اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا۔ لمبے وقت سے مختلف تنظیمیں مسلم دشمنی کے ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔ کوئی بھاشن وتقریر کے ذریعے زہر پھیلاتا ہے، کچھ لوگ کتھاؤں کے ذریعے اسلام دشمنی بڑھاتے ہیں تو کچھ لوگ صحافت کے ذریعے مسلم مخالف جذبات بڑھانے کا کام کرتے ہیں۔ نوپور جے شرما کا تعلق اس طبقے سے ہے جو صحافت کے نام پر مسلم مخالفت کا زہر پھیلاتا ہے۔ اوپ انڈیا (opindia.com) ایک پروپیگنڈہ ویب پورٹل ہے، جسے مسلم دشمنی کی نشرواشاعت ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ ویب سائٹ لگاتار مسلمانوں کے خلاف خبریں اور مضامین شائع کرتی ہے۔ خبروں کو توڑ مروڑ کر پھیلانا اور مسلمانوں کی کردار کشی کرنا اس کا بنیادی کام ہے۔

نوپور اسی کی ایڈیٹر ہے، اس نے جس بے خوفی کے ساتھ الزام تراشی کی ہے اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ لوگ اب اس الزام کو پوری شدت کے ساتھ اٹھائیں گے۔ کیوں کہ اب شاید انہیں یہ یقین ہو چلا ہے کہ اس کے خلاف مسلمان کوئی سخت ری ایکشن نہیں دے پائیں گے۔ یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ جب جون 2020 میں امیش دیوگن نے غریب نواز کی شان میں توہین کی تھی تو اس ویب پورٹل پر 17 جون کو ایک اسٹوری پبلش ہوئی تھی جس میں معذرت خواہانہ لہجہ اپناتے ہوئے اسے انجانے میں ہوئی ایک بھول قرار دیا گیا تھا۔ جو نیوز پورٹل دو سال پہلے کی گئی گستاخی کو بھول مان رہا تھا، آج اسی کی ایڈیٹر نہایت ڈھٹائی کے ساتھ امیش دیوگن سے بھی چار قدم آگے بڑھ کر خواجہ صاحب کی شان میں شدید ترین گستاخی کر رہی ہے تو اسے محض ایک بدزبان کی بدتمیزی نہ سمجھا جائے اس کے پیچھے منصوبہ بند سازش ہے۔ جس کا بنیادی مقصد بزرگان دین کی عزت وعظمت کو مشکوک اور متنازعہ بنانا ہے۔

سازش پرانی ہے

آج سے قریب 13/سال پہلے دلی کے پرگتی میدان میں منعقد عالمی کتاب میلے میں گشت کرتے ہوئے ایک ہندی پبلشر کے اسٹال سے کچھ کتابیں خریدیں۔ کتابیں کھنگالتے ہوئے ایک ایسی کتاب بھی نگاہ سے گزری جس کا اس وقت تصور بھی نہیں تھا۔ عموماً مسلمانوں میں یہ مانا جاتا ہے کہ متشدد لوگ بھلے ہی مسلمانوں سے دشمنی رکھیں لیکن مزاروں اور آستانوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ لیکن اس کتاب نے اس تصور کو سخت جھٹکا دیا، کتاب کا نام تھا:

اداریہ

"صوفیوں دوارا بھارت کا اسلامی کرن"

اس کتاب کے مصنف پروشوتم نے اس کے علاوہ ایسے ہی عناوین پر کچھ اور کتابیں بھی لکھی ہیں جن کا مرکزی عنوان بھی ایسا ہی ہے۔ اس کتاب کا مصنف صوفیاے کرام کے متعلق یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"سن 1000 عیسوی کے بعد بھارت کے اسلامی کرن جو دوسرا دور شروع ہوا اس میں ایک طرف تو محمود غزنوی سے دوسرے بہت سارے حملہ آور تلوار اور قرآن لیکر بھارت میں گھسے یا ان کے وارثوں نے بھارت میں تلوار کے زور پر اسلام کی توسیع کی۔ دوسری جانب صوفی لوگ منہ پر قوالی، وظیفے کرامتوں کے دعوے اور بغل میں قرآن و تلوار لیکر آئے۔" (صوفیوں دوارا بھارت کا اسلامی کرن، ص2)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

"جب علاؤالدین خلجی نے جنوبی ہند میں دیوگری پر فتح حاصل کی تو سیکڑوں صوفیوں نے وہاں جا کر اپنی خانقاہیں قائم کر لیں اور تبدیلی مذہب کے کام میں لگ گیے۔ ان میں سے کچھ نے کھل کر ہندوؤں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اتنے ہندوؤں کا قتل کیا کہ ان کے نام کے ساتھ قتال اور کفار بھنجن جیسا لفظ جڑ گیا۔" (ایضاً، ص2)

ان دو اقتباسات سے آپ صوفیا اور خانقاہوں کے بارے میں ان کی سوچ اور فکر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ اقتباسات کسی وقتی جذبات کا اظہار یہ ہیں، ان کے پس پشت ان کا مطالعہ اور بعد مطالعہ مغالطے کی بھر پور محنت شامل ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے بنگال کے مشہور صوفی بزرگ شاہ جلال الدین مجرد یمنی (670–740ھ) کو "لڑاکو صوفیوں" کا نمایاں نام قرار دیا ہے۔ کیوں کہ جنگ سلہٹ (1303ء) کے وقت شیخ جلال اور ان کے مریدین وہاں قیام پذیر تھے اور سکندر خان غازی نے راجا گووندگوڑ کو شکست سے دو چار کر کے وہاں اسلامی سلطنت قائم کی۔ اس کے علاوہ اس شخص نے سید سالار مسعود غازی بہرائچ، شیخ جلال الدین تبریزی آسام، قطب العالم شیخ نورالدین بنگال، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اتر پردیش، شیخ نورالدین نورانی چرار ے شریف کشمیر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، میر سید علی ہمدانی کشمیر، شیخ نظام الدین اولیا دہلی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی، شیخ شہاب الدین سہروردی علیہم الرحمہ جیسے بزرگوں کا تذکرہ بایں طور شامل کتاب کیا ہے کہ ان لوگوں نے چھل فریب کے اور تلوار کے زور پر ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا ہے۔ یہ متعصب مصنف حضرت خواجہ غریب نواز کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ اس شخص [خواجہ غریب نواز] نے بھارت کے اسلامی کرن میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے اور اپنے انتقال کے 800 سال بعد بھی کر رہا ہے۔"

اپنی کتاب میں پروشوتم نے تذکرۂ اولیا پر مشتمل سیر الاقطاب، سیر الاولیا، گلزار ابرار، سیر العارفین اور آثار الصنادید جیسی کتابوں کا حاصل مطالعہ اور اقتباسات پر فریب انداز میں پیش کیے ہیں۔ جس سے آپ اس کی مطالعاتی محنت اور عیاری کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

کاش سازش کو سمجھا ہوتا

جس زمانے میں مغرب کی اتباع میں بھارت میں اسلام کو "صوفی اسلام اور وہابی اسلام" میں تقسیم کیا جا رہا تھا اس وقت کچھ لوگ بڑے خوش تھے کہ اب صوفیوں کے دن پھرنے والے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے برساتی گھاس کی طرح صوفی تنظیمیں اگنے لگیں۔ جا بجا صوفی سیمینار اور صوفی سمپوزیم ہونے لگے۔ تصوف کا نام لیکر اسلام دشمنوں سے گلبہایاں ہونے لگیں۔ مسلم مخالفین کی چادریں لیکر مزاروں کے دورے شروع ہو گیے۔ کاش انہیں سمجھ ہوتی کہ جو اسلام کا دشمن ہو وہ تصوف کا دوست کس طرح ہو سکتا ہے؟ جو ہمارے مذہب سے دشمنی رکھتا ہو وہ مسلک سے محبت کیوں کرے گا؟

مسلک ہو کہ مشرب، دونوں ہی مذہب ہی کا جز اور حصہ ہیں جب مذہب ہی پسند نہیں ہے تو مسلک سے پسندیدگی صرف فریب

ہے سچائی نہیں، لیکن ہمارے جذباتی لوگوں کو بات سمجھ نہیں آئی، ایک چادر لے کر اور اپنی گاگر بھر کر انہیں لگا کہ میدان مار لیا، بس مسلم مخالفین کو حامیانِ تصوف بتا کر روشن مستقبل کے خواب سنجو بیٹھے۔ انہیں لگتا تھا کہ بڑے بڑے منصب بس ملنے ہی والے ہیں لیکن مخالف مخالف ہی ہوتا ہے اس لیے اب انہوں نے اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی ذات پر حملہ اسی ذہنیت کا پیش خیمہ ہے۔

خوب یاد رکھیں!

ان کی تیاری پوری ہے ان باتوں کو جذباتی باتوں سے کاؤنٹر نہیں کیا سکتا اگر کسی نے رسمی و روایتی انداز میں صوفیا کا دفاع کرنا چاہا تو منہ کی کھائے گا کیوں نے ہم نے بھلے تذکرہ صوفیا کی کتابیں نہ پڑھی ہوں لیکن انہوں نے بھر پور مطالعہ کر رکھا ہے وہ مطالعے کی روشنی میں ثابت کر دیں گے کہ کتنے صوفیا جنگوں میں شامل تھے اور کتنے صوفیا نے کتنے لوگوں کو کفر سے اسلام میں داخل کیا۔ اس لیے ایکتا، محبت اور گنگا جمنا تہذیب جیسی باتوں سے انہیں خاموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے آپ کو یقین واعتماد کے ساتھ صوفیا کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قبول اسلام کے حقیقی اسباب بیان کرنا ہوں گے۔ تبدیلی مذہب کے بنیادی اسباب وعلل پر فاضلانہ گفتگو ضروری ہوگی۔ اگر بہ کمال حکمت ان موضوعات کو سنبھالا گیا تو یقیناً دشمن کا ہر وار نا کام ہوگا لیکن کوری جذباتیت یا خوشامدی لہجہ اپنایا گیا تو ناکام بھی ہوں گے اور ذلت وخواری بھی اٹھانا پڑے گی۔

◆◆◆

ص ۱۶ / کا بقیہ

هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالمرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالخادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ اَلَا فَكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! کہ تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص سے اپنی رعیت کے بارے میں باز پُرس ہوگی، وہ امام جو لوگوں پر نگران ہے، اس سے رعیت کے متعلق باز پُرس ہوگی اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچے کی نگران ہے، اس (عورت) سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، کسی شخص کا غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے تو اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ سن لو کہ تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

(بخاری، کتاب الاستقراض، باب العبد، راع فی مال سیدہ، حدیث ۲۴۰۰)

◆◆◆

چند کارآمد باتیں

- عاجزی تو یہ ہے کہ انسان دوسروں کے اندر ایک برائی دیکھے تو اسے اپنے اندر کی دس برائیاں یاد آجائیں۔
- اچھا سوچیں اور اچھا بولیں کیونکہ بدگمانی اور بدزبانی ایسے دو عیب ہیں جو انسان کے ہر کمال کو زوال میں بدل سکتے ہیں۔
- دل کا اچھا ہونے سے بہتر ہے کہ انسان زبان کا اچھا ہو کیونکہ لوگوں کا واسطہ سب سے پہلے آپ کی زبان سے پڑتا ہے دل تک تو کچھ ہی لوگ پہنچتے ہیں۔
- اپنی شخصیت سنوارنے اور زندگی کو بہتر بنانے میں مصروف ہو جاؤ کہ دوسروں پر تنقید کا تمہارے پاس وقت ہی نہ ہو۔
- زندگی میں دو لوگوں کا بہت خیال رکھو: ایک وہ جس نے تمہاری جیت کے لئے بہت کچھ ہارا ہو یعنی تمہارا والد اور دوسرا وہ جس نے تمہاری ہار کو بھی جیت کہا ہو یعنی تمہاری والدہ۔
- انگور کا رس نکالنے کے لیے اسے کچلا جاتا ہے، ہیرا سخت دباؤ میں جنم لیتا ہے، زیتون سے تیل نکالنے کیلئے اسے دبایا جاتا ہے، لہٰذا جب آپ کچلے جا رہے ہوں، سخت دباؤ میں ہوں تو یقین رکھیں کہ آپ بڑی منزلوں کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ ◆◆◆

اداریہ

(از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی *

دعائیں مقبول نہ ہونے کے اسباب

اسلامیات

انسان کی دنیوی زندگی میں حالات دائمی یکساں نہیں رہتے، کبھی عروج وخوشحالی کی زندگی میسر ہوتی ہے، کہ جس میں آسائش نام کی تمام سہولیات میسر ہوتی ہیں، تو کبھی زوال چاروں طرف سے ایسے گھیر لیتا ہے کہ حالات ناگفتہ بہ ہو جاتے ہیں، مگر انسانوں کو گھبرانا نہیں چاہئے "مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ" کے تحت بہر حال ہر لمحہ ہر آن پروردگار عالم کا شکر بجالانا اور دامن صبر مضبوطی سے تھامے رہنا، یہی مومن کامل کی علامت ہے۔

یہاں یہ خیال رہے کہ ضروری نہیں کہ کسی کا عروج دائمی رہے، ممکن ہے کہ زوال اس کا مقدر ہو، اسی طرح یہ بھی خیال رہے کہ کسی کا زوال دائمی نہیں، ممکن ہے کہ عروج اس کے نصیب میں ہو، جب انسان مصائب وآلام سے گھرا ہوا ہوتا ہے اور اسے اس سے نجات کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تو وہ اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، بسا اوقات دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور کبھی کسی مصلحت کی بنا پر قبولیت میں تاخیر ہوتی ہے مگر آپ گھبرائیں نہیں یقین رکھیں، پروردگار عالم عزوجل آپ کی دعاؤں کو ضرور قبول فرمائے گا، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

”وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ-(پ 2 /سورۃ البقرہ، آیت نمبر 186) ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔“ (کنز الایمان)

مذکورہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس میں طالبان حق کی طلب مولیٰ کا بیان ہے، جنہوں نے عشق الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا، وہ اسی کے طلبگار ہیں، انہیں قرب ووصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا۔

شانِ نزول: ایک جماعت صحابہ نے جذبۂ عشق الٰہی میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہو، وہ اس کے دور والے سے ضرور بُعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں، منازل قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے: ؎

دوست نزدیک تر از من بمن است

ویں عجب ترکہ من ازوے دورم

(دوست تو مجھ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے—

اور یہ عجب تر ہے کہ میں اس سے دور ہوں۔)

"دعا" عرض حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر "لَبَّیکَ عَبدِی" فرماتا ہے، مُراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے، کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے، کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے، کبھی آخرت میں، کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے، کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے، کبھی دعا کرنے والے میں صدق واخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔

مسئلہ: ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں، دعا کے آداب میں

* مضمون نگار رضائے مصطفےٰ مسجد، گیورائی، ضلع بیڑ مہاراشٹر کے خطیب وامام ہیں۔

سے ہے کہ حضور قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی، ترمذی شریف کی حدیث شریف میں ہے کہ نماز کے بعد حمد وثنا اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔" (خزائن العرفان)

آیت وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِي۔الخ، کے تحت حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"دعا مانگنا بھی عبادت بلکہ عبادات کا مغز ہے اس کے عقلی اور نقلی بے شمار فائدے ہیں۔(1) دعا سے اظہار بندگی ہوتا ہے اور دعا نہ مانگنا بے پرواہی کی نشانی ہے بندے کی شان یہ ہے کہ اپنے مولیٰ سے ہر وقت دعا مانگتا رہے۔(2) دعا سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے کیونکہ انسان اپنے حاجت روا کو محبوب جانتا ہے۔(3) دعا سے اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس سے اپنی محتاجی اور رب تعالیٰ کی بے نیازی کا پتہ لگتا ہے، رعایا اپنی مجبوری اور حاکم کے اختیارات جان کر ہی اس کی اطاعت کرتی ہے۔(4) دعا سنت انبیا ہے، ہر پیغمبر نے ہر موقع پر دعائیں مانگیں۔(5) دعا رب کو پیاری ہے اسی لیے اس نے جگہ جگہ اس کا حکم دیا ہے۔(6) ہر مذہب نے دعا کی رغبت دی، کفار بھی دعائیں مانگتے ہیں۔(7) دعا سے آنے والی مصیبت ٹل جاتی ہے اور بدنصیبوں کے نصیب کھل جاتے ہیں۔(8) دعا سے رب کی رحمتیں قائم رہتی ہیں۔(9) ہر عبادت بغیر دعا معلق رہتی ہے، دعا اس کا پر ہے جس سے وہ بارگاہ الٰہی میں پہنچتی ہے۔(10) رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک کام تمہارا ہے اور ایک کام ہمارا تمہارا کام دعا مانگنا ہے ہمارا کام قبول کرنا۔(11) حق تعالیٰ اس سے حیا فرماتا ہے کہ بندے کے پھیلے ہوئے خالی ہاتھ واپس کرے۔" (تفسیر نعیمی)

دعا کی مقبولیت کے چند مخصوص اوقات ومقامات ہیں مثلاً:

"(1) جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان۔(2) خطبہ اور نماز کے درمیان۔(3) جمعہ کے دن سورج غروب ہوتے وقت۔(4) بارش کے وقت۔(5) مرغ کے اذان دیتے وقت۔(6) ہر رات کے اخیری چھٹے حصہ میں۔(7) رمضان میں افطار سحری کے وقت۔(8) قرآن پاک ختم ہوتے وقت۔(9) اذان کے بعد۔(10) فرض نمازوں کے بعد۔(11) شب قدر میں۔"

وہ مقامات جہاں دعائیں مقبول ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:

"(1) بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑنے کے وقت۔ (2) طواف میں ملتزم کے پاس۔(3) بیت اللہ میں چاہ زمزم کے پاس۔(4) زمزم پیتے وقت۔(5) صفا اور مروہ پر۔(6) سعی میں۔(7) مقام ابراہیم کے پیچھے عرفات مزدلفہ اور منیٰ میں۔(8) تینوں جمروں کے پاس۔(9) انبیائے کرام کے مزارات کے پاس۔(10) بزرگان دین کی قبروں کے پاس، بلکہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا سنت انبیا ہے زکریا علیہ السلام نے بی بی مریم کے پاس کھڑے ہو کر اولاد کی دعا کی قرآن شریف فرماتا ہے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَة۔ (سورۂ آل عمران) اولیاء اللہ رحمت رب کے اسٹیشن ہیں یہاں سے رحمت ملتی ہے۔"

جن کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں جلد مقبول ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:

"(1) روزہ دار کی افطار کے وقت۔(2) عادل بادشاہ کی۔ (3) مظلوم کی۔(4) ماں باپ کی۔(5) مسافر کی۔ (6) بیمار کی۔(7) گھر پہنچنے سے پہلے حاجی کی۔(8) مسلمان کے لئے اس کے پیچھے دعا۔(9) مجاہد کی۔مسئلہ: ناجائز کاموں کے لئے دعا کرنا منع ہے۔مسئلہ: محال چیز کی دعا کرنا منع ہے۔مسئلہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو شکایت نہ کرے ورنہ دعا قبول نہ ہوگی۔" (تفسیر نعیمی)

دعا مانگنے کے آداب میں ہے کہ بندہ نہایت ہی تضرع، عاجزی وانکساری کے پیکر میں، گریہ وزاری سے اس یقین کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دست دراز کرے کہ، ہمارا رب ہماری فریاد سن رہا ہے اور ہماری مراد کی تکمیل بھی فرمائے گا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اُدْعُوا رَبَّكُم تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِين۔

اسلامیات

(پ 8 سورۃ الاعراف، آیت نمبر 55) ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔" (کنزالایمان)

تفسیر: دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخل عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے، اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہوا" اَلدُّعَاءُ مُخُّ العِبَادَۃِ۔ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے، تضرع سے اظہار عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو، حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے، مسئلہ: اس میں علما کا اختلاف ہے کہ عبادات میں اظہار افضل ہے یا اخفا، بعض کہتے ہیں کہ اخفا افضل ہے کیونکہ وہ ریا سے بہت دور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اظہار افضل ہے، اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبت عبادت پیدا ہوتی ہے، ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اخفا افضل ہے اور اگر قلب صاف ہو اندیشہ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہار افضل ہے، نماز فرض مسجد ہی میں بہتر ہے اور زکوٰۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفل عبادات خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفا افضل ہے، دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخے۔" (خزائن العرفان)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ۔ (پ 24، سورۃ المؤمن، آیت نمبر 60) ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔" (کنزالایمان)

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لئے چند شرطیں ہیں ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امر ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی، جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس سے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔" (خزائن العرفان)

دعا کی عدم قبولیت میں انسان کا گناہوں کی کثرت میں ملوث رہنا بھی شامل ہے، اس لیے کہ کثرت گناہ سے انسان کی زبان میں تاثیر باقی نہیں رہتی، ہاں اگر صدق دل سے تائب ہو کر اس کی بارگاہ کرم میں دست دراز کیا جائے تو فوراً دعا مقبول ہوتی ہے، حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر بارش کے لیے دعا مانگنے کی خاطر نکلے تو انہیں بارش عطا نہ ہوئی، یہاں تک کہ تین قرنیہ نکلے لیکن بارش نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعا قبول نہیں کروں گا، کیوں کہ آپ کے ساتھ چغل خور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! وہ کون ہے؟ تا کہ ہم اسے اپنے درمیان سے نکال دیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی، اے موسیٰ! (علیہ السلام) میں تم لوگوں کو چغلی سے منع کرتا ہوں تو کیا خود چغل خور بن جاؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: تم سب چغل خوری سے توبہ کرو، جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل فرمائی۔"

محبوبان خدا عزوجل اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے توسل سے دعا بہت جلد مقبول ہوتی

ہے، روایت میں ہے:

"حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا مانگی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا سے فارغ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی، اے اللہ! آسمان سے مصائب گناہ کی وجہ سے نازل ہوئے ہیں اور توبہ سے دور ہو جاتے ہیں، یہ قوم میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے میرا ایک مقام ہے، ہمارے گناہ بھرے ہاتھ تیری بارگاہ میں اٹھے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ حاضر ہیں، تو محافظ ہے، بھٹکے ہوؤں سے بے خبر نہیں رہتا، شکستہ حال کو ضائع ہونے کی جگہ نہیں چھوڑتا، چھوٹے فریاد کرتے ہیں اور بڑے روتے ہیں، دُہائی کے ساتھ آوازیں بلند ہو گئیں اور تو نہایت پوشیدہ بات کو بھی جانتا ہے، یا اللہ! ہمیں اپنی خصوصی بارش سے نواز دے، اس سے پہلے کہ ہم ناامید ہو کر ہلاک ہو جائیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں، راوی کہتے ہیں: آپ کا کلام پورا ہوتے ہی پہاڑوں کی مثل بادل اٹھنے لگے۔" (احیاء العلوم، جلد اوّل)

بعض حضرات یہ شکوہ کرتے ہیں کہ برسوں سے ہم بارگاہ الٰہی میں دعائیں کر رہے ہیں، مگر آج تک ہماری ایک بھی دعا باب اجابت تک نہیں پہنچی، یہاں پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ قدرت کے خزانے میں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، مگر وہ حکیم ہے، کبھی کسی مصلحت کی بنا پر دعا فوراً قبول نہیں فرماتا، دعا کی عدم قبولیت کے اسباب میں یہ بھی ہے کہ جب بندہ خورد و نوش میں حرام کی آمیزش کی پرواہ نہیں کرتا، تو ایسے کی زبان سے تاثیر کھینچ لی جاتی ہے، پھر وہ کتنے ہی گریہ و زاری سے دعا مانگے، بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتی، مسلم شریف کی حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک شخص طویل سفر کرے، بال اُلجھے، کپڑے گرد میں اٹے، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور یارب! یارب! کہے اور اس کا کھانا حرام سے اور پینا حرام سے اور پہننا حرام سے اور پرورش پائی حرام سے، تو اس کی دعا کہاں قبول ہو۔"

معجم الاوسط کی حدیث شریف ہے، اللہ کے رسول سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

"اے سعد! اپنی غذا پاک کر لو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے، بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے چالیس دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندہ کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو، اس کے لیے آگ زیادہ بہتر ہے۔"

مندرجہ بالا احادیث کریمہ سے صاف واضح ہے کہ دعا کی مقبولیت میں رزق حلال کی کتنی بڑی اہمیت ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن و احادیث اور تفسیر میں جن شرائط کی پابندی کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا، اگر اسی کے عین مطابق دعا مانگی جائے تو دعائیں مقبول ہوں گی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوں تو نتیجہ بھی برعکس ہوگا، وہ دعا جس کے ابتدا و انتہا میں درود شریف پڑھے جائیں، ایسی دعا بھی بہت جلد مقبول ہوتی ہے۔

◆◆◆

ص ۱۳/ کا بقیہ ....

پر نشانہ بنایا گیا۔ فوجیوں کی تیزی سے تعیناتی نے تشدد پر قابو پانے میں مدد کی۔

Brass 1997: 214–259) (Sunday 20–26/12/1992)

جاری ......

ص ـ ـ / کا بقیہ ....

ہیں پنجتن پاک میں اک سرور کونین
حسن و حسین فاطمہ سرکار علی ہیں
آنے نہ دیا آنچ کبھی نعمت رضوی
دین نبی کے ایسے مددگار علی ہیں

◆◆◆

از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

معاشرے کی بربادی اور اس کے اسباب وعوامل

اصلاحیات

ایک پاکیزہ معاشرے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں رہنے والے افراد کا وہ رویہ اور طرزِ عمل ہوتا ہے، جس میں اعتدال وتوازن، ہمدردی، بھائی چارگی، اخوت ومحبت، انسانی حقوق کی پاسداری اور بالخصوص جان مال عزّت وعصمت کا تحفظ یقینی پایا جائے، اخلاقی بنیادوں پر قائم ہونے والے ایک صالح معاشرے کا ترقی پذیر ہونا ایک عقلی تقاضا ہے کیوں کہ جس معیشت، معاشرت اور قانون وثقافت، تہذیب وتمدن کی اساس حقوق و فرائض کی ادائیگی پر منحصر ہوگی، وہ پس ماندہ مفلس اور اخلاقی بیماریوں دھوکا دہی جھوٹ فریب، مکاری، عیاری چوری، بے حیائی اور فحاشی کا مرکز نہیں ہوسکتا۔ امر بالمعروف بر، خیر، فلاح، حیا، نیکی، ایفائے عہد، معاشی اخلاقی اور قانونی پیمانوں کا احترام لازم وضروری ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے باوجود صدیوں تک مسلم معاشرہ اپنی اخلاقی برتری، ذمہ دارانہ طرزِ عمل، حیا اور ایمان داری کے لیے مثال بنا رہا۔ اگست 1947ء میں سیاسی آزادی کے حصول سے قبل بازار میں اگر کبھی کسی مسلمان گراہک نے ایک ہندو ساہوکار سے کہا کہ ’فلاں دوکان پر اس شئے کی قیمت اتنی کم ہے تو اس نے جواب میں صرف ایک ہی بات کہی، میاں آپ کہتے ہیں تو ایسا ہی ہوگا، آپ اسی قیمت پر یہ چیز لے سکتے ہیں۔ گویا مسلمان کی پہچان سچائی اور امانت داری سے منسلک تھی، جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے واضح وتابناک ہے کہ ”جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ (مسند احمد، 4/271/حدیث 12386)

لیکن یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ سیاسی وجغرافیائی آزادی کے حصول کے ساتھ ہی ہم نے اپنے روایتی رویوں اور طرزِ عمل سے بھی، جو ہماری پہچان تھے، آزادی حاصل کرلی اور گزشتہ دو دہائیوں میں اس کے زہریلے پھل ہمارے سامنے آنے لگے، ملک کے ہر حصے میں بچوں کے ساتھ زیادتی، خواتین کی بے حُرمتی، خودکشی، قتل وغارت گری، ظلم وتشدد اور نشہ آور اشیا کے کاروبار اور بڑھتے ہوئے استعمال کے ساتھ شیطانی مافیاؤں کا وجود پکار پکار کر ہمارے قومی ضمیر سے مطالبہ کررہا ہے کہ اس غیر ذمے دارانہ بلکہ مجرمانہ غفلت کا انفرادی واجتماعی احتساب کرتے ہوئے ان اسباب کو دُور کیا جائے، جو ان شرمناک واقعات کے پیچھے کارفرما ہیں۔ ویسے تو آج ہمارے معاشرے میں بربادی کے کئی اسباب وعوامل کارفرما ہیں، مگر میرے مطالعے کی روشنی میں ان میں سب سے اہم اور خاص اسباب اور اس کے عوامل مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) گھر اور خاندان

ان اسباب میں سب سے اوّلین چیز والدین کی غفلت اور ذمہ داری سے فرار ہے۔ معاشی دوڑ میں گرفتار شوہر اور بیوی اپنے آپ کو نہ صرف اپنے بچوں بلکہ پورے خاندان (دادا، دادی، چچا، تایا، نانا، ماموں، خالہ ودیگر) سے پہلے ہی آزاد کرچکے ہیں۔ پھر دو تنخواہوں کی طلب میں ان کے پاس صبح سے شام تک ملازمت میں مصروفیت کے بعد اتنا وقت نہیں بچتا کہ وہ سکون کے ساتھ موقع اور محل کے لحاظ سے بچوں کے ساتھ بات چیت کرسکیں یا ان کے ساتھ کچھ وقت چہل قدمی کرتے ہوئے یا انھیں کسی قریبی مسجد تک لے جاتے ہوئے یہ پوچھ سکیں کہ انھوں نے اپنے سکول یا کالج میں دن کیسے گزارا، دوستوں سے کیا بات چیت کی؟ کلاس میں ان کا درجہ اوّلین پانچ طلبہ میں ہے یا وہ سب سے آخری درجے پر ہیں؟ بچوں کی تربیت اور ان کے فکر

* مضمون نگار مجلہ جام میر بلگرام شریف کے ایڈیٹر ہیں۔

اوراخلاق ومعاملات کی اصلاح میں والدین کا کردار بڑی تیزی سے ختم ہوتا جارہا ہے۔ستم یہ ہے کہ اخلاقی نصیحت تو ایک طرف، اُن معاملات پر بھی بات کا وقت نہیں ملتا کہ جن پر والدین اپنی محنت کی کمائی صَرف کرکے اپنے بچوں کی فیسیں ادا کررہے ہیں، خاندان کا نظام سکڑ کر ماں، باپ اور بچوں تک محدود ہو گیا ہے اوران برکتوں سے محروم ہو چکا ہے، جو گھر میں دادا، دادی، نانا نانی اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے دن رات رابطے اور سیکھنے کے مواقع فراہم کرتا تھا۔

(2) تعلیم گاہ

جو تعلیمی نظام ہم نے ورثے میں انگریز سامراج سے پایا تھااورجس کا مقصد ہی ہماری نئی نسلوں کو اپنے دین، اپنی تہذیب اور اپنی تاریخ سے کاٹ کر مغرب کی نقالی کے لیے تیار کرنا تھا، آزادی ملنے کے باوجود نہ صرف اسے جاری رکھا ہے بلکہ اسے بہت زیادہ بگاڑ بھی لیا ہے، حالانکہ اُسے درست کرکے اسلامی، تہذیبی، قومی اور عصری ضروریات کے مطابق ڈھالنا تھا، چنانچہ یہ تعلیمی ادارے ایک دانشور کے الفاظ میں تعلیم گاہوں سے زیادہ قتل گاہیں ثابت ہورہے ہیں۔اسکولوں کے نصاب میں مغرب سے مستعار لی گئیں کتب جو لادینی ذہن پیدا کرتی ہیں، ہم نے ان کی متبادل کتب تیار کرنے کی کوئی فکر نہیں کی، نہ اساتذہ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا، نہ طلبہ وطالبات کو قرآن وسنت کے فراہم کردہ اخلاقی رویوں سے روشناس کرایا اور یہ سمجھ لیا کہ ہر پیدائشی مسلمان ایمان داری، ایفائے عہد، شرم وحیا اور صداقت وامانت پر خود بہ خود عمل کرنے والا ہو جائے گا۔ایک غلط مفروضے پر قائم توقعات کا نتیجہ کرپشن، بے ایمان، بے شرم، امانت میں خیانت کرنے والا، دھوکا دہی، اپنے مال کو ناجائز استعمال کرنے کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا؟

(3) ابلاغ عامہ سوشل میڈیا

یہی شکل ہمارے ابلاغ عامہ کی ہے، خصوصیت سے گزشتہ 10 /ربرسوں میں آزادیِ صحافت اور آزادیِ اظہار کے نام پر جس طرح تھوک کے بھاؤ ٹی وی چینل، سوشل میڈیا، یوٹوبر کاروباری بنیادوں پر حکومت اور سرمایہ داروں کی سرپرستی میں قائم ہوئے اور انھوں نے ہر جانب سے مغربی اور ہندو تہذیب وثقافت، الحادو دہریت اور جنسی مساوات کے نام پر جنسی احلاقیات کی پامالی کو اپنا مقصد قرار دے کر نوجوانوں بچوں و بچیوں کو اپنا ہدف بنایا اور ٹک ٹاک سے لے کر فیس بک پر رقص کرنا، جسم کی نمائش کرنا، یہ صرف تفریح کے پروگراموں ہی کا خاصہ نہیں، بلکہ دُکھ کی بات یہ ہے ان کی لپیٹ میں پورا معاشرہ آچکا ہے، نوجوان بچے بچیاں ٹک ٹاک، ریلز بنا کر کامیابی کے شارٹ کٹ راستے پر چل رہے ہیں، ہمارے نوجوان، رات دن گیم پب جی، فری فائر وغیرہ کھیل کر گزار رہے ہیں، ڈراموں میں مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط، جسم کے خدوخال کی نمائش اور اشتہارات میں عورت کا تجارتی استحصال ہر ٹی وی چینل، ویڈیو کی ضرورت بن گیا ہے۔

اس ماحول میں اگر ایک شخص خود کو پڑھا لکھا، نیم مسلم معاشرے کے اعلیٰ طبقے سے وابستہ سمجھتے ہوئے، کسی ایسے ہی طبقے کی خاتون سے غیر اخلاقی تعلقات قائم کرتا ہے اور پھر اس خاتون کو اذیت ناک طریقے سے قتل کر دیتا ہے، تو جہاں وہ اس گھناؤنے جرم کا ذمہ دار ہے، وہاں دوسری طرف ان تمام عوامل پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جو اس شخص کو اخلاقی بے راہ روی کی طرف لے جانے پر اُکساتے رہتے ہیں، یعنی تعلیم، والدین کی عدم توجہی، ابلاغِ عامہ اور خصوصاً علما، مشائخ اور اساتذہ کی طرف سے عصری مسائل ومعاملات پر خاموشی۔قرآن کریم نے بنی اسرائیل اور نصاریٰ کی گمراہی وفحاشی میں مبتلا ہونے کا ایک سبب ان کے علما اور راہبوں کو قرار دیا، جنھوں نے یہ جاننے کے باوجود کہ لوگ حرام کھا رہے ہیں، حرام کا ارتکاب کررہے ہیں اور بے حیائی میں مبتلا ہیں مصلحت آمیز خاموشی اختیار کی اور اس طرح عملاً بُرے اعمال میں ان کی مدد کی۔

(4) بچوں میں دینی تعلیم وتربیت کا فقدان

اِن دنوں ہم عصری تعلیم کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں کہ بچوں اور بچیوں کو بالغ ہونے کے باوجود اس لئے نماز کی

اصلاحیات

ادائیگی کا اہتمام نہیں کروایا جاتا، روزہ نہیں رکھوایا جاتا اور قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرائی جاتی کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحان کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ، یعنی دنیاوی تعلیم کے لئے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ جو طلبہ عصری درس گاہوں سے پڑھ کر نکل رہے ہیں اُن میں سے ایک بڑی تعداد دین کے ضروری مسائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ یقیناً ہم اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بنائیں لیکن سب سے قبل ان کو مسلمان بنائیں۔

لہٰذا اسلام کے بنیادی ارکان کی ضروری معلومات کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور اسلامی تاریخ سے ان کو ضرور بالضرور روشناس کرائیں۔ اگر ہمارا بچہ ڈاکٹر یا انجینئر یا لیکچرار بنا لیکن شریعت اسلامیہ کے بنیادی احکام سے ناواقف ہے تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیں جواب دینا ہوگا، قرآن وحدیث میں علم کی اہمیت پر بار بار تاکید فرمائی گئی ہے، حتیٰ کہ پہلی وحی کا پہلا لفظ "اقرأ" بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مگر عصر حاضر میں ہم نے اِن تمام آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کا تعلق عملی طور پر خالص دنیاوی تعلیم یعنی عصری سے جوڑ دیا ہے حالانکہ قرآن وحدیث میں جہاں جہاں بھی علم کا ذکر آیا ہے، وہاں وضاحت موجود ہے کہ اُسی علم سے دونوں جہان میں بلند و اعلیٰ مقام ملے گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو، جو تقدیر پر ایمان کی تعلیم دیتا ہو اور جس کے ذریعہ انسان اپنے حقیقی خالق و مالک ورازق کو پہچانے، اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت قرآن و حدیث اور اِن دونوں علوم سے ماخوذ علم سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

(5) بے پردہ خواتین وبچیاں

موجودہ دور میں انتہائی چست لباس کا استعمال اور سر کو مکمل نہ ڈھانپنا سینہ پر چادر کا نہ ہونا گناہ کو براہ راست دعوت دینے اور شیطان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے برابر ہے۔ پردہ ہر دور میں عورت کے لئے مکمل تحفظ اور مکمل کامیابی کی ضمانت رہا ہے عورت کے لئے اپنے سر اور چہرہ کو چادر میں چھپانا لازم ہے آج کے جدید دور میں پردہ کی بہت سی اقسام مثلاً برقع، اسکارف، موزے، دستانے اور دیگر لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان تمام صورتوں میں عورت کی سہولت کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے۔ اپنی بچیوں کو زیب وزینت کے ساتھ بے پردہ گھومنے کی اجازت نہ دی جائے:

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ۔ (سنن ابی داود، ۱۸۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ (حج کے دوران) قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔"

حالانکہ حالت احرام میں چہرہ کا کھولنا واجب ہے لیکن ایک عمومی واجب پر عمل کرنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی احرام کے واجب کو ترک کر دیتی تھیں، ورنہ اگر چہرہ کا پردہ عام حالت میں صرف مستحب ہوتا تو استحباب کے لئے صحابیات اور خاص طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ترک واجب نہ ترک کرتیں۔ لہٰذا معاشرے کی بہتری اور اسلام کی سربلندی کیلئے ہم سب کو اپنی اپنی جگہ پر اپنا کلیدی کردار ادا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ والدین بچوں کے لباس اور گفتگو پر خصوصی توجہ دیں تو کافی حد تک ان مسائل کا حل ممکن ہے۔

(6) رشوت خوری

اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اہل منصب کو روپے یا کوئی دوسری چیز پیش کرنا رشوت کہلاتا ہے، موجودہ دور میں اس لین دین کو ہدیہ یا نذرانہ کا خوبصورت نام دیا

جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ رشوت ہے رشوت کی مذمت اور اس کے لینے اور دینے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی سخت وعیدیں کی ہیں، چنانچہ فرمان رسول ہے:

"عَن عَبدِ اللّٰہِ بْنِ عَمرٍو، قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّاشِيَ وَالمُرْتَشِيَ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔" (سنن أبوداود، 3580)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رشوت لینے اور دینے والا دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے۔" (الطبرانی الکبیر مجمع الزوائد 4/199، بروایت ابن عمرو)

اسلام کی نظر میں جس طرح رشوت لینے اور دینے والا ملعون اور دوزخی ہے اسی طرح اس معاملہ کی دلالی کرنے والا بھی حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں ملعون ہے۔صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ قاضی کا کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا کفر کے برابر ہے اور عام لوگوں کا ایک دوسرے سے رشوت لینا حرام ناپاک کمائی ہے۔رشوت دینے کی گنجائش کب ہوسکتی ہے؟ ایک شخص کا حق ہے کہ جو اسے ملنا چاہیے، رشوت دیئے بغیر نہیں ملے گا، یا اتنی دیر سے ملے گا جس میں اسے غیر معمولی مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔اسی طرح اس کے اوپر کسی فرد کی طرف سے ظالمانہ مطالبات عائد ہو گئے ہیں اور رشوت دیئے بغیر ان سے خلاصی مشکل ہے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا شخص گناہگار نہ ہوگا، البتہ دیانت شرط ہے جس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔

(7) سود یعنی انسانوں کو ہلاک کرنے والا گناہ

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، جس کے حرام ہونے پر پوری امت مسلمہ متفق ہے۔سب سے پہلے سمجھیں کہ سود کیا ہے؟ وزن کی جانے والی یا کسی پیمانے سے ناپے جانے والی ایک جنس کی چیزیں اور روپے وغیرہ میں دو آدمیوں کا اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک کو عوض کچھ زائد دینا پڑتا ہو "ربا" اور "سود" کہلاتا ہے۔جس وقت قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا اس وقت عربوں میں سود کا لین دین عام، متعارف اور مشہور تھا اور اُس وقت سود اُسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیادہ رقم کے مطالبہ کے ساتھ قرض دیا جائے خواہ لینے والا اپنے ذاتی اخراجات کے لئے قرض لے رہا ہو یا پھر تجارت کی غرض سے، نیز وہ صرف ایک مرتبہ کا سود ہو یا سود پر سود۔مثلاً زید نے بکر کو ایک ماہ کے لئے 100/روپے بطور قرض اس شرط پر دیئے کہ وہ 125/روپے واپس کرے، تو یہ سود ہے۔بینک میں جمع شدہ رقم پر پہلے سے متعین شرح پر بینک جو اضافی رقم دیتا ہے وہ بھی سود ہے آج کل سود پر رقم دینا عام ہو گیا ہے اور اس کی حرمت سے عوام بلکہ خاص مسلمان بھی چشم پوشی کر رہے ہیں، بعض لوگ اس کو منافع کے نام پر وصول کر رہے ہیں، بہرحال فی زمانہ سود کا چلن بھی عام ہو گیا ہے اور اب اس کو لعنت یا حرام نہیں سمجھا جا رہا ہے بلکہ مختلف بہانوں سے اور مختلف نام دے کر اس کا استعمال ہو رہا ہے۔

(8) حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی

"عن ابي هريرة: ان رسول الله صلى الله عليه و سلم، قال: اتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: إن المفلس من امتي ياتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، وياتي قد شتم هذا، وقذف هذا، واكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، و هذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه اخذ من خطاياهم، فطرحت عليه ثم طرح في النار۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے

اصلاحیات

نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (ان حقوق کے بقدر) والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔"

(سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، حدیث: 2418]

جن کبیرہ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی، ان میں کوتاہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، (ان شاء اللہ) لیکن اگر گناہوں کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے مثلاً کسی شخص کا سامان چرایا یا کسی شخص کو تکلیف دی یا کسی کو گالی دی یا کسی شخص کا حق مارا تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی معافی کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ جس بندے کا حق ہے، اس کا حق ادا کیا جائے یا اس سے حق معاف کروایا جائے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار کے لئے رجوع کیا جائے۔

(9) معاشرے کے ہر ایک فرد کا کردار

"عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة ثلاث مرار، قالوا: يا رسول الله! لمن؟ قال: لله ولكتابه ولائمة المسلمين وعامتهم۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: دین سراپا خیر خواہی ہے، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ (حکمرانوں) اور عام مسلمانوں کے لیے۔"

(سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، حدیث 1926]

عربی میں نصیحہ سے صرف خیر خواہی ہی مراد نہیں بلکہ صحیح بنیادوں پر تعلق استوار کرنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی اس میں شامل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی کتاب اور اس کے رسول سے خیر خواہی کے معنی ان پر حقیقی ایمان، ان سے گہرا تعلق اور اس ایمان اور تعلق کے تقاضوں کی صحیح ادائیگی ہے۔ یہ ہر فرد کے لیے لازم ہے جو مسلمان ہونے کا دعوے دار ہے۔ سب سے بنیادی چیز اللہ کی ہدایت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں خود سادہ زندگی گزارنا اور معاشرے اور زندگی کے پورے نظام کی اس کے مطابق تشکیل کو اپنی زندگی کا مقصد اور سعی وجہد کا محور بنانا ہے۔ قیادت سے خیر خواہی جہاں حق بات اُن تک پہنچانے، صحیح مشورہ دینے، معروف میں اطاعت کرنے پر مشتمل ہے، وہیں اصلاحِ احوال کے لیے ان میں غلطی اور ناروا رویے پر تنقید واحتساب بھی اس کا اہم حصہ ہے اور عامۃ الناس کے لیے خیر خواہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عبارت ہے تاکہ معاشرہ اسلام کی برکتوں سے مالا مال ہو سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد، دُنیا اور آخرت میں ہر شخص کے لیے اس کی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہی کا اصول مقرر فرماتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیت صحت مند احتساب، قانون کی حکمرانی، بے لاگ انصاف، خیر کی حوصلہ افزائی اور شر کی سرکوبی ہے۔ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی جامعیت کے ساتھ اپنے اس ارشاد میں اُمت کے لیے مشعل راہ بنایا ہے:

"قَالَ: اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، فَالْاِمَامُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَّهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ

بقیہ ص ۷ / پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

مدارس اسلامیہ! علم و امن کی آماجگاہ

احوال قوم وملت

مذہب اسلام کی تبلیغ وتشہیر میں مدارس وجامعات کا اہم کردار رہا ہے، یہاں سے فارغ التحصیل طلبہ عالم اسلام میں پھیلی برائیوں کو ختم کرنے اور معاشرے کو سدھارنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے حصول تعلیم کا اصل مقصد کیا ہے، اور کس طرح ہم عالم اسلام میں امن و امان قائم کرسکتے ہیں، مدارس ومساجد کی درسگاہوں اور ممبروں سے مذہب اسلام کی تعلیمات کو عام کیا جاتا ہے، کیوں کہ ابتدا ہی سے ان طلبہ کو یہی تعلیم دی گئی کہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" لازم وضروری ہے، قرآن وسنت میں صراحتاً اس چیز کی ترغیب دی گئی ہے، اللہ عزوجل اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ- اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری باتوں سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔"

لہٰذا مجموعی طور پر تبلیغ دین فرض کفایہ ہے، اس کی مختلف صورتیں ہیں جیسے مصنّفین کا بذریعہ تصنیف وتالیف، مقررین و مبلغین کا بذریعہ تقریر وخطابت دین کی خدمت کرنا اور انفرادی طور پر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا۔ اور یہ سارے کام مدرسے کے بنا ہرگز پورے نہیں ہوسکتے، انہیں مدرسوں سے پڑھ کر فارغ ہونے والے طلبہ مصنف، مدرس، خطیب اور امام بنتے ہیں اور قوم کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان درسگاہوں سے تربیت یافتہ طلبہ مذہب وملت اور اپنے وطن کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ یہی وہ ادارے ہیں جن کے پاکیزہ دامن سے ایسے علما کے گروہ پیدا ہوتے ہیں جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور معاشرے میں پھیلی برائی، بدکرداری، بے راہ روی، خود غرضی، چوری، ڈکیتی، زنا کاری، سود اور رشوت جیسی ہزاروں برائیوں کا خاتمہ کرتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ دنیا امن کا گہوارہ بنی ہوئی ہے، ذرا سوچیں اگر یہ علما اور ائمہ حضرات درسگاہوں، محرابوں اور ممبروں سے قوم کو نصیحت نہ کرتے، تو پھر ہمارے معاشرے کا حال کیا ہوتا؟ کتنی برائیاں پھیلی ہوتیں، لوٹ مار، قتل وغارتگری، دہشت گردی، زنا کاری جیسے جرائم کس قدر عام ہوگئے ہوتے، یقیناً یہ مدارس اسلامیہ کا فیضان اور ان علمائے کرام کا احسان ہے، معلوم ہوا مدارس اسلامیہ دین کے محفوظ قلعے ہیں اسی وجہ سے ان کی حفاظت ونگہبانی کرنا ہمارے لیے لازم وضروری ہے۔

دینی مدارس تاریخ کے آئینہ میں

سب سے پہلے مدرسے کی بنیاد ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور یہ کوئی عالیشان عمارت نہیں تھی اور نہ اس وقت کوئی تعلیمی نصاب تھا بلکہ مسجد نبوی شریف کے باہر ایک چبوترہ تھا، جس کو "صفہ" کہا جاتا ہے اور صرف ایک کتاب تھی قرآن کریم! اس چبوترے پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم دین حاصل کیا کرتے تھے اور اُن کے معلم، معلم انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، یہیں سے صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور دراز علاقوں میں دین کی ترویج و اشاعت کے لیے بھیجا۔ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں صحابی رسول حضرت ابو عبد اللہ ارقم بن ابو ارضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر دینی مدرسے کی حیثیت رکھتا تھا، یہ خانہ کعبہ کے سامنے "صفا" پہاڑی کے قریب تھا جہاں بیٹھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

اللہ تعالیٰ عنہا اور یارِ غارِ مصطفےٰ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھی دینی مدرسے کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن ہجرت کے بعد باضابطہ مسجد نبوی شریف کا چبوترہ اس چیز کے لیے خاص کر دیا گیا جہاں صحابہ کرام علم دین حاصل کرتے تھے، یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری دنیا سے وصال فرما جانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس عمل کو جاری رکھا، خلفائے راشدین کے دور میں جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو باضابطہ طور پر مساجد و مدارس کی تعمیر ہونے لگی، انہیں اکابرین کی پیروی کرتے ہوئے اب تک مدارس و جامعات کی تعمیر جاری ہے اور ان شاء اللہ العزیز ہر دور میں جاری رہے گی۔

برصغیر کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو یہاں اسلام کی آمد سے لے کر اب تک دینی مدارس قائم ہیں، بالخصوص سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور خلافت میں مدارس اسلامیہ کو بہت ترقی ملی، کیوں کہ سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ خود بھی حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے فقیہ تھے، آپ کو طلبہ اور علما سے بے حد لگاؤ تھا، آپ نے شاہی نگرانی میں فقہ حنفی کا عظیم ذخیرہ ''فتاویٰ عالمگیری'' تیار کروا کر اُمت پر عظیم احسان فرمایا، آپ نے اپنے دور خلافت میں تمام گورنروں کو یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ اپنے اپنے علاقوں میں دینی مدارس قائم کریں اور علمائے کرام کی مالی خدمت کریں تا کہ وہ دلجمعی کے ساتھ دین کی خدمت کریں اور آپ نے اپنے دور خلافت میں دینی مدارس کے طلبہ کے لیے سرکاری خزانے سے وظائف مقرر کر دیئے تھے ''مراۃ احمدی'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اورنگزیب نے شاہی خزانے پر یہ بوجھ ڈالا کہ ملک کے ہر طالب علم کو یومیہ دیا جائے اور تمام مملکت کے ہر حصے میں تعلیم پانے والوں کے نام اس علاقے کے سرکاری رجسٹروں میں درج کیے جائیں۔

چنانچہ ہر طالب علم کو اس کے درجے کے مطابق یومیہ ملتا تھا، پہلے درجے کے طالب علم کو ایک آنہ اور دوسرے درجے کے طالب علم کو دو آنے اور آخری درجے میں پڑھنے والے طالب علم کو آٹھ آنے ملا کرتے تھے اور وہ طالب علم جو کسی خاص مضمون میں امتیاز حاصل کرنا چاہتا تو تو اس کو دس آنے یومیہ مدد معاش کے طور پر ملا کرتے تھے، مسٹر این این لاء تاریخ فرح بخش کے حوالے سے اس کی مزید توضیح بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اورنگزیب میزان پڑھنے والے طلبہ کو ایک آنہ اور منشعب پڑھنے والے کو دو آنے اور شرح وقایہ اور فقہ پڑھنے والے کو آٹھ آنے روز آنہ دیا کرتے تھے۔''

شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ان کاموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹے چھوٹے قصبے بھی علمی مرکز بن گئے۔ ایک انگریز مؤرخ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''عالمگیر نے اپنی رعایا کے لیے بہت کچھ کیا، اس نے پھانسی کی سزا ختم کی، زراعت کو بے حد فروغ دیا، پل بنوائے، کوئیں کھدوائے اور بے شمار اسکول اور کالج قائم کیے۔'' (ملخص: نقوش لاہور نمبر 1962ء، صفحہ 521–522)

آخر مدارس پر ہی اعتراضات کیوں؟

عصر حاضر میں مدارس اسلامیہ کے خلاف طرح طرح کی خبریں سننے کو ملتی رہتی ہیں، ہر طرف سے صرف مدرسوں کو ہی ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے، کبھی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے سے تعبیر کیا جاتا ہے، تو کبھی طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں اور ان کو نئے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ حملے اب سے نہیں بلکہ اس وقت سے ہوتے آرہے ہیں جس وقت ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی، جب انگریزوں نے پورے برصغیر کو اپنے کنٹرول میں لے لیا، تو مسلمانوں کو اُن کے دین و مذہب سے دور کرنے کی کوششیں کرنے لگے، لیکن اُن کی ساری کوششیں ناکام رہیں، پھر انگریزوں نے دیکھا کہ یہاں کے مسلمانوں کے مذہبی تعلقات بہت پختہ ہیں، وہ اسلام اور اپنی روایات کے لیے جان دینے سے بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے، تو انگریز نے خود مشقتیں اٹھا کر مسلمانوں کی مذہبی روایات کو بدلا، مثلاً مذہب اسلام میں کھڑے ہو کر کھانا، پینا، کرسیوں پر بیٹھ

کرکھانا، بائیں ہاتھ سے کھانا، جوتے پہنے پہنے کھانا خلاف ادب اور خلاف سنت ہے اور گھٹنے کھول کر گھومنا گناہ ہے۔

اس لیے انگریزوں نے سردی گرمی کی پرواہ کیے بغیر آدھے کپڑے پہننا شروع کیے اور کھڑے ہوکر الٹے ہاتھ سے کھانا پینا شروع کردیا اور انہوں نے منصوبہ بندی کی کہ مسلمانوں کو اُن کے بزرگوں کے نقش قدم سے ہٹا کر نئی راہ پر لایا جائے، نظام تعلیم بدل دیا جائے اور انگریزی زبان کو عام کیا جائے تاکہ ان لوگوں کا اسلام، علمائے کرام اور اپنے بزرگوں سے تعلق کمزور ہوجائے، چناںچہ حکم جاری کیا گیا کہ مدرسے بند کردیئے جائیں، اب لوگ انہیں اسکول، کالج میں اپنے بچوں کو پڑھائیں گے جو ہم بنوائیں گے، اور وہی نصاب چلایا جائے گا جو ہم تجویز کریں گے، لہٰذا اس طرح سے لوگوں کا تعلق مدرسوں سے ہٹتا گیا اور اسکول وکالج کی جانب رجحان بڑھتا گیا اور انگریز اپنی چال میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔

آج ہم انگریزوں کی غلامی سے آزاد ضرور ہیں لیکن آج بھی وہی رسم ورواج ہمارے معاشرے میں رائج ہیں، آج بھی لوگ مدارس کو نشانہ بناتے ہیں اور ان کے خلاف کھل کر بولتے ہیں، جبکہ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ جنگ آزادی میں اپنی جانوں کی قربانی دینے والوں میں پیش پیش مدارس سے فارغ شدہ طلبہ ہی تھے، لاکھوں علماء کرام کو پھانسی کی سزا سنائی گئی اور ان کو درختوں پر لٹکا دیا گیا، یہ وہی علماء تھے جن کا تعلق مدارس ومساجد سے تھا، تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو حقیقت آشکار ہوجائے گی، آخر پھر صرف مدارس اسلامیہ کو ہی نشانہ کیوں بنایا جارہا ہے؟ ساری بندشیں اور احکامات صرف مدارس کے لیے ہی کیوں ہیں؟

دینی مدارس اور ہماری ذمہ داریاں

آج مدارس اسلامیہ ترقی کے بجائے تنزلی کا شکار ہیں، ہندوستان کی آزادی سے لے کر اب تک مدارس کو طرح طرح کی سازشوں سے نشانہ بنایا جارہا ہے، آج مسلمان اپنے حقیقی ورثہ کو اس طرح بھولے کہ صرف اسکول اور کالج کے ہوکے رہ گئے، آج لوگوں نے مدرسوں سے اپنا تعلق توڑ کر انگریزوں کے قائم کردہ اسکولوں اور کالجوں سے جوڑ لیا ہے، آج چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی بڑے بڑے اسکول اور کالج موجود ہیں، عالیشان عمارتیں، وسیع وعریض علاقہ، کھیل کود کے لیے بڑے بڑے میدان ہیں لیکن مدرسوں کے لیے وہی مسجد کے کونے میں چھوٹی سی جگہ ہے جس کا ٹوٹا پھوٹا چھت ہے جہاں برسات میں پانی ٹپکتا ہے، زمین پر فرش تک نہیں ہے، یہی حال مدارس کے ہاسٹل کا ہے، جگہ کی قلت کی بنیاد پر ایک ایک کمرے میں پندرہ سے بیس بچے گزارہ کررہے ہیں، ان کے پاس نہ پڑھنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ ہے اور نہ ہی رہائش گاہ، یہی وجہ ہے کہ وہاں بچے پڑھنے سے کتراتے ہیں، ایسے حالات میں ائمہ حضرات کا بھی پڑھانے کا من نہیں ہوتا، اس کی سب سے بڑی وجہ ہم خود ہیں، ہم نے مدرسوں کی مالی امداد کرنا ہی چھوڑ دی، وہیں اسکول اور کالج کے لیے دل کھول کے خرچ کرتے ہیں، یاد رکھیں یہ ادارے اُمت مسلمہ کے لیے عظیم نعمت اور پہچان ہیں، ان کی حفاظت ہر حال میں لازم وضروری ہے، لہٰذا ان کی بقا وتحفظ کے لیے ساری اُمت مسلمہ کو مل کر کوشش کرنی ہوگی، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے مدرسوں کی اصلاحات کے نام پر کچھ نظام تعلیم بدلنے کا ارادہ کرنے والوں کو نہایت ہی دور اندیشی سے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

> ”ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جیسا اندلس (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود ہوا، آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا، مسلمانوں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلّی کے لال قلعہ کے سوا، مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ دور حکومت اور اُن کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔“

معلوم ہوا دینی تعلیمی اداروں کا ہونا کتنا اہم ہے، خدارا ہوش میں آئیں اور مدارس کی بھرپور مدد کریں، اِدھر اُدھر پیسہ خرچ نہ

کر کے مدارس ومساجد میں پیسہ لگائیں، ہم میں سے اکثر لوگ فضول اور بے مقصد کاموں میں تو لاکھوں روپے اُڑا دیتے ہیں لیکن راہ خدا میں مال خرچ کرنے میں بہت سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، ایسی ایسی جگہوں پر ہم نے لاکھوں روپے خرچ کیے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، جیسے ہم نے محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں تو پیشہ ور خطیبوں، نعت خوانوں، قوالوں اور نقیبوں پر لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں، ان کی بڑی عالیشان دعوتیں ہوتی ہیں، آنے جانے کا خرچ الگ سے دیا جاتا ہے جب کہ وہ کوئی دین کی بات بتا کے نہیں جاتے، صرف پیسے سمیٹ کر قوم کو لوٹ کر نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں، یہیں اگر کسی ادارے پر خرچ کرنے کی بات آئے تو چہرے زرد ہو جاتے ہیں، ہاتھ کانپنے لگتے ہیں، جیب سے سو، پچاس نکالتے بھی ہمت نہیں ہوتی، حالانکہ اس معاملے میں ہمارے اکابرین، ائمہ ومحدثین نے تفصیلاً اس بات کو ذکر کیا ہے کہ علم دین کو عام کرنے کے لیے مال خرچ کرنے کا ثواب دوسرے دینی کاموں میں صرف کرنے سے کہیں زیادہ ہے، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پیش کرنے کے لیے ہر ماہ یا ہر سال حلال مال سے کھانا پکوا کر تقسیم کرتا ہے، اگر وہ یہی رقم ایصال ثواب کی نیت سے ایک صحیح العقیدہ مستحق طالب علم کی دینی تعلیم پر خرچ کر دے، تو کیا اسے کھانا تقسیم کرنے جیسا ثواب ملے گا اور رحمت عالم ﷺ خوش ہوں گے؟ تو سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"یہ اس کا نعم البدل ہوگا اور ثواب میں کمی کیا معنی، اس سے ستر گنا ثواب کی زیادہ اُمید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں، قال اللہ تعالیٰ: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها- اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: جو نیکی بجا لاتا ہے اس کے لیے اس کے دس کی مثل ہے۔ اور طالب علم کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سو! قال اللہ تعالیٰ: مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة- و الله یضعف لمن یشاء- و الله واسع علیم- ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیاں ہر بالی میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، صفحہ 309-310، مسئلہ نمبر 153، رضا فاؤنڈیشن)

معلوم ہوا کہ مدارس وجامعات اور دینی طلبہ پر خرچ کرنا دوسری جگہ خرچ کرنے سے سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، لہٰذا ہم سب پر لازم وضروری ہے کہ ہم اپنے مدارس کا مکمل خیال رکھیں، اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، کم سے کم اپنے ایک بچے کو دین کا عالم ضرور بنائیں، اور زیادہ سے زیادہ مدرسوں کو فروغ دیں، رب کریم ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

◆◆◆

ص ۳۵ کا بقیہ..

کا اطلاق جائز نہیں۔" (بہار شریعت 01/269)

اسی طرح تاج الفحول شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت امیر معاویہ کی تعظیم وتکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری ولازمی ہے۔ اس لیے شرعاً وہ بغاوت وخطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق وعصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد" میری امت سے خطا وعصیان کو اٹھا لیا گیا ہے، اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ ماجور ہیں۔ اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم وتکریم سے رکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی" اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن ہے۔" (دفاع امیر معاویہ 28)

◆◆◆

از: محمد خورشید رضا مصباحی*

قل خوانی میں عجلت پسندی کیوں؟

احوال قوم وملت

شادی بیاہ، جلسہ جلوس، عید میلاد، عرس وچہلم عقیقہ وختنہ جیسے دینی پروگراموں میں، نعت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سننے کا رجحان زیادہ ہے، دوگھنٹوں کا پروگرام ہے تو ایک گھنٹے سے زائد نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سن سنا کر لوگ قلبی مسرتوں سے شادکام ہوتے ہیں، حالاں کہ نعت نبی سننا سنانا، خالص کارِ ثواب اور اس پر بڑا اجر ہے، اس پر کوئی منفی تبصرہ تو کجا؟ خاطر میں ایسا کچھ خیال بھی نہیں گزرتا کہ امام اہل سنت فرماتے ہیں ؎

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

تاہم یہ بھی یادرکھنے کی چیز ہے کہ ہر شئے کے لیے ایک جہت اور مکان ہے، وہ شئے اپنے مقام پر ہی محمود ومرغوب ہوگی، عام طور پر کوئی بھی چیز، فی نفسہٖ بری نہیں ہوتی، لوگوں کی ترجیحات اور معمولات ومشمولات اسے اچھے یا برے سے تعبیر کرتی ہیں۔

خیر! باقی ماندہ وقتوں میں خطابات ہوتے ہیں، کچھ لوگ دل چسپی کے ساتھ کچھ مرے دل سے سنتے ہیں، بعض کو اونگھ آتی ہے، بعضے ضرورت وحاجت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور کھانے کا انتظام ہو تو بہتوں کو بھوک ستانے لگتی ہے۔ مل ملا کر باری آتی ہے، فاتحہ خوانی کی! جب تک کے لوگوں کی قوت سماعت سست پڑ جاتی ہے، اب ہم میں سے کچھ قرآن خوانی کا بیڑا اپنے سر اٹھاتے ہیں اور پھر اس قدر تیز گامی اور سبک روی کے ساتھ تلاوتِ قرآن پاک کرتے ہیں کہ اللہ ہی خیر فرمائے!

رموز اوقاف کا پتہ، نا ہی وصل وفصل کا التزام! صفات لازم وعارضہ کا الگ ہی چکر ہے، یہاں لحن جلی واقع ہوتی چلی جاتی ہے، جس کا پڑھنا سننا، سب حرام! جس سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ ان قرآں خواں میں زیادہ تر کو تلاوت قرآن پاک کے احکام ومسائل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر قلت وقت اور لوگوں کی رعایت میں یہ قراءت قرآن کی رعایت نہیں کرتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ جب تاخیر ہو ہی گئی تو پھر لعنتیں بٹورنے والا کام کیوں کریں؟ ما أنزل الله قرآن پاک پڑھ کر کیوں نہ بشارت عظمٰی کے مستحق بنیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔" (المزمل:۴)

مدارک التنزیل میں اس آیت کے تحت ہے کہ اطمینان کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھو کہ حروف جُدا جُدا رہیں، جن مقامات پر وقف کرنا ہے ان کا اور تمام حرکات (اور مَدّات) کی ادائیگی کا خاص خیال رہے۔ آیت کے آخر میں "تَرْتِیْلًا" فرما کر اس بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے کے لیے ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہما سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور ترقی کی منازل طے کرتا جا اور اس طرح ٹھہر کر پڑھ جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا، جہاں تو آخری آیت پڑھے گا، اسی کے پاس تیری منزل ہے۔ (ترمذی، ۲۹۲۳)

اب بھلا بتائیں! پورا قرآن حضور کی نعت ہے۔ جس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکی کی بھی بشارت ہے۔ مزید یہ کہ تلاوت پر ثواب، سماعت پر ثواب اور دیکھنے چھونے پر بھی اجر عظیم ہے پھر قرآن پاک میں حضور کی نعت اور مدح وثنا کرنے

والا خود اللہ رب العزت کی ذات۔ جو خالقِ خلق اور مالکِ ملک ہے، تو ہمارے لیے بہتر تو یہ تھا کہ ہم نعتِ محبوب خدا، بہ زبانِ خدا؛ اطمینان وسکون کے ساتھ باادب، باوضو سنتے اور اس طریقے سے مجلس اپنے اختتام کو پہنچتی، مگر ؎

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے اِحساسِ زیاں جاتا رہا

اب ہرگز کوئی یہ کہنے کا روادار نہیں کہ فلاں جگہ ایسا ہوا فلاں جگہ ویسا ہوا یہ اکّا دُکّا معاملہ ہے، بلکہ اکثر مقام میں اختتامِ مجلس پر قل شریف بڑھتے ہوئے یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جس پر ہمیں ضرور غور وفکر کرنا چاہیے صرف یہ کہنے اور کوسنے سے کام نہیں چلے گا کہ وہابیوں کے یہاں قرآن بڑا اچھا پڑھا جاتا ہے بلکہ خود اس شعر کے مصداق بننے کی کوشش ہونی چاہیے ؎

اپنے ہاتھوں سے بنا تو بھی کوئی قصرِ عظیم
چشمِ حیرت سے کسی محل تعمیرِ نہ دیکھ

ایک دفعہ یوٹیوب پر تلاوت قرآن پاک سماعت کر رہا تھا، وہیں کمنٹ سیکشن میں اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے ایک برازیلین شخص لکھتا ہے:

"میں نے قرآن کریم کی یہ تلاوت جب سے سنی ہے، اس کا عادی ہو گیا، سن کر بہت سرور ملتا ہے اور اب قرآن سننا مرا معمول سا ہو گیا ہے۔"

اس نے یہ سارے کلمات انگریزی میں لکھے تھے جس کا مفہوم اوپر ذکر ہوا، ساتھ ہی وہ اپنا پتہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"میں برازیل سے ہوں۔"

اس میں اس نے سماعت قرآن سے ربط اور معمولات کو بتانے کے لیے انگریزی کا ایک لفظ (Addict) کا استعمال کیا تھا۔ عام طور پر انگریزی میں یہ لفظ کسی کے ساتھ گہرا تعلق ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔

پتہ نہیں اس شخص کا مذہب کیا تھا کہ برازیل میں اکثریت عیسائیوں کی ہے۔ (میرا حسن ظن ہے کہ مسلم ہوگا) مگر ایک شخص کا یوٹیوب پر تلاوت قرآن پاک سن اس قدر مست ہو جانا، ضرور اس میں ہمارے لیے سبق پنہاں ہے کہ ہم اس قدر غفلت کیوں برتتے ہیں، کہیں ہم سے خیر کی توفیق چھین تو نہیں لی گئی ہے۔

اللہ پاک ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور ہمیں کما حقہ قرآن پڑھنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

◆◆◆

ص ۴۲ کا بقیہ

شغلِ تحسینِ مشایخ ہو عطا یارب مجھے
میرے مرشد سیدی تحسین رضا کے واسطے
مسلکِ احمد رضا پہ دائماً مجھ کو چلا
حامیِ دینِ متین تحسین رضا کے واسطے

حوالہ جات:

(۱) حیات صدر العلماء 17 (۲) سالنامہ تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء کے والد ماجد، 77 (۳) دیکھیے: سالنامہ تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء 82/ وحیات صدر العلماء 30 (۴) دیکھیے: سالنامہ تجلّیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء 83/ وحیات صدر العلماء 31 (۵) سالنامہ تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء کا اپنے اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض، 92 (۶) دیکھیے: سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلماء محدِّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء 83 (۷) دیکھیے: حیات صدر العلماء 43 (۸) سالنامہ تجلیات رضا، صدر العلماء محدث بریلی نمبر، صدر العلماء یادگارِ سلَف 320 ملتقطا (۹) تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء میدان علم وتدریس میں، 120 (۱۰) دیکھیے سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء 84/ وحیات صدر العلماء 33–34 (۱۱) دیکھیے: سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلماء محدِّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء 85 (۱۲) حیات صدر العلماء 36 (۱۳) دیکھیے سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، سیرت وسوانح حضرت صدر العلماء 83/ وحیات صدر العلماء 36 (۱۴) حیات صدر العلماء 36 (۱۵) دیکھیے: حیات صدر العلماء 36 (۱۶) حیات صدر العلماء 39–40 (۱۷) حیات صدر العلماء 17 (۱۸) سالنامہ تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء ایک ہمہ گیر شخصیت، 164 (۱۹) سالنامہ تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء ایک مردِ حق آگاہ 185 (۲۰) صدر العلماء حضور مفتی تحسین رضا خاں کا یہ مختصر سا شعری مجموعہ تحسینی فاؤنڈیشن بریلی شریف سے مطبوع ہے، انٹرنیٹ پر اس کی پی ڈی ایف (PDF) بھی دستیاب ہے (۲۱) گلہائے بخشش 3–5 (۲۲) گلہائے بخشش 11 (۲۳) تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء ایک ہمہ گیر شخصیت، 166 (۲۴) تجلیات رضا، صدر العلماء محدّث بریلی نمبر، صدر العلماء ایک ہمہ جہت شخصیت 180۔

◆◆◆

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

غزہ میں شہیدوں کا ہجوم اور مسلم مملکتوں کی مجرمانہ غفلت

فضائے غزہ چھوٹے بچوں کی بکثرت شہادتوں سے ماتم کناں ہے... یہودی دہشت گردی محورقص ہے... اوآئی سی کا اجلاس بزدل مسلم حکمرانوں کے مذمتی جملوں پر ناکام ہو چکا...1.92 بلین مسلم آبادی میں غزہ بے یارومددگار ہے۔

مزاحمت اور دہشت گردی جُدا جُدا چیزیں ہیں.... جو اپنی زمین کی حفاظت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں؛ وہ ہیرو ہیں اور جو قابض/غاصب ہے وہ دہشت گرد ہے... کیوں کہ اُس کا ہاتھ بے گناہوں کے خون سے رنگین ہے... اس کے ہاتھ ہزاروں ننھے ننھے بچوں کے خون میں لت پت ہیں... اس کا دامن بے گناہ شہریوں کے لہو سے داغ دار ہے... وہ اسرائیل ہے.... جو دہشت گردی کی بدترین مثال بن چکا ہے... جو قاتل ہے... ڈکیت ہے... اس کے خون آلود پنجوں کو 57/مسلم ممالک کی نمائندہ قوت روکنے میں ناکام ہے۔

حقائق ایسے ہیں کہ کلیجہ منھ کو آتا ہے... اس صدی کا سب سے بڑا قتل عام غزہ میں جاری ہے... جہاں کی ہر تصویر دَردناک ہے... ساری دنیا میں انسانیت کا دَم بھرنے والے شاید چوڑیاں پہنے ہوئے ہیں... شاید نشے میں ہیں... انھیں یہ دَردناک مناظر نہیں دکھائی دے رہے... مناظر ایسے دردناک ہیں کہ انھیں لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے؛ واردات کے چند احوال ان نکات میں سمیٹے جاسکتے ہیں۔

ننھا سا بچہ زخموں سے چور چور ہے... دَرد کی شدت سے مجروح ہے... پورا بدن خون میں تر بتر ہے... معاً اس کے ہاتھ اپنے رب کی بارگاہ میں بلند ہو جاتے ہیں... کرب کے اس لمحے کی دُعا یقیناً قبولیت پائے گی... ہر ہر قطرے کا حساب ہوگا لیکن حساب ان سے بھی ہوگا جن کے پاس قوت تھی؛ فوج واسلحے تھے۔

دلِ دردمند اگر سینے میں ہے تو احساس کی لَو تیز کیجئے... ماؤں کا سایہ سَر سے اُٹھ چکا ہے... سائبان (گھر) زمیں بوس ہو چکا... عزیز شہیدوں کے ساتھ کب کے روانہ ہو چکے... لیکن بچے ماں ماں پکارتے اِدھر اُدھر پریشاں حال پھر رہے ہیں... کوئی مداوا نہیں کوئی ہمدم نہیں.... لیکن! ایسے بچے ہر لمحہ بڑھتے جا رہے ہیں... جن پر یتیمی کا داغ لگ رہا ہے۔

کیا یہ وقت "مذمت" ہے یا وقت مدد.... فلسطینیوں کے حقِ دفاع کے لئے جو نوجوان وہاں دہشت گرد سے نبرد آزما ہیں اُن کے لیے مسلم مملکتیں کیا کر رہی ہیں... مذمت کافی نہیں ظلم کے ہاتھوں کو بزورِ طاقت روکنا ضروری ہے اور یہ انسانی تقاضا بھی ہے... کیا آپ نے اس بچے کو دیکھا ہے جو بہت چھوٹا ہے والدین سے محروم کر دیا گیا ہے... اس کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں... شاید آنسو خشک ہو چکے ہیں... اسے بھوک لگی ہے.... سایۂ شفقت اُٹھ چکا ہے... نہ چھت ہے، نہ کوئی عزیز، بے یار ومددگار... ظلم ودہشت کا شکار... اس پر ظلم کس نے کیا؟ تشدد کس نے ڈھایا؟ اسرائیل نے!

کپکپاتے بچے... بمباری سے خوفزدہ بچے... ننھی ننھی ٹانگوں پر لڑکھڑاتے... گرتے پڑتے زندگی کی جدوجہد میں مبتلا... بموں کی یلغار میں جینے کے جتن کر رہے ہیں... ان پر دہشت کس نے طاری کی؟ اسرائیل نے!

وہ بچی پیاسی ہے... دکھ سے نڈھال ہے... پتہ نہیں کس کس عزیز سے محروم ہے... اچانک اس کی نگاہ ایک خالی پانی کے جار پر پڑتی ہے... پیاس بجھانے کے لیے انگلیاں مس کر کے چاٹتی ہے... نل کو چوستی ہے... یہ افتاد کس نے ڈالی؟ اسرائیل نے!

بچوں کا ہجوم جمع ہے... پانی کا ٹینکر آتا ہے... بکثرت بچے دوڑ پڑتے ہیں... حوصلہ ہے زندگی کا... پیاس بجھ جائے گی تو

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

سکون ملے گا... اچانک دہشت گرد طیارے بم برسا دیتے ہیں
... خاک و خوں میں ننھے ننھے بچے تباہ ہو جاتے ہیں... دہشت گرد کون ہے؟ اسرائیل!

پہلے وہ حکمران ہوتے تھے کہ ایک بچی ظلم پر چیخ اُٹھتی تھی تو سلطانِ اسلام کی نیند اڑ جاتی تھی اور ظالم کو جب تک انجام تک نہیں پہنچا تا تھا، اس وقت تک سکون نہیں ملتا تھا... آج غزہ سے ہزاروں بچیاں مسلم مملکتوں کو پکار رہی ہیں... مدد کے لیے دوہائی دے رہی ہیں... ان کی آوازیں فضاؤں میں تحلیل ہو جا رہی ہیں... کوئی پکار نہیں سُن رہا ہے... کوئی مدد کو نہیں اُٹھ رہا ہے... سب چوڑیاں پہنے آرام گاہوں میں ہیں۔

غزہ پر اسرائیلی حملے دہشت گردی کی بدترین مثال ہیں
... حق دفاع کا یہ مطلب نہیں کہ آبادیوں کو کچل کر رکھ دیا جائے
... یہ عمل ہٹلر/ چنگیز کی پیروی ہے جو مذموم و دل آزار ہے۔

ایک تصویر ایسی واقع ہوئی جس نے جھنجھوڑ ڈالا... فلسطینی مظلوم ماں بمباری میں شہید ہو گئی ہے... اس کا سرمایہ دو کمسن بچیاں ہیں؛ ماں کی لاش کے پاس تباہ شدہ گھر کے ملبے پر کھڑے ہو کر آسمان کی سمت حسرت سے تک رہی ہیں... اے اللہ! شامِ غم کب دور ہو گی؟ کب صبح ہو گی؟ ہمارا سب کچھ تباہ ہو گیا بس تیری رضا ہے جو امید کی کرنوں کو محفوظ رکھتی ہے...

وہ تصویر کتنی دل آزار ہے کہ ایک پناہ گزیں کیمپ پر حملہ ہوتا ہے اور درجنوں فلسطینی شہید ہو جاتے ہیں جن میں اکثریت بچوں کی ہوتی ہے، ننھی ننھی لاشیں کفن پوش، جن کی عمریں کھیلنے کی ہے؛ انھیں زندہ در گور کر دیا گیا... انھیں اسرائیل نے مار دیا۔

وہ چھوٹا سا بچہ ہے... غالباً پورا خاندان شہید ہو چکا ہے...
بچہ تنہا بچا ہے... وہ بم سے تباہ شدہ ملبے پر ایک چادر اوڑھ کر چین سے سویا ہے... یقین کی دولت سے مالا مال ہے... اسرائیل بچے سے خوفزدہ ہے جبھی بچے کو کمسنی میں تباہ کر دیا.... ان شاء اللہ بچہ بڑا ہو کر ظلم کے پنجے مروڑ دے گا.... بچہ! تو بچہ ہے؛ دہشت گردوں نے اس کا گلشن تاراج کیا؛ دہشت گرد وقت کی گردش میں بربادی کی دہلیز ضرور عبور کریں گے۔

احوالِ عالم

غزہ کے کھنڈرات درد و کرب کی تصویر بنے ہوئے ہیں
... ایک بچہ یقیں کی دولت سے مالا مال ہے... وہ فصیح عربی میں دردِ دل بیان کر رہا ہے... کرب کے ساتھ لیکن ایمانی جذبات سے پُر یہ نالۂ دل جھنجھوڑ رہا ہے:

"یہ سچ ہے کہ غزہ سے (دنیا کا) رابطہ منقطع ہو گیا ہے
... ایمبولینس اور دفاعی رابطہ مجروح ہے... جہان سے رابطہ منقطع ہے... لیکن! رب العالمین سے ہمارا رابطہ منقطع نہیں ہوا... مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی دشمنوں نے زمین تنگ کرنے کی کوشش کی (اور ناکام ہوئے)... بھوک، پیاس، تھکاوٹ بہت زیادہ ہے...
اے اللہ یہود کے پیروں کے نیچے سے زمین ہلا دے... ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما... اے اللہ ہم پر دنیا تنگ کر دی گئی ہے اُسے کشادہ فرما... ہم بہت تھکے ہوئے اور بکھرے ہوئے ہیں... لیکن اللہ عزوجل پر یقین کامل ہے... اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا... واللہ! اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔"

کرب کے ان احساس کو لفظوں میں کیسے بیان کیا جائے؛ بس خون کے آنسو بہنے کو آمادہ ہیں... دامن انھیں آنسوؤں سے تربتر ہے... وہ بچہ جس کے جسم کے چیتھڑے بکھر چکے ہیں... چہرہ سلامت ہے... درد و کرب میں مبتلا ہے... طبی امداد کا منتظر ہے... ہاسپٹل بمباری کی نذر ہو چکے ہیں۔

اب علاج کیسے ہو گا؟ اے مسلم ممالک کے حکمرانو! تم بھی اس کے ذمہ دار ہو... تم نے ظالم کے ظلم پر چُپّی سادھ لی... تم نے ظلم کا تماشہ دیکھا، ظلم کے ہاتھ نہیں روکے... ظالم کی گرفت نہیں کی؛ مظلوم کو قوت و اسباب قوت مہیا نہیں کی... ظلم پر تماشائی بنے رہے... اسبابِ ظلم (پٹرول، وسائل، تعلقات) پر بند نہیں باندھا؛ اس لیے تم بھی ظالم ہو، بلا شبہ ظالم ہو۔

قربانیوں سے ارضِ اقصیٰ لالہ زار
بلبل رنگیں نوا کے نغمے مَن کو لبھاتے ہیں... گلشن میں رونق آجاتی ہے... کلیاں چٹک جاتی ہیں... لالہ و گُل مسکرانے لگتے ہیں... چمن میں بہاروں کا ہجوم ہو جاتا ہے... ہر طرف شادابی،

درخشانی، ضوفشانی... غرض بہار ہی بہار، سُرور ہی سُرور۔

ابھی شامِ غم برپا ہو چکی ہے... اے بُلبُل خموش ہو جا... کیا تجھے دکھائی نہیں دیتا! فلسطین کی سرزمین محکوم ہے... غزہ بارود سے بھری فضا میں سانس لے رہا ہے... ہزاروں چراغ جَل اُٹھے تھے، معاً بُجھا دیے گئے... فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے... یہود کے دہشت گرد ہاتھوں سے ہزاروں بچے مَسَل ڈالے گئے... قتلِ عام ہو رہا ہے... غزہ میں گلشن اُجاڑ دیا گیا ہے... ہر گھر میں چراغ بُجھ چکا ہے... ہر گھر میں لالی ہے... شہیدوں کے لہو کی سُرخی ہے ؎

دیکھ کر رنگ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل بر انداز ہے خون شہدا کی لالی
رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کو ایک صدی گزری... معاً بعد برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ جمایا... پھر یہودیوں کو سونپ دیا گیا ...1948ء میں باقاعدہ یہودی غاصب ریاست "اسرائیل" کا اعلان کر دیا گیا... فلسطینیوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا گیا... تب سے اب تک فلسطینی مسلمان شہید کیے جا رہے ہیں... زنداں کی تاریک کوٹھیوں میں قید کیے جا رہے ہیں... ننھے ننھے بچوں اور بچیوں کو قید کر کے ان کی زندگی چھین لی جاتی ہے... پوری پوری عمر قید خانوں میں برباد کر دی جاتی ہے۔

ہر روز ظلم، ہر دن ستم! ہر لمحہ گرفتاری، جب موقع دیکھا فلسطینی مسلمان شہید کر دیئے گئے... لگاتار شہادتیں ہیں... پھر ظلم و ستم سہنے والے اُٹھے... ظلم کے خلاف نبرد آزما ہوئے... قربانیوں سے ارضِ فلسطین لالہ زار بن چکی ہے۔

چند روزہ جنگ بندی کے بعد پھر بموں کے دھماکوں سے عام بستیاں لہولہان ہیں... غزہ میں کوئی خاندان ایسا نہیں جہاں شہید نہ ہوئے ہوں؛ ہر گھر سے کفن پوش شہرِ خموشاں میں جا آباد ہوئے ہیں... یقیناً لگاتار دی جانے والی قربانیوں سے ایک صبح ایسی طلوع ہوگی؛ جس کی پشت پر آزادی کا سورج نمودار ہوگا.... جب ظالم اپنے بدترین انجام کو پہنچیں گے... ابھی اہلِ غزہ کے امتحان نازک مراحل سے گزر رہے ہیں... ہر کلی کھلنے سے قبل مَسَل دی جا رہی ہے... ہر چراغ بجھتے محسوس ہو رہے ہیں ...شفق کی سرخی چھائی ہوئی ہے... اداس راہیں ہیں... ستارے افق فلسطین پر سوگوار ہیں... فضا بارود سے بھری پڑی ہے... عمارتیں ڈھیریوں میں تبدیل ہو چکی ہیں... کہیں چراغ بجھ چکے ہیں، کہیں سرپرست پیوند خاک ہو چکے ہیں... کہیں سہاگ اجڑ چکے ہیں... کہیں گھرانے کے گھرانے مٹ چکے ہیں... کہیں تڑپتے مریض ہیں کہیں نیم جاں بچے و بہنیں... عجب شور ہے... بارودی دھوئیں اور گولیوں کی بوچھار... صبح کا انتظار ہے! وہ صبح جب ظلم کے لیے شامِ غم کی نوید سُنا دے ؎

زحمت تنگی دریا سے گریزاں ہوں میں
وسعت بحر کی فرقت میں پریشاں ہوں میں

◆◆◆

ص ۵۴ رکا بقیہ...

دھولیہ سے متعدد وفود نے کانفرنس میں شرکت کی، یوں ہی ناسک و اطراف سے بکثرت سواریوں سے عاشقانِ رسول پہنچے، ناسک کے اس روح پرور اور مثالی کانفرنس کا شمار یہاں کے تاریخ ساز اجلاس میں ہوگا، اس عظیم الشان کانفرنس کے موقع پر صدر شعبۂ تحقیق استاذ گرامی قدر حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی کی ۸؍ سالہ فقہی و دینی اور مسلکی خدمات کے اعترافات میں ادارہ کی جانب سے ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کیا گیا، جس پر ہم سب ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

رپورٹ: اراکین امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک

◆◆◆

احوال عالم

احوال عالم

از: مولانا طارق انور مصباحی*

یہودیوں کی پلاننگ اور فلسطین کی تباہی

1 پہلی جنگ عظیم (1914–1918) کے دوران فلسطین سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے قبضہ سے نکل گیا اور برطانیہ نے 1917 میں فلسطین کو اپنے قبضے میں لے لیا، برطانیہ نے فلسطین کو یہودی ریاست بنانے کا اعلان کیا، پھر دنیا بھر سے یہودیوں کو لا کر فلسطین میں بسانا شروع کر دیا۔ یہودی اسی وقت سے فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کر رہے ہیں، تاکہ کوئی فلسطینی مسلمان زندہ نہ رہے جو فلسطین کا دعویٰ کر سکے۔ یہودیوں نے فلسطین کے باہر دیگر عرب ممالک میں آباد فلسطینی مسلمانوں پر بھی حملے کئے ہیں، تاکہ فلسطینیوں کو ختم کر دیا جائے۔

اس طویل مدت میں یہودیوں نے بے شمار فلسطینی مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ غزہ پٹی میں عام فلسطینی شہریوں پر بمباری کا مقصد بھی فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی ہے۔ حماس پر حملے کا بہانہ کر کے اسرائیل فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ اسرائیل اس کوشش میں ہے کہ بہت سے فلسطینی مسلمان ہلاک ہو جائیں اور باقی ماندہ فلسطینی مسلمان غزہ پٹی چھوڑ کر دیگر مسلم ملکوں میں پناہ گزیں ہو جائیں۔ امریکہ اور برطانیہ دونوں اسرائیل کے ساتھ ہیں۔ امریکہ و برطانیہ کے فوجی بھی اسرائیلی فوج کے ساتھ جنگ میں شریک ہیں۔ جنگی ہتھیار اور ساز وسامان بھی امریکہ، برطانیہ ودیگر مغربی ممالک سے بھیجے جا رہے ہیں۔

امریکہ اور اس کے اتحادی یوکرین جنگ میں روس سے ہار چکے ہیں، لہذا فلسطین کو تباہ وویران کر کے اپنی فتح کا جھنڈا بلند کرنا چاہتے ہیں۔ فلسطینی مجاہدین زمینی جنگ میں اسرائیل کو زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اسرائیلی فوجی کثیر تعداد میں مارے جا رہے ہیں، اسرائیل کے ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ کی جا رہی ہیں، یہودی فوج فلسطینی مجاہدین کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے، لیکن اسرائیل فضائی حملوں کے ذریعہ کثیر تعداد میں فلسطینی شہریوں کو ہلاک کر رہا ہے اور قیام اسرائیل کے قبل سے ہی یہودیوں کا یہ منصوبہ ہے کہ فلسطینی مسلمانوں کا نام ونشان ختم کر دیا جائے، تاکہ کوئی فلسطین کا نام لیوا زندہ نہ رہے۔

2 اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق 1948 میں قیام اسرائیل کے بعد سے 2023 تک اسرائیل نے دس لاکھ فلسطینی مسلمانوں کو قید کیا، یہودی فوج پانچ چھ سال کے بچوں کو بھی قید کر لیتی ہے۔ فلسطینی عورتوں اور لڑکیوں کو بھی قید میں ڈال دیتی ہے۔ جیلوں میں فلسطینی لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کی جاتی ہے۔ فلسطینی بچوں کے ساتھ بھی بدکاری کی جاتی ہے۔ جیلوں میں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے، ان کو بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے۔ سخت مار پیٹ کی جاتی ہے۔ چھوٹے بچوں کے بھی ہاتھ پاؤں توڑ دیئے جاتے ہیں، تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جائیں۔ بہت سے فلسطینیوں کو جیل ہی میں گولی مار دی جاتی ہے۔ الغرض فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔

مختلف ممالک سے یہودیوں کو بلایا جاتا ہے اور وہ کسی بھی مسلمان کو اس کے گھر سے نکال کر اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

جب 1948 میں یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا، اس وقت سات لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر گیا۔ یہودیوں نے فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ درحقیقت یہودیوں کے مسلسل مظالم کو چند لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ویسٹ بینک کے علاقوں میں اسرائیل نے یہودیوں کی بہت سی بستیاں بسائی ہیں، ان یہودیوں کو سیٹلرس کہا جاتا ہے،

ان یہودیوں کو یہی مشن دیا گیا ہے کہ فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وستم کرتے رہیں، فلسطینی مسلمانوں کا قتل، مار پیٹ، عصمت دری، ان کے مال وجائیداد کو چھین لینا، وغیرہ۔ یہ لوگ مسلسل فلسطینی مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے رہتے ہیں، اگر یہ سیٹلرس کسی مسلمان کو قتل بھی کردیں تو اسرائیلی کورٹ میں ان پر مقدمہ نہیں ہوتا ہے، دراصل اسرائیلی حکومت نے ہی ان سیٹلرس یہودیوں کو اس کام پر لگایا ہے۔ امریکہ نے حالیہ دنوں میں ایسے ہی یہودیوں کو ویزا دینے پر پابندی لگانے کا ذکر کیا ہے، لیکن امریکہ خود ہی دو منہ کا سانپ ہے۔

3 یہودی ونصاری کے پروپیگنڈہ میڈیا نے چند دنوں سے یہ من گھڑت خبر پھیلانا شروع کیا ہے کہ سات اکتوبر کے حملہ کے وقت حماس کے مجاہدین نے اسرائیلی عورتوں سے بدکاری تھی، حالاں کہ حماس کے لیڈران کا کہنا ہے کہ حماس کے مجاہدین کی اکثریت حافظ قرآن ہیں اور اسلامی اصولوں کے مطابق ان کی تربیت کی جاتی ہے۔ سات اکتوبر کو حماس نے صرف یہودیوں کے فوجی اڈوں پر حملہ کیا تھا اور آزاد رپورٹ سے یہ تصدیق ہو چکی ہے کہ سات اکتوبر کو حماس نے کسی اسرائیلی شہری کو ہلاک نہیں کیا ہے اور یہی اسلامی تعلیم ہے کہ عام لوگوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔

حماس نے فلسطینی قیدیوں کو اسرائیلی جیلوں سے آزاد کرانے کے واسطے اسرائیلی شہریوں کو بندھک ضرور بنایا تھا، لیکن ان بندھکوں کو مہمانوں کی طرح رکھا۔ حماس کی قید سے رہا ہونے والے قیدیوں نے بھی حماس کے حسن سلوک کا اعتراف کیا ہے۔

4 غزہ پٹی میں مجاہدین کے ہاتھوں کثیر تعداد میں اسرائیلی فوجی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کے ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ کی جا رہی ہیں۔ یہودی فوج مجاہدین سے مقابلہ کرنے میں بالکل ناکام ہے، بہت سے فوجی اندھے ہو چکے ہیں، بہت سے ہیضہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اسرائیل میں کینسر پھیلتا جا رہا ہے۔ حماس کے ترجمان جناب ابوعبیدہ سلمہ اللہ تعالی نے کل کے ایک بیان میں کہا کہ ہم نے مجاہدین اسلام کی طرف سے ایسے فوجیوں کو جنگ کرتے دیکھا جنہیں ہم پہچانتے نہیں کہ وہ کون ہیں۔ امید کہ یہ خداوندی مدد ہو: واللہ تعالی اعلم بالصواب

خبر کے مطابق اسرائیلی فوج غزہ کے بعض علاقوں سے واپس اسرائیل جا رہے ہیں اور اسرائیلی حکومت حماس کے لیڈروں سے جنگ بندی کی بات کر رہی ہے۔ یمن کے فوجی اور حزب اللہ کے سپاہی بھی اسرائیل پر حملے کر رہے ہیں۔ ویسٹ بینک میں یہودی فوجیوں سے فلسطینی مسلمان مقابلہ آرائی کر رہے ہیں۔ کہیں بھی یہودیوں کا قدم جم نہیں پا رہا ہے۔ یہودی فضائی حملوں کے ذریعہ غزہ پٹی کے مسلمانوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔

افسوس کہ حماس کے پاس فضائی حملہ روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ یہودی حکومت غزہ کے مسلمانوں کو غزہ خالی کر کے مصر کے سرحدی علاقہ یعنی رفح بارڈر کی طرف جانے کو کہتی ہے اور بتاتی ہے کہ وہ علاقہ محفوظ ہے اور پھر اسرائیلی حکومت مصر کے سرحدی علاقوں میں بھی فلسطینی مسلمانوں پر بمباری کرتی ہے۔ دراصل یہودی کائنات عالم کی سب سے بدترین قوم ہے۔ یہودیوں کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔

◆◆◆

ص ۵۰ رکا بقیہ..

آپ ایک علمی شخصیت ہونے کے ساتھ سلجھے ہوئے ذہن کے مالک ہیں، باب اخلاقیات کی بات کی جائے تو موصوف متواضع، ملنسار اور خوش گفتار واقع ہوئے ہیں۔

قسام ازل حضرت علامہ عبدالرحمن پشاوری علیہ الرحمہ کی ولایت مآب شخصیت اور ان کے علمی دینی کارناموں کے صدقے اس کتاب کے مرتب، ناشر (سنی تبلیغی جماعت باسنی)، قارئین اور تاثر نگاران کی زندگی کے لمحات کو جنت زار بنائے اور مزید کام کرنے کی توفیق سعید بخشے، آمین۔

◆◆◆

قارئین کرام! یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تاثرات کے منتظر ہیں

احوال عالم

از: محمد توقیر علیمی *

فلسطین اور اس کا المیہ! تاریخی تناظر میں

احوال عالم

فلسطین کا المیہ انسانی تاریخ کے المناک ترین المیوں میں سے ایک ہے۔شاید ہی کسی قوم کو اس کی سرزمین سے اس طرح بے دخل کر کے اس جگہ دوسرے ممالک کے اجنبیوں کو آباد کیا گیا ہو، جیسے فلسطین میں ہوا۔ استعماری قوتوں کی سازش کے نتیجے میں پہلے تو جزیرہ نمائے عرب کے حصے کیے گئے پھر فلسطین کو دنیا بھر کے یہودیوں کا قومی وطن قرار دے کر اسرائیلی مملکت قائم کر دی گئی حالانکہ مملکت کے قیام میں اپنے اور بیگانے تقریباً سبھی کا اہم کردار رہا۔

تاریخ فلسطین

فلسطین Palestine کا نام Philistines سے اخذ کیا گیا ہے جو وہاں ما قبل تاریخ سے رہتے آرہے ہیں۔ فلسطین کے موجودہ باشندہ ان فلسطینی کنعانی اور دیگر قبائل کی عرب نژاد اولاد ہیں جو بارہویں صدی قبل مسیح میں یہودیوں کے مصر سے نکل کر فلسطین میں پہلی مرتبہ آمد سے قبل رہتے تھے، جس کی تصدیق پیرس کے سوربون یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر میگزم روڈسن کی باتوں سے بھی ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ فلسطین کی عرب آبادی ہر لحاظ سے مقامی ہے اور یہاں ان کی جڑیں کم از کم چالس صدیوں سے پیوست ہے۔

لیکن جب ہم سرزمین انبیا ہونے کی بات کرتے ہیں تو تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ 2000 ق م سے حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر سے جو دریائے فرات کے کنارے آباد تھا ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے ایک بیٹے اسحاق کو بیت المقدس میں جبکہ دوسرے بیٹے اسماعیل کو مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ اسحاق کا بیٹا یعقوب تھا، جن کا نام اسرائیل بھی تھا ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

پھر حضرت یوسف، داؤد، موسی، عیسی علیہم الصلاۃ والسلام اور بہت سارے پیغمبر یہاں آکر آباد ہوئے۔ اسی لیے یہ پیغمبروں کی سرزمین کہلائی، اس شہر پر حضرت سیموئل جو اللہ کے نبی تھے پہلے اسرائیلی بادشاہ بنے اپنے بعد انہوں نے اللہ کے حکم سے طالوت کو بادشاہ بنایا، جن کی حکومت 1020–1004 ق تک تقریباً 16 سال رہی، پھر حضرت داؤد بادشاہ بنے جس نے اس شہر کا موجودہ نام یروشلم رکھا۔ اس نے بھی 1004 سے 965 ق تک 33 سال حکومت، ان کے بعد ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام 965 سے 926 ق تک 39 سال حکمرانی کی۔ سلیمان علیہ السلام کے بعد یہ ریاست دو حصوں میں سامریہ اور یہودیہ کے نام پر تقسیم ہوگئی۔ دونوں ریاست ایک عرصے تک باہم دست و گریباں رہے۔ پھر 548 ق بابل کا بادشاہ بخت نصر یروشلم سمیت تمام علاقوں کو فتح کرلیا اور سارا شہریوں کو قید کر کے بابل بھیج دیا پھر 539 ق ایران کے بادشاہ خسرو نے بابل کو فتح کیا قیدیوں کو رہا کیا، اور لوٹا ہوا مال واپس یروشلم بھیج دیا۔

332 ق یروشلم پر سکندر اعظم نے قبضہ کرلیا، 168 ق یہاں ایک یہودی بادشاہ کا قیام عمل میں ایا، لیکن اگلی ہی صدی میں روما کی سلطنت نے اسے زیر نگین کر دیا اور یہودی حکومت کو کچل دیا، اس زمانے میں اس خطے کا نام فلسطین پڑ گیا، جو کہ اج تک موسوم ہے۔ 20 اگست 636ء کو عربوں نے فلسطین کو فتح کرلیا اور پُر امن طریقے سے اس کا قبضہ رہا، ساتھ ہی عربی زبان اور اسلام کا دور دورہ رہا تاہم یہودی ایک اقلیت کی حیثیت سے موجود رہے۔

۱۱ رویں صدی کے بعد یہ علاقہ عرب سلجوق، مملوک اور عثمانی سلطنت کا حصہ رہا 1189ء میں صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو فتح کیا اور یہاں دوبارہ مسلمانوں کی حکومت قائم

* مضمون نگار جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے طالب علم ہیں۔

ہوگئی چھ صدیوں تک عثمانیوں کی حکمرانی کے بعد 1917 میں عثمانیوں کی ایک غلطی کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھرتا ہے اور یہ حصہ برطانیہ کے قبضہ میں چلا جاتا ہے اور پھر اعلان بالفور کے ذریعے یہودیوں کے لیے ایک قومی ریاست کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ کتاب: فلسطین اور وکی پیڈیا)

تنازع ایک نئے موڑ پر

یہاں یہ بتانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنازعہ عربوں اور یہودیوں کے درمیان نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ ایک ایسا تنازعہ ہے جس کے ایک فریق عرب اور دیگر غیر صہیونی ہیں تو دوسرا فریق صہیونی یہودی اور ان کے حامی ہیں۔ بہر حال یہودیوں کے لیے ایک قومی ریاست کے وعدے پر معاملہ نیا موڑ لے لیا اور فلسطین کی جانب یہودیوں کی امد شروع ہوگئی حالانکہ اس کا آغاز 17 ویں صدی عیسوی کے اخر ہی میں ہوگیا تھا لیکن 1930 تک نازی جرمنی کے یہودیوں پر مظالم کی وجہ سے اس میں بہت حد تک اضافہ ہوا۔

1920 / 1921 / 1929 اور 1936 میں عربوں کی طرف سے یہودیوں کی اس علاقے میں آمد کے خلاف پُرتشدد مظاہرے ہوئے لیکن امد کا سلسلہ جاری رہا، اس دوران تقریباً 135000 یہودیوں کو فلسطین میں داخل کرادیا اور یہ سب کچھ برطانیہ کے اشارے پر ہوا تھا۔ تقسیم کے فیصلے نے عرب ممالک کو شدید احتجاج پر مجبور کردیا۔ اس دوران ان عربوں نے دو مطالبات پیش کیے۔ 1 یہودیوں کا فلسطین میں داخلہ موقوف کیا جائے 2 فلسطین کو موجودہ عرب اکثریت کی شکل میں آزادی دی دے دی جائے لیکن برطانیہ نے کسی بھی مطالبہ کو پورا نہیں کیا۔ بالآخر 1945ء عیسوی میں اقوام متحدہ کے قیام کے بعد 1948 عیسوی میں برطانیہ کے اشارے پر ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ صرف تقسیم ہی نہیں ہوئی بلکہ سراسر ناانصافی سے کام لیا گیا تقسیم کے لیے یہ منصوبہ پیش کیا گیا اور اسی پر عمل کیا گیا، عرب مملکت کے لیے فلسطین کا 88ء42 فی صد رکھا گیا تھا جبکہ اس علاقے کا بڑا حصہ یعنی 47—56٪ فی صد یہودی مملکت کو دیا گیا۔ یہ فرض کیا گیا کہ عرب مملکت میں 749000 عرب 9250 یہودی ہوں گے یعنی یہودی مملکت میں عربوں کی تعداد یہودیوں کی تعداد کے برابر رکھی گئی۔ تقسیم کے منصوبے میں یہ حیران کن فرق یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح اس علاقے پر ایک صہیونی مملکت مسلط کی گئی جو صہیونی حکام اور مغرب کی بڑی طاقتوں کے خودغرضانہ سامراجی مفادات کے درمیان ہونے والی والے ناپاک اتحاد کے نتیجے میں عالم وجود میں آئی تھی اور ایک بار پھر 5 جون 1967 عرب اسرائیل چھ روز جنگ شروع ہوئی، جن میں اسرائیلیوں نے غزہ کی پٹی کے علاوہ صحرائے سینا مشرق یروشلم گولان کی پہاڑی عرب اردن کا علاقہ اپنے قبضے میں کرلیا۔ اسی طرح 1973ء کو یہودیوں کے مقدس دن یوم کپور کے موقع پر مصر اور شام کے ساتھ اسرائیلی جنگ ہوئی جو کہ 6 اکتوبر سے 24 اکتوبر تک مسلسل 19 دن چلتی رہی۔ اس کے بعد 1977 کو مصری صدر انور السادات کے اسرائیلی دورے سے ایک امن معاہدے کے بعد 30 سالہ جنگ کا خاتمہ ہوگیا لیکن یہ تمام معاہدے منافقانہ حرکت پر مبنی تھی، تاکہ عرب مخالف کو تسلی ہوجائے کہ اب جنگ ختم ہوگئی اور وہ خوش فہمی میں مبتلا ہوجائے لیکن یہ یہودی اپنی منافقانہ حرکت سے بعض آنے والے کہاں نتیجہ یہ ہے کہ اب تک اس کا فیصلہ نہیں ہوسکا اور جنگ جاری ہے۔

(بحوالہ کتاب فلسطین: المیہ فلسطین، و یکی پیڈیا)

مسائل کا حل

ان تمام داستانوں کے پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ معاملہ اب تیسری عالمی جنگ کی طرف سبقت کررہا ہے، اس کے لیے یا تو تمام مسلم ممالک کو متحد ہوکر ایک ساتھ مل کر تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں بحث کر کے اس مسئلے کا حل نکالا جائے یا تو اقوام متحدہ کو بذات خود سخت فیصلہ لے کر دونوں حصوں کو نصف نصف تقسیم کر کے بچی ہوئی انسانیت کو خوشگوار زندگی گزارنے کا موقع عنایت کریں، حالانکہ لفظ نصف بالکل ناانصافی ہے۔

احوال عالم

ساتویں قسط

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ سالہ دردناک سفر

احساسِ وطن

گزشتہ سے پیوستہ

1992ء دسمبر 6–12 سورت (گجرات) 84٪ ہندو، 12٪ مسلمان وزیر اعلیٰ گجرات: چمن بھائی پٹیل، کانگریس پارٹی، مارچ 1990 تا فروری 1994 سورت (گجرات) شہر میں خوفناک فرقہ وارانہ تشدد دیکھنے میں آیا۔ فسادات ایک ریلی کے بعد شروع ہوئے جو بی جے پی کی طرف سے کارسیوکوں کی حمایت میں منعقد کی گئی تھی جو ایودھیا میں بابری مسجد کی شہادت کے ذمہ دار تھے، جلوس میں وی ایچ پی اور آر ایس ایس کے ارکان سمیت ایک ہزار افراد نے شرکت کی، جوابی کارروائی میں مسلم نوجوانوں نے پرانے شہر میں دکانوں کو نقصان پہنچایا۔ ایک چھوٹی اور پسماندہ تنظیم، بی ایم ایس ایس (بھارتیہ اقلیتی تحفظ سنگھ) نے بعد میں 7 دسمبر کو سورت بند کی کال دی۔ 8 دسمبر تک فسادات پورے شہر میں پھیل چکے تھے۔

ستاون افراد کو زندہ جلا دیا گیا اور کچی بستیاں مکمل زمین دوز کر دی گئیں۔ ورچھا روڈ کے علاقے میں چار ہزار کے مسلح ہجوم نے مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں 27 افراد ہلاک ہو گئے۔ ویدروڈ میں ہندو مجرموں نے پہلے مسلمانوں کے گھروں کو نشان زد کیا اور بعد میں اسی کے مطابق لوٹ مار کی، جس کے نتیجے میں 32 افراد ہلاک ہوئے۔ سورت کے مضافاتی علاقے میں ٹرین کے مسافروں پر بھی حملہ کیا گیا۔ قاتلوں میں ہیروں کی صنعت کے کارکن اور جرائم پیشہ افراد شامل تھے، میڈیا رپورٹس کے مطابق ان فسادات میں 180–190 افراد ہلاک ہوئے۔ لیکن دوسرے ذرائع کے مطابق یہاں مرنے والوں کی تعداد کو 200 ماننا بھی کم ہے۔

ہلاک ہونے والوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی، اس تشدد نے انیس ہزار افراد کو نقل مکانی کرنے پر مجبور کیا اور یہ سب اپنے ہی ملک میں مہاجر بن گیے۔ عام طور پر پرامن شہر سورت میں صوبہ گجرات میں مرنے والوں کی کل تعداد کا تقریباً دو تہائی حصہ رہا — احمد آباد میں بھی 58 افراد ہلاک ہوئے۔

(Sunday 20–26/12/1992) (Chandra 1993) (K. Shah, S. Shah, and N. Shah 1993) (Sheth 1993) (Varshney and Wilkinson 2004, database)

1992ء دسمبر 6–12 بمبئی (مہاراشٹر) آبادی کی مذہبی ساخت (2001ء کی مردم شماری کے مطابق) 67٪: ہندو، 19٪ مسلمان مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ: سدھا کرراؤ نائک، کانگریس پارٹی، جون 1991 تا مارچ 1993 بابری مسجد کی شہادت کے بعد ممبئی (مہاراشٹر) نے ہندو مسلم ٹکراؤ کا پر تشدد خونی منظر دیکھا۔ دسمبر 1992 کے واقعات نے فرقہ وارانہ فسادات کا پہلا مرحلہ تشکیل دیا جسے جنوری 1993 میں بڑے پیمانے پر دہرایا جانا تھا۔ جسٹس بی این سری کرشنا کمیشن آف انکوائری نے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ جوش پیدا ہو چکا تھا۔ بابری مسجد کے انہدام سے چند ہفتے پہلے۔ 6 دسمبر کو شہر میں انہدام کی خبر پھیلتے ہی مسلمان سڑکوں پر نکل آئے۔ شہر کے مختلف علاقوں میں اچانک فرقہ وارانہ واقعات پھوٹ پڑے۔ ہندو جیت کے جلوس نکال رہے تھے، شیوسینا کی طرف سے دھاراوی کی کچی بستی میں نکالی جانے والی فتح کی ریلی نے مسلمانوں کے غصے کو بھڑکا دیا۔

ٹرانسپورٹ بسوں اور ہندو مندروں کو نقصان پہنچایا گیا، مسلمانوں نے ہندوؤں کی دکانیں لوٹ لیں۔ پولیس اہلکاروں کو مسلم ہجوم نے نشانہ بنایا 7 دسمبر کو دو کانسٹیبل مارے گئے۔ 7 اور 8 دسمبر کو حالات مزید خراب ہوئے۔ کچھ جگہوں پر تشدد نے

احوال وطن

پولیس بمقابلہ مسلم تصادم کی شکل اختیار کر لی۔ میڈیا ذرائع کے مطابق مرنے والوں میں نوے فیصد پولیس کی فائرنگ سے مارے گئے۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پولیس ان فسادات کے دوران مسلم مخالف رویے میں مصروف رہی۔ بینگن واڑی کے علاقے میں مسجد نور الٰہی کے قریب شیوسینا کے کارکن پولیس کے ساتھ آئے تھے جنہوں نے بعد میں کئی مسلمانوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور مسجد کو آگ لگا دی۔ دھاراوی کی کچی بستی میں 7 دسمبر کو طرفین کے درمیان پتھراؤ شروع ہوا۔ 8 دسمبر کو پولیس پہنچی، بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کیا اور دھاراوی کے کئی علاقوں میں فائرنگ کی: اس کچی بستی میں بیالیس افراد مارے گئے، جن میں سے 40 فراد پولیس کی فائرنگ سے متاثر ہوے۔

مجموعی طور پر، میڈیا نے ممبئی میں 210 اور مہاراشٹر کے دیگر حصوں میں 157 اموات کی اطلاع دی۔ انجینئر نے بتایا کہ پولیس ذرائع کے مطابق 202 لوگوں کی موت ہوئی جن میں سے 137 پولیس کی فائرنگ اور دیگر ہجومی تشدد کے شکار ہوئے۔ تاہم اصل مرنے والوں کی تعداد شاید 400 سے زیادہ تھی۔ صورتحال کو 12 دسمبر کو قابو میں لایا جا سکا، لیکن جسٹس سری کرشنا کمیشن کے مطابق بے لگام تشدد کے واقعات 5 جنوری تک ہوتے رہے جب فساد کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔

(The Pioneer 18/12/1992) (Sunday 20–26/12/1992) (Sunday 24–30/01/1993); (Engineer 1993b) (Srikrishna 1998)(National Integration Council 2007)

1992ء دسمبر 6–13: کرناٹک 84٪ ہندو، 12٪ مسلمان کرناٹک کے وزیر اعلیٰ: ایم ویرپا موئیلی، کانگریس پارٹی، نومبر 1992 تا دسمبر 1994 بابری مسجد کی شہادت کے بعد تشدد سے چار جنوبی ریاستوں میں ریاست کرناٹک سب سے زیادہ متاثر ہوئی۔ 1990 میں ایل کے اڈوانی کی رام رتھ یاترا کے دوران بھی ان اضلاع اور قصبوں میں تشدد بھڑک اٹھا تھا، علاقہ پہلے ہی حساس تھا کیوں کہ فرقہ وارانہ ماحول بن چکا تھا۔ پھر جیسے ہی شہادت کی خبر پھیلی یہ پورا علاقہ فسادات کی زد میں آ گیا، میڈیا نے ریاست میں 73 اموات کی اطلاع دی۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد کے دنوں میں مسلمانوں کا غصہ ہندوؤں کے شدید ردعمل کا باعث بنا۔ بنگلور میں 19 ہلاکتیں ہوئیں، جن میں سے زیادہ تر ہلاکتیں پولیس فائرنگ سے ہوئیں، اس پر مسلمانوں کی طرف سے مظاہرے ہوے، جواب میں بی جے پی نے بند (ہڑتال) کی کال دی۔ گلبرگہ جو کہ مسلم اکثریتی علاقہ ہے یہاں پولیس اسٹیشن پر حملے کے بعد نو ہلاکتوں کی اطلاع دی گئی۔ بیدر میں بھی ہندو۔ مسلم فساد میں دس لوگ مارے گئے، جن میں سے نصف پولیس فائرنگ میں ہلاک ہوئے۔ کرناٹک کے دو مشہور شہر ہبلی اور دھارواڑ میں بھی بے لگام فساد اور گھروں پر انفرادی حملوں میں مزید سات جانیں گئیں۔

(Sunday 20–26/12/1992) (Frontline 01/01/1993)

1992ء دسمبر 6–11: کانپور (اتر پردیش) 78٪ ہندو، 20٪ مسلمان اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ: کوئی نہیں، 6 دسمبر 1992 سے 4 دسمبر 1993 تک صدر راج صنعتی اور فرقہ وارانہ طور پر حساس شہر کانپور (اتر پردیش) بھی بابری مسجد کے بعد کے تشدد سے بری طرح متاثر ہوا۔ بی بی سی کی بعض نشریات سے مشتعل مسلم ہجوم نے 6 دسمبر کو ہندو دکانوں اور انتظامی دفاتر کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس دوران چار یا پانچ افراد مارے گئے۔ بعد کے دنوں میں پورے شہر میں فساد پھیل گیا، 9 اور 10 دسمبر کو بڑے پیمانے پر قتل و غارت گری عروج پر تھی۔ ہندو ہجوم نے پولیس کی معمولی مداخلت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا۔ خاص طور پر بدنام زمانہ واقعات شہر کے جنوبی علاقے میں پیش آئے، جہاں فسادات قابو سے باہر ہو گئے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق قصبے میں چار دنوں تک جاری رہے فسادات کے دوران 11 افراد ہلاک ہوئے۔ غیر سرکاری اطلاعات میں مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ براس کے مطابق "کانپور میں تباہی اور ہلاکتیں ممبئی میں ہونے والی ہلاکتوں کے بعد دوسرے نمبر پر تھیں" حالانکہ وہ کوئی اعداد و شمار فراہم نہیں کرتا ہے۔

صنعتی یونٹس اور دکانوں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی، مسلمانوں کے گھروں، جائیدادوں اور مساجد کو خاص طور

بقیہ ص ۱۱ / پر

اسلاف واخلاف

فضائلِ حضرت امیر معاویہ بزبان صحابہ واہل بیت

(از: حافظ افتخار احمد قادری*

رجب المرجب ۶۰ھ میں کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔ حضرت سلیمان بن احمد طبرانی حضرت نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی کی ذکر کردہ روایت اور امام یوسف بن زکی مزی کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ۴، رجب المرجب ۶۰ھ میں ہوا۔

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب 09/597 الحدیث 15932)

کچھ مؤرخین کے نزدیک حضرت امیر معاویہ کے وصال کی تاریخ ۱۵ رجب المرجب ۶۰ ہجری ہے۔ بعض کے نزدیک ۲۲ رجب المرجب ۶۰ ہجری اور کچھ نے یکم رجب المرجب ۶۰ سن ہجری اور ۲۶ رجب المرجب کا قول بھی ذکر فرمایا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر 59/240)

اسم گرامی اور لقب وکنیت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ''معاویہ'' اور کنیت ''ابوعبدالرحمن'' لقب ناصر الدین اللہ، یعنی (اللہ کے دین کے مددگار) ہے، آپ کی ولادت کے متعلق شارح بخاری علامہ ابوالفضل احمد ابنِ علی ابنِ حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت بعثت مبارکہ سے پانچ سال قبل تقریباً ۶۰۴ء میں ہوئی اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔'' (الاصابۃ، ذکر من اسمہ معاویہ 06/120)

حضرت امیر معاویہ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ صفات کا مالک اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف رکھتے ہیں، آپ اخلاقِ حسنہ کے جامع، اخلاقِ رذیلہ سے کوسوں دور اور اسلام کا مینارہ نور تھے، آپ حلم وبردباری میں عظیم شہرت کے حامل، بحری وبری جہاد میں دشمنوں کے لیے خوف کی علامت، مگر خوف خدا کے سبب تھر تھر کانپنے والے تھے۔ موجودہ دور میں کچھ نااہل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بے ادبی وگستاخی کی بات کرتے ہیں، ان کی شان میں نازیبا کلمات کہتے ہیں اُنہیں نہیں معلوم کہ حضرت امیر معاویہ کا کیا مقام ومرتبہ ہے، ان کی کیا فضیلت ہے؟ قارئین حضرت امیر معاویہ کی فضیلت صحابہ واہل بیت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں؛ کیوں کہ کسی شخصیت کی پہچان کا ذریعہ اس کے زمانے میں موجود لوگوں کے تاثرات بھی ہوتے ہیں، کیونکہ اُنہیں لوگوں کے سامنے اس شخصیت کی صبح وشام، خلوت وجلوت ہوتے ہیں اور انہیں کو دیکھ کر وہ کوئی اچھی یا بری رائے قائم کرتے ہیں جسے سند کا درجہ حاصل ہوتا ہے، صحابہ کرام واہل بیت علیہم الرحمۃ والرضوان کی حق گوئی تو یقیناً بے مثال ہے۔

لہٰذا ان نفوسِ قدسیہ سے کسی لالچ یا دنیوی مفاد کی بنا پر کسی کی تعریف کرنے کا ادنیٰ سا گمان بھی ہمارے ایمان کے لیے بے حد خطرناک ہے۔ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فرامین حضرت امیر معاویہ کے عظیم المرتبت ہونے کی ایک روشن دلیل ہیں۔

آپ کے بارے میں صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں؛ فاتح مصر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا حضرت امیر معاویہ سے بہتر نہیں دیکھا۔'' (تاریخ ابن عساکر 59/161)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

معاویہ جیسا کوئی سردار نہیں دیکھا۔‘‘ (معجم کبیر، الحدیث 13432)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’میں نے حضرت امیر معاویہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو۔‘‘ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب 15920)

امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہ نے جنگ صفین سے واپسی پر فرمایا:

’’حضرت امیر معاویہ کی حکومت کو برا نہ سمجھو، اللہ کی قسم! جب وہ نہیں ہوں گے تو سر کٹ کٹ کر اندرائن کے پھلوں کی طرح زمین پر گریں گے۔‘‘ (طبقات ابن سعد، معاویہ بن ابی سفیان 20/06)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جن الفاظ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی ہے ان سے آپ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ ایک موقع پر آپ کی فقاہت کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’حضرت امیر معاویہ فقیہ ہیں۔‘‘ (بخاری شریف 3765)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’میں نے خلفائے راشدین کے بعد حضرت امیر معاویہ سے زیادہ حکومت کے مناسب کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

(التاریخ الکبیر 204/07)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’میں اریحا کے ایک ایسے گرجا گھر میں قیلولہ کر رہا تھا کہ جو اب مسجد میں تبدیل ہو چکا ہے، میں اچانک گھبرا کر اٹھ بیٹھا میں نے دیکھا وہاں ایک شیر موجود تھا جو میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میں نے ہتھیار اٹھانے کا ارادہ کیا تو شیر نے کہا: رک جائیے میں تو آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں! میں نے پوچھا تجھے کس نے بھیجا ہے؟ شیر نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ کو خبر دوں کہ حضرت امیر معاویہ جنتی ہیں۔ میں نے پوچھا کون معاویہ؟ تو شیر نے کہا: حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان۔‘‘ (معجم کبیر 686)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’حضرت امیر معاویہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔‘‘ (مجمع الزوائد 15924)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جیسی حکمرانی حضرت امیر معاویہ نے کی ہے ویسی حکومت اس امت کا کوئی فرد نہیں کرے گا۔‘‘ (طبقات ابن سعد 20/06)

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’لاتذکروا معاویۃ الا بخیر — یعنی حضرت امیر معاویہ کا ذکر صرف خیر وبھلائی سے ہی کرو۔‘‘ (ترمذی شریف 3869)

ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

’’حضرت امیر معاویہ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار تھے۔‘‘ (السنۃ للخلال 443/01)

شان امیر معاویہ بزبان علماواولیا

جس طرح دیگر صحابہ کرام کی شان جلیل القدر علماواولیا نے بیان فرمائی ہے، اسی طرح حضرت امیر معاویہ کی شان کا اظہار بھی اپنے قول وعمل سے فرمایا ہے بلکہ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں بدگوئی کرنے والے کو سزا دے کر بدمذہبیت کے ناسور کا مکمل سد باب فرمایا ہے۔ یقیناً اللہ رب العزت کے پسندیدہ اور انعام یافتہ بندوں کے فرامین ہمارے لیے مینارہ نور بھی ہیں اور راہِ نجات بھی۔ حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عدل وانصاف کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

’’کاش! آپ لوگ حضرت امیر معاویہ کا زمانہ دیکھ لیتے۔ لوگوں نے عرض کی: کیا آپ ان کے علم کی بات کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم! میں ان کے بات کر رہا ہوں (یعنی آپ کا عدل وانصاف بھی بے مثال تھا)۔‘‘ (السنۃ للخلال 437/01)

حضرت امام ابوتوبہ ربیع بن رافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’حضرت امیرِ معاویہ صحابہ کرام رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کے درمیان پردہ ہیں، جو یہ پردہ چاک کرے گا وہ دوسرے صحابہ

اسلاف واخلاف

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراضات کرنے میں جری ہو جائے گا۔'' (البدایۃ والنھایۃ،05/664)

حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں حضرت امیر معاویہ کو برا بھلا کہنے والے کے علاوہ کسی اور کو بھی کوڑے لگائے ہوں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے خود اس شخص کو تین کوڑے مارے جس نے آپ کے سامنے حضرت امیر معاویہ پر سب وشتم کیا۔'' (الاستیعاب، معاویہ بن ابی سفیان 03/475)

حضرت معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کسی نے سوال کیا:

''حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز؟ یہ سوال سنتے ہی آپ کے چہرے پر جلال کے آثار نمودار ہوئے اور نہایت سختی سے ارشاد فرمایا: کیا تم ایک تابعی کا صحابی سے مقابلہ کرتے ہو؟ حضرت امیر معاویہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کے سسرالی رشتہ دار، آپ کے کاتب اور اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ وحی کے امین تھے۔'' (البدایۃ والنھایۃ 05/643)

حضرت امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ کا شمار عادل، صاحبِ فضیلت اور ممتاز صفات کے حامل صحابہ میں ہوتا ہے۔'' (شرح مسلم للنووی 15/149)

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت سید احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''حضرت امیر معاویہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے میں خلیفہ عادل ہیں۔'' (مکتوباتِ امام ربانی، حصہ چہارم)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا، میرے بیٹھتے ہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ کو لایا گیا اور آپ دونوں ایک گھر میں داخل ہوئے اور اس کا دروازہ بند ہو گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ تیزی سے یہ کہتے ہوئے گھر سے نکلے: رب کعبہ کی قسم! میرا فیصلہ ہو گیا ہے۔ پھر آپ کے پیچھے پیچھے حضرت امیر معاویہ یہ کہتے ہوئے تشریف لائے: اللہ رب العزت نے میری مغفرت فرما دی۔'' (موسوعۃ ابنِ ابی الدنیا، کتاب المنامات 03/18)

حضرت سیدنا غوثِ اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جو اختلاف ہوئے انہیں اللہ رب العزت کی مشیت سمجھ کر زبان بند رکھی جائے۔'' (الغنیۃ قسم الثانی 01/62)

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت تھی کہ آپ کو پیش قیمت نذرانے پیش کرنے کے باوجود ان سے معذرت فرمایا کرتے، فی الحال میں آپ رضی اللہ عنہ کی صحیح خدمت نہیں کر سکا، آئندہ مزید نذرانہ پیش کروں گا۔'' (کشف المحجوب 77)

استاذ العلماء حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ نہایت جلیل القدر صحابی، نجیب اور مجتہد تھے، آپ کی شان میں کئی احادیث مروی ہیں، حضرت امیر معاویہ کی بدگوئی اور بدزبانی کرنے پر ہمارے اکابرین حد درجہ جلال کا اظہار فرمایا کرتے ہیں۔'' (النبراس 550)

حضرت محمد بن عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ کے مناقب پر احادیث کتابی صورت میں جمع کر رکھی تھیں، لہٰذا جو طالب علم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا سب سے پہلے اسے آپ کا وہ مجموعہ حدیث پڑھاتے پھر اس کے بعد طالب علم کی مرضی کے مطابق کتب واسباق پڑھایا کرتے۔ (تاریخ بغداد 03/160)

شانِ امیر معاویہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ

شیطان بعض لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت امیر معاویہ کے بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور وسوسے پیدا کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کچھ نا اہل کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو بلایا اور وہ نہ آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے بددعا فرمائی۔ اس وسوسے کو اپنے دل میں جگہ نہ دیجئے ذرا سوچئے! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی مخلص صحابہ کے خلاف دعا کر سکتے ہیں؟ اور جو کاتبِ وحی بھی ہوں، جن کی بہن مومنین کی ماں ہوں، جن کا نام لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ نار سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کی تو شان یہ ہے کہ آپ پتھر مارنے والوں کو بھی دعاؤں سے نوازتے، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابی کے خلاف دعا فرمائیں، اس وسوسے کا سبب درست واقعے سے لاعلمی ہے لہٰذا پہلے حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ، میں واپس آیا اور عرض کی حضور! وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور معاویہ کو بلا لاؤ، حضرتِ ابنِ عباس فرماتے ہیں: میں نے واپس آ کر عرض کی: حضور وہ کھانا کھا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔“

(مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب من لعنہ النبی 1403 الحدیث 2604)

قارئین! اس حدیث پاک کی شرح میں ایمان افروز اقوال ملاحظہ فرمائیں؛ حضرت عبد اللہ بن جعفر بن فارس رحمۃ اللہ علیہ حضرت یونس بن حبیب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس کا معنیٰ اللہ بہتر جانتا ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ دنیا میں ان کا پیٹ نہ بھرے تا کہ جو لوگ قیامت میں بھوکے ہوں گے حضرت امیر معاویہ کا شمار ان میں نہ ہو، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں جو جس قدر سیر ہوگا بروز قیامت وہ اتنا ہی بھوکا ہوگا۔“ (مسند الطیالسی، وما اسند عبد اللہ ابن عباس، ابو حمزۃ القصاب، 04/465 الحدیث 2869:)

حضرت امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی ایک حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:

”اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ وصل کلام کے لیے بغیر نیت کے اس طرح کے جملے ادا کرتے ہیں جیسے "تربت يمينك، عقرى حلقي" ان سے دعا یا بددعا مقصود نہیں ہوتی اور یہ "لا اشبع الله بطنه" بھی اسی قبیل سے ہے۔“

(شرح مسلم للنووی)

بیان کردہ حدیث پاک کی شرح سے معلوم ہوا مذکورہ حدیث پاک میں ”لا اشبع الله بطنه“ کے الفاظ حضرت امیر معاویہ کے حق میں دعائے ضرر نہیں بلکہ دعائے رحمت ہیں۔ نیز دیر تک کھانا کھانا شرعاً جرم ہے نہ قانوناً، پھر حضرت ابنِ عباس نے حضرت امیر معاویہ سے یہ بھی نہ کہا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں، جب حضرت امیر معاویہ تک یہ بات ہی نہ پہنچی تو اس میں حضرت امیر معاویہ کی کیا خطا! اب ایسی صورت حال میں جب کہ سامنے والا بے قصور ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بددعا دے دیں یہ ناممکن ہے۔

کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ باغی ہیں، کیونکہ آپ نے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ کر کے بغاوت کی، یاد رکھیں! کہ کسی صحابی کو باغی کہنا یا اس قسم کا کوئی عقیدہ فاسدہ رکھنا بہت بڑی گمراہی ہے۔ علمائے اکرام نے اس قسم کا عقیدہ رکھنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ بعض کتب میں جوان کے لیے بغاوت کا لفظ استعمال ہوا تو وہ لغوی اعتبار سے ہے نہ کہ اصطلاحی اور لغوی معنیٰ میں بغاوت کا لفظ گناہ وعصیان کو لازم نہیں، جیسا کہ حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”گروہ امیر معاویہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق فیہ باغیہ آیا ہے۔ مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد ومعاند سرکش ہو گیا اور دشنام سمجھا جاتا ہے۔ اب کسی صحابی پر اس بقیہ ص ۲۰ ر پر

اسلاف و اخلاف

(از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں قادری

حیات و خدمات

اسلاف و اخلاف

علما وارثِ انبیا ہیں، ان کا وجودِ مسعود مُعاشرے میں خیر، برکت اور رَحمت کا سبب ہے، ان کی صحبت ہر سنجیدہ اور ذی شعور کے لیے عزّت وافتخار کا باعث ہے، یہ حضرات ہمارے عقائد و اعمال کے محافظ ہیں، جس طرح ان کی رفاقت دین و دنیا کی بہتری اور بھلائیوں کا ذریعہ ہے، اسی طرح ان کی رِحلت بھی کسی بڑے سانحہ سے کم نہیں ہوتی؛ یہی وجہ ہے کہ ایک عالمِ دین کی موت کو ایک جہاں کی موت قرار دیا گیا، موجودہ دَور میں علمائے دین کی وفات کے واقعات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، جس کے باعث اس کرۂ ارض پر اہلِ علم حضرات کا فقدان ہو رہا ہے، ایسی ہی نابغۂ روزگار ہستیوں میں ایک بہت بڑا نام صدر العلماء، مظہرِ مفتیِ اعظم ہند، استاذ الاساتذہ، حضرت علّامہ مفتی تحسین رضا خاں قادری کا ہے۔

آپ ایک جامع معقول ومنقول، متصلّب سُنّی عالم اور عبقری مُدرّس ومفتی تھے، اصول و فروع کے جملہ مسائل میں آپ سیدی امام اہلِ سنّت امام احمد رضا کے مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت پر سختی سے کاربند تھے، آپ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے صفِ اوّل کے علما میں ہوتا ہے۔

نام ونسب

آپ کا اسمِ گرامی اور سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: مفتی محمد تحسین رضا خاں، بن حسنین رضا خاں، بن حسن رضا خاں، بن نقی علی خاں، بن رضا علی خاں قادری۔(۱)

امام اہلِ سنّت سے صدر العلماء کا رشتہ

حضرت صدر العلماء امام اہلِ سنّت امام احمد رضا کے بھائی، استاذِ زَمَن، حضرت مولانا حسن رضا خاں کے پوتے ہیں، اس رشتے سے امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا، حضرت مفتی تحسین رضا خاں کے دادا ہیں۔

اَلقابات

علماء، مشایخ اور دانشورانِ قوم وملّت نے آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا اعتراف کرتے ہوئے، آپ کو مختلف اَلقاب سے یاد کیا، ان میں چند اَلقاب حسبِ ذیل ہیں: (1) صدر العلماء، (2) بقیۃ السلَف، (3) عمدۃ الخلَف، (4) خیر الأذکیاء، (5) زُبدۃ الأتقیاء، (6) مظہر مفتی اعظم، (7) پیکرِ علم وعمل، (8) شیخ الحدیث، (9) محدّثِ بریلی، (10) استاذُ الاساتذہ، (11) تحسینِ ملّت۔

ولادت باسعادت

حضور صدر العلماء 14 شعبان المعظم 1348ھ مطابق 1930ء بریلی شریف کے مشہور محلّہ سَوداگران میں پیدا ہوئے۔(۲)

تعلیم وتربیت

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم وچراغ ہیں؛ لہٰذا آپ کی تعلیم وتربیت بھی بہت اچھے اور صالح ماحول میں ہوئی، علمی گھرانے سے تعلّق ہونے کے سبب، حصولِ علم کا ذَوق وشَوق ہونا بھی ایک فطری اَمر تھا، اپنے اس شَوق کی تکمیل کی غرض سے آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حاصل کی، عربی، فارسی اور مزید دینی تعلیم کے لیے "دار العلوم منظر اسلام" اور "دار العلوم مظہر اسلام" بریلی شریف میں زیرِ تعلیم رہے، تقسیمِ ہند کے بعد جب آپ کے عزیز تر استادِ محترم، حضور محدّث اعظم پاکستان، مولانا سردار احمد صاحب رضوی نے پاکستان ہجرت فرمائی، تو حضور صدر العلماء بھی اپنی اُدھوری تعلیم مکمل کرنے کی غرض سے، محدّثِ اعظم کے پیچھے پاکستان تشریف لے آئے اور ان کی قائم کردہ عظیم دینی درس گاہ" جامعہ رضویہ مظہر اسلام" فیصل آباد میں زیرِ تعلیم رہ کر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی۔(۳)

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

اساتذۂ گرامی

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں نے اپنے وقت کے جن جلیل القدر علمائے اہلِ سنّت سے اِکتسابِ فیض کیا، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی (۲) سرکارِ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں قادری (۳) محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی (٤) علّامہ مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی (٥) مولانا قاضی شمس الدین رضوی جعفری (٦) مولانا غلام یاسین پُورنوی (٧) مولانا سردار علی خاں (۹) مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین صاحب (۴) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

دورۂ حدیث شریف کے ہم سبق ساتھی علمائے کرام

بقیۃ السلف حضور مفتی تحسین رضا خاں جن دنوں فیصل آباد (پاکستان) میں حضور محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر، دورۂ حدیث شریف کی سعادت سے مشرف ہو رہے تھے، ان دنوں آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) جانشین محدّثِ اعظم صاحبزادہ قاضی فضل رسول حیدر رضوی، فیصل آباد، پاکستان (۲) حضرت علّامہ ابراہیم خوشتر صدیقی، بانی و سربراہ سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل، ڈربن افریقہ (۳) حضرت مولانا سیّد مراتب علی شاہ، عارف والا ضلع ساہیوال، پاکستان (٤) حضرت مولانا شریف احمد رضوی، شیخ الحدیث مظہر اسلام، فیصل آباد، پاکستان (٥) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم رضوی، دار الافتاء مظہر اسلام، فیصل آباد، پاکستان (٦) حضرت مولانا حفیظ الرحمن رضوی، ضلع جج مظفر آباد (٧) حضرت مولانا صاحبزادہ غلام جان ہزاروی۔ (۵)

دینی خدمات

حضور صدر العلماء کی بے پناہ دینی خدمات ہیں، آپ نے زندگی بھر انتہائی مخلصانہ انداز سے درسِ قرآن، درسِ حدیث اور تدریس و اِفتا کے ذریعے خدمت دین انجام دی، پچاس 50/ سال سے زائد عرصہ تک آپ شعبۂ تدریس سے وابستہ رہے، جس میں سے تقریباً اٹھارہ 18/ سال تک "دار العلوم مظہر اسلام" بریلی شریف اور سات 7 سال تک "منظر اسلام" میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد ۱۹۸۲ء میں "جامعہ نوریہ رضویہ" بریلی شریف کا قیام عمل میں آیا، تو آپ کے خلوص اور محنت و جانفشانی کو دیکھتے ہوئے، اس کی ذمّہ داری آپ کو سونپ دی گئی، جہاں آپ تقریباً 23/ سال تک بحیثیت شیخ الحدیث تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں کرتے رہے۔

حضور تاج الشریعہ حضرت علّامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری نے "جامعۃ الرضا" بریلی کے نام سے اہلِ سنّت کی عظیم دینی درس گاہ قائم فرمائی، تو وہاں خدمت حدیث بجالانے کے لیے بھی، حضور صدر العلماء ہی کا انتخاب کیا گیا، چنانچہ آپ حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر "جامعۃ الرضا" بریلی تشریف لے آئے اور وہاں تقریباً دو سال تک قال قال رسول اللہ ﷺ کی صدائیں بلند کر کے، طلبا کے قلوب و اذہان کو عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی چاشنی سے آشنا کرتے رہے۔ (٦)

روزمرہ کے معمولاتِ زندگی

میرے مرشد کریم حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں شب و روز انتہائی مصروفیت کے عالم میں گزارتے، آپ کے معمولاتِ زندگی کا آغاز نماز فجر کی باجماعت ادائیگی سے ہوا کرتا، نماز ادا کرنے کے بعد آپ اوراد و وظائف میں مشغول ہوتے، بعد ازاں ناشتہ کرتے اور تدریس کے لیے مدرسہ روانہ ہو جاتے تھے، مدرسہ سے دوپہر کو واپس تشریف لا کر کھانا کھاتے اور کچھ دیر آرام فرمایا کرتے، اس کے بعد نمازِ ظہر ادا کر کے اپنے "مکتبۂ مشرق" پر تشریف رکھتے تھے، جہاں ہر وقت حاجتمندوں کی بھیڑ لگی رہتی، لوگ اپنے اپنے مسائل لے کر حاضر ہوتے، آپ سب کی بات توجہ اور نہایت خندہ پیشانی سے سنتے اور اس کا مناسب حل تجویز فرمایا کرتے، جو سائلین تعویذات وغیرہ کے طلبگار ہوتے، انہیں فی سبیل اللہ تعویذ بنا کر دیتے، یہ سلسلہ یونہی رات نمازِ عشا تک جاری رہتا، نمازِ عشا کی ادائیگی کے بعد آپ کھانا تناول فرماتے اور اس کے بعد حسب عادت مطالعہ فرماتے،

مطالعہ سے فراغت کے بعد آپ آرام فرمایا کرتے۔(۷)

یادگارِ اَسلاف

حضور صدر العلماء جس طرح اپنے آبا واَجداد کے سچے پکے اور صحیح جانشین تھے، اسی طرح اپنے اساتذۂ کرام کے بھی سچے وارث ونائب تھے، مثلاً آپ نے حضور مفتی اعظم ہند سے علم شریعت بھی حاصل کیا اور علم طریقت بھی، اسی لیے زُہد و وَرع، سچائی و پاکدامنی، راست گوئی و بے باکی، تصلّب و توکُل، تمام چیزوں میں اپنے مرشد و مُربّی کے نقش قدم پر چلتے رہے، لہٰذا سارا عالم آپ کو "مظہر مفتی اعظم ہند" کے نام سے یاد کرتا ہے، اسی طرح آپ نے علمِ تفسیر حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی سے حاصل کیا، حضور صدر الشریعہ کے تبحّر علمی کے کیا کہنے! انہوں نے آپ کو اس علم کے اَسرار و رُموز سے اس قدر آگاہ کر دیا، کہ انہیں "درس قرآن" کی صورت بیان کرتے کرتے حضور صدر العلما کو چودہ 14 رسال لگ گئے، جن بزرگوں سے آپ نے علمِ حدیث حاصل کیا، ان کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے 25/ سال تک باقاعدہ "درسِ حدیث" کے جواہر لٹاتے رہے۔

حضور صدر العلما فقہ و افتا میں سرکار مفتی اعظم کے نمونہ تھے، تو علم حدیث میں محدّثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے، علم و ادب میں شیخ العلما علّامہ غلام جیلانی اعظمی کے پیکر تھے، تو معقولات میں شمس العلماء قاضی شمس الدین رضوی جونپوری کے مظہر اتمّ اور دیگر علوم و فنون میں اپنے دیگر مؤقر اساتذۂ کرام کی وہ عظیم تصویر تھے، جو اس زمانہ میں مفقود ہے۔(۸)

اندازِ تدریس

حضور صدر العلماء، شیخ الحدیث، علّامہ مفتی تحسین رضا خاں ایک کامیاب مدرِّس تھے، آپ کا اندازِ تدریس و تفہیم بہت عمدہ تھا، انتہائی مختصر وقت میں درسی کتب کی اُلجھی گتھیوں کو منٹوں میں سلجھانے کا ملکہ رکھتے تھے، آپ کے اسی اندازِ تدریس سے متأثر ہو کر، اکثر طلبا آپ سے پڑھنے کی شدید خواہش رکھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی تدریسی ذمہ داریوں میں وہ کتب بھی شامل کر دی جاتیں، جنہیں پڑھانے کے آپ پابند نہیں تھے۔

شیخ الحدیث مفتی محمد صالح رضوی صاحب، حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں کے اندازِ تدریس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"پاکستان سے واپس آنے کے بعد، حضور مفتی اعظم ہند نے ''مظہر اسلام'' میں تدریس کے لیے آپ (یعنی صدر العلماء) کا تقرر فرما لیا تھا، آپ نے وہاں مستقل مزاجی اور بڑی لگن و مستعدی کے ساتھ پڑھانا شروع کر دیا، طلبہ آپ کے طریقۂ تدریس سے بہت خوش ہوئے، رفتہ رفتہ آپ کے پاس طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی، حسن تفہیم سے طلبہ اور انتظامیہ دونوں اس قدر متأثر ہوئے، کہ ضابطۂ مدرسہ سے زیادہ کتابیں پڑھانے کے لیے آپ کو دے دی گئیں۔"(۹)

چند معروف تلامذہ

حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک تدریسی فرائض انجام دیئے، اس طویل عرصہ میں آپ نے علم وحکمت اور فضل وکمال کے ہزاروں چراغ روشن فرمائے، یہ روشن چراغ ان کے وہ ہزاروں لائق فائق تلامذہ ہیں، جو آسمان علم کے روشن ستارے بن کر ایک عالم کو منوّر کر رہے ہیں، ان میں سے کوئی مفتی ہے تو کوئی محقّق، کوئی شیخ الحدیث ہے تو کوئی مُدرس، کوئی مُناظر ہے تو کوئی مقرر، اس مختصر سی تحریر میں سب کے اسمائے گرامی ذکر کرنا مشکل ہی نہیں، بلکہ تقریباً ناممکن ہے، حضور صدر العلماء کے چند خاص اور معروف تلامذہ کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی (۲) نواسۂ مفتی اعظم ہند مولانا خالد علی خاں صاحب مہتمم مظہر اسلام بریلی شریف (۳) حضرت مفتی محمد صالح صاحب، شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف (۴) حضرت مولانا حنیف خاں رضوی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف (۵) علّامہ مولانا محمد ہاشم نعیمی مرادآباد، مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد (۶) مُناظر اہلِ سنّت مفتی مطیع الرحمن رضوی، پُورنیہ، بہار (۷) مُناظر اہلِ سنّت مولانا محمد حسین رضوی، لوکھا بازار، بہار (۸) مُناظر اہلِ سنّت مولانا

صغیر احمد صاحب جوکھن پوری، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ بریلی شریف (۹) مفتی تطہیر احمد رضوی صاحب، دھونرہ، بریلی شریف (۱۰) مولانا محمد انور رضوی، مدرّس دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف (۱۱) مولانا محمد یامین مرادآبادی، مدرس و مفتی جامعہ حمیدیہ، بنارس (۱۲) مولانا عبد السلام رضوی، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۱۳) مفتی مجیب اشرف رضوی، دار العلوم امجدیہ، ناگپور (۱٤) جانشین تاج الشریعہ مفتی عسجد رضا خاں قادری نوری بریلی شریف (۱۵) مولانا صغیر اختر مصباحی، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف۔ (۱۰)

بیعت وخلافت

تحسین ملّت کو ان کے والد گرامی حضرت مولانا حسنین رضا خاں نے عرسِ رضوی کے موقع پر، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں کے دست مبارک پر، 1943ء میں بیعت کرایا، اس وقت آپ کی عمر شریف صرف 13 برس تھی، حضور مفتی اعظم ہند نے اسی وقت آپ کو خرقۂ اِجازت وخلافت بھی عطا فرمایا اور آپ کے سر پر اپنا عمامہ شریف بھی باندھا، سید العلماء حضرت سیّد آلِ مصطفیٰ مارہروی، مجاہد ملّت حضرت مولانا حبیب الرحمن رضوی، برہانِ ملّت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری اور حافظ ملّت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدّث مرادآبادی ثم مبارکپوری جیسے بڑے بڑے علماء ومشائخ نے بھی، آپ کی خرقہ پوشی فرمائی۔ (۱۱)

حضور مفتی اعظم ہند کا صدر العلماء سے محبت وشفقت کا اظہار

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند حضور صدر العلماء سے انتہائی محبت وشفقت کا اظہار فرماتے، وقتاً فوقتاً آپ کے بارے میں تعریف وتوصیف پر مبنی کلمات بھی ارشاد فرمائے، حضور مفتی اعظم نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"صاحب (حضور صدر العلماء کے والد گرامی مولانا حسنین رضا خاں) کے جتنے لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں، باصلاحیت وبالیاقت ہیں، مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں۔" (۱۲)

ایک اَور موقع پر ارشاد فرمایا:

"دو 2 لوگ ایسے ہیں جن پر مجھے مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے: ایک تحسین رضا اور دوسرے اختر میاں (حضور تاج الشریعہ)" (۱۳)

ایک بار حضور مفتی اعظم رکشہ میں بیٹھ کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، ساتھ میں حضرت حبیب میاں صاحب بھی تھے، سرکار مفتی اعظم نے فرمایا:

"تحسین رضا گلِ سرسَبد ہیں"

پھر فرمایا:

"جانتے ہو گلِ سرسَبد کیا ہے؟ باغباں پھولوں کی ٹوکری میں سب سے خوبصورت اور پسندیدہ پھول، سب سے اوپر رکھتا ہے، اس پھول کو گلِ سرسَبد کہتے ہیں۔"

سبحان اللہ! ذرا دیکھیے تو مفتی اعظم اپنے چمن کے اس گلِ سرسَبد کی علمی لیاقت اور اِطاعت وفرمانبرداری سے کتنے خوش نظر آتے ہیں! کتنی اپنائیت ہے ان جملوں میں اور کتنا پیار ہے ان لفظوں میں! سرکار مفتی اعظم کی حضور صدر العلماء سے، یہ بے پناہ محبت وشفقت آپ کے عالم باعمل اور صاحبِ تقوی وطہارت ہونے کی واضح دلیل ہے؛ کیونکہ جو لوگ حضور مفتی اعظم کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف رکھتے ہیں، وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں، کہ حضور مفتی اعظم صرف باعمل، نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں سے ہی اتنے پیار ومحبت کا اظہار فرماتے تھے۔ (۱٤)

اجازتِ حدیث

حضور صدر العلماء کو جن بزرگ شخصیات سے اجازتِ حدیث حاصل ہے، ان میں (۱) حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی (۲) حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۳) اور محدّث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے اسمائے گرامی خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں۔ (۱۵)

صدر العلماء بحیثیت مرشد کامل

حضور صدر العلماء کی شخصیت کا اگر روحانی پہلو سے جائزہ لیا جائے تو بلا شک وشبہ آپ جامع شرائط ایک کامل مرشد ہیں، آپ اپنے مریدین اور تلامذہ کی روحانی واَخلاقی تربیت بھی

اسلاف و اخلاف

فرماتے رہے، اپنے مریدین کی تربیت پر پوری توجہ دیتے ہوئے، انہیں حصولِ علم کی تلقین فرماتے رہے۔

آپ کا حسنِ خلق، منکسر المزاجی، اُسوۂ حسنہ کی حتی المقدور پَیروی، سنّت رسول پر سختی سے عمل اور مسلک ومذہب پر استقامت مثالی تھا، آپ شریعت وطریقت دونوں کے زبردست عامل تھے، لہٰذا آپ نے اپنے مریدین اور تلامذہ (شاگردوں) میں بھی یہی رُوح پھونکی اور راہِ سُلوک کی منازل طے کراتے وقت، انہیں ہمیشہ شریعت کے دامن سے وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

آپ کے خلفا

حضور صدر العلماء کے جو خلفا رشد وہدایت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان میں سے چند مشہور کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا قمر رضا خاں صاحب قادری (۲) حضرت مفتی محمد صالح صاحب (شیخ الحدیث جامعۃ الرضا، بریلی شریف) (۳) حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی رامپوری (۴) حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی (۵) مفتی تطہیر احمد رضوی صاحب، دھونرہ، بریلی شریف (۶) مولانا صغیر احمد صاحب جوکھنپوری، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ رچھا بریلی شریف (۷) مولانا عبد السلام صاحب، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۸) مولانا مشکور احمد صاحب، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۹) مولانا صغیر اختر مصباحی، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۱۰) مولانا شکیل صاحب، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۱۱) مولانا عزیز الرحمن صاحب، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۱۲) مولانا رفیق احمد صاحب، مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف (۱۳) جانشین صدر العلماء حضرت مولانا محمد حسّان رضا خاں صاحب (۱۴) فرزند ارجمند حضرت مولانا رضوان میاں صاحب (۱۵) مولانا نور اللہ صاحب (۱۶) قاری الطاف حسین صاحب (۱۷) صوفی محمد عیسیٰ نوری صاحب (۱۸) مولانا محمد اجمل رضا قادری صاحب۔(۱۶)

ازواج واولاد

صدر العلماء کا عقدِ مسنون، جناب سعید اللہ خاں بریلوی صاحب کی دختر نیک اختر سے، 15/ر ذی القعدہ 1368ھ/26 فروری 1967ء کو ہوا، جن سے اللہ رب العالمین نے آپ کو ایک بیٹی اور تین بیٹے عطا فرمائے، بیٹوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) صاحبزادہ حسّان رضا خاں رضوی (۲) صاحبزادہ رضوان رضا خاں رضوی (۳) صاحبزادہ صہیب رضا خاں رضوی۔(۱۷)

اَخلاقِ حسنہ

حضور صدر العلماء حسنِ اَخلاق کا پیکر تھے، کوئی عالم ہو یا طالب علم، چھوٹا ہو بڑا، سب سے انتہائی مشفقانہ طور پر پیش آتے، آپ کے اَخلاقِ حسنہ کے بارے میں ماہر رضویات حضرت سیّد وجاہت رسول قادری نے تحریر فرمایا کہ "حضرت صدر العلماء نور اللہ مرقدہ اَخلاقِ عالیہ کا مُرقع تھے، اس ضمن میں اُسوۂ حسنہ پر سختی سے کاربند تھے، خاندانی، علاقائی، معاشرتی اور سماجی طور پر ہر دلعزیز تھے، اپنے بیگانے سبھی آپ کے حُسن خُلق، بزرگی اور عظمتِ کردار سے آگاہ اور قائل تھے، طلبا پر نہایت مہربان اور باپ سے زیادہ شفیق تھے۔" (۱۸)

تقویٰ وپرہیزگاری

حضور صدر العلماء نہایت متقی وپرہیزگار اور متبع سنّت تھے، فقر، درویشی اور اِستغنا آپ کی شخصیت کی نمایاں خصوصیات تھیں، آپ کے زُہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا، کہ طلبا سے ذاتی خدمت ہرگز نہ لیتے، یہاں تک کہ اپنا بیگ وغیرہ بھی خود ہی اٹھا لیتے تھے، نابالغ طلبا کی کوئی چیز استعمال نہ فرماتے، دنیاوی مال ودَولت سے ہمیشہ بے رَغبت رہے اور اپنی اولاد کو بھی اسی بات کی تعلیم وتربیت دی، اتنے بڑے گھرانے کا چشم وچراغ ہونے کے باوجود، کبھی اتنا مال ودَولت جمع نہ ہونے دیا کہ زکات کی ادائیگی کی نوبت آتی۔(۱۹)

شفقت، محبّت اور سادگی

حضور صدر العلماء کی شخصیت، سادگی، خوش مزاجی، خندہ پیشانی اور محبت وشفقت سے عبارت تھی، آپ دُور ونزدیک سے

اسلاف واخلاف

آنے والے عوام وخواص علما ومشائخ، مریدین، معتقدین اور تلامذہ پر خصوصی شفقت فرماتے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آتے، آپ ایک مِلنسار شخصیت کے حامل عالمِ دین تھے جو ایک بار آپ سے ملاقات کا شرف پاتا، زندگی بھر اس کی حلاوت محسوس کرتا۔

شعروشاعری سے لگاؤ

حضور صدر العلماء کی شخصیت کے متعدد پہلو ہیں، اللہ رب العالمین نے آپ کی شخصیت کو گونا گوں خوبیوں اور صفات سے متصف فرمایا تھا، آپ کی انہی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ مستند اور باعمل عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک اچھے اور باکمال شاعر بھی تھے، آپ نے بہت کم مگر بہت اچھی شاعری فرمائی، شاید تدریسی مصروفیات کی بنا پر آپ کو اس میدان میں زیادہ طبع آزمائی کا موقع نہیں مل پایا، آپ کے اَشعار بلاغت، فصاحت اور سلاست کے آئینہ دار ہیں، آپ کا شعری مجموعہ "گلہائے بخشش" کے نام سے دستیاب ہے۔(۲۰)

شعروشاعری پر آپ کو کتنا عبور اور ملکہ حاصل تھا؟ اس بارے مولانا توحید احمد خاں رضوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "صدر العلماء کُہنہ مشق استاد ہونے کے ساتھ ساتھ، کُہنہ مشق شاعر بھی تھے، آپ (بطور شاعر) "تحسین" تخلص فرماتے تھے، شاعری آپ کو وراثت میں ملی تھی، آپ کے جدّ امجد استاذِ زمن، حضرت علّامہ حسن رضا خاں اَوران کے برادرِ اکبر، حسّان الہند، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی عظیم شاعر تھے، حضور صدر العلماء کی نعت گوئی کے آغاز کا پس منظر یہ ہے، کہ آپ کے مخلص دوست مبلغ اسلام، حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب نے، آپ سے ایک "طرحی مصرعہ" لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے اس پر جو مطلع لکھا تھا، وہ یہ ہے ؎

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

یہ آپ کا پہلا شعر ہے، یہیں سے آپ کی شاعری کا آغاز ہوگیا، پھر آپ وقتاً فوقتاً اَشعار کہتے رہے۔(۲۱)

جس کو کہتے ہیں قیامت، حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشنِ عام ہے(۲۲)

سادات کا ادب واحترام اور عشقِ رسول

صدر العلما ساداتِ کرام کا انتہائی ادب واحترام فرماتے، آپ ساداتِ کرام کے ادب واحترام کے حوالے سے کس قدر محتاط تھے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ ایک بار آپ کے ایک شاگرد جو سیّد زادے اور کم عمر تھے، انہوں نے سعادت سمجھتے ہوئے آپ کا سفری بیگ اٹھالیا، حضرت صدر العلماء نے دیکھا تو فوراً ان کے ہاتھ سے نہ صرف اپنا بیگ لے لیا، بلکہ ان کا بیگ بھی خود اٹھالیا، انہوں نے بہت اِصرار کیا، لیکن حضور صدر العلماء نہ مانے، شاگرد سیّد زادے نے عرض کی کہ یہ ایک معمولی سی خدمت ہے، آپ مجھے اس سعادت سے کیوں محروم رکھتے ہیں؟ اس پر خیر الاذکیا حضور مفتی تحسین رضا خاں نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ "پیارے صاحبزادے! اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرنا ہمارے رحیم وکریم آقا ﷺ کی سنّت مبارکہ ہے، لہٰذا میں اس سُنّت کا تارِک نہیں ہونا چاہتا، دوسرا یہ کہ آپ ساداتِ کرام کے خانوادے کے شہزادے ہیں، آج میں آپ سے اپنے سامان کا بوجھ اٹھواؤں، تو کل قیامت میں کس منہ سے حضور ﷺ کی شَفاعت کا طلبگار ہوں گا؟ اگر انہوں نے دریافت فرمالیا کہ تحسین رضا! تمہیں بوجھ اٹھوانے کے لیے میرا ہی شہزادہ ملا تھا! لو آج اپنے اعمال کا بوجھ خود اٹھاؤ! میرے پاس شَفاعت کے لیے کس منہ سے آئے ہو؟ تو میں کیا جواب دُوں گا۔"

وہ سیّد زادے (علّامہ ڈاکٹر سیّد ارشاد احمد بخاری قادری، بنگلہ دیش) فرماتے ہیں کہ "میں نے حضور صدر العلماء کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے دیکھے تو لرز گیا، میں حیران تھا کہ ہندوستان کا اتنا بڑا عالم، جیّد شیخ الحدیث اور یہ انکساری وتواضع اور وہ بھی ایک طالب علم کے ساتھ! حضور اکرم ﷺ کا ایسا عاشق کہ دُور دراز نسبت کا اس قدر پاس ولحاظ! میرا دل چاہا کہ میں ان کے قدم چوم لُوں، مگر مجھے پتہ تھا کہ جو اپنی دست بوسی کروانا بھی پسند نہیں کرتے، وہ بھلا پابوسی (قدم چومنے) کی اجازت کیسے دیں گے اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ سیّد عالم ﷺ کے ایک عاشق صادق، اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کامل، ایک جیّد عالمِ باعمل کی ہم نشینی اوران کا رفیق

سفر ہونے کی سعادت سے ضرور بہرہ وَر ہوا ہوں۔" (۲۳)

تبلیغی اَسفار

صدر العلمانے اپنی تدریسی مصروفیات کے باوجود، متعدد تبلیغی سفر فرمائے، ہندوستان کے علاوہ جن بیرونی ممالک میں آپ نے تبلیغی دَورے کیے، ان میں پاکستان، زمبابوے، موزابی اور ماریشیس (Mauritius) وغیرہ خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں، ہندوستان میں کیے جانے والے تبلیغی اَسفار کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ہونہار شاگرد اور استاذ العلماء مفتی محمد حنیف خاں رضوی دامت برکاتہ العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "سیّدی و استاذی حضور صدر العلماء، جہاں عمل و کردار کے بادشاہ تھے، وہیں آپ نے اُمّتِ مسلمہ کی رَہنمائی کے لیے ہندوستان کے دُور دراز علاقوں کا سفر فرمایا، بہار کے بہت سے علاقہ اس بات کے گواہ ہیں کہ حضور صدر العلماء جب وہاں نگر نگر اور بستی بستی دَورہ فرماتے، تو عوام و خواص کہتے کہ حضور یہ وہ علاقے ہیں، جہاں بریلی شریف سے 30-25 سال پہلے، یا تو حضور مفتی اعظم تشریف لائے تھے، یا پھر آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے، حضرت (مفتی اعظم) کی اتباع میں آپ نے بعض علاقوں کا اس ترقی یافتہ دَور میں بھی بیل گاڑی سے سفر فرمایا اور بھٹکتے لوگوں کو اپنے دامنِ کرم میں پناہ دی۔" (۲۴)

تصنیفات

صدر العلماء زندگی بھر شعبہ تدریس سے وابستہ رہے، انتہائی تجربہ کار اور کہنہ مشق استاد ہونے کے باوجود، تدریسی کتب کا مطالعہ اور اَسباق کی تیاری آپ کے معمولات میں تھی، اس کے علاوہ دُور ونزدیک سے آئے مریدین و معتقدین سے ملاقات، مختلف دینی اجتماعات اور تقریبات میں شرکت کا سلسلہ بھی آپ کی مصروفیات کا ایک اہم حصہ تھا، انھی مصروفیات کی بنا پر حضور صدر العلماء کو تصنیف کے لیے بالکل وقت میسّر نہیں آیا، البتہ آپ کا ایک مختصر سا شعری مجموعہ "گلہائے بخشش" کے نام سے دستیاب ہے، جسے "تحسینی فاؤنڈیشن" نے 2011ء میں طبع کروایا ہے۔

وصال شریف

دار العلوم غوثیہ چندر پور مہاراشٹر کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں شرکت کی غرض سے، حضور صدر العلماء 2 اگست 2007ء کو بریلی شریف سے دہلی تشریف لائے اور وہاں سے شام کو بذریعہ فلائٹ ناگپور پہنچے، حضرت مولانا محمد شریف خاں کے نورِ نظر، جناب مولانا مجتبیٰ خاں صاحب کے شدید اِصرار پر، رات ان کے ہاں ناگپور ہی میں قیام فرمایا، تین 3 اگست بروز جمعہ ناگپور سے چندر پور کے لیے بذریعہ کار روانہ ہوئے، لیکن راستے میں آپ کی گاڑی پلٹ گئی اور علوم وفنون کا یہ امام، مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوگیا۔

یہ حادثہ 18 رجب المرجّب 1428ھ/ 3 اگست 2007ء کو پیش آیا، آپ کے جسدِ مبارک کو بذریعہ ہوائی جہاز پہلے دہلی لایا گیا، پھر وہاں سے بذریعہ ایمبولینس (Ambulance) بریلی شریف پہنچایا گیا، اتوار کے روز نمازِ جنازہ ادا کی گئی، نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ حضور مفتی اعظم کے جنازے کے بعد، بریلی شریف کا یہ دوسرا بڑا جنازہ تھا ؎

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

حرفِ آخر

میرے مرشدِ گرامی، حضور صدر العلماء مفتی تحسین رضا خاں انتہائی کریم النفس، شریف الطبع اور خوددار طبیعت کے مالک تھے، آپ علم وفضل کا ایک روشن مینار تھے، آپ نے اپنے اَخلاق حسنہ، سادگی، زُہد وتقویٰ، حلم و بُردباری اور اِتباعِ شریعت کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں؛ لہٰذا ان کے مریدین، معتقدین، محبین، تلامذہ اور عوام اہلِ سنّت کو چاہیے، کہ حضرت کی حیاتِ جاوداں سے سبق حاصل کریں، اُن کی سیرت کا مطالعہ کریں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں، اللہ رب العالمین حضور صدر العلماء کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، حضرت کے درجات بلند کرے، حضرت کے مزار پُر انوار پر اپنی کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے اور ہم سب کو ان کی تعلیمات پر عمل اور اُن کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

بقیہ ص ۲۲ ر پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چوبیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

امت محمدیہ کب تک دوزخ میں رہے گی؟

...پھر وہ دوزخ میں یوں ہی پڑے رہیں گے جب تک اللہ کی مشیت ہوگی اور وہ یا ارحم الراحمین! یا حنّان! اور یا منّان! کہہ کہہ کر فریاد کرتے رہیں گے...

عاصیوں کی طرف نظر رحمت

...پھر جب کبھی اللہ تعالیٰ (اپنی مشیت کے مطابق) حکم عذاب نافذ فرما چکا ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا: اے جبرئیل! محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے عاصیوں کے ساتھ کیا کیا گیا؟ (یعنی ان کا حال وقال کیسا ہے؟) تو جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے: اللھم انت اعلم بھم، اے اللہ! تو خود خوب جانتا ہے (ان کا حال وقال مجھے نہیں معلوم) تو ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا دیکھ کے آ، کہ ان کا کیا حال ہے؟ تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام، مالک (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، وہ وسط جہنم میں آگ کے منبر پر بیٹھے ہوں گے، جب حضرت مالک حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آتا دیکھیں گے تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے جبرئیل! آپ کو اس (بُری) جگہ داخل ہونے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ تو جبرئیل علیہ السلام ان سے کہیں گے (یہ بتاؤ کہ) امت محمدیہ کے گنہگاروں کی جماعت کے ساتھ آپ نے کیا کیا؟ وہ کہیں گے (کیا بتاؤں؟) اُن کا کتنا بُرا حال ہے اور ان کی کتنی بُری جگہ ہے؟...

امت محمدیہ کے ساتھ آتش دوزخ کا سلوک

...ان کے جسموں کو آگ نے بالکل جلا دیا آگ ان کے گوشت کھا چکی، ہاں ان کے چہرے اور دل بچے ہوئے ہیں اور دلوں میں ایمان جھلک رہا ہے، جبرئیل کہیں گے ان سے طبق اٹھاؤ تا کہ میں خود دیکھ لوں، تو مالک، (اپنے ماتحت) خازنوں کو (طبق اٹھانے کا حکم دیں گے) طبق اٹھ جائے گا۔ جب دوزخیوں کی نظر جبرئیل علیہ السلام پر پڑے گی اور ان کی خلقت کا حسن دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ یہ ملائکہ عذاب میں سے نہیں ہیں، تو دوزخی پوچھیں گے یہ کون صاحب ہیں؟ ہم نے ان سے زیادہ حسین وجمیل کبھی کوئی بندہ نہیں دیکھا ہے، مالک (علیہ السلام) ان کو بتائیں گے یہ جبرئیل ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی عزت وتکریم حاصل ہے، یہ وہی تو ہیں جو حضرت محمد (مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کے پاس اللہ کی وحی لے کر آتے جاتے تھے...

حضور کا نام سُن کر گنہگاروں کی چیخ کا نکلنا

...تو جب وہ لوگ حضور کا نام پاک (محمد) سنیں گے تو سب کی ایک دم چیخ نکل جائے گی اور (جبرئیل علیہ السلام) سے کہیں گے: اے جبرئیل! آپ (ہمارے آقا) محمد (مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہمارا سلام کہہ دیجئے اور خبر دیجئے کہ ہمارے گناہوں نے ہمارے درمیان اور حضور کے درمیان جدائی ڈالی ہے اور ہماری اس بدحالی کی بھی حضور کو اطلاع دیجئے...

جبرئیل کا اللہ کے حضور عرضِ حال

...پھر حضرت جبرئیل (یہاں سے واپس جائیں گے اور جا کے اللہ تعالیٰ کے حضور (مارے خوف کے چپ چاپ) کھڑے ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیف رأیت امة محمد؟ محمد کی (گنہگار امت) تجھے کیسی دِکھی؟ عرض کریں گے: اے میرے رب! ان کا بہت برا حال ہے، ان کی جگہ بہت تنگ ہے، فرمائے گا: کیا انہوں نے تجھ سے کوئی سوال کیا ہے؟ عرض کریں گے: ہاں اے میرے رب! انہوں نے مجھ سے یہ خواہش

ظاہر کی کہ میں ان کی طرف سے ان کے نبی کو سلام پہنچا دوں اور ان کی بد حالی کی خبر دے دوں، تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ جا اور ان کو خبر دے دے۔۔۔

دوزخیوں کا حضور کو سلام و پیغام

۔۔۔تو حضرت جبرئیل علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں گے، اس وقت حضور (جنت میں) اپنے سفید موتی سے بنے ہوئے ایک ایسے خیمہ میں تشریف رکھتے ہوں گے (جو بہت کشادہ و عالی شان ہوگا) جس کے دروازوں کی تعداد چار ہزار ہوگی، ہر دروازے کے سونے کے دو دو کواڑ ہوں گے، جبرئیل علیہ السلام حضور سے کہیں گے اے حضرت! میں آپ کے پاس (اس وقت) آپ کے گناہ گار امتیوں کی جماعت کے پاس سے آیا ہوں، جن پر دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے، انہوں نے حضور کو سلام کہا ہے اور (اپنی بدحالی کی خبر دینے کی درخواست کی ہے) وہ کہہ رہے تھے ہماری بہت بری حالت ہو گئی ہے، ہم بہت تنگی میں مبتلا ہیں۔۔۔

حضور کو اذن شفاعت

۔۔۔یہ سن کر حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم زیر عرش پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا کریں گے، ایسی ثنا کہ ویسی کبھی کسی نے نہیں کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ (کی رافت و عنایت ہوگی) فرمائے گا:

"ارفع راسک وسل تعط و شفع تشفَّع۔ (ترجمہ) یعنی محبوب! سر اٹھاؤ اور مانگو (کیا مانگنا چاہتے ہو) تمہیں عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو (جس جس کی چاہو) تمہاری شفاعت مقبول ہوگی۔"

تو حضور عرض کریں گے: میری امت کے اشقیا (بدنصیبوں، گنہگاروں) کے بارے میں تیرا حکم (عذاب) نافذ ہو چکا، ان سے تو نے انتقام لے لیا اب (ان پر رحم فرما) اور ان کے حق میں شفاعت کا مجھے اذن دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہیں ان کا شفیع کیا تو جاؤ اور دوزخ سے ہر ایسے کو نکال لو جس نے کلمۂ طیبہ (مخلصانہ) پڑھا تھا۔۔۔

حضور کا ان کی رہائی کے لئے جانا

۔۔۔تو حضور (دوزخ کی طرف) جائیں گے، جب حضرت مالک کی نظر حضور پر پڑے گی تو وہ (ایک دم) تعظیماً کھڑے ہو جائیں گے، حضور اُن سے کہیں گے: اے مالک! میرے بدنصیب امتیوں کا کیا حال ہے؟ مالک علیہ السلام کہیں گے: (کیا عرض کروں) ان کی کتنی بُری حالت ہے؟ ان کی جگہ کس قدر تنگ (و تکلیف دہ) ہے؟ پھر وہ (حضور کے حکم سے) دروازہ کھول کے طبق اوپر اٹھائیں گے، جب اچانک وہ (گنہگار مسلمان) حضور کو دیکھیں گے تو سب کے سب چیخ پڑیں گے اور عرض کریں گے: یا رسول اللہ! آگ نے ہماری کھالیں جلا ڈالیں، جگر جلا دیئے ہیں، تو حضور اپنے ان سب امتیوں کو دوزخ سے نکال لے جائیں گے، جب کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے اور آگ نے انہیں کھا لیا ہوگا۔۔۔

۔۔۔حضور اُنہیں ساتھ لے کر ایک نہر تک چل کے جائیں گے جو جنت کے دروازے پر بہہ رہی ہوگی، جس کا نام نہر حیوان ہے، وہ اس نہر میں نہائیں گے، جب نہا کے نکلیں گے تو سب جوان ہوں گے اور (ان کے بدن صاف ستھرے ہوں گے حتیٰ کہ) ان کے جسموں پر بال (یا داغ دھبے) نہیں ہوں گے وہ سب امرد(۱) ہوں گے، آنکھیں سرمگیں ہوں گی اور ان کے چہرے گویا چاند کی طرح (دمک رہے) ہوں گے (یعنی بہت خوبصورت، نہایت حسن و جمال والے ہو جائیں گے مگر) ان میں ہر ایک کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ جہنم سے رحمٰن کا آزاد کردہ ہے، جب دیگر اہل دوزخ (کفار و منافقین یہ منظر) دیکھیں گے کہ مسلمانوں کو دوزخ سے نکال لیا گیا ہے تو وہ (ململاتے ہوئے) کہیں گے: اے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے اور ہمیں بھی یہاں سے نکلنا (چھٹکارا پانا) میسر آتا، چنانچہ قرآن مجید میں (یہ مضمون) یوں آیا ہے:

"رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ۔ (ترجمہ) بہت آرزوئیں کریں گے کافر، کاش وہ مسلمان ہوتے۔"

[سورۂ حجر–۲/کنز الایمان]

[یہ حدیث طویل پوری ہوئی۔ مترجم]

[۱] امرد = بے ریش، نو بالغ۔ یعنی نہایت خوبرو، ۱۲ مترجم غفرلہ۔

موت کو بھی موت آنی ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پرنور رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت (آخرت میں متمثل کر کے سب کے روبرو) لائی جائے گی گویا وہ ایک چت کبرا مینڈھا ہے۔(اہل جنت سے) پوچھا جائے گا: اے اہلِ جنت! کیا موت کو پہچانتے ہو؟ وہ دیکھ کر پہچان لیں گے اور (اہل نار سے) پوچھا جائے گا: اے اہلِ نار! کیا موت کو پہچانتے ہو؟ وہ بھی دیکھ کر پہچان لیں گے، پھر اسے جنت اور دوزخ کے درمیان (لے جا کر) ذبح کر دیا جائے گا اور (اہل جنت واہل نار دونوں فریق سے اطلاعاً، اعلاماً) فرمایا جائے گا:

"یا اهل الجنة! خلو دبلاموت۔ ویا اهل النار! خلو د بلاموت۔ (ترجمہ) یعنی اے جنتیو! (اطمینان رکھو اب تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے، اب کبھی مرنا نہیں ہے اور اے دوزخیو! (جان لو کہ) تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے کبھی مرو گے نہیں۔" (کہ مر کر عذاب سے جان چھوٹ جائے)

اور یہ خبر اللہ کے کلام میں یوں آئی ہے، فرماتا ہے:

"وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ – الآية (ترجمہ) یعنی اے پیارے نبی! لوگوں کو ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جبکہ کام تمام ہو چکے گا (یعنی حکم نافذ ہو چکا ہو گا ہر سعید کے لئے جنت جانے کا اور ہر شقی کے لئے دوزخ میں جا پڑنے کا اور اس سچی خبر کے باوجود دنیا میں ان کا حال یہ ہے کہ) وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور نہیں مانتے۔" [سورۂ مریم – ۳۹]

نصیحت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بطور نصیحت) فرماتے ہیں:

"لا يَغْبِطَنَّ فَاجِرٌ بِنِعْمَةٍ فَإِنَّ وَرَائَهُ طَالِباً حَثِيثاً وَهِيَ جَهَنَّمُ۔ (ترجمہ) کسی فاجر (یعنی کافر یا بدعمل بے باک دنیادار مسلمان) سے اس کی کسی (دنیوی) نعمت (آسائش وغیرہ) پر رشک ہرگز نہیں کیا جانا چاہئے (یعنی دیندار مسلمان کو چاہئے کہ کسی کی دنیوی نعمت کی طرف للچائی نظر سے نہ دیکھے، حرص و آرزو میں مبتلا نہ ہو جائے جیسا کہ اہل غفلت کا طریقہ ہے) کیونکہ بندے کے پیچھے ایک طالب (یعنی دھر پکڑنے والا) چلا آرہا ہے اور وہ جہنم ہے۔"

(جس کے بارے میں قرآنی خبر ہے کہ):

"كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيراً۔ (ترجمہ) وہ جب کبھی بجھنے پر آئے گی، ہم اسے ان کے لئے اور زیادہ دہکا دیں گے۔" [بنی اسرائیل – ۹۷]

[☆] یہ باب صفت نار ختم ہوا، آگے متصلاً باب صفت جنت مذکور ہے۔ مترجم غفرلہ۔

.........جاری

ص ۵۲ رکا بقیہ...

سب غلامانِ نبی، اپنائیں یہ سُنّت شریف
چہرے پر داڑھی سجانا بھی نبی کی نعت ہے
قوم میں جب علم آئے گا تو خوش ہوں گے رسول
پڑھنا لکھنا اور پڑھانا بھی نبی کی نعت ہے
ہو سدا فطرت میں احساسِ حیا، اے بیٹیو
آپ کا پردے میں آنا بھی نبی کی نعت ہے
ایسی سچائی کہ دشمن کہہ اٹھے صادق، امین
جو کہا اس کو نبھانا بھی نبی کی نعت ہے
کہہ رہا ہے یہ زبانِ حال سے عشق بلال
زخم کھا کر مسکرانا بھی نبی کی نعت ہے
بولا کردار عُمر، عشق نبی میں جھوم کر
بے ادب کا سر اُڑانا بھی نبی کی نعت ہے
خامۂ فکر رضا کہتا ہے ہر گستاخ سے
غیظ کے تیور دِکھانا بھی نبی کی نعت ہے
جس قدر بھی ہو سکے میلاد میں خوشیاں کرو
گھر، گلی، کوچے، سجانا بھی نبی کی نعت ہے
کہہ اٹھے روح الامیں، کعبے پہ لہرا کر علم
عشق میں جھنڈے لگانا بھی نبی کی نعت ہے
لکھ عمل سے اے فریدیؔ تو قلم کے ساتھ ساتھ
یہ ادا ہستی میں لانا بھی نبی کی نعت ہے

ترغیبات

(از: محمد اظہر القادری راعینی*

اسلام کا نظریۂ قضا و قدر

نوجوانِ اسلام

اسلام میں قضا وقدر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے اعمال کو ان کے پیدا ہونے سے قبل ہی اپنے علم ازلی سے جانا اور وہی لکھ لیا ہے جسے ہم تقدیر کہتے ہیں، لیکن قرآن وحدیث میں تقدیر کی جگہ قضا وقدر کے کلمات کا زیادہ استعمال ہے، عام بول چال میں ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص خوش نصیب ہے یا خوش قسمت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں کی تقدیر اچھی ہے، اسی طرح اس کی ضد میں بولتے ہیں کہ " فلاں شخص کی قسمت ہی پھوٹی ہے، اس کا نصیب ہی خراب ہے اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کی تقدیر میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ غرض کہ تقدیر بھی ضروریاتِ دین سے ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ولازم ہے۔

تقدیر: تقدیر لغت میں " اندازہ کرنے" کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں تقدیر کہتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندے جو کچھ کرتے ہیں، نیکی وبدی وہ سب اللہ کے علم ازلی (خدا کا قدیم علم جو ہمیشہ سے ہے) کے مطابق ہوتا ہے جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔

(از: صدرالافاضل)

عقیدۂ تقدیر

اسلام میں تقدیر کا عقیدہ فرض ہے اس کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے، جیسا کہ ایمان مفصل میں ہے:

"والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ — اور میں ایمان لایا اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔"

ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علم اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمّہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔ (بہار شریعت)

تقدیر کے متعلق قرآن کی آیات

"وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ (الفرقان ۲) اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی۔"

"وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا۔ (الاحزاب ۳۸) اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔"

"اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ (القمر ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔"

تقدیر کے ثبوت کے متعلق احادیث

حدیث جبرئیل میں ہے:

(۱) قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ، وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔ (سنن ابن ماجہ ۶۳) حضرت عمر بن الخطاب بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے ایمان کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ، اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت پر اور اس پر کہ ہر اچھی اور بری چیز اللہ کی تقدیر سے وابستہ ہے۔"

(۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّئَلِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ: إِنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ أَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَا:

* مضمون نگار درجۂ فضیلت جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ، وَيكدحون فِيهِ، أشيء قَضي عَلَيْهِم وَمَضى فِيهِم مَنْ قَدر قَدْ سبق، أَو فِيمَا يَسْتَقْبِلُوْنَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُم بِهِ نَبِيُّهُم، وَثَبَتَت الحجة عَلَيْهِم؟ فَقَالَ "لَا. بَلْ شيء قَضي عَلَيْهِم وَمَضى فِيهِم. وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ "وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۔(۷) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۔(۸)[الشمس۔صحیح مسلم، الحدیث ۲۶۵۰] حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں: مزینہ کے دو شخصوں نے آکر کہا یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ آج جو لوگ عمل کرتے ہیں اور اس میں مشقت اٹھاتے ہیں، آیا یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان کے لیے مقدر کردی گئی ہے یا جو کچھ ان کو ان کے نبی نے بتایا ہے یہ اس پر از خود عمل کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: نہیں! یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان پر مقدر کردی گئی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے "وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۔(۷) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۔(۸) اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔"

یعنی ہر انسان کو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ خیر اور شر، نیکی اور بدی کی پہچان کرادی اور اس کی عقل میں یہ صلاحیت رکھی کہ وہ صحیح اور غلط اور حق اور باطل میں تمیز کر سکے اور جس نے کتاب و سنت اور عقل سلیم کی ہدایت پر عمل کیا وہ کامیاب ہے اور جس نے اس سے انحراف کیا، وہ ناکام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت سے استدلال کا یہ منشا ہے کہ اللہ تعالی نے ازل میں نفس انسان کو بھلائی اور برائی سمجھادی تھی اور اس کو ازل میں علم تھا کہ دنیا میں آکر انسان اس ہدایت پر عمل کرے گا یا نہیں، سو اسی علم کے موافق اللہ تعالی نے لکھ دیا اور اسی کا نام تقدیر ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ۔(القمر: ۵۲) انہوں نے جو کچھ عمل کیے وہ سب لوح محفوظ میں لکھے ہوئے تھے۔''

انسان کے مجبور یا مختار ہونے کی تفہیم

سوال: کیا تقدیر کے موافق کام کرنے پر آدمی مجبور ہے؟

جواب: نہیں! بندہ کو اللہ تعالیٰ نے نیکی و بدی کرنے کا ایک نوع اختیار دیا ہے اسی وجہ سے وہ کل قیامت کے دن اللہ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ وہ اپنے اختیار سے جو کچھ کرتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھا ہوا ہے۔

شہنشاہ بریلی کی پیش کردہ مثال مع توضیح

امام احمد رضا اس سلسلے میں اپنے رسالہ "ثلج الصدر لإیمان القدر" میں لکھتے ہیں:

''دو پیالوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں، شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے، کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ فوائد ہیں اور خبردار یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ اُن اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے اور ان میں پیالہ اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی قوت اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اُس کی مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اُس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا ہرگز نہیں بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا، وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر، کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے، یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائے گا، حاشا ہرگز نہیں بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اس کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادے سے

ہوگا، بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے، باایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفریں ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہیے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائقِ سزا ونفریں ہیں کہ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو اوّل سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادے سے ہوا، اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کی مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دئیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت، تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں اِن زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی؟ پھر کیوں بناتی ہیں، نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوتِ اِہلاک اُن کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کئے ہوئے، نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادے سے ممکن تھا۔ آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر اُچھّو ہو کر نکل جاتا ہے اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں، خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت سے بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا، مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟ ہاں، باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دئیے تھے، عالی قدر حکمائے عِظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دئیے تھے، دست ودہان وحلق اس کے قابو میں کر دئیے تھے دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی، یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جامِ شہد کی طرف بڑھا تا اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا، یہاں تک کہ سب کام اوّل تا آخر اسی کی خلق ومشیّت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے مُوجِب ہوتے مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا، وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پروا ہے، وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خَلق فرما دے، اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد و ارادہ واختیار ہونا ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات اِرادی ہیں، ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، اُن میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے، اوپر کودنا اپنے اختیار وارادہ سے تھا، اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ واختیار سے نہیں۔ ولہٰذا اگر رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا، بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدارِ امر ونہی وجزا وسزا وعقاب وپرسش وحساب ہے، اگرچہ بلاشبہ بلا رَیب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزّ وجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے، جیسے انسان خود بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا بنا سکتا تھا، یونہی اپنے لئے طاقت، قوت، ارادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا، سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا، مگر اس سے سمجھ لینا کہ جب

ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو پھر ہم پتھر ہو گئے قابلِ سزا و جزا و باز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے۔

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار، تو اِن کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ، صاحب اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار۔ صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو یہ کیسی الٹی مَت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اِس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے، یونہی اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اُسی کی خلق، اُسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے، پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے، نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا، مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمرّد (سرکشی) والے مذموم وملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے: یغفر لمن یشاء (جسے چاہے بخش دے۔ت) باقی ہے۔ (القرآن الکریم) والحمدللہ رب العلمین، لہ الحکم والیہ ترجعون۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ رص ۲۹۰:۔۔۲۹۲ ربرکات رضا، پوربندر گجرات)

لیکن قضا وقدر کے متعلق بحث ومباحثہ کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے:

''قضا وقدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور وفکر کرنا سببِ ہلاکت ہے، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ماوشما (ہم اور آپ) کس گنتی میں؟ اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس وحرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوعِ اختیار (ایک طرح کا اختیار) دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا، دونوں گمراہی ہیں۔''

بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے منجانب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اُس کو شامت نفس تصوّر کرے۔

اہل سنت کا مؤقف امام اہل سنت کی زبانی

مجدد ملّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''بس یہی عقیدۂ اہل سنّت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حقیقت ہے جس کی گنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، ثلج الصدر الایمان القدر، ج ۲۹ رص ۲۹۹)

◆◆◆

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

مناظرۂ مکرانہ! ایک تأثر

سخن در سخن

اس دنیا میں بعض لوگ وہ بستے ہیں جنہیں اپنی متاع زیست کے لٹ جانے کی چنداں فکر نہیں ہوتی، محاسبۂ ماضی سے دور اور فکر فردا سے عاری یہ افراد سطح زمین پر بار ہوتے ہیں۔ جب کہ اسی دنیا میں بعض صالح بخت اور صالح فطرت وہ افراد بھی جنم لیتے ہیں جن کے کارنامے نسلوں کے لئے شمع ہدایت بن جاتے ہیں، دنیا ان کے کارناموں، کارگزاریوں اور قربانیوں کو صدیوں تک یاد رکھتی ہے۔

نوع ثانی سے تعلق رکھنے والے گو کہ مقدار میں قلیل ہوتے ہیں مگر ان کی کوششیں اور کاوشیں اہل خرد کے لئے مہمیز کا کام کرتی ہیں۔ نوع ثانی کے افراد اس کارگاہ حیات میں ناقۂ بے زمام کی طرح نہیں رہتے ہیں بلکہ وہ اپنے لئے پسند کے میدان منتخب کرتے ہیں اور پھر اخلاص واستقامت کے ساتھ اس پر گامزن ہو جاتے ہیں، جم جاتے ہیں۔

اہل سنت وجماعت کے ایک زود نویس قلم کار گرامی قدر حضرت مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی صاحب (رکن سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف) نے اپنے لئے روز اوّل ہی سے تحریری میدان منتخب کر لیا اور اس قدر جان کاہی وجگر سوزی کے ساتھ اس میدان میں آگے بڑھے کہ آج الحمدللہ اس میدان کے شہسوار بن چکے ہیں اور افق تحریر پر ابر بارندہ کی طرح چھائے ہوئے ہیں، اللھم زد فزد۔

چند ماہ قبل آپ کی ایک کتاب نظر نواز ہوئی جس کا مختصر نام "مناظرۂ مکرانہ" ہے، حضرت علامہ عبد الرحمن پشاوری علیہ الرحمہ (م1953) نے دین وسنیت کی صیانت وبقا کی خاطر 1331 ہجری میں مکرانہ کی سرزمین پر خبثا بدعقیدہ غیر مقلدین سے مناظرہ فرمایا تھا، یہ کتاب اسی مناظرہ کی ایک یادگار، مکمل تاریخ و روداد ہے۔ ایسی ایمان افروز روداد کہ الحمدللہ پڑھ کر فکر ونظر و دیدۂ ودل ایمانی کیفیات سے جگمگا اٹھیں، باغ ایمان میں فردوسی ہوائیں چلنے لگیں، گلشن اعتقاد مہکنے لگیں، بدعقیدگی کے سبب تہہ در تہہ جمی ہوئی کائیاں چھٹنے لگیں اور گلستان علم ونظر و بوستان فکر و عمل رو بہ بہار ہو جائے۔

محب گرامی نے نہ جانے کتنے ہی رت جگے کر کے اس کتاب کے مسودہ کو مبیضہ میں تبدیل کیا اور پھر کتابی شکل میں ڈھال کر اپنے اسلاف کی ثرات علمیہ کو امت کے حوالے کر دیا۔ کتاب کے بنیادی اور مرکزی پوائنٹس، مستند حوالہ جات، عربی عبارات نیز فقہی وحدیثی ماخذ واستدلال سے مدلل ہیں، غیر مقلدین کے مختلف مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

یقیناً یہ ہیں کرنے کے کام

میں اس موقع پر حضرت مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی صاحب قبلہ زید مجدہٗ کو تعمیق قلب کے ساتھ تہنیت پیش کرتا ہوں کہ آپ نے ایک "نسیاً منسیا" اور گوشۂ گمنامی میں جا چکے "کنزا مخفیا" کو آشکارا کیا اور اسے حسی وجود فراہم کیا ہے، لاریب ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بلاشبہ یہ ایک بڑا کارنامہ تھا جسے موصوف نے سر کر لیا ہے، اس کتاب کی پبلیشنگ کے بعد مصنف کی غالباً ایک دو مزید کتابیں (1 نماز وتر اور تراویح احادیث کی روشنی میں، 2 میرا گھر پُرسکون رہے) بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ قلم کی یہ برق رفتاری اور فکر کی یہ سرعت نہایت معنی خیز ہے۔ بقیہ ص ۲۷ پر

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشرف باسنی ناگور شریف کے استاذ ہیں۔

جو جس کے ساتھ ہوگا، اسی کا کہلائے گا

از: محمد توصیف رضا قادری
الغزالی اکیڈمی و اعلیٰ حضرت مشن

عام سے عام آدمی کسی بھی درجے کا ہوں اس کا شمار اسی میں ہوگا جس جماعت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، عبادت کرنا وغیرہ ہوتا ہے، حدیث پاک میں ارشاد ہے:

''مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَهُ اللهُ فِي زُمْرَتِهِمْ۔ (ت) جو کسی قوم کے ساتھ دوستی رکھے گا، ضرور اللہ تعالیٰ انھیں کے ساتھ اس کا حشر کرے گا۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث 2519، 3/19)

لیکن بعض مبلغین کو یہ غلط فہمی ہے کہ جو عام بدمذہب کفریہ عقائد سے واقف نہیں۔ اُن سے میل جول شادی بیاہ وغیرہ جائز بلکہ تبلیغ کے خاطر ضروری ہے اور اس سے سنیت کا بڑا کام ہوگا۔ اگر یہی قاعدہ ہے تو پھر غیر مسلم سے شادی کی جائے، جب کہ شادی باطل اور خالص زنا ہوگی۔

اسی لیے ان (عام بدمذہبوں) کے درمیان تبلیغ کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ اُن سے شادی بیاہ کر کے سنی بنانے کا دعویٰ کرے، یہ سراسر غلط بلکہ بدمذہبیت کو فروغ دینا ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''ہر بدمذہب فلاح سے دور ہلاکت میں چورہ، مطلقاً بے پیرا ہے اور ابلیس اس کا پیر۔'' (فتاویٰ رضویہ 21/519، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی میں فرماتے ہیں:

''غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے ذی علم عاقل بالغ مردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا، خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں معاذ اللہ خود خارجی ہو گیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اسے سنّی کرنا چاہتا ہے۔'' (ایضاً 23/693)

اور فرماتے ہیں:

''قرآن مجید احادیث صحیحہ میں بری صحبت سے بری رہنے کا حکم ہے، ہر بدمذہب عدوِ سنت ہے، عزیز اور پیارے سنی بھائیوں! جگر کے ٹکروں کو عام بدمذہبوں سے خلط ملط، میل جول، اتحاد و اتفاق، شیر و شکر رہنے، ایک ہو جانے کی طرف جو بلائیں، وہ اہل سنت کے بدخواہ اور ان کی مذہبی عافیت کے دشمن ہیں یا نہیں۔'' (کلیات مکاتیب رضا دوم، ص 114)

شارح بُخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہر دیوبندی خواہ وہ جاہل ہو یا مولوی کم از کم گمراہ بددین، اہل سنت سے خارج ضرور ہے۔''

(فتاویٰ شارح بخاری 3/234، دائرۃ البرکات گھوسی)

ایک جگہ اور تحریر فرماتے ہیں:

''شادی بیاہ کے تمام رسموں میں دیوبندیوں سے اختلاط، ان کے ساتھ نشست و برخاست، ان کے ساتھ خورد و نوش لازمی طور پر ہوتا ہے پھر شادی کے بعد آمد و رفت خلط و ملط باقی رہتا ہے، اس لیے کسی دیوبندی (خواہ جاہل ہی کیوں نہ ہو) کی لڑکی سے شادی کرنا جائز نہیں۔'' (ایضاً: ص 287)

ہاں! اگر وہ اپنی بدمذہبیت سے سچی توبہ کر کے اہل سنت میں داخل ہو جائے اور اُن مولویوں سے (جس کے پیچھے نماز پڑھتا تھا) حتّٰی کہ اپنے بدمذہب رشتے داروں سے قطع تعلق کر دے، اس کے بعد کچھ مدت دیکھ لیا جائے اگر وہ سنیت پر قائم رہے تو شادی بیاہ ہو سکتی ہے ورنہ جائز نہیں، فتاویٰ عالگیری میں ہے:

''اَلْفَاسِقُ إِذَا تَابَ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ مَا لَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ زَمَانٌ يَظْهَرُ عَلَيْهِ أَثَرُ التَّوْبَةِ اھ ترجمہ: اگر فاسق توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس پر توبہ کے آثار ظاہر ہونے کے بعد کوئی مدت نہ گزر جائے۔''

(الفتاوی العالمکیریۃ، 3/468، ط: المطبعۃ الکبری الأمیریۃ ببولاق مصر)

فتاویٰ علیمیہ میں ہے:

''دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں ہو سکتی، بلکہ چند سال تک دیکھا جائے گا۔'' (2/129۔ شبیر برادرز لاہور)

منظومات

مسجدوں میں آنا جانا بھی نبی کی نعت ہے

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی بارہ بنکوی، مسقط، عمان)

غم کے ماروں کو ہنسانا بھی نبی کی نعت ہے
گرنے والوں کو اٹھانا بھی نبی کی نعت ہے

صرف جلسوں تک نہ رکھو اُن سے اظہارِ وفا
مسجدوں میں آنا جانا بھی نبی کی نعت ہے

سَرورِ کونین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے نماز
رب کے آگے سر جھکانا بھی نبی کی نعت ہے

عشق ہے اُن سے تو سب کو ساتھ میں لے کر چلو
مومنوں کے دل مِلانا بھی نبی کی نعت ہے

بھید مت کھولو کسی کا، تم کسی کے سامنے
عیب مومن کے چھپانا بھی نبی کی نعت ہے

بقیہ ص ۴۵ ر پر

روح کی تازگی مدینہ ہے

(از: مولانا نظام الدین بسمل مرکزی، الجامعۃ الرضویہ ہدایت المسلمین، سرلاہی)

روح کی تازگی مدینہ ہے
قلب کی روشنی مدینہ ہے

میں گدا ہوں رسول اعظم کا
میری تو زندگی مدینہ ہے

دنیا والوں سے کیا لگانا دل
جب میری ہر خوشی مدینہ ہے

اس پہ ہوگی نظر شہ دیں کی
جس کی بھی عاشقی مدینہ ہے

جس جگہ ہے ملائکہ کا ہجوم
آپ کا یا نبی مدینہ ہے

خلد بھی دیکھ کر ہے حیرت میں
تجھ میں وہ دلکشی مدینہ ہے

راحت جاں کے واسطے بسملؔ
کیا کوئی اور بھی مدینہ ہے

یاروں کے یار ولیوں کے سردار علی ہیں

(از: پھول محمد نعمت رضوی، امام احمد رضا لائبریری سرلاہی نیپال)

مشکل کشا ہیں حیدر کرار علی ہیں
یاروں کے یار ولیوں کے سردار علی ہیں

حارث ہی کیا مرحب کو بھی جس نے ہے پچھاڑا
دین نبی کے ایسے علم دار علی ہیں

جو سر بکف آجاتے ہیں ہر جنگ میں پہلے
آقائے دو جہاں کے وہ دلدار علی ہیں

خیبر شکن ہیں اور ہیں دروازہ علم کے
دم دار بھی علی ہیں وفادار علی ہیں

ہارے نہیں کسی سے وہ آئے ہیں جیت کر
جس جنگ میں بھی فوج کے سالار علی ہیں

مولائے کائنات بھی ہیں بوتراب بھی
صدیق و عمر عثماں کے وہ یار علی ہیں

ڈالو جو گلے میں تو ہو ایمان بھی تازہ
ایسے حسین پھول کے اک ہار علی ہیں

ہیں پنجتن پاک میں اک سرور کونین
حسن و حسین فاطمہ سرکار علی ہیں

بقیہ ص ۱۱ ر پر

جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف)

امام بوحنیفہ کی نقیب و ترجمان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے

ضلالتوں کی وادیوں میں حق نما اذان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے

ظفر، نعیم، حامد و حسن امامِ کوٹلی
ابوذر و ضیاء دیں، سلام و امجد علی
بڑے بڑے بزرگوں کی حسین داستان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے

رضائے مصطفیٰ بریلی کے کئی ہیں شعبہ جات
انھیں میں سے اشاعت کتب، ہے اور صحافیات
عروج وارتقائے دیں بلندی کا نشان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے
سیاسی گاؤ کش کمیٹی ہندو مسلم اتحاد
دکھا کے آئنہ مٹائی ایسے فتنۂ وفساد
زمیں پہ اعتدال کا بلند آسمان ہے
جماعتِ رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے
ہوائیں ہند میں چلیں جو شدھی ارتداد کی
خدا کے فضل سے اسے بھی برملا شکست دی
وہ حامی وامان ہے وہ دیں کا پاسبان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے
وہابی کی زمیں پہ ہے بپا ابھی بھی زلزلہ
حضور حشمتِ علی کا واہ کیا ہے مرتبہ
قلم کی ضربِ ضار سے عدو لہولہان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے
امیدیں لے کے آتے ہیں غریب وفاقہ کش یہاں
بصد خلوص بھرتے مرادوں سے وہ جھولیاں
سخاوت وعنایت وکرم کا نوری خوان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے
جسیمؔ اس سے منسلک ہزاروں ممبران ہیں
نثار اس کے پھول پر رضا کے عاشقان ہیں
محبتوں عنایتوں کا ایسا گلستان ہے
جماعت رضائے مصطفیٰ رضا کی شان ہے

قائد ملت کے ہاتھوں ۲۴ مفتیان کرام کی دستار

اور فتاویٰ ازہری دار الافتاء سمیت کئی کتب ورسال کی رونمائی

جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری صاحب قبلہ کی ذات مرجع عقیدت ہے، آپ نے جہاں "قاضی القضاۃ فی الہند" کی مسند کو زینت بخشی وہیں سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بھی اشاعت کا فریضہ انجام دیا، جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقبولیت عامہ عطا کی ہے کہ دل کھینچے چلے آتے ہیں، جس محفل میں جاتے ہیں شمعِ محفل اور جانِ محفل بن جاتے ہیں۔

الحمد للہ ۶ رنومبر ۲۰۲۳ء پیر کی شب تھی، سرزمین ناسک میں امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر اور جماعت رضائے مصطفیٰ نے بزمِ نور ونکہت آراستہ کی، JMCT Polytechnic college کے وسیع گراونڈ پر محفل سجی تھی، خلقِ کثیر کا اژدہام تھا، شوق وذوق کے ساتھ لوگ دیوانہ وار حاضر ہوئے، قرب وجوار سے ہزاروں افراد پہنچے، حضور عسجد میاں کی ناسک آمد پر دیدار کے لیے بڑا مجمع اُمڈ پڑا، چہرۂ تاباں ایسا کہ زبان پر بے ساختہ سبحان اللہ کا پاکیزہ کلمہ سج جاتا ہے، اعلیٰ حضرت سے نسبت کا نور اور تقویٰ کا اظہار چہرۂ مبارک سے ہوتا ہے، اللہ والوں کا دیدار دل کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیتا ہے، کردار باطن کی تابندگی کی گواہی دیتا ہے، ایسے ہی بندۂ مومن کے لیے کہا جاتا ہے کہ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

ابھی شب کا دامن دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ حضور عسجد میاں محفلِ نور میں جلوہ بار ہوئے، مسند پر بکثرت علمائے اہلِ سنّت رونق افروز تھے، کئی علمائے کرام کے ایمان افروز، مصلحانہ اور فکر انگیز بیانات ہوئے، کئی پیغامات دئیے گئے، عقائد کی اصلاح کے ساتھ ہی اعمال کی اصلاح اور سنیت ومسلکِ اعلیٰ حضرت پر ثابت قدمی کا درس دیا گیا، ذکر تھا حضور عسجد میاں دامت برکاتہم العالیہ کا، ہزاروں ہزار افراد اس نیت سے تشریف لائے تھے کہ زیارت کا شرف حاصل کریں گے، ان میں بکثرت افراد بیعت کی سعادت سے باریاب ہوئے، حضور عسجد میاں نے فرمایا:

"ہزار عابد پر ایک عالم بھاری ہے، عالم کا مقام بہت بلند وبالا ہے، شیطان جاگتے ہوئے عابد سے نہیں ڈرتا لیکن سوتے ہوئے عالم سے ضرور ڈرتا ہے، بدمذہبوں کا رد کرو، بد دینوں کی مجلس سے دور رہو، یہ بدمذہب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے اختیارات کو جھٹلانے اور گھٹانے کا کام کرتے ہیں لیکن یاد رہے دنیا میں کسی کا بھی نائب ہوتا ہے اُس کے پاس کچھ نہ کچھ اختیارات ہوتے ہیں تو پھر اللہ کریم کا جو نائب ہے وہ کتنے اختیارات والا ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں، اس کی ترجمانی حضور تاج الشریعہ نے اس طرح اپنے شعر میں فرمائی ؎

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

آپ نے مزید فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک صحابی حضرت ربیعہ خدمت پر معمور تھے، ایک روز دریائے رحمت جوش میں آیا تو سرکار ﷺ نے صحابی سے فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو انہوں نے جنت میں آپ کا پڑوس مانگا، آپ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ کہا کہ جا تجھ کو ملے گا جو تو چاہتا ہے، وہ صحابی تھے وہ جانتے ہیں مگر آج کے منکر نہیں جانتے۔

ہمیں اور آپ کو وہ راستہ اختیار کرنا ہوگا جو صحابہ کا راستہ ہے، جو تابعین عظام کا راستہ ہے، غوث اعظم، خواجہ غریب نواز، اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند اور تاج الشریعہ کا اور بزرگوں کا راستہ ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا ؎

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

مدارسِ دینیہ سے ایسے قابل علما تیار کیے جائیں جن سے اسلامی تعلیمات واحکام لوگوں تک پہنچیں، علمائے ناسک، جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ناسک کے ارکان اور "امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک" کے ذمہ داران کے علاوہ تمام معاونین نے اسی اہم خدمت دین کو انجام دیا، میری دعا ہے کہ جن ۲۴ رمفتیان کرام کو آج سند فراغت و دستار دی گئی، ان کے ذریعے دینِ اسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب ترویج واشاعت ہو۔“

ازیں قبل مفتی رحمت علی امجدی استاذ ادارہٰذا، مفتی حسن رضا مصباحی اور مولانا انیس عالم سیوانی نے بھی بصیرت افروز، نصیحت آموز اور فکر انگیز خطاب فرمایا، اس موقع پر خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری بھی مسند پر جلوہ بار تھے، اس درمیان نغمات نعت رسول مقبول ﷺ بھی گنگنائے جاتے رہے، جناب سید کیفی علی رضوی کی والہانہ مدحت سے بزم معطر ہوگئی، نظامت کے فرائض ادارہ کے روح رواں وصدر شعبۂ افتا حضرت ابوالاختر مفتی مشتاق احمد امجدی (صدر مدرس ادارۂ ہذا) نے انجام دیئے، اس موقع پر قائد ملت حضور عسجد میاں کے دست مبارک سے کئی کتب ورسائل کا اجرا عمل میں آیا جن میں سرفہرست (۱) فتاویٰ ازہری دارالافتاء مولف مفتی مشتاق احمد امجدی، یہ مجموعۂ فتاویٰ ”امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر“ کے شرعی محکمہ ”ازہری دارالافتاء“ سے جاری شدہ کم وبیش ڈھائی سو فتاویٰ کا ایک مستند ومعتمد گلدستہ ہے جو رضا سینٹر کا شاہکار کارنامہ ہے، یہ مجموعۂ فتاویٰ بڑے سائز کے ۶۱۶ رصفحات پر مشتمل ہے، اس کی اشاعت دیدہ زیب وخوشنما ٹائٹل اور عمدہ ومعیاری کاغذ پر ہوئی، اس کی اشاعت ادارہ ہذا کے اشاعتی پلیٹ فارم ”مکتبۃ الرضا“ سے ہوئی، اس قبل بھی یہاں سے کئی کتب ورسائل شائع ہوئے ہیں۔

(2) لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کا شرعی حکم، مرتب مفتی مشتاق احمد امجدی، مطبوعہ جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ ناسک (3) جلوس ومیلاد کیوں اور کیسے؟ مصنف فتی مشتاق احمد امجدی، مطبوعہ جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ ناسک (4) تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت، کنز ترجمہ مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ باگل کرناٹک (5) تمہید ایمان انگلش ترجمہ، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں (6) فتنۂ ارتداد اور اسباب وتدارک، از مفتی مشتاق احمد امجدی، مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ کاسودہ (7) لعن یزید پر اعتراضات کا تنقیدی محاسبہ (از مولانا عارف حسین)

سلام و دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی، فلسطینی مسلمانوں کے لیے دعا کی گئی، مالیگاؤں، اورنگ آباد، پونہ، بقیہ ص ۲۵ ر پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
JANUARY - 2024
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ فروری ۲۰۲۴ء
FEBRUARY-2024 Rs. 30/-

حضور جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

- وہ لذت آشنا ہی نہیں
- مسئلۂ فلسطین اور مسلم حکمراں
- شب برأت اور اس میں ہونے والی خرافات
- ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- اسلامی سزاؤں پر شکوک وشبہات اور ان کا ازالہ

شب برأت! فضائل ومعمولات

- مفتی اعظم ہند اور مسئلۂ جماعت وتر
- مسجد اقصیٰ خطرات کے سائے میں
- ہسپانیہ پر اہل عرب کا تحقق کیوں نہیں

سات حروف پر نزول قرآن

مُدیر: مُفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ھند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

منبع اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی ادبی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۲
Issue No. 2
Vol. 9 جلد نمبر 9

۱۴۴۵ھ
شعبان المعظم
فروری ۲۰۲۴ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

- قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے
- سالانہ ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
- سالانہ ۶۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
- پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپے
- امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دو پہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سُنّی دُنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شب برأت

اور اس میں ہونے والی خرافات

ادار یہ

شعبان المعظم کی پندرہویں شب یعنی شب برأت نہایت ہی فضیلت و برکت والی راتوں میں سے ایک ہے، اس کے فضائل میں ۱۳ر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرفوعاً احادیث مروی ہیں، جن میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے واضح لفظوں میں شب برأت کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی ہے، خود مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شب جنۃ البقیع تشریف لے جاتے، مردوں کے لئے دعائے مغفرت فرماتے اور بے شمار ارواح کی بخشش کا مژدہ بھی سناتے تھے۔

چنانچہ خیر القرون سے اب تک سلفاً وخلفاً اہل ایمان اس رات اجتماعی طور پر اپنے گھروں اور مساجد میں جاگ کر خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت وریاضت مثلاً تلاوت قرآن پاک، نوافل کی کثرت، اوراد ووظائف اور زیارت قبور کرتے ہیں، لہٰذا تمام اہل ایمان کو چاہئے کہ اس موقع پر دن میں روزہ رکھیں اور رات میں شب داری کریں، تلاوت قرآن کریں، درود شریف کی کثرت کریں، گناہوں سے توبہ واستغفار کریں، اپنے والدین، احباب ورشتہ دار، اہل اسلام کی بخشش کی دعا کریں، جان ومال اور ایمان واسلام کی حفاظت کے لئے بارگاہ رب العزت میں فریاد کریں اور امت مسلمہ پر نازل ہو رہی آفتوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات کی بھی دعا کریں۔

خالق کائنات آئندہ سال واقع ہونے والے تمام امور کی تقسیم بھی شب برأت کو ہی فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔(پ ۲۵ر سورۂ دخان، آیت ۲ ر تا ۴) قسم ہے اس روشن کتاب کی، بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں، اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔“ (کنز الایمان)

مذکورہ آیات کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ”لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ“ سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے، اس رات میں زندہ رہنے والے، فوت ہونے والے اور حج کرنے والے سب کے ناموں کی فہرست تیار کی جاتی ہے، جس کی تعمیل میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس روایت کو ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے، اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ فہرست کی تیاری کا کام لیلۃ القدر میں مکمل ہوتا ہے، اگرچہ اس کی ابتدا پندرہویں شعبان کی شب سے ہوتی ہے۔ (ما ثبت من السنہ، ص ۱۹۴)

آج کل چند ناعاقبت اندیش مسلمان اپنی گاڑھی کمائی کے لاکھوں کروڑوں روپئے آتش بازی جیسے ناجائز وحرام کام میں پھونک دیتے ہیں، وہ بھی شب برأت جیسی متبرک رات میں! جبکہ یہ شب تو مغفرت ورحمت، برکت وفضیلت اور گناہوں سے چھٹکارے والی رات ہے اور ہم اس میں اللہ ورسول کی نافرمانی کر کے گناہوں کا ذخیرہ اکٹھا کر رہے ہیں، اس سے لازمی طور پر بچیں، امام اہل سنت فرماتے ہیں:

”آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برأت میں رائج ہے، بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے، قرآنِ مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا: قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ (پ ۱۵ر سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۶—۲۷) اور فضول نہ اڑا، بے شک اُڑانے (فضول خرچی کرنے) والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔“ (کنز الایمان)

از: مولانا محمد مشتاق جیلانی منظری*

سات حروف پر نزول قرآن صحیح احادیث کریمہ کی روشنی میں

اسلامیات

قرآن مجید کا سات حروف پر نازل ہونا ایک معرکۂ آرا مسئلہ ہے جس میں علمائے کرام نے دلائل کی روشنی میں اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کی پرزور کوشش کی ہے اور ہر ایک نے دلائل و براہین کے ذریعہ اس مسئلے میں وارد شدہ احادیث مبارکہ کی توجیہ بیان کی ہے۔

زیر نظر مقالہ میں ہم حدیث کا تحقیقی تجزیہ کرکے اس کے مفہوم و مراد کو سمجھنے کی حتی الامکان کوشش کریں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت میں آسانی پیدا کرنے کے لیے امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو ایک سہولت یہ عطا فرمائی کہ اس کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی ہے کیوں کہ بعض اوقات کسی شخص سے کوئی لفظ ایک طریقہ سے نہیں پڑھا جاتا تو اسے دوسرے طریقہ سے پڑھ سکتا ہے، سردست ان احادیث کریمہ کو پیش کرتے ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے، امام مسلم علیہ الرحمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عند اضدۃ بنی غفار قال فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال ان اللہ یأمرک ان تقرأ امتك القرآن علی حرف فقال اسأل اللہ معافاته ومغفرته وان امتی لا تطیق ذلك ثم اتاہ الثانیة فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی حرفین فقال اسأل اللہ معافاته ومغفرته وان امتی لاتطیق ذلك ثم جاہ الثالثة فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی ثلاثة احرف فقال اسأل اللہ معافاته ومغفرته وان امتی لا تطیق ذلك ثم جاہ الرابعة فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی سبعة احرف فایما احرف قراوا علیه فقد اصابوا۔(صحیح مسلم شریف) ترجمہ: حضور علیہ السلام نہر بنی غفار کے پاس رونق افروز تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل علیہ السلا آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیتا ہے تو میں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت ومغفرت چاہتا ہوں کیوں کہ میری امت ایک حرف پر قرآن پڑھنے کی تاقت نہیں رکھتی، جبرئیل علیہ السلا دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی امت کو دو حرف پر قرآن کی تلاوت کا حکم دیتا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے پھر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت و مغفرت چاہتا ہوں، میری امت اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتی، جبرئیل علیہ السلام پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو تین حرفوں پر تلاوت کی اجازت دیتا ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت ومغفرت کا سوال کیا اور عرض کیا کہ میری امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، آخر کار جبرئیل علیہ السلام چوتھی مرتبہ حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی امت کو سات حرفوں پر قرآن مجید کی تلاوت کا حکم دیتا ہے، وہ سات حرفوں میں سے کسی بھی حرف کی تلاوت کریں صواب ودرستگی پالیں گے۔“

حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم علیہما الرحمہ اپنی صحیحین میں نقل فرماتے ہیں:

”ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه کان یقول سمعت ہشام بن حکیم یقرا سورۃ الفرقان فی

حیاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستمعت لقراتہ فاذا ھو یقرا علی حروف کثیرة لم یقرئنیھا رسول اللہ فکدت اساورہ فی الصلاة فتصبرت حتی سلم فلبتہ بردائہ فقلت من اقراک ھذہ السورة التی سمعتک تقرا قال اقرئنیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت کذبت فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرئنیھا علی غیر ما قرات فانطلقت بہ اقودہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی سمعت ھذا یقرا بسورة الفرقان علی حروف لم تقرئنیھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلہ اقرء یاہشام فقرا علیہ القرآن التی سمعت یقرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک انزلت ثم قال اقرء یاعمر فقرات التی اقرانی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک انزلت ان القرآن انزل علی سبعة احرف فاقروا ماتیسر منہ۔(بخاری ومسلم) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا، میں نے غور سے ان کی قرأت سنی تو وہ کثرت سے ایسے حروف کی تلاوت کر رہے تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر حملہ آور ہوجاتا لیکن میں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور کہا یہ سورت تجھے کس نے سکھائی ہے؟ اس نے کہا حضور علیہ السلام نے مجھے یہ سورت تعلیم فرمائی ہے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو حضور علیہ السلام نے خود یہ سورت مجھے تعلیم فرمائی ہے (حضرت عمر کہتے ہیں) پھر میں اسے گھسیٹتا ہوا بارگاہ رسالت میں لایا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے سورۂ فرقان ایسے حروف کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے پایا جو آپ نے مجھے تعلیم نہیں فرمائی حالاں کہ آپ نے ہی مجھے یہ سورت سکھائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! ہشام کو چھوڑ دو اور اے ہشام! تم تلاوت کرو، حضرت عمر کہتے ہیں کہ ہشام نے اسی حروف کے ساتھ تلاوت کی جو نماز میں میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشام کی تلاوت کے اختتام پر فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر مجھ سے فرمایا اے عمر! تم تلاوت کرو تو میں نے وہی قرأت کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم فرمائی تھی، میری قرأت کے اختتام پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔"

لہٰذا جو تم کو آسان لگے اسے پڑھو، امام ترمذی علیہ الرحمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل عند احجار المروة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لجبریل انی بعثت الی امة امیین فیھم الشیخ والعجوز والکبیر والغلام فمرھم فلیقروا القرآن علی سبعة احرف۔(ترمذی شریف) مروہ کے پاس حضور علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام نے ملاقات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں امی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جن میں شیخ فانی، کمزور ضعیف عورتیں اور بچے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ان کو سات حرفوں پر قرآن پڑھنے کا حکم دیجیے۔"

اختلاف قراءت کے فوائد

کوئی سوچ سکتا ہے کہ آخر ان اختلافات میں کیا خوبی اور کیا حکمتیں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان اختلافات میں بہت سے فوائد اور بہت سی حکمتیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱ اگر یہ بات لازم قرار دے دی جاتی کہ قرآن کی تلاوت فقط ایک ہی حرف پر روا ہوگی اور اس سے عدول کرنا جائز نہیں تو اہل عرب پر یہ چیز شاق گزرتی اور انہیں بڑی دقت کا سامنا کرنا

پڑتا کیوں کہ ان کے لہجوں اور لغتوں میں کثیر اختلافات پایا جاتا ہے،عرب میں بے شمار قبائل تھے اور ہر قبیلے کا لہجہ اور لغت دوسرے سے مختلف تھی اور اس پر طرہ یہ ہے ان کی اکثریت ان پڑھ تھی، معدودے چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے لہٰذا ایک قبیلے کو دوسرے قبیلے کا لہجہ اور طرز ادائے گی اختیار کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور اکثر لوگ مشق وتمرین کے بعد بھی دوسرے قبیلے کے لہجے کو اختیار کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت پر آسانی وسہولت کے پیش نظر قرآن کو سات حرفوں پر نازل فرمایا اور امت کو ان میں سے ہر حرف کی پڑھنے کی اجازت دے دی۔

۲ امت کے لیے اس میں بہت نرمی، سہولت اور آسانی ہے کہ ان مختلف طریقوں میں سے جس طریق پر کوئی چاہے قرآن کی تلاوت کرے اس کی نماز جائز، اس کا مقصود حاصل اور اس کے لیے اجر ثابت۔

۳ اگر کوئی شخص تمام طرق کی قراءت کرے تو اس کا ثواب اس حیثیت سے بہت عظیم وکثیر کہ اس نے ان قرآتوں اور طریقوں کی تحقیق لفظ۔لفظ،حرف۔حرف حتیٰ کہ مدوں کی کثیر مقداروں اور املاوں کے فروق تک کے ضبط وحفظ اور ان سب کی مراعات میں بھر پور محنت صرف کی اور ان سب کی ادائیگی اور تلاوت سے شرف یاب ہوا، ظاہر ہے کہ محنت وعمل میں جس قدر زیادتی ہوگی ثواب میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا،ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (بے شک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا) سرکار علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

"افضل العبادات احمزھا۔ بہترین عبادت وہ ہے،جس میں مشقت زیادہ ہو۔

۴ ان اختلافات کے باعث اہل علم واجتہاد کے لیے معانی میں فکر وتدبر کی مزید راہیں کھلتی ہیں، ہر قراءت کے نظم کی عبارت، دلالت، اشارت اور اقتضا سے احکام ومسائل کے استنباط کا امکان پیدا ہوتا ہے، ہر کلمۂ مختلف یا مختلف کلمات کی توجیہ، تعلیل اور ترجیح ظاہر کرنے پر تحقیقی وتدقیقی نظر کا موقع ملتا ہے اور ان سب میں فکر واجتہاد سے کام لے کر واقعتاً انہوں نے بے شمار شرعی احکام کا استخراج کیا، جس سے امت کو اپنے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے مسائل واحکام دستیاب ہوئے، بہت سی آسانیاں بھی ملیں اور ان مسائل واحکام پر عمل کر کے وہ اجر وثواب کی مستحق ہوئی اور ہوتی ہے، ان سب کا ثواب اصحابِ اجتہاد واستنباط کو بھی ملتا ہے، ان کا ذاتی ثواب، علمی رفعت، امتیازی فضل وشرف اور دوسرے عمومی فوائد کا حصول مزید برآں۔

۵ پھر ان کثیر اختلافات اور ان کی بقا میں حفاظت ربانی کا اعجاز بھی نمایاں ہے کہ اس نے اپنی مقدس کتاب کو ان تمام وجوہ کثیرہ اور قراءات مختلفہ کے ساتھ، اسی عالم رنگ وبو اور اسی دنیائے متغیر میں ہر قسم کی تحریف اور تغیر وتبدل سے محفوظ رکھا۔

۶ اس میں اس امت مرحومہ کے فضل وشرف اور عند اللہ اس کی عظمت ومحبوبیت کا بھی اظہار ہے کہ دیگر امتوں کو ایک ہی طرز وطریق پر کتابیں ملیں اور یہ امت ان طرق کثیرہ سے بہرہ ور ہوئی۔

۷ اگر قراءتوں کے تنوع پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر قراءت علیحدہ آیت کا حکم رکھتی ہے، مثلاً ملک اور مالک دونوں قراءتوں کے اعتبار سے ملک یوم الدین اور مالک یوم الدین گویا دو آیتیں ہیں ایک سے ہمیں یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کی صفت اور اس کا نام ہے، بادشاہ روز جزا، اور دوسری سے اس کی ایک اور صفت" مالک روز جزا؛ معلوم ہوتی ہے، اسی لیے اصول فقہ میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ دو قراءتیں، دو آیتوں کا حکم رکھتی ہیں، اس طرح صرف ایک کلمہ میں اختلاف قراءت کے باعث ہمیں دو یا زیادہ حکم معلوم ہو جاتے ہیں، جو الگ الگ بیان ہوتے تو دو یا زیادہ آیتوں کی ضرورت ہوتی اور موجودہ صورت میں صرف کلمات کے اندر اختلافات قراءت کئی آیات کی ضرورت پوری کر دیتے ہیں۔

لہٰذا اگر اختلاف قراءت کے بجائے علیحدہ علیحدہ قرآتیں، الگ الگ آیتوں میں ہوتیں تو بہت زیادہ طویل واطناب ہوتا، صرف قراءتوں کے مختلف اور آیتوں کے متحد رہنے میں کمال ایجاز کا ظہور ہے کہ دیکھنے میں تو آیات مختصر ہیں مگر بلحاظ تعدد قراءت،

معانی بہت زیادہ اور ایک آیت کئی آیتوں کے مضامین پر مشتمل ہے، اس نوع کا کمال ایجاز بھی قرآن کریم کا عظیم اعجاز ہے، جس کی مثال کسی اور کتاب میں نہیں مل سکتی۔

۸ بعض مقامات میں ایک قراءت، دوسری قراءت کے اجمال کی تفسیر وتفصیل کردیتی ہے، مثلاً ایک قراءت میں یطھرن تخفیف کے ساتھ ہے، دوسری میں یطھرن تشدید کے ساتھ ہے، پہلی کا معنی وہ پاک ہوجائیں، دوسری کا معنی وہ خوب پاک ہوجائیں دوسری قراءت پہلی قراءت کی تفسیر کردیتی ہے، ایک قراءت میں ہے، فامضوا الی ذکرِ اللہ دوسری میں فاسعوا الی ذکرِ اللہ۔ پہلی کا معنی (جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو) تو خدا کے ذکر کی طرف چل پڑو۔ دوسری کا معنی اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ پہلی قراءت سے دوسری کی تفسیر ہوگئی کہ مقصود یہ ہے کہ ذرا چستی کے ساتھ چل پڑو۔ دوڑ نا مراد نہیں۔

(تدوین قرآن، ص 187 مطبوعہ: المجمع الاسلامی، بحوالہ اتقان، ج 1 ص 84)

۹ یادرہے کہ چونکہ سات طریقوں پر نزول قرآن کا مقصد دفع حرج اور امت کے لیے آسانیاں مہیا کرنا تھا اسی لیے قران کے تفاوت الفاظ وکلمات سے اس کے معانی واحکام میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ایک قراءت کی رو سے کوئی متعین چیز حلال ہو تو دوسری قراءت کی رو سے وہ حرام ہو اور نہ اس کا عکس۔ جیسا کہ امام مسلم علیہ الرحمہ نے ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ سبعۃ احرف میں الفاظ وکلمات میں اختلاف ہے، حلال وحرام میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ وہ تمام حروف معانی ومطالب کی رو سے یکساں ہیں۔ (صحیح بخاری شریف)

سبعۃ احرف والی احادیث کے مطالعے سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ساتوں حروف کا نزول من جانب اللہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ والے واقعہ میں پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہشام کی قراءت سن کر فرمایا کہ یہ سورت؟ اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت سنی جو حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت سے مختلف تھی اس کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت اس طرح نازل ہوئی ہے نیز امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ دونوں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”قال اقرانی جبرائیل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده ویزیدنی حتی انتھی الی سبعة احرف۔ (صحیح بخاری شریف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک حرف پر قرآن سکھایا میں ان سے مسلسل زیادتی کا سوال کرتا رہا اور وہ (بحکم الٰہی) زیادتی کرتے رہے حتیٰ کہ قرآن کی سات قراءتیں ہوگئیں۔“

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سات حرف منشا الٰہی کے عین مطابق تھے لہٰذا یہ گمان ہرگز نہ کیا جائے کہ سات حرفوں کی وسعت وگنجائش بندہ کی اپنی خواہش کے تابع تھی یعنی اگر کسی کو قرآن کے کسی فرد بشر کو کسی لفظ کو ادا کرنے میں دشواری محسوس ہوتی تو وہ اس کے مرادف سے اس لفظ کو تبدیل کرلیتا۔ اگر یہ صورت جائز ہوتی تو اعجاز قرآن باقی نہیں رہتا پھر ہر شخص اپنی آسانی کے لحاظ سے قرآن میں تبدیلی کرلیتا حالاں کہ قرآن میں کسی بھی قسم کی تبدیلی ناممکن ہے، ارشاد الٰہی ہے:

”انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ (سورۂ حجر، آیت 9) ترجمہ: ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

”قال الذین لا یرجون لقائنا ائت بقرآن غیر ھذا او بدله قال ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ (سورۂ یونس، آیت 11) ترجمہ: جو لوگ ہم سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آئیے یا اس کو ہی تبدیل کرلیجیے آپ فرمادیجیے کہ میں اس میں اپنی طرف سے ہرگز

اسلامیات

کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا میں فقط اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

احادیث کریمہ سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ امت کو کسی ایک حرف پر پڑھنے کا پابند نہیں کیا گیا بلکہ یہ اختیار دیا گیا کہ وہ سات حروف میں سے کسی حرف کو اختیار کرلیں ان کا پڑھنا درست مانا جائے گا، اس لیے حضور علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں صراحتاً فرمایا: فاقروا ماتیسر منه جو تمہیں آسان لگے اسے پڑھو، نیز اس حدیثِ پاک میں وارد ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما دونوں کی تصویب فرمائی۔

سات حرفوں پر نزول قرآن کے معانی ومفاہیم

جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہونے کے معانی ومطالب کے بیان میں علمائے کرام کے مابین کثیر اختلاف پایا جاتا ہے ہر ایک نے اپنے فہم اور قوتِ اجتہاد کے ذریعے سبعۃ احرف کے معنی متعین کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں مسئلہ ہذا کے متعلق علمائے کرام کے تقریباً چالیس اقوال نقل کیے ہیں، ہم ان میں سے کچھ اقوال نقل کر کے ان کا تحقیقی تجزیہ پیش کرتے ہیں:

1 امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ کے نزدیک حدیث مذکور (یعنی قرآن مجید کا سات حروف پر نازل ہونے سے مراد) وہ اختلاف ہے جو سات امور سے تجاوز نہیں کرتا اس رائے کو ابن تیمیہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر عبدالعظیم زرقانی نے ''مناہل العرفان فی علوم القرآن'' میں اسی رائے پر اعتماد کیا ہے، نیز ڈاکٹر موسیٰ شاہین نے بھی اپنی تصنیف ''اللالی الحسان فی علوم القرآن'' میں اسی رائے کو قوی قرار دیا ہے، اب ہم ذیل میں اختلاف کی ان سات صورتوں کا بالتفصیل ذکر کرتے ہیں:

صورت اوّل

یہ اختلاف اسما کے افراد، تثنیہ جمع میں ہوگا، یعنی ایک قراءت کی رو سے کسی اسم کو مفرد پڑھا گیا تو دوسری قراءت میں اسے تثنیہ یا جمع پڑھا گیا یا مثلاً کسی جگہ کوئی اسم مذکر استعمال کیا گیا اور دوسری قراءت میں وہی اسم مؤنث استعمال کیا گیا جیسے:

''والذین هم لامنتهم وعهدهم راعون۔ (سورۂ معارج، آیت 32) ترجمہ: وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔''

اس آیت میں لفظ اماناتهم جمع اور واحد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

صورت دوم

تصریف افعال کا اختلاف: یعنی کسی فعل کو قراءتوں کے لحاظ سے ماضی اور مضارع ہر دو طرح تلاوت کیا جائے جیسے: فقالوا ربنا بعد بین اسفارنا۔ (سورۂ سبا، آیت 19) ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے سفروں میں بعد پیدا کردے۔

اس آیت میں لفظ بعد کو ماضی، امر ہر دو صیغوں پر وارد ہوا ہے، نیز اسے ابواب کے اختلاف کے ساتھ بھی پڑھا گیا۔

صورت سوم

وجوہ اعراب کا اختلاف: یعنی لفظ واحد مختلف اعراب کے ساتھ وارد ہوا ہو، افعال میں اس کی مثال لایضار کاتب ولا شهید۔ (سورۂ بقرہ، آیت 282) ترجمہ: نہ گواہ کو ضرر دیا جائے اور نہ کاتب کو۔

اس آیت میں لفظ یضار میں را کا فتحہ اور رفعہ دونوں پڑھا گیا ہے اور اس کی وجہ ''لا'' ہے جو یضار پر داخل ہے کیوں کہ ''لا'' ایک قراءت کے مطابق لائے نہی مانا گیا، چناں چہ لائے نہی کے بعد فعل مجزوم ہوتا ہے اس لیے لایضار میں ''را'' کا فتحہ پڑھا گیا اور دوسری قراءت کی رو سے ''لا'' کو لائے نفی تسلیم کیا گیا اور اس کے بعد فعل مرفوع ہوتا ہے اس لیے لایضار میں را پر رفعہ پڑھا گیا، وجوہ اعراب کے اختلاف کی مثال اسما میں ذو العرش المجید ہے۔ (سورۂ بروج، آیت 15)

درج بالا آیت میں ''المجید'' کو مرفوع اور مجرور ہر دو طرح تلاوت کیا گیا، اوّل کی وجہ ہے کہ وہ ذو کی صفت ہے اور ثانی کی

وجہ یہ ہے کہ وہ العرش کی صفت ہے۔

صورت چہارم

اختلاف نقص وزیادتی: یعنی آیت کریمہ کی ایک قراءت میں کسی لفظ کی زیادتی ہے لیکن دوسری قراءت میں وہ زیادتی مذکور نہیں ہے، مثلاً آیت مبارکہ: واعدلھم تجری تحتھا الانھار۔ (سورۂ توبہ، آیت 100) میں لفظ تحتھا سے قبل من نہیں ہے لیکن دیگر قراءت میں اس سے پہلے من کا اضافہ ہے۔

صورت پنجم

اختلاف تقدیم وتاخیر: بعض آیات میں تقدیم وتاخیر کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے جیسے: وجاءت سکرۃ الموت بالحق۔ (سورۂ ق، آیت 19) ترجمہ: موت کی سختی حق کے ساتھ آئی، اس آیت مبارکہ کو وجاءت سکرۃ الحق بالموت بھی پڑھا گیا ہے لیکن ثانی الذکر قراءت خط عثمانی کے موافق نہیں اسی وجہ سے اسے ترک کردیا گیا اور اس کا شمار منسوخ التلاوت آیات میں ہوتا ہے۔

صورت ششم

اختلاف ابدال: یعنی کسی کلمہ کو ایک قراءت میں علیحدہ الفاظ کے ساتھ پڑھا اور دوسری قراءت میں علیحدہ الفاظ کے ساتھ پڑھا اور دوسری قراءت میں اس کے برخلاف پڑھا گیا جیسے: وانظر الی حمارك ولنجعلك آیة للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا۔ (سورۂ بقرہ، آیت 259) ترجمہ: آپ اپنے گدھے کی طرف دیکھیے اور ہم آپ کو لوگوں کے لیے نشانی بناتے ہیں آپ اس کی ہڈیاں کی طرف دیکھیے کس طرح ہم اسے جمع کرتے ہیں۔

اس آیت میں ننشزھا کو ننشرھا را کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

صورت ہفتم

اختلاف لہجات ولغات: بعض آیتوں میں لہجوں اور لغتوں کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے جیسے فتح وامالہ، ترقیق وتفخیم، اظہار وادغام وغیرہ مثلاً: وھل اتاك حدیث موسیٰ۔ (سورۂ طٰہٰ، آیت 9) میں لفظ اتی میں فتح اور امالہ دونوں طرح تلاوت کیا گیا، اسی طرح موسیٰ میں بھی فتح اور امالہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ (اللالی الحسان فی علوم القرآن)

ان مذکورہ ساتوں صورتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں وارد شدہ سات حروف سے مراد سات قراءت متواترہ ہیں لیکن محمد بن محمد ابوشہبہ نے اپنی کتاب "المدخل لدراستہ القرآن الکریم؛ میں بڑے سخت الفاظ میں اس قول کی تردید فرمائی ہے اور ابوبکر بن عربی، امام قرطبی، مکی بن ابی طالب اور دیگر علمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ قرآن کے سات حرفوں پر نازل ہونے سے مراد ائمہ کرام کی سات قراءت متواترہ نہیں ہے۔

2 جمہور علمائے کرام (جن میں سفیان بن عیینہ، ابن جریر طبری، امام طحاوی، امام قرطبی، ابن عبدالبر بھی شامل ہیں) ان کی رائے یہ ہے کہ سات حرفوں سے مراد عرب کی سات مشہور لغتیں ہیں جو کلمہ واحدہ میں جاری ہوتی ہیں، ان کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں اور معانی میں اتفاق ہوتا ہے، یا کم ازکم معانی میں تقارب ہوتا ہے، البتہ ان سات کلمات کے معانی میں تضاد وتناقص نہیں ہوتا مثلاً ھلم، اقبل، تعال، الی، نحوی، قصدی، قربی۔

یہ سات مختلف الفاظ ہیں جن کے معنی ایک ہیں یعنی مخاطب کی توجہ کو اپنے طرف مائل کرنا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کا ہر کلمہ سات لغات میں پڑھا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ معنی کی ادائیگی میں الفاظ واختلاف کی انتہا سات حرفوں پر ہوگی یعنی اگر کسی معنی کی تعبیر میں چند لغات متفق ہیں تو اسے ایک لفظ سے تعبیر کیا گیا اور جس کلمہ کی تعبیر میں لغات میں اختلاف ہے تو اسے حسب الضرور دو لفظ سے یا تین لفظ سے تعبیر کیا علیٰ ھذا القیاس۔ قرآن میں یہ الفاظ کی تعبیرات سات حرفوں کی انتہا کو پہنچ گئی، قرآن عرب کی جن لغات پر نازل ہوا علمائے کرام نے ان کے حسب ذیل اسما بیان کیے ہیں:

(۱) لغت قریش (۲) لغت ھذیل (۳) لغت ثقیف (۴) لغت ہوازن (۵) لغت کنانہ (۶) لغت تمیم (۷) لغت

اسلامیات

یمن۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ ان کانت الا صیحة ۔(سورۂ یٰسین 29) کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے الا زقیة واحدة پڑھا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ فاسعو الی ذکرِ اللہ (سورۂ جمعہ 9:) کو فامضوا الی ذکرِ اللہ تلاوت کیا اور ہر دو قراٴتوں کے معنی یکساں ہیں: للذین آمنوا انظرونا کو للذین آمنوا امهلونا، للذین آمنوا اخرونا، للذین آمنوا ارقبونا، مختلف الفاظ میں پڑھا گیا ان سب کے معانی ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔

حضرت شیخ محمد بن محمد ابوشہبہ نے رائے مذکور کو دیگر آرا پر ترجیح دی ہے اور اسے جمہور علماے کرام کا مؤقف بتایا ہے۔ حضرت شیخ ابوشہبہ اپنی تصنیف "المدخل لدراسۃ القرآن الکریم؛ میں لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ فی الوقت ہم قرآن مجید میں سات لغتوں کو نہیں پاتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا آج بھی وہ جملہ لغات قرآن میں موجود ہیں بلکہ حدیث پاک میں سات حرفوں سے کیا چیز مراد ہے، اس کے متعلق جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ اس سے عرب کے مشہور قبائل کی سات لغتیں مراد ہیں۔

3 سبعۃ احرف سے بعض علمائے کرام نے امر، نہی، حلال، حرام، حکم، متشابہ مثال مراد لیا ہے، علما کی ایک جماعت کہتی ہے کہ سات حرفوں سے مقصود وعد، وعید، حلال، حرام، مواعظ اور حکم، امثال ہیں، کچھ علما یہ فرماتے ہیں کہ ان سے محکم، متشابہ، ناسخ منسوخ، عموم، خصوص قصص مراد ہیں، بعض علما کی رائے یہ ہے کہ ان سے مراد مطلق، مقید، عام، خاص، مول، ناسخ، منسوخ ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی علما کی آرا ہیں لیکن ان میں سے کوئی قول لائق اعتنا نہیں کیوں کہ اگر ان اقوال میں سے کسی قول کو تسلیم کیا جائے تو قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کی جو حکمت بیان کی گئی ہے وہ مفقود نظر آتی ہے کیوں کہ احادیث میں اس کی حکمت صراحتاً امت کے لیے آسانی مہیا کرنا اور حرج ومشقت کو دور کرنا بتایا گیا ہے۔

واضح رہے کہ جمہور علماے کرام نے اس سلسلے میں جو رائے بیان کی (جس کو حضرت شیخ محمد بن محمد ابوشہبہ کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا) وہی صحیح معلوم ہوتی ہے، کیا آج قرآن میں وہ جملہ لغات موجود ہیں جن پر نزول قرآن ہوا یا نہیں؟: جن لغتوں پر قرآن مجید کا نزول ہوا کیا وہ تمام لغتیں اس وقت قرآن میں موجود ہیں یا نہیں اس کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضرت شیخ ابوشہبہ رقم طراز ہیں: قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کا مقصد الفاظ میں وسعت پیدا کر کے امت سے حرج کو دور کرنا اور ان کے واسطے آسانیاں فراہم کرنا تھا کیوں کہ وہ ایک امی قوم تھی ان کی لغتیں مختلف تھیں اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے قبیلے کی لغت اور لہجے کو اختیار کرنا بے حد دشوار گزار کام تھا اگر کوئی اس کا قصد کرتا تو بھی دشواری اور مشقت کے باوجود پوری طرح اس کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک معنیٰ کی ادائیگی کے لیے چند لغات استعمال کرنے کی اجازت عطا کر دی۔

یہاں تک کہ عربوں میں پڑھے لکھے لوگوں کی کثرت ہوگئی اور قبیلہ قریش کو دینی اور دنیوی سیادت حاصل ہوئی تو دیگر قبائل لغت قریش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت اختیار کرنے لگے کیوں کہ لغت قریش دیگر لغات میں آسان تھی، نیز اس میں بنسبت دیگر لغات کے مٹھاس و چاشنی زیادہ تھی۔ پھر رفتہ رفتہ قراءت کی توسیع اختلاف وتنازع کی محل بن گیا، ہر قبیلہ اپنی قراءت کو بہتر بتاتا اور دوسرے قراءت کو غلط قرار دینے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں غزوۂ ارمینیہ میں شام اور عراق کی فوجیں جمع ہوگئیں اور ان کی قراءتیں مختلف تھیں لہٰذا ان میں بعض بعض کی قراءت غلط سمجھتے اور برملا کہتے تھے، حرفی الذی اقرا بہ خیر من حرفک۔ (جس حرف کے ساتھ میں قراءت کرتا ہوں وہ تیرے حرف سے بہتر ہے) حضرت حذیفہ بن یمان حضرت عثمان کے پاس آئے اور عرض کیا اے امیر المومنین! میں نے مسلمانوں کو پایا کہ وہ اپنی کتاب میں اس طرح اختلاف کر رہے ہیں جیسے یہود ونصاریٰ اپنی کتاب میں اختلاف کر رہے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ میرے سامنے اختلاف کرتے ہو تو جو شہروں سے دور ہیں وہ اور زیادہ اختلاف

کریں گے، لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل حل وعقد صحابہ کے مشورہ سے اس بات کو لازم قرار دیا کہ سب لوگ ایک حرف پر قرآن پڑھیں لہٰذا آپ نے مصحف شریف کو لغت قریش پر لکھوا کر بلاد اسلامیہ میں بھجوایا اور دیگر نسخوں کو ضائع کرنے کا حکم صادر فرمایا لہٰذا اس طرح التزامی طور پر قرآن کی تلاوت لغت قریش پر ہونے لگی اور بقیہ چھ لغات ترک کر دی گئیں، ڈاکٹر عبد الفتاح ابو سنۃ اپنی تصنیف "علوم القرآن" میں قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''قال ابن عبدالبر فبان بهذا ان تلك السبعة الا حرف انما كانت في وقت خاص لضرورة دعت الى ذالك ثم ارتفعت تلك الضرورة فارتفع حكم هذه السبعة الاحرف وعاد مايقرأ به القرآن على حرف واحد۔ (علوم القرآن) ترجمہ: علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس بحث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھنا ضرورت کے پیش نظر ایک خاص وقت تک تھا جب ضرورت ختم ہو گئی تو ان سات حرفوں کا حکم بھی جاتا رہا اور قراءت ایک حرف پر لوٹ آئی۔''

علامہ طحاوی کے نزدیک قرآن کریم کو ابتداء ضرورت کے پیش نظر سات حرفوں پر پڑھنے کی اجازت دی گئی اور جب اس ضرورت کی تکمیل ہو گئی تو اس رخصت کو ختم کر کے ایک ہی حرف پر قرآن کی تلاوت کو قائم رکھا گیا آپ اپنی کتاب ''مشکل الآثار'' میں لکھتے ہیں:

''انما كانت السبعة للناس في الحروف لعجزهم عن اخذ القرآن على غير لغاتهم فوسع لهم في اختلاف الالفاظ اذا كان المعنى متفقا فكانوا كذالك حتى كثر منهم من يكتب وعادت لغاتهم الى لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستطاعوا بذالك حفظ الفاظه فلم يسعهم حينئذ ان يقرؤا بخلافها۔ ترجمہ: لوگوں کو (سات) حروف میں وسعت وگنجائش کی وجہ یہ تھی کہ وہ دیگر حضرات کی لغات پر قرآن کو اخذ کرنے سے عاجز وقاصر تھے، لہٰذا انھیں الفاظ وکلمات کے اختلاف میں وسعت عطا کی گئی بشرطیکہ ان سب الفاظ کے معانی متفق ہوں اور وہ اس طریقہ پر قائم رہے جب ان میں لکھنے والوں کی کثرت ہو گئی اور وہ لغتیں، لغت رسول کی طرف لوٹ گئیں اور اہل عرب لغت قریش کے الفاظ بآسانی یاد کرنے پر قادر ہو گئے تو اس وقت لغت قریش کے برخلاف قرآن پڑھنا ان کے لیے ممنوع ہو گیا۔''

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ علامہ ابن جریر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''ان القراة على الا حرف السبعة لم تكن واجبة على الامة وانما كان جائز الهم ومرخصالهم فيه فلما راى الصحابة ان الامة تفترق و تختلف اذا لم يجتمعوا على حرف واحد اجتمعوا على ذالك اجتماعا شائعا وهم معصومون من الضلالة ولم يكن في ذالك ترك واجب ولا فعل حرام۔ (الاتقان فی علوم القرآن) ترجمہ: قرآن کو سات حرفوں پر تلاوت کرنا امت کے لیے واجب وضروری نہیں تھا، صرف یہ ان کے واسطے جائز تھا اور اس میں انھیں رخصت دی گئی تھی جب صحابۂ کرام نے دیکھا کہ اگر امت ایک حرف کی تلاوت پر جمع نہیں ہوئی تو اس میں افتراق واختلاف پیدا ہو جائے گا تو انھوں نے سب کو ایک حرف پر جمع کیا اور یہ طریقہ رائج ہو گیا اور صحابہ گمراہی وضلالت سے مامون ومحفوظ تھے اور ایسا کرنے میں نہ کسی واجب کا ترک تھا اور نہ کسی حرام کا ارتکاب۔''

ان جلیل القدر علمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ امت کی آسانی وسہولت کے پیش نظر ابتدا قرآن کریم کو سات حرفوں پر تلاوت کرنے کی اجازت ورخصت دی گئی اور جب امت کو اس کی ضرورت نہیں رہی نیز یہ اجازت امت میں افتراق وانتشار کا سبب بننے لگی تو صحابۂ کرام کے اتفاق سے اس رخصت کو موقوف کر کے امت کو ایک قراءت پر جمع کر دیا گیا۔

◆◆◆

از: مفتی افتخار الحسن امجدی*

شب برأت! فضائل اور معمولات

اسلامیات

سال کے بارہ مہینوں میں کچھ دن اور کچھ راتیں ایسی ہیں جن میں پروردگار عالم جل جلالہ وعم نوالہ اپنے بندوں پر خصوصی نظر کرم اور لطف وعنایت کی موسلا دھار بارش برساتا ہے، ایسی مبارک ومسعود شب اور باعث برکت وموجب سعادت دنوں میں جو بندہ اپنے قیمتی لمحات اپنے خالق ومالک کی یاد اور نیکیوں میں گزارتا ہے وہ اللہ عزوجل کی خصوصی رحمت وعنایت اور کثیر اجر وثواب سے مالا مال ہوتا ہے بلکہ ان خصوصی روز وشب میں خدائے تعالیٰ کی رحمت اس قدر عام ہوتی ہے کہ بڑے بڑے مجرم ونابکار سچی توبہ کر کے گناہوں کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہوجاتے ہیں اور رب تعالیٰ کو راضی کر لیتے ہیں، ایسی ہی مخصوص راتوں میں ایک حسین وبابرکت شب شب برأت یعنی ماہ شعبان المعظم کی پندرہویں شب بھی ہے بلکہ ماہ شعبان کا پورا مہینہ ہی اللہ عزوجل کی طرف سے خصوصی رحمت وعنایت کے ایام ہیں اسی لیے اس ماہ کو "ماہ شعبان المعظم" کہا جاتا ہے۔

اس ماہ کی فضیلت و بزرگی پر کتب احادیث میں متعدد احادیث مرقوم ومکتوب ہیں سرور کون ومکاں سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، رقم الحدیث، ۴۸۸۹)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ماہ کی نسبت اپنی جانب فرما کر اس کی عزت وعظمت، فضل وشرف اور شان و بزرگی کو دوبالا فرما دیا، صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ماہ رجب کی آمد پر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا فرماتے تھے: اے اللہ ماہ رجب اور ماہ شعبان میں ہمارے لئے برکتوں کا نزول فرما اور ماہ رمضان کی بہارے ہمیں عطا فرما۔ (معجم الاوسط، رقم الحدیث ۳۹۳۹)

اس ماہ میں برکت نازل ہونے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا سے جہاں ماہ شعبان المعظم کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے وہیں آپ کا وصف رحمت دوعالم اور اپنی امت سے الف و پیار بھی آشکارہ ہے۔

شعبان المعظم میں رحمت عالم کا عمل

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان سے زیادہ کسی اور ماہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالی اپنا فضل اس وقت تک نہیں روکتا جب تک تم خود ہی نہ اکتا جاؤ۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث، ۱۹۷۰)

ماہ شعبان المعظم کے روزے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں محبوب تھے، اس کی وجہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمائی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ جس طرح ماہ شعبان المعظم کے روزے رکھتے ہیں اس طرح کسی اور ماہ کے روزے نہیں رکھتے آپنے فرمایا کہ یہ مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے لوگ اس سے غافل ہیں جبکہ لوگوں کے اعمال اس ماہ میں اللہ کریم کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (نسائی شریف حدیث نمبر ۲۳۵۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اس رات جنۃ البقیع میں تشریف لے گئے اور اپنی امت مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ گنہگاروں کی مغفرت و بخشش کی بشارت بھی سنائی چناں چہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ

* مضمون نگار دار العلوم قادریہ رضائے مصطفیٰ منورانی پور، جھانسی کے پرنسپل ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی آپ بیتی یوں بیان فرماتی ہیں: کہ ایک مرتبہ رات میں رحمت عالم ﷺ کو میں نے بستر پر نہیں پایا (جب میں نے تلاش کیا تو یکا یک) کیا دیکھا کہ آپ ﷺ جنۃ البقیع میں تشریف فرما ہیں (مجھے دیکھ کر) رحمت عالم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پندرہویں شعبان کی رات اللہ تعالیٰ اپنی (شایان شان) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

ماہ شعبان اور اصحاب رسول

اس ماہ کے آغاز ہی سے صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین تلاوت قرآن مجید اور زکوۃ کی ادائیگی میں مصروف ہوجاتے تھے صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ماہ شعبان آتا تو مسلمان قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوجاتے اور اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرتے تاکہ کمزور اور مسکین کو بھی روزہ رکھنے کی طاقت ملے۔ (ماذا فی شعبان ص ۴۴، للسید محمد بن علوی بن عباس المالکی)

شب برأت کی عبادت وفضیلت

اس ماہ کی پندرہویں شب یعنی شب برأت خاص طور سے اپنے دامن میں بے شمار رحمتیں، برکتیں، عظمتیں اور بخششیں سمیٹیں ہوئے آمد پزیر ہوتی ہے اور مسلمانان عالم کو دعوت عبادت و ریاضت اور بخشش وسخاوت دیتی ہے اور بندگان خدا میں صاحبان عقل وخرد اس رات کو اپنے معبود حقیقی کی طرف سے اپنے لئے نعمت عظمی اور غنیمت کبری سمجھ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور توبہ واستغفار، سجود وقیام میں رات اور تلاوت وصیام میں دن گزارتے ہیں، ان عبادت گزار اور شب بیدار افراد کیلئے مالک حقیقی کی جانب سے پوری رات یہ صدائے مسرت وشادمانی سنائی جاتی ہے کہ ہے! کوئی میرا بندہ جو مجھ سے مغفرت مانگے تو میں اسے پروانہ بخشش دوں، ہے! میرا کوئی بندہ جو مجھ سے رزق مانگے تو میں اسے رزق دوں، ہے! کوئی فلاں بندہ، ہے کوئی فلاں بندہ۔

مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی رات آئے تو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ اس رات غروب شمس سے آسمان دنیا پر (اپنی شایان شان) نزول فرماتا ہے اور صبح صادق تک ارشاد فرماتا ہے کیا ہے! کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں کیا ہے! کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں کیا کوئی (کسی بیماری میں) مبتلا ہے کہ میں اسے عافیت عطا کروں۔ (ابن ماجہ ۱۳۸۸)

کفارہ کی رات

حجۃ الاسلام علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف مکاشفۃ القلوب میں علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں ”علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، جمعرات ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور لیلۃ القدر عمر بر کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے یعنی ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور یاد الٰہی میں ساری رات جاگ کر گزار دینا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہوتا ہے اسی لئے اس رات کو کفارہ کی رات بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ منذری نے مرفوعاً یہ حدیث نقل فرمائی کہ جس نے دو عید راتیں اور پندرہ شعبان کی رات جاگ کر گزار دی تو ایسے دن میں جبکہ تمام دل مر جائیں گے، اس انسان کا دل نہیں مرے گا۔ (مکاشفۃ القلوب، ۲، ۶۳۲)

شفاعت کی رات

امام غزالی فرماتے ہیں اسے شفاعت کی رات بھی کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے تیرہویں کی رات اللہ سے اپنی امت کیلئے شفاعت کی، تو اللہ نے ایک تہائی امت کی شفاعت مرحمت فرمائی اور آپ نے چودہویں کی رات پھر امت کی شفاعت کی دعا کی تو اللہ دو تہائی امت کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائی پھر آپ نے پندرہویں کی رات اپنی امت کی شفاعت کی درخواست کی تو اللہ نے تمام امت کی شفاعت منظور فرمائی مگر وہ شخص جو رحمت الٰہی سے اونٹ کی طرح دور بھاگ گیا ہو اور گناہوں پر اسرار کر کے خود ہی دور سے دور تر ہوتا گیا ہو۔

(اس شفاعت سے محروم رہے گا)

مسلمان شب برأت میں کیا کریں؟

تمام سنی صحیح العقیدہ مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ اس رات کی آمد سے قبل جس طرح ممکن ہو آپسی تنازعات واختلافات دور کر کے صلح کرلیں اور بغض دنیوی دل میں نہ رکھیں رہی دینی دشمنی جو اللہ کے دشمنوں (وہابی، خارجی، رافضی، دیوبندی، چکڑالوی، مرزائی، نیازی، نیم رافضی وغیرہا فرقہ باطلہ) سے ہو وہ عین ایمان ہے، اگر قضا نمازیں باقی ہوں تو پہلے قضا نمازیں پڑھیں اور جن حضرات کے ذمہ قضا نماز نہ ہو وہ موقع کو غنیمت جان کر صلوۃ التسبیح وغیرہ نوافل پڑھیں، تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ تلاوت قرآن کریں صدقہ وخیرات کریں قبرستان جا کر اپنے مرحوم مسلمان ماں، باپ، بھائی، بہن، احباب، رشتہ دار اور جملہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کریں درود شریف کی کثرت کریں، ذکر الٰہی وذکر رسول کی محافل سجائیں، حمد ونعت اور منقبت پڑھیں اور سنیں، اپنے گناہوں سے سچی توبہ واستغفار کریں، اپنے اہل وعیال اور تمام مسلمانوں کی صحت وسلامتی کے لئے دعائیں کریں، دن میں روزہ رکھیں، خلاصہ یہ کہ حسنات کریں اور سیئات سے اجتناب کریں۔

ہندوستان میں اکثر مقامات پر اہل سنن چودہویں شعبان کو حلوہ بنا کر اپنے بزرگوں کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں مگر یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس رات سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے اور پیارے آقا ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا تھا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دندان شریف محبت رسول ﷺ میں توڑا اور حلوہ بنا کر کھایا تھا، اس واسطے حلوہ پر فاتحہ ضروری ہے یہ باتیں صداقت وسچائی پر مبنی نہیں کیونکہ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غزوہ احد ساتویں یا گیارہویں شوال کو واقع ہوا۔

لہٰذا مذکورہ خیال غیر صحیح ہے کہ فاتحہ کیلئے حلوہ ضروری ہے، اگر اس نیت کے ساتھ حلوہ بنائیں، فاتحہ دلائیں اور تقسیم کریں کہ نبی کریم ﷺ میٹھا پسند فرماتے تھے تو کوئی مضائقہ نہیں چناں چہ حدیث شریف میں ہے: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد محبوب رکھتے تھے۔ (ترمذی شریف) اللہ عزوجل کی رحمت کاملہ سے امید قوی ہے کہ حسن نیت پر ماجور ومثاب ہوگا الحاصل: یہ رات آتش بازی، فضول خرچی، کھیل کود، عیاشی مکاری اور دیگر فواحشات میں نہ گزاریں بلکہ اپنے رب کو راضی کرنے میں گزاریں۔ ◆◆◆

ص ۲۸ / کا بقیہ...........

چپ سادھے نہ بیٹھے رہیں بلکہ یہ بات لوح دل پر رقم کرلیں کہ القدس وہ اہم ترین سرزمین ہے جس پر اسلامی دنیا کی بقا کا دارو مدار ہے، اگر خدانخواستہ فلسطین محفوظ نہیں رہتا تو یاد رکھیں باقی اسلامی ممالک کی سالمیت بھی خطرے میں ہے، اللہ جل مجدہ قبلہ اوّل کی حفاظت فرمائے اور یہودیوں کو اسی طرح نشان عبرت بنائے جس طرح کبھی ابرہہ اور اس کے لاؤلشکر بنے تھے، وما ذالک علیک بعزیز یارب۔

◆◆◆

ص ۳۸ / کا بقیہ...........

اسرائیل کا نام ونشان مٹا دے اور جملہ مسلم ممالک میں اتحاد واتفاق پیدا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

◆◆◆

از: پٹیل عبدالرحمن مصباحی*

وہ لذت آشنا ہی نہیں

اسلامیات

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو مجموعی طور پر انسان کے افعال کا مرجع لذت ہے، چاہے کسی فعل کو انجام دے کر لذت کا حصول ہو یا کسی کام سے بچ کر حاصل شدہ لذت کی بقا، یعنی کبھی انسان کوئی کام کرتا ہے لذت پانے کے لیے اور کبھی کسی کام سے بچتا ہے موجودہ لذت کو زیادہ وقت تک باقی رکھنے کے لیے، مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان یا تو اپنے مخصوص افعال کے ذریعہ مخصوص قسم کی لذت پانے کے لیے کوشاں ہے یا پھر خاص قسم کے افعال سے دور رہ کر اپنی موجودہ لذت کو برقرار رکھنے کی جدو جہد میں ہے، پھر اگر لذت کے مفہوم یا معنی مراد پر غور کیا جائے تو فی زمانہ عام طور سے لذت کا لفظ سن کر مادی و جسمانی لذت کی طرف دھیان جاتا ہے، بلکہ حواس خمسہ سے حاصل ہونے والی لذتوں ہی پر آج کے عام انسان کا تصورِ لذت ختم ہو جاتا ہے۔

مثلاً آنکھ کے ذریعہ دلکش نظارے دیکھ کر حاصل ہونے والی لذت یا کانوں سے سریلی آواز و عمدہ نغمات سننے کی لذت یا بہترین خوشبو سونگھ کر قوت شامہ کے لطف اندوز ہونے کی لذت یا لامسہ کے ذریعہ جدا جدا مقامات پر الگ الگ طرح کے لمس سے پیدا ہونے والی لذت یا ذائقہ کے ذریعہ متنوع کھانوں اور مشروبات کی کیفیتوں سے پیدا ہونے والی لذت!

بہر حال آج کے انسان کا عام تصور؛ لذت کے سلسلے میں مادی و جسمانی لذت تک محدود ہے، بلکہ خبیث طبیعت والوں نے تو تصورِ لذت کو جنسی لذت تک ہی محدود کر رکھا ہے اور ہمہ وقت اس کے حصول کے لیے غلیظ سے غلیظ افعال میں ملوث نظر آتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ لذت کا مفہوم صرف جنسی و جسمانی لذت میں منحصر نہیں بلکہ لذت کے اس سے اعلیٰ مقامات بھی ہیں جو نئی نسل کی نظر سے پوشیدہ بھی ہیں اور مادہ پرستی کے آقا نئی نسل کو ادھر متوجہ ہو کر جنس اور جسم کی محدودگی سے نکلنے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتے، آئندہ سطور میں جسمانی یا مادی لذت کے علاوہ لذت کے دو اعلیٰ مراتب کا ذکر ہے جن میں سے پہلا جسمانی و مادی لذت سے بڑھ کر ہے مگر تیسرے مقام سے کمتر ہے اور تیسرا یعنی کہ آخری مقام سب سے برتر ہے، جسمانی لذت سے آگے لذت کا ایک اور مرتبہ ہے جسے ذہنی لذت کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہ لذت وہ ہے جس سے خاص قسم کے علمی مشاغل میں مصروف لوگ آشنا اور لطف اندوز ہوتے ہیں، مثلاً ندرتِ تعبیر سے پیدا ہونے والی خیال آفرینی کی لذت یا حسنِ عبارت یا فہمِ مسئلہ یا اختتامِ تحقیق یا پسندیدہ محقق کی نئی کاوش ہاتھ لگنے یا نادر کتاب کی حصول یابی یا مشکل ابحاث کے حل ہو جانے یا ماہر استاد کے تدریسی نکات سماعت کرنے یا ذہین طالب علم کے گہرے سوالات کا جواب دینے یا کسی موضوع کے مالہ وما علیہ کا احاطہ کر لینے یا کسی مخصوص مسئلہ میں تفکیری سرگرمیوں کے بارآور ہونے کی؛ الگ الگ نوعیت اور مختلف درجے کی لذتیں، یہ تمام ذہنی لذتیں وہ ہیں جو انسانی ذہن کو خاص قسم کا لطف اور سکون عطا کرتی ہیں، اس فکری لذت سے حاصل ہونے والے اطمینان و سکون کا یہ درجہ عام مادی و جسمانی لذتوں سے کئی گنا برتر ہوتا ہے۔

اس قسم کی لذت پانے والے اصحابِ علم اور ارباب دانش مذکورہ جسمانی لذت کی ظاہری لطف اندوزی سے قدرے بے نیاز ہوتے ہیں. ان کو اپنی علمی، فکری یا دوسرے لفظوں میں ذہنی لذت اپنے آپ میں اتنا مستغرق رکھتی ہے کہ ان کی نظر میں ظاہری حواس سے حاصل شدہ لذت بے وقعت یا کم از کم غیر دلچسپ ہو کر رہ جاتی ہے، ذہنی لذت کا یہ مرحلہ صاحبان علم وفن کو پیش آتا ہے، چاہے ان کا تعلق دینی علم سے ہو یا دنیاوی تعلیم سے، اس

لذت سے تجربہ گاہ میں بیٹھا ہوا سائنس دان بھی آشنا ہوتا ہے، تخیلات کا دھنی شاعر بھی اور درسگاہ میں بیٹھا ہوا مدرس بھی، البتہ دینی علوم سے وابستہ حضرات اس باب میں دو چار قدم آگے ہی ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کی تحقیق تحقیق بھی ہوتی ہے اور دین کی خدمت بھی لہٰذا وہ دوہرا لطف پاتے ہیں۔

لذت کے مذکورہ دونوں مقامات کو سامنے رکھ کر اگر موجودہ دنیا کا جائزہ لیا جائے تو منظر یہ سامنے آتا ہے لذت کے ان ہی دو مراحل کے حصول کے لیے آج کا انسان مصروف سے مصروف ترین زندگی کی طرف بڑھتا جا رہا ہے، وہ چاہتا ہے کہ جنسی لذت سے لے کر ذہنی لذت تک ساری لطف اندوزی اس کے قابو میں ہو اگرچہ اس کے لیے اسے مثبت چھوڑ کر منفی اور نیکی چھوڑ کر بدی کا راستہ اپنانا پڑے، اس راہ میں وہ حصول لذت کی حدود سے نکل کر بے جا لذت کوشی کی راہ پر چل پڑا ہے، آج کے انسان کی بے جا لذت کوشی ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان نے کائنات کے فطری نظم میں ناقابل تلافی نقصان کرنا شروع کر دیا ہے، خوراک کی لذت کے لیے کھانے کی غذائیت داؤ پر لگا دی گئی ہے، نگاہوں کی لذت کے لیے عریانی و فحاشی کو فروغ دیا گیا ہے، جنسی بے راہ روی کی غیر محدود لذت کے لیے فیمنزم کے پردے میں عورت کی عزت نیلام کر دی گئی ہے، رومانیت اور فحش نگاری کے زرد صفحات تلے حیا پروری کا قلم دفنا دیا گیا ہے، سریلی آوازوں کی لذت چیختے چلاتے میوزک کی نذر ہو گئی ہے، مصنوعی خوشبوؤں کے جال میں فطری خوشبو ایسی الجھی کہ اب مطلق خوشبو کا مسکن فطرت کی جگہ لیب Lab کو قرار دے دیا گیا ہے، عمدہ اور ٹھنڈے مشروبات کی مخصوص لذت کا متبادل الگ الگ برانڈ کی رنگین شراب کو قرار دے دیا گیا ہے۔

تحقیق کے لیے صفحات پلٹنے کی لذت کی جگہ تفریح کے لیے اسکرین اسکرال کرنے کو ترجیح دی جا رہی ہے، مخلوط تعلیم کی نحوست نے طلبہ و طالبات کو علوم و فنون کی گہری لذتوں سے نکال کر اخلاقی پستیوں کی ناپاک لذتوں میں مبتلا کر دیا ہے، نہ نظارے سلامت ہیں نہ پیمانے، نہ بصارت سلامت ہے نہ بصیرت، نہ ماکولات میں لطف ہے نہ مشروبات میں مزہ، حقیقی پاکیزہ لذت رخصت ہو چکی اور مصنوعی ناپاک لذتوں نے ڈیرا ڈال دیا، لذت کا پہلا مقام خالص مادی ہے جب کہ دوسرا مقام خالص ذہنی اور خیالی مگر ان دونوں سے آگے ایک اور مقام بھی ہے جو لذت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، وہ مرتبہ روحانی لذت کا ہے۔ ظاہر کو احکام اسلام سے آراستہ کرنے اور دل کو طریقت کے انوار سے مزین کرنے کے بعد انسان جس قلبی لذت سے آشنا ہو کر لطف پاتا ہے، وہ روحانی کیفیات کی ایک بے مثال لذّت ہے، جسمانی لذت تو اس کے مقابل کسی گنتی ہی میں نہیں اور ذہنی لذت کا مرتبہ اس سے اتنا پست ہے کہ اس راہ کے مسافر خیالی رنگینیوں اور عبارت آرائی کے مرحلوں سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں، وہ اشیا کو دیکھ کر یا استعمال کر کے خالق اشیا کی طرف ایسے متوجہ ہوتے ہیں کہ ان اشیا کی جسمانی لذت اور ان کو دیکھ کر ترتیب پانے والے خیالات کی ذہنی لذت ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے، وہ ہوش و حواس کے ساتھ یار کی یاد میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ اس سے پیدا ہونے والی لازوال لذت میں کائنات کے تمام تغیرات اپنی وقعت کھو دیتے ہیں۔

اس مقام پر پہنچنے والے لوگ بالکل الگ نوعیت کی لذت سے آشنا ہوتے ہیں مثلاً رضائے الٰہی کی نیت سے کیے جانے والے عمل کی لذت، سنتوں کی پیروی کی لذت، حلال کمائی کے سادہ کھانوں کی لذت، حق بیانی کی جرأت مندانہ لذت، بڑوں کی توقیر اور چھوٹوں پر شفقت کی لذت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کامیاب ہونے کی لذت، شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کی لذت اور ایسی بے شمار پاکیزہ لذتیں۔ آج کا المیہ یہ ہے کہ عوام کو تو سرمایہ دارانہ نظام نے ہر طرح سے جنسی و جسمانی لذت میں جکڑ کر رکھا ہے، رہے خواص یعنی وہ لوگ جو علما و مشائخ سے قربت رکھتے ہیں تو وہ کسی حد تک غیر ضروری علمی ابحاث کی بے جا لذت میں اور کافی حد تک مادہ پرستی کی ظاہری لذت میں مبتلا ہیں، عوام و خواص سے اوپر علم دین حاصل کرنے والے طلبہ، حاصل کر چکے فارغین اور علمی طور پر اونچا قدر رکھنے والے علما کا طبقہ ہے، یہ طبقہ الگ

الگ سطح پر ہے، علم کے حصول میں لگے ہوئے طلبہ کے اندر مادی لذت پر انحصار کا گراف بڑھتا جا رہا ہے۔

فارغین میں بڑی تعداد ان کی ہے جو علمی و روحانی لذت کے مرحلے سے کم کم واقف ہیں، رہے اونچا قدر رکھنے والے علما تو ان میں زیادہ تعداد جسمانی لذت سے بے نیاز مگر ذہنی لذت تک محدود ہے، اور کچھ حضرات وہ ہیں جو روحانی لذت کے مرتبے پر بھی فائز ہیں، مشائخ کی بات کی جائے تو زبوں حالی کا الگ دور دورا ہے، بہت قلیل حضرات وہ ہیں جو روحانیت کے مراحل سے واقف ہیں ورنہ اکثریت نے روحانی بے مایگی چھپانے کے لیے جدا جدا رسم و رواج کا کھول اپنا رکھا ہے، بظاہر طریقت کے شہسوار نظر آنے والے لوگ اپنے گھرانوں سمیت مادہ پرستی کے اسیر بنے ہوئے ہیں، گویا علمی و روحانی مراتب سے جب حقیقی وابستگی ماند پڑ گئی تو مادی قسم کی زیب و زینت اور ملمع سازی ہی کے سہارے علمیت اور روحانیت کا سماں باندھا جا رہا ہے، حاصل یہ کہ وہ جو بظاہر لذت کے دعوے دار ہیں وہ در حقیقت لذت آشنا ہی نہیں، وہ یا تو اپنی لذت کی سطح تک محدود ہیں اور اس سے برتر سطح سے ناواقف، یا پھر برتر سطح سے واقف مگر اپنی پست ہمتی اور کم ظرفی سے واقف، یا پھر بلند سطح سے واقف اور اپنی نااہلی سے بھی باخبر مگر فکر معاش میں اپنے آپ کو قد سے اونچا دکھانے کے خوگر، ایسے میں اگر کوئی معرفت الٰہی کی راہ بتانے والا اور روحانی لذتوں تک پہنچانے والا میسر آ جائے تو زہے نصیب ورنہ آخری سہارا یہی ہے کہ واقفین کے مزاروں کا اویسی بن کر کسی مرد حق کے انتظار کی لذت میں چار دن گزار دیئے جائیں، یہی غنیمت ہے اور شاید یہی سعادت بھی ہو۔

◆◆◆

ص ۲۴ رکا بقیہ ....

سزا دی جاتی ہے یہ ساری صورتیں اور شرطیں اعداے دین کو نظر نہیں آتیں صرف سنگ ساری نظر آتی ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کو ان مسائل سے واقفیت حاصل کرے، اگر زنا کی یہ سزا علی الاعلان دی جانے لگے کہ تو زنا کاری و بدکاری کا خاتمہ ہو جائے گا کیوں کہ کسی زانی کو لوگوں کے سامنے جب سنگ سار کیا جائے، اُس کی تکلیف اور دردناک موت سینکڑوں قلوب سے اس گناہ کے خیال تک کو ختم کرنے کا اکسیر ثابت ہوگا، اس کے برخلاف جہاں زنا کی بالکل کوئی سزا مقرر نہیں یا معمولی سزا ہے وہاں فحاشی، بے حیائی کا کیسا کیسا ننگا ناچ ہو رہا ہے، وہ آج دنیا سے مخفی نہیں، یہ تو میں نے چند ایسی سزاؤں کا ذکر کیا جس میں قتل اور سنگ ساری کی سزاؤں کا ذکر ہے اور جس پر زیادہ واویلا مچایا جاتا ہے حالاں کہ اسلامی بہت سے قوانین ہیں جن پر بے جا انگشت نمائی کی جاتی ہے اگر وہ لوگ خود اپنے باطل عقائد و نظریات اور سزاؤں کو پڑھیں اور پھر بغض و حسد دل سے نکال کر اسلامی قوانین کی حکمتوں اور مصلحتوں پر نظر کریں تو کبھی اسلامی قوانین پر انگشت نہیں کریں گے بل کہ مجرم کی جرم کے مطابق سزا کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور اپنے ملک میں ان سزاؤں کو نافذ کر کے پرسکون زندگی گزاریں گے۔

◆◆◆

ص ۴۶ رکا بقیہ ....

قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اسے تکتی رہتی ہیں، اسی دوران حضرت ابوسلمہ کے گھر والوں کی آہ و بکا کی آواز بلند ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اور اپنوں کے بارے میں خیر کی دعا مانگا کرو، اس لئے کہ تمہاری باتوں پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پھر حضور نے دعا فرمائی: اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات بلند فرما، اس کے بعد اخلاف میں اس کا کوئی جانشیں پیدا فرما اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اے سارے جہاں والوں کے پروردگار! اے اللہ اس کی قبر کشادہ فرما دے اور اس کی خاطر اس کی قبر کو نور سے بھر دے۔" [مسند احمد، ۷/ ۳۲۱-۳۲۲/حدیث ۲۶۰۰۳]

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار اولادیں اپنی یادگار چھوڑیں، دو صاحبزادے حضرت سلمہ اور عمر اور دو صاحبزادیاں: حضرت درّہ اور زینب جن کا پہلا نام برّہ تھا، حضور نے زینب تجویز فرمایا، حضرت سلمہ کا نکاح، حضرت امیر حمزہ کی صاحبزادی امامہ کے ہمراہ ہوا اور حضرت عمر حضرت علی کے زمانۂ خلافت میں فارس بحرین کے حاکم تھے۔

.... جاری

از: محمد عامر حسین مصباحی*

اسلامی سزاؤں پر شکوک وشبہات اور ان کا ازالہ

نظام عالم کو چلانے اور معاشرے کو نظم ونسق کے ساتھ منضبط کرنے اور جوڑنے کے لیے اصول وضوابط اور قوانین کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ معاشرہ پُرسکون ہو اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا اور مظلوم کو انصاف مل سکے، دنیا کے تمام ممالک اور مذاہب اصول وضوابط اور قاعدے قانون کے تحت ہی چل رہے ہیں بغیر اس کے ملکی، مذہبی اور معاشرتی زندگی نامکمل، ناپائدار اور بے ہنگم سی رہتی ہو جاتی ہے، مذہب اسلام جو خدائی اور آفاقی مذہب ہے، انسانی زندگی کے لیے سراپا خیر و برکت اور رحمت ہی رحمت ہے وہ بھلا بغیر ضابطے کے کیسے ہوسکتا ہے بلکہ اسلامی قوانین میں تو مکمل نظام حیاتِ انسانی کے اصول مضمر ہیں اور ایسے کامل ترین ہیں کہ دوسروں کو بھی کامل بنا دیتے ہیں۔ مگر دشمنانِ اسلام کی اسلام کے خلاف مسلسل سازشوں اور حسد وجلن کی بنا پر لوگوں کے دل شکوک وشبہات میں مبتلا ہو رہے ہیں کیوں کہ وہ آئے دن اسلامی حدود وتعزیرات پر نکتہ چینی کرتے ہیں کبھی نکاح وطلاق کے قوانین، کبھی حجاب، کبھی سنگ ساری وقصاص اور حدقذف وغیرہ اُن کے نشانوں پر ہوتے ہیں اور اِن چیزوں کا صرف ایک ہی بناوٹی اور گڑھا ہوا رُخ پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارا فرضِ منصبی ہے کہ ان کے باطل افکار ونظریات کا پردہ چاک کریں تا کہ سیاہ بادل چھٹیں اور قوانین اسلام روشن وتاباں ہوں، ذیل میں ہم اُن کے اعتراضات مع جواب قلم بند کرتے ہیں امید ہے کہ قارئین اس سے اکتساب کی سعی کریں گے۔

نوٹ: سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اسلامی حدود وتعزیرات کا نافذ کرنا بادشاہِ اسلام یا اُس کی طرف سے منتخب کردہ حاکم اسلام یا قاضی اسلام کا ہی حق ہے۔ ہر کوئی قانون اپنے ہاتھ میں لے کر سزا نافذ نہیں کرسکتا ورنہ جرائم اور زیادہ بڑھیں گے۔

قصاص ودیت پر ہونے والے اعتراض کا جائزہ

اعتراض: غیر مسلموں اور مستشرقین کی جانب سے پوری شد ومد کے ساتھ یہ آواز بلند کی جاتی ہے کہ اسلام میں قتل کے بدلے میں قتل ہے جو ایک وحشیانہ اور ظالمانہ قانون ہے کیوں کہ جب ایک زندگی کو قتل کیا جا چکا تو اس کے بدلے میں مزید اور ایک زندگی کیوں دی جائے؟ اس کا کیا فائدہ ہوگا؟

جواب: قصاص کی حکمتیں اور اس کی مصلحتیں جاننے سے پہلے قصاص کے معنی ومفہوم کو سمجھ لیں، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

”وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو خوش دلی سے بدلہ کراوے (خوشی سے خود کو قصاص کے لیے پیش کردے) تو وہ اس کا گناہ اُتار دے گا اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کرے تو وہی ظالم ہیں۔“

(پارہ ۶ رسورۂ نساء، آیت نمبر ۴۵)

بنی اسرائیل (قوم یہود) پر اللہ رب العزت نے توریت کے اندر مذکورہ سزاؤں مقرر فرمایا قرآن مقدس میں بغیر انکار اور بغیر منسوخی کے بیان ہوا تو شریعتِ سابقہ کا یہ حکم مسلمانوں کے اوپر بھی نافذ ہوا اور شریعت کا ایک قانون بن گیا، اس آیتِ کریمہ

* مضمون نگار جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری، سیتامڑھی کے استاذ ہیں۔

میں نقصان کے بقدر قصاص (بدلہ) کا حکم ہے، الہٰذا کوئی کسی کو قتل کر دے تو اس قتل کی فقہاے امت نے پانچ اقسام بیان فرمایا ہے۔ (۱) قتلِ عمد (۲) قتلِ شبہ عمد (۳) قتلِ خطا (۴) قتلِ قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔

قتلِ عمد: کسی انسان کو قاتل نے جان سے مارنے کا ارادہ کیا اور ایسے ہتھیار سے مار ڈالا جو قتل کرنے کے لیے بنایا گیا ہے، مثلاً تلوار، نیزہ، بندوق، توپ یا جو قتل کرنے والے آلہ کے قائم مقام ہو جیسے دھار دار لکڑی یا پتھر اور آگ۔

سزا: (۱) گناہِ کبیرہ۔ (۲) قصاص یعنی بدلے میں قتل! مگر یہ کہ مقتول کے اولیا معاف کر دیں۔ (۳) میراث سے محرومی۔

قتلِ شبہ عمد: جان بوجھ کر قتل تو کرے مگر اسلحہ یا جو اسلحہ کے قائم مقام چیز ہو اس سے قتل نہ کرے بلکہ لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالے۔

سزا: (۱) مجرم گناہِ کبیرہ کا مرتکب (۲) کفارہ (۳) عاقلہ (رشتہ داروں) پر دیتِ مغلظہ (۴) میراث سے محروم ہونا۔

قتلِ خطا: اس کی دو صورت ہے۔ (۱) ارادے میں خطا ہو جائے مثلاً مار رہا تھا ہرن کو اور لگا کسی آدمی کو۔ (۲) عمل میں خطا مثلاً کسی نشانہ پر تیر چلایا مگر وہ نشانے پر نہ لگ کر کسی آدمی کو لگ گیا۔

سزا: (۱) کفارہ (۲) عاقلہ (رشتہ داروں) پر دیتِ مغلظہ (۳) میراث سے محرومی۔

قتلِ قائم مقام خطا: سونے والا نیند کی حالت میں کسی پر پلٹ گیا جس سے انسان کی جان چلی گئی یہ قتلِ خطا کے قائم مقام ہے۔

سزا: (۱) کفارہ (۲) دیتِ مغلظہ (۳) میراث سے محرومی۔

قتل بالسبب: کسی نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا یا راستے میں گڈھا کر دیا یا بڑا سا پتھر رکھ دیا، کنواں میں گرنے، گڈھے میں گرنے یا پتھر سے ٹکرا کر کوئی انسان مر جاتا ہے تو یہ قتلِ بالسبب کہلاتا ہے۔

سزا: عاقل پر دیتِ مغلظہ ہے۔

قتل کی مذکورہ پانچ قسموں میں سے صرف ایک قسم قتلِ عمد میں قصاص ہے باقی میں دیتِ مغلظہ، گناہ اور میراث سے محرومی ہے، اسی طرح باقی اعضا میں بھی قصاص ہے جیسے آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت! اور قصاص کے ان تمام جرائم میں قصاص ہی ضروری نہیں بلکہ اگر مقتول کے ورثا دیت لے کر یا یونہی معاف کر دیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر وہ قصاص کا مطالبہ کریں تب قصاص لینا فرض ہو جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس وقت ہیں کہ جب مجرم کا جرم ثابت ہو جائے اور تمام شرائط پا لیے جائیں۔

اب مخالفین کا اعتراض چونکہ قصاص پر ہی ہے تو قصاص کی حکمتیں ملاحظہ کریں، ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا، انسانی زندگی کی بڑی قدر و قیمت ہے، اللہ رب العزت نے ناحق ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیا اور ایک انسان کو قتل سے بچانے کو پوری انسانیت کو حیاتِ نو دینے کے برابر قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے:

”مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا- ترجمہ: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا (فرض کر دیا) کہ جس نے کوئی جان قتل کی، بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔“

اسی طرح احادیث میں بھی انسانی جانوں کی قدر قیمت کو واضح کیا گیا اور کہا گیا:

”اللہ عزوجل کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (ختم اور تباہ) ہو جانا ہلکا ہے۔“

(ترمذی، السنن، کتاب الدیات، 4:16، رقم 1395)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے:

”حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق سے ہلکا ہے۔“ (ابن آبی الدنیا، الآہوال 190 / رقم 183)

ظاہر سی بات ہے کہ اس طرح کے اقوال اسی مذہب

مہذب کے ہوں گے جس کے نزدیک انسانی جان کی بڑی قدرو قیمت ہوگی۔تو پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب انسانی جان کی اس قدراہمیت اورقدروقیمت ہے تو پھرقصاص کاحکم کیوں؟

جب آپ نے جان لیا کہ اسلام میں انسانی جان اوراوراعضا کی بڑی قدر ہے تو اُسی جان کو ناحق قتل سے بچانے کے لیے اسلام نے قصاص کاحکم نافذ کیا تاکہ مجرم ارتکابِ جرم سے پہلے ہزار بار سوچ لے کہ اگر میں نے کسی کاقتل کیا یا ناحق اس کے اعضا کاٹے تو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا اب ظاہر سی بات ہے کہ اپنی زندگی اوراعضا سے پیار کرنے والا کوئی شخص کسی کوقتل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا تواس قانون کے نفاذ سے ہی پچاس فیصدی جرم رک جائیں گے اب وہی ارتکاب جرم کا مرتکب ہوگا، جسے اپنی جان یا اعضا پیارے نہیں یا جو اپنی زندگی سے تنگ آ گیا ہو۔

پھر یہ مجرم جس نے قتل واعضا کے قصاص کی سزا کو جان لینے کے بعد بھی جرم کا مرتکب ہوا اسے علی رؤس الاشہاد(مجمع عام) میں جب قتل کیا جائے گا تو وہ تمام لوگوں کے لیے بھی عبرت کا نشان بن جائے گا اور مجمع میں ایسے افراد جنھوں نے کسی کے قتل یا اعضا کے قطع و بُرید کا ارادہ کیا ہوگا وہ سب کے سب ارتکابِ جرم سے پہلے ہی تائب ہوجائیں گے۔اس طرح ایک قاتل کی سزا سے کئی قتلِ ناحق کا خود بخود قلع قمع ہوجائے گا اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

’’وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ترجمہ کنزالایمان: اورخون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو۔‘‘ (پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۵)

اس کے برخلاف جس ملک یا مذہب میں قاتل کو بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے وہاں جرائم بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں اورآئے دن قتل وخون ریزی کے واقعات اخبارات کی زینت بنتے ہیں۔

ارتداد میں قتل کی سزا

اس سلسلے میں اغیار کا اعتراض ہے کہ اسلام میں کہا گیا کہ ’’دین میں کوئی جبر نہیں‘‘ جب ایسا ہے تو پھر جب کوئی اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اپناتا ہے تو اسے سزائے موت کیوں دی جاتی ہے؟ یا انسان آزاد ہے تو پھر اس پر مذہب اسلام کی قید کیوں؟ انسان جس مذہب کو اختیار کرنا چاہے کرسکتا ہے، اس میں کسی طرح کا جبر نہیں ہونا چاہیے بلکہ آزادی ہونی چاہیے تاکہ آدمی اپنی زندگی کو اپنے حساب سے جی سکے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دین میں کوئی جبر نہیں، قرآنِ مقدس میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

’’لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ کچھ زبردستی نہیں دین میں۔‘‘

(پارہ ۳/سورہ بقرہ آیت 256)

مگر لوگ اس آیت سے اپنی کم علمی کی بنا پر سخت غلط فہمی کے شکار ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے جب مرضی ہوا اسلام قبول کرو اور جب دل چاہے نکل جاؤ، مسلمان ہو کر مرضی ہو تو نماز پڑھو ورنہ اس کی فرضیت کا انکار کردو ایسا ہرگز نہیں ہے بل کہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں ہے، اس پر دینِ اسلام قبول کرنا جبراً نہیں ہے بل کہ وہ اللہ رب العزت کی عظمت وشان اور اُس کی بے انتہا قدرت کو دیکھ کر اُس کا دل اسلام کی طرف مائل ہوا تو اب بھی دنیا میں اُس کی مرضی ہے کہ دل کی سنیں اور دائرہ اسلام میں آجائے یا شیطانی راہ پر چلتا رہے اُخروی معاملہ الگ ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد بھی کفرو شرک کے دَل دَل میں پھنسا رہا تو خلود فی النار کا مستحق ہوگا، لیکن وہ اگر اسلام قبول کرلیتا ہے تو اب اس کو دینِ حق سے پھر جانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ اس میں مذہب اسلام کی توہین وتذلیل ہے اور دوسروں کے لیے بغاوت کا راستہ ہے اس لیے اسلام اس کا سد باب کرتا ہے اور مرتد کو قتل کا حکم دیتا ہے مگر فوراً نہیں بل کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی اور اس درمیان اسے غور وفکر کرنے کا پورا موقع دیا جائے گا کچھ شبہات ہوں تو اُس کا ازالہ کیا جائے گا اس کے باوجود وہ اپنے ارتداد پر ڈٹا رہے تو اب حاکمِ اسلام اسے قتل کرے گا۔

اتنے سارے مواقع اور سہولیات کے باوجود لوگ اپنے دل کے بغض کی وجہ سے قانونِ اسلام کے خلاف بکواس بکتے ہیں اور

ایسے قتل پر واویلا مچاتے ہیں جیسے قتل کی سزا کوئی ایسی چیز ہے جو صرف اسلامی دنیا میں ہے۔ حالاں کہ جو لوگ یہ اعتراضات کرتے ہیں اُن کے ماضی کی ایک بڑا حصہ قتل وخون ریزی میں ملوث نظر آتی ہے اور تا ہنوز اُن کے یہاں یہ سلسلہ جاری ہے، اسلام تو مجرم کو سزا دیتا ہے اور یہ ناحق خون بہاتے اور مجرم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

گستاخِ رسول کو موت کی سزا

قرآن وحدیث سمیت تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی و بے ادبی کفر ہے اور اس کی سزا قتل ہے، یعنی یہ اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے، لیکن مغربی دنیا اور مغرب زدہ لوگوں کو یہ بات گلے سے نہیں اُترتی اور علی الاعلان اس قانون کے خلاف بکواس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے نبی ﷺ کی جب گستاخی کی جاتی ہے تو وہ جذبات میں آجاتے ہیں، اشتعال انگیزی اور قتل وخون ریزی تک معاملہ پہنچ جاتا ہے اور بسا اوقات ''گستاخِ رسول کی ایک ہی سزا، سرتن سے جُدا سرتن سے جُدا'' کا نعرہ لگایا جاتا ہے، مسلمان جذبات میں سڑکوں پر اُتر جاتے ہیں اور نعرے بازی کرتے ہیں جس سے امن وامان متاثر ہوتا ہے اور یہ نعرہ وائلنس، ٹیریزم اور دہشت گردی کو بڑھاوا دیتا ہے اور اگر یہ اسلامی حکم ہے تو مسلمانوں کو ماننا چاہیے۔

ہمیں بولنے کی آزادی (Freedom to Speech) حاصل ہے اور اسلام بولنے کی سزا گردن اڑانے کے ذریعہ سے دیتا ہے جو سراسر غلط ہے، سب سے پہلے تو جان لینا چاہیے کہ بولنے کی آزادی انسانوں کو ضرور ہے مگر بولنے کی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ منہ جو آئے بول دیں یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ سامنے والے کی اس جملے سے دل آزاری تو نہیں ہوگی اگر آپ کے جملے سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے تو ناحق بولنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی یہی وجہ ہے کہ ہر ملک میں ایسے قوانین موجود ہیں کہ اگر کسی کے بولنے سے ملک کو نقصان پہنچتا ہے یا ملک کی معزز شخصیات کی تذلیل وتوہین ہوتی ہے تو ایسے مجرم کو قید وبند کی سزاؤں سے لے کر موت تک کی سزا دی جاتی ہے، پھر ہر ذی عقل وذی شعور کو سمجھنا چاہیے کہ محمد عربی ﷺ کی شانِ والا تبار میں ہرزہ سرائی کرنے سے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے کیوں کہ حضور کی محبت روحِ ایمان ہے اور وہ خود جانِ کائنات اور مومنوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں ایک مسلمان سب کچھ برداشت کرلیتا ہے مگر اپنے محبوب آقا کی گستاخی اسے برداشت نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی حضور علیہ السلام کی گستاخی کی جاتی ہے تو پوری دنیا کے مسلمان بے قرار ہوجاتے ہیں، مضطرب ہوجاتے ہیں اور یہ صرف آج کے مسلمانوں کا نظریہ نہیں بل کہ چودہ سو سال سے آج تک کے مسلمانوں کی یہ کیفیت ہے تو ایسا مجرم جس کی وجہ سے کروڑوں دل دُکھے کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کی طرف داری اور اس کی وکالت کی جائے؟ ہرگز نہیں بل کہ مجرم سے زیادہ اس کی وکالت کرنے والا بڑا مجرم ہوتا ہے کہ وہ ایسے مجرم کا وکیل ہے جس نے امنِ عالم کو خطرے میں ڈالا ہوا ہے۔

رہی بات یہ کہ کیا گستاخِ رسول کو سزا دینا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے؟ کیا مسلمان قانون ہاتھ میں لے کر خود سے مجرم کو سزا دے سکتا ہے تو اس کے متعلق میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ نہیں! یہ حق بادشاہِ اسلام یا اس کے مقرر کردہ حاکم وقاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ جُرم ثابت ہوجانے کے بعد مجرم کو سزا دے اب رہی یہ بات کہ جب عام مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہیں تو وہ کیوں قتل کی واردات انجام دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج جہاں اسلامی قوانین موجود ہیں وہاں اس کے متعلق کوتاہی برتی جاتی ہے اور جہاں نہیں وہاں مجرم کی وکالت وطرف داری کی جاتی ہے اس کی عزت افزائی اور حوصلہ کی جاتی ہے، گرفتار بھی کرلیا جائے تو ضمانت مل جاتی ہے یا جلد ہی باعزت بری کر دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان سڑکوں پر آ کر احتجاج کرتے ہیں اور حکومتِ وقت کو احساس دلاتے ہیں کہ ملک کی سالمیت اور امن کو ایک مجرم کی وجہ سے خطرہ پیدا ہورہا ہے اس کے باوجود بھی حکومت کوئی ایکشن نہیں لیتی تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

زنا میں سنگ ساری اور کوڑوں کی سزا

دنیا کے بیشتر حصوں میں بے حیائی اور فحاشی عام ہوچکی ہے اور جب سے موبائل نے زمین پر اپنے قدم جمائے ہیں زنا کاری وبدکاری، زنا بالجبر اور بے پردگی اتنی عام ہوچکی ہے کہ انسان نیم جانور ہوچکا ہے حیرت تب ہوتی ہے، جب اس بے حیائی کو کئی ممالک میں حکومتی سطح پر پرموٹ کیا جاتا ہے اور نیوز چینلوں میں حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ لیکن مذہب مہذب اسلام میں بے حیائی اور فحاشی پر مکمل قدغن لگادیا گیا اور شہوانی خواہشات کی تکمیل کے لیے نکاح جیسی بابرکت رسم کو فروغ دیا گیا۔ بے حیائی کو مکمل طور پر روکنے کے لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۔

ترجمہ: اور بدکاری (زنا) کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے نسل محفوظ نہیں رہتی اور دوسروں کی عزت وعصمت تار تار ہوتی ہے۔ زنا تو زنا ہے بلکہ اسلام نے دواعئ زنا کو بھی حرام قرار دیا ہے اس کے باوجود کوئی اگر زنا کر لے تو شریعت اسلامیہ کے حکم کے مطابق اگر وہ غیر شادی شادہ ہوں ہو تو انھیں سو کوڑے لگانے جائیں گے اور شادی شدہ جوڑے ہوں تو انھیں سنگ سار کرنے کا اسلامی حکم ہے۔

سنگ ساری بظاہر سخت ترین اور اذیت ناک سزا ہے اسی وجہ سے غیر اسلامی ممالک ومذاہب اس پر وحشیانہ اور ظالمانہ سزا کا اطلاق کرتے ہیں اسے انسانیت کے خلاف بتانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اسلام مجرم کو جرم کے مطابق سزا دیتا ہے فی زمانہ ”زنا“ کو لوگوں نے ہلکا تصور کرلیا ہے لیکن غیور قوم کے نزدیک زنا بہت بڑا جرم ہے اور اس کی بُرائی تب اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب بدکاری شادی شدہ جوڑے کریں۔ پہلے ہم اس جرم کی قباحت کو اُجاگر کرتے ہیں۔ (۱) اللہ عزوجل اور اس کے حبیب کی رحمتوں اور عنایتوں سے زانی اور زانیہ دور ہوجاتے ہیں۔ (۲) زنا کی وجہ سے زانی اور زانیہ کے خاندان والوں کی عزت ووقار مجروح ہوتی ہے۔ (۳) زنا میں ملوث عورت کے شوہر حقوق ضائع ہوتے ہیں اور غیرت مند کسی صورت زانیہ بیوی کو برداشت نہیں کرتا اسی وجہ سے کبھی قتل کے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں۔ (۴) زنا سے حاملہ عورت اور اُس کے گھر والے اپنی بے عزتی اور سماج میں ناک کٹنے کے خوف سے بچے کو ضائع کرانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جس میں ایک جان کا ضیاع لازم آتا ہے۔ (۵) زنا سے پیدا شدہ بچے کو والدین کی شفقت ومحبت سے محروم ہونا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وہ غلط عادتوں کے ساتھ جرائم کی دنیا میں چلا جاتا ہے جو قوم اور سماج سب کے لیے بوجھ ہوتا ہے۔ (۶) زانی اور زانیہ طرح طرح کی جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (۷) بے حیائی اور فحاشی بڑھتی ہے۔ یہاں دیکھیں کہ ایک شخص کے ہوس نے سماج میں کتنی خرابیوں کو جنم دیا اس لیے اسلام نے سخت ترین سزا مقرر کی تاکہ سماج اور معاشرہ سے یہ بُرائی جڑ سے ختم ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رجم (سنگ ساری) کی یہ سزا بہت ہی خوف ناک اور ہیبت ناک ہے مگر یہ سزا محض کسی کے الزام لگادینے سے نہیں مل جاتی بلکہ شرعی اصولوں کے مطابق جرم ثابت ہونا بھی ضروری ہے وہ بھی اس طرح کے چار مرد ایک مجلس میں لفظِ زنا کے ساتھ شہادت ادا کریں یعنی یہ کہیں کہ اس نے زنا کیا ہے جب گواہی مکمل ہوجائے گی تو قاضی ان سے زنا کے بارے میں پوچھے گا کہ زنا کسے کہتے ہیں، کس کے ساتھ کیا، کب کیا، کہاں کیا ان تمام باتوں کا جواب ٹھیک طور پر دے دے تو اس پر حد قائم کریں گے اور ثبوتِ زنا کے لیے دوسرا طریقہ خود مجرم کا اقبال جرم ہو اور وہ بھی اس طرح کہ ”چار بار چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے اور تین مرتبہ تک ہر بار قاضی اُس کے اقرار کو رد کردے جب چوتھی بار وہ اقرار کرلے تو اب مذکورہ سوالات قاضی اس سے بھی کرے گا۔

(ماخوذ از بہار شریعت جلد ۲ رص ۳۷۲)

مذکورہ شرائط کے علاوہ اور بھی بہت سی شرطیں جس کے پائے جانے کے بعد قاضی یا حاکم حد قائم کرے گا، خلاصۂ کلام اتنی شرائط پائے جانے کے بعد اتنے بڑے مجرم کو بقیہ ص ۱۹ رپر

(از: مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی*)

مسجد اقصیٰ خطرات کے سائے میں

کہاں ہیں اُمت مسلمہ کے جیالے؟ قبلۂ اوّل کا تحفظ ہر مسلمان کی ذمہ داری

احوال عالم

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے، عالمی منظر ناموں اور حالاتِ حاضرہ پر نگاہ رکھنے والوں پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ جملہ شعائر اسلام میں سے اس وقت جس شعار سے سب زیادہ غفلت اور بے توجہی برتی جا رہی ہے وہ فلسطین کی سرزمین پر موجود مسجد الاقصیٰ ہے۔ اُمت مسلمہ نے مذہبی وسیاسی اسباب کے ساتھ دیگر بہت سے ناقابل بیان وجوہات کے سبب اس مقدس مقام سے اپنی نظریں موند لی ہے، جسے اس دور کا سب سے بڑا المیہ کہنا چاہیے۔

فلسطین کی سرگرم اِسلامی تحریک کے قائد وسرپرست شیخ رائد صلاح نے چند دہائیوں پہلے اُمت مسلمہ کے سامنے ایک بڑا سلگتا ہوا سوال رکھا تھا کہ ارضِ مقدس الاقصیٰ خطرے میں ہے، تو اِسلام کے جیالے اس کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ مگر بدقسمتی سے اتنے بڑے سوال کو بہرے کانوں سے سنا گیا اور اس کے لیے کوئی سنجیدہ جدوجہد شروع نہیں کی گئی۔ جس دور میں شیخ نے یہ سوال اُٹھایا تھا میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اس کے لیے مناسب وقت نہ تھا؛ لیکن اس سوال کی اہمیت و ناگزیریت موجودہ دور کے تناظر میں جب کہ روز بروز مسجد الاقصیٰ کے اوپر خطرات کے بادل نہ صرف منڈلا رہے ہیں بلکہ گمبھیر شکل اختیار کر رہے ہیں، بہت زیادہ بڑھ گئی ہے؛ لہٰذا اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم اسے سنجیدگی کے کانوں سے سنیں اور اس کے تحفظ و آزادی کے لیے کوئی ہمہ گیر اقدام کریں۔

مسجد اقصیٰ کے تعلق سے ہماری مجرمانہ خاموشی اور حقائق سے پردہ پوشی صاف پتا رہی ہے کہ اُمت مسلمہ کے شعائر کے تحفظ کے حوالے سے ہم کتنے حساس ہیں! بلکہ ہمارا یہ بزدلانہ سکوت دشمنوں کو نڈر ہو کر اپنا ہاتھ صاف کرنے اور اپنے نصب العین کے پانے میں بھرپور کمک فراہم کر رہا ہے۔ دراصل ہم نے مسئلہ فلسطین کو کبھی اپنا اسلامی مسئلہ سمجھا ہی نہیں، اور نہ اس تعلق سے ہماری کبھی کوئی فکری تربیت ہوئی ہے۔ مگر ہمیں دل کی تختی پر اسے نقش کر لینا چاہیے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں مسجد اقصیٰ کا تحفظ اور ارضِ مقدس کی آزادی ہم مسلمانوں کی دینی واخلاقی ذمہ داری بنتی ہے اور یہ ذمہ داری اِسلام اور پیغمبر اسلام نے اہل اسلام کے سروں پر عائد کی ہے اور جدوجہد کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک صبح قیامت نہ طلوع ہو جائے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ اور ارضِ مقدس کے تعلق سے اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے اور مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلے میں ہمیں کیا ہدایات جاری فرمائی ہیں محسن انسانیت تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد اقصیٰ اور ارضِ مقدس کے ساتھ کیسا دلی لگائی تھا اور آپ اس حوالے سے کس قدر فکرمند تھے، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آپ نے صحابۂ کرام کے دلوں میں اس بات کو راسخ فرما دیا تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے مسجد اقصیٰ کو نعمت آزادی سے بہرہ مند کریں۔ چنانچہ تاریخی شواہد کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ عہد فاروقی میں بیت المقدس جاں باز مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہو جاتا ہے۔

یہ دراصل اسی اعلیٰ ترتیت کا نتیجہ وعلامت ہے جو حضرت فاروقِ اعظم نے معلم انسانیت علیہ السلام کی بارگاہ سے پائی تھی، نیز مندرجہ ذیل روایت اس کی مزید توثیق کر دے گی جس کی صحاحِ

ستہ وغیرہ میں تخریج ہوئی ہے، حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ! ہمیں کچھ بیت المقدس کی تاریخی و اِسلامی حیثیت سے آگاہ فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

’’ارض المحشر والمنشر، ائتوہ فصلوا فیه، فان صلاۃً فیه کالف صلاۃ فی غیرہ، قلت: اریت ان لم استطع ان اتحمل الیه؟ قال:() فتهدی له زیتا یسرج فیه، فمن فعل ذٰلک فهو کمن اتاہ۔ (رواہ بوداؤد وابن ماجہ) یعنی یہ مقام محشر بھی ہے اور منشر بھی (یعنی بروزِ قیامت یہیں لوگوں کا حشر و نشر ہوگا)۔ (اگر اللہ توفیق دے تو) وہاں جاؤ اور جا کر نماز پڑھو؛ کیوں کہ وہاں پڑھی گئی ایک نماز دوسری مسجد میں اَدا کی گئی ہزار نماز کے برابر ہے، میں نے عرض کی: اگر میں وہاں جانے کی سعادت نہ پاسکوں تو کیا میں کچھ اور کرسکتی ہوں؟ فرمایا: پھر تم تیل کا نیاز بھیج دو، جس سے وہاں سے فانوس جلائے جاسکیں، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو ایسا ہی ہے جیسے وہاں جانے کی سعادت پالیا۔‘‘

مذکورہ حدیث سے بہت سے فوائد و نتائج برآمد ہوتے ہیں، مثلاً مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس اُمت مسلمہ کے لیے ہمیشہ بہت ہی اہمیت کا حامل ایجنڈا اور اِیشو ہونا چاہیے۔ اہل اسلام خصوصاً قائدین ملت اسلامیہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہمیشہ اپنے معاشرے کے اَفراد کی فکر و سوچ، اُن کے کارنامے اور جد و جہد پر عقابی نگاہ رکھیں تاکہ وہ مسلم معاشرے کے عروج و ارتقا میں بہترین کردار اَدا کرسکیں، ایسی جامع تربیت کے فقدان کے باعث بعض مسلم یہاں تک کہنے سے بھی نہیں چوکتے کہ بیت المقدس کے اندر فلسطین و اسرائیل کے درمیان ہونے والا تصادم اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ محض اپنی زمین و مکانات کی بازیابی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ایک ممتاز معاصر مصری محقق شیخ محمد حسان نے مسجد الاقصیٰ اور بیت المقدس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے نیز کچھ ایسی ہی مفلوج ذہنیت رکھنے والوں کو دوٹوک جواب دیتے ہوئے ایک مرتبہ کہا تھا:

’’القدس لیست قضیة ارض وحدود، بل انها هی قضیة عقیدۃٍ ووجود۔ یعنی بیت المقدس کا مسئلہ کوئی ایک زمین یا سرحدوں کا معاملہ نہیں بلکہ یہ ہمارے عقیدہ و وجود کا اَٹوٹ مسئلہ و حصہ ہے۔‘‘

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے مسجد الاقصیٰ کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ تو اس کے جواب میں مندرجہ ذیل چند تاریخی حقائق و شواہد کی طرف اِشارہ کردینا کفایت کرے گا، یہ مسلمانوں کو قبلہ اوّل ہے، یہ سفر معراج کا ایک مقدس پڑاؤ ہے، یہ روئے زمین پر عبادتِ الٰہی کے لیے تعمیر کیا جانے والا دوسرا گھر (مسجد) ہے، یہ وہ سرزمین ہے جہاں سینکڑوں انبیائے کرام نے جنم لیا اور یہیں کی خاک میں آسودۂ خواب ہیں، بہت سے صحابۂ کرام کا وجودِ مسعود بھی یہاں دفن ہے، یہاں بہت سے معجزات مشیت الٰہی سے دکھائے گئے، یہ وہ سرزمین ہے جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود مبارک مقام قرار دیا ہے، قرآنِ مقدس میں بالواسطہ اور بلاواسطہ کوئی ۷۰ رمرتبہ اس کا تذکرہ آیا ہے، یہ وہ سرزمین ہے جہاں اللہ کا پیغام لے کر فرشتے نزول پذیر ہوتے رہے ہیں، پوری روئے زمین پر یہی وہ ایک مقدس مقام ہے جہاں سارے پیغمبروں نے بیک وقت محمد عربی علیہ السلام کی اِقتدا میں نماز اَدا کی، خانۂ کعبہ کے علاوہ یہی وہ ایک ایسی مسجد ہے جس کا ذکر قرآن میں نام لے کر آیا ہے۔

مصر کے مشہورِ زمانہ مفسر قرآن شیخ محمد متولی شعراوی نے مسجد الاقصیٰ کے مسلمانوں کے قبلہ اوّل ہونے کے حوالے سے اپنی مومنانہ فراست کو کام لاتے ہوئے ایک بڑی چشم کشا اور خوبصورت توضیح و تشریح پیش کی ہے، رقم طراز ہیں:

’’اِسلام کے بالکل ابتدائی دور میں کعبہ مشرکین کے بتوں سے بھرا ہوا تھا اور اس قابل نہ تھا کہ اسے قبلے کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔ چنانچہ اس مدت میں (وقتی طور پر) مسجد الاقصیٰ کو بطورِ قبلہ اِستعمال کیا گیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر جب کعبہ بتوں کی نحوست سے پاک کردیا گیا تو مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اَب

احوال عالم

اسے قبلہ کے طور پر اِستعمال کریں۔

۱ مسجد الاقصیٰ خطرے میں کیوں ہے؟

۲ اِسرائیلی صیہونی مسجد الاقصیٰ کے گرد کیا کچھ کرنے کا ناپاک اِرادہ رکھتے ہیں؟؟

۳ اور مجموعی طور پر مسجد الاقصیٰ اور ارضِ مقدس کے حوالے سے ان کے عزائم کیا ہیں؟؟؟

پہلے سوال کی تحلیل کے طور پر یہ تین نکات بیان کیے جاتے ہیں (جو کہ یہودیوں کے مزعومہ ہیں)

۱–۱: بیت المقدس کو اسرائیل کے صیہونی یہودی کی دائمی راجدھانی بننی چاہیے۔

۱–۲: بیت المقدس ان کی دائمی راجدھانی ہے اور اس کی تکمیل ہیکل سلیمانی کے بغیر نامکمل تصور کی جائے گی۔

۱–۳: ہیکل سلیمان کی مسجد الاقصیٰ کے ملبے پر بہرحال تعمیر ثانی کی جانی چاہیے؛ کیوں کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر ہیکل پہلے تعمیر کیا گیا تھا، اس سہ نکاتی پروٹوکول کی روشنی میں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ بدباطن صیہونیوں کی دیرینہ تمنا ہے کہ مسجد الاقصیٰ کو مسمار کر دیا جائے۔

یہاں یہ حقیقت بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ان صیہونیوں کا یہ دعویٰ بالکل بلا دلیل، تاریخی حقائق سے کوسوں دور اور محض اُن کی ذہنی خرافات کا شاخسانہ ہے، حتیٰ کہ یہودیوں کے تاریخی صحیفے بھی اس کی توثیق نہیں کرتے، یہ بے بنیاد حقیقت ماضی قریب میں کوئی چالیس سال قبل کی گئی آثارِ قدیمہ کے حوالے سے ایک تحقیق کے نتیجے میں ابھر کر سامنے آئی ہے، دراصل ان لوگوں نے ایک غیر جانبدار ماہر آثار قدیمہ کی خدمات حاصل کیں تاکہ وہ انھیں اندرونِ مسجد الاقصیٰ اور اُس کے گرد و نواح کے تعلق سے دستاویزی تحقیق پیش کر سکے؛ چنانچہ تحقیق تمام کے بعد جب اس نے اپنی آخری رپورٹ تحریر کی تو اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا کہ (ہمیں اپنی تحقیق کے دوران) ایسا کوئی آرکیولوجیکل پروف نہیں ملا کہ مسجد الاقصیٰ کے نیچے کبھی ہیکل سلیمان کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ اِسرائیلی صیہونی مسجد الاقصیٰ کے گرد کیا کچھ کرنے کا ناپاک اِرادہ رکھتے ہیں؟؟ بالائی سطروں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ صیہونیوں کا مسجد الاقصیٰ کے حوالے سے اِنتہائی اقدام یہ ہے کہ اسے مکمل ڈھا دیا جائے، آئیے دیکھتے ہیں کہ اپنے مقصد کو پانے کے لیے وہ اب تک کیا کچھ کر چکے ہیں۔

۲–۱: ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو صیہونیوں نے میکائیل روہن نامی ایک انتہا پسند اسرائیل یہودی کے ہاتھوں مسجد الاقصیٰ کو جلانے کی ناپاک کوشش کی۔

۲–۲: صیہونی مسلسل مسجد الاقصیٰ کی تہوں کو اس اُمید پر کھودے جا رہے ہیں کہ شاید کہیں ہیکل سلیمانی کے کچھ آثار مل جائیں تاکہ وہ ثابت کر سکیں کہ یہ ہیکل سلیمانی کا محل ہے، ساتھ ہی انہدام مسجد الاقصیٰ کا ان کا دیرینہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہو جائے، یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مسجد الاقصیٰ کی بنیاد کی تہوں میں کی جانی مسلسل کھدائی کے نتیجے میں وہ اس قدر کھوکھلی ہو چکی ہے کہ کسی بھی وقت منہدم ہو سکتی ہے۔

۲–۳: مزید برآں ان لوگوں نے مسجد الاقصیٰ کی بیرونی دیواروں کو اسپرے کرنے کے لیے ایک ایسا مہلک کیمیکل ایجاد کیا ہے جو انھیں اتنا خستہ کر دے کہ اپنا وجود بھی برداشت نہ کر سکیں اور اینٹیں باہم غیر مربوط ہو کر کسی بھی لمحہ ڈھہ پڑیں۔ جب انھیں اِس بات کا اِحساس ہوا کہ اِنہدامِ مسجد الاقصیٰ کے لیے کی جانے والی کوششوں کا یہ درست وقت نہیں ہے، تو انھوں نے اس کی بنیاد اور چھت کے اِستحکام کی غرض سے کھوکھلے پن کی دوبارہ مرمت شروع کر دی۔ تعمیر مسجد الاقصیٰ کی دوبارہ مرمت کے عمل کے دوران انھوں نے اس خلا کو پُر کر دیا تاکہ اس کے تہ خانے میں ایک چھوٹا سا سینیگوگ (معبدِ یہود) بنایا جا سکے۔

چنانچہ سینیگوگوں کی تعداد ہمہ وقت بڑھتی چلی جا رہی ہے، اور یہ دراصل ان کے مجوزہ ہیکل سلیمانی کی تیاری کے مرحلے ہیں، اس وقت یہ لوگ اس کوشش میں جٹے ہوئے ہیں کہ مسجد الاقصیٰ کو دو حصوں میں ویسے ہی تقسیم کر دیا جائے، جس طرح یہ اپنی شاطرانہ چالوں سے ہبرون کے اندر اِبراہیمیہ مسجد کے ساتھ یہ معاملہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

احوالِ عالم

تیسرا سوال یہ ہے کہ مجموعی طور پر مسجد الاقصیٰ اور ارضِ مقدس کے حوالے سے ان کے عزائم کیا ہیں؟؟؟ گزشتہ کئی دہائیوں سے اسرائیلی بلدیاتی محکموں کی طرف سے بہت سے ایسے یک طرفہ قواعد وضوابط جاری کیے گئے ہیں، جس نے ارضِ مقدس کے اطراف میں رہنے والے فلسطینی شہریوں کو تو بری طرح متاثر کیا ہے، جب کہ دوسری طرف اسرائیلی باشندوں کا کھلے عام سپورٹ کیا گیا ہے تو اب ذہن میں سوال اُٹھتا ہے کہ اس دوغلی پالیسی کے پس پردہ کیا کچھ ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے؟

۱ تا کہ شہر فلسطین اور ارضِ مقدس کی فضا کو صد فی صد یہودی رنگ میں رنگ دیا جائے اور اسے کوئی یہودی شہر بنا دیا جائے۔

۲ اپنے مقصد کی باریابی کے لیے دوسرا اِقدام یہ ہو رہا ہے کہ وہ وہاں کی گلی کوچوں کے عربی نام کو یہودی ناموں میں تبدیل کرتے جارہے ہیں۔

۳ حتیٰ کہ قدیم عمارتوں کے عربی نام میں بھی تغیر اَسما کا عمل جاری ہے، تبدیلی کے نام پر تاریخ کی یہ بدترین چوریاں بلکہ سینہ زوریاں اس لیے ہو رہی ہیں تا کہ اسلامی وعیسائی تہذیب و ثقافت کی باثروت تاریخ کو ایسا مسخ کر دیا جائے کہ جیسے یہاں ان چیزوں کا کبھی کوئی وجود ہی نہ رہا ہو۔ (ہمارا ہندوستان بھی یہودیوں کے ان فارمولوں کو استعمال کرنے میں پیش پیش دکھائی دے رہا ہے)

٤ چند سال قبل سے ان لوگوں نے بیت المقدس کے مضافاتی علاقہ جات، مثلاً سلوان، بستان اور علاقۂ شیخ علی جراح پر اپنی توجہات مرکوز کر رکھی ہیں۔ ارضِ مقدس کے اندر موجود اسرائیلی بلدیہ نے ماضی قریب میں بہت سے قانون پاس کیے ہیں جن میں بڑی سختی سے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ان شہروں میں کئی نسلوں سے رہنے والے فلسطینیوں کو زور زبردستی بلکہ دھکے مار یہاں سے بہر صورت نکل جانے پر مجبور کیا جائے، کتنی بار ایسا ہوا کہ ان کے عالیشان مکانات کو بلاوجہ مسمار کر دیا گیا اور ان کے مالکان بے بسی کی تصور بنے سامنے کھڑے منہ تکتے رہ گئے، بعض دفعہ انتہا پسندی اس شرمناک حد تک پہنچ گئی کہ ان صیہونیوں نے مالکانِ مکان کو مجبور ومقہور کیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بسے بسائے نشیمن کو اُجاڑ کر کربِ مسلسل کا مزہ چکھیں۔

یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے تا کہ انھوں نے وہاں باغِ ملک داؤد تعمیر کرنے کا جو خواب دیکھا ہے اس کے لیے جواز وجگہ فراہم کر سکیں، نیز وہاں کئی منزلہ عمارت بنا کر اپنے ناپاک منصوبوں کی تنفیذ کو یقینی بنا سکیں، چونکہ ہزاروں متوقع صیہونیوں یہودی زائرین جو ہیکل سلیمانی کو دیکھنے کی دیرینہ آرزو اپنے سینوں میں رکھتے ہیں ان کے لیے مناسب راہ ہموار کی جاسکے پھر اس زیارت کے بعد وہ اپنے کنبہ وخاندان کے ساتھ باغِ ملک داؤد میں پہنچ کر چین وسکون کا سانس اور اپنی پُرتعش زندگانی کا مزہ لے سکیں۔

خلاصۂ بحث کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ صیہونی جس عزم وارادے سے مصروفِ عمل ہیں لگتا ہے کہ وہ مسجد الاقصیٰ کو چھین کر، ارضِ مقدس کو ہڑپ کر، ہزاروں فلسطینیوں کو اپنے گھروں سے بے دخل کر کے نیز ان کی جائیدار وزمینی خزانوں کو ہتھیا کر ہی دم لیں گے، اِلا یہ کہ ہم مسلمان ایک اُمت کے طور پر نیز دنیا جہان کے انصاف پسند لوگ مسجد الاقصیٰ کے دفاع وتحفظ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور ظالموں کو اُن کے ہاتھوں سے پکڑ کر انھیں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ ہم مسجد الاقصیٰ کی امداد واِعانت کے لیے بطورِ مسلم کیا کر سکتے ہیں؟

۱ سب سے پہلی چیز یہ کہ ہمیں اللہ ورسول کے ساتھ اپنا روحانی وعرفانی تعلق مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی ضرورت ہے۔

۲ ہمیں چاہیے کہ ہم بیت المقدس اور مسئلہ فلسطین کا جغرافیہ وتاریخ کے حقائق کے پس منظر میں گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کریں۔

۳ اسرائیلی مصنوعات کا حتی المقدور بائیکاٹ کریں۔

٤ ہمیں چاہیے کہ ان ساری تنظیموں اور تحریکوں کا دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے بھر پور تعاون کریں جو فلسطین کی حمایت ودفاع میں ہمہ وقت سرگرم عمل ہیں اور ارضِ مقدس کے ساتھ اپنی وفاداری کا مکمل ثبوت فراہم کر رہی ہیں، دنیا بھر کے مسلمان اسے صرف فلسطینیوں کا مسئلہ سمجھ کر بقیہ ص ۱۷ ر پر

از: پرویز عالم*

احوال عالم

ہسپانیہ پہ کیوں نہیں حق اہل عرب کا؟

ڈاکٹر اقبال یقیناً اپنے دور میں فکر اسلامی کے ترجمان تھے اور انہوں نے اپنی علمی وفکری صلاحیتوں سے قوم مسلم کے اسلامی جذبوں کو اپنے انقلابی اشعار سے مہمیز کیا ہے ان کی شعری بیاض میں متعدد اشعار سے ان کے جذبۂ حب رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہوتا ہے، انہوں نے اس جذبے سے عاری ان اسلامی افکار ونظریات کو بولہبی سے تعبیر کرتے ہوئے بہت بے باکی کے ساتھ اظہار خیال کیا۔ ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

انہوں نے خانہ ساز توحید کے دعویداروں کے رد وتردید میں بھی مختلف مواقع پہ اشعار کے ذریعے اپنی پاکیزہ فکر پیش کی ہے، زیر نظر مضمون کی سرخی ڈاکٹر اقبال کے مشہور ومعروف شعر کا ایک مصرعہ ہے مکمل شعر یوں ہے۔ ؎

ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پہ کیوں نہیں حق اہل عرب کا؟

اس شعر میں ڈاکٹر اقبال نے جو فکر وخیال پیش کیا ہے عام طریقے پہ اس کی تشریح وتوضیح اس انداز میں کی جاتی ہے کہ یہودی فلسطین کی پاکیزہ ومقدس سرزمین پہ اپنے ناجائز قبضے کی غیر معقول وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے آباواجداد کسی زمانے میں یہاں بستے تھے یہود کے اس نامعقول اور ناقص دعوے کا الزامی جواب شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے اس شعر میں بایں انداز پیش فرمایا ہے اور شعر کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر اس دعوے کی بنیاد پہ فلسطین پہ یہودیوں کا حق تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر ہسپانیہ (اسپین) پہ مسلمانوں کا حق تسلیم کرنا ہوگا کیوں کہ مسلمانوں کے آباواجداد نے نہ صرف یہ کہ اسپین میں لگ بھگ 700 سال کا طویل عرصہ گزارا ہے بلکہ انہوں نے وہاں مثالی انداز میں شاندار حکومت کی ہے بعد ازاں انہیں زبردستی وہاں سے بے دخل کردیا گیا۔

میرے خیال میں متذکرہ شعر کی تشریح وتوضیح کا ایک الگ زاویہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے اس شعر کے دوسرے مصرعے میں ایک چبھتا ہوا سوال چھوڑا ہے، اس کے پیچھے اہل عرب کے ماضی اور حال کا ایک غیر مربوط سلسلہ ہے جس نے ان کے ماضی کو مستقبل سے جوڑنے کی بجائے حال سے بھی ان کا رشتہ کاٹ کر رکھ دیا ہے، وہ عرب جن کی بہادری، اولوالعزمی اور جذبۂ جاں نثاری کا خطبہ پوری دنیا پڑھ رہی تھی، دین پہ مرنے مٹنے کا پاکیزہ تصور جو ان کے دل ودماغ میں تھا مادی دولت کی چمک دمک اسے زنگ آلود کرچکی ہے۔

اب عربوں کی بھیڑ میں کوئی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جری اور بہادر نہیں ہے جو دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر احقاق حق اور ابطال باطل کا خوشگوار فریضہ انجام دے سکے جو مخالفین کو منھ توڑ جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اہل عرب میں کوئی بھی ایسا جری اور بہادر نظر نہیں آتا، وہ عرب مادی چمک دمک جن کی آنکھوں کو خیرہ نہ کرسکی حسن وجمال کی تمام تر عشوہ طرازیاں جن کی ایمانی پختگی کے سامنے رسوا ہوئیں جن کی بہادری اور اولوالعزمی کے سامنے بڑے بڑے سورما مٹی کا تودہ ثابت ہوئے آج ان میں ہمارے ان اسلاف کرام اور پرکھوں کی خوبی نظر نہیں آتی، جس کا نتیجہ سامنے نظر آرہا ہے کہ یہودی جنہیں کل دنیا میں کوئی نہیں پوچھ رہا تھا، آج وہ فلسطین پہ اپنی دعویداری پوری پختگی کے ساتھ کررہے ہیں بلکہ 1947 میں اقوام متحدہ نے غلط ڈھنگ سے فلسطین کو دو حصوں میں بانٹ کر ایک حصہ اسرائیل

* مضمون نگار روزنامہ قومی تنظیم لکھنؤ کے یونٹ ہیڈ ہیں۔

کے لیے مخصوص کر دیا لیکن اس تقسیم کے بعد بھی دنیا کی ہوس اور دوسروں پہ ظلم وستم کی داستان تحریر کرنے کی جو ناپاک ذہنیت ہے، وہ بند نہیں ہوئی اور ہر آنے والے دن اسرائیل فلسطینیوں کے نصف حصے پہ بھی قبضہ بڑھا رہا ہے اور اس کے لیے وہ انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کا پرعزم حوصلہ لے کر بہانے تراش تراش کر میدان عمل میں جارحیت کا کھیل کھیل رہا ہے۔

اسی تناظر میں ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر سمجھنے کی ضرورت ہے اگر آج ہسپانیہ پہ اہل عرب اپنی دعویداری سے دست کش ہو چکے ہیں تو اس میں ان کی عیش پسندی اور حد سے زیادہ دنیا اور اسباب دنیا کو گلے لگانا ہے، آقائے کائنات محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”رب ذوالجلال کی قسم! بظاہر میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد مجھے تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے لیکن مجھے دنیا کی محبت میں تمہارے ڈوب جانے کا ڈر ہے۔“

مشہور صحافی اور قلم کار شورش کاشمیری سابق مدیر ہفت روزہ "چٹان" لاہور پاکستان نے اپنے سفرنامۂ حجاز "شب جائے کہ من بودم" میں ایک مقام پہ بہت حقیقت پسند انداز میں موجودہ اہل عرب پہ چبھتے ہوئے انداز میں اسی قسم کا تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

" جدہ میں اب صرف دو چیزیں عرب ہیں ایک زبان دوسرے اذان باقی ہر چیز پہ یورپ کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ عربوں کا خاص لباس بھی یہاں مخلوط ہو گیا ہے قطع ہے وضع نہیں وضع ہے قطع نہیں وضع کا بھرم بھاؤ ہے تو قطع میں رکھ رکھاؤ نہیں غرض عرب تو ہیں ہر قسم کے عرب عاربہ بھی اور عرب مستعربہ بھی لیکن ارض قرآن کے عرب اب آب وگل کے ایک نئے سانچے میں ڈھل گئے ہیں وہ طوفانوں سے کھیلنے والے عرب تھے اور خود ایک طوفان تھے یہ ساحل کے تماشائی عرب ہیں جو کنارے پہ کھڑے خود ایک کنارہ ہو گئے ہیں یہ کہنا مشکل ہو گا کہ ان کا ماضی سے کوئی رشتہ نہیں رہا لیکن یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ان کا ماضی ان سے محروم ہو چکا ہے اور اس چراغ کی طرح ہو گیا ہے جو یادوں کے مزار پر بھولی بسری لو دیتا ہے اور عرب جو کبھی اپنی طبیعت وفطرت کے اعتبار سے پہچانے جاتے تھے آج کے عرب وہ عرب نہیں رہ گئے ہیں بلکہ یہ ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ ہو چکے ہیں مارکٹ، سپر مارکٹ، مول، شاپنگ سنٹر آپ کو یہاں یورپ کی تہذیب اپنی تمام تر مصنوعات کے ساتھ فروخت ہوتی نظر آئے گی، یورپ اور ترقی پذیر ممالک کی عیش طلبیوں نے جو چیزیں ایجاد کیں یہاں فراوانی کے ساتھ بکتی ہیں۔ کپڑوں کے بازار میں چلے جائیں ایسے ایسے لباس آپ کو ملیں گے کہ تصور و خیال سے بھی نازک کپڑے نیم برہنہ لباس بھی ملیں گے، سوال پیسوں کا نہیں ہے مادی دولت نے عربوں کو اس قدر مالا مال کر دیا ہے کہ سوال اب اس کے خرچ کرنے کا ہے آج کے عرب چیزوں کی قیمت نہیں لگاتے ہیں بلکہ پیسے لٹاتے ہیں ان کی دولت خریدار ڈھونڈتی ہے۔"

یوں تو سعودی عرب کی موجودہ حکومت کے مذہبی کردار و عمل پہ علمائے اہل سنت وجماعت کی جانب سے ہمیشہ اعتراضات ہوتے رہے لیکن حالیہ دنوں میں محمد بن سلمان کے زمام اقتدار سنبھالنے کے بعد جس آزاد خیالی اور فکری بے راہ روی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ حد درجہ افسوسناک ہے بلکہ قابل مذمت بھی ہے اور پوری دنیا کے مسلمان ان کے عمل و کردار کی کھل کر مذمت کر رہے ہیں، امور مذہبی تعلیمات پہ گہری نظر رکھنے والی اور اس پہ سزا دینے والی کونسل کو جب سے موجودہ حکومت نے انٹرٹینمنٹ کونسل میں تبدیل کیا ہے اس نے اپنے مغربی آقاؤں کے اشاروں پہ عرب کے مذہبی خاکے کا رنگ ہی تبدیل کر کے رکھ دیا ہے سینما گھروں کی اجازت سے لے کر رقص وسرود کی محفلوں کے انعقاد تک مغربی تہذیب وثقافت کا رنگ نمایاں ہوتا چلا جا رہا ہے۔

گزشتہ دنوں اکتوبر میں سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں منعقد ہونے والے جشن کی خبر سے عالم اسلام سخت اضطراب میں ہے ایک طرف ظالم اسرائیلیوں کے ہاتھوں سیکڑوں

کی تعداد میں فلسطینیوں کی شہادت ہو رہی ہے بچے، بوڑھے، خواتین سب ان کے نشانے پہ ہیں دوسری جانب ایسے نازک دور اور قیامت بردوش حالات میں ریاض میں رقص وسرود کی محفل کا انعقاد کیا جا حد درجہ افسوسناک ہے، ریاض میں منعقد ہونے والے اس جشن کے خلاف پوری دنیا میں سخت ردعمل کا اظہار کیا جا رہا ہے، سعودی حکومت کی حرکتیں اب ناقابل برداشت ہو چکی ہیں اس وقت حجاز کی مقدس اور بابرکت سرزمین پہ رہنے والے افراد مغربی تہذیب کے سانچے میں بہت تیزی سے ڈھلتے چلے جا رہے ہیں جو حد درجہ افسوسناک اور لائق مذمت بھی ہے اپنے سر پہ خادم الحرمین الشریفین کا تاج سجانے والے یہ مردہ ضمیر ارباب حکومت اسلامی اخلاق وآداب سے ہی نہیں بلکہ انسانی اخلاق کی حدوں کو بھی پار کر چکے ہیں۔

ان بے غیرتوں کو کم از کم یہ تو سوچنا چاہیے تھا کہ اس وقت پوری دنیا میں اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں پہ ہونے والی جارحیت کے خلاف آواز بلند کی جا رہی ہے ان کے دکھ درد میں پوری دنیائے انسانیت آنسو بہا رہی ہے ایک طرف ظالم اسرائیل ہر دن غزہ کے عام شہریوں پہ بمباری کر رہا ہے کھانے پینے کے لالے پڑے ہوئے ہیں مریضوں کو دوائیں فراہم نہیں ہو رہی ہیں قیامت کا سماں ہے ایسے حالات میں ریاض میں رقص وسرود کی محفل سجانا آخر اسلامی اخلاق وآداب کی کس تعلیم وتربیت کا حصہ ہے؟

غزہ میں اسرائیل کی جانب سے ڈھائے جانے والے ظلم وستم اور اس کی کھلی جارحیت پہ پوری دنیا میں مظاہرے ہو رہے ہیں احتجاجی ریلیاں نکالی جا رہی ہیں لوگ سڑکوں پہ نکل کر فلسطین کو آزاد کرو اسرائیلیوں! ظلم وستم کا رویہ بند کرو اس قسم کے جذباتی نعرے لگا کر انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، خود اسرائیل میں وہاں کے ارباب اقتدار کو عوامی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ہر دوسرے دن اسرائیل کے اخبارات میں نیتن یاہو کو ایک ناکام حکمراں کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے اور ان سے استعفے کا مطالبہ بھی ہو رہا ہے۔

فلسطین اور اسرائیل جنگ کے اس منظرنامے کی خاص بات یہ ہے کہ غزہ کی تباہی تو نظر آ رہی ہے مگر اس موڑ پہ پہنچ کر یہ حقیقت بھی نمایاں ہو رہی ہے کہ اسرائیل کی طاقت اور اس کے غرور کا طلسم اب ٹوٹتا نظر آ رہا ہے اس کی غیر محدود طاقت کا نشہ جو اس کے سر پہ سوار تھا اس کی حقیقت واضح ہو رہی ہے، جو چیزیں منظرنامے سے ہٹ چکی تھیں وہ اب سامنے آ چکی ہیں، فلسطینیوں کے مسائل اب صرف دانشوروں اور اربابِ تحقیق کے لیے موضوع گفتگو نہیں رہ گئے، اب یہ تمام چیزیں عوام کے سامنے دھیرے دھیرے آئینہ ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

عوام اب فلسطینیوں کے دکھ درد کو سمجھنے لگے ہیں بھلے ہی اربابِ اقتدار تمام حقائق سے یکسر آنکھیں موند کر فلسطینیوں کے دکھ درد کو نظر انداز کر رہے ہوں لیکن اب غزہ کے لوگوں کا درد صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہا بلکہ دنیا کے لاکھوں لوگ اس میں اپنی شراکت درج کروا رہے ہیں، دنیا کے مختلف حصوں میں ہونے والے مظاہرے اور احتجاجی ریلیاں اس کی عینی گواہ ہیں، اسرائیل کے حالیہ حملوں سے پہلے فلسطین فراموش کر دیا گیا تھا کووڈ کے دوران جب اسرائیل نے غزہ پہ حملہ کیا تھا، اس وقت اسرائیل کے ظلم وستم کی کہانی دنیا کے کونے کونے میں اس طرح کہاں پہنچ پا رہی تھی؟ شروع میں تو ان مظاہروں اور احتجاجی ریلیوں کو مسلمانوں اور حماس حمایتی بتا کر بے وقعت کرنے کی کوشش کی گئی لیکن جلد ہی یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔

غزہ پہ ہونے والے مسلسل حملوں میں سب سے بڑا انقلاب اور فلسطینیوں کی کامیابی یہی ہے کہ فلسطینیوں کے مسائل ان کی تاریخ اور ان پہ ڈھائے جانے والے ظلم وستم اب کئی ممالک میں سڑکوں اور شاہراہوں سے نکل کر وہاں کے ایوان حکومت میں اس کی گونج سنائی دینے لگی ہے اسرائیل کے حمایتی کئی ممبران کے خطابوں کے درمیان ان کا دکھ درد محسوس کیا جا رہا ہے کئی ممالک کے ممبران فلسطین کے حقوق کے لیے کھل کر بول رہے ہیں، اکیسویں صدی میں فلسطین فراموش کر دیا گیا تھا، اسرائیلی قبضے میں غزہ کے لوگ کس طرح زندگی گزار رہے ہیں، ان پہ کس طرح عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا، اس پہ کبھی اس قدر تفصیلات کے

ساتھ دنیا کی توجہ مرکوز نہ ہوئی تھی آج اس انقلاب کا خوشگوار اور مثبت اثر ہے کہ اسرائیل کے اندر خود فلسطینیوں کے حقوق کے لیے آوازیں بلند کی جارہی ہیں تبھی تو وہاں کے پولیس چیف کی جانب سے اس طرح کا بیان آیا کہ ایسے لوگوں کو پکڑ کر بس میں بٹھا کر غزہ بھیج دیا جائے گا۔

غزہ میں مظلوم فلسطینیوں پہ اسرائیل کی جانب سے ہونے والی جارحیت کا سلسلہ چالیس دنوں سے زیادہ طویل ہو چکا ہے، اس عرصے میں اسرائیل نے غزہ میں نہ جانے کس قدر بمباریاں کی ہیں کتنے مکانات زمین بوس ہو گئے ہسپتال اسکول اور عبادت گاہوں کی عمارتیں تک محفوظ نہیں رہیں رہائشی مکانات زمین بوس ہو چکے ہیں لوگ کس مپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں ضروریات زندگی کے لیے جان کے لالے پڑ رہے ہیں، ایک طرف پوری دنیا میں اسرائیل کی اس کھلی جارحیت کے خلاف لوگ انسانیت کے نام پہ سڑکوں اور شاہراہوں پہ نکل کر مظاہرے اور احتجاج کر رہے ہیں دوسری جانب دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے کا دعویٰ کرنے والے سربراہان مملکت اور حقوق انسانی کے تحفظ کے نام پہ قائم عالمی تنظیمیں صرف اب تک بیان بازی کرتی چلی آرہی ہیں اسرائیل کے خلاف اب تک کوئی موثر اور ٹھوس قدم نہیں اٹھایا گیا ہے، جنگ بندی کے قواعد مرتب نہیں کیے گئے، چنانچہ اس کا ناقص اور گھٹیا نتیجہ یہ ہے کہ اسرائیل آزادانہ طور پہ کسی قسم کے مواخذے سے بے نیازی کے ساتھ شیطانی رقص میں مصروف کار ہے۔

ابھی 14 نومبر کو سعودی عرب میں ستاون مسلم ممالک کی عالمی تنظیم او، آئی، سی کے ممبر ممالک کی ایک نشست ہوئی تھی نشست کے انعقاد سے قبل پوری دنیا کی نگاہیں منتظر تھیں اور ایک آس لگی ہوئی تھی فلسطینیوں کی بھی امیدیں وابستہ تھیں کہ اس نشست میں کچھ اہم اور ضروری فیصلے لیے جائیں گے جن سے اسرائیل غزہ میں جنگ بندی کے لیے مجبور ہو جائے گا لیکن اس نشست میں بھی ایسے فیصلے لیے جانے سے گریز کیا گیا اور عوام کی آرزوئیں اور تمنائیں پیوند خاک ہو گئیں ۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس نشست میں صرف اور صرف بیان بازی کی گئی، وہی گھسے پٹے بیانات دیئے گئے، بہت غصے کے ساتھ اسرائیلی حملوں کی مذمت کی گئی اور اسرائیلی حکومت سے جنگ بندی کے لیے کہا گیا، اس نشست میں سربراہان مملکت نے یہ بھی کہا کہ بین الاقوامی طاقتوں کو سامنے آنا چاہیے فلسطینیوں پہ اسرائیل کی جانب سے ڈھائے جانے والے ظلم وستم کے خلاف موثر اور ٹھوس قدم اٹھانا چاہیے، بہت شعلہ بیانی کی گئی اس نشست میں ایران کی طرف سے سخت بیانات ضرور آئے لیکن کیا غزہ کے لوگوں کو اس طرح کے سخت بیانات، مذمتی قرارداد سے کوئی فائدہ پہنچنے والا ہے؟

اس اہم اور فیصلہ ساز نشست میں اسرائیل پہ جنگ بندی کا دباؤ ڈالنے کے لیے جو قرارداد پیش کی گئی اسے او، آئی، سی کے ممبر ممالک میں سے اکثر نے سرے سے خارج کر دیا سعودی عرب، یو، اے، ای، بحرین، سوڈان، مورکو، مارٹانیہ اور مصر وغیرہ نے ان مطالبات پہ مشتمل قرارداد مسترد کر دی، جس نے اسرائیل کو ظلم وستم کی داستان تحریر کرنے کے سلسلے میں مزید حوصلہ مند بنا دیا، اس قرارداد میں جو اہم باتیں تحریر تھیں وہ یہ کہ تمام مسلم ممالک کو اسرائیل سے اپنے سارے رشتے تعلقات ختم کر دینے چاہیے جن مسلم ممالک نے اپنے ملکوں میں امریکہ کے فوجی اڈے قائم کر رکھے ہیں اور امریکہ ان اڈوں سے اسرائیل کو اسلحوں کے ذریعے مدد پہنچا رہا ہے انہیں فوراً بند کر دیا جائے اسرائیل سے تمام تجارتی، سیاسی اور سفارتی تعلقات ختم کر کے سفارت خانے بند کر کے سفیروں کو واپس بلا لیا جائے جن مسلم ممالک سے اسے تیل مل رہا ہے وہ تیل دینا بند کر دیں جس میں سعودی عرب سرفہرست ہے۔

اگر سعودی عرب اور دوسرے مسلم ممالک نے اس قرارداد کا خیر مقدم کیا ہوتا اور باتفاق رائے وہ قرارداد پاس ہو جاتی تو بعید نہیں کہ اسرائیل جنگ بندی کے لیے مجبور ہو جاتا اور غزہ میں فلسطینیوں پہ ڈھائے جانے والے ظلم وستم بند کر کے گھٹنے ٹیکنے پہ مجبور ہو سکتا تھا، سب سے بڑا تیل کا کاروبار سعودی عرب سے اسرائیل کا چلتا ہے اگر سعودی عرب نے آگے بڑھ کر ان فیصلوں

کا خیر مقدم کیا ہوتا اور قرار داد پاس ہو گئی ہوتی تو بعید نہیں تھا کہ اسرائیل جنگ بندی کے لیے مجبور ہو جاتا لیکن نگاہوں پہ لگی مفادات کی عینک کچھ دیکھنے اور سمجھنے کی اجازت ہی کب دیتی ہے؟ یہی وہ شر ہے جس کے تعلق سے بخاری شریف کتاب الفتن کی وہ روایت جس میں آقائے کونین محمد عربی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ قبل اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا فرمودہ وسیع علم کی بنیاد پہ امت کو آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"عن زينب بنت جحش رضى الله تعالى عنها قالت: استيقظ النبى ﷺ من النوم محمرا وجهه يقول لاأله الا الله ويل للعرب من شر قداقترب۔

ترجمہ: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آقائے کائنات محمد عربی ﷺ نیند سے بیدار ہو کر اٹھے اور آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور آپ کی زبان اقدس پہ یہ کلمات تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہلاکت ہے اہل عرب کے لیے ایک شر سے جو قرب قیامت ظاہر ہوگا۔"

آج سعودی عرب پہ جو طبقہ اقتدار کی کرسی پہ براجمان ہے وہ برطانیہ کے جنگی اسلحوں کی مدد سے ترکی حکومت کو بے دخل کر کے بے قصور مسلمانوں کا قتل عام کر کے وہاں کے اقتدار پہ ناجائز طریقے پہ قابض ہے غیر جانبدار تاریخ نویسوں کی تحقیق کی بنیاد پہ اس زمانے میں ان کے آباء و اجداد اور ابن عبد الوہاب نجدی کے ذریعے چلائی گئی خانہ ساز توحید کی تحریک کے زیر اثر جو ہلاکتیں ہوئیں ان میں تین لاکھ بے قصور مسلمانوں کا قتل عام ہوا جن کا تعلق مدینہ شریف مکہ شریف طائف اور جزیرۂ عرب کے مختلف شہروں سے تھا، سعودی عرب کے ان نام نہاد توحید کے دعویداروں کے تعلق سے بھی آقائے کونین محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن حذيفة ابن يمان رضى الله تعالى عنه قال رسول الله ﷺ ان مما اتخوف عليكم رجل قرأ القرآن وكان رداءه الاسلام فاعتراه الى ما شاء الله فانسلخ منه ونبذ رداءه ظهره وسعى على جاره بالسيف ورماه بالشرك قلت يانبى الله ايهما اولى بالشرك المرمى او الرامى قال بل الرامى بل الرامى بل الرامى-(تفسیر ابن کثیر) ترجمہ: حضرت سیدنا حذیفہ ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مجھے تمہارے اوپر ایک شخص کا خوف ہے جو مستقبل میں پیدا ہوگا اور اس کی علامات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ قرآن کی تلاوت کرے گا یعنی اپنی دعوت اپنی تبلیغ اپنی تحریک اور اپنی تنظیم کی بنیاد قرآن پہ رکھے گا اور اس کا ظاہر اسلامی ہوگا اس نے چادر اسلام کی اوڑھ رکھی ہوگی اور وہ اس طرح اسلام کی دعوت و تبلیغ کرتا رہے گا پھر وہ اپنا یہ اسلامی لباس اتار دے گا اور قرآن شریف جو اس کے ہاتھوں میں ہوگا اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسیوں پہ قرب و جوار کے مسلمانوں پہ جہاد بالسیف کا حکم دے گا اور وہ اس کی بنیاد یہ بتائے گا کہ یہ مشرک ہو چکے ہیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عرض گزار ہوا: اے اللہ کے نبی ﷺ ان میں مجرم کون ہے؟ جس پہ شرک کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے، وہ مجرم ہے یا جس نے شرک کا فتویٰ لگایا ہے وہ مجرم ہے؟ جواباً سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ مجرم شرک کا فتویٰ لگانے والا ہے، مجرم شرک کا فتویٰ لگانے والا ہے، مجرم شرک کا فتویٰ لگانے والا ہے۔"

آخری جملے کی تکرار تین مرتبہ فرمائی اسے تفسیر ابن کثیر میں صاحب تفسیر ابن کثیر نے روایت فرمایا اور یحییٰ ابن معن اور امام احمد ابن حنبل جیسے ائمۂ محدثین نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی ہے، اس حدیث پاک کی روشنی میں موجودہ عرب کے مذہبی خاکے کا جائزہ لیجئے تو ساری حقیقتیں روشن ہو کر آپ کے سامنے آجائیں گی بارہویں صدی کے نقطۂ آغاز پہ وہابی تحریک جو ابن سوداور ابن عبد الوہاب نجدی کے ذریعے چلائی گئی، اس تحریک کا اساسی اور بنیادی تصور و خیال یہی تھا اور ہے کہ جو مسلمان

توسل کا عقیدہ رکھنے والے ہیں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا نظریہ رکھنے والے ہیں حیات انبیاء کا عقیدہ رکھنے والے ہیں ان کے خانہ ساز توحید کے پیمانے کے اعتبار سے ایسے تمام مسلمان مشرک اور گردن زدنی قرار دیے گئے اور یہ تمام باتیں ہمارے آقا ومولیٰ محمد عربی ﷺ نے قرب قیامت پیدا ہو والے فتنوں سے آگاہ فرماتے ہوئے اپنی امت کو متنبہ فرمادیا ہے۔

اب ان حالات میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ حق رفاقت ادا کرنے والوں سے کیا خیر کی امید قائم کی جاسکتی ہے؟ فلسطینیوں کی حمایت میں پوری دنیا میں عوام سڑکوں اور شاہراہوں پہ مظاہرے کر رہے ہیں ان کے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف احتجاجی آواز بلند کر رہے ہیں خود اسرائیل میں فلسطینیوں پہ ہونے والے ظلم وستم کے خلاف اسرائیلی حکومت کی مذمت کر رہے ہیں لیکن اسرائیل پہ ان باتوں کا کوئی مثبت ردعمل ظاہر نہیں ہورہا ہے، انسانیت کے نام پہ پوری دنیا کے عوام جنگ بندی اور فلسطین کی آزادی کی مانگ کر رہے ہیں اور ہر آنے والے دن جس طرح فلسطینیوں پہ اسرائیل کی جانب سے ہونے والی جارحیت اور اس سلسلے میں جبر وتشدد کی واردات میں اضافہ ہورہا ہے اسی طرح مظاہروں اور احتجاجوں میں بھی شدت پیدا ہو رہی ہے لیکن اس موڑ پہ جو ارباب اقتدار اور اصحاب سیاست مثبت اور اہم کردار ادا کر سکتے تھے حیف! صد حیف! ان کے ایوان ومحلات میں بالکل خاموشی ہے، ہم عوام کے پاس کرنے کو بہت کچھ ہیں۔

اربابِ اقتدار اگر عیش پسندی میں مبتلا ہو چکے ہیں اور انہیں فلسطینیوں کے دکھ درد محسوس نہیں ہورہے ہیں تو ہم عوام اپنی بساط بھر ان کے حقوق کی آزادی کے لیے لڑی جانے والی اس جنگ میں شامل ہوجائیں، اسباب ووسائل والے افراد اور تنظیمیں وہاں ان کی امداد کے لیے راحت رسانی کا کام انجام دیں، بوڑھے خواتین اور بچے اپنے معبود کی بارگاہ میں ان کے لیے مسلسل دعائیں کریں، عوامی طبقہ ان کی معیشت اور اقتصادی قوت کو متاثر کرنے کے لیے یہودیوں کی تمام مصنوعات کا یکسر بائی کوٹ کریں، تاریخ اسلام کے اوراق کھنگالیں غزوۂ خیبر کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے خیبر کے قلعوں میں پناہ گزیں یہودی کھانے پینے کا سامان لے کر ہمارے نبی کریم ﷺ کے جانے کے منتظر تھے خیبر کا قلعہ ایک ٹھوس اونچی جگہ پہ تھا، اگر آپ نے تیر مارا تو وہ تیر لوٹ کر آپ کے پاس ہی واپس آجاتا اگر پتھر بھی پھینکیں تو وہ ان تک نہیں پہنچے گا اگر آپ چیخیں گے تو آپ کی آواز ان تک نہیں پہنچے گی خیبر تباہ نہیں ہوا خیبر فتح نہیں ہوا تھا۔

اسلامی فوج کئی دن انتظار کرتی رہی لیکن یہودیوں نے قلعے نہیں چھوڑے مسلمانوں کے ذخیرے اور ان کے حوصلے ختم ہونے والے تھے وہ کئی دنوں تک انتظار کرتے رہے لیکن سب بے سود اس طویل انتظار کے بعد ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ایک شاندار جنگی حکمت عملی تیار کی اور وہ بہترین جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا کہ کھجور کے درخت کاٹے جائیں ان کی معیشت پہ حملے کیے جائیں تاکہ خیبر کے یہودیوں کی معیشت ایک ایک کر کے منقطع ہوجائے ان کی معیشت ٹوٹ جائے گی اور ان کا مستقبل اکھڑ جائے گا تو یہ گھٹنے ٹیک دیں گے کیونکہ یہودی قوم خالص دنیادار اور مادہ پرست قوم ہے اس کے لیے پیسہ، دولت اور خوشحالی ہی سب کچھ ہیں، جیسے جیسے درخت کاٹے گئے یہودیوں کی معیشت تباہ وبرباد ہونے لگی درختوں کے کٹ جانے کے بعد اب انہیں یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا تھا، انہوں نے رسول کونین ﷺ سے ایک معاہدہ کیا وہ یہ کہ اپنے دارالحکومت خیبر سے وہ اتنا سامان لے کر چلے جائیں گے جتنا وہ لے جاسکتے تھے۔

اگر آپ بھی فلسطینیوں کے ساتھ ان کے حقوق کی آزادی اور ان پہ ہونے والی اسرائیلی حکومت کی کھلی جارحیت کے خلاف اس جنگ میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی اس جنگی حکمت عملی پہ منصوبہ بندی کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیجیے ان کی معیشت کے درخت کاٹنے کا کام شروع کر دیجیے، اگر آپ لعنت بھیجیں گے تو بھی آپ کی اواز یہودیوں تک نہیں پہنچے گی، پتھر پھینکیں گے تو اسرائیل تک نہیں پہنچے گا اگر آپ تیر بھی ماریں گے تو وہ تل ابیب تک نہیں پہنچے گا، ایسے حالات میں پیغمبر آخر

الزماں محمد عربی ﷺ کی یہ جنگی حکمت عملی اختیار کیجیے ان کی معیشت پہ حملے کیجیے ان کی اقتصادی قوت برباد کیجیے۔

ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں یہودیوں کی مصنوعات داخل کرکے ان کی معیشت کو جو سامان تقویت پہنچا رہے ہیں یہ سلسلہ فوراً بند کیجیے ہر یہودی صابن جو آپ استعمال کرتے ہیں وہ اس کی معیشت کا ایک درخت ہے ہر کوکا کولا جو آپ پیتے ہیں، اس کی معیشت کی ایک بنیاد ہے ہر یہودی پانی جو آپ استعمال میں لاتے ہیں، اس کے اقتصادیات کا ایک تناور درخت ہے، ہر یہودی پروڈکٹ جو ہمارے روزمرہ کے استعمال میں ہے، وہ اس کے حوصلے کا تناور درخت ہے، نہانے کے تقریباً تمام قیمتی صابن تمام ڈٹرجنٹ پاؤڈر ٹوتھ پیسٹ مشروبات یہودی اور یہودی نوازوں کے ہیں ذیل میں کچھ مصنوعات کی ایک ناقص و نامکمل فہرست پیش کی جاتی ہے، آپ گوگل پہ سرچ کرکے ان کی تمام مصنوعات کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

COKES,PEPSI,FANTAS,M&S,AMC,DONALDS,

DOMINO'S,PIZZAHUTS,TESCOS,SAINSBURY,

S,MORRISONS,A,RIEL,TIDE,KITKAT,ADIDAS,

MAX,DANONES

729,841,871 سے شروع ہونے والے بارکوڈ اسرائیلی مصنوعات کے ہیں، جو ان کا ساتھ دے رہے ہیں وہ بھی ان کی معیشت کو استحکام بخشنے والے ہیں، کیا آپ فلسطینیوں کے حق اور ان کی آزادی کے لیے جاری اس جنگ میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟ تو پختہ عہد و پیمان باندھ لیجیے کہ آپ اپنے گھروں میں روزمرہ استعمال ہونے والی چیزوں پہ گہری نظر رکھیں گے، کہیں جانے انجانے میں ہم یہودیوں کی حوصلہ افزائی اور فلسطینیوں پہ ڈھائے جانے والے ظلم وستم کی حمایت تو نہیں کر رہے ہیں، ان کی اور ان کے حمایتیوں کی تمام مصنوعات کا مکمل اور بھرپور بائی کوٹ کریں۔

فلسطینیوں آپ یقیناً قابل مبارک باد ہو آپ کے جذبوں کو سلام آپ کی جرأت و ہمت کو سلام اسلام اور اس کے حقوق کی بازیافت کے لیے جذبۂ جاں نثاری کو سلام دنیا اور اہل دنیا آپ کی پشت پناہی کر رہے ہیں کہ نہیں کر رہے ہیں لیکن یہ ایک صداقت ہے کہ آپ جس ارض مقدس کی آزادی کی جنگ پامردی کے ساتھ لڑ رہے ہیں، وہ یقیناً آپ کی ایمانی غیرت وحمیت کی پہچان ہے حقانیت اور صداقت کی اس جنگ میں نبی اخرزماں محمد عربی ﷺ نے آپ کے اس ایمانی جذبے کا ذکر و تذکرہ آج سے چودہ سو سال قبل اپنے غیبی علم کی روشنی میں فرمادیا تھا:

"عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال لا تزال عصابة من امتي يقاتلون على ابواب دمشق و ما حوله و على ابواب بيت المقدس لا يضرهم خذلان من خذلهم ظاهرين على الحق الى أن تقوم الساعة۔ (مسند ابویعلی جلد خامس) ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کونین ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آقائے کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ دمشق کے دروازے پہ اور اس کے ارد گرد بیت المقدس کے دروازے پہ اسلام مخالف طاقتوں سے قتال کرتا رہے گا اور انہیں رسوا کرنے والوں کی رسوائی سے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچے گا یہ حق کا اظہار کرنے والے ہیں اور یہ جنگ اور قتال اس وقت تک جاری رہے گا جب تک قیامت نہیں آجاتی۔"

آقائے کونین ﷺ کی زبان حق ترجمان سے یہ بشارت فلسطین کے جاں بازوں کی حوصلہ افزائی کا سامان ہے جو یقیناً احقاق حق کی اس جنگ میں ان کے عزائم کے لیے بے پناہ قوت وطاقت کا سامان فراہم کر رہی ہے۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کرکے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

از: محمد تحسین رضا نوری*

مسئلہ فلسطین اور مسلم حکمران

احوال عالم

فلسطین کی موجودہ صورت حال سے کون واقف نہیں؟ سینے میں انسانی دل رکھنے والے (چاہیں وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) ہر شخص نے اسرائیلی جارحیت اور ظلم وتشدد کے خلاف شدید مذمت کی، یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ یہوی ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں، اس رذیل قوم نے تمام ادوار میں اپنی خفیہ تدبیروں، سازشوں اور شاطرانہ اسکیموں سے اسلام کو نشانہ بنانے اور اس کو کرہ ارض سے مٹانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسرائیل نے اپنے ناجائز وجود کو برقرار رکھنے اور اپنے مخالفین کو راستے سے ہٹانے کے لیے ''اسرائیلی سیکریٹ سروس ایجنسی'' کا جال پوری دنیا میں پھیلا رکھا ہے، اور پھر مشرق وسطی تو اس کا خاص علاقہ ہے، گزشتہ کئی سالوں سے غاصب اسرائیل اور صہیونی طاقتیں مظلوم فلسطینی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتی آئی ہیں، فلسطین پر حکمرانی کرنے اور بیت المقدس پر اپنا قبضہ جمانے کے لیے ظلم وتشدد، قتل وغارت ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، آخر مسلمانوں کا ارض فلسطین اور بیت المقدس سے ایسا کیا تعلق ہے کہ وہ اپنی جان دینا تو گوارہ کر سکتے ہیں لیکن فلسطین چھوڑنے کے لیے راضی نہیں؟ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔

یاد رکھیں! سرزمین فلسطین سے صرف وہاں کے باشندوں کا ہی تعلق نہیں بلکہ روئے زمین پر بسنے والے جملہ مسلمانوں کا ایمانی اور روحانی تعلق ہے، یہ وہ مبارک ومسعود جگہ ہے جہاں مسلمانوں کا قبلہ اوّل ''بیت المقدس'' ہے، اس جگہ کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سرزمین کہا جاتا ہے، بیت المقدس وہ عظیم اور متبرک شہر ہے جسے قبلہ اوّل ہونے کا شرف حاصل ہے، یہی وہ جگہ ہے جو معراج مصطفےٰ ﷺ کی پہلی منزل ہے، یہی وہ قابل فخر مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے معراج پر تشریف لے جاتے وقت تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمائی، یہی وہ جگہ ہے جہاں کے مقام الصخرہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے براق پر سوار ہو کر سفر معراج کا آغاز فرمایا، یہی وہ جگہ ہے جہاں انبیائے کرام علیہم السلام کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں، مسجد اقصیٰ کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں صراحتاً مسجد اقصیٰ کا ذکر موجود ہے، خدائے وحدہ لاشریک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

''سبحٰن الذی اسرٰی بِعبدہٖ لیلًا منَ المسجدِ الحرامِ الی المسجدِ الاقصا الذی بر کنا حولہ لِنرِیہٗ مِن ایتنا اِنہٗ ھوَ السمیعُ البصیر۔ ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

مزید احادیث مبارکہ میں یہاں نماز ادا کرنے اور یہاں سے احرام باندھ کر حج کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''سأَلَ اللہَ حین فرَغ من بِناءِ المسجد، أن لا یأتِیَہُ أحدٌ لا ینھزُہُ الا الصلوٰۃُ فیہِ، أن یُخرِجَہ من خَطِیئَتِہِ کیومِ ولدتہ أمہ۔ ترجمہ: (جب حضرت سلیمان علیہ السلام) مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ جب بھی کوئی شخص اس مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے آئے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر نکلے جیسے پیدا ہوتے وقت تھا۔''

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

ایک اور مقام پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من اهل بحجة اد أو عمرة من المسجد الأقصى ألي المسجد الحرام، غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر۔ ترجمہ: جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتا ہے، اُس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یا فرمایا: وجبت له الجنة۔ اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

اس کے علاوہ بے شمار مسجد اقصیٰ کے فضائل و مناقب موجود ہیں، جن کی وجہ سے ارض فلسطین مسلمانوں کے لیے جان سے بھی زیادہ محبوب ہے، اسرائیل سے فلسطینی مسلمانوں کی لڑائی دنیوی مال ومتاع حاصل کرنے کے لیے ہرگز نہیں بلکہ اس سے صرف اور صرف قبلہ اوّل بیت المقدس کی حفاظت مقصود ہے اور دوسری جانب اسرائیلی اور صہیونی اس سرزمین پر اپنا قبضہ جما کر بیت المقدس کو منہدم کر کے وہاں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں، اسی بنیاد پر وہ فلسطینیوں سے جنگ وجدل پر آمادہ ہیں اور یہ لڑائی نئی نہیں ہے بلکہ تقریباً ایک صدی عرصے سے یہودی اس سرزمین کا مالک بننے کی مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں، 1948ء میں جب اسرائیل کا قیام ہوا اور اس علاقہ کو یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا جس میں 40 فیصد رقبہ مسلمانوں کے اور 60 فیصد یہودیوں کے حصہ میں آیا، لیکن یہودیوں کی حرص اور لالچ نے فلسطینیوں کو چین سے رہنے نہیں دیا، تب سے لے کر آج تک فلسطینیوں کو کئی طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، 1948ء سے مسلسل یہودیوں کے یہ مظالم جاری ہیں، یوں کہیے کہ ہر سال دونوں کے مابین ایک دو جھڑپیں ہو ہی جاتی ہیں، لیکن اس سال اسرائیل کی طرف سے ہونے والے حملوں اور سفاکانہ کاروائیوں سے دل چھلنی ہو کر رہ گیا، ہزاروں مسلمانوں کا قتل، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر ظلم وستم، مساجد و مدارس کا انہدام، بیت المقدس کے تقدس کی پامالی اور ان جیسی بے شمار ذلیل حرکتوں نے روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

مسئلہ فلسطین اور مسلم ممالک

فلسطینیوں پر ہو رہے ظلم وتشدد کو تقریباً کئی ماہ گزر چکے ہیں، ہزاروں لوگوں کی جانیں جا چکی ہیں، جس میں اکثر تعداد خواتین و اطفال اور نوجوانوں کی ہے، اسرائیل فوج کی جانب سے فلسطین بالخصوص غزہ پر وحشیانہ بمباری جاری ہے، جس کی وجہ سے مہلوکین کی تعداد میں ہر گھنٹہ اضافہ ہو رہا ہے، ایک رپورٹ کے مطابق حماس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فلسطین و غزہ میں اشیا ضروریہ کی سپلائی بند ہونے کے سبب سے تقریباً سو سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں، وہیں اسرائیلی حملوں کے سبب غزہ میں صرف ایک رات میں فوت ہونے والے بچوں کی تعداد تقریباً 305 ہے، گزشتہ دنوں میں اسرائیل کی جانب سے غزہ کے ایک ہسپتال بنام "الاھلی" میں دھماکہ ہوا، فلسطینی حکام کی رپورٹ کے مطابق دھماکے میں ہلاک ہونے والے لوگوں کی تعداد تقریباً 500 سے زائد ہے، موجودہ جنگ کے متعلق غزہ کی پٹی کے محکمہ صحت نے انکشاف کیا ہے کہ 7 اکتوبر سے شروع ہونے والے تنازعے کا موجودہ مرحلہ شروع ہونے کے بعد سے اب تک (یعنی بتاریخ 23 دسمبر 2023 تک) 21 ہزار سے زائد افراد کی موت ہوئی ہے، فلسطینی وزارت صحت کی جانب سے جاری ہونے والے بیان کے مطابق مجموعی طور پر غزہ میں اب تک 6 ہزار سے زائد خواتین اور 8 ہزار بچے شہید ہو چکے ہیں، فلسطینی وزارت صحت کی انفارمیشن کے مطابق غزہ میں 7 ہزار کے قریب افراد لاپتہ ہیں اور تقریباً 53 ہزار سے زائد افراد زخمی ہیں۔

فلسطینی انفارمیشن سنٹر نے کہا ہے کہ صیہونی فوجیوں نے جنگ بندی کے خاتمے کے بعد غزہ پر ستر مرتبہ وحشیانہ حملے کئے ہیں اور فلسطینیوں کا قتل عام کیا ہے، غزہ پٹی کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے تین دن میں غزہ میں 8 اسپتالوں پر بمباری کی ہے، غزہ میں 7 اکتوبر سے اب تک تقریباً 18 اسپتال بند ہیں، غزہ کا کوئی بھی حصہ اسرائیلی فورسز کی وحشیانہ بمباری سے نہیں بچ سکا، اسرائیلی فورسز نے طبی تنصیبات سمیت تعلیمی اداروں کو بھی بمباری کا نشانہ بنایا جس میں 18 اسپتال 40 ڈسپنسریاں اور 120

احوال عالم

طبی مراکز تباہ ہو گئے، مزید اسرائیلی فورسز کی بمباری میں غزہ کے 60 سے زیادہ اسکول بھی تباہ ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ روز آنہ لگاتار حملے ہو رہے ہیں، جس کی وجہ سے نا جانے کتنی بستیوں اور آبادیوں کا نام ونشان مٹ گیا، نہ جانے کتنے خاندانوں کا خاتمہ ہو گیا، مساجد ومدارس، رہائش گاہوں، کاروباری عمارتوں، ہسپتالوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں پر غرض کہ وہاں موجود ہر ایک شئی کو بلا تفریق نشانہ بنایا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے سرزمین فلسطین خون سے لالہ زار ہے، چاروں طرف لاشوں کا ڈھیر اور تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے بکھرے پڑے ہیں، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اسرائیل ظلم و بربریت کا مظاہرہ نہ کرتا ہو، لاشوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ انہیں دفنانے کے لیے اب کوئی جگہ نہیں بچی ہے اسی وجہ سے اب لاشوں کو اجتماعی قبروں میں دفن کیا جا رہا ہے۔

جملہ مسلم ممالک میں فلسطین کا معاملہ سرفہرست ہے، اس معاملہ کا حل صرف اور صرف تمام مسلم ریاستوں کا اتحاد واتفاق ہی ہے، 57 مسلم ممالک کے ہوتے ہوئے اُس میں بھی تقریباً ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد جس میں خود کی فوجیں، خود کی حکومتیں اور خود کا اثر و رسوخ غرض کہ ہر چیز ہوتے ہوئے بھی مسلم امہ سے صرف دعاؤں کے لیے کہا جا رہا ہے، کوئی بھی مسلم ملک، کوئی بھی مسلم حکمران فلسطینی مسلمانوں کو ظلم سے بچانے کے لیے کھڑا نہیں ہوا، بس بیان بازی، تشویش اور مذمت کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں، آج اسرائیل کے وجہ بے شمار مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور جملہ مسلم ممالک صرف دعا واحتجاج ہی کو کافی سمجھتے ہیں، ایک رپورٹ کے مطابق سن 2008ء سے لے کر اب تک اسرائیل تقریباً ڈیڑھ لاکھ فلسطینیوں کو شہید کر چکا ہے، جس نے 36 رہزار سے زائد تعداد بچوں کی ہے اور آج جو فلسطینیوں کے ساتھ ہو رہا ہے اُس کا درد وہی جانتے ہیں اور یقینی طور پر اُن کے دلوں ودماغ میں یہ بات لازمی آتی ہوگی کہ 57 مسلم ممالک ہوتے ہوئے کوئی اُن کی مدد کے لیے تیار نہیں۔

کیا آج سب فلسطین کا راستہ بھول گئے؟ کیا اب کسی کو بیت المقدس یاد نہیں؟ کیا عورتوں بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کی لاشیں، ٹوٹے ہوئے مکانات، جلتا ہوا فلسطین اُنہیں دکھائی نہیں دیتا؟ یقیناً فلسطین کے حالات وواقعات سے سب واقف ہیں لیکن کوئی حرکت میں آنے کو تیار نہیں، آج اُمت مسلمہ مفلوج ہو کر رہ گئی، آج سب کے دلوں میں اسرائیل کا خوف صاف دکھائی دے رہا ہے، آج مسلم حکمرانوں میں کوئی امریکہ کا حلیف ہے تو کوئی روس کا، کوئی اندرونی مسائل سے دوچار ہے تو کوئی خفیہ طور پر اسرائیل سے گٹھ جوڑ کیے ہوئے ہے، جب کے دوسری جانب امریکہ، فرانس، برطانیہ اور دیگر ممالک اس وقت اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہیں، اوپر سے ظلم یہ کہ آج اپنے حق میں لڑنے والے فلسطینیوں کو ہی الٹا دہشت گرد کہا جا رہا ہے، یاد رکھیں! اپنے وطن کی آزادی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والوں کو دہشت گرد نہیں بلکہ تاریخ میں مجاہد آزادی کہا جاتا ہے۔

اصل دہشت گرد تو اسرائیل ہے، جو سرزمین فلسطین پر ناجائز قبضہ جمائے ہوئے ہے اور ہزاروں بے گناہوں بچوں اور عورتوں کا قاتل بھی ہے۔ نہ جانے کتنوں کے گھروں پر روز آنہ بلڈوزر چلا کر انہیں بے گھر کر دیتا ہے، اپنے حق کے لیے لڑنے والوں کو سرعام گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے، اور بجلی، پانی، کھانا، دوا اور روزمرہ استعمال ہونے والی ضروری اشیاء پر روک لگا کر بے موت مارنے کی کوشش کی جا رہی ہے، دوسرے ممالک سے پہنچنے والی مدد کو اسرائیل نے اندر جانے کی اجازت نہیں دی، بہت سارا کھانا گاڑیوں میں خراب ہو رہا ہے، ایسے نازک ماحول میں تمام مسلم ریاستوں پر لازمی وضروری ہے کہ وہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکالیں۔ اسرائیل اور فلسطین تنازع کا واحد حل آزاد فلسطینی ریاست کا قیام ہے، لہٰذا عالمی مسلم برادری کو چاہیے کہ وہ اس معاملے کو سنجیدگی سے حل کرے، تا کہ لوگوں کا خون مزید نہ بہے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ربِّ کریم فلسطین میں شہیدوں کی بے حساب مغفرت فرمائے، اہل خانہ کو صبر جمیل و جزیل عطا فرمائے، جو لوگ زخمی ہیں اُنہیں مکمل صحت وتندرستی عطا فرمائے، ارض فلسطین کو ظالموں کے ظلم وستم سے نجات عطا فرما کر ظالموں کو نیست ونابود کر دے، صفحہ ارض سے بقیہ ص ۱۷؍ پر

آٹھویں قسط

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ رسالہ دردناک سفر

احوال وطن

گزشتہ سے پیوستہ

1992 دسمبر 6–12: سورت (گجرات) 84٪ ہندو، 12٪ مسلمان وزیراعلیٰ گجرات: چمن بھائی پٹیل، کانگریس پارٹی، مارچ 1990 تا فروری 1994 سورت (گجرات) شہر میں خوفناک فرقہ وارانہ تشدد دیکھنے میں آیا۔ فسادات ایک ریلی کے بعد شروع ہوئے جو بی جے پی کی طرف سے کارسیوکوں کی حمایت میں منعقد کی گئی تھی جو ایودھیا میں بابری مسجد کی شہادت کے ذمہ دار تھے۔ جلوس میں وی ایچ پی اور آر ایس ایس کے ارکان سمیت ایک ہزار افراد نے شرکت کی۔ جوابی کارروائی میں مسلم نوجوانوں نے پرانے شہر میں دکانوں کو نقصان پہنچایا۔ ایک چھوٹی اور پسماندہ تنظیم، بی ایم ایس ایس (بھارتیہ اقلیتی تحفظ سنگھ) نے بعد میں 7 دسمبر کو سورت بند کی کال دی۔ 8 دسمبر تک فسادات پورے شہر میں پھیل چکے تھے۔ ستاون افراد کو زندہ جلا دیا گیا اور کچی بستیاں مکمل زمین دوز کر دی گئیں۔ ورچھا روڈ کے علاقے میں چار ہزار کے مسلح ہجوم نے مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں 27 افراد ہلاک ہو گئے۔ ویدروڈ میں ہندو مجرموں نے پہلے مسلمانوں کے گھروں کو نشان زد کیا اور بعد میں اسی کے مطابق لوٹ مار کی، جس کے نتیجے میں 32 افراد ہلاک ہوئے، سورت کے مضافاتی علاقے میں ٹرین کے مسافروں پر بھی حملہ کیا گیا، قاتلوں میں ہیروں کی صنعت کے کارکن اور جرائم پیشہ افراد شامل تھے۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق ان فسادات میں 180–190 افراد ہلاک ہوئے۔ لیکن دوسرے ذرائع کے مطابق یہاں مرنے والوں کی تعداد کو 200 ماننا بھی کم ہے۔ ہلاک ہونے والوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ اس تشدد نے انیس ہزار افراد کو نقل مکانی کرنے پر مجبور کیا اور یہ سب اپنے ہی ملک میں مہاجر بن گئے۔ عام طور پر پرامن شہر سورت میں صوبہ گجرات میں مرنے والوں کی کل تعداد کا تقریباً دو تہائی حصہ رہا — احمد آباد میں بھی 58 افراد ہلاک ہوئے۔

(Sunday 20–26/12/1992) (Chandra 1993) (K. Shah, S. Shah, and N. Shah 1993) (Sheth 1993) (Varshney and Wilkinson 2004, database)

1992 دسمبر 6–12: ممبئی (مہاراشٹر) آبادی کی مذہبی ساخت (2001 کی مردم شماری کے مطابق): 67٪ ہندو، 19٪ مسلمان مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ: سدھا کرراؤ نائک، کانگریس پارٹی، جون 1991 تا مارچ 1993 بابری مسجد کی شہادت کے بعد ممبئی (مہاراشٹر) نے ہندو مسلم ٹکراؤ کا پرتشدد خونی منظر دیکھا دسمبر 1992 کے واقعات نے فرقہ وارانہ فسادات کا پہلا مرحلہ تشکیل دیا جسے جنوری 1993 میں بڑے پیمانے پر دہرایا جانا تھا جسٹس بی این سری کرشنا کمیشن آف انکوائری نے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ جوش پیدا ہو چکا تھا۔ بابری مسجد کے انہدام سے چند ہفتے پہلے۔ 6 دسمبر کو شہر میں انہدام کی خبر پھیلتے ہی مسلمان سڑکوں پر نکل آئے۔ شہر کے مختلف علاقوں میں اچانک فرقہ وارانہ واقعات پھوٹ پڑے، ہندو جیت کے جلوس نکال رہے تھے، شیوسینا کی طرف سے دھاراوی کی کچی بستی میں نکالی جانے والی فتح کی ریلی نے مسلمانوں کے غصے کو بھڑکا دیا۔ ٹرانسپورٹ بسوں اور ہندو مندروں کو نقصان پہنچایا گیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دکانیں لوٹ لیں۔ پولیس اہلکاروں کو مسلم ہجوم نے نشانہ بنایا 7 دسمبر کو دو کانسٹیبل مارے گئے۔ 7 اور 8 دسمبر کو حالات مزید خراب ہوئے۔ کچھ جگہوں پر تشدد نے پولیس بمقابلہ مسلم تصادم کی شکل اختیار کر لی۔

میڈیا ذرائع کے مطابق مرنے والوں میں نوے فیصد پولیس

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

کی فائرنگ سے مارے گئے، یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پولیس ان فسادات کے دوران مسلم مخالف رویے میں مصروف رہی۔ بینگن واڑی کے علاقے میں مسجد نور الٰہی کے قریب شیوسینا کے کارکن پولیس کے ساتھ آئے تھے جنہوں نے بعد میں کئی مسلمانوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور مسجد کو آگ لگا دی۔ دھاراوی کی کچی بستی میں 7 دسمبر کو طرفین کے درمیان پتھراؤ شروع ہوا۔ 8 دسمبر کو پولیس پہنچی، بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کیا اور دھاراوی کے کئی علاقوں میں فائرنگ کی: اس کچی بستی میں بیالیس افراد مارے گئے، جن میں سے 40 فراد پولیس کی فائرنگ سے متاثر ہوے۔ مجموعی طور پر، میڈیا نے ممبئی میں 210 اور مہاراشٹر کے دیگر حصوں میں 57 اموات کی اطلاع دی۔ انجینئر نے بتایا کہ پولیس ذرائع کے مطابق 202 لوگوں کی موت ہوئی جن میں سے 137 پولیس کی فائرنگ اور دیگر ہجومی تشدد کے شکار ہوئے۔ تاہم اصل مرنے والوں کی تعداد شاید 400 سے زیادہ تھی۔ صورتحال کو 12 دسمبر کو قابو میں لایا جا سکا، لیکن جسٹس سری کرشنا کمیشن کے مطابق بے لگام تشدد کے واقعات 5 جنوری تک ہوتے رہے جب فساد کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔

(The Pioneer 18/12/1992) (Sunday 20–26/12/1992) (Sunday 24–30/01/1993); (Engineer 1993b) (Srikrishna 1998)(National Integration Council 2007)

1992 دسمبر 6–:13 / کرناٹک 84٪ ہندو، 12٪ مسلمان کرناٹک کے وزیر اعلی: ایم ویرپا موئیلی، کانگریس پارٹی، نومبر 1992 تا دسمبر 1994 بابری مسجد کی شہادت کے بعد تشدد سے چار جنوبی ریاستوں میں ریاست کرناٹک سب سے زیادہ متاثر ہوئی۔ 1990 میں ایل کے اڈوانی کی رام رتھ یاترا کے دوران بھی ان اضلاع اور قصبوں میں تشدد بھڑک اٹھا تھا، علاقہ پہلے ہی حساس تھا کیوں کہ فرقہ وارانہ ماحول بن چکا تھا۔ پھر جیسے ہی شہادت کی خبر پھیلی یہ پورا علاقہ فسادات کی زد میں آ گیا، میڈیا نے ریاست میں 73 اموات کی اطلاع دی۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد کے دنوں میں مسلمانوں کا غصہ ہندوؤں کے شدید ردعمل کا باعث بنا۔ بنگلور میں 19 ہلاکتیں ہوئیں، جن میں سے زیادہ تر ہلاکتیں پولیس فائرنگ سے ہوئیں، اس پر مسلمانوں کی طرف سے مظاہرے ہوے، جواب میں بی جے پی نے بند (ہڑتال) کی کال دی۔ گلبرگہ جو کہ مسلم اکثریتی علاقہ ہے یہاں پولیس اسٹیشن پر حملے کے بعد نو ہلاکتوں کی اطلاع دی گئی۔ بیدر میں بھی ہندو۔مسلم فساد میں دس لوگ مارے گئے، جن میں سے نصف پولیس فائرنگ میں ہلاک ہوئے۔ کرناٹک کے دو مشہور شہر ہبلی اور دھارواڑ میں بھی بے لگام فساد اور گھروں پر انفرادی حملوں میں مزید سات جانیں گئیں۔

(Sunday 20–26/12/1992) (Frontline 01/01/1993)

1992 دسمبر 6–:11 کانپور (اتر پردیش) 78٪ ہندو، 20٪ مسلمان اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ: کوئی نہیں، 6 دسمبر 1992 سے 4 دسمبر 1993 تک صدر راج صنعتی اور فرقہ وارانہ طور پر حساس شہر کانپور (اتر پردیش) بھی بابری مسجد کے بعد کے تشدد سے بری طرح متاثر ہوا۔ بی بی سی کی بعض نشریات سے مشتعل مسلم ہجوم نے 6 دسمبر کو ہندو دکانوں اور انتظامی دفاتر کو لوٹنا شروع کر دیا۔ چار یا پانچ افراد مارے گئے۔ بعد کے دنوں میں شہر میں فساد پھیل گیا، 9 اور 10 دسمبر کو بڑے پیمانے پر قتل وغارت گری عروج پر تھی۔ ہندو ہجوم نے پولیس کی معمولی مداخلت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا۔ خاص طور پر بدنام زمانہ واقعات شہر کے جنوبی علاقے میں پیش آئے، جہاں فسادات قابو سے باہر ہو گئے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق قصبے میں چار دنوں سے جاری فسادات کے دوران 11 افراد ہلاک ہوئے، غیر سرکاری اطلاعات میں مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ براس کے مطابق، "کانپور میں تباہی اور ہلاکتیں بمبئی میں ہونے والی ہلاکتوں کے بعد دوسرے نمبر پر تھیں" حالانکہ وہ کوئی اعداد و شمار فراہم نہیں کرتا ہے۔ صنعتی یونٹس اور دکانوں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی۔ مسلمانوں کے گھروں، جائیدادوں اور مساجد کو خاص طور پر اور بھاری نشانہ بنایا گیا۔ فوجیوں کی تیزی سے تعیناتی نے تشدد پر قابو پانے میں مدد کی۔

(Brass 1997: 214–259) (Sunday 20–26/12/1992)

1992 دسمبر 7–:8 آسام 65٪ ہندو، 31٪ مسلمان

آسام کے وزیر اعلیٰ: ہتیشور سائکیا، کانگریس پارٹی، جون 1991 تا اپریل 1996 ریاست آسام، بنگالی۔ آسامی زبان کے مسئلے اور AAMSU (آل آسام اقلیتی طلباء یونین) کے احتجاج کی وجہ سے پہلے ہی کشیدہ تھا، بابری مسجد کے انہدام کے بعد فرقہ وارانہ تشدد کا پھوٹ پڑا۔ فسادات سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والا ضلع ناگون رہا، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 75 اموات ہوئیں، دھوبری قصبے میں بھی 12 لوگوں کی جان گئی۔ سرکاری اندازوں کے مطابق پوری ریاست میں مرنے والوں کی تعداد 87 ہے، لیکن میڈیا کا اندازہ ہے کہ تشدد میں 100 سے 300 لوگ مارے گئے۔ متاثرین میں سب سے بڑا گروہ بنگالیوں (ہندو اور مسلمان) پر مشتمل تھا۔ عام طور پر آسامی (ہندو اور مسلمان) کو بچایا جاتا تھا۔ فسادات 7 دسمبر کو اس وقت شروع ہوئے جب مسلمانوں نے علامتی طور پر مسجد کے انہدام کے خلاف احتجاج کے لیے اپنے گھروں میں روشنیاں کیں۔ ناگون ضلع میں بابری مسجد کی تعمیر نو کے مطالبہ کرنے والے پوسٹر لٹکائے گئے تھے۔ ڈوبوکا قصبے میں 8 دسمبر کو 18 اموات ہوئیں، یہ قصبہ خاص طور پر ایک مقامی کانگریس لیڈر کی اشتعال انگیز تقریر کے بعد تشدد سے لرز اٹھا۔ جوابی کارروائی 9 دسمبر کو "جمنا مکھ" قصبے میں ہوئی، جس میں تقریباً 20 افراد ہلاک ہوئے۔

(Sunday 27/12/1992–02/01/1993) (Frontline 01/01/1993) (Frontline 15/01/1993)

1992 دسمبر 7–9: راجستھان 89% ہندو، 9%

مسلمان راجستھان کے وزیر اعلیٰ: بی ایس شیخاوت، بی جے پی، مارچ 1990–15 دسمبر 1992 بابری مسجد کے انہدام کے بعد ریاست راجستھان کو بھی فرقہ وارانہ تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں بھی فسادات نے ریاست بھر میں 60 افراد کی جان لے لی، دارالحکومت جے پور خاص طور پر متاثر ہوا جہاں 28 لوگ ہلاک ہوئے۔ زیادہ تر ہلاکتیں پولیس کی فائرنگ سے ہوئیں۔

(Sunday 27/12/1992–02/01/1993) (Frontline 01/01/1993)

... جاری

ص ۵۰/ کا بقیہ ....

علیہ الرحمہ، بتاریخ ۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء، مفہوماً (۲) جہان مفتی اعظم صفحہ ۷۷٤ (۳) تقدیم فتاویٰ مصطفویہ از فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ۳۱/۱ (۴) مرجع سابق (۵) جہان مفتی اعظم ۱۲٦ (٦) فتاویٰ رضویہ ۱/ ۷٦۳ (۷) مرجع سابق (۸) تاج الشریعہ کی فقہی مجالس، صفحہ ۱۵۳ (۹) مقالات شارح بخاری ۱۳٤–۱۳۳/ ۳ (۱۰) فتاویٰ مفتی اعظم ۷٦/ ۳ (۱۱) فتاویٰ مفتی اعظم ۷٦/ ۳ (۱۲) فتاویٰ مفتی اعظم ۸۰/ ۳ (۱۳) فتاویٰ مفتی اعظم ۸۱/ ۳ (۱۴) فتاویٰ مفتی اعظم ۸۲/ ۳ (۱۵) اَیش منحوت من "ای شیٔ" بمعناہ، وقد تکلمت بہ العرب، معجم الوسیط (۱٦) فتاویٰ مفتی اعظم ۸٤/ ۳۔

ص ۵۲/ کا بقیہ ....

ہوئے اور کیا ہم جنت میں داخل نہیں ہو لئے اور کیا دوزخ سے ہمیں نجات نہیں مل گئی ہے؟ (حضور نے فرمایا) پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا تو اس وقت وہ سب اس کے دیدار (پرانوار) سے مشرف ہوں گے (حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں) تو قسم اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میری جان ہے جنتیوں کو کوئی نعمت دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ولذیذ نہیں ہوگی۔''

جمعہ کی افضلیت اور امت مرحومہ کا امتیازی اکرام

خبر جبرئیل علیہ السلام: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے فرمایا: (ایک بار) حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں ایک سفید (نہایت ہی صاف شفاف) آئینہ لئے ہوئے حاضر آئے، اس کے بیچ میں ایک سیاہ نقطہ لگا ہوا تھا حضور نے (دیکھ کر) پوچھا: اے جبرئیل! یہ سفید آئینہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آئینہ (گویا) روز جمعہ ہے اور کالا نقطہ (گویا) جمعہ کے دن کی وہ ساعت ہے جس میں قیامت قائم ہوگی، جمعہ کے ساتھ حضور کو اور حضور کی قوم کو اگلی قوموں پر فضیلت عطا فرمائی گئی ہے۔ تو قیامت کے دن اور لوگ یعنی یہود و نصاری وغیرہ آپ لوگوں سے پچھڑے رہیں گے اور جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی (مبارک و اہمیت والی) ہے کہ اس میں اگر مومن کو اللہ سے کوئی نیک دعا مانگنے کا اتفاق ہو جائے تو ضرور اس کی دعا قبول فرمائے گا اور اگر کسی برائی سے اللہ کی پناہ چاہے تو ضرور اس کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ (جبرئیل علیہ السلام نے آگے بتایا کہ:...) ... جاری

احوال وطن

نسوانیات

پہلی قسط

از: مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی*

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پارہ ہائے صحف غنچہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام
جلوگیان بیت الشرف پر درود
پردگیان عفت پہ لاکھوں سلام

حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو نسبت رسالت مآب اور بارگاہ رسالت کی حریمی کی دولت بے مثل و مثال عظمتیں نصیب ہیں، آپ اہل بیت نبوت میں شامل ہیں، سارے مومنین کی مائیں اور ساری امت کے لئے واجب التعظیم ہیں، متعدد آیات آپ کی شان میں وارد ہیں، حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ سبع سنابل شریف میں رقم طراز ہیں:

”اہل بیت کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم اصل اہل بیت! دوسری قسم داخل اہل بیت! تیسری قسم لاحق اہل بیت! اصل اہل بیت تیرہ نفر ہیں، ۹؍ ازواج مطہرات اور چار صاحبزادیاں! اور داخل اہل بیت تین نفر ہیں، علی مرتضیٰ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور لاحق اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپاکیوں اور گناہوں سے کلیۃً پاک کر دیا ہے۔ الخ۔“ (ص ۹۳)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ اہل بیت کے چند معانی ہے ہیں:

۱— وہ حضرات جنہیں زکوٰۃ لینا حرام ہے اور وہ بنو ہاشم ہیں، ان میں آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔

۲— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال، اس میں ازواج مطہرات داخل ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرنا سینہ زوری اور آیت کریمہ کی روش کے خلاف ہے ارشاد ربانی ہے: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ (سورۂ احزاب) اللہ ہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے نجاست دور رکھے اور تم کو خوب خوب پاک فرمائے۔

اس آیت کی ابتدا اور انتہا میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے خطاب ہے، درمیانی حصہ سے انہیں خارج کرنے سے کلام کا نظم و نسق برقرار نہیں رہتا، امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: بہتر ہے کہ اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد امجاد اور آپ کی ازواج مطہرات ہیں، حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان میں داخل! حضرت علی مرتضیٰ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ معاشرت اور آپ کے احکام کی پابندی کی بنا پر اہل بیت میں سے ہیں، بعض اوقات اہل بیت کا استعمال اس طرح آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کا لفظ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہے، علمائے کرام نے ان اقوال کے درمیان تطبیق اور ان میں استعمالات کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ اہل بیت تین ہیں:

۱— بیت نسب (خاندان) ۲— بیت سکنیٰ (کاشانہ مبارکہ کے رہنے والے) ۳— بیت ولادت (اولاد امجاد)، بنو ہاشم نسب کے اعتبار سے، ازواج مطہرات رہائش کے اعتبار سے اور اولاد امجاد ولادت کے اعتبار سے اہل بیت ہیں، ان میں سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فضیلت وعزت کے اعتبار سے زیادہ ممتاز

ہیں، اس لیے لفظ اہل بیت سے ذہن انہیں کی جانب جاتا ہے، ان کے فضائل ومناقب اور عزت وکرامت کے بارے میں بے شمار احادیث کریمہ وارد ہیں۔''

(اشعۃ اللمعات اردو، ص ۴۸۷، ملخصا)

حضرات امہات المومنین میں اوّلیت کا شرف ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہے، جن کو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پچیس سال رفاقت کا شرف حاصل رہا، قرشی اور غیر قرشی ساری ازواج مطہرات میں آپ کو افضلیت کا شرف حاصل رہا، آپ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں حضور اقدس ﷺ نے کسی اور سے عقد نہیں فرمایا اور آپ کی ساری ذریت طاہرہ آپ کے بطن مبارکہ سے تولد ہوئیں۔ (سوائے حضرت ماریہ قبطیہ کے کہ حضور کی کنیز تھیں) اعلان نبوت کے دسویں سال ۶۵ رسال عمر مبارک میں آپ کا وصال ہوا اور جنت المعلیٰ میں آرام فرما ہوئیں، آپ کے وصال کا حضور کو بہت صدمہ ہوا، اس صدمے کی شدت سے آپ نے اس سال کو''عام الحزن'' یعنی غم کے سال سے یاد فریا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے اضطراب کا مداوا اس طور سے فرمایا کہ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے حرم کی زینت بنا دیا، حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس ﷺ کی حد درجہ افسردگی کو دیکھتے ہوئے حضور سے عرض کی، آپ حضرت بنت زمعہ سے عقد فرمالیں تا کہ ان کی رفاقت سے افسردگی کا یہ ماحول ختم ہو اور آپ کا کاشانۂ اقدس بالکل آباد ہوجائے، حضور نے ان کے ہمدردانہ مشورے کو شرف قبول عطا فرماتے ہوئے حضرت سودہ سے عقد فرمالیا۔

اسی سال رب جلیل نے اپنے حبیب جمیل کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد مسنون کا عزم فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ آپ اپنے یار (سیدنا) صدیق اکبر ابوبکر بن ابو قحافہ کو ان کی بے مثل و بے مثال جاں نثاری کے صلے میں اپنے رشتہ مصاہرت سے سرفراز فرمائیں، البتہ حضرت صدیقہ کی رخصتی ہوئی، اس طور سے حضرت سودہ کی رفاقت اور حضرت صدیقہ کے عقد سے آپ کی آفسردگی دور فرمادی اور اللہ نے اپنے حبیب کو اعلان نبوت کے تیرہویں سال مدینہ طیبہ ہجرت کا حکم فرمایا۔

حضرت صدیق اکبر کا پورا خاندان بھی مدینہ طیبہ منتقل ہو گیا اور حضرت صدیقہ حرم نبوی میں تشریف لے آئیں، مدینہ طیبہ آنے کے بعد بھی حضور کو سکون میسر نہ ہوا اور غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہو گیا، ۲ رہجری میں جنگ بدر کا فیصلہ کن معرکہ ہوا، جس میں ۳۱۳ ر نے ایک ہزار کے لشکر کو عبرتناک شکست دی، اس شکست کے انتقام میں جنگ احد برپا ہوئی، جس کی المناک صورت حال ہر تاریخ داں پر واضح ہے، اس دردمند صورت حال میں جو وفاداروں کا حق محبت ادا کرتے ہوئے ان کی بیوہ کو حضور نے اپنے حصار رحمت میں لے لیا اور یوں ان کے کرب کا مداوا فرمایا، وہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر اور ام المومنین حضرت ام سلمہ ہند بنت حزیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، میرا عنوان حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی ہے، اس لیے میں انہی تک اپنی گفتگو محدود رکھتا ہوں۔

خاندانی پس منظر

حضرت ام سلمہ قریش کے شاخ بنومخزوم سے تعلق رکھتی ہیں، والد کی جانب سے سلسلۂ نسب یہ ہے: ام سلمہ ہند بنت ابوامیہ سہیل حزیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن لقیظ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ۔ آپ کی والدہ ماجدہ بنوفراس سے تھیں، جن کا نسب نامہ یہ ہے: عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خزیمہ بن علقمہ بن جزل الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن نظر بن کنانہ۔

(الاصابہ، ج۸، ص ۲۴۰)

آپ کے والد ابوامیہ صاحب حیثیت انسان تھے، فیاضی ان کی وراثت تھی، سفر میں پورے قافلے کی تن تنہا کفالت فرماتے، اس لیے انہیں ''زادالرکب'' کہا جاتا ہے، ایسے خوش حال گھرانے میں ام المومنین ام سلمہ کی پرورش نازونعمت کے ساتھ ہوئی۔

حضرت ام المونین ام سلمہ رضی اللہ عنہا صاحب جمال وعقل تھی، بال مبارک گھنے تھے، قد دراز نہ تھا، خوش مزاج اور خوش سلیقہ

نسوانیات

تھیں، عابدانہ اور زاہدانہ زندگی بسر فرمائی، فیاضی وراثت میں ملی تھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں، استیعاب میں یہ روایت درج ہے کہ چند فقرا جن میں خواتین بھی تھیں، ان کے در پر آ کر بہت عاجزی سے سوال کیا، بعض خواتین نے انہیں ڈانٹ کر لوٹانا چاہا تو ام المومنین حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ یہ ہماری روایت نہیں، پھر کنیز کو حکم فرمایا کہ ان کو کچھ دے کر رخصت کرو، کچھ نہ کچھ ہو تو ایک چھوہارہ ہی ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔ (الاستیعاب، ج ۲ ص ۸۰۳)

دوسرے شوہر سے جو اولادیں تھیں، ان کی کفالت فرماتیں، اس ذیل میں خود انہیں سے حدیث رسول مروی ہے، فرماتی ہیں:

"عن ام سلمة قالت؛ قلت: یا رسول اللہ ﷺ هل لی من اجر نی بن ابی سلمة ان انفق علیهم ولست یتار کتهم هکذا و هکذا انما هم بنی؟ قال: نعم فبهم اجر ما انفقت علیهم۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر کچھ خرچ کر دوں تو کیا مجھے اس پر اجر ملے گا، کیونکہ انہیں اس حال میں میں نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ میرے بھی بچے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں تم ان پر جو کچھ خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔"

(مسند احمد، ج ۷ ص ۱۶/ حدیث ۲۵۹۷۰)

فیاضی کا وصف کیوں نہ ہو کہ فیاض کی بیٹی تھیں اور شاہ دو عالم ﷺ کی حرم محترم تھیں، جن کے در سے کوئی آج تک خالی نہ گیا اور جنہوں نے ایک ذرہ بھی بچا کر نہ رکھا، خود ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"دخل علی رسول اللہ ﷺ وهو ساهم الوجه، قالت: فحسبنا ن ذالک من وجع، فقلت یا نبی اللہ مالک ساهم الوجه من اجل الدنانیر الشیبه التی اتتنا امس وهی فی خصم الفراش۔ حضور میرے پاس تشریف لائے تو چہرۂ مبارکہ متغیر تھا، میں نے خیال کیا کہ یہ کیفیت کسی تکلیف کی وجہ سے ہے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کیا بات ہے کہ چہرۂ مبارکہ متغیر ہے؟

حضور نے ارشاد فرمایا: اس کی وجہ وہ سات دینار ہے جو کل شام کو میرے پاس نذر ہوئے اور اب تک وہ میرے پاس بستر پر پڑے ہوئے ہیں۔"

(مسند احمد، ج ۷ ص ۱۷۱۴/ حدیث ۲۵۹۷۵)

اسلام سے شرفیابی

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور کے اعلان نبوت کے بعد جلد ہی مشرف بہ اسلام ہوگئیں اور مشرکین مکہ کی جانب سے قسم قسم کے مظالم کا سامنا فرمایا، اولین ہجرت حبشہ اعلان نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہوئی، جس میں گیارہ مرد اور چار خواتین نے حضور کے حکم سے حبشہ کی جانب ہجرت کی ان میں حضرت ام سلمہ بھی تھی جو اس وقت حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کے عقد میں تھی، دونوں حضرات نے حضور کے حکم سے اوّلین ہجرت حبشہ فرمائی۔

عائلی زندگی

ام المومنین حضرت ام سلمہ کا پہلا عقد اعلان نبوت کے آس پاس ہی کسی سال میں حضرت عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کے ساتھ ہوا، جو آپ کے چچا زاد بھائی تھے اور حضور کی پھوپھی برہ بنت عبد المطلب کے بیٹے اور حضور کے رضاعی بھائی تھے، یہ قدیم الاسلام تھے، آپ کی عمر مبارک دس سال سے زیادہ تھی کہ آپ حضور پر ایمان لے آئے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، مشمولہ مشکوٰۃ، ص ۵۹۷)

راہ اسلام میں آپ دونوں شوہر اور اہلیہ نے کافی مشقتیں اٹھائیں، حبشہ اور مدینہ طیبہ دونوں ہجرتیں آپ کے حصے میں آئیں، غزوات وسرایا میں بھی حضور کے ہم رکاب رہے، جنگ احد جو شوال ۳ھ؁ ہجری وسط میں برپا ہوئیں، اس میں حضرت ام سلمہ شدید زخمی ہوگئیں، لیکن وہ شفایاب ہوگئی، پھر حضور نے یکم محرم ۴ھ؁ حضرت ابوسلمہ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے لشکر کے ساتھ سردار بنا کر کفار کے اس لشکر کے مقابلے میں بھیجا، جسے طلحہ بن خولید اور سلمہ بن خولید نے جمع کیا تھا اور مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہو چکا تھا، جب حضرت ابوسلمہ مسلمانوں کا لشکر لے کر روانہ ہوئے، جس میں ابوشیرہ اور حضرت ابوعبیدہ جیسے معززین

مہاجر وانصار شامل تھے تو کفار کا لشکر اس اسلامی لشکر کی اطلاع پا کر بھاگ کھڑا ہوا اور بہت سارے اونٹ اور بکریاں چھوڑ گیا جو مسلمانوں کے مال غنیمت کا حصہ بنیں اور یہ معرکہ برپا نہ ہوسکا، اسے حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں اس معرکہ کے بعد بھی حضرت ابوسلمہ پانچ مہینے سے زائد حیات رہے، غزوۂ احد میں جو شدید زخم لگے تھے، وہ بظاہر مندمل ہوگئے تھے، لیکن جمادی الثانی ۵۴ھ میں وہ زخم پھر ابھر کر پھٹ گئے اور اس کے صدمہ سے آپ کی وفات ہوگئی۔ (زرقانی علی المواہب، ج ۳ رص ۲۷۳)

اخلاف میں چار اولادیں چھوڑیں، دیار غیر میں حضرت ابو سلمہ کی وفات ہوئی، وہ بھی شدید مرض میں، اس کا حضرت ام سلمہ پر بہت اثر ہوا، آپ نے حضور کو مطلع کیا، حضور تشریف لائے اور صبر کی تلقین کی، اس سلسلہ میں خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مبارکہ مروی ہیں، فرماتی ہیں:

”عن أم سلمه قالت، قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: اذا حضرتم المیت او المریض فقولوا خیرا فان الملائکة یومنون علی ما تقولون قلت: فلما مات ابو سلمة اتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقلت: یا رسول اللہ ان ابو سلمة قد مات فقال: الھم اغفر لی وله واعقبنی منه عقبی حسنه قالت فقلت: فاعقبنی اللہ عزوجل من ھو خیرا لی منه محمد صلی اللہ تعالی علیه وسلم۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی میت یا مریض کے پاس جاؤ تو اس کے حق میں اچھی بات کہو، کیوں کہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں، پھر ام المومنین نے فرمایا: جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ: ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا تو حضور نے ارشاد فرمایا تم یہ دعا کرو: اے اللہ تو میری اور ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کی صورت میں ابوسلمہ سے بہترین بدل عطا فرمایا، پھر ام المومنین ان کے فراق میں رونے لگیں تو حضور نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔“ [مسند احمد، ۷/۷ ۱۴ ۴/حدیث ۲۵۹۵۸ / ۲۶۰۶۸]

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”لما مات ابو سلمه قلت: غریب و مات بارض غربة فافضت بکا فجائت امراة ترید ان تسعدنی من الصعید، فقال رسول اللہ ﷺ تریدین ان تدخلی الشیطان بیتا قد اخرج اللہ عزوجل منه قالت: فلم ابک علیه۔ جب ابوسلمہ کی وفات ہوگئی تو میں نے دل میں کہا: غریب الدیار مسافر تھے اور دیار غربت میں دنیا سے رخصت ہوگئے اور میں بے اختیار رو پڑی، مدینہ منوّرہ کے بالائی حصہ سے نوحہ میں میری مدد کرنے کے لئے ایک عورت بھی آگئی تو نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اپنے گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جسے اللہ تعالیٰ نے نکال باہر کیا ہے، حضرت ام سلمہ بیان فرماتی ہیں: حضور کے اس ارشاد کے بعد میں نے ابو سلمہ پر آہ و بکا بند کردی، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ کی نعش مبارک کے پاس تشریف لائے۔“ [مسند احمد، ۷۰/ ۴۱۰-۴۱۱/حدیث ۲۵۹۳۳]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”دخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی ابی سلمته و قد شق بصره فاغمضه ثم قال: ان الروح اذا اقبض تبعه البصر فضح ناس من اھله فقال: لا تدعوا علی انفسکم الا بخیر فان الملائکة یؤمنون علی ما تقولون، ثم قال: اللھم اغفر لی ابی سلمة وارفع درجته عن المھدیین واخلفه فی عقبه فی الخابرین و اغفر لنا و له یا رب العالمین، اللھم افسح فی قبره و نور له فیه۔ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ کی نعش مبارک کے پاس تشریف لائے ابو سلمہ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، اپنے دست مبارک سے حضور نے انہیں بند کیا، پھر ارشاد فرمایا: جب روح بقیہ ص ۱۹ ر پر

از: مولانا فواد رضا قادری مظہری*

مفتی اعظم ہند اور مسئلہ جماعت وتر

اسلاف وافادات

بلا شبہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کی ذات بابرکت اللہ کے مقبول بندوں میں سے ایک تھی، اگر صرف آپ کی کرامات جو عوام تو عوام اہل علم و فضل کی زبانوں پر جاری ہیں انہیں جمع کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے، پھر مختلف موضوعات پر کئی یادگار تصانیف و رسائل ہیں جن میں فتاوے کا ایک عظیم مجموعہ فتاویٰ مصطفویہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے مگر اس مجموعہ میں شامل فتاویٰ کے علاوہ اور دیگر ہزاروں فتاوے ہیں جو منظر عام پر نہ آسکے، مرشدی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے فقیر سے بیان فرمایا کہ:

"جب حضرت نے وصال فرمایا تو دار الافتاء میں ٩٥؍رجسٹر تھے، جن میں ٤٥؍رجسٹر ایسے تھے جن میں صرف حضرت کے فتاویٰ تھے۔"

افسوس بہت کچھ حوادث زمانہ کی نذر ہو گیا یا لوگوں کی الماری کی زینت ہے، اگر تمام یا اکثر شائع ہو جائیں تو فتاویٰ رضویہ کی مجلدات کے برابر ہو، خیر! راقم السطور کی نظر سے فتاویٰ مفتی اعظم میں ایک ایسا تحقیقی تفصیلی فتویٰ نظر سے گزرا جس کے متعلق کسی کا مقالہ ہمیں نہیں مل سکا، لہٰذا اسی وقت ارادہ کر لیا تھا کہ ضرور اس پر کچھ خامہ فرسائی کروں گا اور الحمدللہ آج وہ گھڑی آ گئی۔

سوال: حضور مفتی اعظم سے سوال ہوا کہ کچھ لوگوں نے مسجد میں تنہا فرض عشا پڑھے پھر امام کے ساتھ تراویح پڑھی اور جب تراویح ختم ہوئی تو ان کے ذمہ کچھ تراویح تھیں تو اب وہ جماعت وتر میں شامل ہو جائیں یا پہلے بقیہ تراویح ادا کریں اور جماعت وتر چھوڑ دیں؟ بعض لوگ بحوالہ صغیری کہتے ہیں کہ نماز وتر میں شامل ہو جائیں اور بعد کو تراویح پوری کریں اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے، اس لئے وتر کی جماعت نہ چھوڑیں اور بعض بحوالہ بہار شریعت کہتے کہ اگر فرض عشا جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔

جواب: حضور مفتی اعظم نے ابتدا نفس مسئلہ سے فرمائی کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا پھر وجہ تفصیل سے ذکر کی جس کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

١: جماعت وتر مستقل نہیں بلکہ تبعا ہے کہ وہ از قبیل نفل ہے یا تو رمضان کے تابع ہے یعنی اسی میں مشروع ہے (غیر رمضان میں بر سبیل تداعی مکروہ ہے کما فی رد المحتار) یا پھر فرض عشا کے تابع ہے یا تراویح کے تابع ہے مشہور یہی ہے کہ ان دونوں کے تابع ہے۔

٢: اگر جماعت وتر فرض عشا کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ وتر جماعت سے نہیں پڑھ سکتا۔

٣: رمضان کے تابع مانیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت سے ہی پڑھیں جائیں، بلکہ یہ ہے کہ رمضان میں وتر جماعت سے پڑھ سکتے ہیں، تو جماعت سے ہی پڑھنا اس سے کب متبادر؟

٤: اگر تراویح کے تابع مانو تو یہاں بھی وہی پچھلی صورت ہوگی یعنی بعد تراویح جماعت وتر ہو سکتی ہے۔

٥: فی الجملہ تینوں صورتوں میں سے کچھ بھی مانیں تبعیت فرض سے جماعت وتر نہیں نکلتی، رمضان کے تابع مانو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ فقط رمضان میں جماعت وتر، عشا یا تراویح کے تابع ہوگی، یہ نہیں کہ اس کی مستقل طور پر جماعت ہوگی، فقہاء کرام میں سے کسی نے اس کی صراحت نہیں فرمائی۔

٦: ہاں علما کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو وہ تراویح بھی جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ وہ پڑھ سکتا ہے۔

* مضمون نگار دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

۷: نماز وتر کا مستقل ہونا اور بات اور اس میں جماعت کا مستقل ہونا اور بات۔

ثمرۂ خلاف

اوپر گزرا کہ جماعت وتر کی تبعیت میں اختلاف ہے کسی کے یہاں فرض عشا کے تابع ہے تو کسی کے یہاں جماعت تراویح کے اور کسی کے نزدیک رمضان کے تابع ہے، تو خلاف کا ثمرہ کیا ہوا؟ حضور مفتی اعظم رقمطراز ہیں:

"اس خلاف کا ثمرہ یہ نہیں کہ جن کے نزدیک جماعت وتر تابع جماعت فرض ہے وہی بحالت فوت جماعت عشا جماعت وتر سے ممانعت کریں اور جن کے نزدیک اس کی جماعت تابع جماعت تراویح ہے وہ اس نے جب کہ جماعت تراویح فوت نہ کی یا اور جن کے نزدیک تابع رمضان ہے اسے مطلقاً جماعت وتر کی اجازت دیں؛ بلکہ اس خلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس نے فرض ایک امام کے پیچھے پڑھے اور تراویح دوسرے امام کے پیچھے، یا فرض و تراویح دونوں ایک امام کے پیچھے اور وتر دوسرے کی اقتدا سے، یا فرض جماعت سے اور تراویح بے جماعت پوری، یا کچھ جماعت سے، یا بالکل نہ پڑھیں، تو جو اس کی جماعت تابع جماعت فرض ٹھہراتے ہیں وہ امام فرض کے پیچھے ان سب صورتوں میں اس کی جماعت جائز بتاتے ہیں، دوسرے کے پیچھے اجازت نہیں دیتے اور جو جماعت تراویح کے تابع بتاتے ہیں وہ امام تراویح کے پیچھے بشرط یہ کہ اس نے تراویح سب یا کچھ جماعت سے ادا کی ہوں اور جو اسے رمضان کے تابع ٹھہراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام فرض کے پیچھے پڑھے یا امام تراویح کے یا کسی اور امام کے خواہ تراویح سب یا کچھ جماعت سے پڑھے ہوں یا علیحدہ یا بالکل نہ پڑھیں ہوں۔" (۱۰)

اس سے آشکار ہو گیا کہ جماعت وتر جس کے بھی تابع ٹھہرائیں اس میں شریک ہونے کے لئے جماعت فرض میں شرکت ضروری ہے، البتہ بوجہ خلاف تبعیت جماعت وتر، کب کس کی اقتدا کی جائے وہ حسب صورت مختلف ہے، پھر اپنی تائید میں مجمع الانہر، تتمہ الفتاوی الصغری، فتاویٰ تاتارخانیہ، غنیہ، ردالمحتار اس کی شرح جد الممتار کی عبارتیں نقل فرمائیں بعدہ صغیری اس کی اصل کبیری (غنیۃ المتملی) کی طرف مراجعت کی، لکھتے ہیں:

"صغیری اور اس کی اصل کبیری میں یہ مسئلہ ہماری نظر میں دو جگہ ہے، کہ اگر کسی کا ایک تراویح یا دو تراویح یا اکثر فوت ہو گئے اور امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یا اپنی باقی تراویح ادا کرے۔ دونوں جگہ اس کا کہیں پتہ نہیں کہ اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کے جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے۔" (۱۱)

اور صغیری کبیری کی عبارتیں نقل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کی چند یا اکثر رکعات تراویح امام کے پیچھے چھوٹ جائیں تو کیا وہ انہیں وتر سے پہلے پڑھے یا پہلے وتر ادا کرے پھر بقیہ تراویح کی تکمیل کرے؟ علامہ حلبی کہتے ہیں: ہمارے زمانے کے مشائخ کی آراء مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ پہلے امام کے ساتھ وتر پڑھے تا کہ فضیلت جماعت سے محروم نہ ہو پھر فوت شدہ تراویح ادا کرے اس لئے کہ وتر کے بعد بھی جائز ہے اور بعض کہتے ہیں پہلے تراویح ادا کرے پھر وتر پڑھے، عبارات کو نقل کر کے یوں تفہیم کراتے ہیں کہ "ان میں یہ کہاں ہے ﴿گرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے﴾ اور نہ یہاں یہ کہ "جماعت فرض سے کیا تعلق" وہ صورت ان دونوں کتابوں میں زیر فروع اسی مسئلہ مذکور سے متصل ذکر فرمائی ہے کہ اور جب کہ فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو امام عین الائمہ کرابیسی سے منقول ہے کہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر، پھر اس صورت میں بھی کبیری میں بعد بیان اختلاف حکم و وجہ ہر حکم یہ تحریر فرمایا کہ:

"لا شك أن تأخير الوتر أولى و إن فاتت الجماعة فيه، فإن الانفراد به أولى على قول الجمهور كما سيأتي إن شاء الله تعالى۔ یعنی: بے شک تاخیر وتر اولی ہے، اگرچہ وتر کی جماعت جاتی رہے کہ وتر میں انفراد ہی بر قول جمہور اولیٰ ہے۔"

نیز صغیری میں بعد اختلاف فرمایا:

"و لا شك أن تأخير الوتر أولى و كذلك الانفراد به۔ بے شک وتر کو مؤخر کرنا اولیٰ ہے اسی طرح انفراد بھی۔"

کہاں یہ اور کہاں وہ کہ اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے، کیوں کہ جماعت وتر جماعت تراویح کے تابع ہے، اس سے لزوم جماعت وتر یا بہر حال بے کراہت اس کا جواز کیوں کر نکلا کہ اگر چہ فرضوں کی جماعت کھوئی ہو مگر وتر جماعت ہی سے پڑھے، تابع ہونے کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں، تو رمضان میں ان کی تبعیت سے وتر بھی باجماعت پڑھ سکتے ہیں نہ یہ کہ وتر بہر حال جماعت ہی سے پڑھیں۔ (۱۲)

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ صغیری اس کی اصل کبیری میں وہ مسئلہ نہیں جو لوگ بتا رہے ہیں حالانکہ ان کتب میں تو اس صورت میں بھی اختلاف لکھا ہے کہ جب کسی کی تراویح فوت ہو گئیں ہوں تو وہ وتر میں امام کی اقتدا کرے گا یا نہیں اور حکم ہر دو جانب ہے کہ بعض فقہاء جماعت وتر میں فضیلت جماعت کی خاطر شریک ہونے کا حکم کرتے ہیں اور بعض تراویح مکمل کرنے کو کہتے ہیں کہ وتر میں تاخیر اور انفراد افضل ہے، پھر امام عین الائمہ کرابیسی سے اسی صغیری میں منقول ہوا جس شخص نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر، رہا جماعت وتر کا تابع تراویح ہونا تو اس کا معنی یہ نہیں کہ جماعت سے ہی پڑھی جائے بلکہ اس کا حاصل اس قدر ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے، یہ نہیں کے بہر صورت وتر جماعت ہی سے پڑھیں۔

عبارت موہومہ کی تحقیق

لیکن اب بھی یہ سوال ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے صغیری کا حوالہ کیسے ذکر کر دیا اور نہ یہ ایسی کتاب جسے عوام پڑھتے ہوں ضرور کسی عالم یا مفتی نے بیان کیا ہے تو نفس مسئلہ کی وضاحت کے بعد سرکار مفتی اعظم نے صغیری کی ایک موہوم عبارت ذکر فرمائی جس سے یہ ایہام ضرور ہوتا ہے کہ اگر چہ فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں پھر بھی جماعت وتر میں شریک ہو جائے البتہ یہ نرا وہم ہے جو تلخیص کی وجہ سے ہوا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:

"ہاں صغیری کی یہ عبارت ﴿و إذا لم يصل الفرض مع الإمام، قيل لا يتبعه في التراويح و لا في الوتر، و كذا إذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه في الوتر، و الصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذالك كله﴾ اگر اس نے امام کے ساتھ فرض نہیں پڑھے تو کہا گیا ہے کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا، اسی طرح جب اس نے اس کے ساتھ تراویح نہ پڑھی تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ان سب میں امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔"

اس عبارت میں اس کا ایہام ضرور ہے کہ اگر چہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں وتر میں شامل ہو سکتا ہے مگر یہ نرا وہم ہے، اس کا کوئی قائل نہ ہوا، کتب فقہ دیکھ جائیے، دور کیوں جائیے کبیری ہی دیکھ لیجئے اختصار کے سبب یہ وہم پیدا ہو گیا، تصحیح دو قولوں سے ایک کی ہوتی ہے، یہاں کوئی دوسرا قول ہی نہیں و من ادعی فعلیه البیان، پھر اگر ہوتا بھی تو اصحاب تصحیح سے اس کی تصحیح اگر ہوتی، تو علامہ ابراہیم حلبی صاحب صغیری یہ فرما سکتے کہ "و الصحیح الخ" کہ خود یہ اصحاب تصحیح سے نہیں کہ خود کسی قول کی تصحیح کریں۔ (۱۳)

سبحان اللہ! چند سطروں میں موہوم عبارت کی وضاحت کر دی کہ اوّلاً فقہا میں سے کسی کا یہ قول نہیں کہ اگر چہ فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھے ہوں جب بھی جماعت وتر میں شریک ہو جائے، خود کبیری جس کی ملخص یہ صغیری ہے اس میں اس کا نشان نہیں۔ ثانیاً تصحیح ہوتی تو دو قولوں میں ہوتی اور نفس مسئلہ میں دوسرا قول کہاں ہے؟ پھر تصحیح اصحاب تصحیح کا وتیرہ ہے حالاں کہ صاحب صغیری ان میں سے نہیں۔ بات یہ ہے کہ کبیری میں تصحیح مختلف اقوال پر نقل کی گئی کہ جس نے جماعت فرض نہیں پائی بر بنائے مذہب صحیح وہ جماعت تراویح میں شریک ہو سکتا ہے، ایسے ہی جس نے تراویح جماعت سے نہیں پڑھی صحیح یہ ہے کہ وہ جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے رہا نفس مسئلہ اس میں خلاف ہی نہیں تھا تو اسے اسی طرح نقل کیا مگر تلخیص میں یہ اختصار کے سبب یہ وہم ہوتا ہے کہ فرض جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں بھی وتر

باجماعت ادا کئے جاسکتے ہیں یہ صحیح کجا کسی کا قول نہیں، حضور مفتی اعظم کبیری سے ہر صورت کے متعلق عبارتیں تحریر کرنے کے بعد ان کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ" کبیری میں اس کا کہیں نشان ہے کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں تو بھی وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے؟ حاشا کہیں نہیں، اس کا کہیں پتہ ہی نہیں تصحیح کیسی؟ انہوں نے تو پہلے امام عین الائمہ سے تین حکم نقل فرمائے:

﴿۱﴾جس نے فرض بے جماعت پڑھے ہوں وہ تراویح میں امام کی اتباع نہ کرے۔﴿۲﴾یوں ہی وتر میں۔﴿۳﴾جس نے تراویح میں اتباع امام نہ کیا ہو وہ وتر میں بھی نہ کرے، یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس میں اختلاف ذکر کیا، پھر امام ابو اللیث سے امام ابو یوسف البانی کے اس قول کی تصحیح نقل فرمائی: کہ تراویح ایک کے پیچھے پڑھیں تو دوسرے کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے، یوں ہی پہلے میں بھی اختلاف تھا اور قول آخر یعنی جواز جماعت تراویح بحال فوت جماعت فرض صحیح تھا، اسے لکھا اور اس کی امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی، دیکھیے امام عین الائمہ کرابیسی کے جواب میں انہوں نے ان دونوں مسئلوں میں امام ابو اللیث و امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی اور جہاں سادہ خلاف قول تھا وہاں سادہ نقل فرمایا، ان کا وہ دوسرا مسئلہ کہ جس نے فرضوں کی جماعت کھوئی ہے وہ وتر جماعت سے نہ پڑھے، خلاف سے ہی پاک تھا، اسی لیے اس کے خلاف کوئی سادہ قول بھی نقل نہ فرمایا، اگر اس کے خلاف کوئی قول ہوتا تو ضرور نقل فرماتے، اب بحمدہ تعالیٰ روشن تر ہو گیا کہ صغیری کی عبارت سے جو وہم ہوتا ہے وہ نرا وہم ہے، ہرگز ان کی مراد یہ نہیں کے فرض بے جماعت پڑھے ہوں جب بھی وتر جماعت سے پڑھے یہی صحیح ہے، اس کا صحیح ہونا درکنار یہ کسی کا قول نہیں۔" (١٤)

صغیری پر مفتی اعظم کا حاشیہ

اخیر میں حضور مفتی اعظم نے صغیری کی موہوم عبارت پر اپنے حاشیہ کو نقل فرمایا ہے اور مہینہ یا اس سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد صغیری پر سیدنا اعلیٰ حضرت کا حاشیہ اور فتاویٰ رضویہ کا فتویٰ مل جانے کا ذکر فرماتے ہیں اور شکر الٰہی بجالاتے ہیں کہ میں نے اسی طرح بحث کی جیسے میرے والد ماجد نے کی تھی، ہم یہاں بخوف طوالت صرف حواشی کو نقل کرتے ہیں سیدی مفتی اعظم تحریر فرماتے ہیں:

"فالحمد لله و المنة على كشف الغمة، و هو ولي النعمة،و كتبت على تلك العبارة على هامش الصغيري،قوله:في ذالك يعني:اتباعه في التراويح صحيح فيما إذا لم يصل الفرض جماعة، و كذا إتباعه في الوتر فيما إذا لم يصل التراويح بالجماعة، لا ان اتباعه في الوتر يصح فيما إذا لم يصل الفرض مع الإمام، فافهم و تدبر و تثبت و تشهد، لما قلنا اقتصاره في التصريح على لفظه التراويح، هذا كله كتبته بتوفيق الله تعالى تفقها، ثم بعد تحريره بشهر أوأزيدظفرت بصغيري مكتبةسيدناالوالد الماجدرحمه الله تعالى فراجعتها، فوجدت بحمد الله تعالى ما حاشيته على تلك العبارة الموهومة، أجاب عنها بعينه ماأجبت و بحث ما بحثت و لله الحمد، و هذا مانصه:"قوله{و الصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذلك كله}ليس هو رحمه الله تعالى من أصحاب التصحيح، و إنما هو ناقل، و يرشدك مطالعة، شرحه الكبير الملخص منه هذا الصغير إن التصحيح للإمام الفقيه أبي الليث و للإمام ظهير الدين المرغيناني، و إنهما إنما يرجحان إلى تصحيح جواز الإتباع في الوتر إن لم يتبع في التراويح، و جواز الاتباع في التراويح و إن لم يتبع في الفرض، و لا أثر فيهما التصحيح جواز الإتباع في الوتر و إن لم يتبع في الفرض فراجعه صفحة : ٤١٠ "فالواقع ههنا نشأمن اقتصار فحل فليتنبه ليس الفرق بينهما إلا فرق اللسان، كأنه هو فانظر إلى هذا التوارد، و من أنا، و أيش (١٥) أنا، ما هذا

سخن در سخن

إلا بفضل الله فيض خدمته رضي الله عنه وأرضاه عنا، ثم بعد ما مضى على هذا برهة من الزمان ظفرت بكرم الله تعالى بباب الوتر والنوافل من فتاوه المنسقةالمباركة قدس الله تعالى سره وأفاض علينا بره-یعنی: پس خدا کا شکر ہے اور اس کا احسان ہے مشکل آسان فرمانے پر اور وہی نعمت عطا فرمانے والا ہے، میں نے صغیری کے حاشیہ میں اس موہوم عبارت پر لکھا ہے ان کا قول اس بارے میں، یعنی: اس کی اقتدا تراویح میں درست ہے اس صورت میں جب کہ اس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں، یوں ہی وتر کی جماعت میں بھی اقتدا درست ہے اس صورت میں جب اس نے تراویح جماعت سے نہ پڑھے ہو، (عبارت کا) یہ مطلب نہیں کہ اس کی اقتدا اس صورت میں بھی درست ہے جب اس نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں، اس کو سمجھ لو، غور کرو اور ذہن نشین کرلو، جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ انہوں نے لفظ "تراویح" کی تصریح فرما کر اسی پر اکتفا کر لیا ہے، میں نے یہ سب اللہ عزوجل کی توفیق اپنی فقہی بصیرت کی روشنی میں لکھا، پھر اس کے لکھنے کے ایک ماہ یا اس سے کچھ زائد کا عرصہ گزرا ہی تھا کہ مجھے اپنے والد گرامی کی لائبریری میں "صغیری" مل گئی تو میں نے اس کی طرف رجوع کیا، الحمد للہ میں نے دیکھا کہ اس موہوم عبارت کے حاشیہ پر انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے دیا تھا اور اسی طرح بحث کی جیسی میں نے کی تھی، والحمد للہ علی ذالک۔

ان کی عبارت یہ ہے" صاحب صغیری کا قول یہ ہے کہ﴿ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ان تمام صورتوں میں اقتدا کر سکتا ہے﴾ لیکن علامہ ابراہیم حلبی "صغیری" کے مصنف اصحاب تصحیح سے نہیں بلکہ وہ تو محض ناقل ہیں اور شرح کبیر کا مطالعہ جس سے یہ صغیر ملخص تمہاری اس طرف رہنمائی کرے گی کہ تصحیح امام فقیہ ابو اللیث اور امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے کہ وہ دونوں بزرگ تراویح میں عدم اقتدا کی صورت میں وتر میں اقتدا کے جواز کی تصحیح کو ترجیح دیتے ہیں اور فرض میں عدم اقتدا کی صورت میں وتر میں جواز اقتدا کی تصحیح کا کوئی اثر نہیں، اس طرف رجوع کیا جا سکتا ہے" واقعہ یہ ہے کہ یہ صورت اختصار کی وجہ سے پیدا ہوئی، لہٰذا متنبہ ہو جاؤ اور میں کیا ہوں میری حیثیت ہی کیا ہے یہ تو سب ان کی خدمت کا فیض ہے، اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو ہم سے راضی فرمائے، پھر اس پر تھوڑے دن گزرنے کے بعد آپ کے مبارک فتاویٰ میں ایک فتویٰ باب الوتر والنوافل مل گیا، اللہ تعالیٰ ہم پر ان کے فیض کی بارش فرمائے۔(١٦)

خلاصۂ مباحث

۱: عبارت موہومہ کا یہ مسئلہ درست ہے اگر کسی نے فرض با جماعت نہ پڑھے تو وہ تراویح با جماعت پڑھ سکتا ہے یوں ہی جو جماعت تراویح میں شامل نہیں ہوا وہ جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے اسی کو امام مرغینانی اور امام فقیہ ابو اللیث نے راجح قرار دیا ہے۔

۲: رہا یہ کہ جو جماعت فرض میں شریک نہیں ہوا وہ جماعت وتر میں شامل ہو جائے یہ درست نہیں خود صاحب صغیری نے لفظ "تراویح" کی صراحت فرما کر اسی پر اکتفا فرما لیا یعنی تصحیح انہیں دو صورتوں سے متعلق ہے کہ جس نے امام کے ساتھ فرض نہیں پڑھے وہ تراویح پڑھ سکتا ہے ایسے ہی جس نے تراویح با جماعت نہ پڑھی یا کچھ پڑھی یا پھر کسی اور امام کی اقتدا میں پڑھیں تو وہ جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے، اسی پر کبیری میں تصحیح ہے، مگر یہاں عبارت کے اختصار کی وجہ سے یہ وہم ہو گیا جس نے فرض با جماعت نہ پڑھے وہ بھی جماعت وتر میں شریک ہو جائے یہ درست نہیں بلکہ نرا وہم ہے۔ حضور مفتی اعظم اختتام فتویٰ پر تحدیث نعمت کے طور پر رقم طراز ہیں:

"أنظر كيف سنح علي بعين أكثر ما سنح على أبي بفضله الوفي- دیکھو! رب تعالیٰ کے بھرپور فضل و کرم سے یہ بات مجھ پر میرے والد ماجد سے زیادہ آشکارہ ہوگئی۔"

مآخذ ومراجع:

(۱) ماخوذ از آن لائن سوال جواب سیشن حضور تاج الشریعہ بقیہ ص ۱۴۱ پر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

پچیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

جنت و اہل جنت کا بیان

تعمیر جنت کی کیفیت

حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ محمد ابن فضل کی تحدیث و اسناد نقل کرتے ہوئے بطریق زیاد طائی علیہ الرحمہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرمایا ہم لوگوں نے (ایک بار حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! **مما خلقت الجنة؟** جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: **من الماء**، پانی (کی آمیزش) سے۔ پھر ہم نے عرض کیا: حضور جنت کی بنا (یعنی تعمیری کیفیت وغیرہ) سے ہمیں باخبر فرمائیے، حضور نے فرمایا: **لبنة من ذهب و لبنة من فضة-الحديث۔** یعنی اس کی چنائی سونے چاندی کی اینٹوں سے ہوئی ہے، اس میں ایک اینٹ سونے کی لگی ہے اور ایک چاندی کی اور اس کا گارا (چنائی کا مسالہ) نہایت تیز خوشبودار مشک ہے اسکی مٹی (یعنی زمین) زعفران ہے اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں۔ جو بندہ اس میں داخل ہوگا آسودہ حال (نہایت خوش عیش) رہے گا اور اسے کسی نوع کی مایوسی نہیں ہوگی، اس میں ہمیشہ رہے گا (جس کی نہایت نہیں) اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس کا لباس پُرانا اور میلا نہیں ہوگا اور اس کی جوانی کبھی نہیں ڈھلے گی۔

تین کی دعا یا بددعا رد نہیں ہوتی

ضمنی حدیث: پھر حضور نے (آگے اسی حدیث شریف میں) فرمایا:

”**ثلاث لا ترد دعوتهم:الامام العادل، والصائم حين يفطر، ودعوة المظلوم،فانها ترفع فوق الغمام فينظر الرب جل جلاله، فيقول وعزتي و جلالي لانصرنك ولو بعد حين۔**“ (ترجمہ) تین نفوس ایسے ہیں کہ ان کی پکار (نیک دعا یا بددعا) رد نہیں کی جاتی (یعنی دیر سویر مقبول ضرور ہوتی ہے) عدل و انصاف کرنے والا پرہیزگار بادشاہ (خلیفہ یا والی وغیرہ) (دوسرا) روزہ دار کہ جس وقت روزہ کھولے۔ (تیسرا) مظلوم کہ اس کی بددعا بادلوں سے اوپر (خود) بلند ہوتی ہے۔ رب جل جلالہ سن کر فرماتا ہے قسم میری عزت و جلالت کی۔ میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت کے بعد کروں۔“

جنت کی بعض نعمتوں پر قرآن سے استشہاد

حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ مذکور کی تحدیث و سند نقل کرکے بطریق حضرت ابو سلمہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم سے راوی کہ حضور پرنور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”**ان في الجنة شجرة يسير الراكب...الحديث۔**“ (ترجمہ) بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں شتر سوار اگر سو سال چلے تب بھی اسے طے نہیں کر سکے گا، قرآن شریف (میں) پڑھو اگر چاہو (اللہ فرماتا ہے) **وظل ممدود!** (دراز سایہ) پھر مزید فرمایا:

جنت کی نعمتوں کا کیا کہنا؟

... اور جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھی ہوں نہ کسی کان نے کبھی سنی ہوں۔ نہ کسی بشر کے دل پر انکا خیال و تصور گزرا ہو، پڑھو اگر چاہو (رب کریم فرماتا ہے:)

”**فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٍ۔**“ (ترجمہ)

کسی متنفس کو نہیں معلوم کہ اہل جنت کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کیا کیا پوشیدہ رکھی گئی ہے؟ [سورۂ سجدہ–۱۷، پارہ ۲۱]

جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی پوری دنیا سے افضل

...حضور نے (آگے) فرمایا اور جنت میں ایک دُرّے کے برابر جگہ (اگر مل جائے تو)، دنیا و مافی الدنیا سے بہتر ہے۔ پڑھو اگر چاہو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):

"فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (ترجمہ) جو دوزخ سے بچا دیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو بے شک وہ کامیاب ہوا۔" [آل عمران–۱۸۵]

ایک "لُعبہ" نامی حور کا اعلان

خبر ابن عباس: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرمایا:

"ان فی الجنۃ حوراء یقال لھا لعبۃ... الخ۔ بے شک جنت میں ایک حوراء (بڑی بڑی خوشنما آنکھوں والی جنتی عورت) ہے۔ اسے لُعبہ کہا جاتا ہے۔ وہ چار (عناصر) سے بنائی گئی ہے: مشک، عنبر، کافور اور زعفران سے اور اس کی طین (گِل خمیر) آب حیات سے گوندھی گئی ہے۔ اللہ رب العزت نے اس (کے پُتلے) سے فرمایا: کو نی، ہوجا! وہ ہوگئی (وہ ایسی پُرکشش اور اعلیٰ حسن و جمال والی ہے کہ) جنت کی سب حوریں تک اس پر عاشق (فریفتہ) ہیں۔ اگر وہ سمندر میں اپنا ذرا سا لعاب تھوک دے تو اس کا (کھارا) پانی شیریں (اور خوش ذائقہ) ہوجائے، اس کے (زیرگلو) ہنسلی پر مکتوب ہے:

"من احب ان یکون لہ مثلی فلیعمل بطاعۃ ربی۔ (ترجمہ) جسے یہ محبوب ہو کہ مجھ جیسی حسینہ اس کے حصے میں آئے تو اسے چاہئے کہ میرے رب کی طاعت والے کاموں میں لگا رہے۔"

اشجار جنت کی ساخت اور حصول ثمرات کی کیفیت

خبر مجاہد: حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنت کی زمین چاندی اور اس کی تراب (خاک) مشک ہے۔ جنتی درختوں کی جڑیں چاندی کی ان کی شاخیں، ٹہنیاں موتی اور زبرجد کی ہیں۔ ان کے پتے اور پھل سب نیچے ہیں کہ جو کھڑے کھڑے کھانا چاہے گا اسے کوئی دِقّت نہیں ہوگی جو بیٹھے بیٹھے کھائے گا اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ جو لیٹے لیٹے کھائے گا اسے دشواری نہیں ہوگی" پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

"وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ یعنی جنت میں پھلوں کے خوشے (گچھے) خوب جھکے جھکے ہیں۔"

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) یعنی ان کے پھل اتنے قریب ہوں گے کہ کھڑے، بیٹھے (ہر حال میں) ان تک ہاتھ پہونچ جائے گا۔

اہل جنت کے حسن و جمال میں روز افزوں اضافہ

روایت ابی ہریرہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قسم اس ذات پاک کی جس نے محمد (مصطفیٰ ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی بے شک اہل جنت کا جنت میں حسن و جمال برابر روز افزوں ہوگا جس طرح دنیا میں بڑھاپے اور جسمانی کمزوری میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

جنتی کیلئے سب سے زیادہ عظیم ولذیذ نعمت

حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ ابراہیم ابن احمد کی تحدیث و اسناد نقل کرتے ہوئے بطریق (سیدی) ثابت بُنانی علیہ الرحمہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پرنور رسول مقبول، اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا دخل اھل الجنۃ الجنۃ... الحدیث۔ (ترجمہ) جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوچکے ہوں گے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا: اے اہل جنت! (تمہیں معلوم ہو کہ) تمہارے لئے اللہ کے پاس بے شک اس کا کیا ہوا ایک وعدہ ہے، وہ اسے پورا فرمانا چاہتا ہے۔ تو جنتی کہیں گے وہ کیا موعود ہے؟ (ہمیں سب کچھ تو مل گیا اب اور کیا کسر رہ گئی؟) کیا ہمارے عمل خیر کی تولیں بھاری نہیں ہوئیں اور کیا ہم خوبرو نہیں

بقیہ ص ۱۴۱ پر

منظومات

نثار ان پہ ساری خدائی ملی

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

دل تار کو یوں صفائی ملی
ہمیں ان کے در تک رسائی ملی

ثنائے شہ دو جہاں کے لیے
قلم کو مرے روشنائی ملی

فرشتے بھی کرتے ہیں مدح نبی
فلک پر بھی محفل سجائی ملی

سلام ان پہ پڑھتے ہیں سارے حروف
درودوں میں مشغول اکائی ملی

حبیب خدا سے ملقب ہیں جو
نثار ان پہ ساری خدائی ملی

تصور میں طیبہ کا گلزار ہے ہمیں
دشت غم سے رہائی ملی

یہ فیضان ہے شاہ کونین کا
کلی شبنموں سے نہائی ملی

حلیمہ پہ کرتا ہے رشک آسماں
بہت خوش نصیب ان کی دائی ملی

میں کرتا ہوں عینؔی نبی کی ثنا
شب و روز کی یہ کمائی ملی

ترے جمال نے حیرت میں ڈال رکھا ہے

از: محمد فرقان فیضی امام احمد رضا لائبریری برہم پوری سرلاہی نیپال

یوں میرے آقا نے میرا خیال رکھا ہے
کہ میری ساری بلاؤں کو ٹال رکھا ہے

ہر ایک لمحہ بہاتا ہوں اشک آنکھوں سے
مجھے یوں ہجر نبی نے نڈھال رکھا ہے

یہ چاند تارے یہ سورج تجھی سے ہیں روشن
ترے جمال نے حیرت میں ڈال رکھا ہے

بنا ہوا ہے شہنشاہ دو جہاں کا وصف
کمال میں بھی خدا نے کمال رکھا ہے

ہزار ظلم و ستم کر رہی ہے دنیا مگر
درِ نبی سے ہی رشتہ بحال رکھا ہے

ستا رہے ہو فلسطین میں اس امت کو
نبی نے جس کا ہمیشہ خیال رکھا ہے

خدا نے سارے فلسطینیوں کے سینے میں
حسینی صبر اور عشق بلال رکھا ہے

نہ اپنے ظلم پہ اتراؤ! خاندان یہود
ہر ایک ظلم کی خاطر زوال رکھا ہے

اے فیضؔی اتنے وسیع و عریض بھارت کو
اکیلے خواجہ پیا نے سنبھال رکھا ہے

اصحاب کی تھے شان امیر معاویہ

از: پھول محمد نعمت رضوی
امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

اصحاب کی تھے شان امیر معاویہ
اور صاحب ایمان امیر معاویہ

بے حد جو کیا کرتے تھے سب پر سخاوتیں
لوگوں کے درمیان امیر معاویہ

انصاف سے وہ کرتے تھے ہر ایک فیصلہ
ایسے تھے حکمران امیر معاویہ

سب امتی کے ماموں تھے اور کاتب وحی
سلجھے ہوئے انسان امیر معاویہ

مینار نور مذہب اسلام کے لئے
اور حلم کی چٹان امیر معاویہ

عظمت کی دی گواہی صحابہ نے ولی نے
میں کیا کروں بیان امیر معاویہ

عادلِ بھی تھے ممتاز بھی اور اہل فضیلت
نعمتؔ حیا کی کان امیر معاویہ

پریشان ہندوستاں دیکھتا ہوں

از: محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

زبوں حالی میں اہل شاں دیکھتا ہوں
زمانے کو محو فغاں دیکھتا ہوں

خدا جانے کیا ہوگا ہندوستاں کا
سفیہ و شقی حکمراں دیکھتا ہوں

ستم گر کے ظلم و ستم سے ہمہ وقت
پریشان ہندوستاں دیکھتا ہوں

حکومت کے ہاتھوں غریبوں کا ہر دن
میں جلتا ہوا آشیاں دیکھتا ہوں

ہو سرسبز و شاداب گلزار جس سے
وہ مالی چمن میں کہاں دیکھتا ہوں

جہاں پیدا ہوتے تھے شاہین اب وہ
اجڑتی ہوئیں بستیاں دیکھتا ہوں

دل پر الم پر مصیبت کا گرتا
شب و روز کوہ گراں دیکھتا ہوں

ارے بے مکاں کو مکاں کیا ملے گا
مکیں کو بھی اب بے مکاں دیکھتا ہوں

کیا الووں نے بسیرا ہے جب سے
گلستاں میں فصل خزاں دیکھتا ہوں

امید وفا باندھ رکھی تھی جس سے
ریاکاری اس میں عیاں دیکھتا ہوں

جو مظلوم ہیں بے خطا ہیں اسی کے
میں سینے میں تیغ و سناں دیکھتا ہوں

فصیح البیاں جس کو کہتی تھی دنیا
اسے آج سد اللساں دیکھتا ہوں

غریبوں کے سینوں سے آہوں کا پل پل
نکلتا ہوا میں دھنواں دیکھتا ہوں

جسیمؔ حزیں دور حاضر کی ہو خیر
مصیبت میں سارا جہاں دیکھتا ہوں

انٹیا تھوک بازار میں امام احمد رضا کانفرس

شہر گونڈہ سے جنوب کی طرف تقریباً اٹھارہ کلومیٹر کے فاصلے پر موضع انٹیا تھوک میں دختران اسلام کا عظیم الشان ادارہ جامعہ برکاتیہ رضویہ طیبۃ البنات ایک دہائی سے زیادہ عرصہ سے اسلام کی شہزادیوں کو زیور علم و ادب سے آراستہ اور نور علم سے منور کر رہا ہے۔ 14/نومبر 2023ء کو ادارے کی ساتویں سالانہ تقریب یعنی امام احمد رضا کانفرس و جشن حضور تاج الشریعہ قدس سرہما کا عظیم الشان پیمانے پر انعقاد ہوا، جس میں اہل سنت و جماعت کی قدآور شخصیات تشریف لائیں، بالخصوص خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ، قاضی القضاۃ فی الہند، جانشین تاج الشریعہ، حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی شاہ عسجد رضا خان قادری نوری آدام اللہ فیوضہ نے بانی ادارہ ہٰذا، خلیفہ حضور محدث کبیر، حضرت علامہ مفتی محمد صدیق خان مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی دعوت پر تشریف لائے اور ہم غلامان مرکز اہل سنت کی عید ہوئی۔

اس تاریخی اجلاس میں حضور قائد ملت کی معیت میں داماد قائد ملت، حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ، خلیفۂ تاج الشریعہ و محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین علیمی صاحب قبلہ، صدر دار الافتاء دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، داماد محدث کبیر حضرت مولانا شاہد رضا صاحب قبلہ، حضرت علامہ مفتی عبد الرحمٰن صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی اور پیکر علم و ادب حضرت مولانا مفتی خورشید عالم مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی و دیگر علما و شعرا کی موجودگی رہی۔

علما و مشائخ کا یہ نورانی قافلہ اس عظیم الشان پروگرام میں شرکت کے لیے 14/نومبر 2023ء کی شام جامعہ برکاتیہ رضویہ طیبۃ البنات کے وسیع و عریض صحن میں نزول اجلال فرمایا اور بعد نماز مغرب کانفرس کا انعقاد ہوا، علما و مشائخ کے بیانات ہوئے اور بڑی تعداد میں حضور قائد ملت کے دست حق پرست پر دختران اسلام کے ساتھ ساتھ عوام و خواص نے بیعت کا شرف حاصل کیا، سلام و دعا پر اس تاریخی محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: شاداب احمد امجدی، گھوسی

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

FEBRUARY-2024
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مارچ ۲۰۲۴ء
MARCH-2024 Rs. 30/-

صوموا لرؤیتہ
وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم
فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

رمضان کریم

یہ کھیل تو ابھی اور بڑھے گا | روزہ! رحمت بھی صحت بھی | اسلام اور رزق حلال

محدث اعظم! صحیفۂ حیات کے چند نادر اوراق
وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
حدیث استقبال ماہِ رمضان! توضیح وتشریح
سب سے قدیم مذہب! ہندوتوا یا اسلام؟
مذہب اسلام سے کفار کا بغض وعناد
عبادت وریاضت اور ماہِ رمضان
دنیا کی بدترین قوم کے جنگی جرائم

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز اہل سنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی، ادبی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۳
Issue No. 3
Vol. 9 جلد نمبر 9

۱۴۴۵ھ
رمضان المبارک
مارچ ۲۰۲۴ء

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ / سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

روزہ اور امام احمد رضا

”ابھی چند سال ہوئے، ماہِ رجب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا، روزہ نہ چھوڑنا۔ ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا، میں نے بحمد اللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اسی کی برکت نے بفضلہٖ تعالیٰ شِفا دی کہ حدیث میں اِرشاد ہوا ہے: صُوْ مُوْا تَصِحُّوْا۔ روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔“ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۶)

اس شمارے میں

مشمولات

مہمان اداریہ

از: مفتی مشتاق احمد امجدی *

حدیثِ استقبالِ ماہ رمضان! توضیح وتشریح

ماہِ رمضان اسلامی سال کا وہ مبارک مہینہ ہے جو اپنے دامن میں بے شمار انوار وتجلیات اور بے حساب برکات وحسنات رکھتا ہے، ذوق عبادت اور شوق بندگی رکھنے والوں کے لیے یہ مہینہ سراپا خیر وبرکت ہے، اسی لیے اہل ایمان اور اہل ایقان کو اس ماہ مبارک کا شدت سے انتظار رہتا ہے، حدیث شریف کے مطابق اس ماہ مبارک کے استقبال واحترام میں جنت کو سال بھر سنوارا اور سجایا جاتا ہے اور پھر جب اس مبارک ومسعود مہینہ کا چاند افق عالم پر طلوع کرتا ہے تو حوران جنت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں روزہ داروں سے شرفِ زوجیت اور ان سے آنکھوں کی ٹھنڈک کی تمنا ظاہر کرتی ہیں، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم - قال: إن الجنة تزخرف لرمضان من رأس الحول إلى حول قابل، قال: فإذا كان أول يوم من رمضان هبت ريح تحت العرش من ورق الجنة على الحور العين فيقلن: يارب اجعل لنا من عبادك أزواجا تقر بهم أعيننا وتقر أعينهم بنا. رواه البيهقي في شعب الإيمان."

ایک حدیث شریف میں وارد ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد آمد پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان لعین کے مکر وشر سے بندوں کو محفوظ رکھنے کے لیے شیطان مردود قید کر دیا جاتا ہے، حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ کریں:

"عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: اذا دخل رمضان فتحت ابواب السمآء وفی رواية فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين." [مشکوۃ شریف، ص ۱۷۳]

ان کے علاوہ مختلف احادیث طیبہ میں اس ماہ مبارک کی بے شمار فضیلتوں اور عظمتوں کا خطبہ پیش کیا گیا ہے، اسی لیے جب سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے ہیں، اہل ایمان اس ماہ کی از حد قدر کرتے بلکہ ماہ شعبان جوں جوں ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے، مومنین اس ماہ مبارک کو پانے کی تمنا لیے ہوئے اس کے استقبال اور خیر مقدم کے لیے تیار رہتے جو یقیناً ایمانی ذوق اور مومنانہ شوق کا ثمرہ ونتیجہ اور قیامت تک کے مومنین کے لیے بہترین اسوہ اور بے مثال نمونہ ہے۔

صحابہ کرام میں ماہ رمضان کے استقبال کا جو جذبہ تھا وہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا اثر تھا، کتب حدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ شعبان کے اختتام پر سرور کونین شہنشاہ دارین جناب محمد رسول اللہ اروا حنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو جمع فرماتے اور ماہ رمضان کے فضائل وکمالات بیان فرما کر انہیں اس ماہ کی قدر کرنے اور خوب خوب شوق عبادت کی تسکین کی تعلیم فرماتے، اسی قسم کی ایک طویل روایت مشکوۃ المصابیح کے کتاب الصوم میں ہے، چوں کہ یہ عظیم خطبہ ماہ شعبان کے آخری یوم کو ارشاد فرمایا گیا، اسی لیے ہم اسے ’’حدیث استقبالِ ماہ رمضان‘‘ کا نام دیتے ہیں، سب سے پہلے پوری حدیث شریف قارئین کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں، بعدہ حدیث شریف کی قدرے توضیح وتشریح پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے:

"عن سلمان الفارِسي رضِي الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم - في آخِر يومٍ من شعبان فقال: يا أيها الناس، قد أظلّكم شهرٌ عظيم مُبارَك، شهرٌ فيه ليلةٌ خيرٌ من ألف شهر، جعَل الله صِيامه فريضة، وقيامَ ليله

اداریہ

* مضمون نگار ازہری دارالافتاء امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

تطوُّعًا، مَن تقرَّب فيه بخَصلةٍ من الخير كان كمَن أدَّى فريضةً فيما سِواه، ومَن أدَّى فريضةً فيه كان كمَن أدَّى سبعين فريضةً فيما سواه، وهو شهر الصبر، والصبر ثوابُه الجنَّة، وشهر المواساة، وشهرٌ يُزاد فيه رِزق المؤمن، مَن فطَّر فيه صائمًا كان مغفرةً لذنوبه وعتق رقبته من النار، وكان له مثلُ أجره من غير أنْ ينقص من أجره شيء، قالوا: يارسول الله، ليس كلنا يجد ما يُفطِّر الصائم، فقال رسول الله -صلَّى الله عليه وسلَّم: يُعطِي الله هذا الثواب مَن فطَّر صائمًا على مدقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهرٌ أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار، مَن خفَّف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار۔" [مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث، ص: ۱۷۳، کنز العمال، ۲۳۷۱٤]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث شریف کے راوی مشہور و معروف صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہیتے اور اکابر صحابہ کرام میں ہوتا ہے، آپ کا نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، آپ کا مجوسی نام "مابہ" تھا، آپ کم و بیش ۲۰۰ ردوسو برس اسلام کی تلاش میں سرگرداں رہے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں پہنچ کر اپنی طلب پوری کی، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار و قربان ہو گئے۔ [حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب حق کے لیے جو طویل سفر فرمایا اس کی تفصیلی روداد مطولات میں موجود ہے]

اسلام لانے کے بعد آپ کا نام "سلمان" رکھا گیا اور بارگاہ نبوت سے "سلمان الخیر" لقب ملا، آپ کی کنیت "ابوعبداللہ" ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے "مواخاۃ" قائم فرمایا، آپ دونوں آپس میں اس درجہ محبت فرماتے کہ ایسی محبت دو سگے اور حقیقی بھائیوں میں نظر نہیں آتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو ٦٥٦ء میں مدائن کا گورنر مقرر کیا، مگر وہاں کی آب وہوا آپ کو راس نہ آئی اور وہاں جانے کے محض چند ہفتوں بعد ۱۰ ررجب المرجب ۳۳ھ کو آپ کا وصال با کمال ہو گیا، آپ کا مزار فائض الانوار "مدائن" میں ہے۔

حدیث شریف کی تشریح و توضیح

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کی آمد کے حسین و پر بہار موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان جو عظیم خطبہ دیا اس میں گیارہ پاکیزہ بول ارشاد فرمائے جو ماہ رمضان کی عظمت و اہمیت، اس کی رفعت و علو مرتبت اور اس کے محاسن و امتیازات پر مشتمل ہیں، ذیل میں ہر ایک کی قدرے تشریح پیش کی جاتی ہے۔

پہلا بول: یایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ایمان والو! تحقیق کہ تم پر عظمت والا مہینہ سایہ کیا۔

اس ارشاد کے مطابق ماہ رمضان عظمتوں والا مہینہ ہے اور گنہگاروں کے لیے سایہ دار درخت کی طرح ہے یعنی جس طرح ایک انسان دھوپ کی تپش سے پریشان ہو جاتا ہے تو وہ کوئی سایہ دار درخت تلاش کرتا ہے تا کہ اس کے چھاؤں میں پہنچ کر سکون کی سانس لے اور اپنا تھکان دور کرے اور اسے فرحت و خوشی حاصل ہو اسی طرح یہ ماہ مبارک بھی سال کے گیارہ مہینے گناہوں سے آلودہ اور اللہ و رسول کی نافرمانیوں سے تھکے ماندوں کے لیے سایہ دار درخت کے مانند ہے، جو کوئی گنہگار و عصیاں شعار بندہ اس ماہ مبارک کو پا لیتا ہے یہ مہینہ اسے اپنے سایہ شفقت سے ایسا نوازتا ہے اور ایسا سکون پہنچاتا ہے کہ اسے اس ماہ مبارک میں فرض روزے رکھنے، نماز پنج گانہ

کے ساتھ نماز تراویح پڑھنے، قرآن حکیم کی تلاوت اور دیگر اعمال خیر بجالانے کی توفیق ارزانی ہوتی ہے اور وہ آخرت کے عذاب شدید سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

دوسرا بول: شھر مبارک یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ برکت والا مہینہ ہے، اس ماہ مبارک کی برکت حسی بھی ہے اور معنوی، حسی تو یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں ہر روزہ دار کو ایسی ایسی نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں مل پاتیں، یہ سب اسی ماہ مبارک کی برکات ہی تو ہیں جس کے جلوے ہر روزہ دار بخوبی محسوس کرتا ہے اور معنوی برکت یہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں انسانوں کے دلوں میں نیکیوں، ہمدردیوں اور اچھائیوں کا وہ جذبۂ بیکراں پیدا ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہو پاتا۔

تیسرا بول: شھر فیه لیلة خیر من الف شھر یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس ارشاد پاک میں اس بابرکت رات سے ''شب قدر'' مراد ہے، اس بارے میں ائمہ محدثین و فقہا کے درمیان اختلاف ہے کہ ''شب قدر'' کون سی رات ہے؟ جمہور محدثین وفقہا نے اپنے تجربات کی روشنی میں جس قول کو اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ''شب قدر'' ماہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، یوں تو پورے ماہ رمضان میں نیکیوں کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے مگر خاص اس شب میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں سے بہت قریب ہوتی ہے حتی کہ اس رات کو کی جانی والی تھوڑی عبادت ہزار مہینوں کی نفلی عبادت سے افضل و بہتر ہے، اس شب کی فضیلت پر قرآن حکیم میں پوری ایک سورۂ مبارکہ نازل ہوئی ہے جو سورۂ قدر کے نام سے ۳۰/ویں پارے میں موجود ہے، جس کی بے شمار برکتیں ہیں۔

چوتھا بول: جعل اللہ صیامه فریضة و قیام لیله تطوعا۔ یعنی رحمت دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اس ماہ کے روزے فرض فرمائے اور اس کی راتوں کو قیام کرنا نفل بنایا، شروع اسلام (مکی دور) میں ماہ رمضان کے روزے فرض نہ تھے، بلکہ ۲ھ میں فرض ہوئے، اس میں قیام اللیل یعنی رات کے قیام سے مراد نماز تراویح اور ''تطوعاً'' سے مراد ''زائد'' ہے جس کا ترجمہ ہم نے نفل سے کیا، لہٰذا اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ نماز تراویح نفل ہے بلکہ نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے جو ہر بالغ مرد و عورت پر دس سلاموں سے بیس رکعات مشروع ہے یہی جمہور صحابہ و تابعین اور فقہائے احناف کا مختار و مفتی بہ ہے، نماز تراویح آٹھ رکعت یا بارہ رکعت کہنا ہمارے زمانہ کے وہابیوں اور غیر مقلدوں کا شعار ہے، اس مسئلہ پر ہمارے علمائے اعلام نے مستقل رسالے اور کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور مسئلہ دائرہ کو متعدد طریقوں سے محقق و منقح فرمایا ہے۔

پانچواں بول: من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواہ و من ادّی فریضة فیه کان کمن ادّی سبعین فریضة فیما سواہ یعنی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس مہینے میں کسی نفلی کام سے اللہ کا قرب چاہا یعنی کوئی بھی نفلی کام کیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے ماہ رمضان کے علاوہ اور دنوں میں فرض ادا کیا اور جس نے اس مہینے میں فرض ادا کیا وہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیے، اس ارشاد رسول کے مطابق رمضان المبارک میں نفل کام پر ایک فرض کے برابر اور ایک فرض ادا کرنے پر ستر فرضوں کے برابر اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء۔**

چھٹا اور ساتواں بول: ھو شھر الصبر و الصبر ثوابه الجنة و شھر المواساة۔ یعنی سلطان دارین محبوب رب المشرقین و المغربین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور وہ ہمدردی کا مہینہ ہے، یہاں صبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی اور مہینوں کے دنوں میں متنوع پکوان بھی کھاتا ہے اور طرح طرح کے مشروبات بھی پیتا ہے اور رات کو دن کے کام کاج کا تکان دور کرنے کے لیے آرام بھی کرتا ہے مگر جوں ہی رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے دن میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور رات کو اپنے سونے کے اوقات سے کچھ وقت قربان کر کے نماز تراویح ادا کرتا ہے کیوں کہ یہ

مہینہ صبر وتحمل کا ہے، اس ماہ بندۂ مومن کے صبر کا انداز اتنا نرالہ اور مثالی ہے کہ دانا پانی پاس ہونے بلکہ اپنے کمرے کی تنہائی میں ہونے کے باوجود نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہتا ہے گویا یہ مہینہ مومنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی یاد راسخ ومضبوط کرتا ہے اسی لیے فرمایا گیا کہ صبر کا ثواب جنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے صابر اور روزے دار بندوں کو جنت کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

آٹھواں بول: **وشهر يزاد فيه رزق المومن** یعنی اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھادیا جاتا ہے جس کا عام مشاہدہ ہے جیسا کہ "**شہر مبارک**" کے تحت گذرا۔

نواں بول: **من فطّر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثلِ اجره من غير أنْ ينقص من أجره شيء، قالوا: يا رسول الله، ليس كلنا يجد مايُفطِّر الصائم، فقال رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم: يُعطِي الله هذا الثواب مَن فطّر صائمًا على مدقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضى شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة۔** یعنی رسول ہاشمی مکی ومدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے اور جہنم سے اس کی گردن آزاد کردی جائے گی اور اسے روزہ رکھنے والے کے برابر اجر وثواب دیا جائے گا، روزہ دار کے اجر وثواب سے کچھ کمی کیے بغیر، صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم میں سے ہر کوئی اتنا نہیں پاتا کہ جس سے روزہ دار کو افطار کرا سکے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ اجر وثواب اسے بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزہ دار کو گھونٹ بھر دودھ، یا ایک کھجور یا ایک گلاس پانی پر افطار کرائے اور جو کسی روزہ دار کو شکم سیر کردے اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔

اس فرمان رسالت مآب میں کسی روزہ دار کو افطار کرانے پر اجر وثواب کا وعدہ بیان کیا گیا ہے، اس ارشاد رسول کے مطابق ماہ رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرانے پر افطار کرانے والے کو تین بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں: (۱) گناہوں کی مغفرت وبخشش (۲) جہنم سے آزادی (۳) روزہ دار کے برابر اجر وثواب کا حصول۔

ایک عوامی غلط فہمی کا ازالہ: یہاں پر عوام میں پائی جانے والی ایک بڑی غلطی فہمی کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے، عموماً کم پڑھے لکھے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اِسے روزہ دار کے برابر اجر وثواب ملتا ہے اور روزہ دار کا اپنا ثواب ختم ہوجاتا ہے، اس لیے بسا اوقات بہت سے روزہ دار کسی دوسرے کے سامان سے افطار کرنے سے کتراتے ہیں اور بہت سے تو یہ کہہ کر صاف منع کردیتے ہیں کہ "تم بہت چالاک ہو ہم تمہاری چیز پر افطار کرکے اپنا ثواب تم کو دے دیں" جبکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ افطار کرانے پر افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے کے برابر ضرور ثواب ملتا ہے مگر اس سے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا کہ صاف حدیث شریف میں گذرا "**من غير أنْ ينقص من أجره شيء**" اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اور صحیح دین کی سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

مذکورہ فرمان نبوی کے مطابق افطار کرانے پر یہ ثواب صرف اسی کو نہیں ملتا جو روزہ دار کو قسم قسم کے پکوان اور طرح طرح کے مشروبات سے افطار کرائے بلکہ جو کسی روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گلاس دودھ یا ایک گلاس شربت ہی سے افطار کرادے اسے بھی وہی ثواب دیا جائے گا جو متعدد اشیائے خوردنی پر کسی روزہ دار کو افطار کرانے پر دیا جاتا ہے، ہاں جو کسی روزہ دار کو مکمل آسودہ اور شکم سیر کرادے اس کے لیے خصوصی انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے چناں چہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے حوض کوثر سے وہ جام لبالب پلائے گا کہ وہ ہمیشہ پیاسہ ہونے سے محفوظ ہوجائے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔

دسواں بول: **وهو شهرٌ أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار** یعنی تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے جس کے شروع میں رحمت، بیچ میں مغفرت اور آخر میں جہنم سے آزادی ہے۔

اس فرمان عالی شان کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو ماہ رمضان کے تیسوں دن اور ہر دن کا ہر لمحہ سراپا خیر و برکت والا ہے مگر اس ماہ کے شروع کے دس دنوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے جس کے سبب سے بندے حالت روزہ میں آنے والی آزمائشوں مثلاً بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنے کی قوت پاتے ہیں اور اپنی معاشی ضروریات کے ساتھ رات میں تراویح اور تلاوت وغیرہ کی ہمت کر لیتے ہیں۔ اور درمیان کے دس دنوں میں کثرت سے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے اور آخری دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں سے بہت قریب ہو جاتی ہے حتی کہ ان دنوں میں بڑے بڑے مجرم و بدکار جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت کاملہ سے انہیں نار جہنم سے آزاد فرما دیتا ہے اور ان کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

گیارہوں بول: و من خفف عن مملوکه فیه غفر الله له و اعتقه من النار۔ یعنی نبی آخر الزماں سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اس مہینے میں اپنے ماتحتوں کے کام میں تخفیف کرے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما کر جہنم سے بری فرما دے گا۔

مذکورہ فرمان عالی شان کے مطابق ماہ رمضان المبارک میں جو شخص اپنے ماتحتوں مثلاً مزدوروں، غلاموں، نوکروں وغیرہ کے کاموں میں آسانی کرتے ہوئے کام کے وقت میں کمی کر دے اور مزدوری پورے وقت کی دے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کے گناہ معاف فرما دے گا اور اسے جہنم کی آگ سے آزاد فرما دے گا، گویا یہ مہینہ اپنے ماتحتوں اور نوکروں پر مہربانی اور شفقت کرنے کا مہینہ ہے، اس فرمان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرح کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں تاکہ مدرسین کو فرصت اور طلبہ کو فراغت ملے، بعض امرا اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔" [مرآۃ المناجیح، ج ۳ ر ص ۱۵۳]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ماہ رمضان کی آمد کا انتظار کرنے، اس کی آمد پر اظہار فرحت و سرور اور کثرت سے طاعات و عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

◆◆◆

ص ۱۴ رکا بقیہ.......................................

فعبدوها من دون الله حتى بعث الله نوحا علیه السلام۔ "ود" مرد کی صورت میں، "سواع" عورت کی صورت میں، "یغوث" شیر کی شکل میں، "یعوق" گھوڑے کی شکل میں اور "نسر" گدھ کی صورت میں یہ سب بت تھے اور ایک روایت میں یہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے نام ہیں جن میں "ود" سب سے بڑا تھا۔ اسی میں ہے: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آدم علیہ السلام کے انتہائی عبادت گزار پانچ بیٹے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے، ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تو یہ اس پر بہت رنجیدہ ہوئے، تو شیطان نے کہا: میں تمہارے لیے اس کا ایک مجسمہ بنائے دیتا ہوں جب تم اس کی طرف دیکھو گے تو تمھیں اس کی یاد آجائے گی، لوگ بولے: ایسا کر دے، تو ابلیس نے مسجد میں اس کا پیتل اور شیشے کا مجسمہ بنا دیا، پھر دوسرے کا انتقال ہوا تو اس کا بھی مجسمہ بنا دیا، پھر جب وقت گزر گیا تو لوگوں نے اللہ کی عبادت ترک کر دی، ان سے شیطان بولا، تم عبادت کیوں نہیں کرتے؟ بولے ہم کس کی عبادت کریں؟ بولا اپنے معبودوں کی، اپنے آبا واجداد کے معبودوں کی، کیا تم دیکھتے نہیں وہ تمہاری مسجدوں میں ہیں، تو لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔"

◆◆◆

از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

سب سے قدیم مذہب! ہندوتوا یا اسلام؟

وطن عزیز ہندوستان میں آئے دن مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی ہوتی رہتی ہے، آر. ایس. ایس اور موجودہ برسر اقتدار سیاسی پارٹی بی. جے. پی کی مسلمانوں کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوششیں تیز ہیں، ایسے میں اسلام دشمنی میں ایک پروپیگنڈہ یہ کیا جاتا ہے کہ یہ مذہب ساڑھے چودہ سو سالہ قدیم مذہب ہے اور ہندوتو یا سناتن دھرم اس سے بھی پہلے کا ہے اور سناتن دھرم یا ہندوتو کے فروغ کے لیے متعدد تنظیمیں سرگرم عمل ہیں، مسلم بیٹیوں کو بھگوا لوٹریپ میں پھنسا کر ان کا دین وایمان اور زندگی سب تباہ وبرباد کر دیا جاتا ہے۔ کبھی شدھی کرن کی تحریک چلائی جاتی ہے، کبھی گھر واپسی کے نام پر چند سکوں کے عوض مسلمانوں کا ایمان واعتقاد مسلوب کر لیا جاتا ہے۔

ہم اپنی اس تحریر میں یہی واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہندوتو سب سے قدیم مذہب ہے یا اسلام؟ بلا شبہ مذہب اسلام ہی سب سے قدیم مذہب ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام سے ہی اسلام کا وجود ہے اور جو اصول وعقائد نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے قدر مشترک کے طور پر وہی عقائد جملہ انبیاء ومرسلین کو دیئے گئے البتہ فروعی مسائل میں ہر شریعت میں کچھ نا کچھ تبدیلی ہوتی رہی، مثلاً شریعت موسوی میں شرک کی سزا خود کو قتل کرنا تھی اور اس شریعت میں توبہ ہے۔

شریعت موسوی میں زکات 25 تھی جب کہ اس شریعت میں 2.5 ہے وغیرہ اور یہ بھی ہے کہ اصطلاح کے اعتبار سے مسلمان کا اطلاق امت محمدیہ پر کیا جاتا ہے جب کہ قرآن نے تمام انبیا ومرسلین اور ان کے ماننے والوں کو مسلمان کہا ہے۔ واضح ہو کہ اسلام کا ایک عمومی معنی ہے اور ایک خصوصی، عمومی معنی کے لحاظ سے سارے انبیاے کرام مسلمان ہیں اور اسلام آدم علیہ السلام کے دور سے موجود ہے۔

باعتبار لغت اسلام کے معانی ومفاہیم، باعتبار لغت اسلام کے تین معنی ہیں: اوّل: اطاعت اور تابع داری۔ دوم: سلامتی پانا اور صلح کرنا۔ سوم: ایک خدا کی عبادت کرنا! یہ تین معنی امام اجل فخر الدین رازی نے اپنی "تفسیر کبیر" میں بیان فرماتے ہیں:

"واما الاسلام! ففی معناه فی اصل اللغة ثلثة اوجه الاوّل انه عبارة عن الدخول فی الاسلام ای فی الانقياد والمتابعة والثانی من اسلم ای دخل فی السلم واصل السلم السلامة والثالث المسلم معناه المخلص لله عبادته۔" انتہی ملخصا۔ (تفسیر کبیر، الجزء السابع، ص225) ترجمہ: اور رہا اسلام، تو اس کے معنی میں اصل لغت میں تین وجہیں ہیں: پہلی: یہ نام ہے اطاعت اور تابع داری کا۔ دوسری: صلح وسلامتی میں داخل ہونے کا، اور اسلام کی اصل سلامتی ہے۔ اور تیسری: مسلمان کا معنی ہے اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا۔"

قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی انبیاے سابقین کو مسلمان کہا گیا وہ اسی تیسرے معنی کے لحاظ سے ہے کہ سب خدا کی عبادت کرتے تھے، سب موحد یعنی توحید پرست تھے، تمام انبیا ومرسلین کا مذہب، اسلام تھا! اللہ تبارک تعالیٰ نے سب سے پسندیدہ مذہب اسلام بتایا اور اس اسلام سے مراد دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ بلکہ شریعت عامہ مراد ہے۔ جس کے ساتھ تمام انبیاے کرام کو مبعوث فرمایا گیا اور جس کا مدار توحید پر ہے۔ جیسا کہ عامۂ کتب تفسیر میں مذکور ومسطور ہے۔

1 "تفسیر جلالین" میں "ان الدین عند الله الاسلام"

کے تحت ہے:

"ان الدین المرضی عنداللہ ھو الاسلام ای الشرع المبعوث بہ الرسل المبنی علی التوحید۔ یقیناً اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے یعنی وہ شریعت جس کے ساتھ رسولوں کو مبعوث کیا گیا جس کی بنیاد توحید پر ہے۔"

2 ایسا ہی "تفسیر بیضاوی" میں ہے:

"ای لا دین مرضی عند اللہ سوی الاسلام وھو التوحید والتدرع الذی جاء بہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" (تفسیر بیضاوی، الجزء الثانی، ص9)

3 ایسا ہی "تفسیر بغوی" میں ہے:

"قال شھادۃ ان لاألہ الا اللہ والاقرار بہا جاء بہ من عند اللہ وھو دین اللہ الذی شرع لنفسہ وبعث بہ رسلہ۔" (تفسیر البغوی، الجزء الثالث، ص9)

4 "تفسیر کبیر" میں بھی ایسا ہی ہے:

"(الاوّل) ان التقدیر: شھد اللہ انہ لاألہ الا ھو ان الدین عند اللہ الاسلام وذالک لأن کونہ تعالی واحدا موجب ان یکون الدین الحق ھو الاسلام لأن دین الاسلام ھو المشتمل علی ھذہ الوحدانیۃ۔" (تفسیر کبیر، الجزء السابع، ص224)

بے شمار تفاسیر اس پر شاہد وناطق ہے۔ مقالے کی طوالت اور رسالے کے محدود صفحات کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم مزید تفسیری عبارتیں نقل کرتے، محترم قارئین! اسلام اگر دین محمدی میں منحصر ہوتا تو دیگر انبیائے کرام کو مسلمان نہ کہا جاتا، البتہ اتنا ضرور ہے کہ انھیں مسلمان کہا جانا توحید پرستی، اطاعت وفرماں برداری کے معنی میں ہے۔ اصطلاحی معنی میں نہیں۔

1 آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مسلمان ہو جائیں جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فان تولیتم فما سألتکم من اجر ان اجری الا علی اللہ وأمرت أن اکون من المسلمین۔" (س: یونس، آیت 72) ترجمہ: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو نہیں مگر اللہ پر اور مجھے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔"

2 حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے خود مسلمان ہونے اور اپنی اولاد سے امت مسلمہ ہونے کی دعا کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"واذ یرفع ابرھیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم، ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك وارنا مناسكنا وتب علینا انك انت التواب الرحیم۔ (س: بقرہ، آیت 27:، 28) اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں (بنیادیں) اور اسماعیل یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا، اے رب ہمارے! اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے (مسلمان) اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمان بردار (مسلمان) اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما، بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔"

3 ابراہیم علیہ السلام کو پروردگار کا حکم ہوا کہ "مسلمان ہو جا" ارشاد الٰہی ہے:

"اذ قال لہ ربہ اسلم، قال: اسلمت لرب العالمین۔ (س: بقرہ، آیت: (131-132) جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا: گردن رکھ، (مسلمان ہو) عرض کی: میں (مسلمان) نے گردن رکھی اس کے لیے جو رب ہے سارے جہان کا۔"

4 ابراہیم ویعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی: کہ "جب وفات پاؤ تو مسلمان ہو کر" ارشاد ربانی ہے:

"ووصی بھا ابرھیم بنیه ویعقوب یبنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (س: بقرہ، آیت 133) اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے، کہ اے میرے بیٹو! بے شک

اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔"

5 یہودیوں کے ادعاے یہودیت کو مسترد کر دیا گیا اور کہا گیا: کہ "تم نے مسلمان رہنے کا وعدہ کیا تھا" یہودیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یعقوب علیہ السلام نے بوقت وفات یہودی مذہب پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ تو اللہ تبارک وتعالی نے ان کے اس دعوے کو یہ کہ کر مسترد کر دیا کہ کیا تم یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت ان کے پاس حاضر تھے؟ جو تم نے یہ وصیت سن لی تھی۔ بلکہ یعقوب علیہ السلام نے بوقت مرگ اپنی اولاد سے یہ پوچھا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ تو سب نے یہی کہا تھا: کہ آپ کے اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے ایک معبود کی عبادت کریں گے اور مسلمان رہیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الهك واله آبائك ابرهيم واسمعيل واسحق الها واحدا ونحن له مسلمون۔ (س: بقرہ، آیت 133) بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹھوں سے فرمایا: میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسماعیل واسحاق کا ایک خدا، اور ہم اس کے حضور گردن رکھے (مسلمان) ہیں۔"

6 حضرت یوسف علیہ السلام نے مسلمان ہو کر وفات ملنے کی دعا فرمائی: حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی قرآن حکیم میں مسلمان کہا گیا۔ ارشاد باری تعالی ہوتا ہے:

"رب قد آتيتني من الملك وعلمتني من تأويل الاحاديث فاطر السموت والارض انت وليي في الدنيا والآخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين۔ (س: یوسف، آیت 101) اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا و آخرت میں، مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو ترے قرب خاص کے لائق ہیں۔

7 حضرت موسی کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مسلمان ہونے کی تنبیہ کی، حضرت موسی کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اگر مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ و ایمان رکھو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وقال موسى يقوم ان كنتم آمنتم بالله فعليه توكلوا ان كنتم مسلمين۔ (س: یونس، آیت 84) اور موسی نے کہا: اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو آسی پر بھروسا کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔

8 حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو مسلمان کہا گیا، جب فرشتے قوم لوط کا تختہ الٹنے آئے تو اس میں صرف حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو صاحب زادیوں کو اللہ کو ماننے والا پایا، اس کو بھی اللہ تعالی نے قرآن میں یہ ذکر فرمایا کہ ہم نے اس میں مسلمانوں کا ایک گھر پایا۔ ارشاد ہوتا ہے:

"فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ۔ (الذاریات، آیت 35-36)

ترجمہ: تو ہم نے اس شہر میں موجود ایمان والوں کو نکال لیا تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔"

9 حضرت عیسی روح اللہ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا: "ہم مسلمان ہیں۔" سیدنا عیسی علیہ السلام کے حواریوں کے بابت فرمایا:

"وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ۔ (س: مائدہ، آیت 111) یعنی: جب میں نے حواریوں کی جانب وحی کی کہ: مجھ پر اور میرے رسولوں پر مکمل ایمان رکھو، تو انھوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے اور گواہ ہو جا کہ ہم سب یقیناً مسلمان ہیں۔"

10 جملہ انبیاے سابقین و مرسلین عظام بھی مسلمان تھے، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب توریت اور سابقہ انبیائے کرام کے بارے میں فرمایا:

"يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا۔
(س: مائدہ، آیت 44) یعنی: مسلمان نبی توریت کے ذریعے یہودیوں کے فیصلے کرتے تھے۔

11 سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ بلقیس کو مسلمان ہو کر حاضر ہونے کا حکم دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی ملکہ بلقیس کو مسلمان ہو کر حاضر ہونے کا حکم دیا، ارشاد باری تعالی ہے:

"الا تعلوا علیي وأتوني مسلمين۔ (س: النمل، آیت 31) کہ تم مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس چلی آؤ۔"

12 ملکۂ سبا نے سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں مسلمان ہونے کا اعتراف کیا:

"فلما جاء ت قيل أهكذا عرشك قالت كأنه هو واوتينا العلم من قبلها و كنا مسلمين۔ (س: نمل، آیت 42) پھر جب آئی کہا گیا: تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ کہنے لگی: گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا اور ہم فرماں بردار (مسلمان) ہو چکے ہیں۔"

13 ملکۂ سبا حضرت بلقیس علیہا السلام مسلمان ہوئیں۔ ملکہ سبا کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

"رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔" (نمل، آیت 44) یعنی: میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم ڈھایا اور میں سلیمان کے ہمراہ اللہ رب العالمین کے لیے مسلمان ہو گئی ہوں۔"

14 فرعون کے جادوگروں نے کہا: ہم مسلمان ہوئے:

"وما تنقم منا الا من آمنا بآيات ربنا لما جاء تنا ربنا افرغ علينا صبرا وتوفنا مسلمين۔" (س: اعراف، آیت 126) اور تمھیں ہم سے یہی دشمنی ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو مان لیا جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر ڈال اور ہمیں مسلمان کر کے موت دے۔"

15 آخرکار فرعون بھی کہنے پر مجبور ہوا: کہ "میں مسلمان ہوتا ہوں" جابر و ظالم بادشاہ فرعون کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اللہ تعالی نے اس طرح بیان فرمایا:

"وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا۔حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ۔قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (س: یونس، آیت 90) ترجمہ: اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔"

16 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار بھی مسلمان ہیں، دیگر انبیائے و مرسلین کی طرح حضرت محمد مصطفے ﷺ کے پیروکاروں کو بھی قرآن نے مسلمان کہا، ارشاد الٰہی ہے:

"قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۔لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (س: بقرہ، آیت 36) [اے مسلمانو!] تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیا کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا، ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے (مسلمان) ہیں۔"

17 خدا نے اپنے بندوں کا نام قرآن میں اور پہلے نازل کیے گئے، صحیفوں میں مسلم رکھا ارشاد ہوتا ہے:

"وجاهدوا في الله حق جهاده وما جعل عليكم في الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم هو سماكم المسلمين من قبل وفي هذا ليكون الرسول شهيدا عليكم وتكون شهداء على الناس فأقيموا الصلوة

اسلامیات

اسلامیات

وآتوا الزکوۃ واعتصموا باللہ ھو مولکم نعم المولی ونعم النصیر -(س: حج، آیت 78) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس (کی راہ) میں جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمھیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین (میں کوئی تنگی نہ تھی) اس نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمھارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تا کہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ، تو نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، وہ تمہارا دوست ہے، تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔"

اسلام کا اطاعت کے معنی میں استعمال

1 اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ۔(البقرہ، آیت 112) ہاں کیوں نہیں، جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لیے اور وہ نیکوکار ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔"

2 ارشاد ربانی ہے:

"فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ- فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا-وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ-وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ-(س: آل عمران، آیت 20) پھر اے حبیب! اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو تم فرمادو: میں تو اپنا منہ اللہ کی بارگاہ میں جھکائے ہوئے ہوں اور میری پیروی کرنے والے بھی اور اے حبیب! اہلِ کتاب اور ان پڑھوں سے فرمادو کہ کیا تم (بھی) اسلام قبول کرتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام قبول کرلیں جب تو انھوں نے بھی سیدھا راستہ پالیا اور اگر یہ منہ پھیریں تو تمہارے اوپر تو صرف حکم پہنچا دینا لازم ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ہندتو یا سناتن دھرم کی تاریخ

ہندتوا ہندو قوم پرستی میں انتہا پسندی تک چلے جانے کا اصطلاحی نام ہے، ونائک دمودر سورکر نے 1923ء میں اس اصطلاح کا پرچار کیا اور راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ پریوار اور اس ذیلی تنظیموں مثلاً بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد اور ہندو سینا نے اسے بام عروج تک پہنچایا، ہندو مذہب کا اصل نام سناتن دھرم ہے، اسے ہندومت بھی کہتے ہیں، آریائی سماج بھی اسی کی ایک شاخ ہے، ہندومت یا سناتن دھرم کا وجود 2000 ق م سے ہے۔ دراصل ہندومت کی تاریخ کا پتا اس کے ویدوں سے چلتا ہے، ہندومت کے تین وید ہیں: رگ وید، سام وید، یجر وید اور ویدوں کی تالیف 2000 ق م میں ہوئی۔ جب کہ اسلام آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے تو سب سے قدیم مذہب اسلام ہے نہ کہ ہندتو!

قرآن کے مطالعہ سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ بت پرستی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوتی تھی، جس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک روایت کے مطابق آدم علیہ السلام کے پانچ متقی، پرہیزگار بیٹے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو لوگ ان کی پوجا کرنے لگے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے" حاشیۂ صاوی" میں "تفسیر مدارک" کے حوالے سے ہے:

"ودھو صنم بصورۃ رجل، وسواع ھو علی صورۃ أمرأۃ، ویغوث ھو علی صورۃ اسد، و یعوق ھو علی صورۃ فرس، ونسر ھو علی صورۃ نسر، و فی روایۃ: ھذہ الاسماء کانت لابناء آدم علیہ السلام و کان ودا اکبرھم۔ قال عروۃ ابن الزبیر انہ کان لآدم خمس بنین ود و سواع و یغوث و یعوق و نسر و کانوا عبادا، فمات رجل منھم، فحزنوا علیہ، فقال الشیطان: "انا اصور لکم مثلہ اذا نظرتم الیہ ذکرتموہ۔" قالوا: افعل، فصورہ فی المسجد من صفر و رصاص، ثم مات آخر، فصورہ، فلما تقادم الزمان، ترکت الناس عبادۃ اللہ، فقال لھم الشیطان: مالکم لاتعبدون؟ قالوا: و ما نعبد؟ قال: آلھتکم و آلھۃ آباءکم، الا ترون انھا فی مصلاکم، بقیہ ص ۹ ر پر

(از: مولانا محمد نظام الدین قادری مرکزی*

مذہب اسلام سے کفار کا بغض وعناد

اسلامیات

ابتدائے آفرینش سے ہی دشمنان اسلام ہمیشہ اس تگ ودو میں ہے کہ کسی طرح اسلام اس دنیا سے ختم ہوجائے اور اللہ کا نام لینے والا اس دھرتی پہ کوئی باقی نہ رہے، اس مشن کی کامیابی میں انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا کیسا ماضی میں برا سلوک اختیار کیا، کس طرح سے مسلمانوں کی جان ومال عزت وآبرو کے ساتھ پیش آئے یہ کسی پہ مخفی نہیں، بہر حال جس طرح کل یہ اسلام کو اپنا دشمن جانتے اور مانتے رہے اسی طرح آج بھی یہ اسلام کو اپنا دشمن جانتے اور مانتے ہیں، اور تا قیام قیامت اپنے مشن کی تکمیل میں کوشاں رہیں گے، لہٰذا باطل کی لڑائی اسلام کے ساتھ کل بھی جاری تھی اور آج بھی جاری ہے، کل تیر وتفنگ اور سیف وسنان کا زمانہ تھا اور آج بم بارود، توپ میزائل، کا زمانہ ہے، اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حق کے ساتھ باطل کی لڑائی کل سے آج زیادہ سخت اور گمبھیر ہے، مگر جس طرح یہ حق کے مقابلے میں کل مبہوت ومقہور ہوئے اسی طرح آج بھی ہوں گے، پر شرط یہ ہے کہ کل کے مسلمان کی طرح آج بھی مسلمان اپنے اندر ایمان میں مضبوطی، پیدا کریں، خلوص وللّٰہیت اپنائیں، نیک راہ پر گامزن رہیں، صبر وشکر کے ساتھ زندگی بسر کریں اور جذبہ ایثار و قربانی مقدم رکھے، ان شاء اللہ حق کی جیت پکی ہے، اللہ تعالیٰ کا بھی وعدہ ہے:

"ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون انکنتم مومنین۔ اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔"

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حق کی فتح کے لیے اہل حق کے لیے جذبہ دینی، بیدار مغز، عزیمت واستقامت، لازم وضروری ہے ورنہ کسی کہنے والا نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ، جنگ کی دورانیہ طویل، آزمائش کی گھڑی دراز، جیت کا موقع مؤخر، نقصان کا احتمال زیادہ اور صبر کے امتحان کی مدت قدرے طویل ہے اور اسی طرف پیغمبر اسلام، سید المرسلین حضور علیہ الصلاہ والسلام کی ہجرت شریف کا واقعہ بھی رہنمائی کرتا ہے اور ثبات قدمی کا درس دیتا ہے، چنانچہ کفار مکہ نے جب مکہ کے دار الندوہ میں بیٹھ کر یہ دل خراش اور جاں سوز فیصلہ کیا کہ بانی اسلام نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قصہ تمام کر دیا جائے، اسلام کا نام اس دنیا سے مٹا دیا جائے، اس کے لیے ان کفاروں نے منظم طریقہ سے ہر قبیلے کے ایک ایک آدمی کا انتخاب کیا اور سب کے ہاتھوں میں شمسیر بے نیام پکڑا کر یہ حکم دیا کہ رات کی تنہائی میں حضور کے در اقدس کا گھیراؤ کیا جائے اور جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو سب ایکبارگی حملہ کر دیں، تاکہ اس صورت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خون سارے قبائل میں تقسیم ہوجائے گا اور بنی عبد مناف سارے قبائل سے انتقام کی تاب نہ لاسکیں گے اور اس طرح سے ہمیں ایک دوسرے دین سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی، مگر ان اسلام کے دشمنوں کو معلوم نہیں کہ ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ان دین کے دشمنوں نے اپنے زعم میں بڑی کامیاب تدبیر سوچی تھی اور اپنے ترکش کے آخری تیر کو آزمانے کا ارادہ کرلیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے مکر وفریب سے آگاہی بروقت حضرت روح الامین سدرہ کے مکین سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے محبوب کو عطا فرمادی، حضور رحمت عالم ﷺ نے حالات سے آگاہی پاکر اس رات اپنے بستر اقدس پہ حضرت مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کا حکم دیا اور غیب داں نبی نے ارشاد

* مضمون نگار الجامعۃ الرضویہ ہدایت المسلمین سرلاہی نیپال کے استاذ ہیں۔

اسلامیات

فرمایا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا، کل صبح اٹھنا اور یہ فلاں، فلاں، کی امانتیں ہیں، ہر ایک کو ان کی امانتیں لوٹا دینا اور مدینہ،، آنا، ادھر دشمنوں نے آپ کے در اقدس کا گھیراؤ کر لیا تھا اور آپ کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھے، آپ نے اپنے دست مبارک میں تھوڑی مٹی لی اور سورۂ یاسین شریف کی بعض آیتیں تلاوت فرما کر ان کے سروں پر پھینک دی، جس سے وہ لوگ اپنی آنکھیں ملتے رہ گئے اور آپ ان کے بیچ سے نکل گئے، یہاں تک آپ اپنے محب خاص، یار غار حضور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے باہر نکل گئے، ادھر دشمنوں کی آنکھیں جب ٹھیک ہوئیں تو آپ کو آپ کے بستر پہ نہ پایا بلکہ آپ کی جگہ حضرت مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جس سے ان لوگوں کے دل میں اور آگ سلگ اٹھی اور نفرت وعداوت کی رو میں بہ کر مکہ کی دھرتی پہ عام لوگوں میں اس وقت کی دنیا کے ماضی وحاضر کا سب سے قیمتی اور ناقابل فہم اعلان کیا کہ جو بھی بانی اسلام محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی جناب ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ کر لائے گا انہیں سو سرخ اونٹ انعام میں دیا جائے گا۔

عرب میں سرخ اونٹ کم یاب بلکہ نایاب تھے، اس گراں قدر، مہا قیمتی اور زبردست اعلان نے قریش کے ایک عظیم طاقتور اور خوش قامت، سراقہ نامی شخص کو بری طرح متاثر کیا، سراقہ نے حصول انعام کے ساتھ اپنے دامن میں تاریخی شہرت اور پائندہ تذکرے اور وسیع تر عربی معاشرے میں، اپنے زعم کے مطابق، اس نیک نامی سے فائز المرام ہونے کی ابدی دولت سمیٹنے کا اچھا موقع جانا اور وہ تیر وتلوار کے ساتھ بانی اسلام اور ان کے دنیا و آخرت کے ساتھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری کے لیے گھر سے نکل پڑا بالآخر، حضور تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا، کچھ ہی دور کا فاصلہ تھا کہ حضور نے اس کے ناپاک ارادہ کو پہچان لیا اور مختار کل سید عالم ﷺ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمیں سراقہ کو پکڑ لے زمین حضور کا حکم پاتے ہی اس کے گھوڑے کو مضبوطی سے جکڑ لیا اور جس سے وہ زمین کے اندر دھنسنا شروع ہو گیا، سراقہ نے دیکھا کہ اب ہم بری طرح سے پھنس چکے ہیں اور یہ ان ہی دونوں کی بددعاؤں کا نتیجہ ہے تو حضور سے رحم کی بھیک مانگنا شروع کیا، حضور رحمت اللعالمین ﷺ نے اس کے قصور کو معاف فرمایا اور زمین کو چھوڑنے کا حکم دیا، جونہی زمین سے یہ باہر ہوئے اور اپنے کو قابو میں پایا پھر اس کی نیت خراب ہو گئی اور دوبارہ حضور پہ حملہ کرنا چاہا پھر زمین نے اس کو اپنے اندر لے لیا پھر یہ بے بس ہوئے اور اپنی ساری توانائی، وطاقت قوت کھو بیٹھے پھر حضور سے کرم کی بھیک مانگی اور کہا کہ ایک بار اور معاف فرمادیں میں اس کے بعد اب کبھی آپ کا تعاقب نہیں کروں گا اور رحم وکرم والے آقا نے پھر معاف فرمادیا اور زمین کو حکم دیا کہ چھوڑ دے زمین نے فوراً چھوڑ دی۔

سراقہ نے حضور سے امان کا وثیقہ طلب کیا، پھر وہ حضور سے امان کا وثیقہ لے کر الٹے پاؤں واپس لوٹنا چاہا کہ رحمت عالم ﷺ کی رحمت جوش میں آئی، حضور نے زبان اطہر کو وا فرمایا اور کہا، سراقہ تم مجھے سو اونٹ کی لالچ میں گرفتاری کے ارادے سے آئے تھے آو میں تمہیں زندگی دیتا ہوں، میری نگاہیں دیکھ رہی ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں کسرا کا کنگن پہنے ہو، سراقہ یہ سن کر خوشی میں مچل اٹھا پھر وہاں سے مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا، سراقہ کے ناکام مکہ کی سمت لوٹنے پر کفر، کی آئندہ ہمیشگی، ہر محاذ پر شکست کی علامت کی حیثیت رکھتا تھا، مگران مکہ کے ہٹ دھرم، ضدی اور انسانیت خوروں نے اسی پر اپنی شکست فوراً تسلیم نہ کر لی بلکہ اس کے بعد بھی وہ اپنے ہر ممکن طریقے سے اسلام کی بنیاد کو ختم کرنے کی مسلسل ناکام سعی کرتے رہے، مگر رسول پاک ﷺ، اپنے بلند ہمت، مستحکم عزم، پختہ ارادہ، مکمل استقامت واستقلال کے ساتھ اپنے جاویداں فتح کی طرف سیل تیز رو کی طرح محو سفر رہے، اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عرب میں نور اسلام کی شمع روشن فرما دیا اور کفر وشرک کا چراغ ہمیشہ ہمیش کے لیے گل ہو گیا اور خدا کے فضل سے ایک دن ایسا بھی آیا کہ یہ اسلام صحرائے عرب سے نکل کر پورے عالم میں چھا گیا، لیکن دشمنان اسلام، حق کے مقابلے میں مسلسل شکست کے باوجود، کبھی بھی، کسی زمانے میں بھی اسلام دشمنی سے منحرف نہ ہوئے، جس طرح کل یہ لوگ اسلام کے خلاف

آتش فشاں تھے، اسی طرح آج بھی اسلام کے خلاف آتش فشاں ہیں، کل اسلام کا دشمن ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، وغیرہم تھے۔

آج ان کی اولاد کی شکل میں امریکہ موجود ہے، کفر کے سارے پنڈے، باطل کے سارے بندے اور ابلیس کے سارے تلامذہ، پوری دنیا میں اسلام کے خلاف ''الکفر ملتہ واحدہ'' کے تحت، اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ایک جگہ جمع ہیں، امریکہ ان کا قائد اور سردار بنا ہوا ہے، عالمی صہیونیت انہیں ہدایت دے رہی ہے، صہیونیت زدہ مسیحیت عالمی صنم پرستی ان کے ساتھ کھڑی ہے، ان میں سے ہر کسی کی یہی چاہت ہے کہ اسلام کے نور کو بجھا دیا جائے اور پوری دنیا میں پھر سے کفر والحاد، بت پرستی کا بازار قائم ہوجائے، اس لیے آج وہ ماضی میں ذلت وخواری اور جگ ہنسائی کے باوجود، پشت پھیر کر نہیں بھاگ رہے ہیں اور اپنی شکست ماننے کے لیے تیار نہیں، تو حق کے فدائین، محمد عربی ﷺ کے دیوانے اور سپاہی، اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ بھی علو اسلام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور جس طرح ماضی میں، حق کے علمبرداروں نے، اپنے کردار سے ثابت قدمی، عزم راسخ، استقامت واستقلال کا عظیم الشان نمونہ پیش فرمایا اور کفر اپنے لاکھ ساز و سامان کے باوجود بھی بے سروسامان ثابت ہوا، اسی طرح آج پھر ضرورت ہے۔

اے امت محمدیہ! اگر تم ایک ساتھ جمع ہوجاو، اور جمے رہو، ڈٹے رہو اور زخم کھا کر، تکالیف جھیل کر، پریشانیاں اٹھا کر، دین اور تقویٰ اور خوف خدا کے ساتھ ثابت قدمی اختیار کرلو تو تمہارے مورچہ بندی کے سامنے، کسی کا بس نہ چل سکے گا اور کفر کی ساری حسرتیں مٹی میں ملتی نظر آئیں گی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا'' کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا اور بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

◆◆◆

ص ۳۰/ کا بقیہ ....

دونوں بھائی بہن ہوگئے۔ لہٰذا نکاح جاتا رہا اور یہ نہ سمجھے کہ نکاح انہیں بھائی بہن میں ناجائز ہے، جو نسبت سے بھائی بہن ہوں یا رضاعت سے ویسے تو سبھی مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور مسلمان عورتیں بہنیں ہیں۔"

(فتاوی امجدیہ، ج ۲:، ص ۲۰٤: ، قادری کتاب گھر بریلی شریف)

سوال: کیا محرم الحرام کے علاوہ عام دنوں میں بھی کالا کپڑا پہننا حرام ہے؟

جواب: یہ مسئلہ عوام میں بہت مشہور ہے کہ محرم الحرام کے علاوہ عام دنوں میں بھی کالا کپڑا پہننا حرام ہے، یہ لوگوں میں غلط مشہور ہے، درست مسئلہ یہ ہے کہ عام دنوں میں کالا کپڑا پہننا جائز بلکہ مستحب ہے چاہے ایک کپڑا کالا ہو یا دونوں کپڑے کالے ہوں البتہ سفید کپڑا پہننا زیادہ بہتر ہے اور سنت بھی لیکن اگر کوئی کالا کپڑا سوگ کے لیے پہنے تو ناجائز ہے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"سفید کپڑے بہتر ہیں کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے اور سیاہ کپڑے بھی بہتر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ معظّمہ میں تشریف لائے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔"

(بہار شریعت، ج ٤: ، ح ١٦: ، ص ٤٧: ، قادری کتاب گھر بریلی شریف)

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"جائز ہے، مگر محرّم میں درست نہیں۔ نہ سب کپڑے سیاہ پہننا نہ کوئی ایک آدھ، یہ روافض کا دستور ہے اور ان کے ساتھ تشبہ ممنوع۔" (ج ٥:، ص ١٢٢:، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆◆◆

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی*

اسلامیات

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

رجب المرجب کی چھبیسویں تاریخ ہے، اظہار نبوت کا بارہواں سال ہے، ہجرت کو ابھی ایک سال باقی ہے، یکشنبہ کا دن ہے رسول کریم ع ﷺ خلقِ خدا کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے بذات خود ایک ایک کافر کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی حقانیت پر مدلل ومسکت خطاب فرماتے ہیں، باوجودیکہ اغیار کے پاس سوائے حق قبول کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا مگر بغض وعناد کی وجہ سے اغیار نہ صرف یہ کہ منکر ہوئے بلکہ الٹے رحمت عالم ﷺ کے دشمن بن کر ایذا رسانی کے درپے ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نماز عشا کے بعد حضرت ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جن کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا، مالک کونین ﷺ کے لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی ارشاد فرماتے ہیں: آج رات ہم یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں اگر تمہاری اجازت ہو؟ سرکار کے اس فرمان عالی شان کو سن کر حضرت ام ہانی مسرت وشادمانی سے جھوم جاتی ہیں اور نہایت تعظیم وتکریم سے عرض کرتی ہیں آقا! قربان جاؤں، آج تو میری قسمت کی معراج ہوگئی، زہے نصیب کہ آپ کرم فرمار ہے ہیں، کیونکہ اللہ کے محبوب ہمارے غریب خانے میں رونق افروز ہوں تو واقعی میرا مکان عرش سے بھی افضل ہو جائے گا، میں اپنی قسمت پر جتنا ناز کروں کم ہے، ہر عاشق کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اے کاش کبھی ایسا ہو۔ ؎

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

سرکار دوعالم ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرما ہوئے اور حضرت ام ہانی مکان کے اردگرد پہرا دیتی ہیں کہ کہیں کوئی دشمن خدا معاذ اللہ حضور کو ایذا پہنچانے کی غرض سے یہاں تک نہ آجائے، رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں، حیرت ہے کہ اپنی امت کی بخشش ومغفرت کی خاطر راتیں رو رو کر بسر فرمانے والے آقا آج خرق عادت آرام فرما ہیں اور مطمئن ہیں اور ایسا کیوں نا ہو وہ عالم ما کان وما یکون ہیں سب جانتے ہیں کہ جس امت کی بخشش ومغفرت کی خاطر راتیں رو رو کر گزاریں ہیں، آج کی شب اس کی قبولیت کی شب ہے، آج تو باری تعالی کے دیدار سے مشرف ہو کر اپنی امت کی بخشش کرالوں گا، بایں وجہ سرکار مطمئن ہو کر آرام فرما ہیں۔

سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ندائے باری تعالیٰ ہوتی ہے اے جبرئیل! دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ (حالانکہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے، ہر چھپے ظاہر کو جانتا ہے، مگر یہاں محبوب کی شان بیان کرنا مقصود ہے) عرض کرتے ہیں مولیٰ! تیری ایک خوش نصیب بندی کے علاوہ ساری دنیا آرام میں ہیں، مگر حضرت ام ہانی دشمن کے اندیشہ سے تیرے محبوب کے اردگرد شمشیر برہنہ لیے پہرا دے رہی ہے، حکم ربی ہوتا ہے اسے بھی سلادو، چنانچہ جنت سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جس میں حضرت ام ہانی کھڑی کھڑی سو جاتی ہیں، پھر خطاب ہوتا ہے اے جبرئیل! اب دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ عرض کرتے ہیں مولیٰ! اب تو سب اہل زمیں محوخواب ہیں، ارشاد ہوتا ہے فرشتوں کی جماعت میں اعلان کردو کہ حورانِ خلد جنتی لباس سے مزین ہو جائیں اور جنتیں خوب سجائی جائیں اور آسمان کے سب فرشتے میرے محبوب کے استقبال کے لیے تیار رہے، تم ایک خوبصورت براق لے کر میرے حبیب کی بارگاہ اقدس میں جاؤ اور ان سے بصد ادب واحترام عرض کرو: ''اِنَّ رَبَّكَ يَشتَاقُ اِلَيك ۔ (ترجمہ) بے شک آپ کا رب آپ کے دیدار کا مشاق ہے۔''

* مضمون نگار رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، ضلع بیڑ مہاراشٹر کے امام ہیں۔

کیا شان ہے مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کے دیدار کی خواہش ظاہر کی تھی اور عرض کیا تھا ''رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ'' تو جواب ملا ''لَنۡ تَرٰىنِیۡ'' مگر حبیب کو خود ہی اپنا جلوہ دکھانے کے لیے فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ شان وشوکت سے اپنے قرب خاص میں بلایا جا رہا ہے، اسی کی منظر کشی کرتے ہوئے امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام فوراً رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور محبوب کے استقبال کے لیے جلوس تیار ہو جاتا ہے، خیال ہوتا ہے کہ ستائیسویں شب ہے جس میں چاند کا کہیں نام ونشان نہیں، تاریکی مسلط ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ عظیم الشان معراج اگر روشنی میں ہو، فوراً غیبی ندا ہوتی ہے فرشتو! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے اپنے حبیب کے چہرہ انور پر اپنی صفت غیرت کے ستّر ہزار پردے ڈال رکھے ہیں، ان میں سے صرف ایک پردہ اٹھا دو سارا عالم روشن ہو جائے گا تمام روشنی اس نور کے سامنے بے نور ہو جائیں گی، حضرت جبرئیل فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوتے ہیں دیکھا کہ سرکار آرام فرما ہیں قدموں کو بوسہ دیتے ہیں، سرکار بیدار ہوتے ہیں، آگے کا نقشہ ان اشعار میں پڑھیں۔

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
آنکھیں کھلیں تو پوچھا جبریل کہئے کیا ہے
جبریل بولے آقا خالق بلا رہا ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ - (پ 15 سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 1) ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ (کنز الایمان)

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"معراج شریف نبی کریم ﷺ کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور کا وہ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں، نبوت کے بارہویں سال سید عالم ﷺ معراج سے نوازے گئے، مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی، مکہ مکرمہ سے حضور کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے، معراج شریف بحالت بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول ﷺ کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں، نصوص آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، تیرہ دماغانِ فلسفہ کے اوہام فاسدہ محض باطل ہیں قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں، حضرت جبریل کا براق لے کر حاضر ہونا سید عالم ﷺ کو غایت اکرام واحترام کے ساتھ سوار کر کے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالم ﷺ کا انبیا کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سماوات کی طرف متوجہ ہونا، جبریل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازہ کھلوانا، ہر ہر آسمان کے صاحب مقام انبیا علیہم السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا اور حضور کی تکریم کرنا، احترام بجا لانا تشریف آوری کی مبارک بادیں دینا، حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچنا، جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی

ملک مقرب کو مجال نہیں ہے، جبریل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کی ترقیاں فرمانا اور اس قرب اعلیٰ میں پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام وافکار بھی پرواز سے عاجز ہیں، وہاں مورد رحمت وکرم ہونا اور انعامات الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوت سماوات وارض اور ان سے افضل وبرتر علوم پانا اور امت کے لئے نمازیں فرض ہونا حضور کا شفاعت فرمانا، جنت ودوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا اور اس واقعہ کی خبریں دینا کفار کا اس پر شورشیں مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنا حضور کا سب کچھ بتادینا اور قافلوں کے جو احوال حضور نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا، یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور بکثرت احادیث ان تمام امور کے بیان اور ان کی تفاصیل سے مملو ہیں۔" (خزائن العرفان)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! زہے نصیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا اور خیر امت کے شرف سے مشرف فرمایا، یہ وہ رسول ہیں جن کے طفیل کائنات تخلیق کی گئی، یہی وہ آقا ہیں جن کا تذکرہ دائمی ہوتا رہے گا، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

روزحشر جہاں انبیائے کرام علیہم السلام "اِذھَبوا اِلٰی غَیرِی" کی صدادیں گے مگر ہمارے آقا "اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا" فرما کر گنہگاروں کو اپنے دامن کرم میں لے کر شفاعت فرمائیں گے۔ ؎

کہیں گے اور نبی اذھبوا الٰی غیری
میرے سرکار کے لب پر انا لھا ہوگا

قیامت بھی اسی لیے قائم ہوگی کہ وہاں اولین وآخرین دیکھ لیں کہ اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کس درجہ ارفع واعلیٰ ہے، ورنہ رب تعالیٰ کی ذات تو یہ ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے، وہ علم الغیب والشہادہ ہے، وہ جسے چاہے اپنے فضل سے جنت بھیج دے اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم بھیج دے، کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوگی، مگر اس کے باوجود روز حشر میزان ہوگا، نامہ اعمال تولے جائیں گے، حساب ہوگا، پل صراط سے گزرنا ہوگا وغیرہ وغیرہ، استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے میدان محشر کے نقشے کو دومصرعے میں کس خوبصورتی سے بیان کیے ہیں۔ ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اخیر میں ہم یہ عرض کردیں کہ نماز تو پچاس وقت کی فرض ہوئی تھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر سرکار نو بار تشریف لے گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے طفیل ہم پر کتنا بڑا کرم فرمایا کہ پچاس وقت سے تخفیف فرما کر محض پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی، مگر ثواب میں کوئی کمی نہیں کی، پانچ وقت کی نماز پڑھئے اور ثواب پچاس وقت کی نماز کا پائیے۔

◆◆◆

ص ۵۳ رکا بقیہ...

دکھائی اجتہادی شان اپنی دنیا والوں کو
تری فکر وبصیرت پر بصیرت ناز کرتی ہے

بہت سارے صحابی کی زیارت تم نے فرمائی
اسی باعث تو تم پر تابعیّت ناز کرتی ہے

"عیالِ بی حنیفہ" ہے یہ قولِ شافعی برحق
"عیالِ فقہ" ہونے پر یہ امت ناز کرتی ہے

فضائل کے وہ جامع ہیں، محاسن کے وہ پیکر ہیں
امام اعظم پہ ہر وصف وفضیلت ناز کرتی ہے

شریعت کے محافظ، خادمِ دینِ رسول اللہ
تمہارے جیسے ہی خادم پہ خدمت ناز کرتی ہے

رہے تا زندگی پابندِ سنت اس طرح اشرفؔ
کہ ان پر آج تک آقا کی سنت ناز کرتی ہے

◆◆◆

از: مفتی ارشد نعیمی قادری لکرالوی*

روزہ! رحمت بھی صحت بھی

رمضان المبارک کے فوائد کثیر اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ماہِ رمضان المبارک اُخروی فوائد کے ساتھ ساتھ دُنیوی اعتبار سے بھی ہمارے لئے نہایت فائدہ مند ہے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے سے نہ صرف ثواب حاصل ہوتا ہے بلکہ بے شمار جسمانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، جس طرح کچھ مدت کے بعد موٹر سائیکل یا گاڑی کی بہتر کارکردگی کے لئے اس کی ٹیوننگ (Tuning) مفید اور ضروری ہوتی ہے، اسی طرح روزے میں بھوکا پیاسا رہنا ہمارے جسمانی نظام کو بہتر کرتا ہے۔ سال کے گیارہ مہینوں میں جسم میں موجود مختلف خلیوں (Cells) میں فاسد مادے پیدا ہوجاتے ہیں، روزے کی برکت سے یہ فاسد مادے خارج ہوجاتے ہیں اور خلیے اپنے آپ کو مرمت (Repair) کر لیتے ہیں۔

کیا روزے سے آدمی بیمار ہوجاتا ہے؟ بعض لوگوں میں یہ تأثُّر پایا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر بیمار پڑ جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، شاہ احمد رضا خان علیہِ رحمۃُ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں :

"ابھی چند سال ہوئے، ماہِ رجب میں حضرت والد ماجد (رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان) قدس اللہ سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا۔ ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بحمد اللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اسی کی برکت نے بفضلہٖ تعالیٰ شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے: صُوْمُوْا تَصِحُّوا روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے۔"

روزے سے صحت ملتی ہے، فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

"اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وَحی فرمائی: آپ اپنی قوم کو خبر دیجئے کہ جو بھی بندہ میری رِضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو میں اُس کے جسم کو صحّت عطا فرماتا ہوں اور اُسے عظیم اجر بھی دوں گا۔" (شعب الایمان)

انسانی صحت پر روزے کے مثبت اثرات

احادیثِ مبارکہ سے مُستفاد ہوا کہ روزہ اجر وثواب کے ساتھ ساتھ حصولِ صحّت کا بھی ذریعہ ہے، جدید سائنسی تحقیق سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ روزے کی برکت سے انسانی صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور کئی بیماریوں کا علاج روزے کی بدولت ممکن ہوجاتا ہے، مثلاً:

(۱) 50-60 سال کی عمر میں عموماً بھولنے کی بیماری (Alzheimer) لاحق ہوجاتی ہے، ایسے مریض اگر روزہ رکھیں تو ان کے دماغ کے خلیوں کے بننے کا عمل (Healing Process) تیز ہوجاتا ہے اور یادداشت بہتر ہونے لگتی ہے۔ (۲) ایک مشہور یونیورسٹی میں تجربے کے طور پر مختلف مریضوں کو مخصوص وقت تک بھوکا پیاسا رکھا گیا تو ان کے امراض میں بہتری نوٹ کی گئی یہاں تک کہ ذیابیطس (Diabetes) کے مریضوں کے (Sugar level) میں بہتری آ گئی۔ (۳) دل کے مریض (Cardiac patient) کو یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ فاضل مادے خون لے جانے والی شریانوں میں جمنا شروع ہوجاتے ہیں اور یوں شریانیں سخت ہوجاتی ہیں، روزے کی حالت میں جسم ان فاضل مادوں کو استعمال کر لیتا ہے اور یوں روزہ رکھنے والا خوش نصیب دل کی خطرناک بیماری (Atherosclerosis) جس میں شریانوں میں سختی پیدا ہوجاتی ہے سے بچ جاتا ہے۔ (۴) رمضان المبارک میں اگر کھانے پینے کے معاملات میں اعتدال اختیار کیا جائے تو وزن کم کیا جاسکتا

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، لکرالہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

ہے۔(۵) روزہ رکھنے سے بے اولاد خواتین کے ہاں اولاد ہونے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ (صراط الجنان، 293/1)

رمضان میں بیمار ہونے کا بڑا سبب ماہِ رمضان میں ڈاکٹروں کے پاس مریضوں کا رَش بڑھ جاتا ہے اور عموماً سینے میں جلن اور معدے کے امراض مثلاً پیٹ میں درد اور دست وغیرہ کے مریض کلینک کا رُخ کرتے ہیں، ان بیماریوں کا بڑا سبب کھانے پینے میں بے احتیاطی ہے۔

سحری وافطاری سے متعلق چند مفید مشورے

(۱) سحری میں خوب ڈٹ کر کھانے سے طبیعت بھاری ہوجاتی اور تیزابیت (Acidity) شروع ہوجاتی ہے، لہٰذا سحری میں ایسی غذا کھائیں جو دیر سے ہضم ہوتی ہیں۔ دودھ کے ساتھ کھجور، مختلف پھلوں، دودھ اور دہی کے ساتھ سحری کرنا بھی مفید ہے۔(۲) سحری میں دودھ کے ساتھ چار پانچ کھجوریں کھانے سے اچھی خاصی توانائی حاصل ہوتی ہے۔(۳) سحری میں اَن چھنے آٹے کی روٹی کھائیں تو خوب ہے کیونکہ یہ دیر سے ہضم ہوتی ہے، لہٰذا بھوک کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔(۴) شوگر کے مریض یا دیگر کمزوری کے شکار سحری میں جَو شریف کا دلیہ استعمال فرمائیں، چاہیں تو اس میں مرغی کے گوشت کے ٹکڑے (Pieces) شامل فرمالیں، ان شاءاللہ روزہ پورا کرنے کے لئے توانائی حاصل ہوگی۔ جَو شریف میں کمپلیکس کاربوہائیڈریٹ (Complex Carbohydrate) شامل ہوتا ہے جو دیر سے ہضم ہوتا ہے افطار کے فوراً بعد برف کا ٹھنڈا پانی پینے سے گیس، تبخیر معدہ اور جگر کے وَرَم (سُوجن) کا سخت خطرہ ہے۔ شوگر کے مریض کے لئے بھی ایک کھجور سے افطار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۵) افطار کے لئے کیمیکلز سے بھرپور رنگ برنگ کے مشروبات اور ٹھنڈی بوتلوں (Cold Drinks) کے بجائے تُخمِ بالنگا، لیموں اور شہد یا چینی (چینی کی جگہ "شکر" بھی استعمال کی جاسکتی ہے) کا شربت بنا کر استعمال فرمائیں۔

توانائی پانے کا قدرتی نظام روزے کی حالت میں جسم میں انسولین کا لیول کم ہوجاتا ہے اور (Growth Hormone) نامی غدود کا لیول بڑھ جاتا ہے۔ یہ غدود جسم کے پٹھوں اور چربی کو متحرک بناتا اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ اگر سحری ہلکی پھلکی بھی کی جائے تو اس قدرتی نظام کی برکت سے جسم میں توانائی کی مقدار معتدل رہتی ہے۔ ماہِ رمضان میں پانی کا استعمال سحر و افطار میں پانی یا کوئی مشروب ایک ڈیڑھ گلاس سے زیادہ نہ پیا جائے۔ جسم کو پانی کی روزانہ تقریباً 12 گلاس مقدار درکار ہوتی ہے اس کو افطار اور سحر کے درمیان پورا کیا جائے۔

یاد رکھئے! پیاس بجھانے کا جو کام پانی سے ہوتا ہے وہ شربت یا کولڈ ڈرنک سے نہیں ہوتا، بہترین طریقہ صرف کھجور یا پانی سے افطار کرکے نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد کھانا تناول فرمائیے۔ اگر افطار میں بھی خوب کھایا، نمازِ مغرب کے بعد بھی کباب سموسوں وغیرہ کو پیٹ میں بھرا اور رات تراویح کے بعد کھانے کی ایک اور نشست سجائی تو پھر گیس، قبض اور تیزابیت وغیرہ مسائل کے لئے تیار ہوجائیے۔ صرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کیلئے روزہ رکھئے روزے کے طِبّی فوائد وغیرہ پڑھ کر آپ خوش تو ہوگئے ہوں گے مگر یاد رکھئے! سارے کا سارا فَنِّ طِبّ ظَنِّیات پر مبنی ہے۔

سائنسی تحقیقات بھی حتمی نہیں ہوتیں، بدلتی رَہتی ہیں، ہاں اللہ ورسول جلت عظمتہ ﷺ کے اَحکامات اٹل ہیں وہ نہیں بدلیں گے۔ ہمیں فرائض اور سنّتوں پر عمل طبّی فوائد پانے کیلئے نہیں صِرف وصِرف رِضائے اِلٰہی جل جلالہ کی خاطر کرنا چاہئے، لہٰذا اِس لئے وُضو کرنا کہ میرا بلڈ پریشر نارمل ہوجائے یا میں تازہ دم ہوجاؤں، ڈائٹنگ کیلئے روزہ رکھنا تاکہ بھوک کے فوائد حاصل ہوں، دینی مُطالعہ اِس لئے کرنا کہ میرا ٹائم پاس ہوجائے گا، اس طرح کی نیّتوں سے اعمال بجالانے والوں کو ثواب نہیں ملے گا۔ اگر عمل اللہ رب العزت کو خوش کرنے کیلئے کریں گے تو ثواب بھی ملے گا اور ضمناً اِس کے فوائد بھی حاصل ہوجائیں گے۔

لہٰذا ظاہری اور باطنی آداب کو مَلحُوظ رکھتے ہوئے روزہ بھی ہمیں اللہ رب العزت کی رِضا کیلئے رکھنا چاہئے تاکہ ہم کو دینی ودنیوی فوائد کثیرہ حاصل ہوسکیں، چند انمول موتی روزے کے متعلق یہ بھی ذہن نشین کرلیں:

اسلامیات

متعلقات رمضان جس پر روزہ فرض ہے اگر وہ روزہ نہیں رکھتا تو وہ خود پر ہی ظلم کرتا ہے اس لئے کہ ہمارا نظام ہضم جو سال بھر کام کرتا ہے اس کو رمضان میں آرام ملتا ہے، گرمی کا دن ہو اور مناسب ہو تو سحری کے وقت غسل کرلیں سحری وقت سے پانچ دس منٹ پہلے ختم کرلیں سحری میں جتنا کم کھائیں گے اتنا ہی زیادہ آرام پائیں گے کھانا جتنا بھی آپ کھالیں، تقریباً 6 گھنٹے میں وہ ختم ہو جاتا ہے، اس لئے زیادہ کھانا بے سود ہے سحری کے لاسٹ میں زیادہ پانی پینا بھی بے سود ہے سحری میں کھجور سب سے بہتر غذا ہے بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے قبل نہ سوئیں بہتر نہیں نظام استحالہ یہ جو کچھ ہم کھاتے پیتے ہیں اسے جزئے بدن بنانے کا کام کرتا ہے ایک تحقیق کے مطابق جو روزہ رکھتا ہے وہ کینسر شوگر فالج وغیرہ مہلک امراض سے محفوظ رہتا ہے۔

رمضان میں زیادہ کھانے سے روزہ کا بھرپور طبی فائدہ حاصل نہیں ہوتا رمضان میں ہم روزہ رکھ کر بھی روزے کے فوائد سے محروم رہ جاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زیادہ کھانے سے باز نہیں آتے سحری کرنے کے بعد تقریبا 6 گھنٹے میں کھانا ختم ہو جاتا ہے پھر جسم کی زائد چربیاں گلنے لگتی ہیں اور وہ غذا میں تبدیل ہوجاتی ہیں اس کے بعد جسم کے زہریلے مادے آپس میں لڑ لڑ کر ختم ہوجاتے ہیں جس سے بندہ مکمل 30 روزے رکھنے کے بعد صحت مند ہوجاتا ہے رمضان المبارک کے روزے کے صدقے میں جسم کے زہریلے مادے ختم ہوجاتے ہیں اور امراض سے نجات ملتی ہے روئے زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو فائدے مند ہو اور حرام ہو اور جو چیز حرام ہے فائدے مند ہو جو بچوں کو روزہ رکھنے نہیں دیتے وہ اس پر ظلم کرتے ہیں اور یہ ان کے اعتقاد کی کمی اور ایمان کی کمزوری ہے جو رب اپنے بندے سے 70 ماؤں سے زائد محبت کرتا ہے وہ اپنے بندے کا کب برا چاہے گا۔

گرمی کے دن ہوں تو افطار سے قبل غسل کرنا یہ جسم کو قوت وتقویت بخشتا ہے افطار کے کھانے میں سحری سے زیادہ احتیاط کرنا چاہیے شربت اور پانی زیادہ ٹھنڈا پینے سے بالکل پرہیز کریں یہ معدے اور نظام ہضم پر ظلم ہے اور ان کی کمزوری کا باعث ہے

تراویح سے پہلے کھانا کھالیں یہ بہتر ہے یہ تمام اقوال وارشادات اللہ ورسول جلت عظمتہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین کا گلدستہ ہیں جو روزہ داروں کے لئے بہترین مہکتے پھول ہیں جن کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے دل کے نہاں خانے معطر ہونگے بشرطیکہ عمل کیا جائے اللہ لم یزل ولم یزال ہم سب کو روزوں کی برکات سے مستفیض فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

◆◆◆

صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ
وَافْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ
فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

عبادت وریاضت اور ماہِ رمضان

اسلامیات

رمضان شریف اپنی تمام تر برکتوں، رحمتوں اور مبارک ساعتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہے، یہ مہینہ عبادت وریاضت اور کامیابیوں کے حصول کا مہینہ ہے، ہمیں چاہیے کہ اس مبارک مہینے میں زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ بجالائیں، زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کریں کہ اسی میں ہماری عزّت اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ-(۱) یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

رمضان المبارک کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے، اس مہینے میں اللہ رب العزت کی عنایتوں اور کرم نوازیوں کا دریا جوش پر ہوتا ہے، اس مبارک مہینے میں عبادت وریاضت کا اجر وثواب بہت بڑھا دیا جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَلَا يُغْلَقُ مِنْهَا بَابٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، وَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُصَلِّي فِي لَيْلَةٍ، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفاً وَخَمسَمِئَةِ حَسَنَةٍ بِكُلِّ سَجْدَةٍ، وَبَنَى لَهُ بَيْتاً فِي الجَنَّةِ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمرَاءَ، لَها سِتُّونَ أَلْفَ بَابٍ، لِكُلِّ بَابٍ مِنْهَا قَصرٌ مِنْ ذَهَبٍ مُوَشَّحٍ بِيَاقُوتَةٍ حَمرَاءَ. فَإِذَا صَامَ أَوَّلَ [يَوْمٍ] مِنْ رَمَضَانَ، غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ إِلَى مِثْلِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ إِلَى أَنْ تُوَارَى بِالحِجَابِ، وَكَانَ لَهُ بِكُلِّ سَجْدَةٍ يَسْجُدُهَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِلَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، شَجَرَةٌ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا خَمسَ مِئَةِ عَامٍ۔ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ آخری رات تک بند نہیں ہوتے، جو بندہ اس ماہِ مبارک کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے ہر سجدے کے بدلے اس کے لیے پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے، اس کے لیے جنّت میں سُرخ یاقُوت کا گھر بناتا ہے، جس کے ستّر ہزار دروازے ہیں، اس کے ہر دروازے سے سونے کا سُرخ یاقوت سے مزیّن ایک محل ہے اور جو کوئی ماہِ رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ ایک سال کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے، اس کے لیے نمازِ صبح سے شام تک ستّر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، ماہِ رمضان کے رات یا دن میں جو کوئی سربسجود ہوتا ہے، اس کے ہر سجدے کے بدلے اُسے (جنّت میں) ایک ایسا (بڑا اور طویل) درخت عطا کیا جاتا ہے، جس کے سائے میں گھوڑ سوار پانچ سو 500 برس تک چلتا رہے۔"

عبادت وریاضت کی فضیلت سے متعلّق ایک اور روایت میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام ارشاد فرمائیں، جس پر اگر میں ہمیشگی کروں تو جنّت کا حقدار ہو جاؤں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ۔ اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز قائم

کرو، فرض زکات دو اور رمضان کے روزے رکھو۔"

دیہاتی نے کہا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان باتوں پر میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا، جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"مَنْ سَرَّہٗ أَنْ یَنْظُرَ إِلَی رَجُلٍ مِنْ أَھْلِ الجنَّةِ، فَلْیَنْظُرْ إِلَی ھَذَا۔(۲) اگر کوئی کسی جنّتی کو دیکھنا چاہے، تو اسے دیکھ لے۔"

عبادت و ریاضت کی ترغیب ہی سے متعلّق ایک اور روایت میں، حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک دن میں صبح کے وقت چلتے ہوئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہوا، اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنّت میں داخل کر دے اور جہنم سے دُور رکھے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"لَقَدْ سَأَلْتَ عَظِیماً، وَإِنَّہٗ لَیَسِیرٌ عَلَی مَنْ یَسَّرَہُ اللہ عَلَیہِ :تَعْبُدُ اللہَ لَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئاً، وَتُقِیمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّکَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتحجُّ الْبَیْتَ۔ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے! اور یقیناً یہ عمل اس کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کر دے! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو، نماز قائم کرو، زکات دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔"

پھر رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"أَلَا أَدُلُّكَ عَلَی أَبْوَابِ الخَیْرِ؟ الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَ الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الخطِیئَةَ، کَمَا یُطْفِئُ النَّارَ الماءُ، وَ صَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ۔(۳) کیا میں تمھیں بھلائی کے دروازے نہ بتاؤں۔(1) روزہ ڈھال (Shield) ہے۔(2) صدقہ گناہوں کو ایسے ہی مٹاتا ہے، جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔(3) اور آدھی رات میں آدمی کا نماز (تہجد) ادا کرنا۔"

رمضان المبارک کے روزے فرض کیے جانے کا مقصد تقویٰ و پرہیزگاری ہے، یہ ایک ایسی عبادت ہے جو ریاضت، اصلاحِ نفس اور باطنی طہارت کا سبب ہے، ارشادِ خداوندی ہے :

"یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔(۴) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض ہوئے تھے؛ تاکہ تمھیں پرہیزگاری ملے۔"

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ" روزے کا مقصد اعلیٰ اور اس سخت ریاضت کا پھل یہ ہے، کہ تم متقی اور پاکباز بن جاؤ، روزے کا مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرو، بلکہ تمام بُرے اخلاق اور اعمالِ بد سے انسان مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرے، تم پیاس سے تڑپ رہے ہو، تم بھوک سے بے تاب ہو رہے ہو، تمھیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا، ٹھنڈا پانی اور لذیذ کھانا پاس رکھا ہے، لیکن تم ہاتھ تو کُجا، آنکھ اُٹھا کر اُدھر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اس کی وجہ صرف یہی ہے نا، کہ تمھارے رب کا یہ حکم ہے! اب جب حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے تم نے ترک کر دیں، تو وہ چیزیں جن کو تمھارے رب تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے، مثلاً چوری، رشوت، بد دیانتی وغیرہ حرام کاریاں، اگر یہ خیال پختہ ہو جائے، تو کیا تم ان کا اِرتکاب کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں کرو گے!۔ مہینے بھر کی اِس مشقت کا مقصد یہی ہے، کہ تم سال کے باقی گیارہ 11 ماہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حرام سے اجتناب کرو، لہٰذا جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں، لیکن جھوٹ، غیبت، بدنظری، فحش گوئی اور گالی گلوچ وغیرہ برائیوں سے باز نہیں آتے، ان کے متعلّق سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمادیا:

"مَنْ لم یَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِہٖ، فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَةٌ فِي أَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَشرابَہٗ۔(۵) [جس نے روزہ رکھنے کے باوجود] جھوٹ اور اُس پر عمل نہیں چھوڑا، رب تعالیٰ کو اُس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔"(۶)

روزے میں جہاں مسلمان کھانے پینے اور نفسانی خواہشات

سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے، وہیں اسے چاہیے کہ جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہوں سے بھی باز رہے تا کہ اسے تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہو اور یہی روزے کا مقصد بھی ہے، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

"إِنَّ الصِّيَامَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَلٰكِنْ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ۔(۷) روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ جھوٹ، گناہوں، اور بے کار چیزوں سے بچنے کا نام ہے۔"

اسی طرح ایک اَور حدیثِ پاک میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(۸) جس نے ماہِ رمضان میں ایمان کی حالت میں، ثواب کی اُمید سے قیام کیا، اُس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

یعنی جو مسلمان روزہ دار، فرائض و واجبات اور نماز تراویح، نوافل، تلاوتِ قرآن اور دیگر نیک اعمال میں وقت گزارتا ہے، اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ خود کو عبادت وریاضت کا عادی بناتے ہوئے، نماز پنج گانہ کی پابندی کریں، اپنی زبان کی حفاظت کریں، غیبت و چغلی، گالی گلوچ، بدکلامی اور بدنگاہی سے اجتناب کریں، رمضان المبارک میں فیس بک (Facebook) ٹک ٹاک (Tik Tok) ٹویٹر (Twitter) اور دیگر سوشل میڈیا (Media Social) ذرائع پر ٹائم پاس کرنے کے بجائے، اپنا وقت عبادت وریاضت میں گزاریں، قرآنِ پاک کی تلاوت کریں، اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھیں، ذکر واَوراد کی کثرت کریں، دینی کتب کا مطالعہ کریں اور تراویح و قیام اللیل کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔

جوانی میں عبادت کی فضیلت

احادیثِ مبارکہ میں جوانی میں عبادت وریاضت کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، جو شخص جوانی میں توبہ کرتا ہے اور اپنا وقت عبادت وریاضت میں صَرف کرتا ہے، بروزِ قیامت اس کے لیے فرشتوں جیسا مقام اور سایۂ رحمت کا وعدہ ہے، حدیث شریف میں فرمایا :

"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ۔ سات 7 قسم کے لوگ ایسے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اپنے سائے رَحمت میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اُس کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔"

انہی میں سے ایک کے متعلّق فرمایا :

"وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ۔(۹) وہ جوان جس نے جوانی اپنے رب کی عبادت میں گزاری۔"

اسی طرح ایک اَور حدیث شریف میں ہے :

"وَلِلشَّابِّ التَّارِكِ لِحُرُمَاتِ اللهِ، الْعَامِلِ بِطَاعَةِ اللهِ، كُلُّ أَجْرِ سَبْعِينَ صِدِّيقاً۔(۱۰) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے اور اس کے اَحکام پر عمل کرنے والے نوجوان کے لیے، ستّر 70 صدّیقین کے برابر ثواب ہے۔"

حضرت علّامہ ابن رجب حنبلی جوانی میں عبادت کرنے سے متعلّق ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کیا، جب وہ جوان اور تندرست تھا، تو اللہ تعالیٰ اُس کا اُس وقت خیال رکھے گا، جب وہ بوڑھا اور کمزور ہوجائے گا اور اسے بڑھاپے میں بھی اچھی قوت سماعت، بصارت، طاقت اور ذَہانت عطا فرمائے گا۔" (۱۱)

زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانیے

ہماری زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے، لہٰذا ہمیں اپنے شب و روز غفلت میں گزار کر، اسے کسی صورت ضائع نہیں کرنا چاہیے، اس چند روزہ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانتے ہوئے، خوب عبادت وریاضت کرنی چاہیے، فرائض و واجبات کی پابندی، علمِ نافع، عملِ صالح اور رضائے الٰہی جیسے اَہداف کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے؛ کیونکہ اسی میں ہماری کامیابی اور سرخ رُوئی ہے، بصورتِ دیگر ناکامی کا عمیق (گہرا) گھڑا ہمارا مقدّر ٹھہرے گا۔ (معاذ اللہ)

رَحمتِ عالم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے :

"اغْتَنِمْ خمساً قَبلَ خمسٍ: (1) شَبَابَكَ قَبلَ هَرَمِكَ، (2) وَصِحَّتَكَ قَبلَ سَقَمِكَ، (3) وَغِنَاكَ قَبلَ فَقرِكَ، (4) وَفَرَاغَكَ قَبلَ شُغْلِكَ، (5) وَحَيَاتَكَ قَبلَ مَوْتِكَ۔(۱۲) پانچ 5 چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: (1) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (2) صحت کو بیماری سے پہلے، (3) مالداری کو فقیری سے پہلے، (4) فرصت کو مصروفیت سے پہلے (5) اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔"

ابھی بھی دیر نہیں ہوئی، رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں اور اس میں ہونے والی چھما چھم رحمتوں کی برسات سے فائدہ اٹھائیے، سچے دل سے توبہ واستغفار کیجیے، زیادہ سے زیادہ وقت اللہ رب العزت کی عبادت میں گزاریئے، زُہد وتقویٰ اختیار کیجیے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص اہتمام کیجیے، ورنہ یاد رکھیے! اگر توبہ سے قبل موت آ گئی، تو پھر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بجالانے کی بھی اجازت نہیں ہوگی اور بروزِ قیامت ہم اپنے پل پل کا حساب وکتاب دے رہے ہوں گے، جیساکہ حدیثِ پاک میں ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يوم القِيامَةِ حتى يُسأَلَ عن أَرْبَعِ خِصَالٍ: (1) عن عُمُرِهِ فِيما أَفْنَاهُ، (2) وَعَنْ شَبَابِهِ فِيما أَبْلاهُ، (3) وَعَنْ مَالِهِ من أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيما أَنْفَقَهُ، (4) وَعَنْ علمِهِ مَاذَا عَمِلَ فيه۔(۱۳) بروزِ قیامت آدمی اُس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہٹا سکے گا، جب تک چار 4 سوالات کے جواب نہ دے لے: (۱) عمر کس کام میں گزاری؟ (۲) جوانی کیسے گزاری؟ (۳) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ (۴) اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟"

فکرِ آخرت پر مبنی اس فرمانِ رسول ﷺ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ہر بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بچتا رہے، عِفّت، عصمت اور پاکدامنی کے حصول کے ذرائع اختیار کرتا رہے، بدنگاہی، فحش اَعمال وکلام، جھوٹ، غیبت، چغلی، حرام ومشتبہ چیزوں، فلموں، ڈراموں، گانے باجوں، بے پردگی وغیرہ وغیرہ گناہوں سے بچ کر، اَحکامِ شریعت، فرائض واَعمالِ صالحہ وغیرہ جیسی عبادات کی بجا آوری میں خوب کوشش کرے، نیز اس ماہِ مبارک کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے تمام گناہوں اور نافرمانی والی زندگی سے توبہ کرکے، اپنی عاقبت سنواریئے اور سچی توبہ کرکے اللہ ورسول کے پیارے بن جائیے۔

اے اللہ! رمضان المبارک کے صدقے، ہمارے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف فرما، ہمیں سچی توبہ کرنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما، رمضان شریف کی خوب خوب برکتیں نصیب فرما، ہمیں اس ماہِ مبارک کے تمام روزے رکھنے، نمازِ تراویح ادا کرنے اور ذوق وشوق سے دیگر عبادات ونیک اعمال کی توفیق وہمت عطا فرما، اس ماہِ غفران کے صدقے ہماری اور ہمارے تمام عزیز واقارب کی بخشش ومغفرت فرما۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالی علی خیر خلقِه ونورِ عرشِه، سيّدنا ونبينا وحبيبنا وقرّة أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَكَ وسلّم، والحمدلله ربّ العالمين۔

حوالہ جات

(۱) پ۲٦، الحجرات. ۱۳: (۲) "شعب الإیمان" 23–باب فی الصیام، ر: ۳٦۳۸، ۳/۱۳٤۱.(۳) "صحیح البخاری" باب وجوب الزکاۃ، ر۱۳۹۷: ، ص۲۲۵.(٤) "سنن ابن ماجہ" باب کفّ اللسان فی الفتنۃ، ر۳۹۷۳: ، ص٦۷٤(۵) پ۲، البقرۃ. ۱۸۳: (٦) "صحیح البخاری" کتاب الصّوم، ر: ۱۹۰۳، ص۳۰٦.(۷) "تفسیر ضیاء القرآن" البقرۃ، زیرِ آیت ۱۸۳: ، ۱/۱۲۳، ۱۲٤، ملتقطاً۔(۸) "السنن الکبری" للبیہقی، کتاب الصیام، ٤/۲۰۹.(۹) "صحیح البخاری" باب تطوّع قیام رمضان من الإیمان، ر۳۷: ، ص۹.(۱۰) "صحیح البخاری" کتاب الأذان، ر٦٦۰: ، ص۱۰۷.(۱۱) "الترغیب فی فضائل الأعمال وثواب ذلک" ر۲۲۹: ، ص۷۸.(۱۲) "مجموع رسائل ابن رجب" قولہ: یحفظک، 3/100 ملخّصاً.(۱۳) "شعب الإیمان" باب فی الزہد وقصر الأمل، ر۱۰۲٤۸: ، ۷/۳۳۱۹.(۱٤) "المعجم الکبیر" معاذ بن جبل الأنصاری، ر۱۱۱: ، ۲۰/٦۱.

◆◆◆

(از: مولانا عبداللطیف علیمی رضوی*

عوام الناس میں پھیلی مشہور غلط فہمیوں کا ازالہ

اصلاحات

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے آخر میں ص، صلی، صلعم وغیرہ لکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کچھ لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھتے ہیں تو نام پاک کے آخر میں صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے ص، صلی، صلعم وغیرہ لکھتے ہیں حالاں کہ نام پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس طرح لکھنا سخت ناجائز وحرام بد قسمتی ومحرومی ہے۔ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھنے کے بعد ان جیسے حروف کے ذریعے مخفف نہ لکھیں بلکہ پورا صلی اللہ علیہ وسلم لکھیں، ایسے ہی کچھ لوگ رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رح، اور رض، لکھتے ہیں یہ بھی لکھنا درست نہیں بلکہ پورے پورے الفاظ لکھے جائیں یعنی رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"درود شریف کی جگہ جو عوام جہال صلعم یا ع یا م یا صلسلم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے، نام پاک کے ساتھ ہمیشہ درود شریف لکھا جائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔" ملخصاً

(فتاویٰ رضویہ، ج ٤: ،ص ٥٤: ،رضا اکیڈمی ممبئی)

بہار شریعت میں ہے:

"اکثر لوگ آج کل درود شریف کے بدلے صلسلم، عم، ص، ع لکھتے ہیں یہ ناجائز وسخت حرام ہے یوں ہی رضی اللہ عنہ کی جگہ رض، رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رح لکھتے ہیں یہ بھی نہ چاہیے۔"

(بہار شریعت، ج ١: ح ٣: ص ٨٢: قادری کتاب گھر بریلی شریف)

سوال: امام جب قرأت شروع کر دے تو مقتدی کا ثنا پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کچھ لوگوں کا طریقہ ہے کہ جب امام قرأت شروع کر دیتا ہے تب بھی وہ ثنا پڑھتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ بغیر ثنا پڑھے نماز ہی نہ شروع ہوگی ان لوگوں کا یہ طریقہ غلط اور خلاف واجب ہے اس لیے کہ نماز ہو یا غیر نماز جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی سے سننا واجب ہے۔

درست مسئلہ یہ ہے کہ جہری نماز میں مقتدی کے لئے اس وقت ثنا پڑھنے کی اجازت ہے جب تک کہ امام نے قرأت شروع نہ کی ہو، لہٰذا جب امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی تو مقتدی اب ثنا نہ پڑھے اور اگر پڑھ رہا تھا تو خاموش ہو جائے اور بغور قرأت سنے البتہ سری نماز میں اگرچہ امام نے قرأت شروع کر دی ہو، مقتدی ثنا پڑھ لے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"سبحنک اللھم اسی وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرأت باآواز نہ شروع کرے جب قرأت جہری شروع کر دی، اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج ٣: ص ٦١: رضا اکیڈمی ممبئی)

بہار شریعت میں ہے:

"امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی تو مقتدی ثنا نہ پڑھے اگرچہ بوجہ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو جیسے جمعہ وعیدین میں پچھلی صف کے مقتدی کہ بوجہ دور ہونے کے قرأت نہیں سنتے، امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے۔" (ج ١: ح ٣: ص ٧٤: ،قادری کتاب گھر بریلی شریف)

سوال: کیا اقامت کے وقت امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو اس وقت امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری ہے ورنہ اقامت درست نہ ہوگی یہ لوگوں کی غلط فہمی وکم علمی ہے درست مسئلہ یہ ہے کہ اقامت کے

وقت امام کا مصلیٰ پر ہونا ضروری نہیں بغیر امام کے مصلیٰ پر موجود رہے بھی اقامت کہنا درست ہے شرعاً کوئی حرج نہیں البتہ بہتر ہے کہ امام تکبیر کے وقت مصلی پر رہے تاکہ مقتدیوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

" زمانہ موجودہ میں عام طور پر رواج ہو گیا ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو جائے تکبیر نہیں کہتے گویا یہ تصور کر لیا ہے کہ تکبیر اس سے قبل جائز ہی نہیں یہاں تک کہ اگر دو تین مقتدی ہوں کہ اگر وہ ادھر ادھر بھی بیٹھے ہوں تو برابر کرتے کیا دیر لگتی ہے اس میں بھی اپنے اسی قانون کی پابندی کرتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے۔"

(فتاویٰ امجدیہ، ج ۱ : ص ٥٥ : قادری کتاب گھر بریلی شریف)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

" بوقت تکبیر امام کا مصلی پر ہونا نہ واجب نہ سنت نہ مستحب مصلی پر ہو یا نہ ہو دونوں برابر۔" (مرجع سابق، ص ٦٧)

سوال: مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا کرتے ہیں حالانکہ لوگوں کا یہ طریقہ غلط اور خلاف شریعت ہے اس طرح کے خلافِ شرع کاموں سے لوگوں کو بچنا ضروری ہے۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے چاہے میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہو یا بعض بہر صورت مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے کی ممانعت ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

" جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ٤ : ص ٥٧ : رضا اکیڈمی ممبئی)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

" صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امام جنازہ نہ صف جنازہ یہ سب مکروہ ہے۔" (ایضاً، ص ۸۱)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

" مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے، خواہ میّت مسجد کے اندر ہو یا باہر، سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض، کہ حدیث میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی۔"

(بہار شریعت، ج ۱ : ح ٤ : ص ۱٥۸ : قادری کتاب گھر بریلی شریف)

سوال: مرنے کے بعد میت کی چالیس دن پر روحانی وداع کرنا کیسا؟

جواب: کچھ جگہوں پر یہ رواج ہے کہ جب کوئی انتقال کر جاتا ہے تو چالیس دن تک فاتحہ پڑھواتے فقیر کو کھانا کھلاتے ہیں لیکن جب چالیس دن پورے ہو جاتے ہیں تو چالیسویں دن گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر رکھتے ہیں، اس میں لوگ روپیہ ڈالتے اور اس کے اوپر چادر باندھ کر چراغ رکھتے ہیں اور فاتحہ کے لیے سامنے کھانا پانی کپڑا وغیرہ بھی رکھتے ہیں اور اس کو روح نکالنا یا روحانی وداع کرنا کہتے ہیں، یہ لوگوں کی جہالت و کم علمی ہے۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ فاتحہ کرنا اور اس کے لیے کھانے پینے کی چیز یا کپڑا وغیرہ جو مسکین کو نفع دینے والی ہو مسکین کو دینے کی نیت سے رکھنا صحیح ہے مگر فاتحہ کے وقت چراغ جلا کر مٹکے پر کپڑا باندھ کر اس میں روپیہ ڈالنا اور اس کو روح نکالنا کہنا ضرور جہالت و نادانی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

" روح نکالنا محض جہالت و حماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ٤ : ص ۲۱۳ : رضا اکیڈمی ممبئی)

سوال: چچا اور پھوپھی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

جواب: کچھ جگہ یہ بات بہت مشہور ہے کی چچا اور پھوپھی کی لڑکی سے نکاح نا جائز ہے کیونکہ اس سے خون کا رشتہ ہوتا ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بہن ہوتے ہیں، اس لیے نکاح کرنا جائز نہیں حالاں کہ یہ لوگوں کی کم علمی و نادانی ہے صحیح مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح ممانی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کرنا درست ہے، ایسے ہی چچا اور پھوپھی کی لڑکی سے بھی نکاح کرنا درست ہے جبکہ کوئی مانع نکاح مثلاً رضاعت مصاہرت وغیرہ نہ ہو اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا ہے، ان میں چچا اور پھوپھی کی لڑکی داخل نہیں ہے، لہٰذا

ان سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے چچا ماموں خالہ پھپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جب کہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔" (فتاویٰ رضویہ، ج۵ :، ص ۲۷۷ :، رضا اکیڈمی ممبئی)

سوال: دولھے کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا کیسا ہے؟

جواب: عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ شادی بیاہ کے موقع پر دولھے کے ہاتھ پاؤں میں اور خوشی کے موقع پر بچوں کے ہاتھوں میں مہندی لگاتے ہیں اور کچھ لوگ تو صرف ناخونوں ہی میں مہندی لگا دیتے ہیں یہ ناجائز و گناہ ہے اس لیے کہ شادی ہو یا غیر شادی کسی بھی موقع پر مرد کے ہاتھ پاؤں یہاں تک کہ ناخونوں میں بھی مہندی لگانا جائز نہیں کیوں کہ عورتوں سے مشابہت ہے اور حدیث شریف میں ہے اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے، عورت کو مرد مرد کو عورت سے تشبہ حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخونوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے۔" (فتاویٰ رضویہ ج۹ :، نصف اول، ص۱۴۹ :، رضا اکیڈمی ممبئی)

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا ناجائز ہے۔" (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۵۲ :، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

سوال: عدت کے لیے عورت کو مائکے میں لانا کیسا؟

جواب: عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت مطلقہ ہو جائے تو اس کے میکے والے اس عورت کو فوراً اپنے گھر لے آتے ہیں لیکن اگر لے کر کے نہ آئیں تو عورت کے ماں باپ اور بھائیوں کو لوگ عار دلاتے ہیں کہتے ہیں طلاق کے بعد بھی لڑکی کو شوہر کے گھر چھوڑ رکھا ہے یہ لوگوں کی جہالت اور خلاف شرع باتیں ہیں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ طلاق کے بعد عورت شوہر ہی کے گھر عدت گزارے اور شوہر کے اوپر عدت کا نان و نفقہ اور رہنے کے لیے مکان دینا لازم ہے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

"موت یا فرقت کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت تھی، اُسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی اس سے مراد یہی گھر ہے اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سکونت نہیں کر سکتی مگر بضرورت۔"

(بہار شریعت، ج۲ :، ح۸ :، ص ۱۳۳ :، قادری کتاب گھر بریلی شریف)

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"مطلقہ عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ عدت شوہر کے گھر گزارے اگر طلاق بائن یا مغلظہ کی عدت ہو اور شوہر فاسق ہو اور کوئی وہاں ایسا نہ ہو کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے، ایسی حالت میں مکان بدلنے کا حکم ہے۔" (فتاویٰ فیض الرسول، ج۲ :، ص ۲۹۰ :، دار الاشاعت فیض الرسول براؤں شریف)

سوال: کیا میاں بیوی دونوں ایک پیر سے مرید ہوں تو نکاح میں کچھ فرق پڑے گا؟

جواب: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میاں بیوی دونوں ایک پیر سے مرید ہوں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے صحیح مسئلہ یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک پیر سے مرید ہوں تو نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

"میاں بیوی دونوں ایک پیر سے مرید ہو سکتے ہیں نکاح پر کسی قسم کا اثر نہیں آئے گا جو شخص نکاح ٹوٹ جانا بتاتا ہے، وہ احکام شرع سے بالکل جاہل ہے صحابہ کرام اور ان کی ازواج بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے بیعت لیتے عورتوں سے بھی اور یہ طریقہ آج تک بلا نکیر مسلمانوں میں جاری رہا ہے شاید اس فتویٰ دینے والے نے سمجھا ہوگا کہ

بقیہ ص ۱۷ پر

نویں قسط

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ رسالہ دردناک سفر

گزشتہ سے پیوستہ

1992ء دسمبر 7–12: کلکتہ (مغربی بنگال) 78٪ ہندو، 20٪ مسلمان چیف منسٹر آف مغربی بنگال: جیوتی باسو، سی پی آئی (ایم)، جون 1977 تا نومبر 2000 1990 میں جو ہوا تھا، اس کی وجہ سے ماحول کشیدہ تھا لیکن پھر بابری مسجد کی شہادت کے بعد حالات قابو میں تھے، لیکن یہاں لیفٹ کی قیادت والی حکومت کی خود اعتمادی کی بنا پر فساد ہوا: حکومت نے یہاں 9 دسمبر کو ہی کرفیو ہٹا لیا، کرفیو ہٹانے کا عمل بارش کے ساتھ کیا گیا، مجرمین نے موقع پا کر میٹیا بروز کی غریب مسلم بستی کو آگ لگا دی۔ انتظامیہ اور سیاسی رہنماؤں کی مکمل ناکامی کے باعث متعدد ہلاکتیں ہوئیں جن کی تعداد 35 تھی۔

(The Pioneer 17/12/1992) (Sunday 20–26/12/ 1992) (Frontline 01/01/1993)

1992 دسمبر 7–15: بھوپال (مدھیہ پردیش) 68٪ ہندو، 27٪ مسلمان مدھیہ پردیش کے وزیر اعلی: سندر لال پٹوا، بی جے پی، مارچ 1990–15 دسمبر 1992 بابری مسجد کے انہدام نے بھوپال (مدھیہ پردیش) میں بڑے پیمانے پر فسادات کو جنم دیا، ایک شہر جو عام طور پر فرقہ وارانہ تشدد سے محفوظ رہا تھا۔ ہندو فرقہ پرست کارکنوں کے اثر ورسوخ کی وجہ سے کافی عرصے سے ماحول کشیدہ تھا۔ 6 دسمبر کو پرانے شہر (مسلم آبادی) سے بجرنگ دل کی قیادت میں ایک فتح کا جلوس نکلا، بابری مسجد کے متعلق بی بی سی کی رپورٹس نے فرقہ وارانہ جذبات کو مزید ہوا دی۔ پرانے شہر میں مشتعل مسلم نوجوانوں کے ٹولے نے سرکاری عمارتوں اور ہندو رہائشیوں کو نشانہ بنایا۔ ہندی پریس کی طرف سے سنسنی خیز افواہوں کے پھیلاؤ اور ہندو قوم پرست کارکنوں کے احتجاج نے بڑے پیمانے پر فرقہ وارانہ فسادات کو جنم دیا۔ اصل متاثرین غریب مسلمان تھے جو پہلے ہی 1984 میں گیس کی تباہی کا شکار ہو چکے تھے اور BHEL انڈسٹری (Bharat Heavy Electricals Limited) کے متوسط طبقے کے مسلمان تھے۔ اس تشدد سے چار ہزار خاندان بے گھر ہو گئے۔ پولیس پر ہندو فرقہ وارانہ گروہوں کے ساتھ ملی بھگت کا الزام لگا۔ بی جے پی کی ریاستی حکومت نے تشدد پر قابو پانے کی کوشش میں بہت کم کوشش کا مظاہرہ کیا۔ میڈیا نے 175 سے زیادہ اموات کی اطلاع دی، جسٹس کے کے دوبے نے کمیشن آف انکوائری قائم کیا، ان فسادات میں 142 لوگ مارے گئے۔ جن میں چونتیس افراد پولیس کی فائرنگ میں مارے گئے۔

(Frontline 15/01/1993) (Jaffrelot 1996: 460–463) (Rajeshwari 2004)

1992ء 10 دسمبر: دہلی 81٪ ہندو، 12٪ مسلمان دہلی کے وزیر اعلیٰ: کوئی نہیں، دہلی اس وقت مرکز کے زیر انتظام علاقہ تھا، ریاست نہیں۔ دہلی میں سیلم پور کے غریب محلے میں 10 دسمبر کی رات کو بھی تشدد ہوا تھا۔ تشدد کی فوری وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ مسلمانوں نے الزام لگایا کہ ایک افواہ جس میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ مسجد مصطفیٰ کو زمین بوس کر دیا گیا ہے، نے تشدد کو جنم دیا، جب کہ ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ فسادات مسلمانوں نے ایک کم عمر ہندو لڑکی کی عصمت دری اور قتل کرنے کے بعد شروع کیے تھے۔ ہجوم نے مظاہرہ شروع کر دیا۔ بڑے پیمانے پر آتش زدگی کی گئی۔ پولیس نے مداخلت کی۔ سولہ سے بیس افراد مارے گئے، ان میں سے زیادہ تر جل کر ہلاک یا پولیس کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ پی یو سی ایل (پیپلز یونین فار سول لبرٹیز) کی ایک رپورٹ میں پولیس کو تشدد بھڑکانے، افواہیں پھیلانے اور اقلیتی

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

برادری پر بلا امتیاز فائرنگ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔اس واقعے کے بعد مسلمان پولیس فورس سے ہمیشہ کے لیے خوفزدہ رہے۔

(The Times of India 13/12/1992) (Sunday 20–26/12/1992)

1993ء6–20 جنوری: بمبئی (مہاراشٹر) 67٪ ہندو، 19٪ مسلمان مہاراشٹر کے وزیر اعلی: سدھا کرراؤ نائک، کانگریس پارٹی، جون 1991–6 مارچ 1993ء بمبئی فسادات کا دوسرا مرحلہ 6 جنوری کو شروع ہوا۔ جب کہ دسمبر 1992 میں فسادات کا پہلا مرحلہ بابری مسجد کے انہدام سے مشتعل مسلم ہجوم کے بے ساختہ ردعمل کا نتیجہ تھا، جسٹس سری کرشنا کمیشن آف انکوائری کے مطابق فسادات کا دوسرا مرحلہ ہندو قوم پرست تنظیموں کے ذریعے پھیلائے گئے فرقہ وارانہ پروپیگنڈے کا نتیجہ تھا۔ اشتعال انگیز مضامین، خاص طور پر شیوسینا لیڈر بال ٹھاکرے کے ذریعہ اخبار "سامنا" اور" نوا کل" میں لکھے گئے اشتعال انگیز اداریوں نے فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دی۔ سری کرشنا کمیشن نے نشاندہی کی کہ دسمبر 1992ء کے فسادات کے بعد تیاریاں کی گئی تھیں، مسلمانوں کے گھروں، دکانوں، رکشوں اور ٹیکسیوں کی شناخت کے لیے شیوسینکوں کے ذریعہ سروے کیا گیا تھا۔ مسلم ناموں والی ووٹر لسٹیں شیوسینا کی شاخوں کے سربراہوں کو بھی دستیاب کرائی گئی تھیں۔ دسمبر 1992ء کے فسادات کے بعد سے شہر میں ماحول کشیدہ تھا۔ جیسا کہ سری کرشنا کمیشن کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مساجد میں نماز جمعہ میں حاضری بڑھ گئی تھی۔

ہندو مہا آرتیوں کا انعقاد کر کے اس رجحان کا جواب دے رہے تھے جو 26 دسمبر 1992ء سے فروری 1993 تک بلا روک ٹوک جاری رہا۔ فسادات کی فوری وجہ واضح طور پر معلوم نہ ہوسکی۔ کچھ رپورٹس میں کہا گیا ہے کہ 5 جنوری کو ڈونگری کے علاقے میں مسلمانوں کے ہاتھوں چار ہندو متھاڈی کارکنوں کو قتل کر دیا گیا تھا، جب کہ دیگر رپورٹس میں کہا گیا ہے کہ بھنڈی بازار، نل بازار اور محمد علی روڈ کے علاقے میں تشدد ایک افواہ کے پھیلنے کے بعد شروع ہوا تھا۔

مسلمانوں کی ایک درگاہ کی ہندوؤں نے بے حرمتی کی تھی۔ بعد میں 8 جنوری کو جوگیشوری کے علاقے میں ایک پورا ہندو خاندان (جس میں ایک معذور لڑکی بھی شامل تھی) کو جلا کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس خبر کو اخبارات سے کافی پبلسٹی ملی اور ہندو تنظیموں نے اسے مسلمانوں پر حملوں کا جواز فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ جوابی کاروائی اور بدلہ لینے کے لیے شیوسینا کے کارکنوں نے اکسایا: آتش زنی، لوٹ مار، قتل، چھرا مار، عصمت دری، مذہبی مقامات کی تباہی اور پولیس فائرنگ 20 جنوری تک ہوئی، مہاراشٹر کے وزیر اعلی سدھا کرراؤ نین حالات پر قابو کھو بیٹھے تھے۔ اس دوسرے مرحلے کے بھیانک اور منصوبہ بند تشدد میں 557 جانیں گئیں اور ایک ہزار افراد زخمی ہوئے۔ پولیس ذرائع نے بتایا کہ 458 افراد مارے گئے جن میں 288 مسلمان اور 170 ہندو تھے۔ ایک سو تینتیس اموات پولیس کی فائرنگ سے ہوئیں (75 مسلمان، 50 ہندو اور آٹھ نامعلوم مذہبی وابستگی کے شکار) 259 ہجومی تشدد کے ذریعے (186 مسلمان، 73 ہندو) اور 66 آتش زنی کے حملوں میں (27 مسلمان، 39 ہندو) لیکن اصل ہلاکتوں کی تعداد شاید 600 سے تجاوز کر گئی۔

ان فسادات میں یہاں تک کہ امیر ترین مسلمانوں کو بھی نشانہ بنایا گیا، انہیں مار دیا گیا یا انہیں اپنے تحفظ کی رقم ادا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ مجموعی طور پر، بمبئی میں فسادات کے دو مراحل۔ دسمبر 1992 اور جنوری 1993 میں۔ 900 جانیں (575 مسلمان، 275 ہندو، 45 نامعلوم اور 5 دیگر): سری کرشنا کمیشن کی رپورٹ کے مطابق۔ پولیس فائرنگ میں 356، چاقو مارنے کے واقعات میں 347، آتش زنی کے واقعات میں 91، ہجومی تشدد سے 80 اور نجی فائرنگ کے واقعات میں 22 افراد ہلاک ہوئے۔ دوسرے اندازوں میں تشدد میں 1500 سے زیادہ اموات کا دعویٰ کیا گیا تھا۔

(Sunday 24–30/01/1993) (Engineer 1993a)(Padgaonkar 1993) (Masselos 1994)(Engineer 1998b) (Srikrishna 1998)

1993ء 12 مارچ: بمبئی (مہاراشٹر) 67٪ ہندو، 19٪ مسلمان مہاراشٹر کے وزیر اعلی: شرد پوار، کانگریس پارٹی، 6 مارچ 1993 تا مارچ 1995 دسمبر 1992 اور جنوری

احوال وطن

1993 کے بمبئی فسادات کے بدلے میں، بمبئی کے مختلف علاقوں میں سلسلہ وار بم دھماکے ہوئے، فورٹ کے علاقے میں اسٹاک ایکسچینج کی عمارت، نریمن پوائنٹ پر ایئر انڈیا کی عمارت زاویری۔ کتھا اور سنچری بازار (مؤخر الذکر ورلی) دادر میں سینا بھون، باندرہ میں ہوٹل سی راک، جوہو میں ہوٹل سینٹور اور سانتا کروز ہوائی اڈے پر ہوٹل سینٹور متاثر ہوئے، سری کرشنا کمیشن کے مطابق 257 افراد ہلاک اور 713 دیگر زخمی ہوئے، دھماکے کے ملزمان وہ مسلمان تھے جنہیں مسلم مافیا لیڈر داؤد ابراہیم نے بھرتی کیا تھا جو دبئی سے کام کرتا تھا۔ (Srikrishna 1998)

1994، 15 اگست: ہبلی (کرناٹک) 69٪ ہندو، 26٪ مسلمان کرناٹک کے وزیر اعلی: ایم ویرپا موئیلی، کانگریس پارٹی، نومبر 1992 تا دسمبر 1994 ہبلی (کرناٹک) میں یوم آزادی کے موقع پر تشدد پھوٹ پڑا۔ یہ قصبہ عیدگاہ میدان پر کافی عرصے سے فرقہ وارانہ کشیدگی کا شکار تھا جو ایک مسلم تنظیم انجمن اسلام (AEI) کے زیر قبضہ کھلی زمین کا ایک ٹکڑا ہے۔

ہبلی میونسپلٹی نے 1921 میں یہ علاقہ AEI کو لیز پر دیا تھا تاکہ مسلمانوں کو سال میں دوبار نماز ادا کرنے کی جگہ مل سکے، 1960ء کی دہائی میں جب AEI نے زمین پر ایک کمرشل کمپلیکس تعمیر کیا تو مشکلات پیدا ہوئیں۔ 1992ء میں سری نگر (کشمیر) میں بی جے پی کے صدر مرلی منوہر جوشی کی طرف سے قومی پرچم لہرانے کی گونج میں ہبلی کی بی جے پی یونٹ نے عیدگاہ میدان پر قومی پرچم لہرانے کی کوشش کی جس سے AEI کا غصہ بھڑکا۔ بی جے پی کی کوششوں کا ریاستی انتظامیہ نے 1994ء تک کامیابی سے مقابلہ کیا۔ 15 اگست 1994ء کو بی جے پی کے دورہنما سکندر بخت اور اوما بھارتی ہبلی میں عیدگاہ میدان پر پرچم کشائی کی مہم میں شامل ہوئے۔ بی جے پی کارکنوں کے ہجوم کو مشتعل کرتے ہوئے پولیس نے انہیں گرفتار کرلیا۔ پولیس نے مزاحمت کی اور فائرنگ کردی جس سے چھ افراد ہلاک ہوگئے۔

یہ فساد ہندوستان کے جنوب کی فرقہ واریت کی علامت بنا ہوا ہے۔

(The Pioneer 01/02/1994) (The Times of India 15/08/1994) (Sunday, 28/08–03/09/1994)(Sunday 4–10/09/1994) (Engineer 1995d)

1994، 6–8 اکتوبر: بنگلور (کرناٹک) 76٪ ہندو، 16٪ مسلمان کرناٹک کے وزیر اعلی: ایم ویرپا موئیلی، کانگریس پارٹی، نومبر 1992ء تا دسمبر 1994ء شہر بنگلور (کرناٹک) میں 2 اکتوبر کو دوردرشن (ٹیلی ویژن) کے ایک پروگرام کی شام 7:45 سے 7:55 تک کنڑ نیوز کاسٹ کے اردو میں نشر ہونے کے بعد تشدد پھوٹ پڑا۔ 3 اکتوبر کو کنڑ حامی تنظیموں کا تین سو افراد پر مشتمل ایک ہجوم بنگلور کے دوردرشن دفتر کے سامنے احتجاج کرنے کے لیے جمع ہوا۔ اگلے دو دنوں میں شہر میں کئی احتجاجی جلوس نکالے گئے اور اشتعال انگیز تقاریر کی گئیں۔ 6 اکتوبر کو لسانی ایجی ٹیشن نے فرقہ وارانہ رخ اختیار کرلیا جس میں ہندو فرقہ وارانہ تنظیمیں شامل تھیں، جیسے ABVP۔ جس نے بسوں اور سرکاری گاڑیوں کو نقصان پہنچایا۔ 7 اکتوبر جمعہ کو ایک احتجاجی جلوس ایک مسجد کے قریب سے مسلم مخالف نعرے لگاتے ہوئے ایک مسلم اکثریتی علاقے سے گزرا جہاں نماز پڑھی جارہی تھی۔ اسی کو لے کر شہر میں تشدد پھیل گیا، تریسٹھ مسلمانوں کے گھر تباہ ہوئے۔ ہجوم کے تشدد، پولیس کی فائرنگ اور چاقو مارنے کے واقعات میں لوگ مارے گئے۔ ہنگامے میں سرکاری ذرائع کے مطابق 25 جانیں گئیں، جب کہ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق مرنے والوں کی تعداد 40 سے 100 تک پہنچ گئی۔ 8 اکتوبر کو اردو نیوز بلیٹن کو معطل کردیا گیا، لیکن تشدد جاری رہا، جس کے نتیجے میں چاقو سے حملہ ہوا اور مزید سات افراد کی جان گئی۔

(Engineer 1994) (Frontline 04/11/1994)

1997ء 29/نومبر تا دسمبر 14, 1998ء 1 فروری: کوئمبٹور (تامل ناڈو) 84٪ ہندو، 8٪ مسلمان تمل ناڈو کے وزیر اعلی: کے ایم کرونا ندھی، دراوڑ منیترا کزگم (ڈی ایم کے) مئی 1996–مئی 2001 کوئمبٹور (تامل ناڈو) شہر میں فرقہ وارانہ تشدد بھڑک اٹھا۔ قصبے میں مسلمان تاجروں کی حالیہ کامیابیوں پر ہندو اور مسلم برادریوں کے درمیان تناؤ بڑھ گیا تھا۔ ہندو منی (ہندو مذہب کے دفاع کے لیے بنائی گئی ایک تنظیم) کے رہنما، راما گوپالن، کئی بار کوئمبٹور آئے تھے، انھوں نے ہندوؤں

سے صرف ہندو دکانوں سے خریداری کرنے کو کہا تھا، مزید برآں 1993 میں مدراس میں آر ایس ایس کے دفتر پر بم دھماکے کے بعد پولیس اور مسلم کمیونٹی کے درمیان تعلقات شدید خراب ہو گئے تھے، بابری مسجد کے انہدام کے بعد ایس اے باشا کی تشکیل کردہ تنظیم الامہ کے ارکان کی تلاش میں دھماکوں کے پیچھے ملوث ہونے کے شبہ میں پولیس نے مسلم علاقوں میں چھاپے مارے، پولیس نے حالیہ برسوں میں کئی مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا تھا۔ کوٹائی میڈو کے مسلم اکثریتی علاقے کے اردگرد کئی چیک پوسٹیں قائم کی گئیں تھیں جس سے مقامی باشندے مشتعل ہو گئے۔

مسلمان تاجر بھی پولیس کی طرف سے ہر دکان سے روزانہ (مومول) غیر قانونی وصولی سے ناراض تھے، مسلمان مختلف تنظیموں (الامہ: AIUTC–آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس اور TMMK تامل ناڈو مسلم منیترا اکزگم) کے ذریعے منظم ہو چکے تھے، جو پولیس کے ساتھ مستقل تنازعہ میں ملوث تھے، اس کشیدہ ماحول میں 29 نومبر کو الامہ سے تعلق رکھنے والے تین مسلم نوجوانوں کے ہاتھوں ایک پولیس کانسٹیبل کے قتل کے بعد تشدد پھوٹ پڑا، پولیس کے ایک حصے نے ہندوتوا حلقوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی دکانوں کو آگ لگا کر جوابی کارروائی کی، ان کے ساتھ ہندو منانی کے کارکن بھی شامل ہوئے۔ بہت اچھی طرح سے مسلح اور منظم، انہوں نے طبی لحاظ سے مسلم خصوصیات کو نشانہ بنایا۔ شہر کے مختلف حصوں میں پر تشدد واقعات پیش آئے جس کے نتیجے میں 18 مسلمان اور دو ہندو پولیس کی فائرنگ سے ہلاک ہوئے۔ 14 فروری 1998 کو کوئمبٹور میں سلسلہ وار بم دھماکے ہوئے، جس میں جسٹس پی آر گوکلا کرشنن کمیشن آف انکوائری کے مطابق تقریباً 50 افراد ہلاک اور 200 زخمی ہوئے۔ انجینئر نے 60 اموات کی اطلاع دی۔ نومبر اور دسمبر 1997 کے درمیان پولیس کی فائرنگ میں مسلمانوں کی ہلاکتوں کے بدلے میں الامہ (Al Ummah) کے ارکان نے یہ حملے کیے تھے، بی جے پی کے رہنما ایل کے ایڈوانی کی طرف سے کی جانے والی ایک میٹنگ میں تین خودکش حملہ آور تیار کیے گئے تھے جنہوں نے اس دورے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن اڈوانی کی آمد میں تاخیر ہوئی اور مجرم پولیس لائنز میں گھس نہ سکے، انہوں نے اپنے بم شہر کے دوسرے حصوں میں چھوڑ دیئے۔ 17 فروری تک مختلف دھماکے ہوئے۔ دھماکوں کے بعد کے گھنٹوں میں ہندو کارکنوں نے مسلمانوں کی دکانوں اور املاک پر حملہ کیا، حکومت کو فوج بھیجنی پڑی۔ یہ واقعات فرقہ واریت کی سطح کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس عرصے میں ہندوستان کے جنوب میں واقع ہوئی تھی۔

(Frontline 26/12/1997)(Frontline 07/03/1998) (Frontline 23/10/1998); (Engineer 1998a) (Frontline 10–23/06/2000) (National Integration Council 2007)

جاری....

ص ۵۴ رکا بقیہ..

کیلنڈر'' کی رونمائی ہوئی۔ مذکورہ دار العلوم سے فارغ ہونے والے طلبا کے سروں پر علما اور مشائخ کے مقدس ہاتھوں نیابتِ رسول کا تاج زریں رکھا گیا، اس کے بعد دار العلوم کا عہدنامہ پر تمام فارغین سے عہد لیا گیا کہ اہلسنّت و جماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) پر قائم رہ کر پیغام رسول عام کرتا رہوں گا، نیز نماز روزہ اور دیگر اعمال کی پاسداری کو اپنا شعار بنائے رکھوں گا۔ حضرت سید عمیر میاں چشتی کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ پھر صبح ۶ ر بج کر ۴۵ ر منٹ پر آستانۂ عالیہ حضور سراجِ ملت پر قل شریف اور چادر پوشی سے عرس کی آخری تقریب کا آغاز ہوا، بعدہٗ یکے بعد دیگرے مفتی غلام غوث واسطی (بلگرام شریف) مولانا نور محمد رضوی (ممبئی) مولانا سید عطائے رسول (عبد السلام مسجد ممبئی) کا بیان ہوا، شہنشاہِ ترنم جنابِ اسد اقبال کلکتوی، حضرت سید کیفی میاں (بریلی شریف) اور مولانا عبد الباری (اندھیری) کے علاوہ دیگر شعرا نے کلام پیش کئے، مولانا سید محمد فرقان قادری نوری (رامپور) نے شاندار انداز میں نقابت کی اور اپنی موثر خطابت سے بھی نوازا۔ شہزادۂ حضور سراجِ ملت حضرت سید جیلانی میاں، حضرت سید عبد القادر جیلانی، حافظ و قاری سید احمد رضا نورانی میاں، حضرت سید سبحانی میاں، مفتی تفویض احمد رضوی (شیخ الحدیث دار العلوم ہٰذا) کے علاوہ دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے اساتذۂ کرام اور ممبئی و مضافات کے علما و ائمہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

رپورٹ: مولانا زاہد رضا، دار العلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی

احوالِ وطن

دوسری قسط

از: مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی*

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نسوانیات

گزشتہ سے پیوستہ

ہجرت مدینہ اور حرم نبوت سے شرف یابی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت مدینہ کا باب کافی المناک ہے، ہجرت حبشہ کے بعد حضرت ام سلمہ اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ کے ساتھ مدینہ طیبہ آ گئے پھر حضور کے اشارے پر دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ ان دونوں حضرات نے بھی مدینہ طیبہ کے لئے رخت سفر باندھا، اپنے اہل وعیال کو اونٹ پر سوار کر کے اس کی مہار پکڑ کر حضرت ابوسلمہ روانہ ہوئے تو حضرت ام سلمہ کے خاندانی افراد بنومغیرہ دوڑ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے خاندان کی بیٹی کو مدینہ ہرگز نہیں جانے دیں گے اور زبردستی انہیں اونٹ سے اتار لیا، یہ دیکھ کر حضرت ابوسلمہ کا قبیلہ بھی طیش میں آ گیا کہ اگر تم ام سلمہ کو نہیں جانے دیتے تو ہم اس کے بچے کو بھی تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے کہ یہ ہمارے خاندان کا بچہ ہے اور انہوں نے حضرت ام سلمہ کی گود سے ان کا بچہ چھین لیا مگر حضرت ابوسلمہ کے پائے استقامت میں لرزش نہ ہوئی اور وہ بیوی اور بچے کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ادھر حضرت ام سلمہ کا شوہر اور بچے کی جدائی پر رو رو کر برا حال تھا اور وہ مکہ معظّمہ کی پتھریلی چٹان پر بیٹھ کر سات دنوں تک زاروقطار روتی رہیں۔

ان کی یہ حالت زار ان کے ایک عم زاد سے دیکھی نہ گئی اور انہوں نے بنومغیرہ کو سمجھا بجھا کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت ام سلمہ کو بچے کے ساتھ ان کے شوہر کے پاس مدینہ طیبہ جانے دیں، بنومغیرہ نے انہیں مدینہ جانے کے اجازت دے دی اور بنوعبدالاسد نے بچی ان کے سپرد کیا اور یوں حضرت ام سلمہ اپنے بچے کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر مقام سن تنہا مدینہ طیبہ روانہ ہو گئیں، جب مقام تنعیم پر پہنچیں تو اشراف مکہ کے ایک فرد عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے آپ کو تنہا عازم سفر دیکھ کر دریافت کیا: کہاں کا عزم سفر رکھتی ہو؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: اپنے شوہر ابوسلمہ کے پاس مدینہ طیبہ جا رہی ہوں، انہوں نے کہا: آپ تنہا ہیں اور کوئی ساتھ نہیں ہے؟ حضرت ام سلمہ نے درد بھرے لہجے میں فرمایا: نہیں بس ہمارے ساتھ میرا اللہ اور بچہ ہے، یہ سن کر حضرت ابوطلحہ کو غیرت آ گئی، آپ نے فرمایا: میں آپ جیسی شریف زادی اور ایک شریف انسان کی اہلیہ کو اس طویل سفر میں تنہا چھوڑ دوں، چلیں میں آپ کو پہنچا آتا ہوں، یہ کہ کر اونٹ کی مہار تھامی اور پیدل ہم رکاب ہو گئے، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: بخدا میں نے حضرت عثمان جیسا شریف عرب نہیں دیکھا، جب راستے میں کہیں ٹھہرتے تو وہ الگ تھلگ کسی درخت کے نیچے آرام کرتے اور میں اونٹ کے پاس سو جاتی، روانگی کے وقت جب میں بچے کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو جاتی تو وہ اونٹ کی مہار تھام کر ساتھ ہو لیتے، اس طرح انہوں نے ہمیں قبا تک پہنچا دیا پھر وہاں سے یہ کہہ کر مکہ لوٹ گئے کہ اب آپ چلی جائیں، آپ کے شوہر اسی آبادی میں رہتے ہیں، اس طرح ام سلمہ بخیر وعافیت مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ (زرقانی علی المواہب ۲۳۹/۳۰)

حضرت ام سلمہ مدینہ طیبہ آنے کے بعد جب لوگوں کو بتایا میں ابوامیہ کی بیٹی ہوں تو کوئی ماننے کو تیار نہ ہوا کہ اپنے معزز باپ کی بیٹی بھلا تنہا سفر کرے گی، ام المومنین خود فرماتی ہیں:

"انها لما قدمت اخبرتهم انها ابنة ابی امية بن المغيرة فكذبوها ويقولون: ما اكذب الغرائب حتى انشاءناس منهم الى الحج فقالوا ما تكتبين الى اهلك؟ فكتب معهم فرجعوا الى المدينة يصدقونها فتزدادت عليهم كرامة۔

[مسند احمد ۷/۴۳۴، حدیث ۲۶۰۷۹] حضرت ابوبکر بن عبد

الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے انہیں بتایا کہ جب وہ مدینہ آئیں تو انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ ابوامیہ کی بیٹی ہیں لیکن لوگ ماننے کو تیار نہ ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیسی عجیب وغریب سی ناسمجھ میں آنے والی بات ہے، یہاں تک کچھ لوگ حج کے لئے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے آپ سے ذکر کیا کہ آپ اپنے گھر والوں کو کچھ لکھنا چاہتی ہیں تو لکھ دیں تو آپ نے ایک خط لکھ کر ان کے ہمراہ کر دیا، وہ لوگ حج کر کے واپس مدینہ طیبہ آئے تو اس بات کی تصدیق کی کہ حضرت ام سلمہ ابوامیہ بن مغیرہ کی بیٹی ہیں، جس سے لوگوں کے درمیان ان کی عزت ووقار میں اضافہ ہو گیا۔''

۸ ر جمادی الثانی ۴ھ میں حضرت ابوسلمہ کی شہادت کے بعد آپ تنہا ہوگئیں، غریب الدیاری میں شوہر کا سایہ سر سے اٹھ جانا کیسا بے کسی کا احساس پیدا کرتا ہے، اس سے ہر حساس دل واقف ہے، صنف نازک کے لئے قیامت سے کم نہیں، حضور نے اور حضرات صحابہ نے بھی آپ کی بے کسی کا خوب احساس کیا اور آپ کو ایک مضبوط سائبان حمایت فراہم کرنے کے لئے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا لیکن شوہر کی جدائی کا احساس تازہ ہونے اور بچوں کی وجہ سے معذرت کی، پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور کا پیغام نکاح لے کر پہنچے تو بھی آپ نے معذرت کی، ان پیغامات نکاح کے وقت حضرت ابوسلمہ سے کیا ہوا وعدہ اور حضور کی وہ دعا یاد آئی جس میں نعم البدل کا مژدہ تھا، حضرت ام سلمہ نے اپنے شوہر نامدار سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر ہم دونوں میں کوئی پہلے فوت ہو جائے تو دوبارہ کسی سے شادی نہ کریں گے کہ سنا ہے اس طرح جنت میں بھی اکٹھا رہیں گے، حضرت ابوسلمہ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد تم دوسری شادی کر لینا اور پھر ان کے حق میں دعا فرمائی:

''اللھم ارزق ام سلمة بعدی رجلا خیرا منی لایجوزھا و لایوذیھا۔ اے اللہ! ام سلمہ کو میرے بعد مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما جو اسے حزن وملال اور اذیت سے محفوظ رکھے۔''

[الطبقات الکبریٰ، ۸/ ۷۰ رحدیث ۴۱۳]

جس میں سارے مراحل نکاح کا تذکرہ ہے، فرماتی ہیں:

''قال ابو سلمة: قال رسول اللہ ﷺ: اذا اصحاب احدکم مصیبة فلیقل، انا للہ و انا الیه راجعون عندک احتسبت مصیبتی و اجرنی فیھا و ابدلنی ماھو خیر منھا (و فی روایة: اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلفنی خیرا منھا) فلما احتضر ابو سلمة قال: اللھم اخلفنی فی اھلی بخیر، فلما قبض قلت: انا للہ و انا الیه رجعون اللھم عندک احتسب مصیبتی فاجرنی فیھا، قالت و ارادت ان اقول: و ابدلنی خیرا منھا، فقلت: ومن خیر امن ابی سلمة، فما زلت حتی قلتھا، فلما انقضت عدتھا خطبھا ابو بکر فردته ثم خطبھا عمر فردته فبعث الیھا رسول اللہ ﷺ فقالت: مرحبا برسول اللہ ﷺ و برسوله، اخبر رسول اللہ ﷺ انی امراة و انی مصیبة و انه لیس احد من اولیائی شاھدا، فبعث الیھا رسول اللہ ﷺ: اما قولک انی مصیبة فان اللہ سیکفیک و صبیانک و اما قولک انی غیری فسادعو اللہ ان یزھب غیرتک و اما الاولیاء الیس احد امنھم شاھد لاغائب الا سیرضانی، قلت: یاعمر، فزوج رسول اللہ ﷺ، اما فقال رسول اللہ ﷺ انی لانفضک شیئا مما اعطیت اختک فلانه رحیین و جرتین و وسادة من اوم حشوھا لیف، قال: وکان رسول اللہ ﷺ یاتیھا فاذا جاء اخذت زینت فوضعتھا فی حضرھا لترضیھا، وکان رسول اللہ ﷺ حبا کریبا۔ یستحی، فرجع ففعل ذلک مرار ففطن عمار بن یاسر لما تصنع فاقبل ذات یوم و جاء عمار وکان اذا ھا لامھا فدخل علیھا فانتشطھا من حجرھا و قال: دعی ھذه المقبوحة المشقوحة التی أذیت بھا رسول اللہ ﷺ، قال: وجاء رسول اللہ ﷺ فدخل فجعل یقلب بصره فی البیت ویقول: این ذناب؟

نسوانیات

مافعلت ذناب؟ قالت: جاء عمار فذهب بها، قال: فبنى باهله ثم قال: ان شئت ان اسبع لک سبعت النساء۔ (مسند احمد، ۷۰/ ۴۴۳، حدیث ۲۶۱۲۹) حضرت ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے وا سے یہ دعا پڑھنی چاہئے: انا للہ وانا الیہ راجعو ن عندك احتسبت مصيبتي اجرني فيها وابدلني ما هو خير منها۔ ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اسی کی جانب لوٹنا ہے، اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اس مصیبت پر ثواب کی امید رکھتا ہوں تو مجھے اس پر اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل عطا فرما، جب ابو سلمہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! میرے اہل کو میرا بہتر بدل عطا فرما، جب ابوسلمہ کی روح پرواز کر گئی تو میں نے وہ دعا پڑھ لی، انا للہ انا الیہ راجعون عندك احتسبت مصيبتي واجرني فيها هو اندلني ما هو خير منها - تو میرے دل میں خیال آیا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ یہی سوچتی رہی یہاں تک کے یہ جملہ ادا کردیا، جب حضرت ام سلمہ کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت ابو بکر نے انہیں پیغام نکاح بھیجا لیکن ام المومنین نے منع فرمادیا، پھر حضرت عمر بن خطاب نے پیغام نکاح بھیجا لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیغام نکاح لے کر حضرت عمر کو بھیجا تو حضرت ام سلمہ نے فرمایا: اللہ کے رسول اور ان کے پیغام کو خوش آمدید! آپ رسول اللہ ﷺ سے میری جانب سے عرض کردیں کہ میں ایک غیرت منداور بال بچوں والی خاتون ہوں اور میرے رشتہ داروں، اولیا میں سے کوئی یہاں موجود نہیں، تو میں کیسے نکاح کروں، حضور نے اس کا یہ جواب دے کر حضرت عمر بن خطاب کو ان کے پاس پھر بھیجا: تمہارا یہ کہنا کہ میں بال بچوں والی خاتون ہوں، تو اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہارے بچوں کی کفایت فرمائے گا اور تمہارا یہ کہنا کہ میں غیرت مند خاتون ہوں تو اللہ تعالیٰ سے میں دعا کروں گا کہ وہ تمہاری یہ غیرت دور فرمادے اور رہ گئی اولیا کی بات تو چاہے، وہ یہاں موجود ہو یا نہیں، مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے راضی رہے گا تو جب حضرت عمر نے حضور کی باتیں پیش کردیں] تو میں نے حضرت عمر سے کہا: اٹھو اور رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح پڑھا دو [نکاح کے بعد] حضور اقدس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہاری بہنوں [ازواج مطہرات] کو جو سامان دیا ہے، وہی تمہیں بھی دوں گا: دو چکیاں، دو مشکیزے/گھڑے اور چمڑے کا ایک ۔۔۔جس میں ایک کھجور کی چھال بھری ہو، راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس تشریف لاتے تھے، حضور جب تشریف لاتے تو حضرت ام سلمہ اپنی بیٹی زینب کو گود میں لے کر بیٹھ جاتیں تاکہ انہیں دودھ پلائیں، حضور حد درجہ حیادار اور کریم النفس تھے، حیا فرماتے اور لوٹ جاتے، ایسا متعدد بار ہوا۔

حضرت عمار بن یاسر حضرت ام سلمہ کی اس کارکردگی کا احساس ہوگیا، ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، اسی وقت حضرت عمار بھی آگئے جو ام المومنین کے اخیافی/ ماں شریک بھائی تھے اور ام المومنین کے حجرے میں داخل ہوئے اور زینب کو ام المومنین ام سلمہ کی گود سے کھینچ لیا اور فرمایا: اس بری بچی کو چھوڑ یئے جس سے آپ نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے، راوی کہتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور گھر کے چاروں سمت نگاہ دوڑائی اور فرمانے لگے: زینب کہاں ہے؟ تم نے زینب کا کیا کیا؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ نے فرمایا: عمار آکر اسے باہر لے گئے، راوی کہتے ہیں: حضور نے ام المومنین کے ساتھ خلوت فرمائی، پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو میں سات دن تمہارے پاس رہوں لیکن پھر دوسری ازواج کے پاس بھی سات سات دن رہوں گا۔''

.........جاری

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

یہ کھیل تو ابھی اور بڑھے گا

احوال قوم وملت

آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت کے ساتھ لمبے جبوں اور اونچی ٹوپیوں میں ملبوس مولویوں کو دیکھ کر حیران نہ ہوں، ویڈیو میں نظر آرہے یہ صاحبان جبہ وکلاہ دلی کی مختلف مسجدوں مدرسوں کے ائمہ ومدرسین ہیں۔ یہ ویڈیو چند دن پہلے کرناٹک سے ہمارے ایک عزیز نے بھیجا تھا اور بڑی فکرمندی سے پوچھا تھا: نعیمی صاحب! ان مولویوں میں کوئی سنی عالم تو نہیں ہے نا؟ میں نے ویڈیو دیکھا اور جواب دیا کہ ویڈیو میں نظر آنے والا نمائندہ چہرہ مولانا عمیر الیاسی کا ہے۔ جو بنیادی طور پر دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، دہلی کی گول مسجد کے امام اور کل ہند امام کونسل امام نامی تنظیم کے صدر بھی ہیں، ان کے والد مولانا جمیل الیاسی، تبلیغی جماعت کے بانی مولانا الیاس کاندھلوی کے مرید ومعتقد تھے اسی لیے نام کے ساتھ الیاسی نسبت لگاتے تھے۔ غالباً وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بانی تبلیغی جماعت کے نام کو بطور نسبت استعمال کیا۔ آج ان کا پورا گھرانہ الیاسی نسبت کا استعمال کرتا ہے اور اب تو یہ نسبت یہ ان کے ناموں کا جزو لاینفک بن چکی ہے۔

مولانا عمیر الیاسی آر ایس ایس چیف کے بڑے عقیدت مند ہیں، ستمبر 2022 میں انہوں نے بھاگوت صاحب کو "راشٹر پتا" یعنی بابائے قوم قرار دیا تھا۔ بھارت میں اب تک صرف گاندھی جی کو ہی راشٹر پتا کہا جاتا تھا لیکن مولانا غالباً عقیدت ہاتھوں مجبور تھے اس لیے انہوں نے کسی ملامت کی پرواہ کیے بغیر موہن بھاگوت کو راشٹر پتا کہہ دیا، یا یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا خود کو ہی "راشٹر" سمجھتے ہوں، خیر ابھی اس بات کو پندرہ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ "دھمکیوں" کی بنیاد پر مرکزی حکومت نے انہیں وائی پلس کٹیگری فراہم کی، جس میں گیارہ کمانڈوز شامل ہوتے ہیں جو حکومتی خرچے پر صاحب معاملہ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

ساری تفصیلات سن کر ہمارے دوست نے قدرے سکون کا سانس لیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ سنی علما دنیا طلبی کی اس لعنت سے محفوظ ہیں، ان کی یہ سادگی دیکھ کر اولاً تو دل نہیں چاہا کہ حقیقت بتا کر ان کی دل شکنی کروں پھر یہ سوچ کر بتانا ضروری سمجھا کہ ابھی تکلیف کم ہوگی بعد میں ایسا ہی کوئی ویڈیو اپنے لوگوں کا وائرل ہوا تو تکلیف زیادہ ہوگی، اس لیے میں نے ان سے رازدارانہ لہجے میں کہا:

غائب ہیں اگر بھیڑ میں تو بیزار نہ سمجھو قیمت کے لیے وہ بھی خریدار ڈھونڈ رہے ہیں، باری اور موقع کا انتظار ایک زمانے تک اہل سنت میں اس بات کے لیے اطمینان رہتا تھا کہ تمام تر کمزوریوں کے باوجود جماعت میں قوم فروشی/ضمیر فروشی جیسی خرابیاں بالکل نہیں تھیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی اس کی مثالیں دیا کرتے تھے مگر گذشتہ چند برسوں میں یہ بھرم ایک بار نہیں کئی بار ٹوٹ چکا ہے۔

اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آر ایس ایس چیف تو بڑی بات صوبائی لیڈر کی قربت پانے کے لیے بھی لوگ برسوں کی عزتیں/غیرتیں قربان کرنے دل وجان سے تیار بیٹھے ہیں۔ کبھی کبھی حیرت ہوتی ہے کہ جو لوگ فروعی معاملات تک میں اپنے موقف سے سرمو انحراف تک کے روادار نہیں تھے آج وہی لوگ مذہبی اور اعتقادی امور میں اتنے لچک دار ہوگیے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک دنیادار بھی شرمندہ ہوجائے، محض ذرا سی قربت/منفعت اور معمولی سے منصب کی خاطر وہ سب کچھ کر رہے ہیں/کرنے پر آمادہ ہیں جن کا تصور تک کچھ سال پہلے تک محال اور ناممکن تھا۔ حکمرانوں کی ایک نگاہ التفات پانے کے لیے مسلسل ایسے اقدامات کیے جارہے ہیں جس سے وہ ارباب اقتدار کی نگاہوں میں آجائیں

*مضمون نگار ماہنامہ سواداعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اور انہیں بھی اپنا جوہر دکھانے کا بھر پور موقع ملے۔

ایسے لوگوں کے نزدیک یہ چیز امپورٹنٹ نہیں ہے کہ فلاں نے آر ایس ایس چیف/ وزیر اعظم/ وزیر داخلہ سے ملاقات کیوں کی، انہیں افسوس اس بات کا زیادہ رہتا ہے کہ آخر ہم اس جگہ کیوں نہیں پہنچ پا رہے ہیں؟ بڑی تعداد دل وجان کے ساتھ اس تگ ودو میں لگی ہوئی ہے کہ کسی بھی طرح ان کی بھی باری آ جائے اور انہیں بھی ایک موقع مل جائے تا کہ وہ اپنی "صلاحیتوں" کا بھر پور مظاہرہ کر کے دبی ہوئی حسرتوں کو تکمیل کر سکیں۔ حاصل کلام یہ کہ اس وقت کسی مخصوص مسلک کے بندے کو دیکھ کر خوش ہونا بلبلے جیسی خوش گمانی ہے جو کسی بھی لمحے پھوٹ سکتی ہے کیوں حمام خانے کے باہر بڑی تعداد میں لوگ کپڑے لئے ہاتھ میں لیے اپنی باری کے انتظار میں کھڑے ہیں، دھیان رکھیے گا ان میں کئی سارے اپنے والے بھی نکل سکتے ہیں۔

کل کسی واٹس اپ گروپ میں ایک ویڈیو نگاہ سے گزری جس پر اہل گروپ لگا تار منفی تبصرے کر رہے تھے، میں عموماً ایسے کسی ویڈیو کو ڈاؤن لوڈ نہیں کرتا جس پر کوئی کیپشن نہ ہو کہ آج کل لوگ کچھ بھی بھیجتے رہتے ہیں۔ مذکورہ ویڈیو بھی بغیر کیپشن ہی تھا، اس لیے توجہ نہیں دی لیکن جب اس پر لوگوں کے توبہ واستغفار اور لعنت وملامت کے تبصرے دیکھے تو ڈاؤن لوڈ کیا، ویڈیو کسی مزار کا ہے جہاں کچھ لوگ موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے مزار پر چادر پیش کر رہے ہیں۔ اس موقع پر مجاور صاحب نے صاحبِ مزار سے جو گزارشات اور درخواستیں کی ہیں انہیں آپ بھی ملاحظہ کریں۔

سرکار ہمارے مودی جی کی طرف سے پھول چادر پیش ہے، میرے مولیٰ ان کا م جنم دن ہے ان کی عمر درازی عطا فرمائیے۔ سرکار ان کی بیماری شفاعت عطا فرمائیے، صحت یافتی عطا فرمائیے، ہمارے نریندر مودی بھارت کے پردھان منتری ہیں ان کی شفاعت عطا فرمائیے سرکار۔ سرکار 2024 میں انہیں پھر سے حکومت کرنے کا صلہ عطا فرمائیے۔ ان کی آنے والی سرکار پر جو پریشانی ہیں انہیں دور عطا فرمایئے۔ 2024 میں اچھے متوں سے سرکار آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں گے، کرم کی نگاہ عطا فرمائیے سرکار، یہ نکات ہم نے من وعن نقل کیے ہیں، کوئی صاحب الفاظ کو دیکھ کر کمپوزنگ کی اغلاط نہ سمجھیں مجاور صاحب نے یہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔

قبل ازیں کہ آپ مجاور کے طرز عمل اور اس کی جہالت پر رائے زنی کریں، ایک معروف مدرسے کے فارغ التحصیل اور جامعہ ازہر جیسے ادارے کے تعلیم یافتہ مولوی کی فکر بھی ملاحظہ فرما لیں، آنجناب کا ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہے، موصوف کی بقراطی کچھ اس طرح باہر آتی ہے:

"نمسکار، السلام علیکم، جے شری رام اللہ اکبر۔ جے شری رام اور بھارت ماتا کی جے، یہ دونوں باتیں ہم کہہ سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، قرآن نے منع نہیں کیا اور نہ ہی مسلم لانے منع کیا ہے۔ یہ صرف چند مولویوں نے منع کیا ہے، یہ مولویوں کی سازش ہے، وہ نہیں چاہتے کہ ہندو مسلمان آپس میں مل کے رہیں۔ جب آپ بھارت میں رہتے ہیں تو بھارت ماتا کی جے ہی تو کہیں گے نایا پاکستان ماتا کی جے کہیں گے۔

یہ جو (بھارت ماتا کی جے کو منع کرنے والے) مولوی ہیں، انہوں نے دین کو بیچ دیا ہے۔ ایسے کچھ مولوی ہیں ہمارے دیش میں جو دین کے دشمن ہیں، دیش کے دشمن ہیں، اگر کوئی بندہ جے شری رام کہہ رہا ہے تو اس میں کیا پرابلم ہے، کیوں منع کرتے ہو آپ لوگ؟ قرآن کی کون سی آیت میں منع لکھا ہے، کوئی نہیں دکھا سکتا کہیں نہیں ہے۔"

اخیر میں آنجناب بڑے ہمدردانہ لہجے میں قوم مسلم کو یوں نصیحت کرتے ہیں:

"مسلمان بھائیوں! یہ مولویوں کی باتوں میں مت آؤ، یہ کبھی نہیں چاہتے کہ ہم (ہندو مسلم) مل کر رہیں۔"

قارئین کرام سوچ کر بتائیں! جاہل مجاور اور تعلیم یافتہ مولوی، دونوں کی باتوں اور طرز عمل میں کیا فرق ہے؟ جواب بہت سادہ سا ہے کہ دونوں ہی اپنی دنیا بنانے کے لیے دین کے بنیادی

عقائد اور اسلامی ثقافت کا خون کر رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ایک خانقاہیت کے نام پر دکان چلا رہا ہے تو دوسرا قرآن و حدیث کے نام پر نقلی سودا بیچنے کی کوشش رہا ہے۔ اس وقت ہمارے آس پاس ایسے کتنے ہی لوگ موجود ہیں جو مسلمانوں کے لباس میں اسلام کے بنیادی عقائد تک کو ملیا میٹ کرنے کی جُگت میں لگے ہوئے ہیں۔

ان لوگوں میں مولوی بھی ہیں، مزاروں کے مجاور بھی ہیں، حاجی بھی ہیں تو مسجدوں میں ذمہ داری سنبھالنے والے نمازی بھی ہیں۔ مختلف پہچان رکھنے والے لوگوں کو بڑی مہارت کے ساتھ پلانٹ کیا گیا ہے تا کہ ہر انسان اپنے اپنے فیلڈ میں کام کرتا رہے اور عام مسلمانوں کو دین کے نام پر بے دین بناتا رہے۔ اب جس کو جو کام سونپا گیا ہے، وہ اسی کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہے تا کہ اپنا ٹھیکہ پورا کر کے اپنے آقاؤں سے مال و دولت، عزت وشہرت اور منصب و عہدہ حاصل کر سکے۔

یہ سب تو محض نمونے ہیں، آنے والے وقت میں اگر یہی ماحول بنا رہا تو اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ بڑے بڑے نام ور لوگ کھلے عام ایسی ہی بولیاں بولیں گے اور لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنیں گے، اس لیے مخلص اور حساس علما کو چاہیے کہ وہ عزیمت کا مظاہرہ کریں اور لوگوں کے ایمان و عقیدے کو ضائع ہونے سے بچائیں ورنہ یہ وبا اتنی بڑھ جائے گی جس سے خود اپنا گھر تک بچانا مشکل ہوگا۔ ◆◆◆

ص ۴۱ رکا بقیہ.........

اسمبلی میں جنگ بندی کی مخالفت کر کے نسل کشی کی تائید کرنا بین الاقوامی قانون کی مخالفت ہے یا نہیں؟

(7) فلسطینی مسلمان دنیا بھر کے مظلوموں کی جنگ لڑ رہے ہیں، فلسطینی مسلمانوں کی فتح خاص کر بھارتی مسلمانوں کی فتح ہے، بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے اسرائیلی حکمت عملی اپنائی جارہی ہے اور اسرائیلی حکومت اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی اس میں شریک ہے، اس کے متعدد شواہد میڈیا پر نشر کئے جا چکے ہیں، یہود و نصاری مسلمانوں کو دنیا بھر میں بدنام کرنے کے لئے ہر سال اربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح بھارت میں مسلمانوں کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے کروڑوں روپے میڈیا پر خرچ کئے جاتے ہیں اور بھارت میں جھوٹے پروپگنڈے بہت حد تک کامیاب ہوئے، ملک بھر میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت پائی جاتی ہے۔ قوم ہنود کے دل مسلمانوں کی نفرت سے بھر دی گئی ہے اور یہی سب کچھ اسرائیل میں پچھتر سالوں سے ہو رہا ہے۔ ہنود و یہود وسعود کی سازشوں سے بچتے رہیں۔ ◆◆◆

ص ۵۲ رکا بقیہ.........

تھے جسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے۔ ایک ہزار اپنے اہلِ خانہ پر خرچ فرماتے تھے اور چار ہزار فقرائے بنی اسرائیل پر صَرف فرماتے تھے۔ غور کریں انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام رزقِ حلال اور حلال و جائز کمائی کے لیے اتنی محنت کرتے تھے تو ہماری کیا اوقات کہ ہم ان پاکیزہ حضرات کے طریقے کی خلاف ورزی کر سکیں؟

خاتمہ میں مندرجہ ذیل چند مفید باتیں ذکر کی جاتی ہیں جن پر عمل یقیناً فائدہ مند ہے:

(۱) جو بھی کمائی ہو رہی ہو خوب غور وفکر کریں کہ کہاں سے آیا، کیسے آیا اور کتنا آیا۔ (۲) جو حلال کما کر گھر لائیں حساب سے خرچ بھی کریں، جمع کر دینا سوچ کر اہلِ خانہ پر بخیل نہ بنیں۔ (۳) کسی کا مال غصب نہ کریں کہ وہ بھی مال حرام کا ہوگا۔ (۴) چوری اور ظلم سے مال حاصل کرنا بھی حرام ہے۔ (۵) اپنی محنت کی کمائی سے کھائیں اور زندگی گزاریں۔ (٦) وہ Job جس میں نماز و جملہ عبادات کے لیے بھی وقت نہ دیا جائے وہ بھی حرام ہے۔ (۷) نشہ اور خراب چیزیں جیسے سگریٹ، بیڑی، گٹکھا، تمباکو وغیرہ پر مال خرچ کرنا فقط مال کو ضائع کرنا ہے جو جائز نہیں، اپنے رزق اور اپنی کمائی پر خوب غور کریں اور حرام مال و لقمہ پیٹ میں اور گھر میں قطعی نہ جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت پر زندگی گزارنے اور حلال کمانے اور کھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ◆◆◆

از: مولانا طارق انور مصباحی*

دنیا کی بدترین قوم کے جنگی جرائم

احوال عالم

(1) غزہ پٹی میں یہودی فوج اسپتالوں اور عمارتوں کو مسمار کر رہی ہے اور زخمیوں و مریضوں پر بلڈوزر سے مٹی ڈال کر انہیں زندہ دفن کر رہی ہے۔ یہودی فوجی عام شہریوں پر خطرناک کتے دوڑاتے ہیں۔ یہ کتے انسانوں کے جسم نوچ ڈالتے ہیں۔ بلا کسی جرم کے عام شہریوں پر فائرنگ کر کے انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے، حماس کے مجاہدین تک یہودیوں کی رسائی نہیں، نہ ہی بزدل یہودی فوجی حماس سے مقابلہ آرائی کی ہمت رکھتے ہیں۔ حماس کے مجاہدین سرنگوں میں رہتے ہیں، اسرائیلی حکومت عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کر کے عورتوں، بچوں، بزرگوں کا قتل عام کر رہی ہے، یہ کوئی جنگ نہیں، جنگ مخالف فوج سے لڑی جاتی ہے، جنگ میں عام شہریوں پر حملہ نہیں کیا جاتا ہے، لیکن اسرائیلی حکومت روز اول سے عام شہریوں پر بم برسا رہی ہے۔

(2) اکیسویں صدی کا دجال نتن یاہو بن یامین کہتا ہے کہ ہم جنگ جاری رکھیں گے، یعنی فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام جاری رکھیں گے۔ ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودیوں کا قتل عام کرنے کے بعد کچھ یہودیوں کو کشتی میں بٹھا کر چھوڑ دیا تھا اور کہا تھا کہ ان یہودیوں کے انسانی جرائم دیکھ کر کے دنیا کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کیوں یہودیوں کا قتل عام کیا ہے۔ مغربی ممالک نے ان یہودیوں کو فلسطین کو آباد کر دیا۔ اب ان یہودیوں کے وحشیانہ جرائم دیکھ کر ان کے قتل عام کا سبب بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

(3) اسرائیل میں اگر کوئی سویلین یہودی عام دنوں میں بھی کسی فلسطینی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے تو اسے انعام دیا جاتا ہے۔ یہود کے طریق کار کو ہنود نے اختیار کیا ہے کہ ماب لنچنگ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہلاک کرنے والوں کی عزت افزائی کی جاتی ہے۔ اس مجرم کو پھول کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔ بھارتی ہنود نے بابری مسجد توڑ کر رام مندر بنایا ہے۔ اسی طرح اسرائیلی یہود بیت المقدس توڑ کر ہیکل سلیمانی بنانا چاہتے ہیں۔

(4) اسرائیلی حکومت بیرون ممالک میں بسنے والے یہودیوں کو اسرائیل بلاتی ہے۔ نو وارد یہودی اسرائیل آ کر کسی بھی فلسطینی مسلمان کے گھر پر قبضہ جما لیتے ہیں اور پھر اس فلسطینی مسلمان کو کسی کیمپ میں پناہ لینی پڑتی ہے۔ بھارت میں سی اے اے (CAA) اور این آر سی (NRC) کے ذریعہ اسی طریق کار پر عمل ہونا ہے کہ بھارتی مسلمانوں کو غیر بھارتی بتا دیا جائے اور پھر ان کے گھروں میں باہر سے آنے والے ہنود کو بسا دیا جائے۔

(5) یمن نے بحر احمر سے کسی جہاز کو اسرائیل جانے سے روک دیا ہے، تا کہ یہودیوں تک خورد ونوش کے سامان نہ پہنچ سکیں، کیوں کہ یہودیوں نے غزہ پٹی تک سامان خورد ونوش کی آمد پر پابندی لگا رکھی ہے۔ خبر آئی ہے کہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور جارڈن نے اسرائیل کے لئے خورد ونوش کے سامان بھیجے ہیں۔ یہود و سعود نا قابل اعتبار و نا قابل اعتماد ہیں۔

(6) امریکہ کہتا ہے کہ یمن کا بحر احمر میں اسرائیل جانے والے جہازوں پر پابندی لگانا بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے، امریکہ خود بتائے کہ غزہ پٹی میں عام شہریوں پر بمباری کرنا، بچوں، عورتوں، بزرگوں کو ہلاک کرنا، عام شہریوں پر گولی چلانا، ان کے گھروں سے سامان لوٹنا، عام شہریوں پر خطرناک کتے چھوڑنا، مریضوں اور زخمیوں کو زندہ دفن کرنا، خورد ونوش کے سامان کی آمد پر روک لگانا، عام شہریوں پر سفید فاسفورس کے بم برسانا اور اسی قسم وحشیانہ جرائم بین الاقوامی قانون کے خلاف ہیں یا نہیں؟ اور امریکہ کا ایسے مجرموں کو بم بارود اور جنگی ساز و سامان دینا، اپنے فوجی بھیجنا، اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور جنرل بقیہ ص ۴۰ پر

* مضمون نگار ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے مدیر ہیں۔

از: حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری علیہ الرحمہ*

محدث اعظم! صحیفۂ حیات کے چند نادر اوراق

اسلاف واخلاف

نائب اعلیٰ حضرت، محدثِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مفتی پیر ابوالفضل محمد سردار احمد قادری علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے متعلق باتیں تو بہت سی ہیں لیکن ان کی سب سے نمایاں بات اور تمام باتوں میں سرفہرست اور باقی باتوں کی محرک وموجب جو بات ہے وہ ہے:

عشق ومحبتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ اِس وقت ان کی جو سب سے نمایاں بات زبان زد خواص وعام ہے وہ یہی عشق ومحبت کی داستان ہے، ان کے اس وصف خاص کا اظہار صرف ان کی زبان پر ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ ان کے دل میں رچا ہوا اور رگ وریشہ میں سمایا ہوا تھا اور وہ بلا تکلف وتصنع اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، خلوت وجلوت میں وہ سب سے زیادہ جس بات کا ذکر فرماتے وہ یہی عشق ومحبت کی بات تھی اور ذکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی بنا پر دورۂ حدیث ان کی روحانی غذا تھی اور یہی چیز ان کی سب سے بڑی مسرت وشادمانی کا سامان تھی اور یہ بات صرف دار الحدیث منبر ومحراب اور جلسہ وجلوس تک محدود نہ تھی بلکہ سفر وحضر میں سب جگہ اس کا مظاہرہ ہوتا تھا، وہ: ؎

جامی ثنائے یار کند انشراح صدر
ہردم وظیفہ گفتن نام محمد است

کا پورا پورا نمونہ تھے۔

دورۂ حدیث شریف کی تو غرض وغایت اور موضوع ہی یہی تھا وہ جس طرح احادیث کی تشریح کرتے، سرورِ عالم ﷺ کا ذکر پاک وشیون وصفات کا بیان فرماتے اور درس حدیث کے اوّل و آخر و درمیان میں قصیدہ بردہ شریف وعربی و اُردو کا نعتیہ کلام جس طرح پڑھتے سنتے اور جھومتے تھے اور عشق رسول (ﷺ) میں جس طرح ان کی آنکھوں سے داڑھی مبارک پر آنسو بہتے تھے اور حاضرین پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ ان کے دیکھنے والوں کو بخوبی یاد ہے اور وہی اس کیفیت کو جانتے ہیں، دار الحدیث کے باہر عارفِ جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی کتابت بھی ان کے عشق ومحبت کی مظہر ہے کہ:

خوشا مسجد ومدرسہ خانقا ہے
کہ در وے بود قیل وقالِ محمد

☆ انہوں نے ساری عمر مسجد ومدرسہ، منبر ومحراب اور اجتماعات واجلاس کو عشق وذکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہار سے آباد ومعمور رکھا اور حسن اتفاق سے ان کے آخری مقام کا جس جگہ تعین ہوا، وہاں بھی صبح وشام ذکر پاک کا سلسلہ شروع ہے اور خانقاہ شریف کی ایک طرف سنی رضوی جامع مسجد اور دوسری طرف جامعہ رضویہ کا دار الحدیث ہے اور ان تینوں جگہوں میں ان کی اس روحانی غذا ودلی تمنا کا پورا پورا سامان ہے اور: ؎

خوشا مسجد ومدرسہ خانقا ہے
کہ در وے بود قیل وقالِ محمد

کا مکمل نقشہ موجود ہے۔

☆ بسا اوقات آپ ریلوے اسٹیشن یا بس کے اڈہ پر پہنچے اور گاڑی وبس میں کچھ تاخیر ہوئی تو آپ نے قصیدہ بردہ شریف، نعت خوانی وذکر پاک کا سلسلہ شروع کرا دیا، اسی طرح گاڑی چل رہی ہے اور اس میں نعت شریف وذکر پاک، وعظ وتقریر، مسئلہ مسائل اور مناظرہ کا سلسلہ جاری ہے اور پورا ڈبہ وتمام حاضرین آپ کے چہرہ کے انوار وذکر پاک سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جہاں بیٹھتے ہیں جلسہ بن جاتا ہے، جدھر سے گزرتے ہیں جلوس ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کے چہرہ کو دیکھ کر

* مضمون نگار ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ پاکستان کے بانی تھے۔

لوگ آپ کی طرف کھچے آتے ہیں اور باتوں میں ایسی شیرینی و حلاوت اور درد و خلوص ہے کہ بیٹھنے والے اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ بسا اوقات منتظمین کو کھانا کھلانے، جلسہ میں لے جانے اور آرام کا موقع دینے کیلئے حاضرین سے معذرت کرنا پڑتی ہے اور انہیں اُٹھنے کیلئے گزارش کی جاتی ہے۔

☆ یہی منظر جنازہ مبارکہ پر تھا کہ لوگ دھکے کھا رہے ہیں لیکن ہٹنے کا نام نہیں لے رہے اور چاہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو ایک مرتبہ آخری جھلک دیکھ لیں، جنازہ کو کاندھا دے لیں، تابوت شریف کو ہاتھ لگا لیں۔۔۔غرضیکہ ایک عجیب نظارہ ہے اور سرکارِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی اس دعا کا عملی جلوہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ: ؎

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

آغازِ تقریر

سننے والوں کو یاد ہوگا کہ جب آپ تقریر و وعظ کیلئے بیٹھتے تو عربی خطبہ کے بعد انتہائی پرسوز و عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں حاضرین سے فرماتے "تمامی احباب نہایت ہی اخلاص ذوق و شوق اور اُلفت و محبت کے ساتھ آقا و مولیٰ، مدینے کے تاجدار، احمد مختار، محبوبِ کبریا، سرورِ انبیا، شہ ہر دوسرا، شب اسریٰ کے دولہا، عرش کی آنکھوں کے تارے، نبی پیارے ہمارے، نور مجسم، شفیع معظم، نبی محترم، رسول محتشم، سرکارِ دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی میں تین تین مرتبہ جھوم جھوم کر ہدیۂ درود و سلام عرض کریں، پیش کریں"۔ اس کے بعد آپ خود اور تمام حاضرین مجلس درود شریف پڑھنے میں محو ہو جاتے اور صلوٰۃ و سلام کے نغمات گونج اُٹھتے۔

آہ! وہ منظر آج بھی پیشِ نظر ہے یہ نورانی الفاظ اب بھی دماغوں میں گونج رہے ہیں لیکن کہنے والا نظر نہیں آتا۔ وہ دنیا سے ہمیشہ کیلئے پردہ فرما چکا ہے:

یا الٰہی! کیا کروں دل حوصلہ پاتا نہیں
آنکھیں جس کو ڈھونڈھتی ہیں وہ نظر آتا نہیں

آپ کے انہی الفاظ و درود شریف کی برکت سے مجلس کا رنگ جم جاتا، حاضرین پر رقت و کیفیت طاری ہو جاتی اور "علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد"، علم و فضل اور عشق و محبت کے موتی لٹانے اور تقسیم فرمانے میں مصروف ہو جاتے۔ اس کے باوجود کہ آپ ایک مانے ہوئے چوٹی کے عالم اور صحیح معنوں میں جامع معقول و منقول تھے اور اُردو زبان میں تقریر فرماتے تھے، آپ کی تقریر نہایت سادہ اور عام فہم ہوتی، آپ نے کبھی اپنا علم و فضل جتانے، حاضرین پر رعب جمانے اور باریک باتیں اور دقیق نکتے بیان کرنے کی کوشش نہیں کی۔

جذبۂ تبلیغ کا یہ عالم تھا کہ ہر جلسہ میں تقریباً تقریباً مذہب حق اہلسنّت و جماعت کے تمام عقائد و معمولات کا بیان فرماتے چلے جاتے تاکہ ایک عامی آدمی و ہر شخص پر مذہب اہلسنّت کی حقانیت آشکارا ہو جائے، مخالفین کے غلط شبہات کا ازالہ ہو جائے اور ہر دل میں عشق و محبت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا چراغ روشن ہو جائے، چنانچہ آپ اپنے اس طریقہ میں خاطر خواہ طور پر کامیاب ہوتے اہل سنّت کی حقانیت حاضرین مجلس کے دلوں پر نقش ہو جاتی، ایک عامی آدمی کو بھی اپنے مذہب سے واقفیت ہو جاتی اور وہ اپنے عقائد پر پختہ ہو جاتا۔

عموماً جہاں بھی آپکی تقریر ہوتی عوام پر اس کا گہرا اثر ہوتا اور وہاں کی کایا پلٹ جاتی اور لوگ آپ کے علم و فضل کے معترف اور ذات شریف کے گرویدہ ہو جاتے، اگرچہ عام مقررین کی طرح آپ کی تقریر میں لطیفہ بازی، عامیانہ باتوں، سوقیانہ انداز و پھبتیوں اور ٹھٹھا و تمسخر کا مواد نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی شعر و شاعری کا کوئی سامان تھا لیکن اس کے باوجود آپ کے خلوص و حقانیت اور عشق و محبت کا یہ رعب تھا کہ سامعین پر آپ کے کلمات طیبات کا گہرا اثر ہوتا تھا اور لوگ آپ کی مجلس سے اپنی خالی جھولیاں بھر کر اُٹھتے تھے۔

آپ کا اندازِ بیان انتہائی باعظمت، پروقار، مشفقانہ اور ناصحانہ ہوتا تھا اور اصلاح عقائد کے ساتھ آپ اصلاح اعمال کی

اسلاف و اخلاف

بھی تلقین فرماتے تھے جیسا بعض مقررین کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ مجمع کی قلت وکثرت سے متاثر ہوتے ہیں ''فیس'' کے معاملہ و کھانے پینے کے سلسلہ میں تقاضا وتکرار کرتے اور معترض ہوتے ہیں۔ آپ میں اِن میں سے کوئی بات نہ تھی اور آپ اِن سب باتوں سے بری تھے۔ آپ کا مقصد صرف سمجھانا و تبلیغ کرنا ہوتا تھا، آدمی تھوڑے ہوں یا زیادہ اس سے آپ متاثر نہ ہوتے تھے اور مسلسل بیان فرماتے جاتے تھے اور یہ فیضانِ عشق ہی تھا کہ صرف آپ کا قال ہی عاشقانہ نہیں تھا بلکہ آپ کا حال بھی عشق و محبت میں رنگا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صرف واعظ ومقرر اور عالم وفاضل ہی نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ ہی نہایت متقی و پرہیزگار اور پابند شریعت وشیدائے سنت تھے اور اسی بنا پر آپ کو اپنے آقا ومولیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیازمندوں اور غلاموں کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت تھی اور گستاخانِ شانِ رسالت سے سخت نفرت وعداوت تھی۔

اہلسنّت سے مل کر اور سنیوں کا اجتماع دیکھ کر آپ کو بہت مسرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس پر احبابِ اہلسنّت جوق در جوق حاضر ہو رہے تھے اور آپ ان سے مل کر بڑی خوشی کا اظہار فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے ''سنی بمنزلہ ایک چراغ کے ہے، جتنے سنیوں کا اجتماع ہوگا اتنی ہی روشنی اور خیر وبرکت زیادہ ہوگی۔''

☆ ایک مرتبہ کرشن نگر لاہور میں مدرسہ حامدیہ رضویہ کے افتتاح کے سلسلہ میں آپ مفتی اعجاز ولی خان صاحب کے زیر اہتمام ایک منعقدہ جلسے میں بعد نماز ظہر تقریر فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر عصر کا وقت ہوگیا، آپ نے تقریر بند فرما کر نماز عصر باجماعت ادا فرمائی۔ عصر کے بعد پھر بیان شروع فرما دیا جو نماز مغرب تک جاری رہا، اللہ اکبر۔

☆ ایک بار ''اوّلین دارالحدیث'' میں ہم سراجی کا سبق پڑھ رہے تھے اور آپ میراث کے ایک مسئلہ پر تقریر فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر ایک حدیث کے سلسلہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس آیا، تو آپ حضور ﷺ ہی کے فضائل بیان فرمانے لگے اور جو مسئلہ شروع تھا اس سے توجہ ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کا احساس ہوا تو فرمایا ''مسئلہ تو میراث کا بیان ہو رہا تھا لیکن توجہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شانِ اقدس کی طرف ہوگئی۔'' یہ کہنا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ہم سے فرمایا کہ پڑھو:

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالِ محمد

چنانچہ آپ کی چشمانِ مبارک میں آنسو تیرتے رہے اور دارالحدیث عارف جامی علیہ الرحمہ کے اس نعتیہ کلام سے گونجتا رہا۔

☆ لائل پور میں آپ کا ابتدائی دور تھا محلہ نانک پورہ میں محفل میلاد شریف کا پروگرام تھا اور سردیوں کا موسم تھا، حاضرین سردی کے باعث سمٹ سمٹا کر بیٹھے تھے، نعت خوانی کے بعد آپ نے بیان فرمایا خطبہ عربی کے بعد آیۂ کریمہ **وما ارسلنک الا رحمۃً للعالمین** تلاوت فرما کر ابھی اس کا ترجمہ بھی نہیں کیا تھا کہ مخالفین نے ایک منظم پروگرام کے تحت تینوں اطراف سے بھرپور حملہ کیا، ایک اینٹ سامنے کی طرف سے آئی جو مائیکروفون کو لگ کر رُک گئی اور آپ بال بال بچ گئے۔ اسی طرح دائیں طرف اور پچھلی طرف کا حملہ بھی ذکر رسول پاک علیہ التحیۃ والسلام کی برکت سے ناکام ہوگیا لیکن دفعۃً اس شورش کے باعث مجمع جب کھڑا ہوا تو آپ کو اسٹیج پر تشریف فرما نہ دیکھ کر احباب بہت مضطرب ہوئے اور آپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگے کہ اچانک آپ ایک طرف سے نمودار ہوئے اور فرمایا ''گھبراؤ نہیں، کوئی بات نہیں، مَیں حملہ کی شدت کے باعث اسٹیج سے نیچے اُتر آیا تھا اور اب پھر اسٹیج پر جا رہا ہوں۔'' چنانچہ آپ دوبارہ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، فضا پُرجوش نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے گونج اُٹھی اور جہاں سے بیان رُکا تھا آپ نے وہیں سے شروع فرما دیا اور اپنے مخصوص انداز میں عظمت وشانِ رسالت پر نہایت پُرجوش بیان فرمایا مگر کیا مجال کہ حملہ آوروں کے متعلق ایک لفظ بھی زبان پر لائے ہوں یا ان کے اس ناپاک اقدام کے متعلق کچھ کہا ہو بلکہ دورانِ تقریر جب بار بار نعرہ تکبیر ورسالت کے

ساتھ محدث اعظم زندہ باد، قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد کا نعرہ لگایا گیا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا "میرے نام کی بجائے صرف نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کرو۔" تقریر کے بعد سلام پڑھا گیا اور کامیابی کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا، صبح آپ کے اس ایمان افروز بیان، تحمل و برداشت، زبردست اخلاق، بلند حوصلگی اور اپنی ذات کو زیر بحث نہ لانے اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرنے کا بہت چرچا ہوا اور بہت سے لوگ از خود مخالفین سے کٹ گئے اور دامنِ شیخ الحدیث سے وابستہ ہو گئے۔

سوتوں کو جگایا اور مستوں کو ہوشیار کیا
خواب میں تھے ہم شیخ الحدیث تو نے ہمیں بیدار کیا

☆ پیر محل میں مغرب کی نماز کے بعد آپ وظیفہ میں مشغول تھے کہ مخالفین میں سے چند لوگ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ "کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آواز و درود و سلام سنتے ہیں؟" آپ نے چٹائی پر اپنی انگلی مار کر فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس آواز کو بھی سنتے ہیں، چہ جائیکہ ہماری آواز و درود و سلام..." آپ کے عقیدہ کی مضبوطی اس انداز اور محبت بھرے الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ حضرات وہیں تائب ہو گئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل سماعت پر ایمان لا کر دائرۂ سنیت میں داخل ہو گئے۔

حاضریٔ مدینہ

اس کے باوجود کہ آپ قیامِ بریلی شریف کے دوران حج و زیارتِ مدینہ منورہ سے مشرف ہو چکے تھے۔ جب عارفِ جامی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر آپ کے سامنے پڑھا جاتا کہ:

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

تو آپ آبدیدہ ہو جاتے، آپ کا دل تو یہاں تھا لیکن جان مدینہ پاک میں تھی اور: ؎

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

والا معاملہ تھا، آخر آپ کا جوشِ عشق رنگ لایا اور 1956ء میں آپ نے سفر مدینہ کی تیاری مکمل فرما لی، مدینہ طیبہ کی روانگی سے قبل جمعہ شریف میں بڑی پر کیف والہانہ انداز میں تقریر فرمائی۔ جس میں سے بعض الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں، فرمایا "لائل پور والو! آباد رہو، مدینہ کے مسافر جا رہے ہیں، تم نے ہمیں کافی تکالیف پہنچائیں، ہر طرح پریشان و تنگ کرنے کی کوشش کی، تمہارا خیال تھا کہ یہ ایک تنہا آدمی ہے، ہم اس کو دبا لیں گے۔ تمہیں کیا معلوم شہنشاہِ بغداد، حضور داتا گنج بخش، خواجۂ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (رضی اللہ عنہم) جیسی سرکاریں ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیں ان کی پشت پناہی حاصل ہے۔" اِس کے بعد عاشق مدینہ کی سواری جانب مدینہ روانہ ہوئی اور آپ ایک عجیب شان کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ایک عجیب شان کے ساتھ واپس آئے۔

عشق و محبتِ سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ عالم تھا کہ حج سے قبل گیارہ روز مدینہ منورہ حاضری کے باوجود دل کو سیری نہ ہوئی اور حج کیلئے واپس آنے کے بعد مکہ مکرمہ سے دوبارہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور تقریر ڈیڑھ ماہ یعنی پورے تینتالیس دن اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر رہے، خوب خوب دل کی پیاسیں بجھائیں اور مدینہ والے داتا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے فیض یاب و بہرہ ور ہوئے: ؎

سو بار مدینے گر جاؤں کب دل کو سیری ہوتی ہے
دل نذر مدینہ کر آؤں یا دل میں مدینہ آ جائے

☆ ایک دفعہ آپ مدینہ منورہ کا عمامہ شریف باندھ رہے تھے جو اچھی طرح نہیں بندھتا تھا، فرمایا "یہ مدینہ منورہ کا عمامہ شریف ہے، ہمارے قابو میں کیسے آ سکتا ہے"۔ سبحان اللہ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تاثرات کے منتظر ہیں

اسلاف و اخلاف

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چھبیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

یوم جمعہ کو فرشتے یوم المزید کہتے ہیں

...جمعہ کا دن ہم ملائکہ کے نزدیک یوم المزید کہلاتا ہے۔ (وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہا) آپ کے رب نے جنت الفردوس میں ایک وادی بنائی ہے یعنی کشادہ میدان۔ اس میں مشک کا ایک ٹیلا (گویا اونچا سا چبوترہ) ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو وہ میدان، نورانی منبروں کے گھروندے سے گھر جاتا ہے جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بیٹھنے کیلئے ہیں، ان کے پیچھے یاقوت وزبرجد سے مرصع طلائی منبروں کا گھیرا ہوتا ہے وہ صدیقین وشہداء وصالحین کیلئے ہیں اور بالاخانوں والے (عام جنتی حضرات) کا نزول ہوگا وہ ان (طلائی ممبروں) کے پیچھے اسی مشکی ٹیلے پر بیٹھیں گے، ان سب کا وہ (ہفتہ وار) اجتماع اپنے رب کی طرف (برائے دیدار الٰہی) ہوا کرے گا۔

وہ سب کے سب اللہ کی حمد وثنا کریں گے۔ تب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: سلونی، مجھ سے سوال کرو (جو چاہو) وہ عرض کریں گے: نسئلک الرضا، ہم تجھ سے تیری خوشنودی مانگتے ہیں (ہم سے ایسا راضی ہوجا کہ کبھی ناراض نہ ہو) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم سے ایسی رضا سے راضی ہوا کہ تم کو (بالکل ابھی ابھی) اپنے دار (خاص) میں داخل فرماؤں گا اور اپنی مخصوص کرامت (عزت وتوقیر) سے تم کو نوازوں گا پھر اس کی تجلی ظاہر ہوگی حتی کہ وہ سب (جنتی) اس کے دیدار پاک سے مشرف و لطف اندوز ہوں گے۔

اسی لئے اہل جنت کے نزدیک کوئی دن اس اجتماع کے دن سے زیادہ محبوب نہیں ہوگا کیونکہ اس دن انہیں، مزید عزت و کرامت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔

جنتیوں کا کھانا پینا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا

خبر دیگر: اور دوسری خبر میں یوں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائے گا: ''اطعموا اولیائی'' (میرے ولیوں کو کھانا کھلاؤ) تو اہل جنت کے پاس رنگ رنگ کے کھانے لائے جائیں گے (جب وہ ان کو کھائیں گے) تو ہر لقمے میں ایک نئی عمدہ لذت محسوس کریں گے۔ جب کھانے سے فارغ ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں کو (اب مشروبات) پلاؤ، تو فرشتے ان کو مشروبات پیش کریں گے تو وہ ہر گھونٹ میں ایک نئی لذت پائیں گے۔ جب پی چکیں گے تو اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا:

دیدار الٰہی سے سرفرازی

...انا ربکم قد صدقتکم وعدی فاسئلونی اعطکم۔ میں تمہارا رب (مالک ومولیٰ) ہوں میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سچا پورا کردیا، اب مجھ سے (اور جو چاہو) سوال کرو تمہیں عطا فرماؤں گا۔ مکرر سہ کرر عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری رضوان (خوشنودی) مانگتے ہیں۔ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوا، اور تمہارے لئے میرے پاس آج مزید (نوازش) ہے۔ (وہ یہ کہ) میں آج تمہارا ایسا اکرام واعزاز کروں گا جو اب تک کی جملہ نعمتوں نوازشوں سے عظیم تر ہے۔ پھر پردہ اٹھے گا تو جنتی اسے (اپنے سر کی آنکھوں سے) دیکھیں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی برابر اس کا دیدار کرتے (لطف اندوز ہوتے) رہیں گے، پھر اس کے حضور سجدے میں گر پڑیں گے اور سجدے میں پڑے رہیں گے جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر ان سے ارشاد فرمائے گا: اپنے سر اٹھاؤ، یہ مقام مقام عبادت نہیں (بلکہ مقام جزا وانعام ہے) وہ (دیدار الٰہی کی لذت سے محظوظ

ہوکر) اُن نعمتوں کو بھول جائیں گے جو جنت میں اب تک پا چکے تھے۔ انہیں دیدار الٰہی کی لذت وہاں کی جملہ نعمتوں سے زیادہ محبوب ومرغوب ہوگی۔

وادی اجتماع سے واپسی کا منظر

...پھر جنتی (وادی اجتماع سے اپنے اپنے محلوں قصروں) کو واپس جانے لگیں گے اس وقت عرش اعظم کے نیچے سے ہوا کا ایک جھونکا اٹھے گا وہ سفید مشک کے ایک ٹیلے پر گذرتا ہوا جنتیوں کے سروں اور گھوڑوں کی پیشانیوں پر اس مشک کو بکھیر تا ہوا چلا جائے گا پھر جب وہ اپنے اپنے گھروں میں پہونچیں گے اور اپنی بیبیوں کو دیکھیں گے تو ان کو جس حسن و بہا میں چھوڑ کر گئے تھے اس سے زیادہ حسین وجمیل پائیں گے نیز بیبیاں اپنے شوہروں سے کہیں گی، آپ جو واپس آئے ہیں تو اب آپ کا حسن و جمال پہلے سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

رفع حجاب کا معنی اور کیفیت دیدار کی تعیین

وضاحت: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کہا (رفع حجاب) سے مراد ہے اس پردے کا اٹھنا جو جنتیوں کی نظروں پر پڑا ہوگا جس کی وجہ سے وہ دیدار الٰہی سے محجوب تھے اور ''نظر الی اللہ'' سے بقولِ بعض علما اُس کرامت کا دیکھنا مراد ہے جو انہیں اس سے قبل نہیں دکھی تھی لیکن اکثر اہل علم (یعنی عامۂ اہل سنت وجماعت) کے نزدیک یہ اپنے ظاہر ہی پر محمول ہے کہ بے شک (سر کی آنکھوں سے ہی) اس کا دیدار کریں گے جو بلا کیف وبلا تشبیہ ہو گا کہ جیسی معرفت اسکی (اہل معرفت کو) دنیا میں بلا تشبیہ حاصل ہے۔ (واللہ تعالی اعلم)

اہل جنت کی جسمانی ہیئت، قدوقامت وغیرہ کی کیفیت

حضرت امام عکرمہ (تلمیذ رشید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فرماتے ہیں: جنتی مردوں، عورتوں کی ہیئت ایسی ہوگی جیسی (دنیا میں) تینتیس سالہ جوان کی ہوتی ہے (یعنی پختہ نوجوانوں جیسی) اور انکا قد وقامت ساٹھ ہاتھ کا ہوگا جیسا کہ ان کے باپ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا تھا اور سب اہل جنت نوجوان اور بالوں سے صاف جسم والے اور بے ریش اور سرگیں (نہایت خوشنما) آنکھوں والے اور ستر ستر حلوں میں ملبوس ہوں گے، بیک وقت ہر حلے میں ستر ستر خوشنما رنگ جھلملائیں گے اور (جنتیوں کے چہرے اور دیگر اعضا آئینہ نما ایسے شفاف ہوں گے کہ) زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے چہرے اور سینے اور پنڈلی میں اپنا اپنا منھ دیکھ لے اور نہ اہل جنت کے مونھوں سے تھوک، رال نکلے، نہ ناکوں سے رینٹھ نہ کوئی اور گھنونی یا تکلیف دہ چیز پیش آئے۔

جنت میں (انسانی) عورت کا حسن ونور؟

روایت: منقول ہے کہ اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت آسمان سے اپنی ہتھیلی چمکا دے تو زمین وآسمان کے درمیان کی سب فضا روشن ہوجائے۔

جنت میں پیشاب پاخانہ کی حاجت نہیں

حدیث شریف: حضرت مصنف اپنے شیخ حکیم ابوالفضل حدادی کی پوری سند نقل کرتے ہوئے بطریق امام اعمش، حضرت زید ابن ارقم (رضی اللہ تعالی عنہ) سے راوی ہیں آپ نے بتایا کہ اہل کتاب میں کا ایک (شامی) آدمی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں (مدینہ شریف) حاضر آیا۔

سوال: اور بولا اے ابوالقاسم (ﷺ) آپ کے زعم میں کیا اہل جنت (جنت میں) کچھ کھائیں گے اور پئیں گے بھی؟

جواب: ارشاد فرمایا: ہاں (ضرور کھائیں گے پئیں گے) جنت میں پہنچ کر ہر ایک کی طاقت سوگنی بڑھ جائے گی۔ قسم اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ان کے ایک ایک فرد کو کھانے پینے وطی کرنے میں اتنی قوت ملے گی جتنی (دنیا میں) سو آدمیوں کو ملتی ہے۔

سوال: اس (شامی سائل) نے عرض کیا: تو جو کھائے گا پئے گا اسے (پیشاب پاخانے کی) حاجت پیش آئے گی حالانکہ جنت تو ایسی پاک صاف جگہ ہے جہاں گھنونی یا تکلیف والی کوئی چیز نہیں ہوگی۔

جواب: حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جنت میں بجائے بول وبراز، عمدہ اور خوشبودار پسینہ آئے گا۔ (**حاجۃ احدھم عرق**

ھو کریح المسک) یعنی جنتی کی یہ حاجت پسینہ آنے سے رفع ہوجایا کرے گی اور پسینہ بھی ہوگا مشک کی طرح خوشبودار۔ (اس میں بدبو ذرا بھی نہیں ہوگی)

قرآن مجید میں جو کلمہ ''طوبیٰ'' اور ''حُسْنُ مَآب'' آیا ہے، اس کی تفسیر

روایت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) ہم سے (ہمارے شیخ) محمد ابن فضل نے باسناد تام بطریق امام اعمش بیان کیا کہ حضرت معتب ابن سمی نے آیت کریمہ ﴿طُوبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ﴾ کی تفسیر میں کہا: طوبیٰ جنت کا ایک درخت (ایسا عظیم کہ) جنت کا کوئی دار ایسا نہیں ہے جس میں اس کی کسی نہ کسی شاخ کا سایہ نہ پہنچا ہو اس میں رنگ برنگ (طرح طرح کے) پھل لگے ہیں، اس درخت پر چڑیاں اترتی ہیں، وہ (جثے میں) بختی اونٹوں جیسی ہیں جب کوئی جنتی (ان میں سے) کسی پرندے کے کھانے کی خواہش کرے گا تو وہ پرندہ کھانے کے لائق ہوکر فوراً اس کے خوان پر آجائے گا۔ وہ (اپنی پسند کے مطابق) اس کی ایک جانب سے بوٹیاں لے لے کے کھائے گا اور (اگر بھونے ہوئے کی خواہش ہوگی تو) اس کی دوسری جانب سے بھونا ہوا گوشت کھا لے گا، پھر وہ پرندہ دوبارہ زندہ ہوکر اڑ جائے گا۔

جنت میں داخلہ علی قدر مراتب ومنازل

حدیث شریف: حضرت امام اعمش بتوسط حضرت ابوصالح، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں بتایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''**اول زمرۃ تدخل الجنۃ من امتی......الحدیث۔**''

(ترجمہ) میری امت کا سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند پھر ان کے پیچھے دوسرا گروہ داخل ہوگا ان کے چہرے تیز روشن ستارے کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے پھر ان کے بعد اور سب جنتی علی قدر مراتب (گروہ گروہ ہوکر) جنت میں جائیں گے۔ (جنت میں) جنتیوں کو نہ بول وبراز ہوگا۔ نہ دہن سے تھوک آئے گا نہ ناک سے رینٹ۔ (نہ بدن کے کسی عضو سے کوئی میل کچیل) نکلے گا۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوگی اور ان کے دھونی دان عود کے (یا اگر) کے ہوں گے اور جسموں سے جو ہلکا پسینہ نکلے گا اس میں مشک کی خوشبو آئے گی اخلاق ان سب کے یکساں ہوں گے۔ (یعنی سب ایک دل ہوں گے حتی کہ ان کے آپس میں کوئی بغض، بیر اور اختلاف نہیں ہوگا) اور جنتیوں کی لمبائی ان کے باپ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی لمبائی کے مطابق ساٹھ ہاتھ کی ہوگی۔

اہل جنت کی عمر اور جسمانی کیفیت کا بیان

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث شریف آئی ہے کہ حضور پر نور رسول مقبول ومحبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**ان اھل الجنۃ شبان جرد مرد......الحدیث**''

(ترجمہ) بے شک اہل جنت (سب کے سب) پختہ نوجوان، صاف بدن، بے ریش، (غلمان کی طرح نہایت حسین و خوبرو) ہوں گے ان کے جسموں پر کہیں کسی جگہ سر بھووں اور پلک کو چھوڑ کر بال یا رونگٹا نہیں ہوگا (راوی یا مصنف نے کہا) یعنی بال نہ ان کے پیڑو کے نیچے (شرمگاہ کے پاس والے) ہوں گے اور نہ بغل وغیرہ میں۔ (حضور نے مزید فرمایا) اُن کی قامت مثل آدم علیہ السلام ساٹھ ہاتھ ہوگی اہل جنت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے مطابق (ہمیشہ) تینتیس سالہ جیسے رہیں گے ان کے بدن گورے چٹے ہوں گے اور لباس سبز ہوگا (کہ دیکھنے میں بہت پیارا لگے گا) کسی جنتی کے سامنے جب دستر خوان بچھایا جائے گا۔ تو چڑیا اڑتی ہوئی اس کے سامنے آئے گی اور (اسے مخاطب کر کے) کہے گی اے اللہ کے ولی! میں (وہ ہوں کہ) میں نے چشمہ سلسبیل کا پانی پیا ہے، جنت کی پھول واریوں میں گھومی پھری ہوں اور جنت کے ایسے ایسے پھل میں نے کھائے ہیں (یہ سن کر جنتی کو اس کے کھانے کی رغبت ہوگی تو وہ فورا کھانے کے لائق ہوجائے گی اس کی ایک کروٹ کا ذائقہ ایسا ہوگا جیسا پکایا ہوا گوشت اور دوسری کروٹ کا ذائقہ جیسا بھونا ہوا گوشت، تو وہ اس میں سے حسب خواہش ورغبت کھائے گا۔ (مزید ارشاد فرمایا:

.........جاری

از: محمد انس رضا برکاتی*

اسلام اور رزقِ حلال

نوخیز قلم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُس نے ہمیں پاک وحق دین اسلام اور مذہب حق اہل سنت و جماعت میں پیدا فرمایا، یہ وہ دین ہے جس نے ہمیں انسان بنایا۔ حضرتِ سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد سے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا درمیانی زمانہ اس قدر جہالت میں ڈوب چکا تھا کہ اُن کو رہنے اور جینے کا سلیقہ بھی نہیں معلوم تھا، ناانصافی اور حرام چیزیں عام ہو گئی تھیں۔ صرف اور صرف دوسروں کا حق چھینا جاتا تھا، ایسے میں پوری دنیا کو اللہ پاک نے جہالت کی تاریکی سے نجات بخشی اور اپنے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دنیا میں بھیجا، سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کے بعد قرآن وحدیث کے ذریعے لوگوں کو معلوم ہوا کہ زندگی کیسے گزارنی ہے۔ قرآن و حدیث سے ہمیں جتنے خزانے حاصل ہوئے اس میں سے ایک خزانہ۔ رزق حلال کی اہمیت اور حرام کی حرمت۔ بھی ہے۔

یہ زمانہ فتنوں سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن وحدیث سے لوگ اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ عمل کرنا دور فرمان کے مخالف کام کرتے ہیں، راقم یہاں صرف ایک مسئلہ بیان کرے گا اور وہ مسئلہ اسلام اور رزقِ حلال ہے۔ آج لوگ جو کماتے ہیں، جو کھاتے ہیں اس پر غور وفکر کرنا چھوڑ چکے ہیں کہ جو ہم کما رہے ہیں وہ حرام کا ہے یا حلال کا۔ تفصیلی بیان کو شروع کرنے سے پہلے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو فرامین سے فیض حاصل کر لیں تا کہ یہ مسئلہ کتنا پیچیدہ اور ضروری ہے اس کا علم ہو جائے اور اِس بیان کو آپ بغور پڑھیں۔

یادرکھیں! حرام مال کمانے اور کھانے کھلانے سے صرف اسلام نے روکا کسی اور باطل مذہب نے نہیں، کیوں؟ اسلام ہی حق ہے اور اسلام ہی درس دیتا ہے کہ دوسروں کو اُس کا حق ملے، کسی سے کسی کا حق نہ چھینا جائے، اور آپس میں سب پیار ومحبت سے رہیں اور انسانیت برقرار رہے۔ اسلام صرف امن کا پیغام دیتا ہے اور امن ہی سکھاتا ہے۔ اے مسلمانو! اپنے آپ کو جہنم سے دور رکھو! یاد رکھو حرام کمانے اور کھلانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الحدیث ۲۷۸۷: ، جلد ۱: رکی حدیثِ پاک ہے :

”عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالحَرَامِ۔ ترجمہ: حضرتِ سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کو حرام غذا دی گئی۔“

اس حدیثِ پاک میں صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جس نے حلال کمایا اور حلال کھایا اور کھلایا، نیز اس بات پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر حرام کا ہی کھانا ہے تو جنت کی امید بالکل نہ رکھنا کیونکہ دنیا بدل سکتی ہے مگر فرمانِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں بدل سکتا۔ اِس زمانے میں یہ حدیث پاک صاف ظاہر ہے جو صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب مَنْ لَمْ یُبَالِ مِنْ حَیْثُ کَسَبَ الْمَالَ، الحدیث ۲۰۵۹: ، جلد ۲: رنیز مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، الحدیث ۲۷۶۱: رکی حدیثِ پاک ہے :

”عَنْ أَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِ المَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْہُ أَمِنَ الحَلَالِ اَمْ مِنَ الحَرَامِ۔ ترجمہ:

* مضمون نگار جامعۃ الرضا، بریلی شریف، جماعت ثالثہ کے طالب علم ہیں۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ کون و مکاں علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب کوئی اس بات کی پرواہ نہ کرے گا کہ اُس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال کا ہے یا حرام کا۔''

اے مسلمانو! غفلت کی نیند سے جاگو اور اپنے مال، کمائی، کھانا، پانی، لباس، مکان، دکان، برتن یہاں تک کہ چپل بھی سب میں غور کرو حلال کا ہے یا حرام کا۔ اِس مضمون میں تین طرح بیانات ہوں گے: (1) قرآنِ پاک سے رزقِ حلال کی اہمیت اور حرام کی حرمت کے دلائل (2) احادیثِ کریمہ سے ثبوت (3) ہر آیت وحدیث کے بعد مختصر تشریح۔

قرآنِ پاک اور رزقِ حلال

حلال کمائی کا حکم: (۱) پارہ۲:، سورہ: البقرۃ، آیت: ۱۷۲/میں مولیٰ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ اے ایمان والوں کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔'' (کنزالایمان)

اگر آپ سچ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں تو مولیٰ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ پھر ہماری دی ہوئی ستھری یعنی حلال چیزیں کھاؤ۔ اگر آپ حرام کھانا کھا کر زندگی گزار رہے ہیں تو یہ اللہ پاک کی عبادت نہیں بلکہ شیطان کے بتائے راستے پر چلنا ہے، لہٰذا اس سے خود کو بچائیں۔

(۲) پارہ۱۴:، سورہ: النحل، آیت ۱۱۴/میں خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے:

''فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال یا پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔'' (کنزالایمان)

اگر آپ مسلمان ہو کر بھی کسی کا مال چھین کر، چوری کر کے کھائیں تو گویا آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ٹھکرا دیا، نعمت کا شکر کرنے کے بجائے حرام کھا کر آپ نے اپنے رب کو ناراض کیا، تو جو رب کو ناراض کر دے اُس کو جنت کیسے مل سکتی ہے؟ اور پڑھیں۔

(۳) پارہ۲:، سورہ: البقرۃ، آیت ۱۶۸/میں خدائے ذوالجلال کا فرمان ہے:

''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﳲ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ اے لوگوں کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (کنز)

ابھی جو دو آیتیں ذکر ہوئیں اُس میں تو ایمان والوں کو حلال روزی وحلال کمائی کا حکم تھا، اِس آیت میں سبھی سے خدائے تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ حلال روزی کھاؤ اور جو حرام سے اپنا گھر چلائے اور پیٹ بھرے گویا وہ اپنے کھلے دشمن شیطان کی راہ پر چل رہا ہے۔ کسی سے کسی کی دشمنی ہو جائے تو وہ چہرہ بھی نہیں دیکھتا تو لوگوں نے شیطان جیسے دشمن کو دوست کیوں اور کیسے بنا رکھا ہے؟

(٤) حلال روزی کا حکم عام لوگوں کو ہی نہیں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیا گیا تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ حلال روزی وکمائی کی کتنی اہمیت وفضیلت ہے کہ جو حکم انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا وہی ہمیں بھی، چنانچہ ہر عیب سے پاک خالق کائنات نے پارہ 18/سورۃ المومنون، آیت 51/میں ارشاد فرمایا اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا:

''یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ اے پیغمبروں پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو مَیں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔'' (کنزالایمان)

گویا حلال رزق اور اعمالِ صالحہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت بھی ہے، سبحان اللّٰہ تعالیٰ!

حرام کمائی سے ممانعت

(۱) پارہ۲:/سورہ: البقرۃ، آیت ۱۸۸:/میں اللہ پاک

نے ارشاد فرمایا :

''وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔'' (کنز)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا چاہے وہ لوٹ کر، چھین کر، یا چوری سے یا جھوٹ سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی یا چغل خوری سے ہو، یہ سب ممنوع وحرام ہے۔ یہ ہے اسلام کا درس کہ کسی بھی غلط طریقے سے کسی دوسرے کا مال نہ کھاؤ، اگر کھاؤ گے گویا جسم کو حرام غذا دوگے اور وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲) اگر آپ سچے مسلمان ہیں تو یہی ایک آیت حرام کمائی سے آپ کو روک دے گی کہ اس میں اللہ جل وعلا نے ایمان والوں سے خطاب فرمایا ہے کہ پارہ ۵: ،سورہ: النساء، آیت ۲۹: رمیں ہے :

''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔''

یعنی کوئی چیز آپس میں مل کر کے خرید وفروخت کرے تب تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اگر کسی دوسرے کا مال ظلم کر کے یا چوری کر کے غرض کہ کوئی بھی غلط قدم اٹھا کر چھین لے تو وہ مال حرام ہے، حرام مال سے خریدا ہوا کھانا حرام، پانی حرام، کپڑا حرام، گھر حرام بلکہ سب حرام! اور حرام جسم میں گیا وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا، جیسا کہ نبی اعظم ﷺ کے فرمان سے ظاہر ہے نیز مسلم شریف کی ۲۳۴٦ رحدیثِ پاک ہے :

''حرام خور (حرام کھانے والے) کی دعا قبول نہیں ہوتی۔''

رشوت سے ممانعت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک پارہ ۱٦ رسورہ: طٰہٰ، آیت ۸۱ ر میں ارشاد فرمایا :

''كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى۔ کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اُس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اترے اور جس پر میرا غضب اترے بے شک وہ گرا۔'' [گرا جہنم میں یعنی وہ ہلاک ہوا] (کنزالایمان)

ابوداؤد شریف کی ۳۵۸۰ رحدیثِ پاک: رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ جل وعلا ورسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

سود کی حرمت

سود بھی عام ہو چکا ہے، اِس حرام چیز سے دور رہیں۔

(۱) خدائے تعالیٰ نے پارہ ٤: ،سورہ: آل عمران، آیت ۱۳۰ ر میں ارشاد فرمایا :

''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔'' (کنز)

(۲) نیز پارہ ۳ رسورۃ البقرہ، آیت ۲۷۵ رمیں خدائے پاک کا مقدس فرمان ہے کہ سود والوں کا حشر کیا ہوگا، فرمایا :

''اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا۔ وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑے ہوتے ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط کر دیا ہو یہ اس لیے کہ انھوں (کافروں) نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔'' (کنزالایمان)

بیع یعنی: خرید وفروخت سے، ایمانداری سے کما کر اپنا گھر چلائیں، سود سے اور غضب الٰہی سے خود کو اور اہلِ خانہ کو بچائیں،

نوخیز قلم

فرامینِ خدائے ذوالجلال کے بعد فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیان کیا جاتا ہے۔

احادیثِ کریمہ اور رزقِ حلال

(۱) حلال روزی ہر فرض کے بعد فرض ہے: شعب الایمان للبیہقی، الحدیث ۸٤٤١: / اور مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، الحدیث ۲۷۸۱:، جلد ۱: / کی حدیثِ پاک ہے :

"عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔ ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال روزی کی طلب (حلال رزق حاصل کرنا شریعت کے دیگر) فرائض کے بعد فرض ہے۔"

(۲) آپ کی ایمانداری سے کمایا ہوا ہی حلال اور آپ کا ہے: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، الحدیث ۲۷۷۰: / میں فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ۔ ترجمہ: حضرتِ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ نے ارشاد فرمایا بہت پاکیزہ غذا جو تم کھاؤ تمہاری اپنی کمائی اور تمہاری اپنی اولاد تمہاری اپنی کمائی ہے۔"

(۳) حرام کمائی سے کچھ فائدہ نہیں صرف خسارہ اور سببِ غضب الٰہی اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، الحدیث ۲۷۷۱: / میں ہے :

"عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَيَتَصَدَّقُ مِنْهُ فَيُقْبَلُ مِنْهُ لَا يُنْفِقُ مِنْهُ فَبَارَكَ لَهٗ وَ لَا يَتْرُكُهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ اِنَّ اللهَ لَا يَمْحُوا السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَ لٰكِنْ يَمْحُوا السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُوا الْخَبِيْثَ۔ ترجمہ: حضرتِ سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اس سے خیرات (زکوٰۃ وصدقات) کرے تو وہ قبول ہوجائے اور نہ یہ کہ اُس (حرام مال) سے خرچ کرے تو اس میں برکت ہو اور اس حرام مال کو اپنے موت کے بعد کے لیے نہ چھوڑے ورنہ یہ اس کا آگ کا توشہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ برائی سے برائی نہیں مٹاتا لیکن بھلائی سے برائی مٹاتا ہے، یقیناً پلید پلید کو نہیں مٹاتا ہے۔"

جو اپنے رزق اور اپنی کمائی میں غور وفکر نہیں کرتے وہ اس حدیثِ پاک سے اپنے آپ میں غور وفکر کریں۔ ہر کوئی اپنی کمائی میں نظر کرے کہ جو ان کے پاس آیا کہاں سے آیا، کتنے کا خرید رہے تھے کتنا ملا، زیادہ تو نہیں وغیرہ۔ اگر حرام لقمہ جسم میں گیا تو جنت سے دور ہوجائیں گے، برکت ختم ہوجائے گی، لہٰذا اپنے رزق میں غور وفکر کریں۔

(٤) حلال رزق وکمائی کے لیے کوشش انبیا بھی کرتے تھے: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، الحدیث ۲۷۵۹:، جلد ۱: / کی حدیثِ پاک ہے :

"عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَ اَنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاؤٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔ ترجمہ: حضرت مقداد ابن معدیکرب سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص نے کبھی کوئی کھانا اس سے اچھا نہ کھایا کہ انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھائے، اللہ کے نبی حضرت سیدنا داؤد علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔"

حضرتِ سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ تھے مگر پھر بھی اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کماتے اور کھاتے تھے، کبھی خزانہ سے خود پر خرچ نہ فرمایا، روزانہ ایک زرّہ بناتے بقیہ ص ۴۰ / پر

منظومات

حد درجہ حسیں چاند سے محبوب خدا ہیں

از: محمد راشد رضا مرکزی، متعلم جامعۃ الرضا بریلی شریف

گلشن کے عنادل یہی سب نغمہ سرا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں
قرآن کا فرمان ہے وہ رب کی عطا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

اللہ تعالیٰ نے انہیں جیسا بنایا
کونین میں ویسا کوئی اب تک نہیں آیا
وہ سب سے حسیں سب سے الگ سب سے جدا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

جب رات میں سرکار کا دیکھا رخ زیبا
جابر کی زباں سے یہی بے ساختہ نکلا
حد درجہ حسیں چاند سے محبوب خدا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

کالے ہیں سیہ فام ہیں سرکار کے گیسو
اور قدرے خمیدار ہیں سرکار کے گیسو
نیز ان کی سیاہی پہ سیہ راتیں فدا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

قد ایسا میانہ ہے کہ نادر بہ جہاں ہے
ممتاز ہیں وہ دہر میں یہ سب پہ عیاں ہے
خالق کی عطاؤں میں وہ اک خاص عطا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

چہرہ مرے سرکار کا ہے ایسا درخشاں
خورشید و مہ و نجم بھی ہیں سر بگریباں
وہ رنگ میں اور روپ میں خود اپنا پتا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

مژگاں کی بناوٹ پہ چھڑکتے ہیں سبھی جاں
آنکھوں کی ملاحت پہ گلِ فام ہے قرباں
ابروِ شہِ کونین کے قوسین نما ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

ثانی ہی نہیں ان کا کوئی دار فنا میں
یکتائے زمانہ ہیں وہ ہر ایک ادا میں
وہ چال میں گفتار میں یحییٰ کی ادا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

بتلاؤں تمہیں کیوں نہیں سایہ ہے نبی کا
وہ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا
انسان کی پوشاک میں وہ حق کی ضیا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

ریشم سے کہیں نرم ہے آقا کی ہتھیلی
خوشبوئے شہ طیبہ ہے یا چمپا چنبیلی
گلہائے گلستاں میں وہ حقدار ثنا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

دستِ شہِ کونین کسی سر پہ جو رکھ جائے
خوشبو کے سبب اوروں میں ممتاز وہ ہو جائے
خوشبوئے گلستاں کے وہی سرِّ خفا ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

بازوِ شہِ کونین کے اور مہرِ نبوت
تزئین بدن دیتی ہے راشد یہ شہادت
وہ اپنی طبیعت پہ ہی تخلیق شدہ ہیں
وہ نور خدا ہیں وہ نور خدا ہیں

امامِ بوحنیفہ پر امامت ناز کرتی ہے

از: مولانا اشرف رضا قادری، مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت

امامِ بوحنیفہ پر امامت ناز کرتی ہے
فقیہِ دین و ملت پر فقاہت ناز کرتی ہے
کچھ اس انداز سے کی خدمت شرعِ مبیں تم نے
رسول اللہ کی تم پر شریعت ناز کرتی ہے
گزاری زندگی ایسی انہوں نے متقی بن کر
کہ تقویٰ ناز کرتا ہے، طہارت ناز کرتی ہے
تصوف اور طریقت کے وہ ایسے راز داں ٹھہرے
کہ ان کی ذات پر اب تک طریقت ناز کرتی ہے

بقیہ ص ۲۰ پر

پانچواں عرسِ سراج ملت اور بیسواں جشنِ دستار اختتام پذیر

اجمیر معلّٰی، بلگرام مقدس، بریلی شریف اور کئی خانقاہوں کے مشائخ شریک

(پریس ریلیز) ممبئی: حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ (ممبئی) علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت، زہد وتقویٰ اور ہمت وجرات میں ممتاز تھے، آپ ایک نامور خطیب، بہترین حافظ وقاری اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھے، ان خیالات کا اظہار ۵ رویں عرسِ حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کے موقع پر شریک علماو مشائخ نے کیا۔

قلب ممبئی میں واقع 'دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم' کے زیر اہتمام 'چار یار اسٹریٹ' متصل رضا جامع مسجد پھول گلی ممبئی ۳ رمیں خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور سراجِ ملت حضرت مولانا حافظ وقاری سید سراج اظہر قادری رضوی نور اللہ مرقدہ کا ۵ رواں عرس سراپا قدس عظیم الشان پیمانے پر منایا گیا۔ اس موقع پر شہزادۂ فاتح بلگرام حضرت سید عمیر میاں واسطی (بلگرام شریف) حضرت سید سلطان میاں چشتی (اجمیر شریف) حضرت مولانا انس رضا خاں (بریلی شریف) سمیت متعدد خانقاہوں کے مشائخ اور علمائے کرام نیز کثیر تعداد میں عوام اہلسنّت نے شرکت کی۔ حضرت سید عمیر میاں واسطی بلگرامی نے اپنے تاثراتی کلمات میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک بے باک ترجمان تھے۔ مفتی شہزاد عالم رضوی (مدرس الجامعۃ الرضا بریلی شریف) نے اہل علم اور ساداتِ کرام کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کو دونوں طرف سے حصہ ملا تھا، آپ بہترین عالم بھی تھے اور سید بھی، آپ نے کہا کہ سراج کا معنی ہی ہوتا ہے روشنی، لہٰذا سراجِ ملت خود بھی روشن رہے اور تادمِ حیات دوسروں کو بھی روشن کرتے رہے۔ نیز آپ نے اصلاح عقائد پر زور دیتے ہوئے روافض کا فکری اور علمی محاسبہ کیا، مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی (علیگ) نے بھی حالات حاضرہ پر عمدہ باتیں پیش کیں۔

علامہ انیس عالم سیوانی (نائب قاضی لکھنؤ) نے مسلک اہل سنّت کے تئیں حضور سراجِ ملت کی خدمات یاد دلاتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی خدمات کی بنیاد پر ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے۔ مفتی محمود اختر القادری (قاضی ممبئی) نے حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کی خدمات کے ساتھ ساتھ مقبولیت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ عام طور سے کوئی کسی مسجد یا جگہ کی وجہ سے مشہور ہوتا ہے، مگر سراجِ ملت وہ ہیں کہ جن کی وجہ سے مسجد مشہور ہوگئی بلکہ ایک چھوٹی سے گلی بھی مشہور ہوگئی اور ایسی کہ یہ گلی بھی آج سنیت کی پہچان بن گئی ہے۔ نیز آپ نے کہا کہ حضرت سراجِ ملت کو اپنے مرشد سے ایسی عقیدت تھی کہ جسے دیکھ کر امیر خسرو علیہ الرحمہ کی یاد آتی تھی۔ مفتی صغیر احمد رضوی (صدر المدرسین دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف) نے حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کی خدمات کو اجاگر کرتے ہوئے شہزادگان حضور سراجِ ملت کے طریقۂ کار کو سراہا اور کہا کہ یہ بھی اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین کی صحیح معنوں میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مفتی عبد الصمد رضوی نے کہا کہ حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ واقعی عظیم رہنما اور قائد تھے، جن کی قیادت یاد آتی رہے گی۔ نبیرۂ حضور سراجِ ملت عزیزم سید محمد اسمٰعیل رضوی سراجی نے بھی قرآن کریم کی روشنی میں اہل ایمان کی صفت بیان کیا اور اردو اور انگیزی دونوں زمانوں کی آمیزش کرتے ہوئے خوبصورت اور مختصر گفتگو فرمائی نیز حضور سراجِ ملت کا پیغام کیا تھا، بتایا۔ مولانا ارشاد احمد رضوی سراجی (یوپی) مولانا عزیز المصطفیٰ سراجی (ایم پی) نے بھی حضور سراجِ ملت کی علمی، تبلیغی اور فلاحی خدمات کو اجاگر کیا۔

اخیر میں مذکورہ دار العلوم کے سربراہ اعلیٰ، جانشین حضور سراجِ ملت حضرت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں آئے ہوئے اہل محبت بالخصوص علماو مشائخ اور ساداتِ کرام کا شکریہ ادا کیا اور حالات حاضرہ پر بھی خصوصی روشنی ڈالی، اس موقع پر دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم (پھول گلی ممبئی) کی جانب سے شائع ''عقائد علمائے دیوبند، قادیانی فتنہ کیا ہے؟، سیدنا امیر معاویہ پر ایک نظر'' نامی کتابوں اور ۲۰۲۴ء کا ''نوری سراجی بقیہ ص ۳۴ رپر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
MARCH-2024
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



شوال المکرم ۱۴۴۵ھ اپریل ۲۰۲۴ء
APRIL-2024 Rs. 30/-

عید مبارک

زیر سرپرستی جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی
مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ھند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانیٔ
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی، دینی و اصلاحی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۴
Issue No. 4
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۵ھ
شوال المکرم
اپریل ۲۰۲۴ء

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپئے
سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ر روپئے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماھنامہ سُنّی دُنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شوّال المکرم اور امام احمد رضا

ادار یہ

تعطیل کلاں کے بعد عموماً مدارس اسلامیہ ۱۰ ؍شوال المکرم کو اپنے نئے تعلیمی سال کا آغاز کرتے ہیں، یعنی مدارس اسلامیہ جو علوم اسلامیہ کا سرچشمہ ہیں ہر سال ۱۰ ؍شوال سے اسلامی تعلیم و تربیت اور اس کا ہمہ جہتی کا نور پھیلانا شروع کر دیتے ہیں اور سال بھر تک یہ سلسلۂ زرّیں جاری و ساری رہتا ہے۔

اسی ۱۰ ؍شوال المکرم کو اس خاکدان گیتی پر عالم اسلام کے ایک بطل جلیل کی آمد آمد ہوئی، گویا جس طرح مدارس اسلامیہ ۱۰ ؍شوال المکرم کو اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے مقصد کے تحت اپنے دروازے کھول دیتے ہیں، اُسی طرح ۱۰ ؍شوال المکرم کو عالم وجود میں آنے والی اس ذات بابرکات کی ولادت اسلام و سنیت کی ترویج و اشاعت اور تحریک عشق رسول ﷺ کی تجدید کے لئے ہوئی۔

دنیا نے دیکھا کہ جب اس بطل جلیل نے ہوش سنبھالا تو علوم و فنون کے ایسے ایسے دریا بہائے کہ دانشوران عالم ورطۂ حیرت میں پڑ گئے، یونیورسٹیوں کے محققین اس بحر ذخار کی غواصی میں مسلسل مصروف ہیں لیکن ابھی تک خود کو کنارے پر ہی محسوس کر رہے ہیں، علوم و فنون کا کون سا ایسا گوشہ ہے جہاں اس کے زرنگار قلم کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت نہ موجود ہو، ماہرین جب اس کی نگارشات کا ماہرانہ جائزہ لیتے ہیں تو اس حقیقت کا برملا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ پاتے کہ وہ ان میں سے بعض علوم و فنون کا موجد نظر آتا ہے، ۵۵ ؍سے زائد علوم و فنون پر مشتمل تقریباً ایک ہزار نگارشات اس کی یادگار ہیں۔

اس عاشق رسول ﷺ نے عالم اسلام میں عشق رسول کی ایسی شمع فروزاں کی کہ عاشقان رسول اسے عشق کا استعارہ تصور کرنے لگے، جیسے ہی کوئی ''عشق و محبت'' بولتا ہے بے اختیار زبان پر ''اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت'' جاری ہو جاتا ہے، اس کی پرخلوص خدمات دینیہ کا ہی کرشمہ ہے کہ آج لوگ خالص سنیت کو اس کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں، استحضار اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کتاب کا ایک بار مطالعہ کر لیا تو اب سالوں اس کی مرقومہ عبارتیں مع جلد و صفحہ کی تحدید کے بیان فرماتے، کتاب کی طرف رجوع کی اصلاً ضرورت نہ پڑتی، چنانچہ ''الدولة المكية بالمادة الغيبية''، جیسی عظیم و ضخیم کتاب اس کی زندہ مثال ہے، جسے آپ نے اپنے دوسرے حج کے موقع پر کتابوں کی غیر موجودگی میں سفر اور بیماری کی حالت میں تحریر فرمائی تھی۔

امام احمد رضا کے فتاویٰ دیکھنے کے بعد حافظ کتب الحرم مکہ مکرمہ حضرت شیخ سید اسماعیل خلیل مکی قدس سرہ العزیز نے ان لفظوں میں آپ کی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے:

''واللہ اقول والحق اقول نو راٰها ابو حنيفة النعمان لاقرّت عينيه والجبل مؤلفها من جملة الاصحاب۔ خدا کی قسم میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر ان فتووں کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ لیتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور وہ اس کے مؤلف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرما لیتے۔'' [الاجازات المتينة، ص۹]

جیسے ہی شوال المکرم کا مہینہ اپنے جلو میں عید کی خوشیاں لے کر آتا ہے، اہل عشق و محبت کی خوشیاں دوبالا کر جاتا ہے کہ اسی مبارک و مسعود مہینے کی دسویں تاریخ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی اس دنیائے رنگ و بو میں تشریف لائے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دین و سنیت کی تجدید کے فرائض انجام دیئے اور یہ ناقابل بقیہ ص ۵۲ ؍پر

از: مولانا شمس تبریز خاکی ظہوری مرکزی*

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بحیثیت خاوند

اسلامیات

انسانی رشتے خاک دان گیتی پر عدم سے جب وجود میں نہیں آئے تھے، تب خالق کل نے زن وشوہر کا پاکیزہ رشتہ تخلیق فرما کر انسان کی حیات سے بے قراری دور فرمائی اور اس کو قرار سے قریب فرمایا، انسانی زندگی کو اگر قریب سے دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ دنیا میں سب سے پہلے جس رشتے نے عروج وارتقا کی منازل کو طے فرمایا، وہ یہی خوشگوار رشتہ ہے۔ جس نے انسانی زندگی کو ہر اعتبار سے کامیابی وکامرانی سے ہمکنار فرمایا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"هن لباس لكم و انتم لباس لهن-(پ۲/البقرۃ، ۱۸۷) وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔" (کنزالایمان)

جب مرد وعورت نکاح کے بندھن سے بندھ جاتے ہیں؛ تب اللہ تعالیٰ انھیں ایک دوسرے کا لباس قرار فرما کر، یہ باور کرا دیتا ہے کہ جس طرح تمہارے جسم پر لباس تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور جسم کو زینت بخشتا ہے، بلا شبہ اسی طرح انسان ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کے بعد ایک دوسرے کے عیوب کو چھپاتے ہیں اور خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں، خطا کو درگزر کرتے ہیں، بھلائی پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ درد والم میں چارہ گر بنتے ہیں اور مسرت وشادمانی میں شریک ہو کر مزید خوشیوں کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پور پر بحیثیت شوہر اس رشتے کو عمدہ پیرائے میں ڈھال کر امت مسلمہ کے سامنے پیش فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"واستوصوا بالنساء خيرا فانهن خلقن منْ ضلع وإن أعوج شيء في الضلع أعلاه فإن ذهبت تقيمه كسرته وإن تركته لم يزل أعوج فاستوصوا بالنساء خيرا۔ (صحیح بخاری: ۵۱۸۶) عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اس کے اوپر کا حصہ ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی باقی رہ جائے گی، اس لئے میں تمہیں عورتوں کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔''

معلم کائنات طالب خیر کو تعلیم فرما رہے ہیں کہ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور وہ بھی اس سے حصے سے جو زیادہ ٹیڑھی ہے! اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا تو ٹیڑھا پن باقی رہے گا، لہٰذا ہر خانگی معاملات میں اعتدال پسند طبیعت اختیار کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، تاکہ وہ تمہارے جذبات واحساسات کی قدر کر کے تمہارے احکامات وہدایات کو بجا لائیں، اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی ضمن میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"مسلمان مرد عورت مومنہ کو مبغوض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت بری معلوم ہوتی ہے دوسری پسند ہو گی۔"

انسان اگر معلم کائنات کی تعلیم پر غور وفکر کر لے تو ازدواجی زندگی میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے، آپ دیکھیں کیسی آفاقی نصیحت اللہ کے نبی نے فرمائی ہے کہ مسلمان مرد، مومنہ عورت سے اس کی کسی ناپسند عادت کی وجہ سے بغض وکینہ دل میں نہ رکھیں، بلکہ اس کی اس عادت کو نظر انداز فرما کر، اس میں وہ عادت تلاش کریں جو اس کے من کو موہ لیتی ہو، ظاہری سی بات ہے کہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی اچھی خوبی ہوتی ہے، جس سے انسان اس کا مداح ہوتا ہے اور اس کی طرف مائل ہوتا ہے تو اگر اس کی اس عادت کی بنیاد پر ہی اس سے محبت ومودت رکھی جائے، تو معاشرے

* مضمون نگار خانقاہ ظہوریہ چشتیہ قادریہ بلگرام شریف سے منسلک ہیں۔

سے بہت سے قیامت خیز مسائل کا حل نہ آئے۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر گالی گلوج، مار پیٹ حد تو یہ ہے کہ طلاق تک نوبت آجاتی ہے، حدیث پاک میں ہے:

"عن عبد اللہ بن عمرو، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خیارکم خیارکم لنسائھم۔ (سنن ابن ماجہ، ۱۹۷۸) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں، جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہیں۔"

قرآن بھی اسی بات کی تعلیم فرماتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (پ ۴، النساء، ۱۹) ترجمہ: اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔"

اگر ہم سرکار کی خانگی زندگی کو دیکھیں تو معلوم چلے گا آپ کا ہر عمل قرآن کی تفسیر ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی، پیدل دوڑ میں ہمارا مقابلہ ہوا تو میں آگے نکل گئی، اس کے بعد جب میرا جسم بھاری ہو گیا۔ (اس زمانے میں بھی) ہمارا دوڑ کا مقابلہ ہوا اب کی بار آپ ﷺ آگے نکل گئے تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہے۔"

آپ کی ازواج مطہرات سے محبت کا یہ عالم تھا کہ:

"ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہیں تھیں، حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: حمیرہ! میرے لیے بھی پانی بچا لینا، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پانی بچایا تو آپ ﷺ نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: عائشہ! تم نے کہاں پر لب لگا کے پیا؟ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جگہ بتائی کہ یہاں سے، تو آپ ﷺ نے پیالے کا رخ پھیرا اور جہاں سے زوجہ محترمہ نے پانی پیا تھا، آپ نے بھی اپنے لب مبارک اسی جگہ لگا کے پانی نوش فرمایا۔" (صحیح مسلم)

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

"عن عائشة قالت: كنت أتعرق العظم وأنا حائض، فأعطيه النبي صلى الله عليه وسلم فيضع فمه في الموضع الذي فيه وضعته، وأشرب الشراب فأناوله، فيضع فمه في الموضع الذي كنت أشرب منه- (سنن ابی داؤد، ۵۲۹) ام المومنین سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں (کھانا کھاتے ہوئے) ہڈی پر سے گوشت نوچتی اور میں حیض سے ہوتی، پھر اسے رسول اللہ ﷺ کو دیتی، آپ (اسے قبول فرلیتے اور) اسی جگہ اپنا منہ رکھتے، جہاں سے میں نے کھایا ہوتا اور میں پانی پیتی پھر آپ کو دیتی، تو آپ اپنے لب وہیں لگاتے، جہاں سے میں نے پیا ہوتا۔"

خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور نبوت سے قبل کے حالات بیان فرماتے ہیں:

"ہم لوگ اسلام سے قبل عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، اسلام نے عورتوں کے لئے احکام نافذ کئے اور ان کے حقوق مقرر کئے۔"

جیساکہ حدیث پاک سے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ کس طرح محسن انسانیت نے عورتوں کے حقوق کو یاد دلاتے ہوئے، احکام نافذ فرماتے ہیں اور لوگوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے آگاہ فرمایا، حدیث پاک میں ہے:

"عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: من كانت له امرأتان، فمال إلى إحداهما، جاء يوم القيامة وشقه مائل- (سنن ابوداؤد، ۲۱۳۳)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور پھر وہ کسی ایک کی طرف مائل ہو گیا تو وہ قیامت کے روز اس کیفیت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔"

صادق و اکمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف حکم فرمایا بلکہ خود اپنے قول پر دائمی ثابت قدم رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے عقد نکاح میں گیارہ پاک دامن بیویاں تھیں اور آپ ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی فرماتے تھے۔ نیز ان کے ساتھ مثالی کردار کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے، حدیث پاک میں ہے کہ:

”عن عائشة رضي الله عنها، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إِذا أراد سفرا أقرع بين نسائه، فأَيتهن خرج سهمها خرج بها معه، وكان يقسم لكل امرأَة منهن يومها وليلتها، غير أن سودة بنت زمعة وهبت يومها وليلتها لعائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، تبتغي بذلك رضا رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (بخاری شریف: ٢٦٨٨) ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی فرماتے اور جن کا نام نکل آتا، انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معمول تھا کہ اپنی ہر بیوی کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر کر دی تھی، البتہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی عمر کے آخری دور میں) اپنی باری آپ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کو رضا حاصل ہو۔“ (اس سے بھی قرعہ اندازی ثابت ہوئی)

احادیث کریمہ اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کے مابین کیسے انصاف فرماتے تھے۔ لیکن ہم اگر اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو معلوم چلے گا کہ ہمارے عقد نکاح میں ایک ہی عورت ہے اور ہم سہی معنوں میں اس کے ساتھ انصاف نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس کے حقوق کی حق تلفی کر رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے اپنے زوال کا سامان فراہم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"و المؤمنون و المؤمنت بعضهم اولياء بعض۔ (پ ١٠/ س التوبہ، آیت ٧١) ترجمہ کنز الایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔"

لہٰذا ہم کو چاہئے کہ ہم بحیثیت شوہر معلم کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں اور اپنی بیویوں کے ساتھ ایک دوست کے جیسا برتاؤ رکھیں، تا کہ وہ اپنے معاملات کو ہم سے کہنے کی اپنے اندر جرئت پیدا کر سکیں، چونکہ عورت کے دل کا آبگینہ بڑا نازک ہوتا ہے، ذرا سی بات سے ٹوٹ جاتا ہے اور ذرا سی کسی کی شفقت سے اس کی طرف مائل بھی ہو جاتا ہے، کوشش کریں کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے شب و روز گزاریں؛ تا کہ ازدواجی زندگی میں خوب شیر و شکر ہو کر شب و روز گزاریں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة۔ (پ ٢١/ س الاحزاب، آیت ٢١) ترجمہ: بے شک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی بہتر ہے۔"

اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے فرمان کے مطابق ہم نے اپنی زندگی بسر کی، تو دنیا میں بھی ہمارے لئے بھلائی ہے اور آخرت میں بھی۔ ورنہ حشر و نشر کی ہولنا کیوں سے ہمارا نازک وجود بکھر کر رہ جائے گا۔ ؎

یہ مانا زندگی ہے چار دن کی
بہت ہوتے ہیں یارو چار دن بھی

◆◆◆

ص ١٩/ کا بقیہ..

شہید کر دیا کہ انھوں نے طلاق کے بعد بغیر حلالہ نکاح پڑھانے سے منع کر دیا تھا، اس حرام کاری کو کوئی عالم دین کیسے جائز کر سکتا ہے؟ اس کا بدلا انھیں جان دے کر چکانا پڑا، اللہ رب العزت حاسدوں کے حسد، شریروں کے شر سے علمائے اہل سنت کی حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

اسلامی تہوار اور ہماری تجارت

تجارت ایک بہترین ذریعہ مُعاش ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں بے پناہ برکت رکھی ہے، اگر اسے قرآن وسنّت کے اَحکام کے مطابق انجام دیا جائے، تو دنیاوی منفعت کے ساتھ ساتھ اُخروی نجات اور اجر وثواب کا باعث بھی ہے، اس کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ قرآنِ پاک میں اسے اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ- (۱) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔"

صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں کہ "بعض مسلمانوں نے خیال کیا، کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرائے پر چلائے، اس کا حج ہی کیا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔" (۲)

حلال اور جائز چیزوں کی تجارت ہمارے پیارے آقا ﷺ کی بڑی ہی پیاری سنّت ہے، احادیثِ مبارکہ میں شرعی تقاضوں کو مدِّ نظر رکھ کر تجارت کرنے کے متعدد فضائل بیان ہوئے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیّدنا رافع بن خُدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ! کون ساکسب (ذریعہ مُعاش) زیادہ پاکیزہ ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ- (۳) آدمی کی اپنے ہاتھ کی دستکاری، اور ہر سچی تجارت۔"

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی اس حدیثِ پاک کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "دستکاری میں کھیتی باڑی، کتابت اور دوسری حلال صنعتیں داخل ہیں اور سچی تجارت سے ہر حلال وصحیح تجارت مراد ہے۔" (۴)

امانتدار اور سچے تاجر کا مقام ومرتبہ

ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، اور جھوٹ وغیرہ سے بچ کر حلال وصحیح تجارت کرنے والا شخص، بروزِ قیامت انبیا وصدّیقین کے ساتھ ہوگا، جیسا کہ حدیثِ پاک میں حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ، مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ- (۵) سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیا، صدّیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔"

اسی طرح ایک مقام پر حضرت سیّدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ التُّجَّارَ يحشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً، إِلَّا مَنِ اتَّقَى وَبَرَّ وَصَدَقَ- (۶) یقیناً تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر لوگوں میں اٹھائے جائیں گے، مگر جو تقویٰ، سچائی اور اچھی طرح سے مُعاملہ کرے گا، وہ ان میں سے نہیں ہوگا۔"

حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَطْيَبَ الْكَسْبِ كَسْبُ التُّجَّارِ الَّذِينَ إِذَا حَدَّثُوا لَم يَكْذِبُوا، وَإِذَا ائْتُمِنُوا لَم يخونُوا، وَإِذَا وَعَدُوا لَم يخلِفُوا، وَإِذَا اشْتَرَوْا لَم يَذُمُّوا، وَإِذَا بَاعُوا لَم يُطْرُوا، وَإِذَا كَانَ عَلَيْهِم لَم يَمْطُلُوا، وَإِذَا كَانَ لَهُم لَم يُعَسِّرُوا- (۷) یقیناً سب سے پاکیزہ کمائی اُن تاجروں کی ہے، جو بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کریں، جب وعدہ کریں تو اس کی خلاف ورزی نہ کریں، جب کوئی چیز خریدیں تو اس میں

اسلامیات

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

عیب نہ نکالیں، جب کچھ بیچیں تو اس کی بے جا تعریف نہ کریں، جب ان پر کسی کا کچھ آتا ہو تو اس کی ادائیگی میں سُستی نہ کریں اور جب ان کا کسی پر آتا ہو تو اس کی وُصولی کے لیے سختی نہ کریں۔"

ہمارے اَسلاف کا اندازِ تجارت

آج مادّہ پرستی کا دَور دورہ ہے، زیادہ سے زیادہ مال کمانے اور نفع حاصل کرنے کی غرض سے، حلال وحرام کی تمیز ہی ختم ہوتی جا رہی ہے، مال ودولت کی حرص، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور اچھا مال دکھا کر گھٹیا مال بیچنے جیسی متعدد غیر اَخلاقی وغیر شرعی برائیاں، ہمارے قول وفعل کا حصّہ بن چکی ہیں، جبکہ ہمارے اَسلاف کرام اور بزرگوں کا اندازِ تجارت یہ تھا، کہ وہ ہمیشہ صاف ستھری اور اعلیٰ معیار کی اشیا فروخت کرتے، اگر کسی چیز میں عیب ہوتا تو خریدار کو اس عیب سے آگاہ کرتے، وہ مال ودَولت کی لالچ ہر گز نہیں رکھتے تھے، ہمیشہ کم سے کم نفع لینے کی کوشش کرتے؛ تاکہ مخلوقِ خدا کا زیادہ سے زیادہ بھلا ہو۔

حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عظیم امام ومجتہد ہیں، اس کے باوجود آپ نے کسبِ حلال کے لیے تجارت کا پیشہ اپنایا، آپ کپڑے کی تجارت فرماتے تھے، آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی کو مالِ تجارت دے کر بھیجتے، تو اُسے خاص طور پر تاکید فرماتے کہ فُلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے، جب تم اسے فروخت کرو تو عیب بیان کر دینا، سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ کے کاروباری شراکت دار حضرت سیّدنا حفص بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں نے مالِ تجارت فروخت کیا اور بیچتے وقت اس مال کا عیب بتانا بھول گیا، جب امامِ اعظم کو اس بات کا علم ہوا، تو آپ نے ان کپڑوں کی تمام قیمت صدقہ کر دی۔" (۸)

اسی طرح حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ ایک حکایت تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ایک بُزرگ نے (عراق کے مشرقی شہر) واسِط سے، گندم سے بھری ایک کشتی بصرہ شہر کی طرف بھیجی اور اپنے وکیل کو یہ پیغام بھیجا کہ جس دن یہ گندم بصرہ پہنچے اُسی دن اسے بیچ دینا اور اگلے دن تک تاخیر نہ کرنا؛ جبکہ بصرہ میں گندم کی قیمت بڑھنے کے قوی اِمکانات تھے، اس لیے تاجروں نے اس وکیل کو مشورہ دیا کہ اگر اس گندم کی فروخت کو جمعہ کے دن تک مؤخّر کر دو تو دُگنا نفع ہوگا، وکیل نے تاجروں کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے جمعہ تک وہ گندم فروخت نہ کی، جس کی وجہ سے اسے کئی گُنا زیادہ فائدہ ہوا، لیکن جب وکیل نے یہ واقعہ اپنے بزرگ مالک کو لکھ کر بھیجا، تو انہوں نے اسے جواب لکھتے ہوئے فرمایا: اے شخص! ہم اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے نفع پر ہی قناعت کر لیتے ہیں، مگر تم نے اس کے خلاف کیا، ہمیں یہ بات ہر گز پسند نہیں کہ اس سودے میں کئی گُنا (دُنیوی) نفع ہو اور اس کے بدلے ہمیں دینی واُخروی نُقصان پہنچے، لہٰذا جیسے ہی تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے، فوراً (کمایا ہوا) تمام مال اور نفع، بصرہ کے غریبوں اور فقیروں پر صدقہ کر دینا، شاید ایسا کرنے سے میں ذخیرہ اندوزی کے گُناہ سے نَجات پا سکوں۔" (۹) یعنی ایسا کرنے سے اگر مجھے دنیاوی طور پر کوئی نفع نہیں ملتا تو نہ ملے، لیکن کم از کم اتنا ضرور ہو جائے گا کہ اس طرح کرنے سے میں اپنے اُخروی نقصان سے بچ جاؤں گا۔

جتنا رزق مقدّر میں ہے مل کر رہے گا

خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہر انسان، حیوان، جنّات اور چرند پرند، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، سب کے رزق کا ذمّہ اپنے کرم پر لیا ہوا ہے، لہٰذا بحیثیت مسلمان ہمارا اس بات پر پختہ ایمان ویقین ہونا چاہیے، کہ جس جاندار کا جہاں جہاں اور جتنا جتنا رزق لکھا ہے، وہ وعدے کے مطابق اُسے ضرور مل کر رہے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ (۱۰)

زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو، اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہو گا، سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے۔"

لہٰذا تجارت یا کسی بھی پیشے سے وابستہ ہر شخص کو چاہیے، کہ صرف مال ودولت اور پیسہ کمانے کو مقصدِ حیات ہر گز نہ بنائے،

اس میں میانہ روی اختیار کرے، حلال کمائے، گراں فروشی سے گریز کرے اور حرام سے کوسوں دُور بھاگے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوتَ حَتّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ، وَ دَعُوْا مَا حَرُمَ۔(۱۱) اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور روزی کمانے میں میانہ رَوی اختیار کرو؛ کیونکہ اپنا رزق پورا کیے بغیر کوئی بھی نہیں مرے گا، اگرچہ اس میں دیر ہو جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی کماؤ، جو حلال ہے اُسے لے لو اور جو حرام ہے اُسے چھوڑ دو۔"

حرام مال سے بچنے کی تاکید

خالق کائنات جل جلالہ نے جہاں رزقِ حلال کمانے کی تاکید فرمائی، وہیں چوری، ڈکیتی، سُود، رشوت اور مالی خُرد بُرد جیسے حرام و باطل طریقوں سے مال حاصل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، اللہ رب العالمین نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى۔ (۱۲) کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو؛ کہ تم پر میرا غضب اُترے! اور جس پر میرا غضب اُترا یقیناً وہ ہلاک ہوا۔"

یعنی مقرر کردہ حد سے تجاوز نہ کرو! ناپ تول میں کمی کرنا، دھوکے سے عیب زدہ مال بیچنا، اچھی چیز دکھا کر ناقص دے دینا، ذخیرہ اندوزی کر کے ضروریاتِ زندگی سے متعلّق اشیا کی مصنوعی قلّت پیدا کرنا اور حرام روزی کمانا، یہ سب اُمور حد سے تجاوز کرنے اور ہلاکت میں پڑنے کا باعث ہیں۔

تاجر کے لیے چند ضروری آداب

دینِ اسلام ایک مکمل اور تاقیامت رہنے والا دین ہے، اس کے اَحکام ہر شعبۂ زندگی کو محیط ہیں، یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام اپنے ماننے والے تاجروں کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ تجارت یا کاروبار وغیرہ کو فروغ دینے کے لیے ہمیشہ سچائی اختیار کریں، جھوٹ ہرگز نہ بولیں، زیادہ نفع کمانے کی غرض سے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال ہرگز نہ بیچیں کہ یہ بے برکتی کا باعث ہے، حدیث پاک میں ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا، بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا، مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔(۱۳) خرید و فروخت کرنے والے اگر سچائی سے کام لیں اور مُعاملے کو واضح کر دیں، تو ان کے سَودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر کوئی بات چھپا لیں اور جھوٹ بولیں، تو ان کے سَودے سے برکت اُٹھا لی جاتی ہے۔"

اسلامی تجارت کی رُو سے تمام تاجروں اور ان کے مُعاونین پر لازم ہے، کہ خریدار کو آگاہ کیے بغیر عیب زدہ اور خراب مال ہرگز نہ بیچا جائے، اعلیٰ کوالٹی (Quality) کا مال دکھا کر ہلکی کوالٹی کی چیز ہرگز نہ دی جائے، بعض سیل مین (Sale Man) حضرات عموماً اپنے سیٹھ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، ایسا کرتے دکھائی دیتے ہیں اور خود کو بہت عقل مند اور چالاک تصوّر کرتے ہیں، انہیں یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے کہ یہ ہوشیاری یا عقلمندی نہیں بلکہ سراسر گھاٹے اور خسارے کا سَودا ہے اور ایسا کرنے والے سے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لاتعلّقی کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ غلّے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں پر کچھ تری محسوس ہوئی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا:

"مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ اے غلّے والے یہ کیا ہے؟"

دوکان دار نے کہا: یا رسولَ اللہ! بارش کے باعث کچھ

تری آ گئی ہے، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا :

"أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي۔(۱۴) پھر تم نے بھیگے ہوئے غلّے کو اوپر کیوں نہیں رکھا؛ تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے! جو شخص دھوکا دے اس کا مجھ سے کوئی تعلّق نہیں۔"

کاروبار میں ہمیشہ دیانت و امانت اختیار کیجیے، ناپ تول میں کمی مت کیجیے! بلکہ کوشش کر کے ہمیشہ وزن سے کچھ زیادہ دیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی اپنی امّت کے لیے یہی تعلیمات ہیں، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا وَزَنْتُمْ فَأَرْجِحُوا۔(۱۵) جب تم وزن کرو تو کچھ زیادہ کرلو۔"

تمام تاجر حضرات پر لازم ہے، کہ تجارت کے ساتھ ساتھ فرائض وواجبات کی ادائیگی کا بھی پورا اہتمام کریں، کہ کاروبار وغیرہ میں اس قدر مشغولیت، ہلاکت اور خسارے کا باعث ہے، نبی کریم ﷺ کے پیارے صحابہ کرام جب تجارت فرماتے، تو حقوق اللہ کی ادائیگی، اُن کی ہمیشہ اوّلین ترجیح ہوا کرتی، حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُونَ وَيَتَّجِرُونَ وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللهِ، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ، حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللهِ۔(۱۶) صحابۂ کرام (بھی) خرید وفروخت اور تجارت کرتے تھے، لیکن جب انہیں اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق پیش آتا، تو تجارت اور خرید وفروخت کے باعث اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوتے، حتی کہ وہ لوگ اللہ کے اس حق کو ادا کرلیتے تھے۔"

اسلامی تہوار اور مسلمان تاجروں کا طرزِ عمل

ہماری خوش بختی ہے، کہ رمضان المبارک کا مقدّس مہینہ رحمتیں اور برکتیں لیے، ایک بار پھر ہمارے درمیان جلوہ گر ہے، اس مقدّس مہینے میں عبادت کا لطف اور انوار وتجلّیات کی برسات بے مثال ہوتی ہیں، مذہبی اختلاف کے باوجود دنیا بھر کے لوگ مسلمانوں کے، اس مقدّس مہینے اور دیگر اسلامی تہواروں پر، انسانی ہمدردی اور جذبۂ خیر سگالی کے طور پر، ضروریاتِ زندگی اور اشیائے خورد ونوش (کھانے پینے کی چیزیں) وغیرہ کی قیمتوں میں نمایاں کمی کرتے ہیں؛ تاکہ غریب سے غریب شخص بھی سحر و اِفطار اور عیدین (عید الفطر اور عید قربان) جیسے اسلامی تہواروں کی خوشیوں کا لطف اٹھا سکے، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے وطنِ عزیز پاکستان میں، صورت حال اس کے برعکس ہے، برسہا برس کا مشاہدہ ہے کہ جیسے ہی اس عظمت والے مہینے کی آمد قریب ہوتی ہے، ہمارے تاجر حضرات کی طرف سے اشیائے خورد ونوش (کھانے پینے کی چیزوں) کی ذخیرہ اندوزی اور بے تحاشا مہنگائی کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے، مصنوعی قلّت پیدا کر کے منہ مانگی قیمت وصول کی جاتی ہے، یہ ایک انتہائی مذموم اور خلافِ شریعت عمل ہے، اس کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے، دینِ اسلام کھانے پینے کی اشیا ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلّت پیدا کرنے والوں کی حوصلہ شکنی فرماتا ہے، حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

"مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَاماً، ضَرَبَهُ اللهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ۔(۱۷) جو شخص کھانے پینے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کر کے مسلمانوں پر مہنگائی کا بوجھ ڈالے، اللہ تعالیٰ اسے تنگ دستی اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا کردے گا۔"

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ایک اَور روایت میں ہے، حضور خاتم النبیّین ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ۔(۱۸) ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون (لعنتی) ہے۔" یعنی اللہ کی رحمت سے دُور ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے ان ارشاداتِ عالیہ سے، یہ بات خوب واضح وآشکار ہوئی کہ ذخیرہ اندوزی کر کے، مصنوعی قلّت پیدا کرنا کتنا گھناؤنا اور مذموم فعل ہے، لہٰذا میرے جو تاجر بھائی کم علمی یا کسی اَور وجہ سے ایسا کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ

رمضان المبارک کی ان مقدّس اور پُرنور ساعتوں سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہوئے، ذخیرہ اندوزی جیسے حرام اور ملعون کام سے اللہ تعالیٰ کے حضور سچّے دل سے توبہ واستغفار کریں اور ہمیشہ کے لیے ایسا کبھی نہ کرنے کا پکا عزم کریں۔

خصوصی گزارش

کورونا وائرس کے باعث، نظامِ زندگی معطل ہو کر رہ گیا ہے، غریب اور محنت مزدوری کرنے والے لوگوں کے مسائل، سنگین صورتحال اختیار کر چکے ہیں، امیر ہو یا غریب ہر شخص کی قوتِ خرید متأثر ہوئی ہے، لہٰذا اس نازک صورت حال کے پیشِ نظر، جو تاجر حضرات اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعاون وامداد کی حیثیت رکھتے ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ رمضان المبارک کی مناسبت سے، پریشان حال لوگوں کی دل کھول کر مدد کریں، اشیائے خوردونوش اور ضروریاتِ زندگی سے متعلّق چیزوں کی قیمتوں میں نمایاں کمی کریں، یا کم از کم اتنا ضرور کریں کہ اپنے نفع کی شرح کچھ کم کرلیں؛ تاکہ غریب سے غریب مسلمان بھی اپنے بال بچوں کے لیے عید کی خوشیوں کا سامان کر سکے۔

اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کی مدد اور خیر خواہی کو، صرف کورونا وائرس یا رمضان شریف تک محدود نہ رکھیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے اپنی یہ عادت بنائیں، کہ ہر اسلامی تہوار کی خوشی کے موقع پر کم سے کم نفع لیں، صرف حلال اور جائز اشیا کی تجارت کریں، حرام اور ناجائز اشیا کی تجارت سے دور رہیں، رمضان شریف میں روزے، تراویح، عبادات، تلاوتِ قرآن اور دیگر نیک اعمال کے ساتھ ساتھ، صِلہ رِحمی اور صدقہ وخیرات کے ذریعے بھی فقیروں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کیجیے۔

اے اللہ! رمضان المبارک کے طفیل ہمارے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کو قبول فرما، ہمیں ریاکاری کی تباہ کاری سے بچا، ہمیں اسلامی طریقے کے مطابق تجارت اور کاروبار کی توفیق عطا فرما، رزقِ حلال کمانے اور حرام سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما، حرام وناجائز اشیا کی تجارت سے بچا، ناپ تول میں زیادہ دینے کا حوصلہ وجذبہ عطا فرما، جھوٹی قسمیں کھانے سے بچا، امانت ودیانت داری کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے اِرشادات پرعمل کرتے ہوئے قرآن وسُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم ﷺ اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما، اے رب! ہمارے رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت و اِطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی! ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کردے، ہمارے اعمالِ حسنہ قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارے فلسطینی وکشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، ہندوستان کے مسلمانوں کی جان ومال اور عزّت وآبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما، وصلی الله تعالی علی خیر خلقِه ونورِ عرشِه، سیِّدنا ونبیِّنا وحبیبنا وقرّۃ أعیُننا محمّدٍ، وعلی آله وصحبه أجمعین وبارَك وسلَّم، و الحمد لله ربّ العالمین۔

حوالہ جات

(۱) پ2، البقرۃ198۔(۲) تفسیر خزائن العرفان 67۔(۳) مسند الإمام أحمد، حدیث رافع بن خدیج، ر۱۷۲۶٦/ 6/ ۱۱۲۔(۴) مرآۃ المناجیح، تجارتوں کا باب، تیسری فصل، 4/ 260۔(۵) سنن الترمذی، أبواب البیوع، ر۱۲۰۹/ ص۲۹۵۔(٦) المعجم الکبیر، باب الراء، ر۴۵۴۰/ ۵/ ۴۴۔(۷) شعب الایمان، 34 باب فی حفظ اللسان، ر۴8۰4/ 4/ 1750۔(۸) انظر: تاریخ بغداد، النعمان بن ثابت الامام أبوحنیفۃ، 11/ 254۔(۹) إحیاء العلوم، کتاب آداب الکسب والمعاش، الباب 3، 2/ 83 مختصراً۔(۱۰) پ12، ہود 6۔(۱۱) سنن ابن ماجہ، کتابُ التِّجارۃ، ر 2144/ ص361۔(۱۲) پ16/ طہ81۔(۱۳) صحیح البخاری، کتابُ البیوع، ر۲۱۱۰/ ص۳۳۹۔(۱۴) صحیح مسلم، کتابُ الإیمان، ر۲۸۴/ ص۵۷۔(۱۵) سنن ابن ماجہ، باب الرجحان فی الوزن، ر۲۲۲۲/ ص۳۷۳۔(۱٦) صحیح البخاری، کتابُ البیوع، باب التجارۃ فی البرّ وغیرہ، ص۳۳۱۔(۱۷) سنن ابن ماجہ، باب الحکرۃ والجلب، ر۲۱۵۵/ ص362۔(۱۸) المرجع نفسہ، ر۲۱۵۳۔

◆◆◆

اسلامیات

(از: محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی *

بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام

اسلامیات

فرش زمین زیر آسمان ایک ایسی مقدس پاکیزہ اور عظیم الشان بارگاہ ہے، جہاں کی حاضری سند شفاعت سے نوازتی ہے، یہی وہ بارگاہ کرم ہے جس کی حاضری کے لیے قلوب عاشقاں ہر لمحہ بے قرار رہتے ہیں، اسی مقدس بارگاہ کی بھیک سے اہل جہاں پلتے ہیں، یہاں بے قرار دلوں کو قرار ملتا ہے، سکون واطمینان کی بہاریں نصیب ہوتی ہیں، یہاں پژمردہ چہرہ مثل گلاب کھل اٹھتا ہے، روزانہ صبح وشام ستر ہزار ملائکہ یہاں آ کر گنبد خضریٰ کا طواف کرتے ہیں، نیز مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، جن کے نصیب کا ستارہ اوج ثریا پر ہو انہیں اس بابرکت در کی حاضری میسر ہوتی ہے، جنہیں یہ سعادت حاصل ہو، انہیں چاہئے کہ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حاضری کے وقت حد درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھے اور یہ دس مصرعے ذہن وفکر کے دریچے میں ازبر کرلے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

اے پائے نظر ہوش میں آ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے چلنا بھی تو یہاں بے ادبی ہے
(حضرت آسی غازی پوری)

سنبھل جا اے دل مضطر مدینہ آنے والا ہے
لُٹا اے چشم تر گوھر مدینہ آنے والا ہے
قدم بن جائے میرا سر مدینہ آنے والا ہے
بچھوں رہ میں نظر بن کر مدینہ آنے والا ہے
(حضور تاج الشریعہ)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا
(ڈاکٹر اقبال)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ- (پ 26 آیت نمبر2) ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت (ضائع) نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔" (کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں حضور کا اجلال واکرام وادب واحترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں، اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم وتوصیف و تکریم والقاب عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو کہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔"

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی انہیں ثقل سماعت تھا (یعنی اونچی آواز سے سنتے تھے) اور آواز ان کی اونچی تھی بات کرنے میں آواز بلند ہوجایا کرتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے

لگے کہ میں اہل نار سے ہوں، حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی، پھر آ کر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا ثابت نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا، حضرت سعد نے یہ حال خدمت اقدس میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔" (خزائن العرفان)

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ پر غور وفکر کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ، حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حد درجہ ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے، ورنہ یہاں کی ادنیٰ سی بھی گستاخی اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ہے، ذرا غور کریں! مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس کی بے ادبی کرنے والوں کو کیسی عبرت ناک سزا مل رہی ہے، کہ اس کے اعمال بھی چھین لیے جارہے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں، مطلب یہ کہ گستاخی کرنے والوں کے نامۂ اعمال میں گرچہ نمازوں، روزوں، حج وزکوٰۃ ودیگر اعمال صالحہ کے ذخائر ہوں، دعوت وتبلیغ کے نام پر دیہات، شہر کے اسفار بھی ہوں، مگر انہیں یہ سزا دی گئی کہ ان کے سارے اعمال اکارت ہو گئے اور انہیں اس کا شعور بھی نہیں، تو وہ تو اس خوش فہمی میں رہے گا کہ میرے نامۂ اعمال میں نیکیاں کثرت سے ہیں، مگر میدان قیامت میں اس سے بڑا محتاج کوئی نہ ہوگا۔

مگر جب یہ آیتِ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ الخ نازل ہوئی، تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ودیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان از حد محتاط ہو گئے اور سرکار کی بارگاہ اقدس میں بہت آہستہ گفتگو کرنے لگے، اگلی آیت ان کے حق میں نازل ہوئی جن میں ان کے اس کردار کو تقویٰ وپرہیزگاری کی سند دے کر مژدہ بخشش نیز اجر عظیم کے حقدار قرار دیئے گئے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ -(پ26 سورۃ الحجرات آیت نمبر3) ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔" (کنزالایمان)

دوپہر کا وقت تھا سرکار اس وقت حجرہ شریف میں آرام فرما تھے، کچھ لوگ ملاقات کی غرض سے دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے، انہیں چاہئے تھا کہ باادب انتظار کرتے اور جب سرکار باہر تشریف لاتے ملاقات کرتے، مگر انہوں نے حجرے کے باہر سے آواز دینا شروع کیا، رب تبارک وتعالیٰ کو ان کا یہ انداز ہرگز پسند نہ آیا، قرآن کریم کی آیت نازل فرمادی:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ- ترجمہ: بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔" (کنزالایمان)

شان نزول: یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ حضور آرام فرما رہے تھے، ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا، حضور تشریف لے آئے، ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور اجلالِ شان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان فرمایا گیا کہ بارگاہ اقدس میں اس طرح پکارنا جہل وبے عقلی ہے اور ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی۔" (خزائن العرفان)

یہاں ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کردوں کہ دربار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ادب واحترام کس قدر ارفع واعلیٰ ہے، تمثیلاً عرض ہے کہ اگر زید کو خالد سے ملاقات کرنی ہے اور وہ اس کے گھر گیا، مگر خالد اپنے گھر کے اندر ہے، اور دروازہ باہر سے بند، تو ظاہری بات ہے کہ زید خالد کو آواز دے گا تب ہی تو اس کو پتہ چلے گا کہ مجھ سے کوئی ملنے آیا ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے بھی یہی حکم ہے کہ صاحب خانہ کو تین بار آواز دی جائے، اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جائے، مگر یہاں دربار حبیب کا ہے، یہاں آواز دینے کی بھی ممانعت ہے، جانتے ہیں ایسا کیوں؟

وہ اس لیے کہ آواز اسے دی جاتی ہے جسے خبر نہ ہو، پکارا اسے جاتا ہے جسے اطلاع نہ ہو، جو اپنے حجرۂ مبارک سے پوری کائنات کی خبر رکھتا ہو، انہیں یہ بھی علم ہے کہ حجرے کے باہر کون ہے، مطلب یہ کہ بے خبر کو پکارنا تو کوئی بات نہیں، مگر خبر والے کو پکارنا بے ادبی ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ-(پ 22 سورہ الاحزاب) ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔" (کنز الایمان)

شان نزول: جب سید عالم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتوں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں، آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے، رسول کریم ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے، اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے، حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے تب حضور اقدس ﷺ دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اس سے سید عالم ﷺ کی کمال حیا اور شان کرم و حسن اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسن ادب کا اعلیٰ ترین معلم ہے۔ (خزائن العرفان)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کرم میں حاضری کے آداب ارشاد فرمایا ہے، جس سے شان مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر ہوتی ہے، اب کوئی بھی اس حکم سے سرمو انحراف کرنے کی جرأت نہ کرے ورنہ بے ادبوں کی فہرست میں شمار کیا جائے گا، اب یہاں کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ یہ حکم کب تک؟ تو اس کا مختصر اور جامع جواب یہ ہے کہ یہ قانون قدرت ہے جو حی و قیوم ہے، نہ خدا کو زوال ہے اور نہ ہی اس کا بنایا ہوا قانون کو زوال ہے۔

عصر حاضر میں جس طرح سوشل میڈیا کا بیجا استعمال کیا جا رہا ہے، یقیناً تشویشناک ہے، حیرت ہوتی ہے اور افسوس بھی ہمارے ان ہندوستانی بھائیوں پر جنہیں حج یا عمرہ کی توفیق ملتی ہے، مگر سوائے چند کہ اس توفیق کی کماحقہ لاج رکھ نہیں پاتے، مسلسل تصاویر و ویڈیوز بنانا اور اسے ہر جگہ شیئر کرنا اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں، میرے عزیز! ذرا اپنے ضمیر کو ٹٹولیے کہ آپ کس عظیم الشان مقام پر حاضر ہیں، جہاں حضرت جنید و حضرت بایزید جیسی شخصیات بھی اپنی سانسیں پست آواز میں لیتے ہیں کہ کہیں بے ادبی کا دخل نہ ہو جائے، جہاں بیشتر اوقات درود شریف، تلاوت قرآن، و دیگر اذکار خیر میں بسر کرنا چاہیے وہاں نمائش کرنا قطعاً دانشمندی نہیں۔

◆◆◆

ص ۴۰ کا بقیہ......................................

اس معاملے میں گجرات ہائی کورٹ میں کل چھ اپیلیں دائر کی گئیں، جس کے بعد گجرات ہائی کورٹ نے 23 میں سے 19 مجرموں کی سزا کو برقرار رکھا جبکہ سپریم کورٹ نے سنہ 2020ء میں اس معاملے میں 15 لوگوں کو ضمانت دے دی۔... جاری

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

علما و مبلغین کے مقامی ہونے کی اہمیت و افادیت

اسلامیات

تبلیغ دین نہایت اہم فریضہ ہے جس کے متعلق رب العزت قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ-(آل عمران، 3/104) ترجمہ: اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور وہی لوگ بامراد ہیں۔"

آج کل علما کو کیسی کیسی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ ظاہر ہے، ساری مشقتیں برداشت کرنے والے علما و دعاۃ کے لیے وہ مرحلہ بڑی تکلیف اور شش و پنج کا ہوتا ہے جب ان کی زبان پر کنٹرول کی بات آتی ہے، ویسے تو وہ کافی کچھ برداشت کر ہی رہے ہوتے ہیں اور وہ اسی لیے ہوتا ہے کہ کسی طرح دین کا کام ہوتا رہے، کچھ نہ سہی لوگوں کے عقائد کی حفاظت ہی ہوتی رہے یہی بڑ بات ہے، ان کی مساعیِ جاں سوز سے کوئی ایک بھی ہدایت پا گیا تو بقول نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ ان کے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

عرب ممالک میں ائمہ کو ہر جمعہ، عیدین اور دیگر اہم مواقع پر سرکاری خطبہ دیا جاتا ہے اور سختی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ آپ کو بولنے کا اختیار نہیں ورنہ جیل کی سلاخیں آپ کا انتظار کر رہی ہوتی ہیں، وہاں یہ کام معلنہ ہے اور انڈیا میں غیر معلنہ، اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ انڈیا میں تو کوئی ایسا سرکاری حکم نہیں ہے، جی ہاں! یہاں حکومتی حکم تو نہیں ہے لیکن ہماری مساجد کے متولیان اور صدور کے ذریعے ایسا ہی حکم ہوتا ہے، بسا اوقات حکومتی فرامین کو اظہار رائے کی آزادی اور پرسنل لا میں مداخلت سے جوڑتے ہوئے ہم مخالفت بھی کر لیتے ہیں لیکن مساجد میں ایسا کچھ نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہاں کے حاکم یہی ٹرسٹی ہیں۔

امام اگر چاہے کے وہ سیاست پر بول دے اگلے ہی دن بوریا بسترا بندھ جاتا ہے، یوں ہی بہت سی سنی مساجد میں ائمہ کو صاف کہا جاتا ہے کہ یہاں "سنی وہابی" نہیں کرنا، بہت سے مقامات پر مساجد سے منسلک خاص افراد جن غیر شرعی کاموں میں ملوث ہوں ان پر زبان بند رکھنے کا حکم ہوتا ہے جیسے جوا، شراب، سٹا، سود وغیرہ وغیرہ۔

سیاست دین کی اساس ہے اور اسی پر سخت "زبان بندی" ہے، چلیے اسے بھی چھوڑ دیجیے ہمارا عقیدہ تو ہمارے لیے اہم ہے لیکن وہاں بھی یہ حکم کہ "سنی وہابی" نہیں کرنا بتائیے کہاں کا انصاف ہے؟ جب کہ دوسری جانب وہابیوں کی مساجد میں مکمل آزادی ہوتی ہے کہ آپ اپنا موقف کھل کر بیان کریے اور وہ کرتے بھی ہیں، اب اگر ہم اپنی مساجد میں بھی اپنا موقف بیان نہ کریں تو پھر وہ ہماری مسجد کتنے فیصد ہے اور کیوں ہے؟ ہاں انداز مہذب اور زبان و بیان بہتر ہونا چاہیے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سنی مساجد میں آنے والے وہابیہ کی تعداد نا کے برابر ہوتی ہے لیکن ان کے ناراض ہونے کا ڈر ہمارے لوگوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے سب کچھ انھیں کے حکم سے ہوتا ہو، علما، ائمہ پر کہیں سود، جوا، شراب پر بولنے پر پابندی عائد ہے تو کہیں عقائد پر، کہیے یہ امام کی "زبان بندی" ہے یا نہیں؟ ایسے میں امام کیا تبلیغ کرے اور کیسے کرے؟ انفرادی راستے ہیں لیکن وہ تو مقامی لوگوں تک محدود، جمعہ و عیدین میں لوگ دور دراز سے آتے ہیں اور وہاں آنے والے سنیوں کے لیے امام کا بیان عقیدے کی درستگی کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے،

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

یہاں امام ایک ہی وقت میں سیکڑوں، ہزاروں افراد تک اپنی بات پہنچا سکتا ہے۔

اتنے اہم پلیٹ فارم کو ہم نے چند لوگوں کی رضا کے لیے قربان کر دیا ہے، بدلاؤ کی تدبیریں یہ مذکورہ باتیں آپ اپنے اردگرد آئے دن دیکھتے ہی رہتے ہوں گے اس لیے اب ہم تدابیر کی طرف چلتے ہیں تا کہ ان پریشانیوں سے نجات پائی جا سکے،

(1) جب تک لوگ خود نہیں بدلنا چاہیں گے تب تک کہیں بھی انقلاب کی امید نہیں کی جا سکتی، لہٰذا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ مساجد میں نیک لوگوں کو متولی صدر، ممبر بنایا جائے، نیک لوگوں سے مراد واقعی میں نیک لوگ ہیں وہ پنج وقتہ بھائی ٹائپ لوگ نہیں جنھیں لوگ ڈر کر نیک سمجھنے لگتے ہیں، ان کی انٹری اکثر ایسے معاملات کی بنا پر ہوتی ہے جس میں عام آدمی پڑنا نہیں چاہتا، پھر چند لوگوں کو لگتا ہے کہ یہی شخص متولی یا صدر بنانے کے لائق ہے۔

بس یہ ایک لمحے کی غلطی صدیوں پر بھاری پڑ جاتی ہے، پھر کون ہے جو انھیں مساجد سے دور کر سکے، پھر موروثیت جاری رہتی ہے اور مساجد کا نظام انھیں بھائی ٹائپ لوگوں کی کرم فرمائیوں سے بگڑا رہتا ہے، بسا اوقات ایسے لوگوں کے ہاتھ مسجد سونپ دی جاتی ہے جو صرف آٹھ کی، کھاٹ کی اور تین سو ساٹھ کی پڑھتے ہیں، (آٹھ یعنی جمعہ، کھاٹ یعنی جنازہ اور تین سو ساٹھ، عیدین) (2) دوسرے نمبر پر جو چیز مجھے سمجھ آتی ہے شاید آپ کو بھی سمجھ آئے وہ ہے ائمہ و دعاۃ کا مقامی ہونا، اگر امام قابل ہے تو مقامی امام کو ترجیح دیں، اس کے دو فائدے ہوں گے پہلا امام رعب و دبدبہ کے ساتھ وہ سب کچھ کرے گا/ بولے گا جو اسے بولنا/ کرنا چاہیے، ہر ایک اسے ڈرا دھمکا نہیں سکے گا، دوسرا اعلا دور دراز کے سفر سے بچ جائیں گے جس میں فی زمانہ جان کا خطرہ بڑھ گیا ہے، مقامی ہونے کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بسا اوقات وہ لوگوں کو برائی سے ہاتھ پکڑ کر روک سکتا ہے، حق بات بولنے پر اگر اسے کچھ لوگ پریشان کرتے ہیں تو اس کے لیے اس کے خاندان کے افراد موجود ہیں جو ہر صورت اس کا ساتھ دیں گے۔

بیرونی امام کو بظاہر تو بہت حمایت ملتی ہے لیکن جب معاملہ کوئی بڑا ہوتا ہے تو پھر سب پیچھے ہٹ جاتے ہیں، دو چار لوگ ساتھ دیتے بھی ہیں تو ان کے خاندان کے لوگ یہ کہہ کر خاموش کرا دیتے ہیں کہ جب سارا محلہ، گاؤں خاموش ہے تو تم کیوں بول رہے ہو؟ باہر سے آنے والے امام کو ہر ایک اپنے حساب سے استعمال کرنا چاہتا ہے جب کہ مقامی آدمی کے ساتھ ایسا کم ہوتا ہے، باہر سے آنے والے امام کے ساتھ یہ معاملہ بھی آسان ہوتا ہے کہ کمیٹی جب چاہتی ہے اسے نکال دیتی ہے اور لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں، ہم نے بہت سے ساتھ دینے والوں کو دیکھا، مگر جب امام کو نکالا گیا تو وہی ساتھ دینے والے ایک دن بھی امام کو اپنے گھر نہ رکھ سکے، اب ہم قرآن مقدس سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ مقامی ہونے کی اہمیت مزید اجاگر ہو جائے، حضرت شعیب علیہ السلام کے مقامی ہونے کا اثر رب قدیر سورۂ ھود میں فرماتا ہے:

"قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا-وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ-وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ(91)قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ-وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا-اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ-(92) ترجمہ: بولے اے شعیب! ہماری سمجھ میں تمہاری بہت سی باتیں نہیں آتیں اور بے شک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ (خاندان) نہ ہوتا تو ہم نے تم پر پتھراؤ کر دیا ہوتا اور ہماری نگاہ میں تمہاری کوئی عزت نہیں، شعیب نے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے بیشک میرا رب تمہارے تمام اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔''

اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ جب مدین والوں پر حضرت شعیب علیہ السلام نے پیغام توحید پیش کیا اور ان کو غلط کاموں سے روکا تو وہ آپ کے دشمن ہو گئے اور قتل کی دھمکی دینے لگے اور بولے کہ ہم صرف آپ کے قبیلے کی وجہ سے آپ کو تکلیف نہیں پہنچا رہے ہے، اس پر آپ نے انہیں جواب دیا ''اے میری قوم! کیا

تم پر میرے قبیلے کا دباؤ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کے لئے تو تم میرے قتل سے باز نہ رہے جبکہ میرے قبیلے کی وجہ سے باز رہے، تم نے اللہ عزَّ وَجَلَّ کے نبی کا تو احترام نہ کیا جبکہ قبیلے کا احترام کیا، تم نے اللہ عزَّ وَجَلَّ کے حکم کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے اور اس کے حکم کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں، دیکھیے اہل مدین کو کس کا خوف تھا؟ حضرت شعیب علیہ السلام کے خاندان اور قبیلے کا، یہ مقامی ہونے کا فائدہ ہے، مبلغ مقامی ہوگا تو وہ اپنی بات مضبوطی کے ساتھ رکھ سکے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھائی کے ذریعے مدد:

"قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا-بِاٰيٰتِنَا-اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ-(35) فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب، تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے۔" (کنزالایمان)

یہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ذریعے قوت بخشی، نبی کریم علیہ السلام کے مقامی ہونے کا اثر نبی کریم علیہ السلام کی حفاظت اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی تھی، ڈرنے، جھکنے جیسی کوئی چیز تصور بھی نہیں کی جاسکتی، لیکن آپ کی حیات طیبہ کو بطور داعی دیکھیے تو آپ پائیں گے کہ ایک طرف سارا مکہ مخالف ہے، کسی صورت آپ کو مکہ میں نہیں دیکھنا چاہتا، وہیں دوسری طرف آپ تنہا ہیں، ایسے میں آپ کا مکہ مکرمہ میں تبلیغ کرنا کس قدر مشکل امر تھا یہ بتانے کی ضرورت نہیں، ایسی صورت میں اگر تبلیغ کے تھوڑے بہت راستے کھلے ہوئے تھے تو اس میں خاندان اور قبیلے کا خوف ضرور تھا۔

دسیوں بار قریش اکٹھا ہو کر ابو طالب کے پاس پہنچے کہ یا تو آپ اپنے بھتیجے سے دست بردار ہو جائیں یا سمجھا لیں، ہر بار ابو طالب قریش کا مطالبہ مسترد کر دیتے اور اہل مکہ سر پیٹ کر رہ جاتے، اس دوران آقا علیہ السلام کی تبلیغ جاری رہی، پھر زمانہ آیا بائیکاٹ کا اس عوامی بائیکاٹ میں شعب ابی طالب کی تین سالہ مدت نہایت تکلیف دہ رہی، اس گھاٹی میں آقا علیہ السلام کے ساتھ خاندانی حمیت میں وہ لوگ بھی محصور ہو گئے جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے، یہ سب کیوں؟ صرف اس لیے کہ آپ مقامی تھے اور یہاں آپ کے چچا، بھائی، بھتیجے، خاندان اور قبیلہ والے موجود تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابو جہل کا سر پھوڑنا

ہمارے پیارے نبی کریم علیہ السلام دین کی تبلیغ فرماتے رہتے تھے اسی سے چڑھ کر ایک دن ابو جہل نے اکیلا پا کر آپ کو بہت الٹا سیدھا کہا، آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے، آپ صبح شکار کے لئے نکل جاتے اور شام کو واپس آتے، حسب معمول جب ایک روز گھر آئے تو معلوم ہوا کہ ابو جہل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تنگ کیا ہے، آپ جس حالت میں تھے اسی حالت میں تیر کمان لیے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے اور ابو جہل کو تلاش کر کے اس کے سر پر کمان ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا کہ تیری ہمت کیسے ہوئی کہ تو میرے بھتیجے کو تنگ کرے، ابو جہل کے طرف دار بھی آگے بڑھے لیکن ابو جہل نے انھیں روک دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر معاملہ بڑھا تو پھر دونوں طرف کے لوگ شامل ہوں گے اور بڑی لڑائی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے اس نے یہ کہہ کر انھیں روک دیا کہ تم لوگ دور رہو واقعی میں آج مجھ سے زیادتی ہوئی ہے اور یہیں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان بھی فرما دیا۔

مذکورہ چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مقامی علما، مبلغین اپنی بات رکھنے میں بیرونی کے مقابل زیادہ اثر دار ثابت ہو سکتے ہیں، اس لیے عوام کو بھی چاہیے کہ وہ مقامی علما میں سے بہتر شخص کا انتخاب کریں تا کہ کام بھی بہتر ہو اور بیرونی علما کے ساتھ ہونے والے حادثات بھی نہ ہوں، چند روز قبل آسام میں ایک قابل عالم دین کو ایک بدبخت نے محض اس لیے بقیہ ص ۸ / پر

از: سید خادم رسول عینی حبیبی *

خدا کا انعام اور عید سعید

اسلامیات

خاتم النبیین ، حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیشرو تھے روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام! یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے جو نبی تشریف لائے تھے، ان کا نام ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے بھی عید منائی تھی لیکن عید کیوں منائی تھی؟ کچھ تو سبب ہوگا، کوئی خاص وجہ تو ہوگی، ضرور خوشی کے کچھ اسباب ہوں گے، کیونکہ عید کے معنی ہی خوشی کے ہیں، عید، عوائد سے مشتق ہے اور عوائد کے معنی ہیں منافع کے، گویا انسان عید اس وقت مناتا ہے جب اس کو کوئی اہم نفع ملے یا فائدہ ملے۔

تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو کون سے فائدے ملے کہ انھوں نے عید منائی؟ کتابوں میں مذکور واقعہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے خوان نعمت نازل فرمائے تاکہ ہماری بھوک بھی مٹ جائے اور یہ ثابت بھی ہوجائے کہ آپ نبوت اور رسالت کے معاملے میں سچے ہیں اور ہم بنی اسرائیل کے لوگوں کے سامنے دلیل کے ساتھ خدا کی توحید اور آپ کی رسالت کی تبلیغ کرسکیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا فرمائی:

"اے اللہ، اے ہمارے رب، ہم پر آسمان سے ایک خوان نعمت اتار جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہوجائے۔"

قادر مطلق رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا فرمایا کہ جب بھوک لگتی تو زمین کی طرف ہاتھ بڑھا دیتے، اپنے اور اپنے حواریوں کے لئے روٹی نکال لیتے، صرف یہی نہیں بلکہ ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ان حواریوں کے ساتھ پانچ ہزار نوجوان چلے اور سب نے عیسیٰ علیہ السلام سے خوان نعمت کے نزول کی درخواست کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان سب کی یہ خواہش بھی پوری ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر خوان نعمت اتارا، سب نے مل کر کھایا یہاں تک کہ سب شکم سیر ہوگئے، عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھ کر سب کے سب ایمان لے آئے، اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لیے عید ہوگئی، گویا عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لیے اللہ کی طرف سے خوان نعمت کا اترنا عید/خوشی کا سبب بنا۔

آنے والا یکم شوال بھی امت محمدی کے لیے عید ہے، سارے ممالک میں، سارے براعظموں میں بلکہ ساری دنیا میں یکم شوال کو مسلمان عید منائیں گے، نئے کپڑے پہنیں گے، عطر لگائیں گے، عیدگاہ میں اجتماعی طور پر دو رکعات کی نماز پڑھیں گے، گلے مل مل کر ایک دوسرے کو مبارکبادیاں اور تہنیتیں پیش کریں گے، آخر کون سی خوشی ہے مسلمانوں کے لیے؟ کیا آسمان سے کوئی خوان نعمت اتارا گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کو بے بہا دولتیں مل گئی ہیں؟ کیا مسلمانوں کو کسی جنگ میں کامیابی مل گئی ہے؟ کیا مسلمانوں نے بڑا معرکہ سر کرلیا ہے؟ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا، اس روز ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا، پھر بھی مسلمان عید کیوں منارہے ہیں؟ اس کا جواب جاننے کے لیے آئیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس نے ماہ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ شب عید الفطر کا نام شب جائزہ/ انعام کی رات رکھا گیا،

* مضمون نگار بھدرک اڑیسہ کے متوطن ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور نے فرمایا: جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے اور لوگ عید گاہ کی طرف جاتے ہیں تو حق تعالیٰ ان پر توجہ فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم نے میرے لیے روزے رکھے، میرے لیے نمازیں پڑھیں، اب تم اپنے گھروں کو اس حال میں جاؤ کہ تم بخش دیئے گئے ہو۔

تو اب سوچئے ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت و شادمانی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ روزے رکھنے کا پورا اجر عطا فرمائے، مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے، بخشش کا پروانہ عطا فرمائے، مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی نعمت تو یہی ہے کہ رب خود فرمائے کہ اے میرے بندو! جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی۔

مسلمانوں کے لیے آسمان سے کوئی خوان نعمت نہیں اترا بلکہ اللہ کی طرف سے بخشش کا مژدۂ جانفزا آیا، مسلمانوں کے لیے کوئی مادی چیز نہیں آئی بلکہ روحانی سکون کا سامان نعمت لازوال بن کر آیا، کسی اور امت کے لیے خوان نعمت ایک بار آیا یا چند بار آیا ہوگا، لیکن امت محمدی کے لیے شب جائزہ ہر سال آتی ہے اور عید سعید کا دن ہر سال آتا ہے اور انعام بخشش گناہ لے کے آتا ہے، کسی اور امت کے تقریباً پانچ ہزار لوگوں کے لئے خوان نعمت اترا، لیکن امت محمدی کے لاکھوں، کروڑوں لوگوں کے لیے بخشش کا سامان اتر رہا ہے، اسی لیے اللہ فرماتا ہے:

"فبای آلاء ربکما تکذبان۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟"

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیکر رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا رحمان و رحیم ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ایک جلیل القدر پیغمبر تشریف لائے تھے جن کا نام ہے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام! آپ کا مقابلہ فرعون اور اس کے جادوگر کے ساتھ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو مرعوب کرنے کے لیے فرعون کے ۷۳ ساحروں نے اپنی لاٹھیوں کو بظاہر سانپ بنا دیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جادو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کی قوم مرعوب ہو جائے اور راہ حق سے بھٹک جائے، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی تو لاٹھی کی جگہ ایک اژدہا نمودار ہوا اور اس نے سارے سانپوں کو یکبارگی نگل لیا۔

یہ دیکھ کر سارے جادوگر ایمان لے آئے، موسیٰ علیہ السلام کے سانپ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر فرعون کی قوم میں بھگدڑ مچ گئی اور اس بھگدڑ کے نتیجے میں فرعون کی قوم کے پچاس ہزار آدمی مر گئے، گویا حق کو فتح مبین حاصل ہوئی اور باطل کو شکست فاش کا منھ دیکھنا پڑا، جس دن یہ واقعہ رونما ہوا وہ دن امت موسیٰ کے لیے یوم زینت ہے، یوم عید ہے، اب تشبیہ و مطابقت ملاحظہ فرمائیں، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

امت محمدی نے ماہ رمضان میں اپنے نفس کا قتل عام کیا ہے، نفس امارہ کو مار مار کر یہ کہا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ۔ رب کے حکم کے مطابق، صرف رب کی رضا کے لیے ہمیں روزہ رکھنا ہے، بھوکا بھی رہنا ہے اور پیاسا بھی رہنا ہے، چاہے دھوپ کی تمازت پچاس یا ساٹھ ڈگری کیوں نہ ہو جائے ہمیں رب کی اطاعت میں صوم کی پابندی کرنی ہے، ہمیں نفس کو مار کر، نفس کو شکست فاش دے کر فتح و کامرانی سے سرفراز ہونا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماہ صیام میں مسلمانوں کے ایمان میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے، یوم عید الفطر میں باغ ایمان کو شگفتگی حاصل ہوتی ہے۔

کیا ایسے اہم واقعے میں مسلمان عید نہ منائیں؟ سرور و انبساط سے سرشار نہ ہوں؟ ایک دوسرے کو مبارک بادیاں پیش نہ کریں؟ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے عید گاہ میں اجتماعی طور پر دو رکعت نماز نہ پڑھیں؟ ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ نہ کریں؟ بے شک رب کے انھیں انعامات کی خوشی میں عید کے دن ہم عمدہ اور اچھے لباس پہنیں، عطر سے خود کو معطر کریں، عید گاہ میں دو رکعت نماز پڑھیں، خطبہ سنیں، نماز سے فارغ بقیہ ص ۲۳ پر

اسلامیات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

اسلام! عدل وانصاف کے آئینے میں

اسلامیات

لفظ اسلام میں سلامتی کا مادہ پوشیدہ ہے اور سلامتی عدل پر منحصر ہے، جس سوسائٹی میں عدل کا دور دورہ ہوگا وہاں سلامتی اور امن کا قیام ہوگا، اسلام کے تعلق سے مغربی اور استعماری میڈیا نے منفی پروپیگنڈہ کر رکھا ہے، ایک طویل عرصہ سے یہ سلسلہ جاری ہے، اسلام کو بدنام کرنے کے لئے نئی نئی اصطلاحات وضع کی گئی ہیں، جن میں قدامت پسندی، بربریت، دہشت گردی جیسی غیر انسانی اصطلاحات بھی شامل ہیں، خواتین کو گھروں میں قید رکھ کر ان پر ظلم کرنا اور ان کو تعلیم وترقی کے مواقع سے روکنا، غیر مسلموں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنا وغیرہ الزامات بھی اسلام پر لگائے جاتے رہے ہیں، یہ منفی پروپیگنڈہ اور الزامات اس لئے نہیں لگائے گئے ہیں کہ الزام لگانے والے اسلام کی سچائی اور اس کی انسانیت پر مبنی تعلیمات سے ناواقف ہیں بلکہ یہ اور اس طرح کی تمام منفی باتیں جان بوجھ کر کی جاتی رہی ہیں، ان کا مقصد اسلام کے نظام عدل سے عوام کو ناواقف رکھنا اور ان کو قبول اسلام سے روکنا ہے، اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے اہل مغرب نے نہ معلوم کیسے کیسے ہتھکنڈے اپنائے ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، اختلافات کو ہوا دینے کے لئے ایمان فروشوں کو خریدا ہے، عوام کے پر خود دہشت گردانہ حملے کئے ہیں، مسلم ممالک پر بے بنیاد الزامات لگا کران پر بمباری کی گئی ہے، اس کی تازہ مثال افغانستان اور عراق ہیں، اسلام کی تصویر بگاڑنے میں تھوڑا بہت ہاتھ خود مسلمانوں کا بھی ہے، سقوط خلافت کے بعد مسلمان اس طرح منتشر ہوئے کہ اپنا سب کچھ بھول گئے، اسلام جیسے سیدھے سچے دین کو معمہ بنا دیا، اس میں اتنے اختلافات پیدا کئے کہ آج کا تعلیم یافتہ نوجوان یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ کدھر جائے، فرقوں کے اختلافات عداوت میں تبدیل ہو گئے، مسلمان خود اسلام کی تعلیمات سے کوسوں دور ہو گئے اور ہوا کے رخ پر چلنے لگے، فکری زوال نے عملی پستی کے غار میں دھکیل دیا، اس سے بڑا اور المیہ کیا ہوگا کہ موجودہ دور میں اسلام اپنی مکمل شکل میں زمین کے کسی حصہ پر نافذ نہیں ہے۔

انسان اللہ کی مخلوق ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ظلم وناانصافی کی تعلیم دے (اللہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں۔آل عمران:۱۸۲) اس کی صفات میں رحمت و رافت کا عنصر ننانوے فیصد ہے، وہ اپنے بندوں سے ان کی ماؤں کی مقابلہ زیادہ محبت کرتا ہے، وہ اپنے نافرمان بندوں پر بھی رزق کے دروازے بند نہیں کرتا، وہ باغی بندوں کو بھی دنیا سے مستفید ہونے کے مواقع عطا کرتا ہے، اس کا سارا نظام رحمت کے ستونوں پر قائم ہے، لہٰذا ایسے دین اور اس کی کتاب نیز اس کے پیغمبر پر ظلم و بربریت کا الزام لگانا ایک مضحکہ خیز عمل نہیں تو اور کیا ہے؟

سارے انسان قابل احترام ہیں، ان کا یہ احترام صرف ان کے انسان ہونے کی بنیاد پر کیا جائے گا، ان کا کوئی جرم ان سے اس حق تکریم نہیں چھین سکتا، چاہے وہ خالق کا ہی انکاری کیوں نہ ہو؟ کسی غیر مسلم کے ساتھ بھی ذلت آمیز سلوک نہیں کیا جائے گا، اس کو گالی دینا اسی طرح گناہ ہے جس طرح ایک مسلمان کو گالی دینا، غیر مسلم مریضوں کا علاج ان کے افلاس کا تدارک اور ان کی جان کی حفاظت ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، ان کے معابد کو نہیں گرایا جائے گا، ان کو اپنے عقیدے کے مطابق مراسم عبدیت ادا کرنے دیئے جائیں گے، ان کی اپنی زندگی میں کسی قسم کا دخل نہیں دیا جائے گا۔

یہ وہ ہدایات ہیں جو ایک اسلامی مملکت کے فرمان رواں کو دی گئی ہیں، اسلام کے نظام انصاف کی دوسری بنیاد اس کا یہ

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے سابق پرنسپل ہیں۔

عقیدہ ہے کہ تمام انسان حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں، اسلام یہ کہتا ہے کہ تمام انسانوں کے ساتھ ہمدردی وغمخواری کا سلوک کرنا چاہئے، سب کے ساتھ رحمت وشفقت کے ساتھ پیش آنا چاہئے، اگر انسان لوگوں پر رحم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا، پیارے نبی ﷺ نے حکم دیا "تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا"، یہی بات آپ نے دوسرے الفاظ میں یوں بیان کی ہے جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

آج مغرب کی جو طاقتیں خود کو انسانیت کی علم بردار کہتی ہیں اور امن کے نوبل انعام تقسیم کرتی ہیں، ان کی ظالمانہ کارروائیوں سے کون واقف نہیں ہے، طالبان پر امریکی ٹاورز پر حملہ کا الزام لگا کر افغانستان کو تباہ کر دیا گیا، صدام حسین پر خطرناک ہتھیاروں کے ذخیروں کا الزام لگا کر عراق میں تقریباً دس لاکھ انسانوں کا قتل عام کیا گیا اور اس وقت سرزمین مقدس فلسطین میں ان طاغوتی طاقتوں نے بچوں، عورتوں، بوڑھوں، بیماروں، اسکولوں، اسپتالوں اور رہائشی علاقوں پر تباہ کن بمباری کر کے انھیں کھنڈر میں تبدیل کر دیا ہے، اسلام کے علاوہ تمام مذاہب کا انصاف ان کے ہم مذہبوں تک محدود ہے، ان کے ہم مذہب کا اگر کسی غیر مذہب کے ساتھ تنازعہ ہو جائے تو انصاف اپنے منہ پر مذہبی عصبیت کی پٹی باندھ لیتا ہے، ہندوستان پر انگریزوں کے دور حکومت میں اس طرح کے فیصلوں کی ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں جبکہ مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ دور حکومت کی ایک بھی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

◆◆◆

ص ۲۱ ر کا بقیہ..

ہونے کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کریں، ایک دوسرے کو تہنیتیں پیش کریں تا کہ عید مبارک کے کلمے سے فضا گونج اٹھیں۔

نماز سے فارغ ہو کر اجتماعی طور پر دعا مانگیں، خصوصی طور پر ملک عزیز میں امن کی بحالی اور پوری دنیا میں مسلم قوم کے جان ومال وایماں کی حفاظت کے لئے اپنے رب سے دعا کریں، خاص طور پر ان مواقع پر اللہ کسی دعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا، ان شاء اللہ آپ اپنے گھروں کو مغفور ہو کر لوٹیں گے اور خود کو بامراد اور کامیاب وکامراں پائیں گے۔ ؎

حامل نور راحت ہے عید سعید
رب عالم کی نعمت ہے عید سعید
عینی اعلان کرتے ہیں ہر سو ملک
یوم انعام ورحمت ہے عید سعید

◆◆◆

ص ۲۵ ر کا بقیہ..

داس کا اس اہم معاملے پر کچھ نہ لکھنا ہی اس بات کو صاف کر دیتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ تاریخ میں ہوا ہی نہیں تھا۔

جس زمانے میں بابری مسجد تعمیر ہوئی اس وقت تلسی داس کی عمر تقریباً 17 سال رہی ہوگی، کیوں کہ تلسی داس 1511 عیسوی میں پیدا ہوئے جب کہ بابری مسجد 1528 عیسوی میں تعمیر ہوئی اس حساب سے تعمیر مسجد کے وقت تلسی داس کی عمر سترہ سال بنتی ہے، سترہ سال کا لڑکا اتنا ناسمجھ نہیں ہوتا کہ اتنے بڑے حادثے کی اسے خبر ہی نہ ملی ہو۔ 1554ء میں تلسی داس نے رامائن لکھنا شروع کی، اس وقت تلسی داس 43 سال کے پختہ عمر شخص تھے جب کہ بابری مسجد کو بنے ہوئے 26 سال ہو چکے تھے، اس وقت یقیناً ایودھیا میں ایسے سیکڑوں لوگ موجود رہے ہوں گے جنہوں نے بابری مسجد کو بنتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا، اگر واقعتاً مسجد رام مندر توڑ کر بنی ہوتی تو وہ لوگ تلسی داس سے اس واقعے کا ذکر ضرور کرتے اور تلسی داس اسے رامائن میں ضرور لکھتے تا کہ آنے والی نسلوں کے لیے سند رہے، لیکن کسی ہندو نے ایسا کہا نہ تلسی داس نے ایسا لکھا، کیوں کہ ایسا کچھ کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ بابری مسجد نہایت دیانت داری کے ساتھ ایک صاف ستھری زمین پر بغیر کسی مندر کو توڑے تعمیر ہوئی جس پر اس عہد کے ہندو پنڈتوں اور ہندو عوام کی خاموش گواہی بھی چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

بابری نامہ

احساس وطن

بابری مسجد 1528 عیسوی میں اجودھیا (موجودہ ایودھیا) میں تعمیر ہوئی۔ بابر کے کمانڈر میر باقی نے مسجد تعمیر کرائی اور اسے اپنے بادشاہ بابر کے نام سے موسوم کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب سلطنت مغلیہ کے بانی ظہیر الدین محمد بابر نے ابراہیم لودی اور رانا سانگا کو کراری شکست دے کر سلطنت مغلیہ کی بنیاد رکھی تھی، بابر کی عمر نے زیادہ وفا نہیں کی، سلطنت کی داغ بیل ڈالنے کے چوتھے سال 1530 میں بابر کا انتقال ہو گیا۔ یعنی بھارت میں بابر نے قریب چار سال ہی گزارے، ان چار سالوں میں بابر نے چار بڑی جنگیں لڑیں جن میں جنگ پانی پت، جنگ خانوا، جنگ چندیری اور جنگ گھاگھرا شامل ہیں، یعنی بابر کے چار سالہ قیام ہند کا اکثر وقت جنگوں ہی میں گزرا، لیکن بابر کی جنگی مہارت نے چار سال ہی میں اسے ایک بڑے رقبے کا بادشاہ بنا دیا تھا۔

سن 1530 میں بابر کا محض 48 سال کی عمر میں انتقال ہو گیا، لیکن کسی ہندو راجا نے بھی یہ الزام نہیں لگایا کہ بابری مسجد کسی مندر کو توڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس زمانے کے کسی ماخذ و مصدر میں بھی اس چیز کا تذکرہ نہیں ہے، بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشیں ہوا۔ لیکن دس سال بعد ہی شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو ہرا کر سلطنت پر قبضہ جما لیا، اس طرح تقریباً پانچ سال تک مغل تک سلطنت ہندوستان سے غائب رہی، اگر بابری مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی ہوتی تو ان پانچ سالوں میں یہ بات ضرور سامنے آتی کیوں کہ مغل راج ختم ہو چکا تھا اور اقتدار مغل حکومت کے دشمنوں کے پاس تھا مگر ان پانچ سالوں میں بھی ایسی کوئی سُن گُن ہندو سماج میں نہیں تھی۔

ابتدائی مشکلات اور آزمائشوں سے جوجھنے کے باوجود جلال الدین محمد اکبر نے سلطنت مغلیہ کو طاقت ور بنایا۔ سر اٹھانے والے مقامی راجاؤں کو بری طرح شکست دے کر اپنا دبدبہ قائم کیا۔ اکبر ہی وہ بادشاہ بنا جس نے باپ دادا کے خلاف جا کر مذہب سے زیادہ سلطنت کو ترجیح دی جس کی بنا پر ہندو راجاؤں کی بیٹیوں سے بغیر قبول اسلام شادیوں کا چلن شروع کیا، اکبر کی دین بیزاری اس وقت انتہا کو پہنچ گئی جب اس نے مذہب اسلام کے مقابلے ایک نیا دین، دین الٰہی جاری کیا۔ اپنی بیوی جودھا بائی کی محبت میں گھر کے اندر مندر بنایا، ہر صبح جھروکہ درشن کے نام پر بت پرستی شروع کی۔ یہی وہ وقت تھا جب اکبر کے دربار میں ہندو راجاؤں، پنڈتوں کو رسوخ اور اونچا مقام ملا، دربار اکبری کے نورتنوں میں چار لوگ ہندو تھے، جن میں راجا ٹوڈرمل، راجا مان سنگھ، راجا بیربل اور تنو مشرا عرف تان سین، ان لوگوں کو دربار اکبری میں نمایاں ترین مقام حاصل تھا اگر واقعی بابری مسجد مندر توڑ کر بنی ہوتی تو ہندو راجاؤں کے لیے اکبر جیسے بد دین سے اپنی بات رکھنا اور مندر کا مطالبہ کرنا سب سے آسان تھا لیکن حیرت کی بات ہے کہ ایک بھی راجا یا پنڈت نے اس موضوع پر اکبر سے کبھی کوئی شکایت کی نہ مطالبہ کیا۔

یہاں تک کہ کبھی کسی نے اس بات کا ذکر تک بھی نہیں کیا کہ بابری مسجد مندر کی جگہ بنی ہے، سمجھ نہیں آتا کہ وہ سارے ہندو راجا اور گیانی پنڈت جاہل تھے یا حد سے زیادہ ڈرپوک کہ اکبر جیسے دین بیزار سے بھی یہ بات نہ کر سکے؟ بادشاہ اکبر سے جہاں گیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے تک سلطنت مغلیہ پوری آن بان اور دبدبے کے ساتھ چلتی رہی، حضرت اورنگ زیب کے انتقال [1707] کے بعد مغل اقتدار کمزور ہوتا گیا یہاں تک کہ 1803 میں ہندوستان پر انگریز قابض ہو گئے، بس علامتی طور پر بادشاہت باقی رہی، آخری مغل تاج دار بہادر شاہ ظفر [1862ء]

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

کی زندگی ہی میں 1857 میں مغل سلطنت کا مکمل خاتمہ ہو گیا، اس خاتمے تک بھی کسی ایک ہندو مؤرخ نے بابری مسجد پر کوئی دعویٰ کیا نہ مندر ہونے کا کوئی قضیہ سامنے آیا، حالانکہ اس وقت تک بابری مسجد کو بنے ہوئے تقریباً 334 سال ہو چکے تھے۔

مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر [1542–1605ء]

تمام مغل بادشاہوں میں سب سے زیادہ لبرل اور آزاد خیال واقع ہوا تھا۔ کچھ اس کی ناخواندگی اور کچھ درباری علما کے نفاق، حرص اور طمع نے اسے مذہب بیزار بنانے میں اہم رول ادا کیا۔ اکبر کے تبدیلی مزاج میں اس کی چوتھی بیوی ہرکھا بائی (یہی خاتون جودھا بائی کے نام سے مشہور ہے) نے بھی اہم رول ادا کیا۔ ہرکھا بائی آمیر کے راجا بھارمل سنگھ کی بیٹی تھی، یہی وہ خاتون ہے جو اکبر سے شادی کے باوجود ہندو دھرم پر ہی قائم رہی، جس کی بنیاد پر اکبر کا رجحان ہندو مذہب اور بت پرستی کی جانب بھی بڑھتا گیا، ہندو مذہب میں دل چسپی کے باعث اکبر نے ہندوؤں کے مقدس گرنتھ رامائن اور مہابھارت کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا، دربار میں مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کو عہدے دیے۔ ہندوؤں کی خوش نودی کی خاطر جزیہ کا قانون ختم کیا۔ ہرکھا بائی [جودھا بائی] کی محبت میں شہنشاہ اکبر اس قدر فریفتہ تھے کہ انہوں نے گائے کا گوشت تک کھانا چھوڑ دیا تھا۔

اکبر ہی کے زمانے میں ہندو مذہب کے دو بڑے فاضل اور اعلی درجے کے مذہبی مزاج رکھنے والے افراد موجود تھے، ایک تان سین [1500–1589] تھے جو اکبر کے نو رتنوں 036 میں شامل تھے جب کہ دوسرے سورداس [1478–1583] تھے جو ایک معروف موسیقار اور شری کرشن کے بڑے بھکت تھے۔ تانسین کی طرح بادشاہ اکبر سورداس کے بھی بڑے مداح تھے۔ یہاں تک کہ صرف سورداس کے بھجن سننے کے لیے متھرا تک کا سفر کیا اور سورداس کو بڑے انعام واکرام سے بھی نوازا۔ ہندو مذہب میں اکبر کی غیر معمولی دل چسپی اور ہندو باباؤں سے اکبر کی مثالی وابستگی کے باوجود کسی ایک ہندو رشی مُنی نے کبھی بھی یہ شکایت نہیں کہ آپ کے دادا بابر نے ہمارے بھگوان رام کا جنم استھان توڑ کر مسجد بنائی ہے۔ اگر کسی ہندو بابا نے جھوٹ موٹ بھی یہ شکایت کی ہوتی تو اکبر جیسا بادشاہ پہلی فرصت میں بابری مسجد ہندوؤں کو سونپ دیتا، لیکن تانسین سے لے کر سورداس تک، مان سنگھ سے لے کر بیربل تک سارے ہندو راجا اور پنڈت خاموش تھے۔

اس کا مطلب صاف ہے کہ ان کی نگاہ میں ایسا کوئی معاملہ سرے سے تھا ہی نہیں جس کی شکایت وہ اکبر سے کرتے۔ کوئی اور کرتا نہ کرتا لیکن اکبر کی بیوی ہرکھا بائی ضرور اکبر سے یہ کام کراتی کہ جو بیوی اکبر سے گائے کا گوشت چھڑا سکتی تھی وہ اپنے مندر کا مطالبہ کیوں نہیں کر سکتی تھی؟ اکبر ہی کے زمانے میں مشہور ہندو رشی سوامی تلسی داس [1511–1623ء] بھی موجود تھے۔ تلسی داس سوروں ضلع کاس گنج کے رہائشی تھے۔ تلسی داس ہی نے شری رام چندر کی سوانح عمری (Biography) لکھنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس کام کا آغاز تلسی داس نے ایودھیا ہی میں کیا۔ سن 1554 عیسوی میں رامائن لکھنا شروع کی۔ دو سال سات مہینے چھبیس دن میں یہ کام مکمل ہوا اور 1556 عیسوی میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ اسی گرنتھ کا نام "رام چرت مانس" ہے اور عوامی طور پر اسے رامائن کے نام سے جانا جاتا ہے۔

رامائن سات کانڈ [ابواب] پر مشتمل ہے، لیکن کسی ایک باب میں بھی تلسی داس جیسے رام بھکت نے اس بات کی صراحت تو کیا، اشاروں میں بھی ذکر نہیں کیا کہ بابری مسجد رام جنم استھان اور مندر توڑ کر بنائی گئی ہے۔ جب کہ اس وقت بابری مسجد کو بنے ہوئے 26 سال ہی ہوئے تھے، اگر واقعی مسجد مندر توڑ کر بنی ہوتی تو تلسی داس اس حادثہ کا ذکر اپنی کتاب میں ضرور کرتے۔ چھبیس سال کا زمانہ کوئی بڑا زمانہ نہیں ہوتا کہ لوگ پوری طرح بھول جائیں، خصوصاً ایسے حادثات کو تو لوگ صدیوں تک نہیں بھولتے، تو تلسی داس جیسے رام بھکت گیانی پنڈت سے یہ امید کون کر سکتا ہے کہ وہ اس حادثہ کو بھول گیے ہوں گے یا مغل بادشاہ کے خوف سے چھوڑ دیا ہوگا؟ وہ بھی اکبر جیسا بادشاہ، جو ہندو مذہب کے بہت قریب اور اسلام سے بہت دور تھا۔ تلسی بقیہ ص ۲۳ ر پر

از: مفتی مشتاق احمد امجدی*

انسانی زندگی پر موبائل فون کے مضر اثرات

یہ بات چھوٹے بڑے ہر کسی پر روز روشن کی طرح ظاہر وعیاں ہے کہ اسمارٹ فون اس زمانے کی جدید ٹیکنالوجی کی پیداوار میں سے ایک ہے نیز اس کی افادیت اور اہمیت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی افادیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ موبائل فون کی ایجاد نے انسانی زندگی کا رخ ہی بدل دیا ہے، جب موبائل فون کا ایجاد ہوا تب یہ نو ایجاد فون اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ اسے ہاتھ میں لے کر اِدھر اُدھر جانا مشکل تھا نیز ہر جگہ اس کا نیٹ ورک نہیں پکڑتا تھا بلکہ اسے دوکان یا مکان میں کسی خاص جگہ رکھنا پڑتا اور اسے جہاں متعین کیا جاتا بات کرنے والے کو اسی جگہ جانا پڑتا اور یہ سامان اتنی بیش قیمت کہ صرف امرا اور مالداروں اور رئیس وزمینداروں کے پاس ہی ہوتا تھا اور عام شہری کی دسترس سے قطعاً باہر ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ شروع زمانے میں ایک محلہ میں کسی ایک کے پاس ہوتا اور پورا محلہ اسی سے اپنے متعلقین سے بات چیت کیا کرتے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے موبائل فون انسانی زندگی پر مسلط ہو گیا اور اب تو انسانی زندگی پر ایسا راج کرنے لگا ہے کہ تاجر سے مزدور تک اور امیر سے لے کر غریب تک ہر چھوٹے بڑے کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی اور اسپیشل موبائل فون موجود ہیں، کاروباری سرگرمیاں ہوں یا عزیز واقارب سے رابطے موبائل فون کے بغیر اس کا کوئی تصور ہی نہیں حتی کہ اس کے بغیر انسان خود کو ادھورا اور بے چین محسوس کرنے لگا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس زمانے میں موبائل فون کے استعمال کا رجحان اس قدر زور پکڑ چکا ہے کہ دنیا میں انسانوں کی تعداد کم اور موبائل کی تعداد کئی گنا بڑھ رہی ہے۔

یہ بھی ایک مسلم الثبوت اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی چیز اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ اس کا استعمال اسے اچھی یا بری بنا دیتا ہے، موبائل فون کو بھی اس زاویہ سے دیکھا جائے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ موبائل فون کی ایجاد نے تو عام انسانی زندگی اور اس کے معمولات کو آسان بنا دیا اور کئی طرح کی آسانیاں پیدا کردی گویا یہ انسانی ضرورت کی تکمیل کرنے والی چیز تھی مگر اس کے غیر ضروری استعمال نے آج ہمیں سخت دشواریوں، طرح طرح کی بے چینیوں اور بے پناہ اخلاقی اور سماجی پستیوں میں ڈھکیل دیا ہے۔

موبائل فون کے بے جا اور غلط استعمال کے نقصانات انسانوں کی نہ صرف کسی خاص نوع مثلاً مرد یا عورت، بچے یا بوڑھے، جوان یا بزرگ یا انسانی زندگی کے کسی خاص شعبہ سے متعلق نہیں بلکہ جملہ نوع انسان کے تمام افراد اور ہماری زندگی کے تمام شعبہ جات اس کی لپیٹ وچپیٹ میں ہیں جس کے نقصانات حدوشمار سے باہر ہیں۔

آج ہمارے معاشرہ میں چھوٹے بڑوں کا ادب واحترام اور شفقت وملائمت، فحاشی وعیاشی اور رشتوں کی ناقدری خصوصاً نسل نو میں بے حیائی اور عریانی اور اخلاقی تباہی وبربادی میں جو غیر معمولی حد تک اضافہ دیکھا جارہا ہے یہ بھی اسی نو ایجاد اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے بے جا اور غلط استعمال کا ہی نتیجہ ہے، خاص طور پر ہماری بیٹیوں میں جو شرم وحیا کا فقدان، بے حیائی وبے پردگی اور عریانیت وفحاشی عام سے عام تر ہوتی جارہی ہے اس کی ایک بنیادی وجہ موبائل فون کا غیر ضروری استعمال ہے ورنہ آج سے ایک دو دہائی پہلے جب اس کا استعمال کافی حد تک بقدر ضرورت اور محتاط طریقہ پر ہورہا تھا تب ہماری بیٹیاں موبائل فون کے مذکورہ نقصانات سے کافی حد تک دور تھیں اور وہ عفت وپاک دامنی، شرم وحیا اور اخلاق وکردار کی پیکر تھیں مگر جیسے جیسے اس کے

* مضمون نگار ازہری دارالافتاامام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

استعمال میں بے احتیاطی شروع ہوئی اس کے نقصانات بھی شروع ہوگیے اور اب عالم یہ ہے کہ ہر گھر فحاشی وعیاشی کا اڈہ بنا ہوا ہے، عفت مآب کنواری لڑکیوں سے شرم وحیا کا زیور اتر چکا ہے، محرم وغیر محرم میں فرق وتمیز عنقا ہوتا جارہا ہے جس کے منفی اثرات آئے دن دیکھے جارہے ہیں۔

اس حوالے سے ماضی اور حال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پہلے گھروں میں Landline یا telephone ہوا کرتا تھا، باشعور اور باغیرت گھروں میں جوان عورتوں بالخصوص کنواری بیٹیوں کو تاکید کی جاتی تھی کہ فون آنے پر خود فون نہ اٹھائیں بلکہ گھر میں موجود بڑی عمر کی خواتین جیسے والدہ یا دادی وغیرہ کو دے دیں نیز ضرورت پڑنے پر جوان بچیاں اپنے والدین سے پوچھ کر اپنی کسی خاص سہیلی کو فون نمبر دیا کرتی تھیں جس پر کسی کو کوئی تردد نہیں ہوتا تھا مگر اس وقت کا حال معلوم کرنا چاہیں تو کچھ عرض کرنے یا لکھنے کی قطعی حاجت نہیں کہ سب کچھ عیاں ہے اور عیاں راچہ بیاں، یقیناً اسمارٹ فون کے حوالے سے ماضی اور حال میں بہت واضح اور نمایاں فرق ہے مثلاً:

- پہلے گھروں میں ایک فون ہوا کرتا تھا اور اب ایک گھر میں جتنے ممبر اتنے فون۔
- پہلے فون آنے پر ہر کوئی فون نہیں اٹھا سکتا تھا مگر اب تو ہر کسی کے پاس جدا فون آیا کرتا ہے۔
- پہلے کنواری لڑکیوں کو تنہائی میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور اب فون پر بات کرنے سے روکنا تنگ نظری اور دقیانوسی خیال تصور کیا جاتا ہے۔
- پہلے بچیاں والدین کو پوچھ کر کسی سہیلی کو نمبر دیتی تھیں اور اب کسی سے پوچھنا اپنی آزادخیالی کے سراسر خلاف تصور کیا جاتا ہے۔

ہماری بچیوں میں پیدا شدہ اس بڑے بدلاؤ کا شرعی حل یہ ہوسکتا ہے کہ گھر کی بچیوں کو شروع سے ہی اسمارٹ فون سے دور رکھیں وقت ضرورت سادہ فون دیں اور کڑی نگرانی رکھیں، وقتاً فوقتاً موبائل میں محفوظ نمبرات کی جانچ کریں اور تاکید کریں کہ اگر کسی سے بات چیت کرنی ہو تو گھر والوں کی موجودگی میں بات کریں، تنہائی میں ہر گز بات کرنے کی اجازت نہ دی جائے، یاد رکھیں یہ ہمارا اخلاقی فریضہ بھی ہے اور دینی وشرعی ذمہ داری بھی جو خود ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر گھر کے مردوں کو عطا فرمائی ہے چناں چہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته۔ یعنی تم میں سے ہر کوئی نگراں ونگہبان ہے اور ہر کسی سے اپنی نگرانی کے متعلق سوال ہونا ہے۔"

[صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن، ج ۱/ص: ۱۲۲]

اور جو ذمہ دار اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرے اور اس کی رعیت میں اس کے ماتحت گناہ وفسق میں مبتلا ہوں اور یہ حسب طاقت وقدرت منع نہ کرے شرعاً ایسا نگراں وسرپرست "دیوث" اور سخت سزا و وعید کا مستحق ہے، چناں چہ حضرت سالم بن عبد اللہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم ثلاثة لا ینظر اللہ عزّ و جلّ إلیهم یوم القیامة: العاقّ لوالدیه، والمرأة المترجّلة، والدّیّوث۔ (۲) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین لوگوں کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر نہیں فرمائے گا (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورت (۳) دیوث۔"

[سنن نسائی، کتاب الزکوۃ، باب المنان بما اعطی، ج: ۱، ص: ۲۷۵]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم قال: ثلاثة قد حرم اللہ علیهم الجنة مدمن الخمر، والعاق و الدیوث الذی یقری فی اهله الخبث۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ (۱) دائمی شرابی۔ (۲) ماں باپ کا نافرمان۔ (۳) اور "دیوث" یعنی جو اپنے

بیوی بچوں میں بے حیائی برداشت کرتا ہے۔"

[مشکوۃ المصابیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربھا، ص:۳۱۸]

شیر خوار بچوں پر فون کے مضر اثرات

اکیسویں صدی کے مواصلاتی نظام نے جہاں اپنے فوائد کا لوہا منوالیا ہے وہیں کم سن بچوں پر اخلاقی وذہنی تخریب کاری میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، یہ اس صدی کا سب سے بڑا اخلاقی خسارا ہے۔ نظر اٹھائیے تو آپ کو چہار جانب اس وبا کے ضرر رساں آثار دکھائی دیں گے اور یہ معلوم ہوگا کہ گزشتہ چند سالوں سے اب تک اسمارٹ فون نسلِ نو کے ذہن ودماغ پر اس قدر حاوی ہے کہ نئی نسل کا بچہ بچہ اس کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے، ایسے میں نسلِ نو کو شرمندۂ خطا ٹھہرانا بھی درست نہیں کہ اُن کا میلان خیر وشر کی جانب والدین سے اچھی اور بری تربیت کے حصول پر منحصر ہے اگر والدین عملی میدان میں اپنی اولاد کی بہترین نگہداشت کریں تو گوہر مقصود سے بازیاب ہو جائیں، حضور نبی اکرم ﷺ کے ہادیانہ ارشادات رہنمائے حیات ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"مانحل والد افضل من ادب حسن۔ یعنی کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے۔" [مشکوۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ]

مگر افسوس کہ والدین میں بیشتر ایسے مربیان ہیں جو اولاد کے تربیتی آداب ورموز سے آشنا نہیں چہ جائیکہ وہ انہیں جامۂ عمل سے آراستہ کریں اور اولاد کی بہترین تربیت کرسکیں، یقیناً آج نت نئے ایجادات کے دور میں کم سن بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد فون کی عادی بنتی جارہی ہے ایسی سینکڑوں مثالیں عالم مشاہدہ میں پیش نظر ہیں کہ والدین نے اپنی عدم توجہی کی بنا پر بچپن ہی سے ہاتھ میں فون تھما دیا جس کے سنگین نتائج سامنے آئے۔ شروع اس کی سنگینی کا احساس نہیں ہوتا مگر بڑھتی عمر میں اولاد کی بے راہ روی دیکھ کر جس وقت والدین کی آنکھیں کھلتی ہیں اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے اور پھر ان بگڑتے ماحوال اور ایسے اخلاقی جرائم میں مبتلا ہونے والے اطبا، حکما اور عاملین کے پاس جاجا کر اپنی اولاد کے گلے شکوے اور علاج کی تدبیری راہیں تلاش کرنے لگتے ہیں اور آخر تھک ہار کر کف افسوس ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یاد رہے یہ وبا کسی خاص شہر یا مخصوص قصبہ یا معین ضلع یا ریاست کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمی بیماری ہے، اس پھیلتی وبا کا واحد حل شرعی تقاضوں کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہے تاکہ والدین اپنی اولاد کی اعلی سطحی اور مزاج شریعت کے موافق سودمندانہ تربیت کر کے انہیں حسن اخلاق کا مجسمہ بنائیں اور بچپن ہی سے انہیں موبائل فون سے دور رکھ کر طبی ذہنی نقصانات سے بچائیں۔

جوانوں پر فون کے سحر انگیز اثرات

تعمیری پہلو کے علاوہ موبائل فون تباہی کا بھی باعث ہے، اس فون نے سب سے زیادہ جس انسانی طبقہ کو متاثر کیا اور اپنے زیر اثر لیا وہ طبقہ نوجوانوں کا ہے خواہ نوجوان لڑکا ہو یا لڑکی، جی ہاں اس فون نے جہاں کم سن بچوں کو فون کا عادی بنایا وہیں اس فون نے نوجوان نسلوں میں نسوانی حلقہ سے شرم وحیا کا زیور اتار دیا اور مسلمان لڑکیوں کی عفت وپاکدامنی کا جنازہ نکال دیا اور نسل نو میں جوان لڑکے مکمل طور پر موبائل فون کے منفی اثرات میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اسمارٹ فون کے بے جا استعمالات نے نئی نسل کو تہذیب سلف سے اس قدر نا آشنا کر دیا کہ نہ دینِ متین کی طرف رغبت باقی رہی نہ ہی اس کے لیے تگ وتاز کی فکر اور صرف یہی نہیں بلکہ موبائل فون کے بے جا استعمال نے نوجوانوں میں بے حیائی کے خطرناک وائرس کو جنم لیا ہے جو دن بدن ان کے ذہنی اخلاقی کردار کو نہ صرف متاثر کر رہا ہے بلکہ ارتقائی توانائیوں کو تباہ وبرباد کر رہا ہے۔

یہ وہی نوجوان ہیں جن کے اگلوں کی تاریخ دیکھی جائے تو کہیں اُن کی زندگی کے اوراق دینِ حق کی پیروی کا خطبہ پڑھتے نظر آئیں گے تو کہیں ان کی بے لوث کارگزاریوں کے نغمے سناتے دکھائی دیں گے، ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں: ؎

قوم را سرمایہ ای صاحب نظر
نیست از نقد وقماش سیم وزر

مال او فرزند ہائے تندرست
تر دماغ وسخت کوش وچاق وچست

ترجمہ: اے صاحبِ نظر نقدی، لباس اور چاندی سونا قوم کا سرمایہ نہیں، اس قوم کی دولت تندرست بیٹے ہیں جن کے دماغ روشن ہوں اور وہ محنتی اور چاق و چوبند ہوں۔

بلا شبہ اسمارٹ فون کے بے جا استعمال نے ہر چھوٹے بڑے اور مرد و زن سب کو یکساں متاثر کیا ہے جس کی تلافی کی صورت محض شریعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونا ہے اس کے بغیر فون کے اس وبائی فتنہ کے اثرات سے چھٹکارا پالینا خام خیالی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اسمارٹ فون سے ارتداد تک سفر

نظر شرع میں مرتد کا حکم کافر اصلی سے سخت تر ہے اس سے فعل ارتداد کی خباثت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے مگر پچھلے کچھ سالوں سے نوجوان لڑکیاں ایک بڑی تعداد میں دامن اسلام سے نکل کر اس شدید ترین خباثت کا شکار ہو رہی ہیں، اس حساس اور نازک مسئلہ کے اسباب و علل پر پس منظر سے پیش منظر تک طائرانہ نظر ڈالیں تو کئی وجوہات سامنے نکل کر آشکارہ ہوں گی مگر ان میں جہاں آزاد خیالی، والدین کی عدم توجہی اور مخلوط تعلیمی نظام محرک ہیں وہیں بے باک ہو کر اسمارٹ فون کا آزادانہ اور بے جا استعمال بھی فتنہ ارتداد کی ایک بڑی وجہ ہے اسی وجہ سے ایسی مسلم لڑکیاں جن کا کالج سے کوئی واسطہ نہیں وہ بھی اس فتنہ کا شکار نظر آرہی ہیں جس کی ایک وجہ ٹیلی گرام، فیس بک، یوٹیوب، انسٹاگرام جیسے مشہور مواصلاتی اپلی کیشنز ہیں جو نہ صرف بے حیائی پیدا کرتی ہیں، بسا اوقات ایمان کے فساد کا بھی سبب بن جاتی ہیں، ان پلیٹ فارمز پر منظم طریقے سے جہاں بے حیائی کو فروغ دیا جاتا ہے وہیں فتنہ ارتداد کے جال بھی بنے جاتے ہیں، لہٰذا اہم پر ضروری ہے کہ ہم اپنے ارد گرد معاشرتی عائلی تخریب کاری کی سرکوبی کے لیے ہر دم کوشاں رہیں اور مصلحانہ و مؤثر کردار ادا کریں تا کہ ہر چھوٹا اور بڑا اس کے نقصانات اور مضر اثرات سے خود کو بچا سکے اور اوروں کو بھی بچانے میں کامیابی حاصل کرے۔

اسمارٹ فون اور نسل نو میں ضیاع وقت کا بڑھتا رجحان

وقت انسانی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی اثاثہ ہے، کوئی شئے اس کا بدل نہیں ہو سکتی، اس ترقی یافتہ دور جدید میں ہر فرد وقت کی کمی و تنگی کی شکایت کرتا ہوا نظر آتا ہے اور وقت کا دانش مندانہ استعمال کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وقت کی اہمیت پر قرآنی نصوص احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معمولات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ناطق و شاہد ہیں۔

ہمارے معاشرتی ماحول میں ایک طرف جہاں وقت کے قدردان ایک بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں وہیں دوسری طرف وہ طبقہ بھی ہے جو صبح و شام ضیاع وقت کے خسارے سے دو چار ہے، جس کی اصل جڑ و بنیاد اسمارٹ فون کے استعمال میں بے راہ روی ہے، اس بات میں شک و ریب کی گنجائش نہیں کہ جو وقت گزر جاتا ہے وہ پلٹ کر نہیں آتا، ایسے میں اسمارٹ فون کے نشہ نے جو وقت کا زیاں کیا ہے اس کی بھر پائی کیسے ممکن ہے؟ لہٰذا ضروری ہے کہ وقت کی افادیت و اہمیت کو سمجھ کر فون کی زیاں کاریوں سے چھٹکارا پائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مزاج شریعت کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم و حوصلہ ہو۔

اسمارٹ فون کا ازدواجی زندگی پر اثر

ازدواجی تعلقات ہو یا عائلی و معاشرتی رشتہ فون کی زیاں کاریوں نے سب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں جس کی وجہ سے آپسی اپنائیت و رواداری کی حساسیت مردہ ہوتی جا رہی ہیں، دن بدن احساسات فون تک محدود ہوتے جا رہے ہیں۔

ازدواجی بندھن محبت کا حسین سنگم ہے مگر یہ حسین رشتہ بھی موبائل فون کی نظر بد کا شکار ہو چکا ہے۔ نہ وہ پاس ادب رہا نہ وہ زندگی کی خوشیاں رہیں، ہر طرف افراتفری کا ماحول ہے۔ کبھی وہ بیوی جسے صحابیات کے حسین و جمیل کردار کے زیور عمل سے آراستہ کرنا تھا وہی فون کے نشے میں مخمور نظر آتی ہے اور بسا اوقات رفتہ رفتہ ہی سہی مگر مواصلاتی تکنیکی نظام میں عشق بازی کی روداد لکھی جا رہی ہوتی ہے اور نتیجتاً اپنے شوہر سے مطالبہ خلع تک بات پہنچ جاتی ہے، یہی حال غافل شوہروں کا بھی ہے جو فون میں بے جا مشغولیت رکھتے ہیں نہ زوجہ کی دلجوئی کی فکر، نہ والدین کی خدمت کا شعور اور نہ بھائی بہنوں کی خیریت پوچھنے کا بقیہ ص ۳۲ پر

از: مفتی جمیل احمد قادری*

آخر وہ کون تھا

ابھی وہ آیا نہ تھا، مگر گھر والوں میں اس کا چرچا ہونے لگا تھا، اس کے علم و فضل کی باتیں ہونے لگی تھیں، میں نے دیکھا ہے سورج ابھی نکلا نہیں ہوتا، مگر اس کی ضیاپاشیاں ایک عالم کو منور کرنے لگتی ہیں، یہ آنے والا بھی علم و آگہی اور فضل و کمال کا سورج تھا، صرف 68/سال افق حیات پر رہا، مگر دنیا کو ایسا نور دے گیا کہ وادی وادی اور صحرا صحرا اس سے منور ہو گیا، آج وہ ایمان والوں کی شان اور خوش عقیدگی کی پہچان بنا ہوا ہے، ہاں ہاں! میں اسی کی بات کر رہا ہوں، وہ ابھی زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھا تھا، اپنی صورت بھی نہ دکھائی تھی، مگر نظر والے اسے دیکھ چکے تھے۔

والد نے ایک خواب دیکھا اور پریشان ہو گئے اور جب اپنے والد بزرگوار سے اس خواب کا تذکرہ کیا، تو جواب ملا کہ بہت مبارک خواب ہے، منقول ہے کہ:

"جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا، جس کی وجہ سے کچھ پریشانی لاحق ہو گئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی، صبح سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خان، اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے خواب بیان فرمایا، حضرت ممدوح نے فرمایا: بہت مبارک خواب ہے، بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہیں ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، صفحہ 79/امام احمد رضا اکیڈمی)

اور جب پیدائش ہوئی، تو دادا جان نے اپنے پوتے کو دیکھ کر بھی وہی جملہ فرمایا کہ "یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا" چنانچہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن فرماتی ہیں:

"جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والد ان کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے، دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا: یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، ص 78)

اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں، مقتدائے عرب و عجم، آبروئے علم و فن، عاشق خیر الانام، فخر الاعلام، مجدد اسلام، اہل سنت کے امام حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بات کر رہا ہوں، امام اہل سنت کا بچپنا ہے، ننھی سی عمر ہے، ایک مجذوب سے ملاقات کرتے ہیں، مجذوب بھی کیسا، لذت آشنائی سے سرشار، دو عالم سے بیگانہ، ملنے والوں کو دعاؤں کی جگہ گالیوں سے نوازنے والا، گدڑی میں لعل اور آستینوں میں ید بیضا رکھنے والا، اسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی کہ آنے والا تخت و تاج کا مالک ہے، یا کوئی گمنام بوریا نشین! وہ سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکتا تھا، مگر امام اہل سنت کو دیکھا، تو دیکھتا ہی رہ گیا، سرکار اعلیٰ حضرت، خود فرماتے ہیں:

"بریلی شریف میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب اخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے، جو کوئی ان کے پاس جاتا، کم سے کم 50/گالیاں سناتے، مجھے ان کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا، میرے والد ماجد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا، ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا، وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے، مجھ کو بغور 15–20/منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا: صاحبزادے! تم مولوی رضا علی صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں ان کا پوتا ہوں، فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھے اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف

رضویات

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی و سرپرست ہیں۔

اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے، پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو، میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں، قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے۔"

(الملفوظ، ج4/ص 51-50)

دس سال کی عمر شریف ہے، دروازے پر ایک اجنبی آواز دیتا ہے، امام اہل سنت باہر گئے تو کیا ہوا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، آپ کی بڑی بہن فرماتی ہیں:

"اعلیٰ حضرت (کہ ان کی عمر اس وقت 10/برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں، آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: آؤ! آپ تشریف لے گئے، سر پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہوگے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، صفحہ 78)

دنیا والے کسی کے کارناموں کو پہلے دیکھتے ہیں، پرکھتے ہیں اور تب جا کر اس کے قائل ہوتے ہیں، گن گاتے ہیں بلکہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے، کبھی کبھی پوری عمر نا کافی ہوتی ہے۔ مگر امام احمد رضا، تاریخ انسانی میں ایک ایسی منفرد شان کے حامل تھے، کہ ان کی عظمت و برتری کا اعلان وقت سے پہلے ہی ہونے لگا تھا۔ قدرت کی فیاضی اور کرم نوازی ایسی ہی ہوتی ہے۔ ایک صاحب کو تو اعلیٰ حضرت کے انسان ہونے پر ہی شبہ ہونے لگا تھا، انہیں لگا کہ کہیں یہ کوئی فرشتہ تو نہیں، جو انسانی بھیس میں ہمارے درمیان گھوم رہا ہے، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

"ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے، ایک روز کا ذکر ہے، مولوی صاحب کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ، حضور اعلیٰ حضرت کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا، وہ زبر بتاتے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے، یہ کیفیت حضور (اعلیٰ حضرت) کے جد امجد (دادا جان) قطب الوقت، حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور (اعلیٰ حضرت) کو اپنے پاس بلا لیا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا، تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی، زیر کی جگہ زبر لکھ دیا گیا تھا اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا (یعنی اس غلطی کے ساتھ ہی وہ قرآن پاک چھپ گیا تھا اور وہ غلط لفظ کوشش کے باوجود زبان سے نہیں نکلتا تھا) یعنی جو حضور پرنور (اعلیٰ حضرت) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، وہی صحیح تھا۔ حضور (اعلیٰ حضرت) سے حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے، اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ حضور (اعلیٰ حضرت) نے عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا، حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب! اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا، اور دل سے دعا دی، پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا: یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا، حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے اور پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرما دی (یعنی اپنے قلم سے اس غلطی کو درست فرما دیا) انہی کا بیان ہے کہ اس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بار بار پیش آئے۔ تو ایک روز تنہائی میں حضور (اعلیٰ حضرت) سے کہنے لگے صاحبزادے! سچ سچ بتا دو! میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا فرشتہ! آپ نے فرمایا، خدا کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں، اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال ہے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، صفحہ 81)

ایسے سوال تب ہی اٹھتے ہیں، جب کسی کی خوبیاں عقل و فکر کو حیران کر دیں، امام احمد رضا بظاہر ایک انسان تھے، ورنہ فضل و برتری اور اوصاف انسانی کے لحاظ سے دیکھیں، تو وہ امام الانبیا کے معجزہ اور غوث اعظم کی کرامت تھے اور کرامت ہو یا معجزہ اگر عقل انسانی میں آجائے، تو پھر وہ معجزہ یا کرامت ہی کہاں رہ جائے گا؟ یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والوں نے دیکھا، پڑھنے والوں نے پڑھا، سمجھنے والوں نے سمجھا مگر آج تک امام احمد رضا کے

فضل وکمال کا احاطہ نہ ہوسکا، ان کی تحقیقات، علمی برتری، علوم کی گہرائی، فنون کی گیرائی، بیشتر فنون میں حیرت انگیز تعمق، علوم دینیہ ہوں یا عقلیہ، ہر میدان میں امام احمد رضا کے لہراتے پھریرے، انسانی فکروں کو مسحور کر دیتے ہیں، ایک فرد واحد سے اتنے سارے کارناموں کا صدور، سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ آخر کون تھا، یہ کون تھا، یہ کس نے بکھیری تھیں مستیاں، ہر ذرہ صحن باغ کا ساغر بدوش ہے۔

◆◆◆

ص ۲۹ رکا بقیہ.................................

وقت، سب کچھ موبائل فون کے سپرد کر کے ایک نئی دنیا سے وابستگی اختیار کرتا ہے اور ایسے روابط قائم کرتا ہے جن کی دوستی و یاری محض فون تک محدود ہوتی ہے خارج میں اس کا کوئی تصور نہیں ہوتا غرض کہ موبائل فون کے بے جا استعمال نے کشت حیات کو ویران اور معمولات زندگی کو بدحال بنا دیا ہے حتی کہ ایسا شخص اس کا برا انجام جیتے جی دیکھ لیتا مگر" اب پچھتاوے کا ہوت جب چڑیا چُگ گئی کھیت"۔

اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے نقصانات اور مضر اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم افراط وتفریط کو بالائے طاق رکھ کر اعتدال واقتصاد کا دامن تھامیں اور میانہ روی کے ٹریک پر چل پڑیں تا کہ ہمارے معاشرہ کا ہر فرد اور زندگی کا ہر شعبہ اس فتنہ جنجال سے محفوظ رہے۔ واللہ الموفق وھو الھادی الی الحق۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہماری نسلوں کو عقل سلیم کی دولت لازوال سے مالا مال فرمائے اور اسمارٹ فون کے نقصانات اور اس کے مضر اثرات سے جلد نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

◆◆◆

ص ۳۴ رکا بقیہ.................................

وسلم سے محبت کریں۔ اپنی عقیدتوں کا رشتہ محبوب رب العالمین سے استوار کریں۔ انھیں کی پیروی میں نجات ہے۔ انھیں کی راہ چلنے میں عید کی خوشیاں ہیں اور اپنی شناخت بھی۔

برائیوں کا سد باب

فی الوقت مصائب وآلام کی مسلسل یلغار کے کئی اسباب ہیں۔ ملکی سطح پر حالات کا تجزیہ کیجیے۔ الا ماشاء اللہ! مسلم تاجروں میں بھی جھوٹ، مکر وفریب بڑھتا جارہا ہے، شفاف کاروبار کرنے والے کم ہی ہیں، کاروبار میں دھوکہ دہی، تعلیمی اداروں میں رشوت عوامی فلاح کے کاموں میں گھپلا، اپنے منصب سے کوتاہی، اساتذہ کی عدم محنت سے تعلیمی نقصان، اخلاق سوز ماحول، واٹس ایپ، فیس بک وغیرہ کے ذریعے غیر شرعی تعلقات، ناپ تول میں کمی، تجارت میں جھوٹ کا عمل دخل اور ان جیسے عوامل سے معاشرہ گندہ ہوتا جارہا ہے، ماحولیاتی نظام کی بربادی اور ان کی کمزوری، پانی کے زیر آب ذخائر میں کمی، یہ شامتِ اعمال کے نتائج ہیں۔ ان عوامل کے پیش نظر ہمیں اپنی/ معاشرتی اصلاح کی ضرورت کو محسوس کرنا ہوگا۔ معاشرتی خرابیوں کا علاج کرنا ہوگا۔ اولیائے کرام کی راہ چل کر اپنے کردار کو سنوارنا ہوگا۔ حضور امین شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی شریعت کے مطابق گزاری۔

آئیے! عید کی مسرتوں میں دعا کریں کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں غیر شرعی راستے سے بچا کر حضور امین شریعت کی پاکیزہ زندگی کو مشعل راہ بنانے کی توفیق بخشے اور پورا چمن محبت رسول ﷺ کے والہانہ نغموں سے مہک مہک اٹھے، بقول اعلیٰ حضرت: ؎

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

◆◆◆

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

(از: مولانا محمد اشرف رضا قادری*)

عید الفطر اور امین شریعت

شریعت پر استقامت اور اسلامی زندگی گزارنے کا عہد کریں

اسلاف و اخلاف

عید خوشی و شادمانی کا دن ہے، عید اتحاد اسلامی کا دن ہے، جائز طریقے سے خوشیاں بانٹ کر منائی جائے وہی عید ہے، وہ عید نہیں! جو غریبوں اور مظلوموں کی حق تلفی سے منائی جائے، انسانوں کے بنائے ہوئے افکار کے نتیجے میں جو تہوار یا لمحاتِ مسرت تشکیل پائے ان میں انسانی حقوق کی پاس داری عنقا ہوتی ہے، ظلم و جبر کے ساتھ مال و دولت جمع کرنے والے آہوں اور نالوں کے سِروں پر خوشیوں کے جشن مناتے ہیں۔ عصبیتوں کے سوداگر انسانی قبا کو تار کر کے دُنیا کو خوشیوں سے نہیں بھر سکتے۔ ایسے نظام کے بطن سے ظلم و جبر اور تشدد کو راہ ملتی ہے۔ اسلام کا نظامِ خوشی فوز و فلاح کی کلید ہے۔

اسلاف کا طریق مسرت

اسلاف کرام، اولیاے عظام نے سنتوں کے دائرے میں عیدیں منائیں، اپنی خوشیوں میں غریبوں، ناداروں، مفلسوں اور ٹھکرائے ہوؤں کو شامل کیا۔ حضور امین شریعت علامہ سبطین رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ ماہ رمضان میں بہت اہتمام کرتے۔ لوگوں کو خوشیاں تقسیم کرتے۔ پھر جب عید کا چاند طلوع ہوتا تو نہایت سادگی کے ساتھ عید کی تیاریاں کرتے، غریبوں کا خاص خیال رکھتے۔ ان کی ضروریات کے سامان تک مہیا کرواتے۔ ان کی فریادرسی کرتے۔ محلے کے مفلوک الحال مسلمانوں کی مدد فرماتے۔ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین فرماتے، بچوں کا خاص خیال کرتے، انھیں خوش کرتے، تمام معمولات سنت کے مطابق ادا کرتے، کوئی کام خلافِ شرع نہ ہونے پائے اس کا خیال رکھتے۔ ہر کام میں طریقۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے۔

تشدد کی فضائے مسموم

تشدد، دہشت، عصبیت، افتراق: ایسی اصطلاحیں ہیں جن سے دُنیا کی بربادی کا مزاج تشکیل پاتا ہے۔ سرمایہ درانہ نظام نے مدتوں دُنیا کو اپنی گرفت میں رکھا۔ جس کے ذریعے دبے کچلے افراد کو انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ خوشی منانا صرف صاحبِ مال کا حق سمجھا گیا، آسودگی رؤسا کا حصہ سمجھی گئی، غریبوں، مزدوروں کے لیے رنج و غم اور کلفت ہی متصور تھے۔ اسلام نے غریبوں کو سینے سے لگایا، کونین کے تاج دار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے خدائی عطا سے اپنے عظیم اختیارات کے ذریعے دبے کچلے افراد کو خوشی تقسیم کی، ظلم و دہشت سے دوچار افراد کو عظیم حقوق دے کر انھیں اعلیٰ مقام سے نوازا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تشدد کے شکار افراد کی دادرَسی و فریادرَسی کی، دہشت زدہ انسانیت کو دہشت گردی سے نجات دلا کر محبت و شفقت کی فضاے خوش گوار فراہم کی، جہاں آزادی، عدم تشدد اور رواداری کو فروغ ملا، اسلامی رواداری کا نمونہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت نے پیش کیا، امین شریعت کی پوری زندگی اسلامی روایات کی امین رہی۔

حقوق کی پاس داری

ہر ذی حیثیت کو چاہیے کہ وہ اپنے زیرِ دست لوگوں کا جائزہ لے، یہ دیکھے کہ کن کن لوگوں کے کون کون سے حقوق اس کے ذمہ ہیں، سیٹھ مزدور کا حق ادا کرے، مالک نوکر کا حق ادا کرے، امیر غریب کا حق دے، اولاد، والدین و بزرگ افراد کے تقاضے پورے کرے، جن کا کچھ مال لیا یا کھایا ہو اسے فوری ادا کیا جائے، کسی سے قرض لیا ہو تو اسے اللہ کی رضا کی خاطر چُکا دیا جائے: تب کہیں حقوق کی پاس داری کی فکر توانا ہوگی۔ ایک دوسرے

سے اس کے مقام ومنصب کے مطابق سلوک کیا جائے۔ اس طرح کا طرزِعمل رمضان وعید کی حقیقی مسرتیں عطا کرنے کا موجب بنے گا۔

زخموں کی ٹیس

کئی دہائیاں گزریں، امت مسلمہ زخموں سے نڈھال، مصائب وآلام کا شکار ہے۔ جتنی باطل قوتیں ہیں سب متحد ہیں، مقصد مسلمانوں کو ہر اعتبار سے شکست دینا ہے۔ تہذیبی وتمدنی و معاشرتی لحاظ سے پوری دُنیا میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے کئی ممالک کی تاراجی کے بعد اندرونی فتنوں کی مدد سے اسرائیل کو طاقت ور بنایا جارہا ہے۔ اُبھرتے ہوئے مسلم ممالک کو دہشت گرد گروہوں کی تشکیل کرکے مسلسل تباہی کی آگ میں جھونک دیا گیا ہے۔ لاکھوں مسلم زندگیاں داؤ پر لگیں، سہاگ اُجڑے، بچے یتیم ہوئے، عزیز جدا ہوئے، کتنے ہی مفلوج ہوئے، جو بچے وہ افلاس کا شکار بنے جو قوم دُنیا کی امامت کررہی تھی وہ داغِ شکست لے کر غربت کی دہلیز پر سسک رہی ہے۔ اتنے زخموں سے دوچار ہونے کے بعد بھی غافل ہے۔ دُشمن سے بے خبر ہے۔ دینِ عظمت کے حامل اور دُنیا کو شعورِ جہاں بانی عطا کرنے والے کس قدر سوئے سے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ سے فریاد ہے۔ اے گنبد خضریٰ کے مکیں وقتِ مدد ہے۔ پھر وہ صبح نمودار ہو جس کی روشنی میں انسانی عصمتوں کے دُشمن خائب ہوں اور اسلام کی بادِ بہاری سے دلوں کی کلیاں کھلیں اور اخلاق کی عظمت سے مسرتوں کے ہزاروں دیپ طاقِ دل پر روشن ہوں، اسی روشنی کو امام احمد رضا نے پھیلایا اور عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قندیل روشن کی۔

اسلامی سچائی

سب سے بڑی صداقت وسچائی کا نام اسلام ہے، عقائد اسلام کے حامل ہونے کی حیثیت سے ہمیں بگڑی تہذیبوں اور زوال پذیر تمدن کی طرف للچائی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ بلکہ اپنے عظیم وتاریخی ورثے کی طرف لوٹ آنا چاہیے تاکہ مایوس فضاؤں میں اُمید کی کرنیں برآمد ہوں۔ قوم کے نحیف بدن میں صداقت وسچائی کی حرارت دوڑ جائے، یورپ ومغرب نے اسلام پر کئی طرح کے حملے کیے ان میں ایک حملہ مسلمانوں کے اعتماد کا خاتمہ تھا، یاسیت کے اندھیروں میں ہمیں دھکیل دیا گیا، جو قوم اپنے قابلِ فخر ورثے پر نازاں تھی؛ وہ بے یقینی کا شکار ہو بیٹھی۔ یقیں کی منزل سے ہم کنار ہونا اور عزم وحوصلے کے ساتھ بیداری کا مظاہرہ کرنا یہ ہمارے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے؛ جس کی کوشش کرنی چاہیے۔

فرقہ پرستی کے جراثیم

ہند میں اسلام تجار/ اولیاء اللہ سے پھیلا، جنھوں نے شرک زدہ وادی میں توحید ورسالت کے نغماتِ دل آویز کی صدائیں بلند کیں، استقامت کا مظاہرہ کیا، حق تعالیٰ پر ایمانِ کامل کا اظہار کیا اور دل ونگاہ کو معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں جھکایا، اس طرح یہاں اسلام کے کارواں میں شامل ہونے والے امن ویقیں کے شناور بنے؛ محبت واُلفت کے ساتھ دین متین کی قدروں کی حفاظت بھی کی اور اسلام کے دعوتی کاز کو عملاً آگے بڑھایا۔ گرچہ ایک مدت تک مسلم سلاطین کا اقتدار رہا۔ لیکن دلوں پر حکمرانی اولیاء اللہ کی رہی، جن کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوئی۔

جب مسلم اقتدار سمٹا، انگریز حاکم ہوئے تو مسلمانوں کو ظلم و جور کا نشانہ بنایا گیا۔ مسلمان جہاں بانی کے لائق نہ رہیں اس کی طرف توجہ کی گئی۔ اس میں انگریز کی سب سے زیادہ معاونت مشرکین ہند نے کی جن کی فرقہ پرستی سے ایک صدی قبل ہی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" لکھ کر پردہ اُٹھایا تھا اور ہنود سے اتحاد کی مخالفت میں کئی فتاوے صادر کیے تھے پھر آزادی کے بعد اقتدار پر فرقہ پرست ذہنیت کے حامل قابض ہوئے، مسلمان پچھڑتے گئے، ستم کا نشانہ بنائے گئے اور مظلوم ہوتے ہوئے بھی ظالم قرار دیے گئے۔ دہشت زدہ کیے گئے اور دہشت گرد قرار دیے گئے۔

یہ المیہ ہے۔ یہ ٹریجڈی ہے۔ اس کا ازالہ ضروری ہے۔ ازالہ یہی ہے کہ اسلامی احکام پر سختی سے گامزن ہوجائیں۔ اپنی تہذیب سے محبت کریں، اپنے آقا صلی اللہ علیہ بقیہ ص ۳۲ ر پر

از: عباس رضا رضوی*

جانشین تاج الشریعہ! حیات وخدمات

اسلاف واخلاف

ہر دور میں امت مصطفےٰ ﷺ کو کسی نہ کسی رہنما و رہبر کی ضرورت پڑی ہے، اگر لوگوں کو ان کے احوال و کیفیات پر چھوڑ دیا جائے تو معاشرہ اعمال وعقائد باطلہ سے دو چار ہو جائے گا، از یں سبب ہر دور میں قائد کی ضرورت پڑی ہے جو انھیں صراط مستقیم پر قائم ودائم رکھے، خواہ وہ عہد خلفا ہو یا عہد تابعین تمام زمانوں میں مختلف شہروں میں قاضی ہوا کرتے تھے جو اس شہر کے امور مسائل دینیہ کو سنبھالتے اور ان تمام قاضیوں کے اوپر ایک جج ہوتا جسے قاضی القضات کہا جاتا اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے، مختلف دور میں مختلف قاضی القضات ہوئے اور اس دور میں جو قاضی القضات ہیں، وہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین حضور تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری مدظلہ العالی والنورانی ہیں۔

افقہ الفقہا، زبدۃ المتقین، مرشد کامل، شیخ طریقت، وارث علوم اعلیٰ حضرت و جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امت رسول اللہ ﷺ کے ایک بطل جلیل تھے، آپ نے تبلیغ دین اور وسعت مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے تادم زیست کوششیں کی، آپ نے تقریر، تدریس وتصنیف کے ذریعہ خلق خدا کی رہنمائی فرمائی، آپ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آپ کے خلفا ومریدین لاکھوں کی تعداد میں فروغ واشاعت مسلک اعلیٰ حضرت میں عامل کار ہیں، آپ اپنے وقت کے عالم اسلام کے قاضی القضات تھے، آپ وقت کے جید علما ومحدثین کے معلم ومرشد ہیں، آپ کی ذات گرامی سے وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام ومحدثین عظام نے اکتساب فیض کیا، آپ ہمیشہ امور دینیہ میں مشغول رہتے، آپ اپنے وقت کے اتنے بڑے مفتی محقق، مدبر، مفسر، فقیہ ومعلم تھے کہ اس دور میں آپ کا ثانی نظر نہیں آتا۔

حضور تاج الشریعہ کی چھ اولادیں جن میں پانچ صاحب زادیاں اور ایک صاحب زادہ حضور عسجد میاں ہیں، حضور عسجد میاں کی پیدائش باسعادت 14 / شعبان المعظم 1390ھ بمطابق 1970ء عیسوی محلہ خواجہ قطب بریلی شریف میں ہوئی، آپ حضور تاج الشریعہ کے ایک لوتے صاحب زادے ہیں، آپ کی ولادت باسعادت سے حضور تاج الشریعہ اور حضور مفتی اعظم ہند فرط مسرت وشادمانی سے پر ہو گئے، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خان نے نوزائیدہ کے دہن مبارک میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور داخل سلسلہ فرمایا، حضور مفتی اعظم نے آپ کا اسم مبارک محمد تجویز فرمایا، اسی نام پر شاندار وعالیشان عقیقہ ہوا، پکارنے کے لئے منور رضا محامد رکھا گیا اور عرفی نام عسجد رضا ہے، حضور مفتی اعظم کی دعاؤں اور حضور تاج الشریعہ کی تربیت کے سبب آپ وقت کے جید مفتی اور باصلاحیت قائد ہوئے۔

بسملہ خوانی حضور مفتی اعظم نے کرائی، ابتدائی تعلیم والد ماجد اور والدہ ماجدہ نے دی، بعد شعور وبلوغ آپ کا داخلہ اسلامیہ انٹر کالج میں ہوا جس میں آپ نے انٹر تک عصری تعلیم حاصل کی، عالمیت کی اکثر کتب کا درس حضرت، مولانا نظام الدین، حضرت مفتی ناظم علی بارہ بنکوی، حضرت مفتی مظفر حسین، حضور تاج الشریعہ اور حضور صدر العلما وغیرہ نے دی، فضیلت اور فقہ وافتا کی کتب بخاری شریف، طحاوی شریف، الاشباہ والنظائر، مقامات حریری، اجلی الاعلام، عقود رسم المفتی، فواتح الرحموت وغیرہ کا درس آپ کے والد گرامی حضور تاج الشریعہ نے دیا۔

۲۰۰۱ء میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر جامعۃ الرضا کے وسیع وعریض میدان میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

نے ختم بخاری کرایا اور بے شمار علما و مشائخ کی موجودگی میں دستار فضیلت باندھی گئی۔

اس کے دو سال بعد آپ شہزادۂ حضور تاج الشریعہ نے رضاعت کے متعلق فتویٰ تحریر فرمایا جس کی تصدیق حضور تاج الشریعہ، قاضی شہر بریلی حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی ناظم علی بارہ بنکوی، مفتی مظفر حسین رضوی، مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی، مولانا محمد یونس رضا وغیرہ اکابر اہل سنت و الجماعت نے کی، یہ آپ کا پہلا فتویٰ تھا جس کے باعث والد گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرحت و مسرت میں غرق ہو گئے اور شیرنی تقسیم کروائی۔

آپ کی علمی صلاحیت وقابلیت سے واقفیت کے بعد آپ کی تدریسی لیاقت کا تخمینہ کرنے کے لیے آپ کے والد گرامی آپ کو جامعۃ الرضا لے گئے، جہاں آپ نے جماعت خامسہ کو مشکوٰۃ شریف کا ایک تحقیقی درس دیا جس درس کو طلبائے کرام آج بھی یاد کرتے ہیں، آپ کی تدریسی صلاحیت دیکھ کر آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے اور آپ کو داد و تحسین سے نوازا۔

آپ عاجزی وانکساری اور بہت صلاحیتوں کے حامل، خوش طبیعت اور صالح فکر کے مرد مجاہد ہیں آپ کی تمام علمی لیاقت وصلاحیت کو دیکھنے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے اپنی تمام اجازت وخلافت جو انھیں مشائخ عظام اور حضور مفتی اعظم سے ملی تھیں آپ کو تفویض فرمائی۔

آپ کے والد گرامی نے تعلیم وتدریس اور تقویٰ وروحانیت کو بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ قائدانہ صلاحیت کو بھی بیدار کیا، حضور تاج الشریعہ نے آپ کو اولاً آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ کا صدر بنایا، آپ نے اس عہدے کو بحسن وخوبی انجام دیا جس کے باعث حضور تاج الشریعہ نے آپ کو مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کا ناظم مقرر کیا، آپ نے اسے بھی عمدگی سے انجام دیا، قاضی بریلی مفتی محمد عبدالرحیم بستوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کے بعد آپ ہی بریلی شریف کے قاضی کے منصب رفعت پر براجمان ہوئے، اس کے علاوہ آپ شرعی کونسل آف انڈیا، مرکزی دارالقضا، امام احمد رضا ٹرسٹ وغیرہ کے صدر ہوئے، جسے آپ آج تک بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، اس کے علاوہ آپ متعدد تحریک کے سرپرست ہیں۔

جب لاکھوں دلوں کی راحت، آنکھوں کا نور، ایک سچے اور پکے نائب نبی اور حضور قائد ملت کے والد گرامی حضور تاج الشریعہ کروڑہا لوگوں کی آنکھوں کو اشک بار کرتے ہوئے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے تو حضور تاج الشریعہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف بھی آپ کو ملا، محبین وعاشقین کے تاریخی ازدحام میں آپ نے نماز جنازہ پڑھائی پھر مجدد وقت اعلیٰ حضرت کی تربت انور کے قریب ازہری گیسٹ ہاؤس میں آپ کے والد گرامی مدفون ہوئے۔

حضور تاج الشریعہ کے وصات کے بعد یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب قاضی القضات فی الہند کون؟ کچھ عرصے بعد بہت بحث و گفتگو اور کثیر استخارہ کے بعد شرعی کونسل کے سیمینار کے موقعہ پر متعدد جید علمائے کرام اور محدثین عظام کی موجودگی میں آپ کو قاضی القضات فی الہند (Chief Justice of India) کے مسند مرجان پر فائز کیا گیا، جسے آپ آج تک بطریق دین مصطفےٰ ﷺ اعلیٰ طور پر انجام دے رہے ہیں، کچھ عرصے بعد جب یوپی حکومت نے وندے ماترم کا مسئلہ چھیڑا کیا اور مسلمانوں کو پڑھنے کے لئے مجبور کیا، اس ساعت تشدد میں وقت کے بڑے بڑے علما حیلہ وتدبیر کا سہارا لے رہے تھے اور حکومت سے خوف زدہ ہو کر بہت سے علما ساکت وجامد تھے، اس ساعت صعوبت میں آپ نے حضور اعلیٰ حضرت کی روش پر چلتے ہوئے اور مفتی اعظم ہند کی پیروی کرتے ہوئے علی الاعلان فرمایا کہ وندے ماترم مسلمانوں کے لیے جائز نہیں، اس طرح آپ نے شرک و بدعت کے مرتکب ہونے سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی۔

تحریک لبیک یارسول اللہ کے بانی مناظر اہل سنت ڈاکٹر محمد آصف جلالی صاحب قبلہ کا حضرت فاطمہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر خطائے اجتہادی کا مسئلہ زیر بحث ہوا تو عالم اسلام میں انتشار واختلاف برپا ہونے لگا اور علما وعوام دو حصوں میں تقسیم

ہوگئے، کوئی کہتا کہ جلالی صاحب توبہ کریں، کوئی ان کے صادق وراست گو ہونے کا حکم دیتا لیکن اکثریت اس حکم پر متفق تھی کہ جلالی صاحب توبہ وتجدید ایمان کریں اور اس اکثریت میں بڑے بڑے عبقری علمائے کرام بھی شامل تھے، تمام سمت سے اختلافات کی آندھیاں اٹھ رہی تھیں، رات کی تاریکیوں میں اہل سنت و الجماعت منتشر ہو رہا تھا، اس وقت نزع میں مرکز اہل سنت بریلی شریف سے قاضی القضات فی الہند نے جلالی صاحب کی تائید میں فیصلہ صادر فرمایا، آپ کے اس حکم نے شب ظلمات کو روز روشن میں تحلیل کردیا، علماوعوام اور تمام سنیوں کو بہت بڑے انتشار سے بچالیا، پھر ملک اور بیرون ملک کے جید علمائے کرام نے اس حکم کی تائید کی اور مرکز اہل سنت کے حکم کے ساتھ ہوگئے، اس واقعہ سے اس کا بھی علم ہوتا ہے کہ بریلی شریف نام نہاد مرکز نہیں بلکہ دنیائے اہل سنت والجماعت اسے قلب وجگر سے مرکز مانتی ہے اور جانشین حضور تاج الشریعہ قائد ملت حضرت مفتی عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی کو قاضی تسلیم کرتی ہے۔

حضور قائد ملت ذہین وفطین اور اعلیٰ علمی شخصیات میں سے ایک ہیں، آپ ملک اور بیرون ملک کے تبلیغی دورے میں بکثرت مشغول رہتے ہیں، حافظ احسان رضا قادری آپ سے اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" جانشین حضور تاج الشریعہ، حضور قائد ملت، حضرت مفتی عسجد رضا خاں قادری صاحب حفظہ اللہ سے ملاقات کا شرف پایا، تقریباً 90 منٹ تک کئی موضوع پر گفتگو ہوئی اور ایک مسئلہ جس کو سمجھنے کی مجھے کافی عرصے سے جستجو تھی، حضرت نے قریب 10 سیکنڈ میں حل فرمادیا۔"

یہ حضور قائد ملت کے علم وہنر کے کچھ قطرات ہیں، آپ علم وہنر سے بہرہ ور کیوں نہ ہوں جب جد امجد مجدد وقت اور حجۃ الاسلام ہوں، بسملہ خوانی وقت کے مفتی اعظم نے کرائی ہو اور تعلیم وتربیت تاج الشریعہ وصدر العلما نے دی ہو تو بیٹا قائد ملت ہی بنے گا، آپ کے زہد وتقویٰ اور علم وہنر کا اندازہ امیر المومنین فی الحدیث، ممتاز الفقہا، سلطان الاساتذہ، حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ حفظہ اللہ کے اس قول زرّیں سے لگایا جاسکتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

" اگر ان محسنین متقین راہ خدا جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی راہ پر اگر اس زمانے میں کوئی راہرو ہے تو باخدا وہ علامہ عسجد رضا قادری ہیں۔"

قائد ملت وہ شخصیت ہیں جس کے متعلق والد گرامی نے اپنی حیات ظاہری میں ہی فرمادیا تھا کہ "میں آپ کو اپنے بچے عسجد میاں کے سپرد کرتا ہوں، میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ آپ ان سے اپنا رابطہ مستحکم کریں" آپ پارسائی وبزرگی اور حسن وجمال میں عکس تاج الشریعہ نظر آتے ہیں، آپ کی تقریر برقبار سے فاروقی لہجہ یاد آتا ہے، آپ کی روے روشن میں لوگ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا کو دیکھتے ہیں، آپ کے تقویٰ وطہارت میں لوگ مفتی اعظم کو تلاش کرتے ہیں، کثیر تعداد میں لوگ آپ کے حسن وجمال میں محو ہوکر مشرف بہ اسلام ہوتے ہوئے شب ظلمات سے صبح روشن کی طرف گامزن ہوئے، کثیر تعداد میں عوام اہل سنت آپ کے دست بابرکت پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوتے ہیں، ملک اور بیرون ملک میں وسعت دین اور حفاظت ناموس رسالت کے لیے آپ کے تبلیغی دورے ہوتے رہتے ہیں، آپ کشائش سنیت اور کشادگی مسلک اعلیٰ حضرت کے مشاغل میں روز وشب مشغول ومجہود رہتے ہیں۔

یاخدا عسجد رضا کو عالم اسلام میں
رکھ چمکتا ہر گھڑی اپنی رضا کے واسطے
مسلک احمد رضا کے باغیوں سے دور رکھ
شیر حق اچھے میاں عسجد رضا کے واسطے

اللہ عزوجل جانشین حضور تاج الشریعہ قاضی القضات فی الہند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی کو تمام شروفتن سے محفوظ فرمائے، آپ کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت میں خوب خوب ترقی عطا فرمائے، تمام مخالفین کی بدنظری سے آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو سلامت ومحفوظ رکھے، آمین بجاہ النبی الامین۔

◆◆◆

دسویں قسط

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ ر سالہ دردناک سفر

احوال وطن

گزشتہ سے پیوستہ

2002ء 28/ فروری تا 6 مارچ: گجرات 89٪ ہندو، 9٪ مسلمان وزیر اعلیٰ گجرات: نریندر مودی، بی جے پی، اکتوبر 2001ء ریاست گجرات نے ہندوستانی تاریخ میں بڑے پیمانے پر تشدد کے بدترین واقعات میں سے ایک کا مشاہدہ کیا، جب کہ سرکاری رپورٹس میں تقریباً 850 اموات کی اطلاع دی گئی ہے، امکان ہے کہ دوہزار سے زیادہ لوگ، جن میں زیادہ تر مسلمان تھے، اپنی جانوں سے ہاتھ دھوبیٹھے، جسے ہندوستان میں "پہلا ریاستی زیر قیادت قتل عام" کہا جاتا ہے، ان واقعات سے متعلق ہر رپورٹ نے اشارہ کیا کہ فسادات کی منصوبہ بندی اور سرپرستی بی جے پی کی زیر قیادت گجرات انتظامیہ اور اس کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی نے کی۔ تشدد سے پہلے احمد آباد اور ریاست کے دیگر شہروں اور دیہاتوں میں مسلمانوں کے مکانات اور دکانوں کی نشاندہی کرنے کی ٹھوس کوششیں کی گئیں۔ یہ تشدد 27 فروری کو گودھرا (گجرات) میں ہندو یاتریوں اور کارسیوکوں کو لے جانے والی ٹرین پر حملے سے ہوا جو ایودھیا (اتر پردیش) سے واپس آرہے تھے جہاں انہوں نے بابری مسجد کی شہادت کے بعد بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کی مہم کی حمایت کی تھی۔

ان کارسیوکوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے مسلم مسافروں کو ہراساں کیا اور انھیں "جئے شری رام" کا نعرہ لگانے پر مجبور کیا، اسی بنا پر مسلم اسٹیشن وینڈرز نے انہیں ناشتہ دینے سے اس وقت انکار کر دیا، جب کارسیوکوں نے ایک مسلم خاتون کو زبردستی ٹرین میں گھسیٹ لیا، اسی موقع پر ایک مسافر نے زنجیر کھینچ لی، اس طرح گودھرا کے حساس مسلم علاقے میں ٹرین کو روک دیا، 500–2000 لوگوں کے ہجوم نے ٹرین کو گھیر لیا اور ویگنوں کو آگ لگادی، جس میں 25 خواتین اور 14 بچوں سمیت 58 ہندو مارے گئے، شام تک لاشوں کو ایک عوامی تقریب کے لیے احمد آباد پہنچا دیا گیا تھا۔ وی ایچ پی نے، بی جے پی انتظامیہ کی حمایت کے ساتھ، بعد میں 28 فروری کو گجرات میں ریاست گیر بند (ہڑتال) کی کال دی، تشدد اسی دن شروع ہوا۔ وی ایچ پی، بجرنگ دل، آر ایس ایس اور بی جے پی کے کارکنوں کا مسلح ہجوم، کچھ یونیفارم (خاکی شارٹس اور زعفرانی اسکارف) پہنے ہوئے، مسلم علاقوں میں ٹرک کے ذریعے پہنچے، جس نے ملیشیا جیسی درستگی کے ساتھ مسلم گھرانوں کو نشانہ بنایا۔

انہوں نے احمد آباد میونسپل کارپوریشن کی ووٹر لسٹوں کا استعمال مسلمانوں کے گھروں کی شناخت کے لیے کیا۔ مسلم کمیونٹی کو امداد نہ دینے کے احکامات موصول ہونے کے بعد پولیس نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا، درحقیقت پولیس اہلکاروں نے کچھ حملوں میں حصہ لیا اور ہندو مجرموں کے ساتھ مل کر سرگرمیوں کا حصہ رہے، ریاست گجرات میں پولیس کی گولی سے ایک سو چوراسی افراد ہلاک ہوئے۔ احمد آباد میں 252 لوگوں کی موت ہوئی۔ سب سے زیادہ ہلاکتیں نرودا پاٹیا اور گلمرگ سوسائٹی کے علاقوں میں ہوئیں۔ نرودا پاٹیا میں 65 لوگوں کو 5000 کے مضبوط ہجوم نے مار پیٹ اور عصمت دری کے بعد زندہ جلا دیا، گلمرگ سوسائٹی میں سابق مسلم ایم پی احسان جعفری کے گھر میں پناہ لینے والے 250 افراد کو 20,000 کے ہجوم نے نشانہ بنایا۔ جعفری سمیت ستر افراد کو قتل کر دیا گیا، انتظامیہ کو لاتعداد کالز کے باوجود کوئی مدد حاصل نہ ہوئی، انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے زندہ جلا دیا گیا، پوری ریاست گجرات تشدد سے لرز اٹھی، اس کے چوبیس میں سے سولہ اضلاع متاثر ہوئے، یہ تشدد پھر دیہی علاقوں میں پھیل گیا جہاں

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق 1,200 گاؤں کو نشانہ بنایا گیا۔

آدیواسیوں نے مسلمانوں کے خلاف حملوں میں اس بڑے پیمانے پر حصہ لیا جس کا پہلے کبھی مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا۔ بڑودہ شہر میں یکم مارچ کو مسلمانوں کی ایک بیسٹ بیکری میں چودہ افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔ ضلع پنچ محل میں دو سو اڑتالیس، ضلع داہود میں 54، مہسانہ میں مزید 57، کھیڑا ضلع میں 30، سابر کانٹھا ضلع میں 28 اور دیگر اضلاع میں بہت سے لوگوں کی موتیں ہوئیں۔ پانچ سو ستائیس مساجد، مدارس، درگاہیں اور قبرستان تباہ ہوئے، تشدد نے اپنے پیچھے 100,000 ایک لاکھ پناہ گزینوں کو چھوڑا، جن میں 10,000 ہندو بھی شامل تھے، جنسی تشدد کا استعمال بے مثال پیمانے پر کیا گیا، خواتین کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کی گئی اور حاملہ خواتین کے حمل ضائع کیے گئے (بلکہ پیٹ چاک کر کے بچہ نکال کر ترشول اور تلواروں میں لہرایا گیا) آنتیں اتار دی گئیں۔ فسادات میں عیسائیوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ تشدد کے واقعات اپریل 2002 کے آخر تک جاری رہے۔ 24 ستمبر کو گاندھی نگر (گجرات) میں، فروری اور مارچ کے مہینوں میں مسلمانوں کے خلاف کیے گئے جرائم کا بدلہ لینے کے لیے اکشر دھام کے ہندو مندر میں AK-56 سے مسلح دو افراد نے 28 افراد کو قتل کر دیا۔

ان واقعات کو رونما ہونے کے تقریباً دس سال بعد بھی بھارت میں بڑے پیمانے پر تشدد کی سب سے ڈرامائی اقساط میں سے ایک کو بھڑکانے والے اب بھی سلاخوں کے پیچھے نہیں ہیں، اگرچہ قصورواروں کے چہرے معروف ہیں (اخباری شواہد) لیکن انصاف میں بار بار تاخیر ہوتی رہی ہے، گجرات کی ریاستی مشینری پر ہندوتوا طاقتوں کی گرفت تاخیر کی ایک معقول وضاحت ہے۔

2008 میں، نریندر مودی کی ریاستی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ شاہ، ناناوتی کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کی، جس نے بڑے پیمانے پر گجرات کی انتظامیہ کو بری کر دیا، تاہم بہت سی ہندوستانی شخصیات اور این جی اوز کی طرف سے کمیشن کے طریقوں کو چیلنج کیا گیا، کیونکہ وہ جزوی اور مطمئن دونوں تھے۔ اس لیے بھارتی سپریم کورٹ کو اپنی خصوصی تحقیقاتی ٹیم (SIT) قائم کرنے پر مجبور کیا گیا تا کہ بہت سے مقدمات کی دوبارہ تحقیقات کی جا سکیں، لیکن اس کا کام گجرات کے ریاستی آلات سے تعلق رکھنے والے عدالتی اور پولیس افسران کے تعاون پر بہت زیادہ منحصر رہا۔

دسمبر 2010 میں ایک رپورٹ پیش کی گئی تھی: جمع کیا گیا مواد مودی انتظامیہ کے خلاف قانونی کارروائی کا جواز پیش کرنے کے لیے کافی ثابت نہیں ہوا، اب تک، ہندوستانی عدالت انصاف کی طرف سے صرف چند فسادات کے مقدمات چلائے گئے ہیں، کم وبیش کامیابی کے ساتھ۔

دی بیسٹ بیکری کیس: مارچ 2003 میں، گجرات کی ایک عدالت نے بیسٹ بیکری کے اسٹیبلشمنٹ کو جلانے سے متعلق کیس کی سماعت کی جس میں 14 افراد (12 مسلمانوں سمیت) اپنی جانیں گنوا بیٹھے تھے، تاہم مقدمے کی سماعت مختصر کر دی گئی، جب ایک اہم گواہ جس کے خاندان کے افراد حملے کے دوران مارے گئے تھے، نے بالآخر اپنی گواہی واپس لے لی (شاید دباؤ میں اور دھمکی کے تحت) 21 ملزمان کو بری کر دیا گیا، یہ مقدمہ ریاست کے نظام انصاف کی پیچیدگی اور جانبداری کی علامت ہے۔ یہ تفتیش درحقیقت اسی پولیس فورس نے کی تھی جس کی حملے کے دوران غیر فعال ہونے کا مسئلہ تھا۔ کیس کو بالآخر 2004 میں دوبارہ کھولا گیا اور دوبارہ تفتیش کی گئی۔ ممبئی کی ایک عدالت نے 2006 میں اس پر دوبارہ مقدمہ چلایا: نو ملزمان کو قتل کا مجرم قرار دیا گیا اور انہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی، گودھرا ٹرین جلانے کا واقعہ (ہندو متاثرین کے ساتھ): بہت سے تنازعات کے بعد (شاہ ناناوتی کمیشن نے دعویٰ کیا کہ آتش زنی کی منصوبہ بندی مسلم مجرموں نے کی تھی، جبکہ سپریم کورٹ کے سابق جج یو سی بنرجی کی سربراہی میں ایک کمیٹی نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ یہ محض ایک حادثہ تھا) ایک خصوصی عدالت نے فروری 2011 میں 31 ملزمان کو مجرم قرار دیا (11ر کو سزائے موت، 20ر کو عمر قید) اور 63 دیگر (بشمول مرکزی ملزمان) کو بری کر دیا۔

سردا پورہ قتل عام: نومبر 2011 میں، گجرات کی ایک خصوصی عدالت نے یکم مارچ 2002ء کو سردا پورہ (ضلع مہسانہ)

کے گاؤں میں 33 افراد کے قتل کے الزام میں 31 افراد کو عمر قید کی سزا سنائی۔ متاثرین کو ایک کمرے میں بند کر کے جلا دیا گیا تھا، حملہ آوروں کے ہجوم کے ہاتھوں موت اگرچہ ثبوتوں کی کمی کی وجہ سے بیالیس ملزمان کو بری کر دیا گیا، لیکن یہ پہلا موقع تھا جب گجرات میں منعقد ہونے والے مقدمے میں 2002 کے واقعات کے لیے لوگوں کو کامیابی سے سزا سنائی گئی۔

(Communalism Combat 03–04/2002)(Concerned Citizens Tribunal 2002) (Human Rights Watch 2002) (Outlook 18/03/2002) (Engineer 2003b) (Jaffrelot 2003a) (Mann 2005: 484) (Tehelka 03/11/2007) (Jaffrelot 2011) (India Today 10/11)

گجرات فساد میں اب تک کیا ہوا؟ 4 جولائی 2022ء کو بی بی سی سے ماخوذ رپورٹ

(1) گودھرا..... اس معاملے میں ہزاروں صفحات کی کل 26 چارج شیٹ داخل کی گئیں۔ اس معاملے میں 34 لوگوں کو مجرم قرار دیا گیا جب کہ 67 لوگوں کو بری کر دیا گیا، بری کیے جانے والے 67 افراد میں سے تین کی موت ہو چکی ہے۔ گجرات ہائی کورٹ میں کل 13 اپیلیں دائر کی گئی تھیں جن میں سے دو اپیلیں نمٹا دی گئی ہیں جبکہ باقی تمام اپیلیں زیر التوا ہیں، بی بی سی گجراتی سے بات کرتے ہوئے اس کیس میں شامل ایک وکیل رولا من اکیلا نے کہا کہ اس کیس میں 10 افراد اس وقت جیل میں عمر قید کی سزا کاٹ رہے ہیں جبکہ کچھ لوگ ضمانت پر رہا ہیں۔

(2) سردار پورہ سردار پورہ شمالی گجرات کے پٹن ضلع کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، پٹن ضلع کے سردار پورہ گاؤں میں مسلمانوں کی تین الگ الگ بستیاں تھیں، ان تینوں بستیوں پر یکم مارچ سنہ 2002ء کی رات ہجوم نے حملہ کیا۔ بھیڑ کے خوف سے 33 لوگوں نے ایک گھر میں پناہ لی۔ ہجوم نے اس گھر کا سراغ لگایا اور اس گھر میں بجلی کے ایک ننگے تار سے کرنٹ دوڑا دیا جس میں 29 افراد کی جائے حادثہ پر ہی موت ہو گئی، ہجوم نے گاؤں کی تمام سڑکیں بند کر دیں تا کہ مسلم کمیونٹی کے لوگوں کو اپنی جان بچانے کا موقع نہ ملے۔ سپریم کورٹ کی جانب سے ایس آئی ٹی کی تشکیل سے قبل مقامی پولیس نے اس معاملے میں 54 لوگوں کو گرفتار کیا تھا اور ان کے خلاف چارج شیٹ بھی داخل کی گئی تھی۔

جب ایس آئی ٹی نے تحقیقات سنبھالی تو تین اور چارج شیٹ داخل کی گئیں اور 22 لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان 76 افراد میں سے 31 ر کو عدالت میں سزا سنائی گئی جب کہ ایک نابالغ سمیت 43 ر کو بری کر دیا گیا، 76 ملزمان میں سے دو مقدمے کی سماعت کے دوران فوت ہو گئے، قصورواروں نے گجرات ہائی کورٹ میں چار اپیلیں دائر کی تھیں اور ان سبھی کو جنوری 2012 میں نمٹا دیا گیا تھا۔

اس معاملے میں سپریم کورٹ میں تین اپیلیں دائر کی گئیں اور یہ تمام اپیلیں زیر التوا ہیں۔ دی وائر کی ایک رپورٹ کے مطابق اس قتل عام میں دو سرکردہ افراد سرپنچ کچرا بھائی پٹیل اور سابق سرپنچ کنو بھائی پٹیل ملوث تھے اور ان دونوں کا مبینہ طور پر بی جے پی سے تعلق تھا، سپریم کورٹ نے سنہ 2003 میں فسادات کے دیگر مقدمات کے ساتھ مقدمے کی سماعت پر روک لگا دی تھی اور 2008 میں کیس کو ایس آئی ٹی کے حوالے کر دیا گیا تھا، کیس کا فیصلہ نومبر 2011 میں آیا، اس معاملے میں 31 ملزمان کو قصوروار ٹھہرایا گیا جن میں سے 30 کا تعلق پاٹیدار برادری سے تھا۔

(4) اوڈ گاؤں آنند ضلع کے اوڈ گاؤں میں تین الگ الگ واقعات میں 27 مسلمان مارے گئے۔ تاہم صرف دو معاملوں میں ہی شکایت درج کی گئی اور ان دونوں معاملوں کی جانچ ایس آئی ٹی کو سونپی گئی۔ اوڈ گاؤں میں تشدد کا پہلا مقدمہ یکم مارچ سنہ 2002ء کو درج کیا گیا تھا۔ معلومات کے مطابق پیراولی بھاگول علاقے میں 23 افراد کو زندہ جلا دیا گیا تھا، لاشوں کو اس طرح جلایا گیا کہ مرنے والوں کی شناخت بھی نہ ہو سکی۔ پولیس صرف دو لوگوں کی شناخت کر سکی اور باقی کو لاپتہ قرار دیا گیا، رفیق محمد عبدالخلیفہ نامی شخص نے کھمبولج پولیس سٹیشن میں مقدمہ درج کرایا۔ تحقیقات کے دوران پولس نے 51 لوگوں کو گرفتار کیا اور کیس میں چارج شیٹ بھی داخل کی، ایس آئی ٹی نے 51 ملزمان میں سے 23 کو قصوروار ٹھہرایا اور 23 ر کو بری کر دیا گیا، مقدمے کی سماعت کے دوران تین ملزمان کی موت ہو گئی۔ بقیہ ص ۱۶ ر پر

تیسری قسط

از: مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی*

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نسوانیات

گزشتہ سے پیوستہ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ عقد مبارک ماہ شوال ۴ھ کی ۲۷ / یا ۲۸ / تاریخ کو ہوا تھا اور دیگر امہات المومنین کی طرح آپ کا مہر بھی پانچ سو درہم تھا، حضور آپ کی دانش مندی اور فقاہت کی بہت قدر فرماتے اور آپ بھی حضور سے بے پناہ محبت فرماتیں، حضور کا موئے مبارک بہت سنبھال کر رکھا تھا، حضرت عثمان بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ہمیں انہوں نے حضور ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کرائی، وہ سرخ رنگ اور کتم میں رنگا ہوا تھا، خود سائل تھیں لیکن حضور کی اقتدا میں زاہدانہ زندگی بسر فرمائی، حضور نے ساری امہات المومنین کے نام ایک ایک اونٹنی خاص فرما دی تھی جو ان کی معیشت اور سفر دونوں کے کام آتی، اس کا دودھ کاشانۂ نبوت کی غذا تھی۔

حضرت ام سلمہ کی اونٹنی کا نام قریش تھا، طائف میں ام المومنین کے باغات تھے جو والد ماجد کی جانب سے ورثہ میں ملے تھے، ان کی سالانہ آمدنی، پھل اور شہد آپ کے پاس آتے، شہد آپ کو بہت مرغوب تھا، اسے بچا بچا کر حضور کے لئے رکھتیں، ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خود کی سات اونٹنیاں تھیں جنہیں چرانے کے لئے کبھی الجمار لے جاتا اور کبھی اُحد کے دامن میں اور شام کو انہیں واپس لاتا، مقام ذوالجدر میں جو آپ کی اونٹنیاں تھیں ان کا دودھ رات میں لایا جاتا اور نحایہ کی اونٹنیوں کو دودھ بھی رات میں ہوتا، ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ہمارا زیادہ تر کھانا اونٹ اور بھیڑ پر ہی مشتمل ہوتا، ان تمام وسائل کے باوجود آپ نے زاہدانہ زندگی بسر فرمائی، اپنے غلام حضرت سفینہ کو حضور کی تاحیات خدمت کی شرط پر آزاد فرمایا۔ (مسند احمد ۷، ۴۵۰، حدیث ۲۶۱۷۱)

ہفتہ میں تین دن پیر، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رہتیں، حضرت ام سلمہ سے ہونے والی ساری اولادوں کی پرورش کرتیں اور اپنا مال خوش دلی اور فراخی کے ساتھ ان پر خرچ کرتیں، ایک مرتبہ ام المومنین ام سلمہ ایک بار ہار زیب گلو فرمایا جس میں سونے کی دھاریاں تھیں، حضور نے اسے ملاحظہ فرمایا تو مجھ سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا: تمہیں کس چیز نے اس بات سے بے خوف کر دیا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اس کی جگہ آگ دھاریاں پہنائے، ام المومنین فرماتی ہیں: میں نے وہ ہار فوراً اتار دیا۔

(مسند احمد ۷، ۴۵۴، حدیث ۲۶۱۹۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

متعدد غزوات میں شرکت فرمائی، زرقانی میں ہے کہ جنگ طائف میں دو امہات المومنین حضور ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش حضور کے ساتھ تھیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ، ص ۳۴۷)

غزوۂ خندق میں حضور سے بہت قریب تھیں کہ آپ کے ارشاد مبارک: اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ: فاغفر الانصار والمھاجرۃ کو بنفس نفیس سماعت فرمایا، بہت ہی صائب الرائے عاملہ و فہیمہ اور فقیہہ تھیں، امام الحرمین کا بیان ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کے سوا کسی خاتون کو نہیں جانتا کہ اس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو، صلح حدیبیہ کے موقع سے ام المومنین حضرت ام سلمہ کی اصابت رائے بہت بڑی دینی اور سماجی مشکل حل فرما دی، صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی آزمائش تھی، وہ عمرہ کئے بغیر مدینہ طیبہ لوٹ جاتے اپنی سخت توہین محسوس کرتے تھے، جب حضور اقدس ﷺ نے حکم فرمایا کہ سب اپنی اپنی قربانیاں کر کے اپنے احرام کھول دیں اور بغیر عمرہ کئے مدینہ طیبہ لوٹ جائیں کیوں کہ اس شرط پر صلح حدیبیہ ہوئی ہے تو حضرات صحابہ

اس قدر رنج وغم میں تھے کہ کوئی بھی اس وقت قربانی پے آمادہ نہ ہوا، یہ حضور کے لئے اور حضرات صحابہ کے لئے انتہائی نازک مرحلہ تھا، اللہ کا مقدس رسول انہیں حکم فرما رہا ہے اور وہ پوری زندگی میں پہلی بار توقف کررہے ہیں۔

اس نازک ترین مرحلہ پر اللہ کے رسول ﷺ کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یاد آئیں، آپ ان کے خیمے میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: لوگ ہلاک ہوگئے، میں انہیں حکم دے رہا ہوں اور وہ اس کی تعمیل نہیں کررہے ہے، فہیمہ عاقلہ فقیہہ ام المومنین نے نہایت اصابت فکری کے ساتھ حضور کو مشورہ دیا: یارسول اللہ! آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں اور خود اپنی قربانی کرکے احرام اتاردیں، جب لوگ آپ کو ایسا کرتا دیکھیں گے تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ یہ خدائی فیصلہ ہے، اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں تو آپ کی اقتدا میں وہ حلق کرانے میں تامل نہ کریں گے، چنانچہ حضور نے حلق کرایا اور آپ کو حلق کراتے دیکھ سارے صحابہ نے حلق کرایا، قربانی کی اور احرام کھول دیا، یوں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اصابت رائے ایک بہت بڑی مشکل ٹال دی۔ (سیرۃ المصطفیٰ، ص ۴۹۷)

غزوۂ مکہ کے وقت مرّ الظہران میں اپنے چچا زاد بھائی ابو سفیان بن حارث اور ام سلمہ کے سوتیلے بھائی عبداللہ بن امیہ کو بھی حضور نے حضرت ام سلمہ کی سفارش پر معاف فرمادیا تھا جو بعد میں چل کر اسلام کے لئے بہت مفید اور حضور کے بڑے جاں نثار ثابت ہوئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ص ۳۱۹ / زرقانی، ج ۲ / ۳۰۲)

ام المومنین حضرت ام سلمہ فقہ وحدیث میں بھی بہت عالی مرتب اور ممتاز تھیں، آپ سے ۳۷۸/ احادیث مبارکہ مروی ہیں جس میں سے ۲۷۸/ مسند امام احمد میں منقول ہیں، اجلّہ صحابہ نے آپ سے علم وفضل میں استفادہ فرمایا اور مشکل وقت اور مختلف فیہ مسائل میں آپ کی رائے اور روایت کہ مطابق فیصلہ فرمایا، مسند امام احمد میں منقول آپ کی مرویات کی تلخیص پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کے علمی مرتبہ اور روایتی استناد سے کچھ اندازہ ہوسکے اور حدیث رسول کی جلوہ ریزیوں سے دل ونگاہ آشنا ہوجائیں۔ مسند امام احمد میں ام المومنین حضرام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرویات کو درج ذیل خانوں میں باٹا جاسکتا ہے:

☆ وہ آیات جو آپ کی موجودگی یا آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں یا آپ نے ان کی تفسیر فرمائی۔ ☆ حضور اقدس ﷺ کی دعائیں اور خصائص۔ ☆ نسائی مسائل جو آپ کے ساتھ حضور نے بیان فرمائے۔ ☆ خود ام المومنین کے نکاح اور خصائص کی مرویات۔ ☆ آپ سے حضور کی حیات میں یا بعد حیات ظاہری دریافت ہونے والے مسائل وغیرہ۔

اسی ترتیب سے چند مرویات حاضر کرتا ہوں:

☆ نزول آیات وتفسیر: ☆ حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے عرض کی: یارسول اللہ، مرد غزوات میں شریک ہوتے ہیں اور ہم عورتیں نہیں؟ اور ہمیں میراث بھی نصف ملتی ہے؟ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

"ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم علىٰ بعض۔ (النساء: ۳۲— مسند احمد، ۷، ۴۵۴، حدیث ۲۶۱۹۶) اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی، مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

☆ آیت تطہیر کا نزول بھی آپ کے سامنے ہوا، حضرت ام المومنین سے روایتیں اس ذیل میں منقول ہیں، ایک جامع اور قدرے طویل حدیث پیش کرتا ہوں، چنانچہ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں:

"حضور نبی کریم ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ زہراء ایک ہنڈیا لے کر آئیں جس میں خزیرہ تھا تو حضور نے حضرت خاتون جنت سے ارشاد فرمایا: اپنے شوہر اور دونوں بیٹیوں کو بلاؤ تو حضرت علی امام حسن، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر خدمت ہوئے اور بیٹھ کر وہ خزیرہ تناول فرمانے لگے، حضور اقدس ﷺ ایک چبوترے

پر تشریف فرماتھے جس پر خیبر کی بنی ہوئی ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور آپ پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی، ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی کہ ناگاہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیر۔(الاحزاب:۳۳) اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھروالو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔"

ام المومنین فرماتی ہیں کہ پھر حضور نے چادر کا بقیہ حصہ لے کر ان سب پر ڈال دیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی جانب اشارہ کر کے دعا فرمائی، اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور بڑے قریبی ہیں تو ان سے ہر ناپاکی دور کر کے انہیں خوب ستھرا فرمادے، یہ دعا دو بار فرمائی، ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں: تو میں نے اپنا سر کمرے داخل کر کے عرض کی: یارسول اللہ! میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں؟ حضور نے فرمایا: تم بھی خیر پر ہو، تم بھی خیر پر ہو۔" (مسند احمد، ۷، ۴۱۵-۴۱۶، حدیث ۲۵۹۶۹)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور روایت ہے جس میں آپ نے اہل بیت ہونے کی صراحت ہے، اس مکرر دعا کے بعد ام المومنین حضرت ام سلمہ نے عرض کی:

"یارسول اللہ! یر السنت من اھلك: بلیٰ فادخلی فی الکساء۔ یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں تم بھی چادر میں داخل ہو جاؤ میں بھی نبی کی، اس دعا کے بعد چادر میں داخل ہوگئی۔" (مسند احمد، ۷/ ۴۲۳، حدیث ۲۶۰۱۰)

سورۂ احزاب کی آیت ۳۵ بھی آپ ہی کی ایک عرض پر نازل ہوئی، ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں: میں نے حضور سے عرض کی کیا بات ہے کہ قرآن حکیم میں جس طرح مردوں کا تذکرہ ہوتا ہے، ہم عورتوں کا نہیں ہوتا؟ فرماتی ہیں: مجھے اس دن حضور کے منبر نبوی پر خطبہ نے خوف زدہ کر دیا، میں اپنے بال سلجھا رہی تھی تو میں نے اپنے بال سمیٹے پھر میں نکل کر اپنے ایک کمرے میں پہنچی اور اپنے کان اس سنے کی جانب لگا دیئے [جس پر ٹیک لگا کر حضور خطبہ دیتے تھے] حضور منبر کے پاس فرمارہے تھے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب [قرآن حکیم] میں ارشاد فرماتا ہے:

"ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما۔ (الاحزاب:۳۵) ترجمہ: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار اور فرماں برداریاں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

(کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری)

جاری.........

نسوانیات

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

ستائیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

اہل جنت کے لباس اور انگشتری کی کیفیت

...اور وہ ولی ستر حلے پہنے ہوگا اور ہر حلے کا رنگ ڈھنگ دوسرے سے الگ تھلگ ہوگا، اس کے ہاتھوں کی دسوں انگلیوں میں ایک ایک انگوٹھی پہنائی جائی گی۔

- ایک کے نگینہ پر کندہ ہوگا:

"سَلاَمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ۔ تم کوسلام بدلہ تمہارے صبر کا۔" [سورۂ رعد–۲۴]

- اور دوسری پر لکھا ہوگا:

"اُدْخُلُوهَا بِسَلاَمٍ آمِنِيْنَ۔ جنت میں داخل ہوجاؤ بہ سلامت، بامن وامان۔" [سورۂ حجر–۴۶]

- اور تیسری پر مکتوب ہوگا:

"وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ یہ جنت ہے جس کے تم وارث (یعنی مالک) کئے گئے بدلہ تمہارے نیک اعمال کا۔" [سورۂ زخرف–۷۲]

- اور چوتھی پر کندہ ہوگا:

"رُفِعَتْ عَنْكُمُ الْأَحْزَانُ وَالْهُمُومُ۔ تم سے تمہارے سب رنج وغم اٹھا دیئے گئے۔" (اب کوئی کڑھن اور گھٹن درپیش نہیں آئے گی)

- اور پانچویں پر لکھا ہوگا:

"اَلْبَسْنَاكُمُ الْحُلِيَّ وَالْحُلَلَ۔ ہم نے تمہیں (طرح طرح کے) زیورات اور حلہ جات پہنائے۔"

- اور چھٹی پر لکھا ہوگا:

"زَوَّجْنَاكُمُ الْحُوْرَ الْعِيْنَ۔ ہم نے بڑی بڑی خوشنما آنکھوں والی حسینائیں تمہاری زوجیت میں دیں۔"

- اور ساتویں پر لکھا ہوگا:

"فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ جنت میں وہ (وہ آشائش اور نعمتیں) ہیں جو نفسوں کو مرغوب ہوں گی اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں (مستقلاً) ہمیشہ رہو گے۔" [سورۂ زخرف–۷۱]

- اور آٹھویں پر کندہ ہوگا:

"وافقتم النبيين والصديقين۔ تم نے انبیا علیہم السلام اور صدیقین کرام کی موافقت کی۔" (یعنی تم بڑے لائق تحسین ہو)

- اور نویں پر مکتوب ہوگا:

"صرتم شباباً ولا تهرمون۔ یعنی تم ایسے جوان ہو گئے ہو کہ اب تمہاری جوانی کبھی ڈھلے گی نہیں۔"

- اور دسویں انگشتری پر مکتوب ہوگا:

"سكنتم في جوار من لا يوذي الجيران۔ تمہیں سکونت ورہائش ملی ایسے کے پڑوس میں جو اپنے پڑوسیوں کو ایذا نہیں دیتا۔"

[ابن عباس کی یہ حدیث پوری ہوئی]

اُخروی عزتوں، نعمتوں کے حصول کی تدابیر

تنبیہ: (مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) جو بندہ چاہتا ہو کہ اسے آخرت میں یہ سب کرامتیں عزتیں ہاتھ آجائیں تو اس پر لازم ہے کہ (کم از کم) پانچ کاموں کی خوب پابندی کرے (اور ہمیشہ پابند رہے):

(۱) نفس کی مخالفت

پہلا کام یہ کہ اللہ تعالی کی جملہ نافرمانیوں سے اپنے نفس کو روکے تھامے رہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

"وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى۔
(ترجمہ) اور جس نے نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔" [نازعات — ۴۰، ۴۱]

(۲) تھوڑے مال ومتاع پر قناعت

دوسرا کام: یہ کہ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہے (ضرورت سے زیادہ کی حرص نہ کرے) کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

"ثَمَنُ الْجَنَّةِ تَرْکُ الدُّنْیَا۔ جنت کا دام ہے دنیا کا ترک۔" (یعنی فضول وزائد مال ومتاع سے اجتناب)

(۳) ثوابی کاموں کا شوق وذوق

اور تیسرا کام: ہے طاعت کا (یعنی ثوابی کاموں کا) بہت حریص وشائق ہونا لہٰذا (بقدر استطاعت) ہر نوع کی طاعت کے ساتھ وابستہ رہے اور (سوچے، آس لگائے کہ) شاید میری یہی نیکی مغفرت کا ذریعہ اور حصول جنت کا سبب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔
(ترجمہ) اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے۔" (۱) [سورۂ زخرف — ۷۲/کنز الایمان]

اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا:

"جزاءً بما کانوا یعملون۔ یعنی یہ تمہارے نیک اعمال کا صلہ ہے۔"

جس نے جو پایا محنت وریاضت ہی سے پایا

اہم تنبیہ: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) پانے والے جو پاتے ہیں وہ اجتہاد فی الطاعات ہی سے پاتے ہیں۔ (۲)

(۴) صالحین کی محبت وخدمت:

اور چوتھا کام: یہ کہ اہل خیر وصلاح سے محبت رکھے، ان سے گھلا ملا رہے، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا رکھے۔ (۳) کیونکہ روز قیامت ان میں ہر ایک اپنی مغفرت اور نجات کے بعد اپنے اصحاب واحباب دوستوں بھائیوں کیلئے شفاعت کرے گا۔

نیک دوستوں کی تعداد بڑھانے میں فائدہ

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"اکثروا الاخوان فان لکل اخ شفاعۃ یوم القیامۃ۔
(ترجمہ) اپنے بھائیوں اور دوستوں کی تعداد بڑھاؤ کیونکہ ہر (نیک) بھائی یا دوست کو شفاعت کرنے کا روز قیامت حق ملے گا۔"

(۵) کثرت دعا:

اور پانچواں کام یہ کہ بکثرت دعائیں مانگا کرے بالخصوص سوال کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے جنت نصیب فرمائے اور (صدق ایمان وحسن اعمال) پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ (وغیرہ وغیرہ)

گرہ میں باندھنے لائق چار انمول جواہر

اقوال گرانمایہ: بعض حکما (عارفین کاملین) نے کہا ہے کہ:

(۱) "الرکون الی الدنیا مع ما یعاین من الثواب جھل۔ اخروی ثواب کا (نگاہ ایمان سے) معاینہ کر لینے کے باوجود دنیا کی طرف (بندۂ مومن کا) جھکاؤ بڑی نادانی کی بات ہے۔"

(۲) "وان ترک الجھد فی الاعمال بعد ما عرف ثوابہ عجز۔ اور ثواب کی معرفت کے بعد بھی اعمال میں محنت نہ کرنا مشقت نہ اٹھانا پورا پھسڈی پن ہے۔"

(۳) "وان فی الجنۃ راحۃً مایجدھا الا من لم یکن لہ فی الدنیا راحۃ۔ اور بے شک جنت میں بڑی راحت ہے مگر وہ صرف اسے ملے گی جس نے (آخرت کے لئے) دنیا کی راحت سے صبر کیا ہوگا۔"

(۴) "وفیھا غنی لا یجدہ الا من ترک فضول الدنیا واقتصر علی الیسیر من الدنیا۔ اور بے شک جنت میں (فقیر صابر کے لئے) ایک عظیم غنا ہے اسے صرف

[۱] جیسا کہ انگشتری ۳ رکی عبارت میں گزرا، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔
[۲] یعنی اخروی فلاح وکامرانی کا ظاہری ذریعہ، پرہیزگاری اور طرح طرح کے ثوابی کاموں میں محنت وریاضت ہی ہے اور حقیقی ذریعہ، اللہ عزوجل کی رحمت ہے نہ کہ اعمال، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔
[۳] یعنی جو بن پڑے صالحین واخیار کی، اپنے ہاتھ پاؤں سے یا مال ومتاع سے کچھ نہ کچھ خدمت اور تعظیم واحترام کرتے رہنا چاہئے کہ بڑی سعادت کی بات ہے، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

وہی پائے گا جس نے دنیا کا فضول (غیر ضروری) مال ومتاع ترک کیا ہوگا اور وہ دنیا کے تھوڑے مال پر قانع رہا ہوگا۔"

طالب دنیا اور طالب عقبٰی میں کتنا بڑا فرق؟

انوکھا زہد: بعض زاہدوں سے منقول ہے کہ انکا طرز معیشت یہ تھا کہ وہ ساگ پات، نمک لگا کے کھا لیتے اور روٹی نہیں کھاتے تھے توکسی نے کہا: حضرت! آپ نے اسی پر قناعت کی ہوئی ہے؟ فرمایا: میں نے دنیا کو صرف حصول جنت کا ذریعہ بنایا ہے (یعنی اپنا فاضل مال، حصول ثواب کیلئے صدقہ خیرات کر دیتا ہوں) اور تم نے دنیا (کے اموال) کا استعمال مزبلہ (کوڑے کے ڈھیر) کیلئے کیا ہے یعنی تم عمدہ عمدہ چیزیں کھاتے اور مزبلہ کی زینت بناتے ہو اور میں جو بھی کھاتا ہوں وہ صرف اس نیت سے کھاتا ہوں کہ عبادت کیلئے طاقت ملی رہے۔ امید رکھتا ہوں کہ شاید (اس طرح عمل کر کے) جنت تک پہنچنا نصیب ہوجائے۔

دخول جنت مفت کیوں کر متصور

واقعہ ابن ادہم: منقول ہے کہ (ایک بار) سیدنا ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے (سردی کے موسم میں نہانے کیلئے) حمام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ مالک نے آپ کو روک دیا اور کہا: پہلے کرایہ دیجئے پھر اندر جائیے آپ اس کی بات سنکر رو پڑے اور اللہ سے عرض کرنے لگے اے اللہ! (میں ایسا حقیر فقیر ہوں کہ) مجھے آج اس بیت الشیاطین میں مفت داخل ہونے کا اذن نہیں ملا تو کل مجھے بیت النبیین والصدیقین میں مفت داخل ہونے کا اذن کیسے مل سکے گا؟ (۱)

ابن آدم کی نادانی پر تعجب

اسرائیلی خبر: منقول ہے کہ بعض انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر اللہ تعالی کے نازل فرمودہ بعض مصاحف میں لکھا تھا کہ:

"یا ابن آدم تشتری النارَ بثمنٍ غالٍ ولا تشتری الجنةَ بثمنٍ رخیصٍ۔ (ترجمہ) اے آدم کے بیٹے! تو (کتنا نادان ہے) بھاری قیمت چکا کر دوزخ تو خرید رہا ہے اور جنت جو سستے داموں بک رہی ہے اسے نہیں خریدتا۔"

"جنت سستی" اور "دوزخ مہنگی" اس کا کیا مطلب؟

توضیح: (مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق آدمی، بسا اوقات فُسّاق کی ضیافت میں سیکڑوں اٹھا دیتا ہے اور وہ اس پر آسان بھی ہوتا ہے تو وہ بھاری رقم خرچ کر کے گناہ کماتا اور استحقاق دوزخ خریدتا ہے اور اگر وہ اللہ کی رضا کے لئے ایک دو درہم خرچ کرتا مثلا کھانا تیار کرا کے محتاجوں کی ضیافت کرتا تو یہ اس پر گراں گذرتا حالانکہ وہ جنت کا ثمن ہوتا۔ (۲)

یہ ہے سودا کتنا سستا، تاہم تجھ سے مول نہ

حکیمانہ نصیحت: حضرت ابو حازم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر (بالفرض اللہ و رسول کی طرف سے) یہ (اعلان) ہوتا کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو دنیا کی مرغوب و پسندیدہ چیزیں ترک کرے گا تب بھی تو یہ عمل جنت کی نعمتوں کے مقابل یقینا یسیر وقلیل ہی ہوتا اور (اسی طرح) اگر یہ (اعلان) ہوتا کہ دوزخ سے نجات کسی کو جبھی ملے گی کہ جب وہ جمیع مصائب ومکارہ، برداشت کرلے گا تب بھی وہ دوزخ کے آلام وشدائد کے مقابل یقیناً قلیل ویسیر ہی ہوتا۔ (۳)

جنت کا مہر — ترک دنیا

زاہدانہ قول: حضرت یحی ابن معاذ رازی (علیہ الرحمۃ والرضوان کتاب وسنت کی روشنی میں) ارشاد فرماتے ہیں:

بقیہ ص ۴۸ / پر

---

[۱] یعنی میرے پاس ایسے اعمال وحسنات نہیں ہیں جنہیں جنت کا دام مان لیا جائے جبکہ میں عمل سے خالی ہاتھ ہوں جنت میں داخلہ کیسے نصیب ہو سکے گا؟ جنت تو پرہیزگاروں عبادت گذاروں کے لئے بنی ہے، میں اس غم میں مغموم ہوں، ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی اس تھوڑے سے انفاق سے بھی ثواب ملتا اور استحقاق جنت حاصل ہوتا، ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی اگر دنیا کی جملہ لذات ومرغوبات چھوڑ کر بھی جنت نصیب ہو، تب بھی تو سودا نہایت ارزاں ہے اور اسی طرح دنیا کے جملہ مصائب ومکارہ، آلام وامراض برداشت کر کے بھی اگر دوزخ سے نجات مل گئی عذاب سے بالکل بچا دیا گیا تب بھی تو سودا بڑا سستا رہا، حالانکہ دوزخ سے نجات اور دخول جنت کا استحقاق کم سے کم تریں بھی موعود ہے تو یہ سودا کیسے سستا نہ ہوگا جب کہ حال یہ ہے کہ تو اے بھائی! اپنے مرغوبات کا ہزارواں جز ترک کر کے بھی مستحق دخول جنت ہوسکتا ہے (اور اسی طرح) تو اپنے مکارہ ومصائب کا ہزاروں جز برداشت کر کے بھی دوزخ سے نجات پا سکتا ہے تو اندازہ لگائیے کہ سودا کس قدر سستا ہے؟ ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

از: مولانا طارق انور مصباحی*

نیو ورلڈ آرڈر اور یہود ونصاریٰ

(1) نیو ورلڈ آرڈر کا خلاصہ یہ ہے کہ ساری دنیا پر یہودیوں کی حکومت قائم ہو، لیکن یہودی دنیا میں قلیل تعداد میں ہیں، لہٰذا نصاریٰ کی ذہن سازی کی گئی اور یورپ وامریکہ میں یہودیوں نے نصاریٰ کے ساتھ مل کر متعدد تنظیمیں قائم کی ہیں، تا کہ بالواسطہ ساری دنیا پر یہودیوں کی حکمرانی قائم ہو سکے۔

(2) ساری دنیا میں یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہودی بہت زیادہ تعلیم یافتہ اور بہت عقل مند ہوتے ہیں، بہت مالدار ہوتے ہیں، یہودیوں کو ٹیکنالوجی کے میدان میں سب سے بالاتر بتانے کی کوشش کی گئی، حالاں کہ فلسطینی مسلمان جو اسرائیل کی جانب سے پچھتّر سال سے ظلم وجبر اور مختلف قسم کی پابندیوں میں گھرے ہوئے ہیں، ان مظلوم وکمزور فلسطینی نوجوانوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اسرائیل کے آئرن ڈوم نظام کو ہیک کر لیتے ہیں، چند دنوں قبل اسرائیل کی ایمرجنسی سروس کو ہیک کرلیا گیا، فلسطینیوں نے ایسے میزائل تیار کیے کہ اسرائیل کے مشہور عالم مرکاوا ٹینک کو تباہ وبرباد کردیا۔ 383/ ٹینک میں سے صرف گیارہ ٹینک سلامت رہے، اسرائیل کی وزارت خارجہ کی معلومات ہیک کرلی گئیں۔

اسرائیل کے انٹلی جنس محکمہ موساد کو بے اثر کردیا گیا، ڈیڑھ ماہ تک غزہ پٹی میں اسرائیل کی فوج گشت لگاتی رہی، لیکن نہ اسرائیلی فوج حماس پر قابو پاسکی، نہ ہی حماس سے مقابلہ کرسکی، نہ حماس کے سرنگوں کو تباہ کرسکی، بلکہ دنیا میں سب سے تربیت یافتہ اور بہادر مانی جانے والی اسرائیلی فوج حماس سے شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی، اسرائیل میں ان بھگوڑے فوجیوں پر مقدمے چلائے جارہے ہیں، بہت سے فوجیوں کو حماس نے قیدی بنالیا ہے، انہیں قیدی سپاہیوں کے سبب حماس کا مطالبہ ہے کہ سارے فلسطینی قیدیوں اسرائیل کے جیلوں سے رہا کیا جائے، ابھی اسرائیل نے اس مطالبہ کو قبول نہیں کیا ہے، عرب ممالک میں بے شمار مسلمان ہیں جو یہودیوں سے زیادہ مالدار ہیں۔ جھوٹ پھیلا کر اور ڈھکوسلا بازی کر کے یہودیوں کو بالاتر قوم بتانے کی کوشش کی گئی۔

اگر یہ کہا جائے کہ فریب بازی، ظلم وجبر، کذب بیانی اور شیطانی میں یہودی قوم سب سے اوپر ہے تو یہ ضرور سچ ہے، قرآن مقدس میں یہودیوں کی بہت سی شرارتوں کا ذکر ہے، یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی فضیلت عطا فرمائی تھی، لیکن ان کی شیطانی کے سبب وہ فضیلتیں سلب کرلی گئیں اور یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی غضب یافتہ قوم ہے، ارشاد الٰہی ہے:

”ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ-ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ-(سورۂ آل عمران، آیت 112) ترجمہ: ان پر جمادی گئی خواری (ذلت) جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضب الٰہی کے سزا وار ہوئے اور اُن پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید یہ اس لیے کہ نافرمان بردار اور سرکش تھے۔“ (کنزالایمان)

”ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ-ان پر ذلت مسلط کردی گئی۔“

اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی لازم کردی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثنا بھی ہے:

”اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ-سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی

* مضمون نگار ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے سابق مدیر ہیں۔

طرف سے سہارا مل جائے۔"

اِستثنا کے آنے سے معنی یہ بن گیا کہ یہودی ذلت وخواری سے کسی صورت اور کسی طرح بچ نہیں سکتے مگر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو ذلت وخواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد و پیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پا سکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔

چند سالوں قبل اگرچہ اسرائیل میں مغربی ممالک کی مدد سے یہودی سلطنت وجود میں آ گئی ہے لیکن اس حکومت کا قیام قرآنِ مقدس کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآنِ کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے، قرآن مقدس میں استثنا موجود ہے: (وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ) صدیوں سے ذلیل وخوار یہودیوں کو نصاریٰ کی مدد سے ایک ملک مل گیا اور ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

(3) یہود ونصاریٰ نے دنیا بھر میں ایک ملک کو دوسرے ملک سے لڑایا، اپنے ہتھیار فروخت کئے اور ان ملکوں پر بالواسطہ اپنی حکمرانی قائم کر لی، عرب ممالک کو بھی ایک دوسرے سے لڑایا گیا، کبھی صدام حسین کا خوف دلایا گیا، کبھی ایران کا خوف دلایا گیا، کبھی شیعہ سنی کہہ کر ایک دوسرے کو لڑایا گیا، عراق، شام، لیبیا، افغانستان کو تباہ و برباد کر دیا گیا، لاکھوں عوام کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، حالیہ فلسطین واسرائیل جنگ کے موقع پر بھی شیعہ وسنی کا اختلاف درمیان میں لانے کی کوشش کی گئی، لیکن ایران اور سعودی ساتھ مل گئے، غیروں کے مقابلے میں کلمہ گو طبقات کو متحد ہو کر مقابلہ آرائی کی اجازت ہے، فلسطین میں بھی مختلف فرقوں کے لوگ ہوں گے، لیکن ساری دنیا کے مسلمان کلمہ گوئی کے نام پر فلسطین کے ساتھ کھڑے ہیں۔

(4) عرب ممالک نہ اپنی مضبوط فوج بنا سکے، نہ ہی محکمہ دفاع کو مضبوط کر سکے، ایران پر بھی ہمیشہ پابندی لگی رہی، لیکن ایران نے ہتھیار بھی بنایا اور اپنی فوجی پوزیشن کو بھی مستحکم کیا، آج بھی ایران پر پابندیاں عائد ہیں، لیکن ایران ہمیشہ امریکہ کو آنکھ دکھاتا رہا ہے، وہ کبھی امریکہ کے سامنے جھکا نہیں ہے۔ ایران ایک شیعہ ملک ہے، لیکن سعودی ودیگر تمام عربی ممالک بھی خالص سنی نہیں ہیں۔ جب اغیار حملہ آور ہوں تو کلمہ گو طبقات کو متحد ہو کر اغیار سے مقابلہ آرائی کی اجازت ہے، اگر موجودہ منظر نامہ سے ایران کو غائب کر دیا جائے تو اکثر مسلم ممالک امریکہ کو جھک کر سلام کرنے والے اور امت مسلمہ کو یہود ونصاریٰ کی غلامی میں ڈالنے والے ہیں۔

قرآن عظیم کا فرمان ہے: (فاستعدوا له ما استطعتم) اپنی قوت بھر دشمن کے مقابلے کی تیاری رکھو، لیکن اکثر مسلم ممالک امریکہ یا روس کے دربار میں سلامی ٹھونکتے رہے، حسب ضرورت غیر مسلم ممالک سے مدد لینا بھی جائز ہے، لیکن اغیار پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کون کب کدھر پلٹ جائے، کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بعض مواقع پر مدینہ منورہ کے یہود اور مشرکین عرب کے بعض قبیلوں سے معاہدہ فرمایا تھا، تفصیلات فقہ وسیرت کی کتابوں میں دیکھ لی جائیں۔

(5) گرچہ چند دنوں کی جنگ بندی ہو چکی ہے اور اپنے عوام کے خوف سے مغربی ممالک بھی اعلانیہ طور پر اسرائیل کی حمایت میں نہیں ہیں، لیکن اندرون خانہ کی رپورٹ اطمینان بخش نہیں۔ دوبارہ جنگ شروع ہو سکتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کی فتح یابی کی دعائیں کی جائیں۔

◆◆◆

ص ۴۶ رکا بقیہ..

"ترک الدنیا شدید و ترک الجنة اشد منه و ان مهر الجنة ترک الدنیا۔ (ترجمہ) (مانا کہ) دنیا کی لذتوں راحتوں کا ترک سخت کام ہے (کوئی آسان بات نہیں مگر) ترک جنت تو اور بھی زیادہ سخت ہے (۱) حالانکہ بے شک جنت کا مہر (دام) ترک دنیا ہے۔"

جاری.........

احوال عالم

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

مسلم امہ پر مظالم کی شب دیجور

احوال عالم

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

فلسطین کے سینے پر ''اسرائیل'' کا ناجائز وجود ایسا ناسور ہے کہ جس کے ذریعے فلسطینی مسلمان مسلسل زخم سہہ رہے ہیں خونِ مسلم سے ارضِ اقصیٰ لہولہان ہے۔ وادیِ قدس میں بمبار جہازوں کا ہجوم ہے، مسجد اقصیٰ میں لگاتار ستم کے سائے دراز ہیں، مدتوں سے ظلم کی شبِ دیجور چھائی ہوئی ہے، قتل وغارت گری، ظلم وزیادتی اور ستم روز کا معمول بن چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسئلۂ فلسطین کو نظر انداز کر دیا گیا۔ انھیں نہتا چھوڑ دیا گیا، انھیں بے یار ومددگار بنا دیا گیا۔ ان کا کوئی پرسان حال نہ رہا۔

معاً اکتوبر ۲۰۲۳ء میں غزہ سے ظلم کے خلاف جو آندھی مٹھی بھر جیالوں نے برپا کی؛ اُس نے ساری دُنیا میں ظالم و دہشت گرد اسرائیل کو بے نقاب کر دیا۔ مسئلۂ فلسطین پھر زندہ ہو گیا!! پہلے بھی اسرائیل ظلم وستم ڈھاتا تھا؛ لیکن اب اُس نے تمام حدیں پار کر لی ہیں۔ اُسے پتہ ہے کہ چاروں طرف مسلم مملکتیں ہیں لیکن کوئی فلسطینی مسلمانوں کو بچانے نہیں آئے گا؛ نہ ہی کوئی امداد پہنچائے گا۔ صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ:

[۱] اسرائیل کے ساتھ امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس اور تمام مسلم دُشمن کھڑے ہیں؛ شانہ بشانہ ہیں، ہتھیاروں سے بھرپور مدد کر رہے ہیں، لیکن کوئی مسلم ملک فلسطین کا معاون نہیں، کوئی مددگار نہیں، سب زبانی جمع خرچ تک محدود ہیں، کوئی ظالم کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں!! کوئی مظلوم کو طاقت پہنچانے والا نہیں۔

[۲] ایک طرف عرب امارات میں بھاری بھرکم زمینیں عطیہ دے کر مندر بنوایا جا رہا ہے؛ ہند میں مسلمانوں کی ماب لنچنگ/ تعصب کے ذمہ دار کو بلا کر مندر کا افتتاح کروایا جا رہا ہے؛ یوں ظالم کی مدد کی جا رہی ہے، جب کہ غزہ میں یہی عرب حکمراں ہتھیار، جہاز، دوا، پانی، غذا تک نہیں بھیج رہے؛ بلکہ فلسطینیوں کو مرنے کے لیے روتا بلکتا تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔

[۳] اپنی تہذیب سے نگاہیں موند کر مغربی تمدن کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنا زوال کی علامت ہے۔ یہی کچھ عرب میں ہو رہا ہے؛ مسلمانوں کی نسل کشی کے مرتکب ''صہیونیت'' کے اثرات بڑی تیزی سے قبول کیے جا رہے ہیں۔ رقص وسرود کے اڈے تعمیر کیے جا رہے ہیں اور اسلامی ثقافت کے آثار مٹائے جا رہے ہیں۔ عربوں کی غیرت مٹ چکی ہے۔ وہاں مغربی کلچر تیزی سے پالا پوسا جا رہا ہے۔

[۴] اسرائیل کے وجود کو مستحکم کرنے کے لیے ایک ایک کر کے عرب ملکوں کو کمزور کیا گیا، خانہ جنگی کروائی گئی، آج صورت حال یہ ہے کہ عرب ممالک خود اپنے وجود وبقا کے لیے ہاتھ پیر مار رہے ہیں، جن کے پاس سرمایہ وقوت ہے وہ مغربیت زدہ ہو چکے ہیں، وہ اسرائیل وامریکہ وبرطانیہ کے معین ومددگار ہیں۔

[۵] یہ کیسے مسلم حکمراں ہیں جو مندر تو بنوا لیتے ہیں لیکن انھیں ہزار کے لگ بھگ مساجد کی غزہ میں بربادی وشہادت دکھائی نہیں دیتی! پھر بھی ان کی غیرت دینی نہیں جاگتی؛ شاید مسلم حکمراں اسے کوئی سیاسی عنوان سمجھ رہے ہیں جب کہ حقیقتاً یہ مسلم نسل کشی اور مسلم دُشمنی کا شاخسانہ ہے۔ یہ اسلام بمقابل صہیونیت ہے جو کھل کر اسلام سے اپنے تعصب کا اظہار کر رہی ہے۔

[۶] پوری دنیا گونگی بنی ہوئی ہے۔ نالے بلند ہو رہے ہیں، چیخیں دور دور تک پہنچ رہی ہیں۔ سسکیاں آ رہی ہیں۔ آہیں بلند ہو رہی ہیں۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ ننھے ننھے بچے جاں بہ لب ہیں، بچیاں کراہ رہی ہیں۔ بیوائیں اپنی بے بسی کے آنسو بہا رہی

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

ہیں۔ کوئی ان کے درد کو نہیں سن رہا ہے، کوئی ان کے کرب کو محسوس نہیں کررہا ہے، سب آنکھیں موند کر بیٹھے ہیں، کان سُن ہو چکے ہیں، نگاہوں پر پردہ پڑ چکا ہے، ضروری ہے کہ اپنی دعاؤں میں ہم اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کو یاد رکھیں۔ ان کے درد کے احساس کو زندہ کریں، ان کے لیے ہاتھوں کو بلند کریں، ان کے لیے دعاؤں کے توشے نذر کریں، ہم کچھ نہیں کرسکتے لیکن ایک ایمان افروز کام کرسکتے ہیں، دعاؤں کی سوغات ضرور نذر کرسکتے ہیں؛ اپنے رب کو راضی کرسکتے ہیں؛ اپنے رب سے تمنائے دلی کا اظہار کرسکتے ہیں، ضرور مانگیں:

اے اللہ! ظلم کی شبِ دیجور دور فرما! غزہ کے مسلمانوں پر رحم فرما، فلسطینی مسلمانوں کی غیب سے مدد فرما! جو محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں؛ ان کے بازوؤں میں ایسی قوت دے کہ دُشمن کی صفیں اُلٹ دیں! مجاہدین کے لیے نصرت کی بادِ صبا بھیج دے! فلسطینی مسلمانوں کی قربانیاں قبول فرما؛ ان کے لہو کی سُرخی سے چمن قدس کو باغ و بہار فرما! ارضِ اقصیٰ پر قابض صہیونیوں کو زمیں کی پستیوں میں دفن فرما! گلشنِ مسلمین کی تاراجی کرنے والوں کو عبرت ناک انجام کی دہلیز سے ہمکنار فرما! فضائے اقصیٰ میں آگ بکھیرنے والوں کو بکھیر دے! ان کو بھی تاراج فرما جو ارضِ عرب میں صہیونیت کو پال پوس رہے ہیں! جو مراکز اسلام میں امریکی کاز کو مستحکم کررہے ہیں! ان تماش بین حکمرانوں کو زوال کی گھاٹیاں عطا کر جو غزہ کے کمھلائے پھولوں کو مسلنے میں مدد دے رہے ہیں! جو سُہاگِ مسلم کو لُٹتا دیکھ کر تماشائی بنے ہوئے ہیں!! مولیٰ کریم! صبح تازہ نمودار فرما جس کے دامن سے آزادیِ فلسطین کا سورج طلوع ہو، شبِ غم کافور ہوجائے۔ لہو خیزی سے چمن آباد ہوجائے! چمن اسلام کی حنا بندی فرما! نشیمن اُجاڑنے والوں کو اُجاڑ دے اور غزہ پھر آباد ہو! پھر شاد ہو! پھر حیات کی تازہ بہاریں چھا جائیں اور اس کے عقب سے فضائے اقصیٰ میں توحید و رسالت کے وہ پاکیزہ نغمے بلند ہوں جس سے صہیونی منصوبے مسمار ہوجائیں!! مولیٰ کریم! عربوں کو دامِ فرنگ سے آزادی نصیب فرما! اسلامی ثقافت کے آثار مٹانے والوں کو مٹا دے! تمدنِ مغرب کے جپا ہنے والوں کو تاج و تخت سے محروم فرما دے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ۔

آزاد ہو یہ ارض مقدس بھی جلد تر
یہ مدعا بھی اے مرے رب العلیٰ ملے

ص ۵۴ کا بقیہ..

جس میں فقہی مسائل پر تحقیق و تدقیق کے بعد قولِ فیصل کا صدور معنویت سے پُر ہے، مفتی عبدالصمد مصباحی (دھاراوی ممبئی) نے کہا کہ: اعلیٰ حضرت نے مسائلِ فقہ میں متضاد اقوالِ ائمہ کے درمیان تطبیق فرمائی، مسائل کے استنباط میں آپ کی تدقیقات بڑی معرکہ آرا ہیں، ڈاکٹر سجاد احمد رضوی (پریسیڈینسی یونیورسٹی کلکتہ) نے کہا کہ: اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت تھی کہ آپ نے سو سال قبل مشرکین سے ادغام و اتحاد سے گریز کی تعلیم دی تا کہ شعائر اسلام کا تحفظ ہو، مسلمانوں کو اپنی سیاسی و معاشی و سماجی حالت کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے، اعلیٰ حضرت کے دو پروگرام "دس نکاتی منصوبہ" اور "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" پر عمل کی آج بھی اشد ضرورت ہے، مولانا مبارک حسین غوثی (بھیونڈی) نے کہا کہ: اعلیٰ حضرت کی اسلامی فکر و سائنسی مہارت مثالی ہے اور فکر سلفِ صالحین کی ترجمان، مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (بانی جامعہ امام اعظم لکھنؤ) نے کہا: اعلیٰ حضرت کا کتاب و سُنّت سے استدلال فقہی بصیرت پر دال ہے، اعلیٰ حضرت نے فقہی معاملات میں ہمیں دلیلوں کا عادی بنا دیا، سلام و دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

اجتماع برائے شعبۂ نسواں 18: فروری اتوار کو بعد نمازِ ظہر تا شام خواتین اسلام کا اجتماع منعقد ہوا، دارالعلوم کے شعبۂ نسواں (بنات القادریہ) سے فارغ 20/طالبات کی ردا پوشی کی گئی، عالمہ فاضلہ شگفتہ پروین، عالمہ شمس النساء، خوشبو باجی و دیگر معلمات نے خطاب کیا، جس میں کافی خواتین نے شرکت کی، واضح رہے کہ ادارے کے معاونین کا بھی اظہار تشکر کیا گیا کہ ان کی معاونت سے یہ تعلیمی سفر یہاں تک پہنچا؛ مزید مستقبل میں بھی معاونین کی توجہ رہے گی تا کہ جامعہ کے شعبے مزید مستحکم ہوں، ایسی رپورٹ الجامعۃ الرضویہ کلیان سے ارسال کی گئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے ایک عورت کا مکالمہ

(از: ایک قاری کے قلم سے

مورخین نے کتب تاریخ میں لکھا ہے ایک خاتون حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے خدا کے نبی! کیا اللہ ظالم ہے؟

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: رب تعالیٰ تو سراسر عدل انصاف ہے، وہ ذرا برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس نے کہا اللہ نے مجھ پر ظلم کیا ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا کون سا ظلم کیا ہے؟ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے، وہ کہنے لگی مجھے تو حکمت نظر نہیں آتی مجھے تو ظلم لگتا ہے۔

پھر اس عورت نے اپنا قصہ بیان کرنا شروع کیا: اے خدا کے نبی! میں ایک بیوہ عورت ہوں، میری تین یتیم بچیاں ہیں، جن کی پرورش میں اپنے ہاتھ سے سوت کاٹ کاٹ کے کرتی ہوں، میں دن بھر اور بعض اوقات راتوں کو جاگ کر سوت کاتتی ہوں، گزشتہ روز میں اپنا کاٹا ہوا سوت ایک سرخ کپڑے میں باندھ کر اسے بیچنے کے لیے بازار جانا چاہتی تھی، تاکہ اس کی آمدنی سے بچیوں کے کھانے پینے کا بندوبست کروں، لیکن اچانک ایک پرندہ مجھ پر ٹوٹ پڑا اور سرخ کپڑے کا ٹکڑا جس میں مَیں نے سوت باندھ رکھا تھا۔

اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھتے ہوئے لے اڑا، میں یونہی حسرت و یاس سے ہاتھ ملتے رہ گئی، اب میرے پاس کچھ نہیں کی اپنی بچیوں کو کھانا ہی کھلا سکوں، ابھی وہ خاتون حضرت داؤد علیہ السلام سے اپنی داستان بیان کر رہی تھی کہ اتنے میں آپؑ کے دروازے پر دستک ہوئی، حضرت داؤد علیہ السلام نے آنے والے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اجازت ملتے ہی دس تاجر یکے بعد دیگرے اندر داخل ہوئے، جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سو سو دینار تھے، تاجروں نے عرض کیا: خدا کے نبی! ہمارے ان دیناروں کو ان کے مستحق تک پہنچا دیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا: ''میرے پاس یہ مال حاضر کرنے کا سبب کیا ہے؟''

تاجروں نے جواب دیا: خدا کے نبی! ہم سب ایک کشتی میں سوار تھے۔ اتفاقاً ایک زوردار آندھی آئی، کشتی میں ایک جانب سوراخ ہو گیا اور پانی کشتی میں داخل ہونا شروع ہو گیا، موت ہمیں سامنے نظر آرہی تھی، ہم نے نذر مانی کہ اگر رب تعالیٰ ہمیں اس طوفان سے نجات دیدے تو ہر شخص سو، سو دینار صدقہ کرے گا، اب پانی کشتی میں تیزی سے داخل ہونے لگا، ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی، جس سے اس سوراخ کو بند کر سکیں۔

ادھر ہم نے نذر مانی، ادھر رب تعالیٰ نے ہماری مدد کا بندوبست کر دیا۔ ایک بہت بڑا پرندہ منڈلاتا ہوا کشتی کے اوپر آ گیا۔ اس کے پنجے میں ایک سرخ رنگ کی پوٹلی تھی۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے پوٹلی کشتی میں پھینک دی۔ ہم نے لپک کر اس پوٹلی کو پکڑا، اس میں کاٹا ہوا سوت تھا۔ ہم نے فوراً اس سے کشتی کا سوراخ بند کیا اور اس میں داخل شدہ پانی کو ہاتھوں سے باہر پھینکا۔ تھوڑی دیر بعد طوفان تھم گیا اور یوں ہم موت کے منہ سے واپس آئے ہیں۔ اب یہ صدقے کی رقم آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ جسے چاہیں، اسے دے دیں۔

یہ قصہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام اس بیوہ عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: پروردگار تیرے لیے بحر و بر میں تجارت کر رہا ہے اور تو ہے کہ اس کو ظالم گردان رہی ہے؟ پھر آپ نے وہ دینار اس خاتون کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: جاؤ انہیں اپنی بچیوں پر خرچ کرو۔ (مجالس النسا)

◆◆◆

جمعۃ المبارکہ! سید الایام

(از: نورین خان، پشاور پاکستان

اسلام میں جمعہ کو بہت اہم دن سمجھا جاتا ہے، اسے عربی میں "جمعہ" کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے "اجتماع" یا "جماعت" اسلام میں جمعہ کی اہمیت کو مختلف پہلوؤں سے اجاگر کیا گیا ہے، سب سے پہلے، جمعہ وہ دن ہے جس دن مسلمان ہفتہ وار اجتماعی نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں جسے نماز جمعہ کہتے ہیں، یہ نماز اسلام

مختصرات

میں واجب عبادات میں سے ایک ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے۔ مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھنے، خطبہ سننے اور اجتماعی دعا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، مسلمانوں کے لیے یہ وقت ہے کہ وہ اکٹھے ہوں، اپنے اتحاد کو مضبوط کریں اور اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کے ذریعے روحانی تجدید حاصل کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جمعہ کو اسلام میں بابرکت دن سمجھا جاتا ہے، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جمعہ کا دن اللہ کی طرف سے ایک خاص نور اور برکت رکھتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن کو ہفتے کا بہترین دن قرار دیا ہے اور آپ نے مسلمانوں کو اس دن اللہ کے ذکر اور دعاؤں میں اضافہ کرنے کی ترغیب دی ہے، آپ یوں سمجھ لیں کہ جمعہ کا دن پورے ہفتے کے دنوں کا سردار دن ہے، اس دن خاص دعائیں مانگی جاتی ہے اور کہتے ہے کہ جمعہ کے دن کی گئی دعا رد نہیں ہوتی اور فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

تیسری بات: جمعہ کا دن اسلام میں کئی مخصوص طریقوں اور آداب سے وابستہ ہے، مسلمانوں کو جمعہ کے دن واجب غسل کرنے، صاف اور اچھے کپڑے پہننے، خوشبو لگانے اور جلدی مسجد جانے کی ترغیب دی جاتی ہے، یہ مشقیں ایک طرح سے پاکیزگی اور اس مبارک دن پر عبادت میں مشغول ہونے کی تیاری کی علامت ہیں، یہ تو حقیقت ہے کہ اللہ پاک نے کائنات تخلیق کی ہے اور وہ ہی واحد تمام مخلوقات کا یکتا خالق ہے، اس لئے رب العالمین نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے مثال کے طور پر اس کریم رب نے جمعہ کے دن کو باقی تمام دنوں میں فوقیت دی ہے اور اسے برکت والا دن بنایا ہے یعنی جمعۃ المبارک کو اہمیت حاصل ہے۔

مزید برآں، جمعہ مسلمانوں کے لیے اپنے ایمان پر غور کرنے اور اللہ سے رہنمائی حاصل کرنے کا وقت ہے، یہ غور وفکر، خود غور وفکر اور اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کو یاد کرنے کا دن ہے، مسلمانوں کو عبادات میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے، جیسے قرآن کی تلاوت، رضا کارانہ دعائیں، صدقہ دینا اور استغفار کرنا۔

مجموعی طور پر جمعہ کو اسلام میں اجتماعی عبادت، برکت اور روحانی عکاسی کے دن کے طور پر بہت اہمیت حاصل ہے، مسلمانوں کے لیے یہ وقت ہے کہ وہ اللہ اور اپنی برادری کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط کریں، رہنمائی حاصل کریں اور روحانی ترقی کے لیے کوشش کریں۔

مسجد الجمعہ: جہاں پہلی نماز جمعہ ادا کی گئی، مدینہ منورہ کے اطراف میں واقع مسجد الجمعہ وہ جگہ ہے جہاں مکہ سے مدینہ ہجرت (ہجرت) کے فوراً بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی نماز جمعہ پڑھائی۔ مسجد الجمعہ مشہور مسجد نبوی سے تقریباً 2.5 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ نمازِ جمعہ مکہ معظّمہ میں فرض ہو چکی تھی؛ لیکن اس کی سب سے پہلے ادائیگی مدینہ منورہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی، اس پہلے جمعہ میں 40 حضرات شریک تھے، پھر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے پہلا جمعہ "قبا" سے روانہ ہو کر محلہ بنو سالم بن عوف میں ادا فرمایا۔ جہاں بعد میں ایک مسجد بنا دی گئی، جو "مسجد جمعہ" کے نام سے موسوم ہوئی۔

نوٹ: چونکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلغِ اسلام بن کر آئے تھے اور انہی کی تبلیغ سے مدینہ منورہ میں اسلام پھیلا، اس لیے آپ ﷺ نے جمعے کے قیام کا خط حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام جاری فرمایا، بنابریں مدینہ منورہ میں پہلے جمعے کے قیام کی نسبت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی کی جاتی ہے۔

◆◆◆

ص ۵ / کا بقیہ ....

تردید حقیقت ہے کہ اس وقت گلستان سنیت میں جو بہاریں نظر آرہی ہیں وہ امام احمد رضا کی بے لوث کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

لہٰذا اس دن عشاق اپنے اس محسن کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ان کے ایمان واسلام کی محافظت کے لئے امام احمد رضا جیسا متبحر اور نادر روزگار پیشوا عطا فرمایا، اللہ رب العزت ہمیں ان کے نقش قدم چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

منظومات

الٰہی زیست کو میری تو جنت کا نشاں کر دے

(از: شفیق اللہ نوری جوہر، باڑا اوی سیتامڑھی

الٰہی زیست کو میری تو جنت کا نشاں کر دے
مٹا کر نقش عصیاں کو منور جسم و جاں کر دے

یہی ہے التجا تجھ سے شہ کونین کے صدقے
خطاؤں کو قیامت میں مری سر نہاں کر دے

سیاہی دور فرما کر جہان قلب سے یارب
مثال کہکشاں روشن مرے دل کا مکاں کر دے

زمیں سے عرش کو دیکھوں بصیرت ہو عطا ایسی
ہوں جتنے راز سربستہ وہ سب مجھ پر عیاں کر دے

مشام جاں معطر ہو ہمیشہ جس کی خوشبو سے
خدایا اپنی قدرت سے وہ پیدا گلستاں کر دے

وبا پھیلی ہے دنیا میں ہر اک جانب مرے مولیٰ
زمانے کی مصیبت سے عطا حفظ و اماں کر دے

دعا ہے حضرت حسان کے صدقے یہ جوہر کی
زمین فکر کو میری الٰہی آسماں کر دے

ہمیں ان کے در تک رسائی ملی

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

دل تار کو یوں صفائی ملی
ہمیں ان کے در تک رسائی ملی

ثنائے شہ دو جہاں کے لیے
قلم کو مرے روشنائی ملی

فرشتے بھی کرتے ہیں مدح نبی
فلک پر بھی محفل سجائی ملی

سلام ان پہ پڑھتے ہیں سارے حروف
درودوں میں مشغول اکائی ملی

حبیب خدا سے ملقب ہیں جو
نثار ان پہ ساری خدائی ملی

تصور میں طیبہ کا گلزار ہے
ہمیں دشت غم سے رہائی ملی

یہ فیضان ہے شاہ کونین کا
کلی شبنموں سے نہائی ملی

حلیمہ پہ کرتا ہے رشک آسماں
بہت خوش نصیب ان کی دائی ملی

میں کرتا ہوں عینؔی نبی کی ثنا
شب و روز کی یہ کمائی ملی

نغمۂ صلی علیٰ جو بھی پڑھا کرتے ہیں

(از: محمد نعیم الدین قادری گلابوری، جامعہ رحمانیہ بارہ بنکی

جب تصور میں انہیں یاد کیا کرتے ہیں
ذہن میں نعتیہ اشعار بنا کرتے ہیں

نغمۂ صلی علیٰ جو بھی پڑھا کرتے ہیں
فکر دنیا سے وہ محفوظ رہا کرتے ہیں

ان کے دربار سے جو لوگ پھرا کرتے ہیں
جا بجا دہر میں وہ خوار ہوا کرتے ہیں

نہ انہیں خوف لحد کا ہے نہ خوفِ محشر
عشقِ سرکار میں جو لوگ جِیا کرتے ہیں

ایک دن شہر مدینہ میں بلائیں گے حضور
ہم شب و روز انہیں یاد کیا کرتے ہیں

دورۂ چشمِ کرم کرتے ہیں جب جانِ بہار
گُل مری کِشتِ تخیّل میں کِھلا کرتے ہیں

الفتِ شہ کی بدولت ہی ابوبکر و عمر
روضۂ پاک میں بھی ساتھ رہا کرتے ہیں

شہر بغداد و بخارا کی کریں کیوں تخصیص
ان کے عشّاق ہر اک سمت رہا کرتے ہیں

رنج و آلام سے وہ بچتے رہیں گے ہر دم
جو شب و روز ترا نام جپا کرتے ہیں

صدقۂ حضرتِ حسّان نعیؔم خستہ
ہو عطا آپ کو ہم رب سے دعا کرتے ہیں

الجامعۃ الرضویہ میں حسام الحرمین کانفرنس اور امام احمد رضا سیمینار

قائد ملت کے ہاتھوں طلبہ کی دستار — فکر رضا کی ترویج کا پیغام

حسام الحرمین کانفرنس 17: فروری سنیچر کی شب سرزمین کلیان پر" حسام الحرمین کانفرنس" کا انعقاد الجامعۃ الرضویہ کے سلور جوبلی کی نسبت سے ہوا، مختلف شعبوں سے فارغ 50/طلبہ کی دستار بندی شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری صاحب بریلی شریف کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی، اس پروگرام میں کلیان، بھیونڈی، ممبرا، امبرناتھ، ممبئی کے بکثرت علما، مشائخ وعمائدین شریک رہے، حضور عسجد میاں صاحب نے الجامعۃ الرضویہ کے لیے دعا کی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم رہ کر خدمت دین وسُنّیت کے لیے نصیحت فرمائی، اس موقع پر حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری بریلی شریف بھی بنفس نفیس موجود تھے، متعدد علما نے خطاب کیا، جامعہ کی خدمات کو اہل علم نے خراج محبت پیش کیا، امام احمد رضا سیمینار کے مقالات کا مجموعہ" امام احمد رضا نمبر" نیز دیگر مطبوعات کا اجرا عمل میں آیا۔

امام احمد رضا سیمینار: دربدر کی خاک چھان کر کسی ادارے کا وجود ہوتا ہے، مولانا محمد مسعود رضا اور مولانا جہانگیر اشرف و رفقائے کار نے جس تعلیمی مشن کا آغاز ''الجامعۃ الرضویہ'' کی شکل میں کیا تھا وہ اپنی 25/منزلیں عبور کر چکا ہے، یہ ادارہ قابلِ تقلید ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی یاد میں علمی وتحقیقی سیمینار کا انعقاد باعث فرحت ہے، بانیان الجامعۃ الرضویہ نے متعدد جہتوں سے دینی وعلمی خدمات انجام دی ہیں اور بچوں اور بچیوں کی تعلیمی کفالت کا مبارک فریضہ انجام دیا ہے۔ اس طرح کا اظہارِ خیال قومی سطح پر منعقدہ ''امام احمد رضا سیمینار'' کے پہلے سیشن سے ڈاکٹر مفتی ارشاد ساحل سہسرامی (سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) نے اپنے خطبۂ صدارت میں کیا۔

مقالہ نگاران نے بالترتیب مقالہ جات کی خواندگی کی، مولانا شاہ الحمید مرکزی (شعبۂ تحقیق الجامعۃ الرضویہ) نے ''اعلیٰ حضرت اور اصلاح معاشرہ'' کے زیر عنوان کہا کہ: اعلیٰ حضرت کی تحقیقاتِ علمیہ میں معاشرتی فوز وفلاح کا زبردست مواد موجود ہے، مولانا عرفات رضا امجدی (شعبۂ تحقیق الجامعۃ الرضویہ) نے کہا کہ: اعلیٰ حضرت کی عبقریت مسلّم ہے؛ جن کے فیضانِ علم وتحقیق سے علمی دُنیا فیضیاب ہے، غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن مالیگاؤں) نے کہا کہ: تحفظِ ناموس رسالت ﷺ کے لیے فتاویٰ" حسام الحرمین" فقہی گہرائی وگیرائی کا مرقع ہے جس کے مصدقین مرجع علمائے عالمِ اسلام ہیں، تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے عنوان پر اعلیٰ حضرت کی خدمات کے معترف علما ومشائخ اور محققین و اسکالرز بھی ہیں۔

مفتی شاہنواز مصباحی (ممبرا) نے کہا کہ: اعلیٰ حضرت نے علوم عقلیہ کو دین کا خادم بنا دیا؛ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ میں اپنے دیرینہ نقوش ثبت کیے، مولانا غلام چشتی غوثی (شعبۂ تحقیق الجامعۃ الرضویہ) نے کہا کہ: خانوادۂ اشرفیہ وخانوادۂ رضویہ کے روابط کا تاریخی تسلسل ہے، شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں و اعلیٰ حضرت بریلوی کے مابین محبت واُلفت کا اٹوٹ رشتہ ہے، مولانا قاضی نور سعید قادری (بھیونڈی) نے فرمایا کہ: اعلیٰ حضرت نے ردقادیانیت میں 5/کتابیں تصنیف کیں اور دلائل سے قادیانیت کی بیخ کنی کی، مولانا مخدوم رضا جامعی (مدرس الجامعۃ الرضویہ) نے کہا کہ: فتاویٰ رضویہ جہان علم وتحقیق ہے، سیمینار کے پہلے سیشن میں 7/مقالات پیش کیے گئے۔

سیمینار کے دوسرے سیشن کی صدارت مفتی محمد اشرف رضا (ممبئی) نے کی اور خطبۂ صدارت میں کہا کہ: الجامعۃ الرضویہ کلیان کے قیام کے 25/سال کی تکمیل پر متعدد علمی وتعلیمی سرگرمیاں لائق قدر ہیں، اس کا اشاعتی کارواں تیز گام ہے، خواندگی کے عرصہ میں بالترتیب 8/مقالات پیش کیے گئے، مفتی مشتاق عزیزی (جامعہ اہلسنّت صادق العلوم ناسک) نے کہا کہ: اعلیٰ حضرت کی شاعری میں غزلیہ رنگ وآہنگ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے، اعلیٰ حضرت کی شاعری رنگ تغزل کے ساتھ حزم واحتیاط کی آئینہ دار ہے، مفتی مشتاق احمد امجدی (امام احمد رضا لرننگ سینٹر ناسک) نے کہا کہ: فتاویٰ رضویہ فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے؛ بقیہ ص ۵۰/پر

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
APRIL-2024
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



ذی القعدہ ۱۴۴۵ھ مئی ۲۰۲۴ء
MAY-2024 Rs. 30/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



محفلِ انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

حضور تاج الشریعہ بے مثال شخصیت

حضور تاج الشریعہ! حیات وخدمات

حضور تاج الشریعہ اور اشعار رضا کی تشریح

تاج الشریعہ! حق گوئی و بے باکی کا ایک نادر استعارہ

- نادان دوست
- شاعری اور تقدس
- بات کرنے کو سلیقہ چاہیے
- نعت نبی نہیں! گانے پر جھومتی عوام
- افادۂ حامدی بر حاشیۂ خیالی
- ماں! اولاد کے لئے بہترین رول ماڈل
- موبائل کا غیر ضروری استعمال اور اس کے نتائج
- شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا بیسواں سیمینار

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



مركز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بريلي شريف يو پي، هند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نوردیدہ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۵
Issue No. 5
Vol. 9 جلد نمبر ۹

ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ
مئی ۲۰۲۴ء

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تاج الشریعہ

حق گوئی و بے باکی کا ایک نادر استعارہ

اداریہ

حق گوئی و بے باکی علمائے حق کی شان اور پہچان ہوا کرتی ہے، وہ اعلائے کلمۃ الحق میں کسی اپنے بیگانے، چھوٹے بڑے، شاہ و گدا، ! خاص و عام اور عربی و عجمی میں کوئی امتیاز نہیں برتتے اور نا ہی وقت کے کسی صاحب اقتدار سے مرعوب ہوا کرتے ہیں، حق و صداقت کا ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں، وہ اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کا یہ قدم وقت کے کسی شہنشاہ کے خلاف جارہا ہے یا کسی کوتاہ کے موافق! وہ اظہار حق کے لئے کسی کی لعنت و ملامت کی بھی فکر نہیں کرتے، خواہ وہ اپنی رائے میں بالکل تنہا ہی کیوں نہ ہوں۔

حضور تاج الشریعہ کو اللہ رب العزت نے جہاں بے شمار علمی فضائل و کمالات سے نوازا تھا، وہیں اظہار حق کے لئے جرأت و بے باکی جیسی خوبیوں سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا، چنانچہ آپ کی حق گوئی و بے باکی کا یہ عالم تھا کہ خلاف شرع امور میں بڑے سے بڑے اہل علم و فضل، چوٹی کے صاحبان اقتدار اور نامور مال داروں کی بھی کوئی رعایت نہیں فرمائی، جو حق ہے اس کا ببانگ دہل اظہار فرمایا، کبھی کسی کا چہرہ دیکھ کر بات نہیں کی، کبھی کسی کی ناراضگی یا کسی ذاتی نقصان کی پرواہ نہیں کی۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ انٹرنیشنل میلاد کانفرنس کراچی پاکستان کے اسٹیج پر دیگر بڑی خانقاہوں کے سجادگان کے ساتھ ساتھ خانقاہ غوث اعظم کے سجادہ نشین بھی موجود تھے، انھوں نے کوٹ پینٹ کے ساتھ ساتھ ٹائی بھی لگا رکھی تھی، جیسے ہی حضور تاج الشریعہ کی نظر ٹائی پر پڑی، آپ نے فوراً برسر اسٹیج ٹائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے فرمایا کہ ''حضور یہ ٹائی یہود و نصاریٰ کا مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے'' یہ دیکھ کر اس وقت تو تھوڑی دیر کے لئے اہل اسٹیج بلکہ تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا، ہر ایک دوسرے کا منھ تکنے لگا، لوگ پریشانی میں پہلو بدلنے لگے کہ نہ معلوم اب کیا ردّ عمل سامنے آئے۔

دراصل بھرے مجمع میں اس عظیم ترین شخصیت کو ٹوکنے کی جرأت کرنا بلاشبہ بڑے دل گردے کی بات تھی، لیکن آپ کمال اطمینان و سکون سے مسئلہ کی تفہیم فرماتے رہے اور سجادہ نشین مسحور ہو کر بغور سماعت فرماتے رہے، حق کی کشش ملاحظہ فرمائیے کہ جب ان کو نفس مسئلہ سمجھ میں آ گیا تو انھوں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ اپنی ٹائی اتار دی، نیز آپ کے ساتھ کافی دیر تک دیگر مسائل پر گفتگو فرماتے رہے۔

جبکہ اکثر دیکھا اور سنا جاتا ہے کہ ایسے مواقع پر بہت سے لوگ اظہار حق و صداقت سے پس و پیش کرتے ہیں اور طرح طرح کی مصلحتوں کا سہارا لے کر بیان حق سے گریز کرتے ہیں۔ اسی طرح ہالینڈ کی سرزمین پر ایک جلسے میں آپ شریک ہوئے جہاں بہت سے ڈاکٹرز اور پروفیسر حضرات ٹائی لگا کر شریک اجلاس تھے، آپ نے برملا ٹائی کی حقیقت اور اس سے متعلق عیسائیوں کے عقیدے پر بھرپور تقریر فرمائی، ساتھ ہی اس سلسلے میں ایک سوال کا مدلل اور مبرہن جواب بھی تحریر فرمایا۔

اسی طرح ایک بار دبئی کی گولڈ مارکیٹ کی مسجد میں جمعہ کی امامت کے لئے حضور تاج الشریعہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس مسجد میں جمعہ کی نماز مائک پر ادا کی جاتی ہے، لیکن حضور تاج الشریعہ نے کسی بھی مصلحت کو خاطر میں لائے بغیر مائک ہٹا دیا اور مکبّرین کی تنصیب کے بعد امامت فرمائی۔

دبئی کے ہی ایک صاحب جو سونے چاندی کے بڑے نامور اور کھرب پتی تاجر تھے، سیکڑوں لوگ ان کے یہاں کام کرتے تھے، قسمت سے انھیں حضور تاج الشریعہ سے شرف بیعت بھی حاصل ہے، دبئی کے کسی سفر میں وہ حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کے لئے آئے، کسی نے

آپ کو بتایا کہ ان کے یہاں تراویح کی امامت کوئی وہابی یا دیوبندی مولوی کرتا ہے، اتنا سنتے ہی غلبۂ جلال سے حضور تاج الشریعہ کا چہرہ سرخ ہو گیا، آپ نے نہایت ہی سخت الفاظ میں انھیں ڈانٹا، یہاں تک کہ ان سے مصافحہ بھی نہیں کیا، بالآخر انھوں نے عذر خواہی کرتے ہوئے کہا کہ حضور ہمیں اس بات کا علم نہیں، کیونکہ ہماری کمپنی میں سیکڑوں لوگ کام کرتے ہیں اور انھیں میں سے کوئی امامت بھی کرتا ہے، آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، پھر انھوں نے سب کے سامنے اس لاپرواہی سے توبہ واستغفار کیا۔

اس کے بعد حضور تاج الشریعہ نے وہابیہ ودیابنہ کے عقائد باطلہ بتا کر مسائل شرعیہ سے آگاہ فرمایا، اس موقع پر لوگوں نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھا کہ اپنے وقت کے ایک کھرب پتی کی بھی تاج الشریعہ نے کوئی رعایت نہیں فرمائی، توبہ واستغفار کے بعد کھرب پتی تاجر نے سراپا عجز ونیاز بن کر عرض کیا: حضور غریب خانہ پر تشریف لے چلیں، آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا: نہیں! اس بار نہیں، البتہ اگر تم اپنی توبہ پر قائم رہے تو آئندہ سفر میں اس کے لئے سوچوں گا۔

مذکورہ حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ حق گوئی وبے باکی، استقامت علی الحق اور تصلب فی الدین کی اپنی مثال آپ تھے، سنت وشریعت کی اسی پابندی کے سبب اہل جہاں انھیں ''تاج الشریعہ'' جیسے مؤقر لقب سے یاد کرتے ہیں، چناں چہ حضور تاج الشریعہ کی حق گوئی وبے باکی، تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق کا اعتراف کرتے ہوئے مصر کے معروف محقق شیخ محمد خالد ثابت اپنی کتاب ''انصاف الامام'' میں رقم طراز ہیں:

"كان الإمام أحمد رضا يحرّم التصوير، وكانت وفاته في سنة ١٩٢١م، واليوم -بعد ما يقرب من تسعين عاما على وفاته، حدثت في الدنيا تغييرات هائلة وأصبح التصوير كالماء والهواء لشعوب الأرض لا يكاد أحد يتصور الحياة إذا غاب التصوير عنها. ومع ذلك وجدت للشيخ الجليل محمد أختر ضمن مؤلفاته كتاباً في تحريم التصوير. وعلمت من أتباعه ومحبيه أنه لا يسمح بالتصوير في مجلسه، حتى أنه لا توجد له صورة متداولة بينهم.

ورحت أتأمل في هذا الأمر وأقول لنفسي: لو أن علماء الأمة اتخذوا نفس الموقف من التصوير لربما أصبح العالم على غير الشكل القبيح الذي نراه عليه، تأمل في أبواب الفساد التي فتحت على الدنيا كلها من باب التصوير وحده حتى تقدر لهؤلاء الرجال جهودهم في خدمة الدين وثباتهم على الحق- یعنی امام احمد رضا حرمت تصویر کے قائل تھے اور ان کا وصال ۱۹۲۱ء میں ہوا، آج ان کے وصال کے تقریباً ۹۰ر سال بعد دنیا میں زبردست تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، جن میں ایک تصویر کشی بھی ہے جو (آج کل) پوری دنیا میں ہوا پانی کی طرح عام ہو گئی ہے، یہاں تک کہ اب کوئی ایسی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس سے تصویر غائب ہو، تاہم مجھے تصویر کی حرمت پر مشتمل تاج الشریعہ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ملی اور میں نے ان کے پیروکاروں اور مداحوں کے ذریعہ جانا کہ وہ اپنی محفلوں میں تصویر کشی کی اجازت بالکل نہیں دیتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کوئی بھی مروجہ تصویر نہیں پائی جاتی۔

میں نے اس معاملے میں غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر پوری دنیا کے علما اسی موقف کو اپنا لیتے تو آج دنیا اتنی بری شکل میں نہ ہوتی جس میں ہم اسے دیکھ رہے ہیں، اسی طرح اگر آپ معاشرہ میں موجود ان برائیوں اور فسادات کے بارے میں غور وفکر کریں جن کا وجود ہی تصویر کشی پر موقوف ہے تو تاج الشریعہ جیسے علمائے ذی وقار کی دینی خدمات، کد وکاش اور راہ حق میں ان کی ثابت قدمی کی تعظیم وتکریم کیے بغیر نہیں رہ پائیں گے۔" [انصاف الامام، ص ۱۱۴—۱۱۵]

چند سطور کے بعد مزید یوں تحریر فرماتے ہیں:

"نعم: هذه فتاوى المخلصين رجال الله الصادقين الذين يدورون مع الحق حيث دار، لا بقیہ ص ۱۷ ر پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

موبائل کا غیر ضروری استعمال اور اس کے نتائج

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:۔

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

وقت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اگر ہم نے اس عظیم نعمت کی قدر نہیں کی تو حسرت وندامت کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، اسی لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم وقت کی اہمیت کو سمجھیں، کیوں کہ اگر یہ ضائع ہو گیا تو دوبارہ نہیں مل سکتا جبکہ اس کے علاوہ اگر دولت، شہرت، حکومت ضائع ہو گئی تو دوبارہ مل سکتی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

''روزانہ صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس وقت یہ اعلان کرتا ہے کہ اگر آج کوئی کام کرنا ہے تو کرلو کہ آج کے بعد میں پلٹ کر نہیں آؤں گا۔'' (شعب الایمان)

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے یوں ارشاد فرمایا:

''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں، صحت اور فراغت۔'' (بخاری)

وقت انسان کا ایسا سرمایہ ہے جس کا درست استعمال انسان کو بلندی پر پہنچا سکتا ہے جبکہ غلط استعمال سے نقصان کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، وقت کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وقت اچھا ہو یا برا گزر ہی جاتا ہے۔

حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے صوفیائے کرام سے دو باتوں کا علم سیکھا، ایک یہ کہ وقت تلوار ہے، اگر تم نے اسے کاٹ لیا تو کاٹ لیا ورنہ وہ تمہیں کاٹ دے گا، دوسری بات یہ کہ زندگی برف کی طرح ہے۔'' (مدارج السالکین)

یعنی وقت ایک تلوار کی طرح ہے، اگر تم نے اس کا صحیح استعمال نہیں کیا تو وہ تمہیں باطل کاموں میں مصروف کر دے گا، اسی طرح زندگی برف کی طرح ہے، جس طرح سے برف دھیرے دھیرے پگھلتی رہتی ہے، اگر برف بیچنے والا برف پگھلنے سے پہلے رقم کما لے تو کامیاب ہے ورنہ وہ پگھل ہی جائے گی، اسی طرح سے اگر زندگی کے لمحات کا صحیح استعمال نہیں کیا تو وہ ہمارا انتظار نہیں کریں گے، وہ تو گزر ہی جائیں گے اور وقت گزر جانے کے بعد کبھی واپس نہیں آتا، پھر سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زندگی کی ایک ایک سانس کا حساب وکتاب دینا ہے اور ہمارے اعمال کے حساب سے تو ہمارا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

اسی لیے ہم اور آپ کو چاہیے کہ اپنے اوقات ضائع ہونے سے بچائیں، ہم کیا کر رہے ہیں، کہاں جا رہے ہیں، اپنا قیمتی خزانہ (یعنی وقت) ہم کہاں اور کیسے گزار رہے ہیں اس کی ہمیں پوری خبر ہونی چاہئے کیوں کہ وقت گزر جانے کے بعد دوبارہ واپس نہیں آتا، عقلمند انسان وہی ہے جو وقت کو ضائع نہ ہونے دے، وقت کو خراب کرنے والی بہت ساری چیزیں ہیں جن میں مبتلا ہو کر بہت سے لوگ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں، پرانے زمانے میں لوگ لہو ولعب میں اپنا وقت برباد کیا کرتے تھے، تاش کے پتوں، شراب نوشی اور عیاشی میں اپنی زندگی برباد کر دیتے تھے۔

عصر جدید میں لوگ ان تمام خرافات سے دور رہ کر بھی اپنا سارا وقت موبائل فون میں برباد کر رہے ہیں، وقت ضائع کرنے والی چیزوں میں سے سب سے زیادہ موبائل فون وقت برباد کر رہا ہے، یہ ایک ایسا مجرم ہے جو نہ جانے کتنے رشتے، لوگوں سے ملاقاتیں، ماں باپ کی محبت، بھائی بہن کا پیار، طلبہ کا قوت

اسلامیات

حافظہ، اساتذہ کا ذوق مطالعہ، لوگوں کی آنکھوں کی روشنی، اچھی صحت اس کے علاوہ بہت سے قیمتی چیزیں کھا گیا، طلبا اور نوعمر نوجوانوں کے لئے سب سے قیمتی چیز ان کا موجودہ وقت ہے۔

موبائل فون دین سے دوری کا بھی ایک ذریعہ ہے، لوگ اس قدر موبائل چلانے میں مصروف رہتے ہیں کہ صوم وصلوٰۃ کو بھی بھول جاتے ہیں، رمضان المبارک میں تراویح باجماعت چھوڑ کر لوگ IPL میچ دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سارے لوگ چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، گاڑی پر چلتے المختصر ہر وقت موبائل چلاتے ہیں۔

آج کل یوٹوب، انسٹا گرام، فیسبک پر شارٹ ویڈیوز کی کثرت ہے۔ جس میں بچے اور نوجوان اپنا وقت برباد کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ سنہرا وقت انہیں اپنے کاموں میں مشغول رکھنا چاہئے۔ موبائل ضرورت کی ایک چیز ہے اس کو ضرورت کے لحاظ اس استعمال کرنا چاہیے غیر ضروری استعمال سے بے شمار نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں موبائل

بچوں کو بچپن ہی سے موبائل کی عادت ڈلوادی جاتی ہے، گھر میں بچہ روتا ہے تو والدین اس کو چپ کرانے کے لیے اس کے آگے موبائل رکھ دیتے ہیں، دھیرے دھیرے بچے کو موبائل کی عادت ایسی پڑ جاتی ہے کہ پھر وہ موبائل نہ ملنے پر رونا شروع کر دیتا ہے، ایسے بچے آگے چل کر کم نظری اور کم عقلی کا شکار ہو جاتے ہیں، موبائل فون کے کثرت استعمال کی وجہ سے بچے کے اندر پڑھنے اور سمجھنے کا مادہ ختم ہو جاتا ہے، جو دماغ اُن کو پڑھنے لکھنے میں لگانا چاہیے وہ گیم کھیلنے، ویڈیوز دیکھنے میں لگا دیتے ہیں۔

لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو موبائل سے بہت دور رکھیں، آپ اُن کے لیے ایسی چیزوں کا انتظام کریں جس سے بچہ کو فائدہ ہو، کھیلنے کودنے کا موقع دیں تا کہ صحت مندرہے، پڑھنے لکھنے پر بچپن ہی سے زور دیں تا کہ آگے چل کے دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس کے علاوہ بچپن ہی سے نمازوں کا عادی بنائیں، اپنے ساتھ مسجد لے جائیں اور والدین کو چاہیے کہ بچوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہو، ہمیشہ اچھی باتیں کریں، نیک کام کریں تا کہ آپ کو دیکھ کر آپ کا بچہ بھی وہی کام کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو موبائل کا صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بری عادتوں اور بری خصلتوں سے محفوظ رکھے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

ص ۱۳ر کا بقیہ...

ذریعہ نعت کا مزاج بتادیا ہے، نعت لکھنے کا طریقہ بتایا ہے، امام احمد رضا نے اس رباعی میں دو بہت اہم باتیں کہی ہیں:

۱: آپ نے قرآن سے نعت کہنا سیکھا ہے، قرآن پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کی، محبوبان نبی کی تعریف کی اور دشمنان نبی کی مذمت کی، اعلیٰ حضرت نے بھی اپنے کلام میں ان تینوں عناصر پیش کیے ہیں، جیسے:ـــ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ
جلوۂ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

۲: نعت لکھتے وقت شریعت کے احکام کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے، یعنی شعر کہتے وقت کوئی ایسا لفظ نہ استعمال کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہ ہو، کوئی ایسا مفہوم نہ لایا جائے جو فلسفۂ توحید کے خلاف ہو، کسی ولی کی تعریف میں ایسی مبالغہ آرائی نہ ہو کہ شرک کا احتمال ہو جائے، یعنی کہ شعر ایسا نہ کہا جائے جو سورۂ شعراء کی آیت ۲۲۴ — ۲۲۶ ر کا مصداق ہو جائے، بلکہ شعر ایسا کہا جائے جو آیت ۲۲۷ ر کے معیار پر پورا اترے، شعر کہتے وقت شاعری کے تقدس کا مکمل طور پر خیال رکھا جائے، تقدیسی شاعری کا معیار برقرار رکھا جائے۔

◆◆◆

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

بات کرنے کو سلیقہ چاہیے

اسلامیات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات کے اندر بڑی مخلوقات کو پیدا کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑے بڑے طاقتور اور بڑے بڑے مضبوط ڈیل ڈول رکھنے والے جانور اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے، آپ ہاتھی کو دیکھیں، کتنی اس کے اندر وسعت ہے، کتنی اس کے اندر طاقت ہے، کتنا وہ بڑا ہے، آپ شیر کو دیکھیں، کس قدر زیادہ اس کی دہشت ہے، کس قدر اس کا زیادہ خوف ہے، کس قدر زیادہ وہ بڑا نام رکھتا ہے۔ لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود بڑے سے بڑا جانور، بڑے سے بڑا طاقتور جانور اپنا مافی الضمیر نہیں کہہ سکتا، اپنے لفظوں سے کچھ ادا نہیں کرسکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اس کے جو اشرف ہونے کے وجوہات ہیں، اس میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اسے بولنے کی طاقت دی، یہ بات کرسکتا ہے، اس کے دل میں جو ہے اسے بیان کرسکتا ہے، رب قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"اَلرَّحْمٰنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (۲) خَلَقَ الْاِنْسَانَ (۳) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (۴) رحمان نے قرآن سکھایا ہے اور پھر انسان کو پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بیان سکھایا۔"

اللہ نے اسے بات کرنے کی قوت عطا فرمائی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے نطق دیا، اسے قوت گویائی دی، وہ اپنی بات کہہ سکتا ہے، اب کرنے کا کام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نعمت عطا فرمائی ہے، قوتِ گویائی! ہر آدمی کے اندر اسپیکنگ پاور نہیں ہوتی۔ ہر بندہ بات نہیں کہہ سکتا، ایک تو صرف انسان کہہ سکتا ہے اور انسانوں میں سے بھی بعض لوگ ایسے ہیں جن کے اندر زیادہ طاقت ہوتی ہے بات کرنے کی۔ اب رب تعالیٰ نے جس نعمت کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔

اس نعمت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق کے مطابق انسان کو لے کے چلنا چاہیے اور اس نعمت کا ادائے شکر یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے اسے خرچ کیا جائے، سرف کیا جائے، ہمارے یہاں لوگوں کو بولنا آتا ہے تو وہ آدابِ گفتگو ہی بھول جاتے ہیں، ان کو اسٹیج میسر آتا ہے تو ان کو محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ جو جملہ تھا، یہ اس جگہ مجھے کہنا چاہیے تھا کہ نہیں کہنا چاہیے تھا، وہ جو گفتگو شروع کرتے ہیں تو انہیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ اس ہستی کے بارے میں مجھے یہ والے لفظ کہہ دینے چاہیے تھے کہ نہیں کہنے چاہیے تھے۔

آدابِ گفتگو ہی نہیں جانتے، بات کہنے کا سلیقہ ہی نہیں آتا، اگر اللہ نے زبان منھ میں دے دی ہے، تو دے کے شتر بے مہار نہیں چھوڑا بلکہ تمہیں کہا ہے، قرآن وسنت نے آداب بتائے اور میرے نبی پاک ﷺ نے تو فرمایا کہ: مجھے تم اپنی زبان کی اور شرم گاہ کی گیرینٹی دو، میں تمہیں جنت کی گیرینٹی دیتا ہوں، اس کا غلط استعمال نہ کرنا، اپنی زبان کا۔ سلیقے کے ساتھ بات کریں، آدابِ گفتگو ملحوظِ خاطر رکھیں۔ آپ کا لب ولہجہ، آپ کا اندازِ گفتگو بڑا مہذب ہو، بڑا شستہ ہو اور اگر آپ دینی ماحول میں گفتگو فرما رہے ہیں، اگر آپ دین کے معاملات میں بات کر رہے ہیں، پھر تو آپ کو اور زیادہ شستہ بات کرنی چاہیے پھر تو آپ کا انداز اور زیادہ نکھرا ہوا ہونا چاہیے، پھر تو آپ کے جملے ایسے ہوں کہ جنہوں نے وضو کیا ہوا ہو، پھر تو آپ کا اندازِ تکلم اس طرح کا ہو کہ اس گفتگو سے بھی لوگ آداب سیکھ لیں، اس بات سے بھی لوگوں کو، آپ کے لہجے سے بھی لوگوں کو تبلیغ ہوتی دکھائی دے۔

بات بندہ کر ہی لیتا ہے، بڑا خوب صورت لفظ ہے، ماں! بڑا میٹھا جملہ ہے ماں! اور یہ لفظ کہتے کہتے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے، لیکن اگر کوئی اپنی ماں سے یہ کہے کہ او! میرے باپ کی

* مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے بانی ہیں۔

اہلیہ! ذرا میری بات سننا! تو بات تو یہ بھی درست ہی ہے، ماں، باپ کی اہلیہ تو ہوتی ہے، اس کی بیگم تو ہوتی ہے، لیکن وہ کہتا ہے، میں نے بات تو ٹھیک کی ہے۔ بھئی! بات تو آپ نے ٹھیک کی ہے لیکن یہ آداب کے مطابق نہیں ہے، آپ نے اگر اپنے والد صاحب کا نام لے کے پکار لیا تو آپ نے کوئی غلط نہیں کیا، آپ نے بالکل صحیح کیا، ان کا نام ہے، ان کے باپ نے رکھا ہے، ان کا شناختی کارڈ پہ درج ہے، ان کے پاسپورٹ پہ لکھا ہے۔ زمانہ اسی نام سے پکارتا ہے، لیکن یہ کہ، یہ ادب کے مطابق نہیں ہے، یہ طریقہ درست نہیں ہے، یہ انداز ٹھیک نہیں ہے۔ آپ جملوں کا انتخاب کریں گے۔ آپ جب بات کریں گے تو خوب صورت کر کے کریں گے، آپ کو اللہ نے اگر بولنے کی صلاحیت دے دی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی زبان کے تیر سے کوئی نہ بچ سکے؟ نہ کوئی صحابی بچے، نہ اہلِ بیتِ نبوت معاذ اللہ! محفوظ ہوں، نہ ولی محفوظ ہوں، نہ درویش محفوظ ہوں، نہ علما محفوظ ہوں۔

آپ کو اگر سلیقہ ہی نہیں آتا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنی زبان کا بے دریغ استعمال کیا، غلط استعمال کیا، درست استعمال نہیں کیا۔ آپ جملوں کو آداب کے ساتھ، آپ کو بات کرنے میں چاشنی کا طریقہ آپ کو آنا چاہیے۔

ان کو تو بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے، ان کے تو جملے سن کے لوگ اپنے دل جڑتے محسوس کرتے ہیں، کلیجے میں راحت ہوتی، طبیعت میں ٹھنڈک آتی ہے کہ کسی نے کوئی جملہ بولا ہے۔ نبی پاک ﷺ کے چچا ہیں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کسی نے پوچھا، آپ بڑے ہیں کہ حضور ﷺ بڑے ہیں؟ پوچھنے والے کی منشا بالکل سمجھ میں آ رہی تھی، وہ عمر کے بابت بات پوچھ رہا تھا، عمر کے تعلق سے پوچھ رہا تھا۔ تو سادہ جواب تھا کہ میں عمر میں حضور سے ﷺ بڑا ہوں۔ لیکن ان کو آداب آتے تھے، بولنے کا سلیقہ آتا ہے، وہ گفتگو کے مد وجزر سے آگاہ تھے۔

کیا خوب صورت بات ارشاد فرمائی، قربان جائیں! حضور ﷺ نے فرمایا تھا، عباس مجھ سے ہیں، میں عباس سے ہوں، تو اندازِ تکلم دیکھیے، تو فرمانے لگے: بڑے تو حضور ﷺ ہی ہیں، پیدا پہلے میں ہوا تھا، بڑے تو وہ ہی ہیں، وہ ہی بڑے ہیں، انہیں کی شان بڑی ہے۔

بلغ العلی بکمالہ

انہیں کا اعزاز بڑا ہے، بعد از خدا بزرگ تو ہی، قصہ مختصر، وہ ہی بڑے ہیں، پیدا پہلے میں ہوا تھا تو آپ کے جملوں کی ترتیب، آپ کے لفظوں کا انداز، حضور ﷺ نے نہیں سکھایا تھا، آداب تو سکھائے تھے پر فی نفسہ یہ لفظ نہیں سکھائے تھے پر ہر صحابی کی زبان پہ جاری تھا، فداک ابی و امی یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پہ قربان ہو جائیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارا دل جان، آپ پہ قربان ہو جائے۔ تو ان کو یہ خوب صورت انداز نصیب تھا۔

دیکھیے! حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق، قرآن مجید، فرقانِ حمید، نازل ہوا ہے اور بہت ساری آیات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے کہہ دیا، ویسے نازل ہو گئیں، لیکن جنابِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہیں فرماتے، کہ دیکھو جی! میری رائے کے مطابق قرآن مجید نازل ہوا ہے، بلکہ انداز ہے نا بات کرنے کا؟ ہمارے تو مشورے کے مطابق کوئی فیصلہ ہو جائے تو ہم کہہ نہیں دیتے، میں نے تو پہلے ہی کہا تھا، دیکھا نا میں کتنا صاحب الرائے ہوں! پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ فرماتے ہیں، تین باتیں میرے منھ سے اللہ نے ایسی جاری کر دی ہیں جو میرے رب کی رضا کے مطابق ہیں، حالانکہ جو انہوں نے بول دیا وہ قرآن مجید بن گیا، ان کی منشا اور ان کی گفتگو کے مطابق آیات نازل ہوئیں، لیکن حضرت عمر کیا فرماتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میری زبان پر تین باتیں ایسی اللہ نے جاری کر دیں جو عین اللہ کی رضا کے مطابق ہیں۔

تو بات کرنے کا سلیقہ ہونا چاہیے، لفظوں کا چناؤ ٹھیک ہونا چاہیے، لفظ خوب صورت تراش کے آپ لائیں تا کہ آپ کی جو گفتگو ہے، وہ گفتگو سلیقہ مند محسوس ہو، ایسے لفظ استعمال نہ کریں کہ محسوس ہو کہ آپ تو بازار میں بیٹھے ہوئے ہیں، یوں محسوس ہو کہ یہ جملہ تو آپ نے کسی ایسی جگہ بیٹھ کے کہہ دیا ہے کہ جو شستہ

لوگوں کا ماحول ہی نہیں تھا۔ آپ غور کریں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام! کیا فرماتے ہیں؟ فرماتے ہیں، قرآن مجید ہے، فرمایا:

"وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ (سورۃ الشعراء:۸۰) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو رب شفا دیتا ہے۔"

آپ بات پر پھر سے توجہ کریں گے، کہ بیماری بھی تو اللہ کی حکمت سے ہی آتی ہے، وہ بھی تو رب چاہے تو بندے کے پاس آتی ہے، لیکن یہ نہیں کہا، رب بیمار کرتا ہے، فرمایا، بیمار میں ہوتا ہوں، بیماری کی نسبت اپنی جانب کر دی اور کہا، شفا مجھے میرا اللہ عطا فرماتا ہے، شفا کی نسبت رب تعالیٰ کی جانب ہے اور بیماری کی جو بابت ہے تو وہ اپنی جانب ہے، معنیٰ کیا ہے؟ کہ تم جب رب رسول کی نسبت کوئی جملہ ادا کرو گے تو تم نے عالیشان جملہ کہنا ہے، عالیشان فقرہ تم نے ادا کرنا ہے، خوب صورت بات تم نے کرنی ہے، جو بہترین لفظ ہوگا، وہ تم نے ادا کرنا ہے۔

اللہ نے اگر کسی کو طاقت دی ہے کہ وہ بات کر سکتا ہے، وہ بول سکتا ہے تو پھر اسے اپنے جملوں پہ ذرا پہرہ بھی دینا ہے، اسے پھر تھوڑا توجہ بھی کرنی ہے کہ یہ فقرہ میری زبان سے ٹھیک نکل رہا ہے، یہ جو میں کہہ رہا ہوں تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں اوور کانفیڈینس ہو کے بول رہا ہوں، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اب میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ میں کوئی شے ہوں، جو کہہ دوں گا، مستند مان لیا جائے گا۔

تو اس لیے، اپنے لب و لہجے پر ضرور توجہ رکھیں، ہر واعظ، ہر خطیب، ہر مبلغ، ہر داعی، یہ دیکھے اور عام روٹین میں گفتگو کرنے والے لوگ بھی اس بات پر ضرور توجہ دیں کہ یار! ہمارے لفظوں کو خوب صورت ہونا چاہیے، ہمارے جملوں کو حسین ہونا چاہیے۔

ایک درویش نے کہا تھا، اللہ کے بندوں نے فرمایا تھا کہ تلوار کے زخم تو جسم کو تکلیف دیتے ہیں، لیکن زبان کے جو زخم ہوتے ہیں وہ روح کو تکلیف دیتے ہیں اور تلوار کے زخم تو شائد بھر جائیں، زبان کے زخم بھرا نہیں کرتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

◆◆◆

ص ۱۹ ر کا بقیہ ....

بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں، ذکر شہادت شریف نظم ہو یا نثر میں جب کہ روایات صحیحہ مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ مثلاً کلمات توہینِ انبیا و مرسلین وملائکہ مقربین واہل بیتِ طاہرین وصلحائے مکرمین وغیرہ محرکات سے خالی ہو تو بلاشبہ جائز و مستحسن وموجبِ ثواب ونزول رحمتِ وہاب ہے اور اگر تعزیہ میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہوں تو حرام و گناہ ہے، یہ مرثیہ کہ رائج ہے، مطلقاً حرام ہے ان کا پڑھنا، سننا اور سینہ کوبی وماتم نوحہ سب حرام ہیں حدیث میں ہے: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ وسلم عن المراثي۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔" (فتاویٰ ملک العلماء، ص ۴۶۳)

سماجی درستگی اور معاشرے کی اصلاح کے تعلق سے آپ کے فتاویٰ اور دیگر تصانیف میں وافر مقدار میں مواد موجود ہیں بہ خوفِ طوالت انہیں چند باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے، مولائے کریم حضرت ملک العلماء سید شاہ ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پہ صبحِ قیامت تک اپنی رحمتوں کے پھول برسائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۲۲ ر کا بقیہ ....

اس طرح بے شمار فتاوے ہیں جو فتاویٰ تاج الشریعہ کے دس جلدوں میں جلوہ نما ہیں، جن کے مطالعہ سے آپ کی آفاقیت کا ادراک ہوتا ہے اور آپ ہی کی زبان میں کہنا پڑتا ہے کہ:

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

از: سید خادم رسول عینی*

شاعری اور تقدّس

سورۂ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والشعراء یتبعھم الغاون، الم تر انھم فی کل واد یھیمون، وانھم یقولون ما لا یفعلون۔" [سورۃ الشعراء 224 تا 226] اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔" [کنزالایمان]

یہ آیت ان شعرا کے بارے میں نازل ہوئی جو گمراہ تھے، رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتے تھے، لہٰذا معلوم ہوا جو اشعار خلاف شرع ہوں وہ اسلامی معاشرے میں قابل قبول نہیں اور ایسے اشعار کہنے والوں کی مذمت کی جائے گی، آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ کچھ شعرا بہت بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اور محفلوں میں ایسے اشعار پڑھے جاتے ہیں جو شرعاً غلط ہوتے ہیں۔ ایسے شعرا کو یہ بھی توفیق نہیں کہ وہ کلام پڑھنے سے پہلے کسی ذی استعداد استاد کو دکھا دیتے۔ مثلاً" ایک شاعر نے شعر میں کہہ دیا کہ

ذات محمدی ہی ذات خداوندی ہے

ایسا شرکیہ شعر کہنے والا شاعر کافر و مرتد ہے، ایک اور شاعر نے صاحب عرس کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا کہ آپ آل یزداں ہیں۔ معاذ اللہ۔ ایسا شاعر فلسفۂ توحید سے ہی ناواقف لگتا ہے اور یقیناً لائق مذمت ہے پھر کسی موقع پر ایک اور شاعر نے کہا کہ صوت خدا صوت علی ہے اور شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لہجے سے کلام کیا، ایسے گمراہ کن شعر کہنے والے شاعر کی مذمت ہونی چاہیے اور کچھ ایسے شعرا بھی ہیں جو آئے دن حضرت صدیق کی افضلیت کے خلاف اشعار پڑھ رہے ہیں اور کبھی صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنا رہے ہیں اور ان پر طنزیہ اشعار کہہ رہے ہیں۔ ایسے شعرا کی بھی مذمت ہونی چاہیے، ورنہ ان اشعار کو سننے والی عوام کے گمراہ ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ صحابہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔

ان کا مقام ساری امت میں اعلیٰ ہے، کوئی ولی چاہے کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ جائے، لیکن وہ کبھی بھی ایک صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ افسوس کہ آج کل کے چند شعرا اپنے پیروں کی تعریف میں اشعار تو پڑھتے ہیں، لیکن صحابۂ کرام کی شان میں گستاخیاں کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے شعرا بنیادی طور پر رافضیت سے متاثر ہیں، کیونکہ صحابۂ کرام پر طعنہ زنی کرنا رافضیوں کا شیوہ ہے، لہٰذا ایسے سنی نما شعرا کو نیم رافضی کہا جائے تو بیجا نہیں ہوگا، افسوس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب ان باطل اشعار کو علما بھی محفل میں بیٹھ کے سنتے ہیں اور خاموشی اختیار کرتے ہیں، بلکہ کچھ علما کو ان اشعار پر داد و تحسین دیتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے بہر حال! شاید ایسے ہی شعرا کے لیے حالی نے کہا تھا: ؎

گنہگار واں چھوٹ جائیں گے
سارے جہنم کو بھر دیں گے
شاعر ہمارے

مسلمان دینی محفلوں میں شرکت کرتے ہیں، کچھ دینی باتیں سیکھنے کے لئے، ثواب دارین حاصل کرنے کے لئے، نہ کہ ان گمراہ کن اشعار سننے کے لئے۔ ایسے گمراہ کن اشعار سنا سنا کر آخر مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو تباہ کرنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے؟ مذکورہ آیت سے کوئی یہ مطلب نہ نکالے کہ شاعری بالکلیہ ہی بری چیز ہے۔

در اصل اس آیت میں ایسی شاعری کی مذمت کی گئی ہے

جو کفریہ ہو، شرکیہ ہو، لغویات پر مشتمل ہو، بے حیائی کی دعوت دیتی ہو، برے اخلاق اور مذموم چیزوں پر مبنی ہو، اس کے برعکس جو اشعار شرعی نقطۂ نظر سے درست ہوں انھیں کہنا، پڑھنا اور سننا بھی درست ہے، اس آیت کے بعد کی آیت میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے، وہ آیت یوں ہے:

"الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و ذکروا الله کثیرا و انتصروا من بعد ما ظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (سورۃ الشعرا 227) ترجمہ: مگر وہ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے اعمال کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا اور عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں۔" (کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمان شاعروں کا استثنا فرمایا گیا کیونکہ ان کے کلام میں کافر شاعروں کی طرح مذموم باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اشعار کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کی نعت لکھتے ہیں، دین اسلام کی تعریف لکھتے ہیں، وعظ و نصیحت لکھتے ہیں اور اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ [صراط الجنان بحوالہ تفسیر خازن]

یعنی مسلمان شعرا اپنے اشعار میں اگر حمدیہ مضامین پیش کریں، نعت رسول لکھیں، دین اسلام کے درست عقائد بیان کریں، نصیحت آمیز مفاہیم پیش کریں تو یہ مستحسن ہے، قابل تعریف ہے، ایسے اشعار کہنا، پڑھنا، سننا باعث ثواب ہے، مثال کے طور پر کلام رضا دیکھ لیں۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے شاعری کرنے کے لیے شاعری نہیں کی، بلکہ دین کی تبلیغ کے لیے شاعری فرمائی، تبلیغ سیرت کے لیے اشعار کہے، اپنے اشعار کے ذریعۂ توحید و رسالت کا ذکر کیا، اہل بیت، صحابہ و صالحین کی تعریف پر مشتمل اشعار کہے، اپنے اشعار میں حکمت، وعظ و نصیحت، زہد و ادب پر مشتمل باتوں کا ذکر کیا، درست عقائد بیان کیے، مثلاً:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اصحاب نجوم رہنما ہیں
کشتی ہے آل مصطفائی

وہ دیکھو آیا نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
رو کیے سرکو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

امام احمد رضا نے شاعری میں قرآن کو اپنا موضوع بنایا، آپ نے تقدیسی اشعار قرآن کی آیات کی روشنی میں کہے، خود فرماتے ہیں:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

سرکار اعلیٰ حضرت نے اس رباعی کے بقیہ ص ۸ ر پر

از: مولانا فواد رضا قادری مظہری*

افادۂ حامدی بر حاشیۂ خیالی

اسلامیات

علم العقیدہ والکلام میں امام سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ کی شرح عقائد محتاج تعارف نہیں، اکناف عالم میں انتہائی مقبول ومعروف ہے، برصغیر ہندوپاک میں بھی صدیوں سے سلسلہ تعلیم میں رائج ہے، اس غیر معمولی انفرادیت کی وجہ سے اکابرین ملت نے اس پر کثیر شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں، جن میں حاشیۂ خیالی نہایت مشہور ومتداول ہے نفیس معانی، نادر فوائد پر مختصراً حاوی ہے، محشی حضرت شمس الدین علامہ احمد بن موسی رحمہ اللہ معروف بہ خیالی ہیں، ہم یہاں چند سطور حضرت محشی علیہ الرحمہ کے تعارف میں رقم کرتے ہیں۔

تعارف علامہ خیالی رحمہ اللہ

خیالی جامع معقولات ومنقولات اور مدقق عالم دین تھے، ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی پھر مولی خضر بیگ کی خدمت میں علمی پیاس بجھاتے رہے اور ان کے درس میں معید و معاون (اسسٹنٹ پروفیسر) مقرر ہوئے، پھر اسی مدرسہ "بروسا" کے استاذ ہوئے، بعدہ بعض مدارس میں تدریسی ذمے داری آپ کے سپرد ہوئی اور جب تاج الدین المعروف بہ ابن الخطیب والد خطیب زادہ فوت ہوئے، تو وزیر محمود پاشا نے سلطان محمد خاں سے گزارش کی کہ ان کو مدرسہ ازنیق کی تدریس سپرد کی جائے، اس پر سلطان نے کہا یہ وہی شخص تو نہیں، جس نے شرح عقائد پر حاشیہ لکھا ہے اور اس میں تمہارا نام ذکر کیا ہے؟ وزیر نے بتایا جی یہ وہی ہیں، سلطان نے کہا: بیشک وہ مستحق ہے، لیکن ان دنوں خیالی حج کا عزم کر چکے تھے، قسطنطنیہ پہنچنے پر وزیر نے موجودہ صورت حال کی اطلاع دی تو اس پر علامہ موصوف نے کہا: اگر آپ مجھے اپنی وزارت اور سلطان اپنی سلطنت دے دیں تب بھی اس سفر کو نہ ٹالوں گا، بالآخر حج کی سعادت حاصل کرنے چلے گئے اور واپس آکر اسی مدرسہ کے مدرس متعین ہوئے مگر چند ہی دنوں کے بعد محض ۳۳ برس کی عمر میں ۸۷۰ھ میں مالک حقیقی سے جا ملے۔(۱)

تلامذہ

ان کے شاگردوں کی فہرست ضرور طویل ہوگی مگر کتابوں میں یہ دو نام ملتے ہیں: مولی غیاث الدین معروف بہ پاشا چلپی اور کمال الدین قرہ کمال۔

تصانیف

علامہ نے کئی کتابوں پر حواشی تحریر فرمائے ہیں اور ایک شرح بھی ان کی رشحات قلم سے یادگار ہے، مثلاً اوائل شرح تجرید، تلویح بیضاوی وغیرہ پر حاشیے تحریر کئے اور استاذ خضر بیگ کی "منظومۃ العقائد" کی شرح لکھی لیکن جس قدر شہرت حاشیہ شرح عقائد کے حصے میں آئی اوروں کے حصے میں نہ آسکی، صرف حاشیہ کی تنقیح وتوضیح میں درجن سے زائد حواشی لکھے گئے، جن میں فاضل سیالکوٹی کا حاشیہ بہت مقبول ہوا۔ علامہ سیالکوٹی اپنے حاشیہ کی وجہ تالیف میں خیالی کی امتیازی حیثیت اور اہل علم کے درمیان اس کی مقبولیت میں رقمطراز ہیں:

"منها ما علقه الفاضل المحقق الألمعي المدقق[1] للطف معانيه وحسن مبانيه، قد امتدت عليه أعناق الخواطر، وسهرت لأجله أعين الدياجر، لكن ما أتوا بما يروي الغليل أو يشفي العليل، لما ان ابكاره آبية عن خطبة كل عاذب، ومخدرات محتجب لا تنجلي لكل طالب، فصرفت برهة من عنفوان الشباب في حل مبانيه، وانتبهت فرصة عن أعيان الزمان لتحقيق معانيه، فقيدت عوائده[2] وانست[3]

* مضمون نگار محلہ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے متوطن ہیں۔

شواردہ، و حققت مقاصدہ، و بينت مصادرہ و موارده، آخذا بصنع القاصرين، و مجيبا عن شبهة الناظرين، فجاء بحمد الله تعالى موافقا للمامول، و تم بعون الله تعالى مطابقا للمسئول، الخ (٢)

یعنی: انہیں حواشی شرح عقائد میں سے ایک حاشیہ فاضل محقق ذہین مدقق کا ہے، جس کے عمدہ معانی اور حسین مبانی کے سبب لوگوں کا قلبی میلان اس کی طرف ہے اور اس کے (حل کے) لئے تاریکی راتوں میں آنکھیں بیدار ہیں، باوجود اس (میلان ومشقت) کے، لوگ وہ نہیں لاتے ہیں جس سے پیاسہ سیراب اور مریض اچھا ہوجائے کیونکہ حاشیے کا دیباچے سے اچھوتا (یعنی تعلیقات سے خالی) ہونا ہر پیاسے کو (پیاس بجھانے سے) باز رکھتا ہے اور اس کا نشہ اس قدر مخفی ہے کہ ہر ایک پر ظاہر نہیں ہوتا ہے، لہٰذا میں نے اپنی آغاز جوانی کا کچھ حصہ اس کے مبانی کو حل کرنے میں صرف کر دیا اور معانی کی تحقیق کے لئے اکابرین زمانہ سے فرصت لی، تو اس کے فوائد کو قید کر لیا اور اس کے وحشی جانوروں (یعنی ادق مفاہیم) کو خود سے مانوس کیا، مقاصد کی تحقیق کی اور ماخذ ومراجع بھی بیان کئے قاصرین کی کاریگری سے اخذ کرتے ہوئے اور ناظرین کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے تو بحمد اللہ حاشیہ توقع کے موافق تیار ہوا اور بعون اللہ مسئول کے مطابق اتمام کو پہنچا۔"

اسی لئے کسی کہنے والے نے کہا تھا۔ ؎

خیالات خیالی بس عظیم است
برائے حل او عبد الحکیم است

لیکن رضوی فقیہوں کے یہاں "کم ترک الاول للآخر" کے جلوے ہیں، انہیں فقیہوں میں ایک ممتاز نام حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے جو امام اہل سنت اعلی حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کے خلف اکبر اور پہلے جانشین تھے، اپنی سیرت وصورت کے لحاظ سے اسلام کی دلیل وبرہان تھے، آپ نے اکثر وبیشتر درسیات کی تحصیل اپنے والد امجد سے کی، اعلی حضرت کی طرح معدودے چند اساتذہ ہوئے اور دور طالب علمی سے ہی "ذرية بعضها من بعض" کے آثار نمایاں ہونے لگے کما سیأتي، صرف ۱۹/ برس کی عمر میں جملہ مروجہ علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے۔ (٣)

۱۳۲۳ھ میں والد کے ساتھ حج و زیارت سے مشرف ہوئے، متعدد علمائے حرمین طیبین نے آپ کے ذریعہ امام اہل سنت سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ (٤)

خود آپ نے علمائے حجاز سے علمی اجازتیں حاصل کیں۔ (٥)

غالباً انہیں علما میں سے کسی سے بخاری مع قسطلانی سبقاً سبقاً پڑھی۔ (٦)

امام احمد رضا کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے دور طالب علمی سے حاشیہ نگاری شروع کر دی تھی، بیضاوی، بخاری، ہدایہ آخرین وغیرہ پر حاشیے لکھے، اسی دور طالب علمی میں خیالی پر بھی حاشیہ تحریر فرمایا تھا۔ (٧)

لیکن دیگر تصانیف کی طرح یہ بھی حوادث زمانہ کا شکار ہوگیا، البتہ فقیر مظہری کو دوران مطالعہ حاشیۂ رضوی بر خیالی میں افادۂ حامدی نظر نواز ہوا تھا، جسے آج بالعموم اہل سنت و جماعت اور بالخصوص وابستگان سلسہ عالیہ رضویہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

عقائد نسفیہ میں ہے:

"رسل البشر أفضل من رسل الملائكة و رسل الملائكة أفضل من عامة البشر و عامة البشر أفضل من عامة الملائكة۔ یعنی: انسانوں کے رسل فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں اور فرشتوں کے رسول عام مومنوں سے افضل ہیں اور عام مومنین ۱ عام فرشتوں سے افضل ہیں۔"

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے بشری رسولوں کی رسل ملائکہ پر اور عام مومنین یعنی اولیائے بشر کی عام ملائکہ پر فضیلت کی چند وجوہات ذکر فرمائی، ہم ابتدائی وجھوں کو سپرد قرطاس کرتے ہیں، یہاں وہی دو مقصود ہیں، چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

"أما تفضيل رسل البشر على رسل الملائكة و عامة

البشر علی عامة الملائكة فبوجوه، الاول:أن الله تعالی أمر بالملائكة السجود لادم عليه السلام علی وجه التعظيم والتكريم بدليل قوله تعالی حكاية عن ابليس »أَرَءَيْتَكَ هَٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمْتَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ« »خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ« و مقتضی الحكمة الأمر للادنی بالسجود للأعلی دون العكس، الثاني:أن كل واحد من أهل اللسان يفهم من قوله تعالی»وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا«الآية، أن القصد منه إلى تفضيل آدم علی الملائكة، و بيان زيادة علمه و استحقاقه التعظيم التكريم۔(۸) یعنی: رہی رسل بشر کی رسل ملائکہ پر فضیلت اور عام انسانوں کی عام فرشتوں پر فضیلت تو وہ بچند وجوہ ثابت ہے، اوّل یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کوآدم علیہ السلام کے لئے سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے جو ابلیس سے حکایت ہے » بولا دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا میں اس سے بہتر ہوں« » تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا« اور حکمت کا تقاضہ ادنی کو اعلی کے سجدہ کا حکم کرنا ہے نہ کہ بر عکس۔ دوم: خدائے تعالیٰ کے ارشاد »اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے« سے مقصود اہل زبان میں سے ہر ایک فرد، آدم علیہ السلام کا فرشتوں سے برتر ہونا سمجھتا ہے اور اس سے آدم علیہ السلام کے علم کی زیادتی اور ان کا مستحق تعظیم وتکریم ہونے کا بیان کرنا ہے۔"

مذکورہ توجیہ پر علامہ خیالی نے اعتراض کیا کہ شارح کی پیش کردہ دلیلوں سے حضرت آدم و دیگر رسولان کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ حضرت آدم نبی ہیں اور (بلحاظ وصف نبوت) انبیا کے درمیان کوئی فضیلت کا قائل نہیں، لہٰذا حضرت آدم کی فضیلت سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی فضیلت ثابت ہوئی، رہے عوام مومنین تو ان دو وجوہات سے ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، خیالی کے الفاظ یہ ہیں:

"الوجهان الاولان يفيدان تفضيل رسل البشر إذلا قائل بالفضل بين آدم وغيره لا تفضيل العامة۔ یعنی: اوّل دونوں وجہیں رسل بشر کی افضلیت کا افادہ کرتی ہیں اس لئے کہ کوئی بھی حضرت آدم اور دیگر انبیا علیہم السلام کے درمیان فضیلت کا قائل نہیں، نہ کہ عامہ بشر کی فضیلت۔"

اس پر حضرت حجۃ الاسلام نے والد بزرگوار سے کتاب پڑھتے وقت زمانۂ طالب علمی میں ایسی مضبوط تقریر کی جس سے علامہ خیالی کا خیال باقی ہی نہ رہا اور والد بزرگوار نے تقریر پسر کو اس قدر پسند کیا کہ اپنے حاشیہ میں یاد فرمایا، رقمطراز ہیں:

"قوله: وغيره لا تفضيل العامة، و بحث الولد الاعز محمد المعروف بحامد رضا ورقاه الله تعالی اعلی مدارج الكمال، حين قرأته هذا الكتاب لدي أن آدم حين أمرت الأملاك بالسجود له لم يكن نبيا، بقوله تعالی »:فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُواْ لَهُ سَٰجِدِينَ« كان بمجرد التخليق، والنبوة إنما أتته بعد ذلك بزمان، لقوله تعالی »ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ[1]«، فدلت الآية علی تفضيل عامة البشر إذ لا قائل[2] بالفضل، و هذا كما تری بحمد الله بحث نفيس وجيه، جزاه الله تعالی خيرا و رزقه المعارف الحقة وعز الدارين مع العافية، آمين۔(۹) یعنی: ان کے قول کہ: آدم و دیگر رسل کرام علیہم السلام کی فضیلت ثابت ہے، عام مومنین کی نہیں: اور ولد اعز محمد المعروف بہ حامد رضا نے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بلند مراتب تک پہنچائے، مجھ سے اس کتاب کو پڑھتے وقت یہ بحث کی کہ جب ملائکہ کو سجود آدم کا حکم ہوا اس وقت وہ نبی نہیں ہوئے تھے، رب تعالیٰ کا ارشاد » تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا« فقط تخلیق آدم میں ہے، رہی نبوت تو وہ آدم علیہ السلام کے پاس اس کے بعد آئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے » پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی« لہٰذا آیت نے عام انسانوں کی فضیلت پر

(بھی) دلالت کری اس لئے کہ کسی نے بھی خاص فرشتوں پر عام انسانوں کی فضیلت کا قول نہیں کیا اور یہ جو تم ملاحظہ کر رہے ہو بحمد اللہ نفیس ووجیہ بحث ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دونوں جہاں میں اچھا صلہ دے اور معارف حق سے نوازے اور دارین کی عزت مع عافیت عطا فرمائے، آمین۔"

کاش حضور حجۃ الاسلام کا حاشیہ ہماری نگاہوں کے سامنے موجود ہوتا تو بعون اللہ مزید حامدی افادات پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہوتے، خدا کرے کسی دن یہ سعادت بھی نصیب میں آئے؛ یہاں ایک واقعہ جس کا نقل کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ یہی کتاب جس کے متعلق فاضل سیالکوٹی کے تأثرات آپ نے ملاحظہ کئے، حضور حجۃ الاسلام کو اس کی بحثیں اس درجہ ازبر تھیں کہ ٹہلتے ہوئے سمجھا دیا کرتے تھے حالانکہ اشکالات پیش کرنے والے طالب علم ابو المنظور مولانا شاہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ (محدث اعظم پاکستان) ہوا کرتے تھے۔

چنانچہ سیدی مرشدی حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہ اپنے خطاب میں کسی سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب نے وہاں کے اعراس کی محفلوں میں یہ بیان کیا کہ جب آپ پڑھتے تھے، طالب علم تھے، تو "خیالی"، جیسی مشکل کتاب جب کبھی بریلی میں حاضر ہوتے، حضور حجۃ الاسلام سے خیالی کے ان مقامات کا حل چاہتے جہاں کوئی شبہ رہتا یا جہاں کوئی بات سمجھ نہیں آتی، کتاب کھول کر ان مقامات کو سناتے اور حضور حجۃ الاسلام ٹہلتے جا رہے ہیں اور خیالی کا حل ہوتا چلا جا رہا ہے، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

حوالہ جات (١) الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ صفحہ ٧٥:، الشقائق النعمانیۃ، صفحہ ٨٥:، حدائق الحنفیہ .٣٥٤ (٢) حاشیہ سیالکوٹی بر خیالی مطبوعہ نول کشور و مکتبہ حقانیہ پاکستان وترکیہ، صفحہ ٢ (٣): ٣ تذکرۂ جمیل صفحہ ١١٠: از علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی علیہ الرحمہ۔ (٤) الدلیل المشیر صفحہ ٣٨٨: از قاضی مکہ معظّمہ شیخ ابو بکر بن احمد حبشی علوی علیہ الرحمہ۔ (٥) سند اجازت از حجۃ الاسلام بنام علامہ مفتی اعجاز ولی خان رضوی علیہما الرحمہ۔ (٦) رضا سہ ماہی بک ریویو پٹنہ کا حجۃ الاسلام نمبر، صفحہ ٦٧١٠٩۔ (٧) تذکرۂ جمیل صفحہ ١١٠۔ (٨) شرح عقائد صفحہ ١٦٧— ١٦٦/ مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور، وشرح عقائد مع حاشیہ خیالی وعصام صفحہ ١٥٢: مطبوعہ دار الاحیاء الکتب العربیہ مصر۔ (٩) حاشیہ امام اہل سنت بر حاشیہ خیالی مخطوط منقول، صفحہ ٢٣۔

◆◆◆

ص ۴۵/ کا بقیہ

سوال مندرج تھے جن پر مفتیانِ کرام نے اپنے اپنے موقف کو اصول فقہیہ کی روشنی میں نہایت ہی احسن طریقے پر پیش فرمایا اور کتب فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں بحث وتمحیص ہوتی رہی لیکن اختتام نشست تک مغز سوال (کف ثوب کے مکروہ ہونے میں وضع وعادت یا استعمال کا دخل ہے کہ نہیں؟) کے جواب میں مفتیانِ کرام کی آراء مختلف رہیں اور بالآخر اتفاق رائے نہ ہوا۔

اللہ جل شانہ وعز اسمہ جملہ مسلمانانِ اہل سنت کو شرعی کونسل کے زیر اہتمام حل شدہ مسائل شرعیہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر تادمِ مرگ قائم رکھے، آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۴۷/ کا بقیہ

کیفیت یہ ہوتی تھی کہ پورا تبسم فرماتے تھے حتیٰ کہ پچھلے دانت دِکھ جاتے تھے اور حضور کو قہقہہ یعنی ٹھٹے والی ہنسی ناگوار تھی۔ ١٢/ مترجم غفرلہ۔

[٣] یعنی حوروں سے زیادہ حسین وخوبرو، خوش جمال وخوش خصال بنا دیں جائیں گی۔ ١٢/ مترجم غفرلہ۔

[☆] یہ "باب صفۃ الجنۃ" پورا ہوا آگے متصلاً "باب ما یرجیٰ من رحمۃ اللہ تعالیٰ" ہے۔

ص ٦/ کا بقیہ

يلزمون أنفسهم بغيره، ولا يراعون فى ذلك إلا الله، يعلموننا درسا مهما، فحواه: أن الباطل لا بد أن يظل مرفوضاً من أهل الحق مهما علا شأنه و استشرى وانتشر- ہاں! ایسے معرکۃ الآرا فتوے صادر فرمانا (تاج الشریعہ) جیسے ہی اللہ کے نیک اور مخلص بندوں کی شان ہے جو کہیں بھی ہوں ہمیشہ حق کے ساتھ رہتے ہیں، کبھی حق سے جدا نہیں ہوتے، وہ حق کے معاملے میں اپنے بے گانے کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، ان کا یہ درس ہوتا ہے کہ باطل چاہے جتنا بڑھ جائے اہل حق اسے کبھی خاطر میں نہیں لاتے۔" [انصاف الامام، ص ١١۴ — ١١٥]

◆◆◆

اسلامیات

اسلاف و اخلاف

از: مولانا محمد قمر الزماں مصباحی*

حضور ملک العلماء اور اصلاح معاشرہ

بہار کی مٹی بہت زرخیز واقع ہوئی ہے جہاں کی خاک سے صاحب فضل وکمال، جامع شریعت وطریقت، اربابِ بصیرت اور دانائے راز شخصیتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے دینی، مذہبی، علمی، ادبی، فقہی، سیاسی، تبلیغی، روحانی اور سماجی ہر شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے انہیں میں ایک معتبر، محتشم اور مفتخر نام ملک العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد ظفر الدین احمد فاضل بہاری علیہ الرحمہ کا ہے، ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۰۳ ہجری مطابق ۱۹ر اکتوبر ۱۸۸۵ عیسوی کو رسول پور میجرہ موجودہ ضلع نالندہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی والد محترم سید شاہ عبد الرزاق اشرفی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشدِ برحق پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ چاند بیتھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چار سال، چار ماہ چار دن کی عمر میں بسم اللہ خوانی کی مبارک رسم ادا کروائی۔ ابتدائی تعلیم اپنی ننہال مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین میں حاصل کی۔ ۱۹۰۲ ہجری میں مدرسہ حنفیہ عظیم آباد پٹنہ آگئے مشکوۃ اور جلالین تک کی کتابیں وہیں پڑھیں، وہاں سے کانپور اور کانپور سے دار الحدیث پیلی بھیت پہنچے اور حضرت محدث سورتی قدس سرہ سے حدیث کا درس لیا۔ ۱۳۲۱ ہجری میں اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔

آپ ہی کی کاوشوں سے ۱۳۲۲ ہجری میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کا قیام عمل میں آیا جس کے سب سے پہلے طالب علم آپ تھے، تقریباً چار سالوں تک دار العلوم منظر اسلام میں مختلف اساتذہ فن سے اکتسابِ فیض کرتے رہے اور بخاری شریف کا خصوصی درس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے لیا، ۱۳۲۵ ہجری ماہ شعبان المعظم میں خانقاہ رودولی شریف کے صاحب سجادہ حضرت مولانا شاہ التفات احمد علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں خلعت ودستارِ فضیلت سے سرفراز کئے گئے، اسی موقع سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت، ملک العلماء اور فاضل بہاری کے خطاب سے نوازا، اور اسی سال ماہِ شوال سے اپنے مادر علمی میں تدریس کا آغاز بھی فرمایا، ۱۹۱۲ عیسوی میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تفسیر وحدیث کے استاذ مقرر ہوئے، ۱۹۱۵ میں خانقاہ کبیریہ سہسرام میں منصب صدارت کو زینت بخشی۔

۱۹۲۰ میں دوبارہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ آگئے، ۱۹۵۰ عیسوی میں پرنسپل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور ۱۹۵۱ سے جامعہ لطیفیہ کٹیہار میں بحیثیت صدر مدرس تدریسی خدمات پر مامور ہوئے، اس طرح آپ کا تدریسی، تصنیفی اور قلمی سفر ۱۹۰۷ سے شروع ہوکر ۱۹۶۲ پر ختم ہوتا ہے آپ کی بافیض شخصیت کے مطالعہ سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ آپ کی دینی، شرعی، تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات کا دائرہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا ذوق اٹھارہ سال کی عمر سے ہی آپ کے اندر جاگ اٹھا تھا۔ سونے پر سوہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فکر وقلم کی حسین چھاؤنی مل گئی تو کندن بننا ہی تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے لب ولہجہ، زبان وبیان، تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف سے رنگِ رضا پورے طور پر نمایاں ہے اور قلمی دنیا میں آپ کی تحریر کے وقار واعتبار کا سب کو اعتراف ہے۔

سوانحی خاکہ ہو یا فقہ وافتاء، فکر واعتقاد کی بات ہو یا اصلاحِ عمل کی ہر جگہ علمی صداقت، فنی لیاقت، قلمی گیرائی اور دلائل کی فراوانی ہر سطر سے جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے، نیز بے تکلفی، سادگی اور برجستگی کا عنصر بھی گہرا دکھائی دیتا ہے، جب باطل عقائد کے

* مضمون نگار ادارہ لوح وقلم مظفر پور، بہار کے ڈائریکٹر ہیں۔

رد پر قلم اٹھاتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قلم کی روشنائی کی ہر بوند سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جلال ٹپک رہا ہے اور جب معاشرے یا سماج کی اصلاح کی بات کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ سنجیدہ لب ولہجہ کے شیریں لہروں سے کوئی زندہ دل انسان مسکرا رہا ہے حرف حرف سے اصلاح کا نور برس رہا ہے، ہمدردی کے پھول جھڑ رہے ہیں اور محبتوں کی کلیاں تبسم ریز ہوں اور یہی ایک اچھے، مخلص اور پرسوز مصلح کی شناخت بھی ہے۔

کبھی وعظ ونصیحت کی محفل سجا کر حسنِ عمل کی جوت جگائی، کبھی درسگاہ کی مسند آراستہ فرما کر قال اللہ وقال الرسول کے اجالے تقسیم کئے، کبھی ارشاد وسلوک کی قالین پر جلوہ گر ہو کر مسلمانوں کی طہارتِ باطنی اور ہدایت ورہبری کا فریضہ انجام دیا اور کبھی قلمی جہاد فرما کر معاشرے کی برائیوں کا خاتمہ کیا، ظفر الدین الجید، شکستِ سفاہت اور گنجینہ مناظرہ ان تینوں کتابوں کا تعلق اصلاحِ فکر واعتقاد سے ہے۔ ۱۹۴۷ عیسوی میں جب ملک کی آزادی کا آفتاب طلوع ہوا تو اس اُگتے ہوئے سورج کی پیشانی سے ہجرت کی سیاہ رات بھی نمودار ہوئی، پورے ملک میں کالی کالی بدلیاں چھا گئیں، محافظ ڈاکو بن گئے، لاشیں خاک وخون میں تڑپنے لگیں، آخر کار مسلمان اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان جانے لگے ایسے روح فرساں اور خوفناک حالات میں ترکِ وطن کرنے والوں کے خلاف "سدالفرار" کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اپنا ملک چھوڑ کر جانے والوں سے کہا کہ یہ ہجرت نہیں اصل میں فرار ہے، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں اور ایک دردمند دل کی پکار کو آپ بھی محسوس کریں:

"آپ خوف وہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے ذلیل وخوار کر رہے ہیں، مسلمان جو قلت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے آبا واجداد نے دارالکفر میں آکر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخ روئی حاصل کی تھی اور آپ اپنے اس فعل سے دارالسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دارالکفر بنا رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور آپ کے آبا واجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے ہیں ان کو ویران چھوڑ کر جائیں، کیا آپ غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ بزرگوں کے مزارات جن پر صندل لگا کر اپنی سعادت اور قلب وایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے رہے بھاگ کر ان کو کفار ومشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لیے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انہیں ناپاک کریں۔"

(تذکرہ ملک العلماء، ص ۳۰)

آج سے ساٹھ ستر سال پہلے گاؤں، دیہات میں علما کی کمی کی وجہ سے کم خواندہ حضرات میلاد پاک کی محفلوں میں بلائے جاتے وہ موضوع اور غیر مستند روایات پڑھ کر لوگوں کو سناتے جس محفل کا اصل روحانی عرفان رخصت ہو جاتا، انہیں حالات کے تناظر میں شاہ ارزاں کے صاحب سجادہ سید شاہ حامد حسین علیہ الرحمہ کی فرمائش پر مستند اور معتبر روایات سے آراستہ "میلادِ رضوی" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی جس نے معاشرے کی اصلاح میں کلیدی کردار ادا کیا، پورے عظیم آباد شہر میں "درسِ قرآن" کی بنیاد آپ نے ہی ڈالی تاکہ لوگ قرآن وسنت سے قریب ہوں، ان کے اندر ایمانی حرارت پیدا ہو، غیر شرعی حرکات وسکنات سے مسلمان باز آجائیں اور اس اصلاحی اقدام میں آپ کو بہت زبردست کامیابی ملی عوام الناس سے لے کر وکلاء، پروفیسران، دانشوارن اور اصحاب علم کا ایک بڑا طبقہ آپ کے درس قرآن کو سن کر دین وسنت سے قریب ہوتا چلا گیا۔

آج کل تعزیہ داری میں جس قدر خرافات کا مظاہرہ ہوتا ہے وہ اربابِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے شریعتِ مطہرہ اِن خرافات کی بالکل اجازت نہیں دیتی، جب آپ سے تعزیہ بنانے، مرثیہ پڑھنے اور تعزیہ کے سامنے فاتحہ دینے کے سلسلے میں سوال ہوا تو آپ لکھتے ہیں:

"تعزیہ داری قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے، ہاں روضۂ اقدس حضور سید الشہدا کے صحیح نقشے بہ قصد تبرک بقیہ ص ۱۱/ پر

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

ارشادات

تاج الشریعہ! دنیائے سنیت کی اس عبقری، قدآور، تہہ دار اور گونا گوں کمالات ومحاسن کی جامع شخصیت کو کہا جاتا ہے جن کی حیات طیبہ کا ہر پہلو شریعت محمدی کا عکس جمیل اور ضیائے سیرت نبوی علیہ التحیۃ والثناء سے روشن وتابناک رہا ہے، جن کی زندگی کے ہر گوشے پر خامہ فرسائی ممکن نہیں، بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت، روحانیت، ولایت، کرامت، عبادت، ریاضت، شرافت، وجاہت، نفاست، لطافت، صداقت، عدالت، سخاوت، شجاعت، جلالت، عزت، جرأت، ہمت، شوکت، حمیت، تمکنت، بصیرت، بصارت، حکمت، امامت، قیادت، سیادت، مروت، فصاحت، بلاغت، طہارت، محبت، شفقت، لیاقت، خطابت، استقامت، علم، عمل، استغنا، اخلاص، صبر، شکر، رضا، ایثار، خشوع، خضوع، زہد، ورع، تقویٰ، خشیت، قناعت، نیک سیرت، ملیح صورت، ایثار، قربانی، ایفائے عہد، فکر، تدبر، دانائی، خردمندی، پارسائی، عاجزی، انکساری، خوش روئی، شگفتہ مزاجی، خوش کلامی، بلند اخلاقی، پاک دامنی، روشن خیالی، بے نفسی، سادگی، حقوق اللہ کی ادائیگی، حقوق العباد کی پاسداری، اکابر پرستی، اصاغر نوازی، حق گوئی وبے باکی، ظاہری وباطنی پاکیزگی، دینی تڑپ، ملی جذبہ اور عشق رسالت مآب ﷺ ان اجزا وعناصر سے جو پیکر جمیل مرکب ہے۔

اسی کو دنیا برہان العارفین، سراج السالکین، نجم الاتقیاء، قمر الاصفیاء، افقہ الفقہاء، مرجع العلماء حضور تاج الشریعہ کے لقب سے جانتی، پہچانتی اور مانتی ہے، رب قدیر کے لئے یہ امر محال نہیں کہ ایک ذات میں بے شمار خوبیاں یکجا فرمادے: لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد۔

فقہ وافتا کے حوالے سے دیکھا جائے تو حضور تاج الشریعہ قدس سرہ اپنے زمانے کے اعتبار سے بزم فقہ وافتا میں یکتا وبے ہمتا دکھائی دیتے ہیں جن کی چند مثالیں بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

فقہی سیمینار بورڈ دہلی میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ "عورت کی آواز عورت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اکثر مندوبین کی یہ رائے تھی کہ عورت کی آواز مطلقاً عورت نہیں ہے بلکہ جس آواز میں نغمگی پائی جائے وہ آواز عورت ہے، ان حضرات کا استدلال یہ تھا کہ فقہائے کرام نے فرمایا ہے "نغمة المرأة عورة" (عورت کا نغمہ عورت ہے) جب حضور تاج الشریعہ سے سیمینار میں ہوئی بحث کا خلاصہ پیش کیا گیا تو حضور تاج الشریعہ نے سنتے ہی برجستہ فرمایا کہ "نغمة المرأة عورة" میں نغمہ سے مراد نغمگی اور خوش الحانی نہیں ہے بلکہ مطلق آواز ہے، دیکھئے فقہائے کرام مطلق آواز کو بھی نغمہ سے تعبیر فرماتے ہیں، چنانچہ عالمگیری کتاب الشہادہ میں ہے: اذا النغمة تشبه النغمه۔ یہاں نغمہ سے مراد نغمگی نہیں بلکہ مطلق آواز مراد ہے، اسی طرح "نغمة المرأة عورة" میں بھی نغمہ سے خوش الحانی اور نغمگی نہیں بلکہ مطلق آواز مراد ہے۔ (جہان تاج الشریعہ/ ۳۷٤)

ذرا غور فرمائیں! فقہی جزئیات پر استحضار کا کیا عالم ہے کہ یک لخت الجھے ہوئے مسئلہ کو سلجھا دیا اور مفتیان عظام کو نغمہ سے جو مغالطہ ہو رہا تھا اس کو دور فرما کر ایک بڑے ایکسیڈنٹ سے اہل سیمینار کو بچا لیا: اسی طرح ہندوستانی بینکوں سے زائد رقم دینے کی شرط پر قرض لینا جائز ہے یا نہیں، اس تعلق سے تحریر فرماتے ہیں کہ: کفار زمانہ حربی ہیں انہیں نفع پہنچانا بلا ضرورت شرعیہ حرام ہے: کما قال اللہ تعالیٰ (انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوا فی الدین) لہٰذا یہ معاملات بے ضرورت ناجائز وحرام ہیں مگر چونکہ مسلمانوں کو نفع کثیر ہے اور بینک کو نفع قلیل!

*مضمون نگار فخر ازہر دارالافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

لہٰذا اجازت ہے۔(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف،ص ۱۲/ جولائی و اگست ۲۰۰۲)

اسی مسئلہ کو دوسری مقام پر مزید تفصیل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: سود حرام قطعی ہے مسلم یا کافر کسی سے بھی سود کا معاملہ جائز نہیں ہے مگر سود کے تحقق کے لئے شرائط ہیں جب وہ پائے جائیں گے تو سود متحقق ہوگا ورنہ نہیں، انہیں میں سے ایک شرط عصمت بدلین ہے یعنی دونوں طرف مال معصوم ہو لیکن ایک طرف مال معصوم ہو اور دوسری طرف مال غیر معصوم ہو تو سود نہ ہوگا، ردالمحتار میں ہے:

"قال فی الشرنبلالیة: ومن شرائط الربا عصمة البدلین و کونهما مضمونین بالاتلاف فعصمة احدهما و عدم تقومه لا یمنع فشراء الاسیر التاجر مال الحربی والمسلم الذی لم یهاجر بجنسه متفاضلا جائز"

اور یہ شرط فقہائے کرام کے نزدیک متفق علیہ ہے، اسی لئے علامہ شامی نے اسے بغیر اختلاف ذکر کیا اور فتح القدیر سے اس کا خلاف مفہوم نہیں ہوتا یہ شرط نص" لا ربا بین المسلم و الحربی" میں جس طرح علت کا فائدہ دیتی ہے، اسی طرح اس کے صریح مفہوم کے مطابق ہے: کہ لائے نفی جنس کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم و حربی کے درمیان زیادتی کا لین دین سود نہیں ہاں مسلم کو زیادتی ملے تو جائز ہے اور اگر کافر حربی وہ زیادہ مال مسلم سے لے تو یہ بھی اگرچہ سود نہیں لیکن مسلمان کو دینا جائز نہیں کہ بلا ضرورت اور بلا کسی مجبوری و حاجت شرعیہ کے حربی کو زیادہ مال دے کر نفع پہنچائے۔(انما ینهکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین)

اس آیت سے اور فتح القدیر اور سیر کبیر کی عبارت اور شامی کی عبارت میں جو مثال مذکور ہے اس سے یہی مفاد ہے یعنی ان عبارتوں میں یہ مذکور نہیں کہ حربی کو زیادہ دینا ربا ہے البتہ اس صورت میں جبکہ زیادتی مسلم سے حربی کو ملے ان عبارتوں میں حلت ربا و قمار کی تصریح کی ہے کہ اس صورت میں ان سے ربا و قمار حلال ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً ربا و قمار نہیں ہے بلکہ وہ مال طیب و حلال ہے اور عقد جائز و صحیح ہے تو قطعاً یہاں ربا و قمار محض نام کو بولا ہے اور حقیقت میں ربا کی نفی فرمائی ہے اور زیادتی جب حربی کو مسلم سے ملے اس صورت میں ربا کا لفظ ان عبارتوں میں نہیں ہاں اسے ناجائز فرمایا ہے اور ناجائز ہونا صورت ربا میں کچھ منحصر نہیں بلکہ حربی کو نفع پہنچانا حرام ہے، اگرچہ سود متحقق نہ ہو بصورت دیگر بالفرض اگر یہاں لفظ ربا بولا جاتا تو ضرور صورت ربا اور نام ربا پر محمول ہوتا اس لئے کہ شرط ربا سب کے نزدیک مفقود اور لائے نفی جنس کا صریح مفاد دوجانبین میں عدم تحقیق ربا ہے جیسا کہ گزرا اور یہ مطلب ٹھہرانا کہ کافر کو زیادتی دی جائے تو سود ہے یہ مفہوم صریح نص کے خلاف ہے اور اس میں وہ قید لگانا جس کا لفظ متحمل نہیں ہے۔

لہٰذا یہ قید جب تک روایت میں ثابت نہ ہو ہمیں مجال نہیں کہ ثابت کریں ہاں بنام ربا عقد کی حلت ضرور اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب کہ زیادتی مسلم کو ملے ورنہ حلال نہیں فتح القدیر میں اسی ابہام کو دفع فرمایا اور اسی جانب متنبہ فرمایا: اس مختصر تقریر کے بعد جواب مسئولہ ظاہر اور وہ یہ کہ شرعی ضرورت یا حاجت خواہ دینی ہو یا شخصی یعنی دنیاوی اگر متحقق ہو تو بینک وغیرہ یا انفرادی طور پر کسی کافر سے قرض لینا جائز ہے۔

اشباہ وغیرہ میں ہے: الضرورات تبیح المحظورات۔

نیز ارشاد ربانی ہے: ما جعل علیکم فی الدین حرج، الآیہ

اور جو زیادتی انہیں دینی پڑے وہ سود نہیں اور ضرورت شرعیہ و حاجت صحیحہ جس میں حرج شدید لاحق ہو یا اس کے بغیر چارہ نہ ہو معلوم و محسوس ہو محض کاروبار بڑھانا کوئی شرعی ضرورت ہے نہ حاجت یونہی بہت سی غیر شرعی ضرورتیں اور غیر شرعی امور نا قابل اعتبار ہیں اور دفع ذلت و طعن اور سرخروئی چاہنا کوئی شرعی حاجت نہیں حدیث شریف میں ہے:

" فضوح الدنیا اهون من فضوح الآخرة" یعنی دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے ہلکی ہے۔"

ایسی نام کی ضرورتیں جن کے بغیر چارہ ہو یعنی کام چل جائے تو اس صورت میں ان سے قرض لینا اور زیادہ دینا حرام ہے کہ

حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہوا جو شرعاً ممنوع ہے۔

(جہان تاج الشریعہ، ۳۷۶، بحوالہ فتاویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف)

حضور تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا فتویٰ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو فقیہانہ بصارت و بصیرت، محققانہ طرز استدلال اور فقہی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوجاتا ہے، آپ نے قرآن و حدیث اور فقہی جزئیات سے ثابت و متحقق فرمادیا کہ مسلم و حربی کے مابین زیادتی کے ساتھ جو لین و دین ہوتا ہے وہ سود نہیں ہے، ہندوستانی بینکوں اور کافر حربی کو بلا ضرورت شرعی فائدہ پہنچانا اور نفع دینا حرام ہے، البتہ ان سے فائدہ حاصل کرنا اور نفع اٹھانا جائز ہے کیونکہ وہ سود نہیں ہے سود مطلقاً حرام ہے۔

اسی طرح آپ سے سوال ہوا کہ بعض علما فرماتے ہیں کہ "خدا" اللہ کا ترجمہ نہیں تو اعلیٰ حضرت نے اللہ کا ترجمہ "خدا" کیوں لکھا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"خدا اور اللہ الفاظ مترادفہ ہیں اور دونوں اللہ تعالیٰ کے علم ذات ہیں جن کا اطلاق غیر باری تعالیٰ پر جائز نہیں، غیاث اللغات میں ہے: اللہ در لغت بمعنی معبود برحق و در اصطلاح علم للذات الواجب الوجود المستجمع بجمیع الصفات۔ (غیاث اللغات بر حاشیہ منتخب اللغات و چراغ ہدایت، فصل الف مقصورہ مع لام، ۴۸ مطبع رزاقی پریس کانپور)

اللہ لغت میں معبود برحق کے معنی میں ہے اور اصطلاح میں ذات واجب الوجود جامع جملہ صفات کا علم ہے: کفایہ میں ہے: اذ لا یطلق علی غیرہ لا حقیقۃ و لا مجازا۔

(شرح فتح القدیر مع الکفایہ ج ۳/ ۱ کتاب الصلاۃ باب الامامہ مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت) اسم جلالت کا اطلاق اللہ کے سوا کسی پر نہیں ہوتا نہ حقیقۃ نہ مجازا: نیز غیاث اللغات میں ہے: چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نہ کنند۔

(غیاث اللغات بر حاشیہ منتخب اللغات و چراغ ہدایت، فصل خائے معجمہ مع دال مہملہ/ ۱۸۰ مطبع رزاقی پریس کانپور)

جب لفظ خدا مضاف نہیں ہوتا تو اس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں کرتے اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "من خدایم کہنا کفر ہے: فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولو قال من خدایم علی وجہ المزاح، یعنی خود آیم فقد کفر کذا فی التاتارخانیۃ۔

(فتاویٰ ہندیہ ج ۲/ ۲۷۴ کتاب السیر باب احکام المرتدین مطبع دار الفکر بیروت)

اگر دل لگی کے طور پر فارسی میں کہے "من خدایم" تو وہ کافر ہوجائے گا: ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ عجم میں لفظ خدا ذات باری تعالیٰ کے لئے خاص ہے جس طرح لفظ اللہ عربیت میں علم ذات اقدس ہے، اسی لئے لفظ اللہ و خدا دونوں کا استعمال فارسی و اردو میں ایک دوسرے کی جگہ پر شائع و ذائع ہے، چنانچہ خدا بولتے ہیں اور اللہ مراد لیتے ہیں اور اللہ بولتے ہیں اور خدا جانتے مانتے سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسول اللہ کا ترجمہ رسول خدا جا بجا کیا ہے تو لامحالہ لفظ خدا اسم جلالت (اللہ) کے مرادف ہوا اسی لئے علمائے اعلام نے بلانکیر لفظ خدا کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر جائز فرمایا اور اسے ذات اللہ کا علم مانا، شرح المقاصد للعلامۃ التفتازانی میں ہے:

"قالوا اھل کل لغۃ یسمونہ باسم مختص بلغتھم کقولھم خدای و تنکری و شاع ذلک و ذاع من غیر نکیر کان اجماعا قلنا کفی بالاجماع دلیلا علی اذن الشرعی و ھذا ما یقال انہ لا خلاف فیما یرد فی الاسماء الواردۃ فی الشرع۔"

(شرح المقاصد للعلامۃ التفتازانی باب بسم اللہ الرحمن الرحیم الفصل السابع فی اسماء اللہ تعالیٰ المبحث الثانی ج ۳/ ۲۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہر زبان والے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں جو ان کی لغت میں ہے ان کے لئے مخصوص ہے جیسے عجمیوں کا قول خدا اور تنکری اور یہ بلانکیر شائع و ذائع ہے تو اجماع اذن شرعی پر دلیل کافی ہے اور یہ وہی بات ہے جو کہی جاتی ہے کہ علماء کا ان اسمائے واردہ کے مرادف ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے اور جب لفظ خدا اسم جلالت کا مرادف ہے اور بالاتفاق ذات باری تعالیٰ کا علم ذات ہے تو اللہ کا ترجمہ خدا کرنا صحیح و درست ہے اور اعتراض ساقط۔"

(فتاویٰ تاج الشریعہ، کتاب العقائد، ذات وصفات ج ۱/ ۱۰۴)

بقیہ ص ۱۱/ پر

از: مولانا محمد اسلم رضا اشفاقی*

حضور تاج الشریعہ اور اشعار رضا کی تفہیم وتشریح

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی وفقہی مہارت ودسترس کا ایک زمانہ معترف ہے، ادبی ولسانی حسن وکمالات سے بھی ان کو وافر حصہ عطا ہوا تھا، علم حدیث، علم فقہ وفتاویٰ اور علم تفسیر میں آپ کی تحقیقات نادرہ اور تنقیحات بازغہ تو اظہر من الشمس ہیں، ساتھ ہی خاص طور پر آپ کی لکھی ہوئی نعتیں اس بات کی غماز ہیں کہ وہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی لطافت وچاشنی سے ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو مالا مال کرنا چاہتے تھے، آپ نے اپنے علمی وفکری سرمایہ سے ہر چہار جانب فیض کے دریا بہا کر اکناف عالم کو مستفیض ومستنیر کرکے افکار رضا کو عام سے عام تر فرمایا ہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کے نعتیہ اشعار کی فی البدیہی تشریح وتوضیح کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، مگر خدائے تعالیٰ جس پر کرم فرمائے تو کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔

حضور سید احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ کو بھی یہ کمال حاصل تھا کہ آپ اپنی مجلسوں میں اکثر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے نعتیہ اشعار کی تشریح وتوضیح فرما کر مریدین ومتوسلین ومعتقدین کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جام پلایا کرتے تھے، علامہ فیض احمد اویسی، مفتی صوفی محمد اوّل سنبھلی، مفتی خان محمد قادری، علامہ عبد الستار ہمدانی وغیرہم نے اشعار رضا کی تشریحات وتوضیحات میں کئی جلدیں تحریر فرما کر اصناف سخن میں اعلیٰ حضرت کے عشق وکمالات کو بیان کیا ہے۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہمہ دم، ہمہ وقت مصروف ترین زندگی کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے کس قدر فیض رضا کو پھیلایا اور دور دور تک پہونچایا ہے اور علوم رضا سے مشام جاں کو معطر ومشکبار فرمادیا ہے" حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقہی مجالس" اس وقت زیر مطالعہ ہے جس میں تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی صرف مجلسی گفتگو کو ریکارڈ کیا گیا ہے، دنیا بھر سے آن لائن فقہی واصلاحی سوالات کا یہ سلسلہ تقریباً دس سال تک چلتا رہا اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سفر وحضر میں بھی ان سوالات کے جوابات دیتے تھے، انگریزی، اردو وغیرہ میں سوالات کا ایک طویل سلسلہ ہوتا تھا، آپ ان سوالات کے فی البدیہی جوابات دیتے تھے۔ اسی نادرونایاب علمی وفقہی وفکری تحفہ سے آج کی اس بزم میں اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے چند نعتیہ اشعار کی تشریح وتوضیح تاج الشریعہ کی زبانی لے کر حاضر ہوا ہوں، وقت فرصت دے تو انصاف نظر کے ساتھ مطالعہ کرکے فیوض وبرکات علوم رضا سے اپنے آپ کو شادکام کریں اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حاضر جوابی اور علمی استحضار کی داد دیں، چند مقامات کی اوراق گردانی سے یہ تشریحات جمع ہوگئی ہیں، مزید تلاش وتتبع سے ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

نگاہ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

صدیق کسے کہتے ہیں؟

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"صدیق اس کو کہتے ہیں جو راز نبوت پر مطلع ہو، اور نبی کا راز سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تقرب میں اور اس کے خاص بندے مصطفیٰ اور اس کے خاص بندے جو کسی زمانے کا رسول ہو اس سے قربت میں وہ سب سے زیادہ صادق ہو، اور جو نبوت کے راز کا حامل ہو، یہی شان ہمارے صدیق اکبر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی ہے کہ

از مـیـراث

* مضمون نگار سنی ایجوکیشنل ٹرسٹ باسنی ناگور شریف کے رکن ہیں۔

اولیا، شہدا اور صالحین اور صدیقین کے سیر الی اللہ میں مراتب ہیں اور صدیق سیر الی اللہ اور قرب خدا سے مشرف ہونے والوں میں سب پر سابق، سب سے افضل! اور سب سے پہلا مرتبہ ہے جو صدیقین کو دیا جاتا ہے اور ہماری امت میں جس امت میں ہم ہیں یہ مرتبہ حضور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کو حاصل ہوا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خاص اس سابق سیر قرب خدا
اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام

نبی علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے اور خاص سلام اس پر ہو جو قرب خدا کے لئے سیر میں سیر الی اللہ میں جو سب سے سبقت لے گیا انبیا و مرسلین کے بعد، یہی نہیں کہ وہ اس امت پر سبقت لے گیا بلکہ انبیا و مرسلین کے بعد سب نبیوں کی امتوں پر، سب رسولوں کی امتوں پر، اوّلین پر اور آخرین پر اور قیامت تک جتنے سالکین آئیں گے سب پر وہ سابق اور مقدم اور افضل ہے، وہ کون ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ، افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ع

اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اور یہ اولیا کا ایک مرتبہ ہے کمال، جو سیر الی اللہ میں کامل ہیں، ان کاملوں میں جو اوحد ہے، منقطع النظیر ہے، اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں انبیا و مرسلین کے بعد، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ! اسی لئے حضور سید المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ما فضلكم ابوبكر بفضل صوم و لا صلاة ولكن بشيء وقر في قلبه۔ ابوبکر تم سب سے افضل کثرت نماز اور کثرت روزہ کی وجہ سے نہیں، روزہ اور نماز ان سب میں جو اس کا مرتبہ ہے اور ان سب میں وہ سابق ہے، لیکن جس چیز کی وجہ سے وہ تمام انبیا و مرسلین کے بعد اوّلین و آخرین پر افضل ہے وہ قوت ایمان ہے جو خاص ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حصہ ہے جو ان کے دل میں راسخ ہے۔" (کشف الخفاء، ج۲/ ۱۲۲۵/ رقم ۲۲۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم بے سایہ تھا

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفیٰ
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام

تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"سایۂ مصطفیٰ (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جسمانی سائے سے سرکار علیہ السلام محفوظ ہیں، معصوم ہیں لیکن سایۂ مصطفیٰ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سیرت کا ان کی صورت کا اور ان کے اخلاق کریمہ کا عکس اول ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، سایۂ مصطفیٰ ہیں اور مایۂ اصطفیٰ، بزرگی کے اور انتخاب کے متاع ہیں اور اس کے سامان ہیں، مایۂ ناز ہیں، ایسے مایۂ ناز ہیں کہ سرکار علیہ السلام ان پر ناز کرتے ہیں اور سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں: کہ مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہیں پہنچایا جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے مجھ کو پہنچایا اور اللہ اس کی شہادت ان کے لئے یوں دیتا ہے۔" وسيجنبها الأتقى الذي يوتي ماله يتزكى۔ سب سے پہلے نار سے اس کو دور رکھا جائے گا وہ سب سے بڑا متقی جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کے لئے۔" وما لأحد عنده من نعمة تجزى۔ اور کسی کا اس پر احسان نہیں ہے جس کا وہ بدلہ دے۔" الا ابتغاء وجه ربه الأعلى " وہ تو اس لئے دیتا ہے اللہ عز و جل راضی ہو جائے" (رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہو جائیں)" ولسوف يرضى " اور عنقریب اللہ عز وجل راضی ہوگا اور اللہ عز وجل راضی ہو گیا ان سے)

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

تفسیر کر رہے ہیں کہ وہ کون ہیں جو مایۂ اصطفیٰ ہیں اور سابق سیر قرب خدا ہیں جو اوحد کاملیت ہیں، یعنی وہ جو رسولوں کے بعد ساری خلق میں افضل ہیں اور ان کا ایک وصف ممتاز یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ، جب سے ایمان لائے سرکار علیہ السلام پر قربان رہے، یہاں تک کہ ہجرت سرکار

علیہ السلام نے مکہ سے کی، ثانی اثنین ہجرت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے یعنی ایک سرکار علیہ السلام تھے، دوسرے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اور خدا نے ان کی گواہی یہ دی کہ : "ثانی اثنین اذھما فی الغار" اللہ عزوجل نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اس وقت کی جب وہ دو جانوں سے غار میں تھا، جن میں ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ" اذیقول لصاحبہ لا تحزن إن الله معنا" جب سرکار علیہ السلام فرماتے تھے کہ" لا تحزن۔ تم غم نہ کرو ہے کرو" ان اللہ معنا۔ بے شک اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے۔

اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ! اصدق الصادقین، صدیقین میں سب سے افضل، سب سے زیادہ سچے اور سید المتقین، متقین میں، ایمان والوں میں، پرہیزگاری والوں میں سب کے سردار اور ایسے سردار کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ" ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا" ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب کے سید ہیں اور انہوں نے ہمارے سید بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔

(صحیح بخاری، ج ۱۳: ص ۳۷: حدیث ۳۷۵٤)

اور چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام، اور وہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے پہلے وزیر دنیا پر تھے موجود ہیں، سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے دو وزیر آسمان میں ہیں، جبرائیل و میکائیل (علیہم السلام) اور زمین میں میرے دو وزیر ہیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ ان دونوں صاحبوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ علیہ السلام کہیں سے تشریف لائے اور فرمایا کہ ایسے ہی ہم لوگ اٹھائے جائیں گے قیامت کے دن۔

(حضور تاج الشریعہ کی فقہی مجالس، دار المصطفیٰ، بریلی شریف، ص 49 تا 51)

یاد مدینہ

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اپنی فنائیت اور اپنی محویت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اور مدینے کی محبت بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شہر ہے اور یہ بتا رہے ہیں کہ سرکار علیہ السلام کی محبت مقتضائے ایمان ہے، لوازم ایمان سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے تمام اسباب سے اور ان کے شہر پاک سے محبت کرے اور اس کو اپنے وطن عزیز پر بھی ترجیح دے اور یہ بھی لوازم ایمان سے ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ:

"ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا۔ ایمان مدینے کی طرف ایسا سمٹتا ہے جیسے کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ کر چلا جاتا ہے۔"

تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اپنی حالت بتا رہے ہیں، یا اپنی حالت بتا کر مومن کی، اہل ایمان کی ترجمانی کر رہے ہیں، کہ جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے، میں یہاں پر ہوں لیکن میرا معاملہ یہ ہے کہ میری جان، میرا دل میرا ہوش اور میری عقل سب کے سب مدینہ پہنچ گیا اب کیا رہ گیا، تمہارا جسم رہ گیا تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا۔

(مصدر سابق، ص:95)

گیسوئے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پر وارے گیسو

چمن طیبہ کا مطلب تو صاف ہے، طیبہ شہر مدینہ سرکار ابد قرار جناب احمد مختار صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے شہر پاک کو چمن سے تشبیہ دی ہے اور وہ بے شک چمن ہے۔ اور سنبل سے مراد یہاں پر حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا قد مبارک اور ان کی قامت زیبا استقامت اور نشاقت اور حسن کے اعتبار سے وہ مراد ہے اور حضور علیہ السلام کا سراپا مراد ہے، اب کہہ رہے ہیں، وہ محبوب جس کا قامت زیبا سنبل ہے وہ اپنے

گیسوا پنی زلفیں اگر چمن طیبہ میں سنواریں تو جو بالوں میں شکن پڑتی ہے اس شکن ناز پر جنت کی حورا پنے گیسو قربان کرے۔

(مصدر سابق،ص73)

اصل کائنات،فخر کائنات

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر اتم ہیں، یوں تو کارخانہ قدرت میں ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ، ہر شے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کی مظہر ہے، لیکن یہ درجہ اور یہ منصب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے کہ وہ مظہر اتم ہیں اور کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہے وہ ان کے دم قدم سے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو مادۂ عالم ایجاد بنایا ہے۔(مصدر سابق،ص:187)

قیامت میں نعت مصطفیٰ ﷺ

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر کا مطلب خوب ظاہر ہے، عرض کررہے ہیں کہ ایسی ہوا چلے جس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ یا ہر سنی مسلمان کا باغ اولاد، باغ سے مراد سنی کی اولاد ہے باغ اولاد خوب پھولے پھلے اور اس میں وہ پھول کھلیں کہ دن ہوں بھلے، وہ زندگی بھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں رطب اللسان رہیں اور پھر اپنے لئے دعا کررہے ہیں، اپنی نسل کے لئے دعا کررہے ہیں اور پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ قیامت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب لواء الحمد نصب کیا جائے اور حمد کا پھریرا لہرایا جائے گا، اس کے نیچے اوّلین وآخرین، انبیا ومرسلین سب ہوں گے اور سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثنا اور نعت پڑھ رہے ہوں گے تو وہاں پر لواء کے تلے ثنا میں کھلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں کھلے رضا کی زباں، رضا کی زباں آپ کے لئے لواء الحمد کے نیچے آپ کی ثنا میں کھلے۔

(مصدر سابق،ص198)

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

◆◆◆

ص ۳۲ / کا بقیہ...................................

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست مبارک سے علمائے ذوی الاحترام ومشائخ عظام کی موجودگی میں ہزاروں عاشقانِ بریلی کو لے کر متھرا پور میں ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' کا سنگ بنیاد رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے بریلی شریف کی دھرتی پر دین وسنیت کا ایک فلک بوس دینی تعلیم کا ایک قلعہ تیار ہوگیا، یہ جامعہ نہایت ہی قلیل مدت میں اپنے منفرد نظام، عصری تقاضوں سے آراستہ، اپنے نصاب تعلیم اور مستحکم طریقہ تعلیم کی بنا پر عوام وخواص میں محتاج تعارف نہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ خدمتِ خلق کے جذبہ وفا کو اپنے مقدس سینے میں محفوظ رکھ کر اپنی عمر شریف کے 75/ رویں منزل میں قدم رکھ کر مؤرخہ 7/ ذی القعدہ 1339ھ مطابق 20/ جولائی 2018ء بروز جمعہ بوقتِ مغرب شہر بریلی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور سفر آخرت اختیار کرتے ہوئے خلد آشیاں ہوگئے۔

◆◆◆

ص ۳۴ / کا بقیہ...................................

وسیع پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا، یہاں تک کہ وزیر اعظم نریندر مودی سے اس بارے میں سوشل میڈیا پر کھلے سوال بھی پوچھے گئے ہیں۔ رہا کیے جانے والے یہ 11/ افراد ریاست کی گودھرا جیل میں عمر قید کی سزا کاٹ رہے تھے۔ انھیں سنہ 2002 کے گجرات فسادات کے دوران حاملہ بلقیس بانو کے ساتھ اجتماعی ریپ کرنے اور ان کے خاندان کے سات افراد کے قتل کا مرتکب پایا گیا تھا، بدھ کی شب اس فیصلے پر ردعمل دیتے ہوئے بلقیس بانو نے مجرمان کی رہائی کو ''ناانصافی'' قرار دیا اور کہا کہ اس فیصلے سے ان کا نظامِ انصاف پر یقین متزلزل ہوا ہے۔

جاری.........

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

حضور تاج الشریعہ بے مثال شخصیت

ازہریات

ملک عزیز ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کا شہر بریلی شریف کئی جہتوں سے بہت مشہور ومعروف ہے، جن میں نمایاں یہ کہ یہاں سے دنیا کے گوشے گوشے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انمول پیغام دیا جارہا ہے، جن کی مشکبار فضاؤں سے عشاق سرشار ہوکر اپنے قلوب واذہان کو روشن کرتے ہیں، یہاں سے تحفظ ایمان کی بیش بہا دولت تقسیم کی جاتی ہے، شریعت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر زندگی کے لمحات گزارنے کا درس دیا جاتا ہے۔

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، عاشق رسول امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ (ولادت 1272ھ وصال 1340ھ) جن کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشگوار فضاؤں میں بسر ہوا، وہ اسوۂ حسنہ کے کامل عامل تھے، ان کی تقریر، تحریر، فتاوے سب میں عشق رسول مقدم ہے، انہوں نے زیادہ اسفار تو نہیں کیے، مگر یہ عشق رسول علیہ السلام کی برکت ہے کہ وہ پوری دنیا میں عاشق رسول کی حیثیت سے متعارف ہیں، طرہ یہ کہ ان کا مشہور زمانہ سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" غیر اردو داں حضرات بھی بڑی عقیدت ومحبت سے پڑھ کر بارگاہ خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام میں نذرانۂ محبت پیش کرتے ہیں، ان کی درسگاہ فیض سے فراغت پانے والے طلبہ جہاں بہترین عالم، فاضل، مفتی اور محدث بن کر نکلتے، وہیں عاشق رسول بن کر زمانے کو فیضیاب کرتے۔

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

خانوادہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ کے ایک عظیم چشم وچراغ کا ہم ذکر جمیل کرنے جارہے ہیں، جو بیک وقت متبحر عالم، مفتی، محدث، محقق، مصنف، مسند افتا کے عظیم شہسوار، تقویٰ وپرہیزگاری میں بے مثال، حق گوئی وبیباکی میں لاجواب، جو بہترین شاعر، عمدہ فقیہ، درس حدیث شریف میں ماہر کامل، کئی زبانوں پر عبور، علاوہ ازیں گوناگوں خوبیوں کے جامع، جنہیں دنیا وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم، شہزادۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری قدس سرہ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (پ 16 سورۂ مریم، آیت نمبر 156) ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔" (کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے ضمن میں صدر الافاضل حضرت علامہ شاہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ، فرماتے ہیں:

"یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں اُن کی محبت ڈال دے گا۔"

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو حضرت جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فلانا میرا محبوب ہے، جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے، سب اس کو محبوب رکھیں، تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مومنین صالحین واولیائے کاملین کی مقبولیت ان کی محبوبیت کی دلیل ہے، جیسے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلطان نظام الدین دہلوی

* مضمون نگار رضائے مصطفےٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

اورحضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات اولیائے کاملین کی عام مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیلیں ہیں۔ (خزائن العرفان)

مندرجہ بالا آیت کریمہ اور اس کی تفسیر وحدیث شریف میں جن نفوس قدسیہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، بلاشبہ ان میں ایک مبارک نام تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کا بھی ہے، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری کی ولادت باسعادت شہر محبت بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں 24/ذی قعدہ 1362 ہجری 23/نومبر 1943 عیسوی بروز منگل ہوئی، چونکہ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت ابراہیم رضا ہے، اسی مناسبت سے آپ کا نام اسماعیل رضا رکھا گیا اور عرفی نام اختر رضا منتخب کیا گیا۔

اسی عرفی نام سے آپ کی شہرت ہوئی اور شاعری میں یہی عرفی نام تخلص ہے، بزرگوں کی روایات کے مطابق جب آپ کی عمر شریف چار سال، چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو نہایت شان وشوکت اور اہتمام کے ساتھ آپ کی تسمیہ خوانی کی رسم ادا کی گئی، اس پُر بہار اور حسین موقع پر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے اساتذہ وطلبہ اور عزیز واقارب ومعززین شہر کو دعوت دی گئی، تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری قدس سرہ نے تسمیہ خوانی کروائی، آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: مولانا اختر رضا ابن مولانا ابراہیم رضا ابن مولانا حامد رضا ابن مولانا احمد رضا ابن مولانا نقی علی خاں۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت تاج الشریعہ نے ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی اور ابتدائی کتب کا درس اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد دارالعلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا اور پوری محنت ولگن سے مشفق ومہربان اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے اور یہیں سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے، جہاں سے اوّل نمبر سے فراغت حاصل کی، پھر جب آپ بریلی شریف تشریف لائے تو آپ کا شاہانہ اور والہانہ استقبال کیا گیا، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے سوانح تاج الشریعہ میں ہے:

" گلستان رضویت کے مہکتے پھول، چمنستان اعلیٰ حضرت کے گل خوش رنگ جناب علامہ ومولانا محمد اختر رضا خاں صاحب ابن حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عرصہ دراز کے بعد جامعہ ازہر مصر سے فارغ التحصیل ہوکر 17/نومبر 1966ء 1386ھ کی صبح کو بہار افزائے گلشن بریلی ہوئے، بریلی کے جنکشن اسٹیشن پر متعلقین ومتوسلین واہل خاندان علمائے کرام وطلبائے دارالعلوم (منظر اسلام) کے علاوہ بے شمار معتقدین حضرات نے حضرت مفتی اعظم (مصطفےٰ رضا) مدظلہ کی سرپرستی میں شاندار استقبال کیا اور صاحبزادہ موصوف کو خوش رنگ پھولوں کے گجروں اور ہاروں کی پیش کش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص اور عقیدت کا اظہار کیا، ادارہ حضرت علامہ ومولانا محمد اختر رضا خاں ازہری اور متوسلین کو کامیاب واپسی پر ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ان کے آبائے کرام خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سچا، صحیح وارث وجانشین بنائے، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔"

استقبالیہ جماعت میں معززین شہر کے علاوہ بیرون جات بالخصوص کانپور وغیرہ کے افراد کثرت سے تھے، انہیں میں حضور مفتی اعظم ہند کے خادم خاص الحاج محمد ناصر رضوی بریلوی صاحب بھی تھے، وہ کہتے ہیں کہ:

" آپ (تاج الشریعہ) سے ملنے کے لیے حضرت بذات خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور ٹرین کا بے تابانہ انتظار فرماتے رہے، جیسے ہی ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رکی، آپ اترے تو سب سے پہلے حضرت (مفتی اعظم) نے گلے لگایا، پیشانی چومی اور بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ کچھ لوگ گئے تھے بدل کر آئے مگر میرے بچے پر جامعہ کی تہذیب (آزاد خیالی، وضع قطع میں تبدیلی، لباس صلاح سے دوری) کا کچھ

اثر نہیں ہوا، ماشاءاللہ۔" (سوانح تاج الشریعہ)

تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری علیہ الرحمہ کو ایسی عظیم المرتبت شخصیت سے شرف بیعت حاصل ہے، کہ جو مفتی اعظم بھی تھے اور متقی اعظم بھی، وہ تقویٰ و پرہیز گاری میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، حضور تاج الشریعہ اپنے ایک شعر میں کس خوبصورتی سے اپنے پیرو مرشد کے تقویٰ و پرہیز گاری کو بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے (جو آپ کے نانا جان بھی ہیں) اور محض 19/سال کی عمر شریف میں آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، علاوہ ازیں آپ کو خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری، سید العلما حضرت سید الشاہ آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی، احسن العلما حضرت سید شاہ حیدر حسن میاں برکاتی مارہروی، مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بھی تمام سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے علمائے کرام کو بلند مقام عطا فرمایا ہے، احادیث کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علما کی بہت شان بیان فرمائی ہے، عصر حاضر میں کچھ نا اہل لوگ علما کی ناقدری کر رہے ہیں، مگر اہل علم ہی اہل علم کی قدر جانتے ہیں، جو لوگ علما کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ حضور تاج الشریعہ جیسی عظیم شخصیت کے اس کردار سے درس حاصل کریں، اور علما کی قدر کریں، حضرت مولانا نوخیز انوار خان اعظمی، جامعہ رضویہ عزیزیہ قصبہ دیوگاؤں ضلع اعظم گڑھ یوپی رقمطراز ہیں:

"اگر میری قوت حافظہ میری رفاقت کر رہی ہے تو 1996ء کا واقعہ ہے کہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی میں سالانہ "جشن دستار فضیلت" کا پر بہار موقع تھا، فارغین اپنی دستار کی تیاریوں میں مصروف تھے اور طلبہ جامعہ اپنی نسبت پر نازاں تھے کہ آج پر مسرت موقع پر جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ جشن کی سرپرستی فرمائیں گے اور اپنے دست مبارک سے تاج فضیلت اور سند فراغت سے نوازیں گے۔

حضرت تاج الشریعہ کی آمد پر جامعہ کے طلبہ واساتذہ اور قرب وجوار کے عقیدت مندان اہل سنت نے نہایت شاندار اور پرجوش استقبال کیا، ادب واحترام اور شان و شوکت کے ساتھ آپ کو قیام گاہ لے جایا گیا، بعد نماز عشا سلطان العلما نعمان ملت حضرت علامہ الحاج محمد نعمان خاں صاحب قادری اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 29/فروری 2008ء) سابق پرنسپل الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد اور حضرت مولانا قاری جلال الدین صاحب قادری ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ حضرت تاج الشریعہ کی زیارت وملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے سلام وخیریت اور مصافحہ کے بعد دونوں حضرات زمین پر بیٹھ گئے، حضرت تاج الشریعہ تخت پر جلوہ بار تھے جب یہ حضرات زمین پر بیٹھے حضرت بھی تخت سے اتر کر نیچے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، آپ حضرات زمین پر بیٹھیں گے تو میں بھی زمین پر بیٹھوں گا، ان حضرات نے اصرار کیا کہ حضرت تخت پر ہی تشریف رکھیں مگر حضرت نے انکار کیا اور زمین پر بیٹھ کر محو گفتگو ہوئے اور کافی دیر تک گفت وشنید کا سلسلہ چلتا رہا۔" (تجلیات تاج الشریعہ)

مہمانوں کا اکرام اور ضیافت اسلامی تعلیمات کا بنیادی حصہ ہے اور یہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت ہے، حضرت تاج الشریعہ، جن کی پوری زندگی ادائے سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بسر ہوئی، مہمان نوازی میں بھی آپ پیش پیش رہتے، حضرت مفتی عابد حسین قادری، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور تحریر فرماتے ہیں:

"8/رجب المرجب نقیب اہل سنت محب گرامی جناب مولانا الیاس فیضی صاحب بوکارو (جھارکھنڈ) اور رفیق گرامی جناب مولانا اشفاق احمد ضیائی محب محترم جناب قاری دلشاد احمد

بنارس کے ساتھ ان کے دولت کدہ پر موجود تھے، فیضی صاحب نے حضرت ازہری میاں قبلہ کی مہمان نوازی اور دریادلی کے حوالے سے مندرجہ ذیل آپ بیتی سنائی:

ایک مرتبہ ٹھنڈک کے موسم میں، میں حضرت کے یہاں ساڑھے گیارہ بجے شب پہنچا، سارے دروازے بند ہو چکے تھے صرف حضرت کے مہمان خانہ کا دروازہ کھلا تھا، وہاں ایک بچہ ملا، اس سے میں نے حضرت کی بابت دریافت کیا، اس نے کہا کہ حضرت ابھی ابھی اندر تشریف لے گئے ہیں، میں نے کہا جا کر حضرت سے عرض کرو کہ الیاس فیضی آیا ہوا ہے، حضرت ابھی کرتا بدن سے اتار ہی رہے تھے کہ بچے نے جا کر میری خبر پہنچا دی، حضرت فوراً تشریف لائے اور فرمایا، اتنی رات کو کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا حضور! گاڑی لیٹ ہو گئی پھر حضرت نے بچے سے فرمایا بڑی بی کو جا کر کہو کہ مولانا الیاس فیضی صاحب آئے ہیں، کھانا بھیجیں، بچے نے آکر عرض کیا، حضور سالن ختم ہو گیا ہے، صرف روٹیاں بچی ہیں، حضرت نے فرمایا، مرچا کی چٹنی بنانے کے لئے کہو، پھر میرے لئے روٹی گوشت کا شوربا اور چٹنی آئی، اس دربار عالی سے شدت بھوک کے عالم میں اس کھانے کا ملنا میرے لئے من وسلویٰ کی یاد تازہ کر رہا تھا۔" (تجلیات تاج الشریعہ)

راقم السطور کے برادر اکبر حضرت علامہ و مولانا محمد مشاہد رضا صاحب قادری رضوی (آپ حضور تاج الشریعہ کے مرید ہیں اور عظیم خطیب اور بہترین شاعر ہیں) اپنے خطاب میں بریلی شریف کی انفرادی خصوصیت پر کہتے ہیں کہ دیکھئے کہ لقب "اعلیٰ حضرت" سے اور بھی دیگر اکابر ملقب ہیں، مگر جب کوئی لفظ "اعلیٰ حضرت" بولتا ہے تو ذہن بریلی شریف کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی جانب متوجہ ہوتا ہے، یوں ہی لقب "مفتی اعظم" سے اور بھی مفتیان عظام ملقب ہیں، مگر جب لفظ "مفتی اعظم" کہا جاتا ہے تو دھیان بریلی شریف کے مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں کی طرف جاتا ہے، ایسے ہی "ازہری" تو بہت ہیں، مگر جب کوئی لفظ "ازہری" بولتا ہے تو ذہن تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ اختر رضا خاں ازہری کی طرف جاتا ہے، یہ شان ہے یہاں کے بزرگوں کی۔

علم وعمل، زہد وتقویٰ، تواضع وانکساری کا پیکر حضرت ازہری میاں کا وصال 7 رذی قعدہ 1439 ہجری/ 20 رجولائی 2018 عیسوی بروز جمعہ بوقت مغرب ہوا۔ (اناللہ وانا الیہ رٰجعون)

آپ کی نماز جنازہ آپ کا شہزادہ و جانشین حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے پڑھائی، بے شمار لوگوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی، آپ کا مزار پُر انوار ازہری گیسٹ ہاؤس میں مرجع خلائق ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے مزار مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے ہم غلاموں کو مالا مال فرمائے، آمین۔

حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت وشہرت کا یہ عالم ہے کہ، گاؤں ہو یا شہر ہر جگہ آپ کے دیوانوں کی کثرت ہے، اسی لیے یہ نعرہ مقبول عام وخاص ہے "بستی بستی قریہ قریہ تاج الشریعہ تاج الشریعہ" آپ جہاں تشریف لے جاتے، وہاں دیوانوں کا جم غفیر ہوتا، عشاق آپ کے پُر نور چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے، بہت سے افراد چہرے کی نورانیت سے متاثر ہو کر غلامی اختیار کر لیتے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے متبع بن جاتے، ضعیفی میں لوگ آرام کو ترجیح دیتے ہیں، مگر قربان جائیے مفتی اعظم ہند کے اس سچے جانشین پر، کہ آپ نے ضعیفی کے عالم میں بھی آرام کو بالائے طاق رکھ کر دین وسنیت کی نشر واشاعت کی خاطر اور افکار اعلیٰ حضرت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے لیے مشن جاری رکھا۔

المختصر یہ کہ حضرت تاج الشریعہ شریعت وطریقت کے حسین سنگم تھے، انہوں نے دین کے معاملے میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں فرمائی، وہ سچے عاشق رسول تھے، ان کا کردار ان کے اس شعر کے مصداق تھا۔

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لیے
زندگی ہے نبی کی نبی کے لیے

•••

از: حافظ افتخار احمد قادری*

حضور تاج الشریعہ! حیات وخدمات

ازہریات

منبع خیر وبرکات، قمر الاقمار، نور الانوار حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کو زبدت العلماء، افصح الفصحاء، تاجدارِ عرب وعجم، عاشق خیر الانام، مجدد اعظم امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کا سچا امین ووارث کہا جاتا ہے، علم وحکمت کا خاندانی ورثہ آپ کی کئی پشتوں سے چلا آرہا ہے جو آپ تک پہنچا، امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے دادا رئیس العلماء حضرت علامہ رضا علی خان خود نابغۂ روزگار ہستی تھی، جن کے علم وفضل کو دور دور کے علما بطورِ سند پیش کیا کرتے تھے۔ آپ ہی کے صاحبزادے اور امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی کے والد ماجد رئیس الاتقیاء، جبل العلم زینت مسند افتا حضرتِ علامہ شاہ مفتی نقی علی خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان علم وحکمت کے تاجدارِ زمانہ تھے۔

خود امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والاصفات اپنے دور میں مسلم الثبوت تھی ہی، آج ان کے افکار ونظریات وتحریرات مشعل راہ نجات بنے ہوئے ہے۔ اسی علمی سلسلوں کی ایک کڑی حضور تاج الشریعہ اپنے دادا امام عشق ومحبت سے فہم وذکاء، قوت حافظہ علم حدیث وعشق مصطفیٰ کی سوغات لے کر تبحر واصابت زہد وتقویٰ میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے آئینہ دار بن کر قوت خطابت وبیان تفسیر میں والد ماجد سے گہر آبدار لے کر اختر زمانہ بن کر چمکے تھے، آپ نے خود تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا تھا:

نگاہِ مفتی اعظم کی ہے یہ جلوہ گری
چمک رہا ہے جو اختر ہزار آنکھوں میں

اس عبقری شخصیت کا مختصر خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

ولادتِ باسعادت

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادتِ باسعادت 24/ذیقعدہ 1362ھ مطابق: 23/نومبر 1943ء بروز منگل علم وفضل کے آفتاب ومہتاب شہر بریلی شریف محلہ سوداگران میں ہوئی، اسم گرامی: آپ کا اسم گرامی "محمد اسماعیل رضا" جبکہ عرفیت "اختر رضا"، تخلص "اختر" استعمال فرماتے تھے۔

شجرۂ نسب: محمد اختر رضا، بن محمد ابراہیم رضا خان، بن حضرتِ حجۃ الاسلام حامد رضا خان، بن امام احمد رضا خان، بن رئیس الاتقیاء نقی علی خان، بن زبدت العرفاء رضا علی خان۔

خدمات

جہاں تک آپ کی علمی خدمات کی بات ہے تو اس کے لئے مدتوں قلم چلانے کی ضرورت ہے، چند لمحوں میں چند ورق پر آپ کی خدمات کا احاطہ کرنا سمندر کو پیالے میں بھرنے کی ناسعی کوشش ہوگی، پوری دنیا میں چل کر دین حقہ کی اشاعت، سفر پے سفر ایک مرد حق آگاہ کی ہی ہمت وجرآت ہے، آپ کی بارگاہ میں فیض لینے والوں میں صرف بلادِ ہند کے ہی علما وفقہا وادبا نہیں بلکہ غیر ملکی علما بھی کثیر تعداد میں آپ سے اکتسابِ فیض حاصل کرتے تھے، ملک شام کے ایک دورے کے موقع پر مفتی دمشق عبد الفتاح البزام، اعلم علما شام شیخ عبد الرزاق حلبی، قاضی القضاۃ حمص اور ملک شام کی جامع مسجد کے امام وخطیب شیخ سعید الکحیل، مشہور شامی بزرگ عالم دین شیخ ہشام الدین البرنی جلیل القدر عالم ربانی شیخ عبد الہادی الخرسہ، خطیبِ دمشق شیخ سید عبد العزیز الخطیب الحسنی، مشہور عالم ومحقق شیخ عبد الہادی الشار، مشہور حنفی عالم ومحشی کتب کثیرہ شیخ عبد الجلیل عطاء اس کے علاوہ بھی کئی جید علمائے کرام نے آپ سے سلاسلِ طریقت وسند حدیث حاصل

گیں اور کئی آپ سے بیعت بھی ہوئے۔

مرکزی دارالافتاء کا قیام

1971ء میں تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے انتقال پر ملال کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دولت کدے پر مرکزی دارالافتاء کی بنیاد ڈالی۔ 1082ء میں گھر پر ہی مسائلِ شتی کے جوابات عنایت فرماتے تھے۔ چونکہ باضابطہ طور پر اس ادارہ کی بنیاد نہیں پڑھی تھی، اس لیے علما و مشائخ اور عوام اہل سنت کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے ''مرکزی دارالافتاء'' کے قیام کا فیصلہ فرمایا۔ اس وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان رواز نہ دارالافتاء جلوہ افروز ہوتے اور آپ نے مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی، مولانا مفتی محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی، مولانا مفتی حبیب رضا خان کو مفتی کی حیثیت سے مرکزی دارالافتاء میں مقرر فرمایا۔ فتاویٰ کو رجسٹر میں نقل کی خدمت کے لیے مولانا عبد الوحید خان بریلوی کو مامور کیا گیا۔

مولانا عبد الوحید بریلوی نے 1983ء سے 2005ء تک فتاویٰ کی نقل کا کام کیا، آج مرکزی دارالافتاء میں مولانا کے ہاتھ سے مندرج فتاویٰ کے 80 رجسٹر ہوں گے۔ ماضی سے لے کر موجودہ وقت تک مرکزی دارالافتاء کی حیثیت ملک و بیرونِ ممالک میں حرفِ آخر کے درجہ میں ہے، جس دارالافتاء کی بنیاد مجاہد جنگ آزادی حضرت مولانا مفتی رضا علی خان بریلوی علیہ الرحمہ نے رکھی تھی وہ آج بھی بارونق ہے۔

تبلیغی و تعلیمی اداروں کی سرپرستی

ہندوستان اور ملک سے باہر بہت سے ممالک میں درجنوں تبلیغی و تعلیمی ادارے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں رات و دن مصروف عمل تھے۔ ہندوستان میں جن اداروں کی سرپرستی آپ نے فرمائی اس کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف، ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف، اختر رضا لائبریری صدر بازار چھاؤنی لاہور پاکستان، مرکزی دارالافتاء دی ہیگ ہالینڈ، رضا اکیڈمی ممبئی، الانصار ٹرسٹ ملکی پور بنارس، الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور، الجامعۃ النوریہ قیصر گنج ضلع بہرائچ، الجامعۃ الرضویہ و ماہنامہ نور مصطفیٰ مغل پورہ پٹنہ بہار، مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ برہان پور ایم پی، مدرسہ اہل سنت گلشنِ رضا بکارو اسٹیل دھنباد جھارکھنڈ، مدرسہ غوثیہ جشن رضا پٹیلا گجرات، دارالعلوم قریشیہ رضویہ گوہاٹی آسام، مدرسہ رضاء العلوم گھوگاری محلہ ممبئی، مدرسہ فیض رضا کولمبو سری لنکا، مدرسہ تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ بہار، سنی رضوی جامع مسجد نیوجرسی امریکہ، النور سوسائٹی و مسجد ہوسٹن امریکہ، جامعہ امجدیہ ناگپور، دارالعلوم حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ، نیز آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء ممبئی کا صدر 1970ء میں بنایا گیا اور ابتدا سے لے کر تاحین حیات مشہور و معروف اشاعتی ادارہ رضا اکیڈمی ممبئی کی سرپرستی فرمائی۔

حضرتِ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریک پر 22 جولائی 1985ء مطابق 1405ھ کو اشرفیہ مصباح العلوم (الجامعۃ الاشرفیہ) مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں اکابر اہل سنت کا دینی و علمی اجتماع ہوا۔ افتتاحی تقریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی ہوئی۔ کافی دیر تک بحث و مباحثہ کے بعد جانشین حضور مفتی اعظم ہند کی قیادت میں سارے ملک سے فقہی مسائل اور علوم شرعیہ میں اثر و رسوخ رکھنے والے مفتیانِ کرام پر مشتمل دو شرعی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔

دسمبر 1986ء مطابق 1406ھ کو پرسنل لا کونسل کی (ادارہ شرعیہ) اتر پردیش رائے بریلی میں تشکیل ہوئی، آپ کو بحیثیت صدر مفتی پیش کیا گیا، شرعی کونسل آف انڈیا اور امام احمد رضا ٹرسٹ کے آپ صدر نشین رہے۔

جامعۃ الرضا کا قیام

24 صفر المظفر 1421ھ مطابق 29 مئی 2000ء بروز پیر کو وہ سہانی گھڑی بھی آئی جب جانشین حضور بقیہ ص ۲۶ پر

گیارہویں قسط

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ سالہ دردناک سفر

احوال وطن

گزشتہ سے پیوستہ

(5) نرودا پاٹیہ کیس 28/فروری 2002ء کو بجرنگ دل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی قیادت میں ایک ہجوم نے نرودا پاٹیہ علاقے کو گھیر لیا اور بستی کے کئی گھروں کو آگ لگا دی۔ اس قتل عام میں 97 افراد مارے گئے تھے۔ ایس آئی ٹی کی تشکیل سے پہلے مقامی پولیس نے اس معاملے میں 46 لوگوں کو گرفتار کیا تھا اور چار چارج شیٹ داخل کی تھیں، بعد میں ایس آئی ٹی نے 24/ دیگر کو گرفتار کیا اور چار اور چارج شیٹ داخل کی گئی، مقدمے کے کل 70/ ملزمان میں سے سات مقدمے کی سماعت کے دوران فوت ہو گئے اور دو ابھی تک مفرور ہیں۔ اس معاملے میں 32/ لوگوں کو سزا سنائی گئی ہے جس میں سے دو کی موت ہو چکی ہے۔

اپنے فیصلے میں نچلی عدالت نے بی جے پی کی وزیر مایا کوڈنانی کو فسادات کا ماسٹر مائنڈ قرار دیتے ہوئے انھیں 28/ سال قید کی سزا سنائی تھی، اس معاملے میں بجرنگ دل کے بابو بجرنگی کو بھی قصوروار ٹھہرایا گیا تھا۔ مایا کوڈنانی سمیت 32 لوگوں کو قصوروار ٹھہرایا گیا۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ کوڈنانی نے بطور ایم ایل اے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی، جب انھیں گرفتار کیا گیا تو وہ نریندر مودی کی حکومت میں خواتین اور بچوں کی فلاح و بہبود کی وزیر تھیں۔ اس معاملے میں موجودہ مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے بھی ایس آئی ٹی کے سامنے مایا کوڈنانی کے حق میں گواہی دی تھی، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ انھوں نے کوڈنانی کو پہلے ودھان سبھا (ریاستی اسمبلی) میں اور بعد میں سولا سول ہسپتال میں دیکھا تھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کوڈنانی نے 2002ء کے فسادات میں نام آنے کے بعد بھی سنہ 2007ء میں ہونے والے اسمبلی الیکشن میں امیدوار تھیں۔ ایس آئی ٹی کی تشکیل کے بعد انھیں 2009ء میں گرفتار کیا گیا تھا۔

اس معاملے میں ہائی کورٹ میں 12/ اپیلیں دائر کی گئیں اور یہ تمام اپیلیں 25 اپریل سنہ 2018ء کو نمٹا دی گئیں۔ اس کیس کے 32 قصورواروں میں سے 18/ کو ہائی کورٹ نے بری کر دیا، جن میں بی جے پی کی وزیر مایا کوڈنانی بھی شامل ہیں، جب کہ 13/ افراد کو قصوروار پایا گیا۔ سزا پانے والوں میں بابو بجرنگی بھی شامل ہیں تاہم ان کی عمر قید کی سزا کو کم کر کے 21/ سال کر دیا گیا۔ 13/ مجرموں میں سے چار کو سپریم کورٹ کے جج جسٹس اے ایم کھانولکر نے ضمانت دی تھی جب سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ نرودا پاٹیہ کیس کے فیصلے پر بحث ممکن ہے۔ فی الحال اس معاملے پر سپریم کورٹ میں 10/ اپیلیں زیر التوا ہیں، کیس کے مرکزی گواہ سلیم شیخ نے بی بی سی کو بتایا کہ ہائی کورٹ میں تمام ملزمان کو بری کر دیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں آج بھی نرودا پاٹیا میں رہتا ہوں، لیکن اس فساد سے پیدا ہونے والے خلا کو کوئی عدالت پر نہیں کر سکے گی۔

(6) نرودا گاؤں کا معاملہ نرودا پاٹیہ کے قریب نرودا گاؤں میں 11/ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا تھا اور پولیس شکایت میں 49/ لوگوں کو ملزم نامزد کیا گیا تھا، ایس آئی ٹی نے تحقیقات سنبھالنے کے بعد 37/ لوگوں کو گرفتار کیا تھا، جن میں سے سبھی کو ضمانت مل گئی ہے، ایس آئی ٹی کی جانب سے چھ اور مجموعی طور پر نو چارج شیٹ داخل کی گئی تھی لیکن 20/ سال گزرنے کے بعد بھی اس کیس کی سماعت شروع نہیں ہوئی ہے، متاثرین کی جانب سے عدالت میں پیش ہوئے ایڈووکیٹ ایم ایم ترمذی نے بی بی سی کو بتایا: ایسا کئی بار ہو چکا ہے، سماعت کے بعد جب معاملہ سننے

*مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

کاوقت آیا تو ایک سے زیادہ بار ایسا ہوا ہے کہ مجسٹریٹ کو تبدیل کر دیا گیا یا ترقی دی گئی۔ اب نئے مجسٹریٹ آچکے ہیں اور ہم پر امید ہیں کہ معاملے کی سماعت کا عمل دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

(7) دیپڑا دروازہ 28/فروری سنہ 2002ء کو مہسانہ کے وِس نگر کے دیپڑا دروازہ علاقے میں مسلم کمیونٹی کے 11 افراد کو قتل کر دیا گیا۔ اسی دن مقدمہ بھی درج کر لیا گیا۔ اس معاملے میں مقامی پولیس نے 79/لوگوں کو گرفتار کیا تھا اور سبھی کو ضمانت دے دی گئی تھی، جب ایس آئی ٹی نے جانچ شروع کی تو چھ مزید لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور کل پانچ چارج شیٹ داخل کی گئیں۔ ٹرائل کورٹ نے کیس میں 22 ملزمان کو مجرم قرار دیتے ہوئے سزا سنائی تھی۔ فی الحال گجرات ہائی کورٹ میں اس سلسلے میں کل 13/اپیلیں دائر کی گئی ہیں لیکن تمام اپیلیں زیر التوا ہیں۔

اس معاملے میں 85/ملزمان میں سے 61/لوگوں کو بری کر دیا گیا ہے جن میں وس نگر کے سابق بی جے پی ایم ایل اے پرہلاد پٹیل اور میونسپل کارپوریشن میں بی جے پی کے صدر داہیا بھائی پٹیل بھی شامل ہیں، برطانوی شہریوں کا معاملہ 28/فروری سنہ 2002ء کو تین برطانوی شہریوں اور ان کے ڈرائیور کو ایک ہجوم نے قتل کر دیا۔

کیس کی معلومات کے مطابق برطانیہ سے آنے والے عمران داؤد نامی شخص اپنے تین رشتہ داروں کے ساتھ گاڑی میں سفر رہے تھے۔ ہجوم نے گاڑی کو روک کر ایک ہی جگہ پر دو افراد کو نذر آتش کر دیا۔ دو افراد جان بچا کر بھاگے لیکن ہجوم نے ان کا پیچھا کیا اور انھیں مار ڈالا، پولیس کی مدد سے عمران داؤد خود کو بچانے میں کامیاب رہے۔ پولیس نے اس معاملے میں چھ لوگوں کو گرفتار کیا تھا لیکن ان سبھی کو نچلی عدالت میں رہا کر دیا گیا، تاہم ان کے خلاف اپیل ہائی کورٹ میں زیر التوا ہے، این ڈی ٹی وی کی ایک رپورٹ کے مطابق عدالت نے سنہ 2015ء میں اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ اس کے پاس گرفتار ملزمان کو رہا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ ان کے خلاف جرم ثابت نہیں ہو سکا۔ 182/صفحات کے حکم نامے میں عدالت نے کہا تھا کہ ایس آئی ٹی نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ گواہ ملزم کی شناخت نہیں کر سکے۔ قابل ذکر ہے کہ اس معاملے میں تین اہم گواہ سماعت کے دوران منحرف ہو گئے تھے۔

(8) گلبرگ قتل عام کیس 28 فروری سنہ 2002ء کو چمن پورہ کی گلبرگ سوسائٹی میں رہنے والے 69 افراد کو ہجوم نے قتل کر دیا۔ کانگریس کے سابق رکن پارلیمنٹ احسان جعفری بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل تھے۔ سوسائٹی میں 19/بنگلے اور 10/اپارٹمنٹس ہیں۔ مقامی پولیس نے میگھانی نگر پولیس سٹیشن میں شکایت درج کرنے کے بعد 46/لوگوں کو گرفتار کیا۔ ایس آئی ٹی کی جانچ شروع ہونے کے بعد اس معاملے میں 28/دیگر کو گرفتار کیا گیا اور کل 12/چارج شیٹ داخل کی گئیں، کل ملزمان میں سے 24/کو سزا سنائی گئی جبکہ 39/کو بری کر دیا گیا۔ اس معاملے میں ہائی کورٹ میں 17/اپیلیں دائر کی گئیں اور یہ تمام اپیلیں اس وقت ہائی کورٹ میں زیر التوا ہیں، گلبرگ سوسائٹی کے قتل عام میں اپنے رشتہ داروں کو کھونے والی 64/سالہ سائرہ بانو نے کہا کہ جن لوگوں کو پولیس نے گرفتار کیا تھا، شناخت ہونے کے بعد بھی انھیں ضمانت دے دی گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

سائرہ بانو کے مطابق ملزموں کی گرفتاری تیستا سیتلواڑ اور آر بی سری کمار جیسے انسانی حقوق کے کارکنوں کی مدد سے ممکن ہوئی۔ گلبرگ سوسائٹی فسادات میں اپنے بیٹے کو کھونے والے دارا مودی کا کہنا ہے کہ ہمیں ابھی تک انصاف نہیں ملا، تمام ملزمان اس وقت جیل سے باہر ہیں، ایس آئی ٹی نے اپنا کام کیا ہے، لیکن تمام ملزمان اعلیٰ عدالتوں میں جا کر انصاف حاصل کر رہے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ ہماری لڑائی بے سود رہی۔

15/8/2022 2022 گجرات فسادات کی جیتی جاگتی مثال بلقیس بانو، ان کے شوہر یعقوب اور ان کی بچی اور سارا ملک جس دن اپنا 75 واں یوم آزادی منا رہا تھا اسی روز ریاست گجرات میں گینگ ریپ اور سات افراد کے قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والے 11/مجرموں کو عام معافی دے کر جیل سے رہا کر دیا گیا، حکومت گجرات کے اس فیصلے کو وسیع بقیہ ص ۲۶/ پر

از: مفتیہ ریشماں خانم*

ماں! اولاد کے لئے بہترین رول ماڈل

اسلامیات

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا میں امامت کا

بچے کی عمدہ اور دین کے سانچے میں ڈھلی ہوئی پرورش کے لیے ماں کا دیندار ہونا از حد ضروری ہے، کیونکہ ماں کی گود ہی بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ لہٰذا! اگر ماں دیندار ہوگی تو وہ اپنی اولاد کو بھی دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرے گی۔ بچہ اپنی ماں کی آغوش میں ہی سب سے پہلے آنکھیں کھولتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔ اس لیے ایک ماں کو چاہیے وہ دین کی مکمل پاسداری کرکے اپنے بچوں کو بہترین تعلیم و تربیت دے اور بچے کی دینی پرورش کرے، مثلاً جب بچہ بولنا شروع کرے تو ”اللہ“ اور ”محمد“ کہنا سکھائے، پھر اسے کلمہ شریف سکھائے، کتاب حصن حصین میں لکھا ہے: جب بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھائے، اکثر عورتیں جب اپنے بچوں کو سلاتی ہیں تو لوری یا گا کر یا گانا وغیرہ گا کر سلاتی ہیں یا پھر قصے کہانی وغیرہ سنا کر سلاتی ہیں۔

انہیں چاہیے کہ اس کی جگہ پر جب وہ اپنے بچوں کو سلائیں تو درود پاک پڑھ کر اور تذکرہ انبیا و مرسلین، صحابہ و اولیا کے ایسے واقعات جس سے بچے کے اندر ایمانی جذبہ پیدا ہو سنا کر سلائے، اس سے بچے کے دل و دماغ پر اچھا اثر پڑے گا، ہمارے معاشرے کے بعض گھروں میں اسلامی بہنیں بچوں کو bye, tata, eye none وغیرہ کہنا سکھاتی ہیں، انہیں اوّلاً یہ چاہیے کہ اپنے بچوں کو اسلامی شعار، اسلامی طریقے سکھائیں، اس کے عقیدے کو مضبوط بنائے، اللہ کے حبیب کا نام لیں تاکہ آپ کے بچے کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ پیدا ہو اور اس کو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت وغیرہ سکھائے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: بیٹا ماں باپ کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس کا دل نفیس اور عمدہ گوھر و موتی ہے۔ جو موم کی طرح ہے، نقش کو قبول کر لیتا ہے اور اس پر کوئی نقش موجود نہیں ہوتا اگر تم اس میں نیکی کا بیج بوؤ گے تو اس سے دین اور دنیا کی نیک بختی کا ثمرہ حاصل ہوگا۔ اگر اس کے برعکس ہوگا تو بدبخت ہے جو کچھ وہ برا کام کرے گا، اس میں یہ بھی شریک ہوں گے، اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

”قو انفسکم واھلیکم نارا۔ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ“

ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کے معیار کو سمجھائیں اور شریعت کے مطابق اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے، پینے، رہنے، سہنے غرض کے زندگی گزارنے کے تمام اطوار کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سکھائیں اور نیک و صالح لوگوں کی کہانیاں انبیاء کرام کے واقعات سنائے۔ کردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنائے، کردار صحابہ کرام سے اپنی اولاد کو آگاہ کرے، کتابوں کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرے، اپنی اولاد کو بھی دینی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دلائیں، یا خود ہی پڑھ کر سنائیں اور ماں کو چاہیے کہ پنج وقتہ نماز کی پابند اور فرائض کے ساتھ ساتھ دیگر نمازوں اشراق، چاشت، تہجد وغیرہ کا بھی اہتمام کرے۔ جتنی زیادہ نمازوں اور سجدوں کی کثرت ہوگی اس کا دل بھی نورانی ہوگا، چہرہ بھی نورانی ہوگا اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے قریب ہوگی اور اولاد بھی ایسے ہی اثر قبول کرے گی کیونکہ جب ماں نمازی ہوگی اور نماز کی پابند ہوگی تو ان شاء اللہ عزوجل اس کی

* مضمون نگار جامعہ خدیجہ للبنات، پورن پور، پیلی بھیت کی پرنسپل ہیں۔

اولاد بھی نمازی ہوگی۔

ہمارے معاشرے میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی خواتین خود تو نماز نہیں پڑھتی ہیں لیکن اپنی اولاد کو نماز کا پابند اور نمازی بنانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ اگر ماں نمازی نہیں ہوگی تو اولاد نمازی کیسے ہوسکتی ہے۔ اس لئے ماں کو چاہیے کہ وہ خود نماز پڑھنے کا اہتمام کرے تو اس کی اولاد بھی جلد اثر قبول کرے گی۔ جب بچہ سات برس کا ہوجائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دے۔ جیسے بابا فرید الدین گنج شکر جو کہ اللہ کے بہت ہی بڑے ولی گزرے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ نے اُنہیں نماز پڑھنے سے کس قدر اور کس طرح ترغیب دلائی، ایک اچھی اور دیندار ماں کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کی ترغیب دلائے تا کہ نماز سے محبت اور خدا سے قربت اس کے سینے میں پیدا ہوجائے اور خود زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرے اور قرآن مجید کی فضیلت وعظمت اور آیتِ قرآنیہ کی برکت اپنی اولاد کو سکھائے بتائے اور تلاوت کرنے کی عادت ڈلوائے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو جب آپ کی والدہ محترمہ نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے استاد کے پاس بٹھایا، جب استاد صاحب نے بسم اللہ سے پڑھنا شروع کیا تو حضور غوث پاک نے ننھی منھی سی عمر میں تلاوتِ قرآن مجید کرنا شروع کیا تو پورے چودہ پارے زبانی پڑھ ڈالے۔ جب استاد محترم نے پوچھا تم کو تو پورے چودہ پارے یاد ہیں تو غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ کی والدہ محترمہ چودہ پارے کی حافظہ ہیں اور میں جب شکم مادر میں تھا تو اپنی والدہ کی تلاوت سنا کرتا تھا، لہٰذا! مجھے یاد ہوگئے، ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں اپنی اولاد کے لیے تعلیم وتربیت کے لیے فکر مند ہوں، خاص طور پر دینی تعلیم کے لیے فکر مند ہوں اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ ماں خود دیندار ہوگی۔

اولیائے کرام صالحین کرام کی مائیں ہوا کرتی تھیں جنہوں نے اپنی بہترین تعلیم وتربیت سے اپنی اولاد کو حشر تک کے لیے ولی کامل اور چمکدار موتی بنا دیا، بایزید بسطامی ابھی ننھے منھے بچے تھے، آپ کی والدہ کو دین سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے خود سے دور کر دیا اور اس وقت تک صبر کیا جب تک کہ اُنہوں نے مکمل علم دین حاصل نہ کر لیا۔ یونہی امام ربیعہ الرائع جو کہ اپنے وقت کے بہت بڑے امام ہوئے، آپ کی والدہ محترمہ نے وہ تمام اشرفیاں جو کہ ان کے شوہر محترم نے جنگ پر جاتے وقت اپنے بچے کی پرورش کے لیے سونپی تھیں، ان کو اپنے بچے ربیعہ کو دینی تعلیم حاصل کرنے پر خرچ کر دیں اور حضور سیدنا غوثِ پاک کی والدہ نے انہیں دین کے سانچے میں ایسا ڈھالا اور ننھی منھی سی عمر میں سچ بولنے کی تلقین فرمائی جو کہ ایک بہت مشہور واقعہ ہے اور آپ کے سچ بولنے کی برکت سے کتنے لوگ داخل اسلام ہوگئے۔

یہ وہ مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
اسی غیرت سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

ایک اچھی اور دیندار خاتون کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد سے جھوٹ بولنے کی بری اور سچ کی فضیلت کو بیان کرے اور اپنی اولاد کو حرام وحلال کی تعریف اور اور اس کے امتیازات بتائے، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی والدہ کے بارے میں مذکور ہے: جب ڈاکٹر اقبال پیدا ہوئے تو ان کی نیک سیرت والدہ نے ایک بکری منگوا کر گھر میں رکھ لی، ان کے شوہر کے لئے یہ امر تعجب خیز تھا، اس لئے انہوں نے ان سے پوچھا بکری منگوانے کا کیا مقصد ہے؟ اس پر ام اقبال نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے بولیں: آپ کی آمدنی مجھے مشکوک نظر آتی ہے اس لیے میں اپنے دودھ سے اپنے بچے کی پرورش نہیں کروں گی، بلکہ اسے بکری کا دودھ پلایا کروں گی، میں نہیں چاہتی کہ میرے بیٹے کے جسم میں ذرا سی بھی حرام غذا داخل ہو،، یہ سن کر ان کے شوہر نے وہ پیشہ ترک کر دیا۔

پردہ اور حیا

عورت کو باحیا اور پردہ میں رہنے والا ہونا چاہیے، یعنی عورت خود تو پردہ میں رہے اور ساتھ ہی پردہ کی تعلیم دینے والی ہو، کیوں نہیں ''الحیاء شعبته من الایمان'' اور اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اے محبوب! آپ اپنی

بیویوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرمادیجئے کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں۔‘‘

(ترمذی شریف)

حدیث پاک میں ہے؛ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سید عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھیں۔ حضرت عبد اللہ ابنِ مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرنے کا حکم فرمادیا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تو بینا ہو۔ (سچی حکایت)

ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں پوچھا عورت کے لیے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ واپس آئے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کیا؟ آپ نے فرمایا: عورت کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ ہی کوئی غیر مرد اسے دیکھے۔ تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب پر فرمایا: آخر بیٹی کس کی ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت دحیہ قلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصر کی بنی ہوئی ململ آئی، آپ نے ایک ٹکڑا اس میں سے مجھے دیا اور فرمایا ایک حصہ کا اس میں سے اپنے لیے کرتا بنا لو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دے دو کہ وہ دوپٹہ بنا لے۔ مگر اسے یہ جتا دینا کہ اس کے نیچے ایک کپڑا اور بنا لے تا کہ جسم کی ساخت اس سے نہ جھلکے۔ (ابوداؤد شریف)

آیت قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ہمیں اپنے تقدس، اپنی حرمت، اپنی عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ بتاتا ہے، ایک باحیا عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے، اپنی پارسائی اور عزت و ناموس کی حفاظت کرے اور اس پر داغ نہ آنے دے۔

مشورہ

میری اسلامی بہنوں سے گزارش ہے کہ خود متقیہ پرہیزگار بنیں اور اپنے لیے متقی پرہیزگار دیندار باشرع رشتوں کو اہمیت دیں اور اسلامی بھائیوں سے عرض ہے کہ وہ خود متقی و پرہیزگار دیندار بنیں اور اپنے لیے متقیہ پرہیزگار نیک سیرت شریک حیات کا انتخاب کرنے کی کوشش کریں۔ دین کو فوقیت دیں دولت کو نہیں سیرت کو فوقیت دیں صورت کو نہیں۔

◆◆◆

ص ۳۹ر کا بقیہ........................

قبولیت کا پروانہ ملا۔ فرعونی بھٹکتے رہے اور موسیٰ علیہ السلام ان کے جور و جبر سے بہت دور نکل چکے تھے، ویسے تو یہ سب مشیت الٰہی کے تحت ہوا تھا لیکن اس کا بنیادی سبب ایک نادان دوست ہی تھا جس کی نادانی کے سبب حضرت موسیٰ کو ترک وطن اور فقر و فاقہ کی مصیبت اٹھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ ؎

دشمن دانا بلندت می کند
بر زمینت می زند نادان دوست

◆◆◆

ص ۴۰ر کا بقیہ........................

یا پھر ایک ویڈیو کلپ جاری ہوتی ہے اور پھر وہی پرانا انداز چل پڑتا ہے۔

عوام کو کیوں فرق پڑنے لگا کہ انھوں نے گانے کے لیے ہی بلایا ہے اور مزہ تو گانے پر ہی آتا ہے، نعت نبی کریم سن کر ہمارا ذہن مدینے والے آقا کی طرف جانا چاہیے لیکن گانے کی طرز سے ہمارا ذہن سیدھے ہیرو، ہیروئن اور فلم کی طرف جاتا ہے، ہیرو ہیروئن کے اس گانے پر کیسے اسٹیپس سے تھے، کہاں لچکا تھا کہاں ٹھمکا، چہرے کے ہاؤ بھاؤ، آنکھوں کے اشارے، بدن کے ہر ہر عضو کی حرکت کے مناظر سامعین کی آنکھوں میں تیرتے نظر آتے ہیں، بتائیے جلسہ کتنا کامیاب ہوا؟ اور کب تک ایسے کامیاب جلسے ہماری عوام سنتی رہے گی؟

◆◆◆

کیجیے چشم کرم یا سیدی اختر رضا
دور ہوں رنج و الم یا سیدی اختر رضا

اسلامیات

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

نادان دوست

دوپہر کا وقت تھا، لوگ کھانے کے بعد گھروں میں سستا رہے تھے، سورج کی حرارت اور کھانے کے بعد کی سستی سے چہل پہل برائے نام تھی۔ اسی وقت میں جواں سال حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے۔ اچانک آپ کی نگاہ دو شخصوں پر پڑی جو آپس میں کسی بات پر الجھ رہے تھے۔ حضرت موسیٰ قریب گیے تو معلوم ہوا کہ جھگڑنے والوں میں ایک شخص فرعونی تھا تو دوسرا بنو اسرائیل کا فرد! اسرائیلی مظلوم تھا، مدد کا طلب گار ہوا۔ فرعونی صاحب اقتدار قوم سے تھا اس لیے "دشمن سے پہلے دشمن کے حمایتی سے نپٹو" فلسفے کے مطابق آپ سے ہی الجھ پڑا۔ جارت اتنی کہ حملے پر اتر آیا۔ حضرت موسیٰ نے اس کی شرارت روکنے کے لیے ایک گھونسہ استعمال کیا، نتیجہ وہ فرعونی دنیا ہی سے چل بسا۔

"فَوَکَزَہٗ مُوسٰی فَقَضٰی عَلَیۡہِ۔ (سورۂ قصص 15) تو حضرت موسیٰ نے مکّا مارا اور اسے ہلاک کر دیا۔"

شکر تھا کہ اس وقت وہاں اور لوگ تھے نہیں، اس لیے وہ اسرائیلی اور موسیٰ علیہ السلام وہاں سے فوراً نکل گیے اور کسی کو پتا نہیں چلا کہ فرعونی کو کس نے قتل کیا؟ مگر پیغمبرانہ مزاج کی بنا پر حضرت موسیٰ کو قدرے افسوس تھا، اسی لیے بارگاہ مولیٰ میں یوں عرض کیا:

"قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ۔ (سورۂ قصص 16) عرض کی، اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے۔"

نبی کی زبان سے کوئی بات نکلے اور خداوند قدوس قبول نہ فرمائے ایسا بھلا کب ممکن ہے، قلب موسیٰ کو ملال ہوا، لب ہلے، مناجات کی اور رب نے انہیں مژدہ سنایا:

"فَغَفَرَ لَہٗ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ۔ (سورۂ قصص 16) تو رب نے اسے بخش دیا، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

حق بیانی کی بنیاد پر حضرت موسیٰ ویسے ہی فرعونیوں کی نگاہوں میں کانٹا بنے ہوئے تھے، اوپر سے ایک فرعونی کا قتل ہو جانا، یقیناً نازک معاملہ تھا۔ اس خیال کی بنا پر حضرت موسیٰ قدرے خائف تھے۔ حالانکہ اب تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا تھا کہ اس فرعونی کو کس نے قتل کیا ہے، مگر ایک دھڑکا تو تھا ہی! خیر خدا خدا کر کے رات گزری اور دن نکلا۔ آپ گھر سے باہر آئے تو بازار میں پھر وہی اسرائیلی مل گیا، جو آج پھر ایک فرعونی سے جھگڑ رہا تھا۔ اس نے آپ کو دیکھا تو کل کی طرح پھر مدد کی پکار لگائی۔ حضرت موسیٰ کل کی بنا پر قدرے غصے میں تھے اس لیے اس پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا:

"قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ۔ (قصص 18) موسیٰ نے اس سے فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ (جھگڑالو) ہے۔"

یہ بات حضرت موسیٰ نے اس کے جھگڑالو مزاج کی بنا پر کہی تھی۔ کیوں کہ جب دشمن توانا اور ظلم کا متلاشی ہو تو مظلوم کو اپنی بے سر و سامانی کی بنیاد پر جھگڑے سے بچنا مناسب ہوتا ہے۔ آپ نے اس کی جھگڑالو طبیعت پر ڈانٹ تو دیا لیکن اس کی مظلومیت کی بنیاد پر اسے فرعونی کے قبضے میں چھوڑنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ یہی سوچ کر اسے بچانے آگے بڑھے، مگر اسرائیلی شخص نہایت بے وقوف نکلا، اس نے آپ کی ڈانٹ پھٹکار سے یہ سمجھا کہ شاید حضرت موسیٰ اسے مارنے آ رہے ہیں بس وہ بے وقوف چلایا اور کل کا راز فاش کر دیا:

"قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ۔ (سورۂ قصص 19) وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے ویسا ہی

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا۔"

ان سے سب حال دغاباز کہے دیتے ہیں
میرے ہم راز مرا راز کہے دیتے ہیں

کمان سے نکلا تیر اور زبان سے نکلی بات بھلا واپس لوٹتی ہے؟ راز فاش ہو چکا تھا اور وہ فرعونی جس سے اسرائیلی جھگڑا کر رہا تھا، اس راز سے واقف ہو چکا تھا، اس نے جھگڑا چھوڑا، فوراً ہی دربار فرعون کی طرف دوڑ پڑا، عرصہ دراز سے موسیٰ علیہ السلام کی حق بیانی اور عدل وانصاف کی باتوں سے فرعون ویسے ہی جلا بھنا بیٹھا تھا اس خبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اب تک فرعون کو حضرت موسیٰ کے خلاف کوئی مضبوط بہانہ نہ مل سکا تھا مگر اس خبر نے وہ کمی پوری کر دی۔ درباریوں نے کہا کہ موسیٰ کو قابو کرنے کا اس سے اچھا موقع نہیں ہو سکتا۔ اس نے ہمارے ایک آدمی کا قتل کیا ہے، لہٰذا بدلے میں حضرت موسیٰ کو بھی قتل کر دیا جائے تا کہ ہم ان سے محفوظ ہو جائیں۔ قتل موسیٰ کا حکم نامہ جاری ہوا۔

جس وقت یہ مشاورت چل رہی تھی، وہاں حضرت موسیٰ کا ایک خیر خواہ حزقیل بن صبورا بھی موجود تھا۔ اس منصوبے کو سن کر اس کے پاؤں تلے زمین نکل گئی، مگر عقل مند انسان تھا، جذبات پر قابو رکھا۔ چہرے کے احساسات کو رتی بھر بھی نہ بدلنے دیا۔ جیسے ہی فرعونیوں کی توجہ ہٹی فوراً ہی حضرت موسیٰ کی تلاش میں دوڑ لگا دی، یہاں تک کہ ایک مقام پر انہیں پا لیا۔ دربار فرعون کا سارا حال سنایا اور کہا کہ آپ کے حق میں یہی بہتر ہے کہ فوراً ہی یہ علاقہ چھوڑ کر کسی دوسرے مقام کی طرف نکل جائیں:

"وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ (سورۂ قصص 20) اور شہر کے آخری کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا، کہا: اے موسیٰ! بے شک فرعون کے درباری آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو آپ یہاں سے باہر نکل جائیے۔ بے شک میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔"

آنے والا اگرچہ عام انسان تھا مگر دانا اور عقل مند شخص تھا، اس لیے حضرت موسیٰ کو اس کا مشورہ درست لگا، حالانکہ آپ پیغمبر تھے مگر اچھا مشورہ قبول کرنا شان پیغمبری کے خلاف نہیں ہوتا، اس لیے آپ کو اس کا مشورہ پسند آیا، وقت کم تھا اور فرعونی گھات میں، اس لیے آپ فوراً ہی اس علاقے سے نکل پڑے:

"فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (سورۂ قصص 21) تو حضرت موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے، اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے۔ عرض کی، اے میرے رب! مجھے ستمگاروں سے بچا لے۔"

اس قرآنی واقعے میں اہل ایمان کے لیے بڑی رہنمائی ہے، جنہیں نکات کے طور پر درج کیا جاتا ہے:

۱ نادان دوست ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتا ہے، جیسا کہ اس احمق اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو پہنچایا۔

۲ جذبات پر قابو رکھنا، عقل مندوں کی نشانی ہے۔ جیسا کہ حزقیل بن صبورا نے حضرت موسیٰ کے قتل کی بات سن کر خود پر قابو رکھا کہ کہیں ان پر راز فاش نہ ہو جائے۔

۳ خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ وقت پر کی جائے۔ جیسا کہ حزقیل نے کیا۔ بے وقت کی خیر خواہی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

۴ اچھا مشورہ طبیعت پر گراں ہو تب بھی قبول کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا، ماں باپ، بھائی بہن سب کو چھوڑنا بہت مشکل تھا، مگر بھلائی اسی میں تھی۔ اس لیے مشورہ قبول کیا۔

۵ قوت فیصلہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، کئی بار حالات بہت نازک اور وقت بہت کم ہوتا ہے، ایسے میں فی الفور کوئی فیصلہ کرنا آسان نہیں ہوتا لیکن جن کے پاس قوت فیصلہ ہوتی ہے وہ فوراً ہی مناسب فیصلہ کر لیتے ہیں جیسا حضرت موسیٰ نے کیا۔

۶ اپنی تمام تر کوششوں کے بعد بھی اصل اور آخری سہارا اللہ ہی کی ذات ہے، اس لیے اپنی تدبیروں کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع کرنا چاہیے کہ تدبیروں میں تاثیر اور بغیر تدبیر بھی کامیابی وہی عطا کرتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اقدام ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ سے لو لگائی اور اسی سے امن اور پناہ کی دعا کی۔

۷ ادھر دعا کی اُدھر بارگاہ ایزدی میں بقیہ ص ۳۷ پر

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

احوال قوم و ملت

نعت نبی نہیں، گانے پر جھومتی عوام

نعت نبی کریم علیہ السلام ہم سنیوں کے لیے اکسیر کا کام کرتی ہے، سادہ انداز، اچھی آواز ہو تو کیا کہنے، دنیا بھر کی اعلیٰ درجے کی موسیقی اور سب سے بہتر مانی جانی والی آواز ایک طرف اور بغیر ساؤنڈ سروس کے ہمارے شعرا سے نعت نبی ایک طرف! اعلیٰ درجے کی موسیقی سے سجے کسی بھی قسم کے پروگرام کو سن لیجیے، آپ کو وہ راحت نہ ملے گی جو نعت نبی کریم ﷺ سنتے ہوئے محض آواز سے ہی مل جائے گی، لیکن پچھلے چند سالوں میں ہمارے نام نہاد شعرا پر فلم انڈسٹری کا سایہ ایسا پڑا ہے کہ مرغے کی طرح چھلے چکنے، فرنچ کٹ یا پھر ہیرو اور کرکٹرز کی طرح داڑھی رکھنے والے شعرا ہی ہر چہار جانب اسٹیج پر براجمان نظر آرہے ہیں، اچھے اور باشرع شعرا اِن اَدھ چھلے شعرا کی بھیڑ میں نہ جانے کہاں گم ہوگیے۔

ان نام نہاد شعرا نے گانوں کی طرز پر کثرت سے نعت نبی کریم پڑھنا شروع کر دیا ہے اور یہ بڑے بڑے اسٹیجوں میں ہو رہا ہے، وہاں علما بیٹھ کر صرف تماشا ہی دیکھتے ہیں، کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، بسا اوقات علما نے روکا بھی تو چھلی داڑھی والوں کے عشاق نے صاف کہہ دیا کہ حضور جلسہ خراب نہ کریں، عوام کو مزہ آرہا ہے مزہ لینے دیں، مفتی صاحب، عالم صاحب بے چارے خاموش سنتے رہتے ہیں کیوں کہ عوام نے ان شعرا کو گانے کے لیے ہی بلایا ہے نیز عوام ویسے بھی مقرر یا شعرا کو ہی قابل سمجھتی ہے جو ان دونوں فنوں سے خالی ہو وہ عوام کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

جلسہ مافیاؤں کی پوری پوری ٹولیاں ہوتی ہیں، ان میں بڑا زبردست اتحاد ہوتا ہے، ایک دوسرے کو پروگرام دلاتے بھی ہیں اور اسٹیج پر بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں، اس طرح یہ لوگ زیرو کو ہیرو بنا دیتے ہیں، یہاں مقررین فیل ہیں، جلدی سے ایک مقرر دوسرے مقرر کے بولتے وقت اسٹیج پر ہی نہیں ملتا تو حوصلہ افزائی متصور ہی نہیں، اگر کسی جگہ کسی مفتی یا عالم صاحب نے کسی شاعر کو ٹوک دیا ہے تو پھر اس مقرر کے ساتھ دوسرا شاعر جلدی سے پروگرام نہیں کرتا، یوں وہ کسی بھی اچھے مقرر کو اہل سنت کے اسٹیج سے غائب کر دیتے ہیں۔

گانوں کی طرز کیوں؟

عوام فلموں اور گانوں کی رسیا ہوتی ہے، شاعر صاحب بھی گانے سنتے ہیں اور اسی سے ملتی جلتی یا ہو بہو طرز پر نعت گنگناتے ہیں، اگر نعت گانے کی طرز پر ہے تو شاعر پہلا مصرع مکمل نہیں کر پاتا اور عوام گانے تک پہنچ جاتی ہے پھر شاعر کو وہ رسپانس ملتا ہے جو سینما ہال میں ہیرو اور ہیروئین کو ملتا ہے، اگر گانا پرانا ہے تو پچاس سے ستر سال والے جھوم جاتے ہیں اور اگر گانا نیا ہے تو پانچ سے پینتالیس والے جھوم جاتے ہیں، شاعر کو پیسہ چاہیے عوام کو مزہ چاہیے بس ہوگیا جلسہ کامیاب، یہی کامیابی کی دلیل ہے۔

عوام کا لاکھوں روپیہ پانی میں بہا دیا گیا

نعت کی روح کو مار کر عشق کا چورن بانٹنے والے اگر یہ بھی نہ سوچیں کہ یہ عمل حرام ہے تو ایسوں سے نعت سننا بھی حرام، جب بندہ گانے کی طرز پر جھوم رہا ہے تو آپ سمجھ جائیں کہ یہ نعت پر نہیں گانوں پر جھوم رہا ہے، فرق بس اتنا ہے وہاں فلمی کلاکار ہے اور یہاں نام نہاد علمی کلاکار! ہم نے ماضی میں انھیں شعرا میں سے چند کو رمضان المبارک میں کلکتہ کے ایڈن گارڈن میں آئی پی ایل کے میچ دیکھتے ہوئے بھی پایا اور کئی ایک اپنی فن کاری دکھاتے ہوئے سوشل میڈیا پر بھی وائرل ہوئے، جب بات بائکاٹ کی ہوتی ہے تو روزی روٹی کے ڈر سے لیٹر ہیڈ

بقیہ ص ۳۷ پر

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

از: مفتی ابوحنظلہ محمد بلال انور رضوی پلاموی*

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا بیسواں فقہی سیمینار! ایک مختصر رپورٹ

تحقیقات

ادوار وازمان کے تغیر وتبدل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی زندگی، کاروبار بلکہ عبادات سے متعلق متعدد ایسے مواقع اور ضرورتیں درپیش ہوتی ہیں کہ جن میں شرعی نقطہ نظر سے جواز وعدم جواز، حلت وحرمت کا تعین ایک امر دشوار ہوتا ہے، ایسے ہی نت نئے اور نو پید مسائل کے شرعی حل کے لئے رہنمائے اہل سنت، مرشد کامل، سلطان الفقہا، وحید الدھر، فرید العصر، افقہ المعاصرین، اعلم المحدثین، رئیس المتکلمین، سیدی، سندی، کنزی وذخری، مرشدی حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری ازہری بریلوی المعروف سرکار تاج الشریعہ قدس سرہ ونور اللہ مرقدہ نے آج سے بیس سال پیشتر ہندوستان کے مقتدر علمائے اسلام، مفتیان عظام اور ماہرین فقہ وفتاویٰ کی ایک عظیم تنظیم بنام ''شرعی کونسل آف انڈیا'' کو عمل میں لاکر سسکتے دلوں کو سکون کی دولت لازوال بخشی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جب تک حیات ظاہری سے لوگوں کی آنکھوں اور دلوں کو جلا بخشتے رہے اس وقت تک سیمینار کی سرپرستی حضرت ہی کے دامن کرم سے وابستہ رہی، حضرت کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے شہزدے اور جانشین قاضی القضاۃ فی الہند حضور قائد ملت حضرت علامہ شاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی زیدت مکارمہ کی سرپرستی میں یہ سیمینار اپنی تمام تر انفرادی خصوصیات کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

اس سیمینار کی صدارت شہزادۂ صدر الشریعہ ممتاز الفقہاء سلطان الاساتذہ حضور محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اطال اللہ عمرہ اپنی کرم نوازیوں سے فرماتے ہیں اور بسااوقات اپنی اعلیٰ فقہی بصیرت سے اہل سیمینار کو اصول ونقول سے متنبہ فرماتے ہیں، گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مؤرخہ 6-7-8/ فروری 2024ء کو شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے زیر اہتمام یہ سیمینار سرکار تاج الشریعہ کے چمن علم مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے ''علامہ حسن رضا کانفرنس ہال'' میں منعقد ہوا، ہندوستان کے اکثر بلاد سے صاحبان علم وفضل کی عظیم جماعت شریک سیمینار ہوئی اور اپنے اپنے تبحر علمی سے نایاب جواہر پیش فرمائے، جن کے سبب یہ فقہی سیمینار کامیابیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

سیمینار کل پانچ نشستوں میں تین سوالات پر مشتمل تھا،

(۱) — ڈیجیٹل کرنسی (Digital Currency) ای روپی (E-Ruppe) کی شرعی حیثیت! سیمینار کی دونشستوں میں اس موضوع پر مفتیانِ کرام نے سیر حاصل گفتگو فرمائی اور درج ذیل سوالات کے جوابات فتاویٰ رضویہ و بہار شریعت کی روشنی میں حل کئے گئے:

سوال (۱): مال کی تعریف میں ''مادی'' ہونے کی قید ''احترازی'' ہے یا ''اتفاقی؟'' حکومت ہند کی طرف سے جاری کردہ ڈیجیٹل کرنسی ''ای روپی'' کی خرید وفروخت اور اس کے ذریعہ لین دین پر عرف وعادت یا تعامل پالیا جائے تو اسے ثمن اصطلاحی مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب (۱): فقہائے کرام نے مال کی جو تعریف فرمائی ہے اس کے مطابق مال میں عین اور مادی ہونے کی قید احترازی ہے۔

فتح القدیر میں ہے: المال عین یمکن احرازھا و امساکھا۔ (ج ۶/ ص ۹۳ ۳/ کتاب البیوع)

احکام القرآن للجصاص میں ہے: الدین ھو حق لا یصح فیہ قبض و انما یتاتی القبض فی الاعیان۔ (ج ۲/ ص ۱۶۱)

سکب الانہر حاشیہ مجمع الانہر میں ہے: و المراد بالمال عین یجری فیہ التنافس و الابتذال۔ (ج ۳/ ص ۴)

* مضمون نگار جامعۃ الرضا کے استاذ اور مرکزی دار الافتا بریلی شریف کے مفتی ہیں۔

حاشیہ طحطاوی علی المراقی میں ہے: والمال ما یتمول او یدخر لوقت الحاجة وھو خاص بالاعیان۔" (ص ۳۸۹)

مگر جب حکومت نے ڈیجیٹل کرنسی (ای روپی) کو ثمن اصطلاحی قرار دے دیا ہے تو وہ بھی ملحق بالمال ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: لو تزوجها علی منافع سائر الاعیان من سکنی داره وخدمة عبیده ورکوب دابة والحمل علیها وزراعة أرضه ونحو ذلک من منافع الاعیان مدة معلومة صحت التسمية لأن هذه المنافع اموال او التحقت بالأموال شرعا فی سائر العقد لمکان الحاجة۔ (ج ۲ ص ۵۶۷)

فتاویٰ رضویہ قدیم میں مذکور مفتی ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ کے مصدقہ فتویٰ میں ہے: خرید و فروخت نوٹ مذکور کی زیادہ یا کم پر جائز ہے، اس واسطے کہ حکام نے اس کو مال قرار دیا ہے اور جو شئ کہ اصطلاح قوم میں مال قرار دی جائے، خواہ فی اصلہ اس میں ثمنیت اور مالیت ثابت نہ ہو لیکن فقط قوم کے قرار دینے سے ثمنیت اور مالیت اس میں ثابت ہو جاتی ہے۔ (ج ۷ ص ۱۹۸) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲): اپنے ڈیجیٹل والٹ (Wallet) یعنی برقی پرس میں ای روپی کا جمع ہو جانا قبضہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو قبضہ کی کون سی قسم؟ اگر نہیں تو کیوں؟ جبکہ کھاتا ہولڈر اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے، تصرف سے کوئی چیز مانع نہیں؟

الجواب (۲): جملہ مندوبین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ڈیجیٹل والٹ میں ای روپی کا جمع ہو جانا قبضہ ہے، البتہ یہ قبضہ قبضۂ حکمی ہے، بدائع میں ہے: لا یشترط القبض بالبراجم لان معنی القبض التمکن والتخلی وارتفاع الموانع عرفاً وعادةً حقیقةً۔ (ج ۴ ص ۳۴۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: اور قبضہ دلانے کا معنی شرعاً عقلاً و عرفاً یہی ہے کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کرا دیا جائے۔ (ج ۷ ص ۴۳۷) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳): اگر کسی کے ڈیجیٹل والٹ یعنی برقی پرس میں بقدر نصاب ای روپی موجود ہو تو اپنے شرائط معتبرہ کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۳): مندوبین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی کے ڈیجیٹل والٹ یعنی برقی پرس میں بقدر نصاب ای روپی موجود ہو تو اس پر اپنے شرائط معتبرہ کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی کہ عرف حادث کے سبب وہ ثمن اصطلاحی ہے، فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"فأقول: نعم، تجب فیه الزكاة بشروطها لما علمت أنه مال متقوم بنفسه ولیس سندا او تذکرة للدین حتی لا یجب اداؤها ما لم یقبض خمس نصاب و لا حاجة فیه الی نیة التجارة لأن الفتوی علی أن الثمن المصطلح تجب فیه الزكاة ما دام رائجا۔ ہاں نوٹ میں زکاۃ اپنی شرطوں کے ساتھ واجب ہے، اس لئے کہ آپ نے جان لیا کہ وہ خود قیمتی مال ہے، دستاویز و رسید قرض نہیں کہ جب تک نصاب کا پانچواں حصہ قبضہ میں نہ آئے زکاۃ دینا واجب نہ ہو اور نوٹ میں نیت تجارت کی بھی حاجت نہیں اس لئے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ ثمن اصطلاحی جب تک رائج ہے، زکوٰۃ اس میں واجب ہے۔ (ج ۷ ص ۱۳۶) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴): نوٹ کے بدلے ای روپی کو برابر برابر یا کمی بیشی کے ساتھ بیچنا، خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یونہی ای روپی کو ای روپی کے بدلے میں برابر، برابر یا کمی بیشی کے ساتھ بیچنا، خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۴): تمام مندوبین کا اتفاق ہے کہ نوٹ کو ای روپی کے بدلے برابر برابر یا کمی بیشی کے ساتھ خریدنا اور بیچنا جائز ہے، یوں ہی ای روپی کو ای روپی کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ نقد خریدنا اور بیچنا جائز ہے، درمختار میں ہے: وان وجد أحدهما ای القدر وحده او الجنس وحده حل الفضل وحرم النسأ۔ (ج ۷ ص ۴۲۲)

اور اسی میں ہے: وان عدما حلا لعدم العلة فبقی

علی أصل الاباحة۔" (ج۷ص ۴۲۲) فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"فأقول: نعم، یجوز بیعه بأزید من رقمه او بأنقص منه کیفما تراضیا لما علمت أن تقدیرها بھذه المقادیر انما حدث باصطلاح الناس وھما لا ولایة للغیر علیھما کما تقدم عن الھدایة والفتح فلھما أن یقدر بما شاء أمن نقص أو زیاد۔ ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہوجائے اس کا بیچنا جائز ہے، اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ نوٹ کا ان مقداروں سے اندازہ کرنا صرف لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے اور بائع ومشتری پر ان کے غیر کی کوئی ولایت نہیں جیسا کہ ہدایہ وفتح القدیر سے گزرا تو ان دونوں کو اختیار ہے کہ کم زیادہ جتنا چاہیں اندازہ مقرر کرلیں۔" (ج۷ص ۱۶۰-۱۶۱)

البتہ ای روپی کے عوض ای روپی برابر برابر بلاوجہ اور بے مقصد صحیح خریدنا اور بیچنا عبث ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"أقول اولا لو کان الأمر کما زعمت لما صح بیع النوط بالربائی اصلا لانه اذن بیع مائة دراھم افرنجی بمأة دراھم افرنجی وھی لاتفاوت فیھا بینھما بشیء فکان الاستبدال عبثا والشرع لا یشرع العبث فی الاشباه العقود تعتمد صحتھا الفائدة فما لم یفد لم یصح فلا یصح بیع درھم بدرھم اذا تساویا وزناً و صفةً کما فی الذخیرة۔"
(ج۷ص ۱۸۴) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵): زید نے بکر کو ایک لاکھ انڈین کاغذی کرنسی بطور قرض دیا، بکر نے کچھ دنوں کے بعد زید کو ای روپی کی صورت میں ایک لاکھ لوٹایا تو زید کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر شرعاً قرض کی ادائیگی سے سبکدوش مانا جائے گا یا نہیں؟

الجواب (۵): اگر زید ایک لاکھ کاغذی انڈین کرنسی کے بدلے ایک لاکھ ڈیجیٹل کرنسی ای روپی لینے پر راضی ہے اور بکر نے اسے ایک لاکھ ای روپی دے دیا تو وہ قرض سے سبکدوش ہو گیا، بہار شریعت میں ہے:

"واپسی قرض میں اس چیز کی مثل دینی ہوگی جو لی ہے، نہ اس سے بہتر نہ کم تر، ہاں! اگر بہتر ادا کرتا ہے اور اس کی شرط نہ تھی تو جائز ہے، دائن اس کو لے سکتا ہے، یوں ہی جتنا لے لیا ہے، ادا کے وقت اس سے زیادہ دیتا ہے مگر اس کی شرط نہ تھی، یہ بھی جائز ہے۔" (۱۱/۱۳۷)

شامی میں ہے: فان الدیون تقضی بأمثالھا فیثبت للمدیون بذمة الدائن مثل ما للدائن بذمته فلیتقیان قصاصا۔" (کتاب الرہن، ج۔۔ص ۵۲۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: فاقول نعم یجوز قراضه لما تقدم انه مثلی ولا یقضی الا بالمثل لانه شان القرض بل کل دین لا یقضی الا بمثله الا ان یتراضیا۔ (پس میں کہتا ہوں) ہاں! نوٹ قرض دینا جائز ہے، اس لئے کہ اوپر گزرا کہ وہ مثلی ہے اور مثل ہی کے دینے سے ادا کیا جائے گا کہ قرض کی یہی شان ہے بلکہ کوئی دین ادا نہیں کیا جاتا مگر اپنے مثل سے مگر یہ کہ طرفین (کسی دوسری چیز کے لینے دینے پر) راضی ہوجائیں۔" (فتاویٰ رضویہ جدید، ج۱۷ص ۴۲۴) واللہ تعالیٰ اعلم

شرعی کونسل کے فقہی سیمینار میں اس سال کا دوسرا موضوع: وزٹ ویزا پر غیر قانونی طریقے پر حج یا عمرہ کرنے سے متعلق تھا، اس کے تحت کل آٹھ سوالات تھے جن کے جوابات میں کافی بحث وتمحیص ہوئی اور وقتی اختلافات بھی ہوئے لیکن ضوابط شرعیہ کے تحت بالآخر اتفاق رائے ہوا، سوالات مع جوابات درج ذیل ہیں:

سوال (۱): وزٹ ویزا پر مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ سے حج کرنے میں جو خرچ آرہا ہے، اگر کوئی شخص صرف اتنے ہی کا مالک ہے، حج کمیٹی یا ٹور کے مصارف کا مالک نہیں تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب (۱): وزٹ ویزا سے حج کرنا حکومت سعودیہ کے نزدیک غیر قانونی ہے، اس طرح حج کرنے میں نفس ومال کے ضرر کا خطرہ رہتا ہے، اس لئے امن طریق کے مفقود ہونے کی وجہ سے ایسے شخص پر جو صرف وزٹ ویزا کے ذریعہ سفر حج کے مصارف

پر قادر ہے، اس پر حج فرض نہیں، فتاویٰ خانیہ میں ہے: ان کان الغالب ھو الخوف و القطع لا یفترض۔'' (ج ۱/ ص ۲۸۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: اگر واقعی ثابت ہو کہ راستے میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا کہ ''من استطاع الیہ سبیلا'' صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لئے ہے جس پر اسی سال حج واجب ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہولیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا ان سے وجوب ساقط نہیں ہوسکتا، غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوب ادا نہ ہوگا، جب باذنہ تعالیٰ امن ہو جائے واجب الادا ہوگا۔ (ج ۴، ص ۶۸۶) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲): مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج کرنے میں قدم قدم پر رشوت دینی ہوگی، اس کا گناہ دینے والے اور لینے والے دونوں پر ہوگا یا صرف لینے والے پر؟ اور دینے والے کے حق میں رشوت دینے کی رخصت ہوگی جس طرح حج فرض کے اسقاط کے لئے تصویر کھنچوانے کی رخصت ہے؟

الجواب (۲): وزٹ ویزا سے حج کرنے کے لئے رشوت دینے اور لینے والے دونوں گنہ گار ہوں گے، رشوت دینے کی رخصت نہ ہوگی کہ اس پر حج فرض نہیں، قال النبی ﷺ: الراشی و المرتشی کلاھما فی النار۔'' (اخرجہ الطبرانی فی الصغیر، ج ۱/ ص ۵۷) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳): جو لوگ اس غیر قانونی طریقہ پر حج کرتے ہوئے پکڑے گئے اور قید میں ڈال دیے گئے یا ملک بدر کر دیے گئے وہ محصر کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ اور ان پر احصار کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟

الجواب (۳): سارے مندوبین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وزٹ ویزا سے حج کرتے ہوئے جو پکڑے گئے اور قید میں ڈال دیے گئے یا ملک بدر کر دیے گئے وہ محصر کے حکم میں ہیں اور ان پر احصار کے احکام جاری ہوں گے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''المحصر من احرم ثم منع عن مضی فی موجب الاحرام سواء کان المنع من العدو أو المرض أو الحبس أو الکسر أو القرح أو غیرھا من الموانع من اتمام ما احرم بہ حقیقۃً أو شرعاً۔'' (ج ۱/ ص ۲۵۵)

بہار شریعت میں ہے: جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کرسکا اسے محصر کہتے ہیں جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کرسکے وہ یہ ہیں: (۱) دشمن۔ (۲) درندہ۔ (۳) مرض کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا غالب گمان ہے۔ (۴) ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا۔ (۵) قید۔ (۶) عورت کے محرم یا شوہر جس کے ساتھ جا رہی تھی اس کا انتقال ہو جانا۔ (۷) عدت۔ (۸) مصارف یا سواری کا ہلاک ہو جانا۔ (۹) شوہر حج نفل میں عورت کو اور مولی لونڈی غلام کو منع کر دے۔ (۶/ ۱۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴): جن پر پہلے حج فرض ہے اگر وہ اس غیر قانونی طریقہ پر حج کرلیں تو ان کا حج فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب (۴): جن پر پہلے سے حج فرض ہے وہ اگر وزٹ ویزا سے حج کرلیں تو ان کے ذمہ سے حج فرض ساقط ہو جائے گا، فتاویٰ رضویہ میں ہے: اور اگر مال حلال اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا، اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔'' (ج ۴/ ص ۶۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵): سعودی حکومت کا وزٹ ویزا دے کر ایام حج میں حج کی ادائیگی سے روکنا ظلم ہے یا نہیں؟ برتقدیر اوّل دفع ظلم کے لئے رشوت دینے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۵): مصالح حجاج کے پیش نظر وزٹ ویزا پر حج کی اجازت نہ دینا ظلم نہیں، اشباہ ونظائر میں ہے: تصرف الامام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ۔'' (ج ۱/ ص ۳۲۸)

ردالمحتار میں ہے: (بغیر اذن الامام) فان اذن فلیس لأحد أن یلزمه وأن ینازعه لکن لا ینبغی للامام أن یأذن به اذا اضر بالناس بأن کان الطریق ضیقا ولو رأی المصلحة مع ذلک وأذن جاز اھ حموی عن مسکین۔''

(ج ۱/ ص ۲۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۶): وزٹ ویزا لے کر مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ سے عمرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب(۶): جن ایام میں وزٹ ویزا سے عمرہ کرنا غیر قانونی ہے ان میں عمرہ کرنا ممنوع ہے البتہ اگر عمرہ کرلے تو عمرہ ادا ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔" (سورۂ بقرۃ: ۱۹۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی حرام ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث۔(ج ۹، ص ۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۷): مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج اور عمرہ کرانے والے ٹور مالکان بطور مذکور جو روپیہ کماتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ وہ جائز کمائی ہے یا ناجائز وحرام؟

الجواب(۷): ٹور مالکان کا مذکورہ بالا غیر قانونی طریقے پر حج اور عمرہ کرانا اگرچہ خلاف قانون ہونے کی وجہ سے جائز نہیں مگر اس کے ذریعہ ان کی حاصل کردہ اجرت حلال وطیب ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے: بہر حال نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو، حرام نہیں ہے یہی معنی ہیں، اس قول حنفیہ کے کہ یطیب الاجر وان کان السبب حراما کما فی الاشباہ وغیرہا فاحفظ فانہ علم عزیز فی نصف سطر۔(ج ۱۹، ص ۵۰۱)

نیز فتاویٰ رضویہ میں ہے: مگر کرایہ کہ منفعت مکان کے مقابل ہے نہ ان افعال کے، اب بھی جائز ہے، ہدایہ میں ہے: من أجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ أو یباع فیہ الخمر بالسواد فلا بأس بہ لأن الاجارۃ ترد علی منفعۃ البیت ولا معصیۃ فیہ انما المعصیۃ بفعل المستاجر اھ اقول و ھذا ھو محمل ما فی الغمز عن القنیۃ وفی جامع الرموز عن المنیۃ وفی المنح عن شمس الأئمۃ الحلوانی وفی رد المحتار عن غرر الافکار عن المحیط عن المحیط عن الامام أن الاجر طیب وان کان السبب حراما کما حققناہ فی ما علی رد المحتار علقناہ فاحفظ فانہ مزلّۃ و مضلۃ۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۶/۸ ۱۷۶-۱۷۷) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۸): سعودیہ کے موجودہ قانون کے مطابق جو لوگ حج یا عمرہ کے احرام میں نہیں ہیں ان کو مسجد حرام میں نیچے طواف کرنے کی اجازت نہیں بلکہ چھت پر طواف کریں گے ظاہر ہے، اس میں لمبا چکر لگانا ہوگا اور دیر میں طواف مکمل ہوگا، اس لئے بہت سے لوگ حالت احرام میں نہ ہونے کے باوجود صرف اس لئے احرام کے کپڑے پہن لیتے ہیں تاکہ گیٹ مین ان کو حاجی یا معتمر سمجھ کر نیچے مطاف میں جانے کی اجازت دیدے اور یہ جلد از جلد طواف کے پھیرے مکمل کرلیں ان کی نیت دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی اور نہ ہی زبان سے وہ خلاف واقعہ کوئی بات کہتے ہیں مگر وہ احرام کے کپڑوں میں صرف اس لئے ملبوس ہوتے ہیں کہ نیچے طواف کرنے کی اجازت مل جائے، ایسا کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟

الجواب(۸): اصل مطاف میں طواف کرنے کی نیت سے حالت احرام میں نہ ہونے کے باوجود احرام کا لباس پہننا شرعاً فریب اور دھوکہ نہیں ہے کہ دھوکہ کا مطلب کسی کو ضرر اور نقصان پہنچانے کی نیت سے اصل حقیقت کو چھپانا ہوتا ہے، تفسیر رازی میں ہے: اعلم أنہ لا شبھۃ فی أن الخدیعۃ مذمومۃ و اصل ھذہ اللفظۃ الاخفاء واما حدھا فھو اظھار ما یوھم السلامۃ والسداد وابطان ما یقتضی الاضرار بالغیر والتخلص منہ۔ (ج ۱، ص ۵۷)

اور تفسیر بیضاوی میں ہے: الخداع أن توھم غیرک خلاف ما تخفیہ من المکروہ لتزلہ عما ھو بصددہ من قولھم خدع الضب۔(ص ۲۷) واللہ تعالیٰ اعلم

جبکہ یہاں کسی کو ضرر پہنچانا مقصود نہیں بلکہ خود کو ضرر سے بچانا اور سنت کے مطابق طواف کرنا اور مسجد کی چھت پر چڑھنے کی کراہت سے بچنا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

بیسویں فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا تیسرا اور آخری موضوع تھا" کف ثوب اور سدل ثوب کی مختلف صورتیں اوران کا شرعی حکم" اس کے تحت کل نو بقیہ ص ۱۷ / پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اٹھائیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

جنت مانگنے اور دوزخ سے پناہ چاہنے کا فائدہ

حدیث شریف: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من یسأل اللہ تعالی الجنۃ ثلاث مرات قالت اللھم ادخلہ الجنۃ ومن استجار من النار ثلاث مرات قالت النار اللھم اجرہ من النار۔ (ترجمہ) جو بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے (روزانہ) تین مرتبہ جنت پانے کا (مخلصانہ) سوال کرتا ہے تو جنت (اس کے لئے شفارشانہ) عرض کرتی ہے، اے اللہ! اس بندہ کو جنت میں داخل فرما اور جو بندۂ مسلم (روزانہ) تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ مجھے دوزخ سے بچا تو دوزخ عرض کرتی ہے، اے اللہ اسے دوزخ سے بچا دے۔"

مصنف علیہ الرحمہ کے الفاظِ دعا وتعوذ

تو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں دوزخ سے بچائے اور جنت میں داخل فرمائے (اور آگے کہتے ہیں:) اور اگر جنت میں بھائیوں، دوستوں کی ملاقات اور اِجتماعی محالس کے سوا کوئی اور نعمت نہ بھی ہوتی جب بھی تو اتنا ہی بہت مبارک وطیب ہوتا۔ پھر کیونکر جنت مبارک وطیب نہ ہو جبکہ وہاں طرح طرح کی عزتوں راحتوں سے بھی سرفرازی ہے۔

جنت کے بازار (میلے) کیسے؟

حدیث شریف: انہی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

"ان فی الجنۃ اسواقا لا شراء فیھا ولا بیع یجتمعون حلقا حلقا-الحدیث" (ترجمہ) بے شک جنت میں کچھ اسواق (میلے) ہیں جہاں خرید وفروخت کا کوئی دھندا نہیں ہوگا وہاں اہل جنت (اپنے اپنے احباب واخوان واقربا کے ساتھ) جمع ہوں گے اور حلقے حلقے بنا کر بیٹھے تذکرے کریں گے کہ دنیا کیسی گذری؟ اللہ کی عبادت کی کیفیت کیا تھی؟ دنیا کے امیروں غریبوں کا کیا حال تھا؟ اور موت کیسی تھی؟ اور دنیوی بلاؤں، پریشانیوں کی درازی کے بعد جنت میں آنا ہمیں کیسے نصیب ہوا؟ (وغیرہ وغیرہ)"

پل صراط عبور کرنے کی کیفیت

خبر ابن عباس: (مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) ہم سے ایک ثقہ راوی نے اپنی سند متصل کے ساتھ (حضرت) اسباط سے روایت کیا وہ (حضرت) سُدّی سے، وہ (حضرت) ابومُرّہ سے روایت کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناقل ہیں آپ نے فرمایا:

"یرد الناس جمیعا الصراط ... الخ" یعنی پل صراط عبور کرنے سے پہلے بھی انسانوں کا اس پر جو ورود ہوگا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دوزخ کے ارد گرد کھڑے کئے جائیں گے پھر اپنے اعمال کے مطابق پل صراط پر گزریں گے۔ بعض کا گزرنا بجلی کی چمک کی طرح ہوگا، بعض مانند ہوا کے گزر جائیں گے۔ بعض پرندوں کی پرواز کی طرح عبور کرلیں گے اور بعض عمدہ نسل کے تیز رفتار گھوڑے کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض لوگ تیز رو عمدہ اونٹ کی طرح اور بعض لوگ اپنی تیز چال کے ساتھ دوڑ کر عبور کرلیں گے، یہاں تک کہ سب سے پچھلا گزرنے والا (بدقت تمام) اپنے انگوٹھوں کے بل گزرنا چاہے گا اور (گزر نہیں سکے گا بلکہ اسے) صراط پھسلا کر گرا دے گی اور پل صراط (کی کیفیت

یہ ہے کہ وہ) چکنی ہے، پھسلن ہے اس کی دھار تلوار کی دھار کی طرح (تیز اور باریک) ہے اور اس پر قتادنامی پودے کے کانٹوں کی طرح باریک کانٹے ہیں اسکے دونوں کناروں پر کچھ فرشتے متعین ہوں گے جن کے ہمراہ آگ کے آنکس ہوں گے، وہ ان کے ذریعہ لوگوں کو اچک لیں گے۔ بعض گزرنے والے صاف گزر جائیں گے۔ (بلا زخم کھائے) نجات پالیں گے اور بعض خراشیں کھا کر پار ہوں گے اور بعض زیادہ زخمی ہو کر نار میں گر جائیں گے اور وہاں موجود ہر فرشتے کی زباں پر یہ دعا ہوگی: رب سلم سلم۔

سب سے اخیر میں نجات پانے والے کا دلچسپ قصہ

...(اسی اثنا) ایک آدمی گزرے گا اور وہ جنت میں پہنچنے والوں میں سب سے پچھلا ہوگا۔ وہ جب (کسی طرح) پل صراط عبور کر لے گا اور اسکے سامنے جنت کا کوئی ایک دروازہ رفع کیا جائے گا (یعنی کسی طبقۂ جنت کا پردہ اٹھایا جائے گا) تو اسے اپنے لئے جنت کے اندر کوئی بیٹھنے تک کی جگہ نہیں دِکھے گی (گمان کرے گا گویا سب پُر ہو چکی ہے) تو جب جنت کی طرف نظر اٹھائے گا تو عرض کرے گا اے رب! تو مجھے یہیں (دروازۂ جنت پر) ٹھہرا دے (یعنی اسی کو غنیمت جانے گا) رب تعالی فرمائے گا اگر میں نے تجھے یہاں ٹھہرایا تو شاید تو پھر کچھ اور مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا: نہیں، اے میرے رب تیری عزت کی قسم (پھر کچھ نہیں مانگوں گا) تو اسے رب تعالی (اس کی مانگ کے مطابق) وہیں اتارے گا اور پھر اس کے سامنے جنت کے (ایک سے ایک عالی شان) منازل سے حجاب اٹھایا جائے گا تو وہ پہلی جگہ کو، ان منازل کے مقابل نہایت حقیر جانے گا تو عرض کرے گا: یارب! مجھے وہاں نزول عطا فرما، اللہ تعالی فرمائے گا: اگر میں وہاں تجھے وہ منزل دے دوں تو شاید تو پھر اور کچھ مانگے گا؟ تو وہ عرض کرے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم (مزید سوال نہیں کروں گا) تو اللہ تعالی اسے وہ منزل عطا فرما دے گا، پھر اس کے سامنے جنت (کے اور درجوں) سے (پردہ) اُٹھایا جائے گا یہاں تک کہ چار بار ایسا ہی ہوگا۔ جب چوتھی بار (رفع حجاب) ہوگا تو وہ اب تک کی ملی ہوئی ہر منزل کو حقیر جانے گا (لیکن اب مزید خواہش کا اظہار کرتے شرمائے گا) اور چپ رہے گا، مزید سوال نہیں کرے گا۔ تو اس سے اللہ تعالی فرمائے گا: الا تسأل؟ کیا اور سوال نہیں کرے گا؟ تو بندہ اللہ تعالی سے عرض کرے گا: سألت حتى استحييت۔ یعنی کئی بار تو مانگ چکا ہوں اب شرم آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تیرے لئے (تیرے اعزاز و اکرام میں) مثل دنیا ہے اور اس کا دس گنا مزید۔ تو یہ وہ جنتی ہے جس کی منزلت سب سے زیادہ وضیع (۱) ہے۔

...(سیدنا) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ (آگے) بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث شریف حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم جب بھی بیان فرماتے تو (آخری مضمون پر) ضرور تبسم فرماتے، یہاں تک کہ نواجذ (۲) شریفہ نمایاں ہو جایا کرتے تھے۔

جنت میں انسانی عورتوں کا حسن و جمال حوروں سے زیادہ

روایت: منقول ہے کہ دنیا کی عورتوں میں سے جو عورتیں جنت میں جائیں گی وہ اپنے اعمال کے مطابق جو انہوں نے دنیا میں کئے تھے جنت کی حوروں پر (حسن و جمال میں) فوقیت لے جائیں گی (۳) (چنانچہ) قرآن شریف میں فرمایا:

"إِنَّآ أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَآءً o فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا o عُرُبًا أَتْرَابًا o لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ o۔ (ترجمہ) بے شک ہم نے (انسانی) عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انہیں بنایا کنواری کنواری، (ایسی، ایسی کہ ہوں اپنے شوہر کی) پیاری پیاری، (اور اپنے شوہر کو) پیار دینے والیاں (اور) یکساں عمر والیاں۔ (وہ کس کیلئے ہیں؟) اصحاب یمین کیلئے ہیں۔" [سورۂ واقعہ ۳۸:–۳۵/ ماخوذ از کنز الایمان] ☆

.... جاری ■◀

[۱] وضیع = یعنی گئی گزری، کم حیثیت، گویا نسبۃً گھٹیا۔ تو غور کیجئے جب "وضیع تر" کی یہ شان ہے تو "رفیع تر" کا کیا عالم ہوگا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

[۲] نواجذ = وہ دانت جو نو کیلے دانتوں (انیاب) کے برابر میں ہوتے ہیں، یعنی اس موقع پر حضور انور علیہ الصلاۃ والسلام کے تبسم فرمانے کی بقیہ ص ۱۷/ پر

ترغیبات

چوتھی قسط

از: مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی*

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نسوانیات

گزشتہ سے پیوستہ

☐ **ام** المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور کی یہ دعائیں اور خصائص بھی منقول ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس نبی کریم ﷺ نماز فجر کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: اللّٰھم انی اسئلک علما نافعا وعملا متقبلا و رزقا طیبا۔ اے اللہ تجھ سے میں نفع بخش علم، مقبول عمل اور پاکیزہ رزق مانگتا ہوں۔ [مسند احمد، ۷/ ۴۸، حدیث ۲۵۹۸۲]

☐ تسبیح فاطمہ کی روایت بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کی خدمت میں اپنی مشقت خیزی کا شکوہ لے کر حاضر ہوئیں تو حضور سے عرض کیا: یا رسول اللہ! بخدا چکی سے بار آٹا پیس کر میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، کبھی آٹا پیستی ہوں اور کبھی اسے گوندتی ہوں، اللہ کے مقدس رسول ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اللہ کو اگر تمہیں سہولت دینی ہوگی تو تمہیں مل کر رہے گی، البتہ اس وقت میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاتا ہوں، جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹا کرو تو سبحان اللہ ۳۳/ بار الحمد للہ ۳۳/ بار اور اللہ اکبر ۳۴/ بار پڑھ لیا کرو یہ کلمات سو کی تعداد میں ہو گئے، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں اور جب نماز صبح پڑھو تو دس مرتبہ نماز فجر کے بعد اور دس مرتبہ نماز مغرب کے بعد یہ کلمات کریمہ ادا کیا کرو: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علیٰ کل شئ قدیر۔

ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے تمہارے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا ثواب اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور شرک کے علاوہ اس دن ہونے والا کوئی گناہ قابل موخذہ نہ ہوگا۔ یعنی معاف کر دیا جائے گا اور صبح جس وقت یہ کلمات کہو گی اس وقت سے شام تک ہر شیطان اور برائی سے یہ کلمات تمہاری حفاظت کا سامان بن جائیں گے، یونہی شام کو کہو گی تو صبح تک حفاظت رہے گی۔

[مسند احمد ۷/ ۴۲۳/ ۴۲۴، حدیث ۲۶۰۱۱]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے: اللّٰھم مقلب القلوب قلبی علیٰ دینک۔ اے اللہ دلوں کے پلٹنے والے، میرے دل کو اپنے دین پر جمائے رکھ۔ فرماتی ہیں: مین نے عرض کی: یا رسول اللہ کیا دل بھی پلٹتے ہیں؟ حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو بھی پیدا فرمایا، اس کا دل اللہ کے دست قدرت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو وہ اسے دوست رکھتا ہے اور اگر اس کی مشیت ہوتی ہے تو اسے کج کر دیتا ہے تو ہم اپنے رب اللہ سے سوالی ہیں کہ وہ ہمیں ہدایت یاب کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے سے بچائے اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کرے بے شک وہ ہے بڑا دینے والا۔

ام المومنین فرماتی ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم نہ فرمائیں گے جسے میں اپنے حق میں مانگا کروں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: ہاں کیوں نہیں تم یوں عرض کیا کرو: اللّٰھم رب محمد النبی اغفر لی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنا۔ اے اللہ ہمارے نبی محمد کے پروردگار! میری خاطر میرے گناہ بخش دے، میرے دل کی رنجیدگی دور فرما دے اور تا حیات ہر گمراہ کن فتنے سے میری حفاظت فرما۔ [مسند احمد ۷/ ۴۲۸، حدیث ۲۶۰۳۶]

* مضمون نگار اہل سنت کے مشہور و معروف اہل قلم ہیں۔

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ربنا اغفرو ارحمنی واھدنی للطریق الاقوم۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے۔

[مسند احمد ۷/۴۳۰، حدیث ۲۶۰۵۱:]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کاشانۂ اقدس سے نکلتے تو یہ دعا فرماتے: باسمک ربی انی اعوذبک ان از او اضل او اظلم او اظلم او اجھل او تجھل علیّ۔ اے میرے رب تیرے نام سے آغاز کرتا ہوں، میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں لغزش کھا جاؤں یا گمراہ ہو جاؤں یا ظلم ڈھانے لگوں یا کوئی مجھ پر ستم رانی کرے یا میں فادانی کا مظاہرہ کروں یا کوئی مجھ سے جہالت سے پیش آئے۔ [مسند احمد ۷/۴۴۹، حدیث ۲۶۱۶۴:]

حضور اقدس ﷺ کے خانگی اسرار و معمولات کا شاہد

حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے جن کی نگاہوں کے سامنے حضور کی جلوت و خلوت کے اسرار عیاں تھے، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے علم و فہم، تدبیر و بصیرت، تفقہ اور دانش وری کی بدولت ان میں خصوصی امتیاز حاصل تھا اور ان دونوں حضرات کو بہت طویل عمر بھی بارگاہ رسالعزت سے عطا ہوئی۔ اس لئے امت محمدیہ کو ان پاک جانوں اور محرمان بارگاہ رسالت سے بہت سارے اسرار و رموز محمدی کی دولت حاصل ہوئی، ام مومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ایسی چند روایات ملتی ہیں، معمولات و خصائص رسول بیاں ہوئے ہیں۔

☐ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے دریافت کیا کہ حضور کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: جو عمل ہمیشہ ہوا گرچہ تھوڑا ہو۔

[مسند احمد ۷/۴۱۱ حدیث ۲۵۹۴۰:]

☐ ہمیدہ خزاعی کی والدہ کہتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر روزوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کہ حضور مجھے ہر مہینہ میں تین دن روزے کی ہدایت فرماتے پہلا روزہ پیر کے دن ہوتا، دوسرا جمعرات اور تیسرا جمعہ کو۔ [مسند احمد ۷/۴۱۱ حدیث ۲۵۹۴۱:]

☐ حضرت ام سلمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی: الصلاۃ الصلوٰۃ و ماملکت ایمانکم۔ نماز کا خوب خیال رکھنا اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

[مسند احمد ۷/۴۱۲ حدیث ۲۵۹۴۲:]

☐ حضرت کبشہ بنت مریم فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ سے عرض کی: آپ مجھے بتائیں کہ حضور نے اپنے اہل خانہ کو خاص طور سے کس چیز سے منع فرمایا؟ ام المومنین نے فرمایا کہ حضور نے ہمیں کھجور کو اتنا پکانے سے منع فرمایا تھا کہ اس کی گٹھلی بھی گل جائے اور اس بات سے بھی کہ ہم کشمس اور کھجور کو ملا کر نبیذ بنائیں۔ (کہ ان دونوں حالتوں میں نشہ پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے) [مسند احمد ۷/۴۱۵ حدیث ۲۵۹۶۶:]

☐ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضور نے ارشاد فرمایا: ہماری نشست گاہ کو خوب صاف ستھرا کر دو کیوں کہ اس زمین پر ایسا خوشنہ اترنے والا جو پہلے کبھی نہیں اترا۔

[مسند احمد ۷/۴۲۰ حدیث ۲۵۹۹۶:]

☐ حضرت یعلیٰ بن مملک نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سے حضور اقدس ﷺ کی شبینہ نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: عشا کی نماز پڑھنے کے بعد اللہ کی تسبیح بیان فرماتے پھر اس کے بعد جتنا منظور ہوتا نفل نمازیں ادا فرماتے پھر لوٹ کر بستر اسی مقدار وقت تک محو خواب رہتے پھر نیند سے بیدار ہو کر جتنی دیر سوئے تھے اتنی دیر تک نمازیں ادا فرماتے آپ کی آخری نفل نماز صبح کے آغاز تک ہوتی۔ [مسند احمد ۷/۴۲۳ حدیث ۲۶۰۰۷:]

☐ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس نبی اکرم ﷺ عام دنوں کی نسبت سنیچر اور اتوار کو زیادہ روزے رکھتے تھے فرماتے یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں، تو مجھے پسند ہے کہ میں ان کے خلاف عمل کروں۔

[مسند احمد ۷/۴۵۶ حدیث ۲۶۲۱۰:]

نسوانیات

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: قمیص سے زیادہ کوئی لباس رسول اللہ ﷺ کو محبوب نہیں تھا۔

[مسند احمد ۷/۲۴۴ حدیث ۲۶۱۵۵]

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر تجارت کے سلسلے میں بصرہ کی طرف وارد ہوئے، ان کے ساتھ دو بدری صحابی حضرت نعمان اور سویبط بن حرملہ بھی تھے۔ زاد راہ کے نگراں سویبط تھے، ایک موقع پر نعیمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دیدو سویبط نے کہا: ابھی نہیں جب تک حضرت صدیق اکبر نہ آجائیں مگر نعیمان بہت ہنس مکھ اور بذلہ سنج تھے، انہوں نے کہا: میں بھی تمہیں طیش دلا کر چھوڑوں گا پھر وہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو دوسرے مما لک سے سواریوں پر سامان لاد کر لا رہے تھے، ان سے کہا: مجھ سے غلام خرید و گے جو عربی نسل، ہوشیار، زبان آور ہے، ہوسکتا ہے وہ یہ کہے کہ میں آزاد ہوں، اگر صرف اس کے کہنے سے تم اسے چھوڑنا چاہو تو ابھی بتادو، میرے غلام کو میرے خلاف نہ کر دینا، انہوں نے کہا: ہم اسے دس اونٹوں کے بدلے آپ سے خریدتے ہیں، وہ ان اونٹوں کو ہانکتے ہوئے لے آئے ساتھ میں ان کے آدمی بھی تھے، جب اونٹوں کو رسیوں سے باندھ دیا تو نعیمان کہنے لگے۔ یہ رہا وہ غلام لوگ آگے بڑھ کر سویبط سے کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں خرید لیا ہے، سویبط نے کہا: ارے وہ جھوٹ بول رہا ہے، میں مرد آزاد ہوں ان لوگوں نے کہا: تمہارے آقا نے پہلے ہی تمہارے متعلق بتا دیا تھا اور یہ کہہ کر ان کی گردن میں رسی ڈال دی اور انہیں لے گئے۔ ادھر حضرت ابو بکر واپس تشریف لائے تو انہیں اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ وہ کچھ احباب کے ساتھ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور اونٹ انہیں لوٹا کر سویبط کو واپس لے آئے۔ اس واقعہ پر حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو ایک سال تک ہنسی آتی رہی۔

[مسند احمد ۷/۴۴۶ حدیث ۲۶۱۴۷]

حضرات امہات المومنین شریعت کے نسائی احکام جاننے کا اہم ذریعہ تھیں، کیوں کہ حضرات صحابیات ان مسائل کو براہ راست حضور سے دریافت کرنے میں حیا فرماتیں ایسے کئی مسائل واحکام ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے توسط سے اہل اسلام تک پہنچے یہ چند روایات پیش کرتا ہوں۔

□ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ام سلیم نے عرض کی: یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے سے حیا نہیں فرماتا، کیا عورت پر بھی غسل لازم ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ حضور نے فرمایا: جب وہ تری دیکھے، حضرت ام سلمہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تو حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو بچہ کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے۔

[مسند احمد ۷/۴۱۵ حدیث ۲۵۹۶۴]

جاری.........

ص ۵۳ / کا بقیہ...

شامی کی جھلک جس میں جامی کی چمک جس میں
قرنی کی مہک جس میں رازی کی دمک جس میں
جو فقہ و فتاویٰ میں نعمان کی صورت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

دادا ہے ولی جس کا نانا ہے ولی جس کا
یہ مرتبہ والا اللہ نے جسے بخشا
جو شمس ولایت ہے جو بدر طریقت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

وہ اپنے مقدر پر کیوں کر نہ رہے نازاں
فضل شہ بطحا سے کعبے کا بنا مہماں
کی رب نے عطا جس کو یہ رفعت و شوکت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

عالم ہے محدث ہے فاضل ہے مفکر ہے
مفتی ہے محقق ہے ہادی ہے مفسر ہے
جو مفتی اعظم کی تابندہ کرامت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

جو صلح کے بندوں سے ہم سب کو بچایا ہے
ناموس رسالت پر جو مرنا سکھایا ہے
لاریب جسیم اکرم یہ جس کی عنایت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

ص ۵۵ رکا بقیہ..

حضرت مولانا نعیم الدین کنز مصلحی صاحب نے وقت کا خیال رکھتے ہوئے مختصر انداز میں مقالہ اور منقبت سنا کر اہلِ فکر ونظر کو متحیر کر دیا، بعدہ حضور حنیف ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کے چنندہ گوشوں پر لکھا ہوا حضرت مولانا اختر مصباحی صاحب کا مقالہ حضرت حافظ عبادت رضا نے بہت ہی خوبصورت انداز میں پڑھ کر سنایا، بعدہ مؤرخِ نیپال حضرت مولانا صفی اللہ قادری گلاب پوری نے دو تین منٹ کے اندر اپنے مقالہ کا خلاصہ پیش کیا، پھر نقیب ہند و نیپال حضرتِ پھول محمد نعمت رضوی مظفر پوری صاحب نے مصرع طرح پر تحت لفظ نعت ومنقبت دلکش انداز میں پڑھ کر سامعین وحاضرین نے خوب پسند کیا، بعدہ حضرت حافظ عظیم القادری گلاب پوری صاحب مصرع طرح پر خوبصورت انداز میں منقبت حضور حنیف ملت علیہ الرحمہ پڑھ سامعین وحاضرین کو محظوظ فرمایا۔

ان کے بعد مداح خیر الانام حضرت مولانا آصف رضا قادری صاحب نے بہترین انداز میں منقبت حضور حنیف ملت سنایا، ان کے بعد شاعر قادر الکلام حضرت مولانا فرقان فیضی صاحب مصرع طرح پر منقبت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور زبردست انداز میں تحت لفظ میں منقبت سنا کر سامعین وحاضرین کے دلوں پر چھا گئے، بعدہ مختصر مقالہ خطیب ہند و نیپال حضرت حافظ شمیم صاحب نے پڑھ کر سنایا اور کرامات حنیف ملت کا ذکر کر کے سامعین و حاضرین سے داد وتحسین حاصل کی، ان کے بعد حضرت مولانا انور علی مصباحی نے صدر مشاعرہ کا کلام خوبصورت انداز میں پڑھ کر سنایا جس پر اہلِ علم وادب عش عش کرا ٹھے، ان کے بعد تنگی وقت کے سبب بچے ہوئے مقالہ نگار اور شعرائے کرام سے معذرت چاہ کر سیدھے خطبۂ صدارت کے لیے ملک کے منفرد المثال نقاد، شاعر حضرت علامہ میکائیل رہبر نوری صاحب مجورواسراہی نیپال مائک پر تشریف لائے اور زبان وسخن کے حوالے سے شعر وشاعری کے حوالے سے مختصر مگر جامع گفتگو فرمائی۔

بعدہ خلیفۂ حضور برہانِ ملت مصنف شان خطابت، شیخ جامعہ حنفیہ مظہر العلوم گلاب پور سسوا کٹیا نیپال، حضرت مفتی ہاشم صاحب، استاذ العلماء حضرت علامہ الیاس نوری صاحب، حضرت حاجی امان اللہ قادری صاحب کے ہاتھوں سے اعزازی ایوارڈ شعرائے کرام میں تقسیم کیا گیا، استاذ الاساتذہ ایوارڈ صدرِ مشاعرہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، نیز دیگر مقالہ نگار وشعرائے کرام کی خدمت میں حسان الہند ایوارڈ اور حنیف ملت ایوارڈ پیش کیا گیا۔

صلاۃ وسلام کے بعد حضور مصلح ملت کی دعاؤں پر مشاعرے کا اختتام ہوا، مشاعرے میں نظامت کے فرائض پورے طور پر راقم الحروف (محمد بشیر القادری رضوی) نے انجام دیا، جسے موجود مشاہیر علمائے کرام، شعرائے اسلام اور عوام اہل سنت نے بے حد پسند فرمایا، حضور مصلح ملت نے صدر مشاعرہ حضرت علامہ میکائیل رہبر نوری کو اپنی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

اس موقع پر اپنے مقالات اور کلام ارسال فرمانے والے حضرات میں استاذ الاساتذہ ڈاکٹر وصی احمد واجدی مکرانی صاحب ملنگوا سراہی نیپال (کلام) عمدۃ التحریر شہزادۂ حضرت مولانا سمیع الدین برہان القادری الہ آباد (مقالہ) حضرت علامہ مولانا امان اللہ مصباحی کلاب پوری (مقالہ) شاعر قادر الکلام حضرت علامہ عیسیٰ قادری رونق مصباحی موہن پور مہوتری نیپال (کلام) حضرت مولانا شفیق اللہ جوہر باڑاوی باڑا سیتامڑھی بہار (کلام) استاذ الشعرا حضرت فرحت صابری اندولوی سیتامڑھی بہار (کلام) شاعر اہل سنت حضرت قاری نیاز القادری مدرس جامعہ ضیائیہ فیض الرضا دری بہار (کلام) شاعر ابن شاعر حضرت مولانا غلام رسول احمد ضیا سیتامڑھی بہار (کلام) کے اسما شامل ہیں۔

رپورٹ: محمد بشیر القادری رضوی گلاب پوری نیپال
حال مقیم: کھنڈوہ، ایم پی

ص ۵۳ رکا بقیہ..

مرے ہر کام بگڑے بن گئے فیضان سے ان کے
جہاں بھی نام میں نے لے لیا تاج الشریعہ کا

وہ خالی ہاتھ دربار رضا سے جا نہیں سکتا
دیا ہے جس کسی نے واسطہ تاج الشریعہ کا

انہیں سے فیض پایا ہے انہیں سے فیض پائے گا
ہے نعمت بھی گدائے بے نوا تاج الشریعہ کا

باقیات

ہے بالا بہت آپ کی ذات اختر

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

ہے بالا بہت آپ کی ذات اختر
ہیں اس میں ہزاروں کمالات اختر

جہاں ٹھہرے ہیں آپ دن رات اختر
وہاں عاشقوں کی ہے بارات اختر

رہے خرق عادت کے تارے منور
اک ایسے تھے چرخ کرامات اختر

رہیں گی سدا ذہن و تاریخ میں وہ تمہاری
جو ہیں دیں کی خدمات اختر

تمہاری تھی تبلیغ کی تیغ ایسی
گریں سر کے بل سب قبیحات اختر

تمہارا ہے مجموعۂ نعت ایسا
کہ اس میں ہیں فنی محاکات اختر

کہا فخر ازہر کے تمغے نے ان سے
ہو تم وجہ فخر و مباہات اختر

وحید الزماں بھی تھے مداح جن کے
ہیں وہ بادشاہِ کمالات اختر

لٹاتے تھے وہ دولت علم سب پر
تھے یوں عینی کو عنایات اختر

ہیں مرے تاج الشریعہ نورِ ایوانِ رضا

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

ہیں مرے تاج الشریعہ نورِ ایوانِ رضا
اُن کی ذات پاک ہے شمعِ شبستانِ رضا

سیرت و کردار میں حقانیت کے ولولے
ان کے ہر رُخ میں دکھائی دیتی ہے شانِ رضا

جوہرِ خامہ وہی اور عشق کا جامہ وہی
دست ہے دستِ رضا، دامن ہے دامانِ رضا

جیسے لَو ہوتی ہے روشن، شمع میں یا دیپ میں
یوں مرے تاج الشریعہ میں ہے لمعانِ رضا

سینہ و قلب و جگر، گنجینۂ علم و ہنر
قدّ و قامت سَر بسَر مینارِ عرفانِ رضا

لہجہ و اُسلوب میں، عشق و غمِ محبوب میں
ان کا دیوانِ سخن، ہے عکسِ دیوانِ رضا

یوں نکھارے مفتی اعظم نے ان کے خدّ و خال
وہ سراپا بن گیے حُسنِ خیابانِ رضا

اُن کو پا کر کیوں نہ ہوں مسرور ہم اہل سنن
بالیقیں ان کی محبت میں ہے رضوانِ رضا

اہلسنت کے لیے راحت رساں ہر اک قدم
نجدیت کے واسطے، شمشیر و پیکانِ رضا

کر گیے سیراب، ایمان و عقیدے کا چمن
باغ حق کو تازگی دی، بن کے فیضان رضا

اہلِ حق ان کی عطا سے تا ابد سیراب ہوں
کر رہے ہیں یہ دعا، ہم سب غلامانِ رضا

حضرتِ عسجد میاں کا روئے تاباں دیکھیے
جلوۂ اختر ہیں یہ اور ماہِ تابانِ رضا

بخشی ہے سادات نے، نسلِ رضا کو روشنی
حشر تک مدّھم نہ ہوں گے اب چراغانِ رضا

کاروانِ اہلِ حق کی رہبری کے واسطے
رہنما بنتے رہیں گے جانشینانِ رضا

اے فریدی جب کوئی پوچھے رضا کا رنگ و روپ
نامِ اختر پیش کر دیجے، بعُنوانِ رضا

کیجیے چشم کرم یا سیدی اختر رضا

از: محمد نظام الدین قادری بسمل مرکزی سرلاہی نیپال

کیجیے چشم کرم یا سیدی اختر رضا
دور ہوں رنج و الم یا سیدی اختر رضا

میرے مرشد میرے رہبر میرے آقا آپ ہیں
آپ پر قرباں دلم یا سیدی اختر رضا

منظومات

آپ کے در سے ملا ہے در شہ بغداد کا
آپ میرے محتشم یا سیدی اختر رضا

ہے مدینے کی تجلی سے مرا دل باغ باغ
یہ بھی ہے تیرا کرم یا سیدی اختر رضا

آپ سے مل کر ملا ہے زیست کا حاصل مجھے
کیوں مجھے ہو کوئی غم یا سیدی اختر رضا

بسمل خستہ نے تھاما ہے ترا دامن شہا
حشر میں رکھیو بھرم یا سیدی اختر رضا

وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی

جو فاضل ازہر ہے جو دین میں حجت ہے
وہ تاجِ شریعت ہے وہ تاجِ شریعت ہے

جو مسند افتا کی آرائشُ وزینت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

اب کوئی زمانے میں اُس جیسا نہیں ملتا
جو تقویٰ طہارت میں ہے مفتی اعظم سا
سرتا بقدم جس کا سرکار کی سنت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

دیوانہ سا لگتا ہوں یوں خوشیاں مناتا ہوں
میں اس لیے قسمت پر پھولے نہ سماتا ہوں
جس ذات مقدس سے مجھ کو ملی نسبت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

جس نے تنِ اقدس پر پہنا رضوی پوشاک
پڑتے ہی نظر جس پر یاد آئے خدائے پاک
جس کے رخِ تاباں سے روشن دلِ الفت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

جو شاہ رضا خاں کی شمشیر جلالی ہے
گستاخ رسالت پر چلتی ہوئی آری ہے
جو نجدی وہابی پر یک لخت قیامت ہے
وہ تاج شریعت ہے وہ تاج شریعت ہے

بقیہ ص ۵۰ ر پر

مگر شہرہ جدا سب سے ہوا تاج الشریعہ کا

از: پھول محمد نعمت رضوی برہم پور، نیپال

ہے لمحہ بھر میں ہی شیدا ہوا تاج الشریعہ کا
رخ انور سے جب پردہ ہٹا تاج الشریعہ کا

ہزاروں اہل علم وفن مشائخ اور علمانے
لقب اختر رضا خاں کو دیا تاج الشریعہ کا

تھے کتنے لوگ کوئی گن نہیں پایا بریلی میں
جنازہ دھوم سے تھا جب اٹھا تاج الشریعہ کا

جسے روشن کیا ہے مفتی اعظم کے جلووں نے
وہ ہرگز بجھ نہیں سکتا دیا تاج الشریعہ کا

ہیں پائیں شہرتیں یوں اور بھی پیروں نے دنیا میں
مگر شہرہ جدا سب سے ہوا تاج الشریعہ کا

پسینہ ماتھے پہ آنے لگا ہے صلح کلی کے
جو دیکھا آرہا ہے قافلہ تاج الشریعہ کا

سبق جس نے پڑھا ہے ایک دن بھی درس میں انکے
وہ جان ودل سے وارفتہ ہوا تاج الشریعہ کا

بہت مضبوطی سے قائم رہے گا مسلک حق پر
ہے جام معرفت جس نے پیا تاج الشریعہ کا

بجھی ہے تشنگی دنیا کے سارے لوگوں کی ان سے
ہے علم وفن کا وہ دریا بہا تاج الشریعہ کا

بقیہ ص ۵۰ ر پر

ص ۵۴ ر کا بقیہ..

خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، الحاج محمد سعید نوری رضا اکیڈمی ممبئی اور دیگر کئی معروف علمائے کرام نے فون پر تعزیت مسنونہ پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ میسور میں اپنی خدمات کے حوالے سے زمانۂ دراز تک یاد کئے جائیں گے، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے ان کے درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

رپورٹ: معتمد مولانا عبد السلام رضوی، میسور، کرناٹک

روداد مشاعرہ عرسِ حنیف ملت وجلسۂ دستار بندی

مؤرخہ 16/ شعبان المعظم 1445 ہجری مطابق 27/ فروری 2024ء بروز منگل کو 33/ ویں عرسِ حضور حنیف ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے قل شریف کی محفل بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوئی۔ جس میں طبیعت علیل ہونے کے باوجود شہزادۂ حضور حنیف ملت مفتی نجم الدین مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ تشریف فرما رہے اور حضرت ہی کی دعاؤں پر قل شریف کی محفل کا اختتام ہوا۔

بعد قل شریف وقتِ مقررہ کے مطابق یعنی صبح نو بجے شیخ القراء حضرت قاری نعیم الدین قادری گلاب پوری صاحب قبلہ کی بہترین تلاوتِ کلام اللہ سے نعتیہ مشاعرے کا آغاز ہوا، بعدہ حصولِ برکت کے لیے کلام اعلیٰ حضرت حضرت حافظ سراج احمد عرف شہرت گلاب پوری صاحب نے پیش کیا، ان کے بعد مصرعِ طرح پر باضابطہ طور سے ذیل کے دونوں مصرعے پر مشاعرہ شروع ہوا ”تیری پیزاروں کے ہیں ذرات سب سے مختلف، دل ہے شیدا حنیف ملت کا“ مصرع طرح پر نعت ومنقبت پیش کرنے کے لیے شاہکار ترنم حضرت مولانا ملازم رضا حبیبی گلاب پوری صاحب قبلہ نے بہت ہی خوبصورت انداز میں نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ومنقبت حنیفِ ملت علیہ الرحمہ پڑھ کر سامعین کو محظوظ فرمایا۔

بعدہ مقالہ ومصرع طرح پر نعت ومنقبت پیش کرنے کے لیے شیخ القراء قاری نعیم الدین قادری گلاب پوری صاحب قبلہ کھڑے ہوئے اور بہترین انداز میں مقالہ اور نعت ومنقبت سنا کر سامعین وحاضرین سے داد وتحسین حاصل کئے۔ ان کے بعد ماحول میں تبدیلی لانے کی غرض سے شہنشاہِ ترنم حضرت حافظ عبد الخالق عرف روشن ویشالوی صاحب قبلہ مدعو کیا گیا، انھوں نے منقبتِ حضور حنیفِ ملت ترنم میں سنا کر سامعین وحاضرین کے جذبے کو ابھارا، بعدہ مقالہ اور مصرعِ طرح پر نعت ومنقبت تحت لفظ سنانے کے لیے شہزادۂ مصلح ملت بقیہ ص ۵۱/ پر

پاسبان سنیت شیخ بلال احمد کا وصال پر ملال

قاضی میسور خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی ڈاکٹر شیخ بلال احمد صدیقی صاحب حبیبی خطیب وامام مسجد قادریہ میسور کرناٹک کا وصال پر ملال 19/ رمضان 1445ھ مطابق 31/ مارچ 2024ء صبح چار بجے میسور کرناٹک میں ان کے دولت کدے پر ہوگیا، إنا للہ وإنا إلیہ رٰجعون۔

شہر میسور کے معروف عالم مولانا عبدالسلام صاحب رضوی کی اطلاع پر حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی نے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کی دینی خدمات کو سراہا۔

مولانا رضوی نے بتایا کہ آپ اڑیسہ کے رہنے والے تھے اور کافی طویل عرصے سے میسور میں دین وسنیت کی ترویج اشاعت میں سرگرم تھے، 40/ سال سے مسجد قادریہ میسور کے خطیب وامام کے منصب پر فائز تھے اور اس دوران وہاں ہر سال سے تراویح بھی پڑھاتے رہے، وصال کی شب بھی تراویح کی نماز پڑھا کر آئے اور اپنے بچوں کو چند پارے قرآن سنا کر سوتے وقت فرمایا کہ سحری میں جگا دینا، لیکن وہ ایسے سوئے کہ دوبارہ نہ اٹھ سکے، اہل خانہ اور بچے جگاتے رہے، مولانا عبدالسلام اور فاروق بھائی بھی آوازیں دیتے رہے، لیکن وہ تو ابدی نیند سو چکے تھے، کیسے اٹھتے، گھر، شہر اور اہل محبت میں ماتم چھا گیا۔

آپ کو عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور مجاہد ملت سے شرف بیعت اور حضور تاج الشریعہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، ماہر ہفت لسان حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی علیہ الرحمہ کے معتمد خاص اور جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد کے اہم رکن تھے، آپ میسور کے قاضی اور میسور یونیورسٹی کے پروفیسر بھی تھے۔

موصوف میسور کرناٹک میں اہل سنت کے ایک معتبر اور متصلب عالم دین تھے، ان کے دم قدم سے سنیت روز افزوں ترقی پذیر تھی، بڑے ملنسار، خورد نواز اور علما کے قدردان تھے، مرکز اہل سنت بریلی شریف سے مضبوط رشتہ رکھتے تھے۔ بقیہ ص ۵۳/ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

MAY-2024
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ جون ۲۰۲۴ء
JUNE-2024 Rs. 30/-

جانشینِ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیرِ اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

اسلام اور قربانی

قربانی! اہمیت وضرورت

قربانی! اہمیت وافادیت

حج و زیارت اور سیلفی کا جنون

عید قرباں! فضائل ومسائل

فلسفۂ قربانی اور ہمارا معاشرہ

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حج وعمرہ کی نمائش اور پرچا کرتے مسلمان

امیر المومنین حضرت عثمان غنی! فضائل وکمالات

قربانی، گوشت خوری اور مخالفین کے بے جا اعتراضات

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۶
Issue No. 6
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۵ھ
ذی الحجہ
جون ۲۰۲۴ء

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سُنّی دُنیا
۸۲ / سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ / سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

ارشادات تاج الشریعہ

سوال: بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے پیر یا کسی بزرگ کے نام سے قربانی کردیتے ہیں، حالانکہ وہ خود صاحب نصاب ہوتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: پیر وغیرہ کے نام سے قربانی کرنا صدقۂ نافلہ ہے، اگر اپنے اوپر قربانی واجب ہے تو اپنے واجب کو چھوڑ کر نفل ادا کرنا جائز نہیں ہے، پہلے اپنے واجب کو ادا کریں، پھر اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے استطاعت دی ہے تو پیر کے نام سے، حضور اکرم ﷺ کے نام سے اور دیگر اولیائے کرام کے نام سے بلکہ جس کے نام سے چاہیں قربانی کریں۔ [تاج الشریعہ کی علمی مجالس، ص ۲۲۷]

مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

قربانی، گوشت خوری اور مخالفین کے بے جا اعتراضات

اداریہ

اسلام کی روزافزوں ترقی سے چودہ سوسال قبل بھی مخالفین کے سینے پر سانپ لوٹ رہا تھا اور آج بھی اس کی مقبولیت سے ان کے دلوں میں بغض وحسد اور تعصب وعناد کے انگارے دہک رہے ہیں، آج نہ صرف اسلام اور مسلمانوں پر مختلف بہانوں سے طعن وتشنیع کی جاتی ہے بلکہ حکمت وموعظت سے مملو اسلامی احکامات وعبادات کو بھی تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے بالخصوص ہندوستان میں قربانی اور گوشت خوری کے مسئلے پر ہندوؤں کی طرف سے اکثر یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ اسلام جانوروں پر ظلم وستم اور ان کے حقوق کی پامالی کرتا ہے، مسلمان محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بے زباں جانوروں کا بہیمانہ قتل کرتے ہیں، قربانی کیلئے حکم الٰہی محض ایک بہانہ ہے ورنہ یہاں بھی تسکین نفس کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

آئیے سب سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا صرف مسلمان ہی گوشت خور ہیں، ہندو یا دوسری قومیں نہیں؟ کیا اس کی اجازت صرف اسلام ہی میں ہے، ہندو مذہب میں اس کی اجازت نہیں؟ جب ہم اقوام عالم پر غائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو دنیا کی ایسی کوئی بھی قوم نظر نہیں آتی جو گوشت خور نہ ہو، کم وبیش دنیا کی سبھی قومیں گوشت کھاتی ہیں۔

اس سلسلے میں کسی بھی غور وفکر سے پہلے صرف اپنے شہر کی میٹ یا چکن شاپ پہ موجود لوگوں کا جائزہ لیں تو وہاں ہندوؤں کی اچھی خاصی بھیڑ ان اعتراضات کی قلعی کھولتی ہوئی نظر آئے گی کہ جب ہندوؤں کی غالب اکثریت نہ صرف گوشت خوری کی عادی ہے بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد دیدہ ودانستہ جانوروں کی خرید وفروخت میں بھی ملوث ہے حتی کہ جب ان کے گائے بیل قابل انتفاع نہیں رہ جاتے تو یہ خود انہیں قصابوں کے حوالے کرنے میں بھی کوئی ہتک نہیں محسوس کرتے، ایسے میں گوشت خوری کے ذریعہ جانوروں پر ظلم وزیادتی کا الزام صرف مسلمانوں ہی کے سر کیوں؟ ایک ہی عمل اگر آپ کریں تو حق وصواب اور اگر مسلمان کریں تو ظلم اور عذاب؟ حق وباطل کا یہ دوہرا معیار کیوں؟ مسلمانوں سے ایسا تعصب کس لئے؟ آخر یہ کیسا انصاف ہے؟۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ جب انسان تعصب وتنگ نظری کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ خود کیا کر رہا ہے یہ سوچے سمجھے بغیر دوسروں کے عمل پر اعتراضات کرنا اپنا شیوہ بنا لیتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ خود شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کے محل پر پتھر پھینکنا شروع کر دیتا ہے اور اس حقیقت کو یکسر فراموش کر بیٹھتا ہے کہ خود اس کا گھر شیشے کا ہے جو صرف ایک معمولی پتھر کے ضرب سے چکنا چور ہو سکتا ہے، اب آپ ہندوؤں کے اس ذہنی دیوالیہ پن کو کیا کہئے گا کہ خود ان کی مذہبی کتابوں میں گوشت خوری کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ کھانے والے پر کسی طرح کا گناہ عائد نہ ہونے کی صراحت بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو "منواسمرتی" باب ۵:

> " جو لوگ ایسے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جن کا گوشت کھانے کے لائق ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں خواہ وہ روزانہ ایسا کرتے ہوں کیوں کہ خود ایشور نے کچھ کو کھانے اور کچھ کو کھائے جانے کے لئے پیدا کیا ہے۔"

برا ہو تعصب وتنگ نظری کا جس نے اچھے بھلے انسانوں کو ایسے ذہنی فتور میں مبتلا کر دیا ہے کہ انہیں اپنے مذہبی قاعدے، قانون کی بھی دھجیاں اڑانے میں کوئی شرم وحیا نہیں محسوس ہوئی، بھلا ایسے لوگ کسی دوسرے مذہب کے احکامات وعبادات کا کیا احترام کر سکتے ہیں جنھیں خود اپنے مذہبی احکامات کی کوئی پرواہ نہیں۔

ایک موقع پر پتامہ بھیشم نے مرنے والوں کی ''آتما کی شانتی'' کے لئے دھرم راج یدھشٹھر کو شرادھ میں ۱۲؍ سے زیادہ قسم کے جانوروں کا گوشت کھلانے کا مشورہ دیا اور ہر ایک جانور کے گوشت کی الگ الگ فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا:

"اے یدھشٹھر میری بات سنو وہ کون سی چیزیں ہیں جو شرادھ کے دوران پیش کرنا مناسب ہے اور وہ کون سے پھل ہیں جو ہر ایک سے جڑے ہیں؟ شرادھ کے وقت سیسم، بیج، چاول، باجرہ، پانی جڑ، اور پھل پیش کئے جائیں تو آبا و اجداد کو ایک ماہ تک سکون ملتا ہے، اگر مچھلی شرادھ میں پیش کی جائے تو وہ اس سے دو ماہ تک سکون میں رہتے ہیں ''بھیڑ'' کا گوشت پیش کیا جائے تو تین ماہ تک ''خرگوش'' کے گوشت سے چار ماہ تک ''بکری'' کے گوشت سے پانچ ماہ تک ''سور'' کے گوشت سے چھ ماہ تک ''پرندوں'' کے گوشت سے سات ماہ تک ''پرشٹا ہرن'' کے گوشت سے آٹھ ماہ تک ''رُورُو ہرن'' کے گوشت سے نو ماہ تک ''گوایا'' کے گوشت سے دس ماہ تک ''بھینس'' کے گوشت سے گیارہ ماہ تک اور ''گائے'' کے گوشت سے پورے ایک سال تک انہیں سکون ملتا ہے، اگر گھی کے ساتھ ملا ہوا ''پایس'' پیش کیا جائے تو یہ گائے کے گوشت کی طرح اجداد کی روحوں کو سکون دیتا ہے ''ودھری ناسا'' کے گوشت سے بارہ سال تک اور ''گینڈے'' کا گوشت قمری تاریخ کے مطابق ان کی برسی میں پیش کیا جائے تو وہ انہیں ہمیشہ راحت و سکون میں رکھتا ہے ''کلاسکا'' جڑی بوٹی ''کنچنہ پھل'' کی پتیاں اور ''سرخ بکری'' کا گوشت پیش کیا جائے تو اس سے بھی انہیں دائمی سکون ملتا ہے۔"

[مہابھارت، انوشاسن پرو، باب ۹۹]

مذکورہ اقتباس نے گوشت خوری کے سلسلے میں ہندوؤں کے سارے اعتراضات کی دھجیاں بکھیر دیں جس سے ان کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آکر ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور'' کی کہانی بیان کر رہا ہے کہ ہندو مذہب میں نہ صرف گوشت خوری کی اجازت ہے بلکہ شرادھ میں گوشت کھلانے سے مردوں کو راحت و سکون ملنے کا تصور بھی موجود ہے، اس کے باوجود بھی اگر مسلمانوں کے سر جانوروں پر ظلم و ستم اور بہیمیت و بربریت کا الزام رکھا جاتا ہے تو اسے ''دیوانے کے بڑ'' کے سوا، اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ گائے سے متعلق ہندوؤں کی ''آستھا'' کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھ گیا کہ اپنے مردوں کی آتما کی شانتی اور ان کے سکون و راحت کے لئے گئوکشی کی جا سکتی ہے، اس کے گوشت کی بوٹی بوٹی کر کھایا اور کھلایا جا سکتا ہے، اس کے چمڑے کی جوتی بنا کر پہنی جا سکتی ہے، یہ نہ تو ''گئو ہتیا'' ہے نہ اس میں اس کی توہین ہے لیکن اگر زندہ لوگوں کی اچھی خوراک اور اللہ کی دی ہوئی نعمت سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے جائز طور پر یہ عمل اگر مسلمان کریں تو اسے ''گئو ہتیا'' اور ''مذہبی آستھا'' کو ٹھیس پہنچانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر گائے سے ان کی کوئی ''مذہبی آستھا'' جڑی ہوتی تو ان کا ''دھرم یودھا''، کسی ''دھرم راج'' کو شرادھ میں گئوکشی اور اس کا گوشت کھلا کر مردوں کی ''آتما کو شانتی'' پردان کرنے کا مشورہ ہرگز نہ دیتا؟ آخر وہ کیسا بیٹا ہوگا جو خود تو ماں کا گوشت کھائے اس کے چمڑے کی جوتی بنا کر پہنے اور اگر دوسرے ایسا کریں تو ان سے یہ کہے کہ یہ ''میری گئو ماتا'' ہے خبردار جو اس کی ''ہتیا'' کی، ہم اس کا ''اپمان'' ہرگز برداشت نہیں کریں گے! کتنی مضحکہ خیز بات ہے یہ، ایسی آستھا پہ ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

"اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول! ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں، کیا وہ جانور نہیں؟ کیا ان کی جان، جان نہیں؟ کیا ان کی ایذا احرام نہیں؟ کیا ان کا قتل ''ہتیا'' نہیں؟ اور خود کتب ہنود سے جو رام و لچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اس ''ہتیا'' کا کیا علاج؟

دوسری وجہ یہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً ''گئوماتا'' کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادتمندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے، اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں، جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول پر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تیا نچے کھائے۔ ثانیاً بفرض غلط اگر تعظیم ہے بھی صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہرگز تعظیم نہیں کرتے بلکہ اس پر سخت تشدد کرتے ہیں، ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ جابجا ان کے جسم زخمی ہو جاتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے بار برداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مر گئے، تو معلوم ہوا کہ بیل ان کے یہاں معظم نہیں، اگر یہ ممانعت بر بنائے تعظیم ہے تو چاہئے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں ورنہ ان کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/ ۴۴۷]

حالیہ دنوں میں ایسے بہت سارے واقعات سامنے آئے ہیں جن میں پولیس نے گئوتسکری کرتے ہوئے کئی ہندوؤں کو پکڑا، اور نہ معلوم کتنے گئوشالاؤں میں گائیوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر مار دیا گیا، ملک میں بڑے بڑے سلاٹر ہاؤس کے مالکان بھی ہندو ہی ہیں، شہروں میں روزانہ سیکڑوں آوارہ گائیں پلاسٹک کھا کر تڑپ تڑپ کر مر رہی ہیں لیکن ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔

اسلام میں جانوروں کے حقوق

مذکورہ سطور نے یہ بات واضح کردی کہ یہ سارے اعتراضات محض اسلام دشمنی کی پیداوار اور عالمی سطح پر اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہونے کا شاخشانہ ہے ورنہ سچی بات تو یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی سبھی نوع بنوع مخلوقات کو انسانوں کی آرام وآشائش اور ضرورت کے مطابق استعمال کے لئے پیدا کیا ہے اور ہر مخلوق کے بنیادی حقوق متعین کرکے انسانوں کو ان کی رعایت کا پابند کیا ہے، نیز ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو حقوق العبد کے تحت گنہگار قرار دیا ہے۔

چنانچہ اسلام نے دیگر مخلوق کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی متعدد حقوق متعین کئے ہیں مثلاً انہیں پالنے کے حقوق، ان سے کام لینے کے حقوق اور بوقت ضرورت انہیں مختلف شکلوں میں استعمال کے حقوق بھی واضح فرما دیئے ہیں نیز ان کی بھوک، پیاس کا خیال رکھنے، انہیں سائے میں باندھنے، ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادنے اور دیگر سبھی معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی واضح لفظوں میں تاکید کی ہے حتی کہ ان کی گردن میں ڈالی جانے والی رسّی کیسی ہو، کتنی لمبی ہو اس کی بھی تفصیل بیان کردی ہے، چنانچہ خالق کائنات نے پالتو جانوروں کے لئے چارے، پانی کا انتظام انسانوں کے سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لئے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی اتارا، تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے، تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو۔" [طٰہٰ، ۱۶/ ۵۳–۵۴]

چونکہ پالتو جانور اپنی مرضی کے مطابق کھانے پینے، رہنے، سہنے سے قاصر ہوتے ہیں اس لئے اسلام نے انہیں مناسب وقت پر معقول چارہ دینے اور دیگر معاملات میں ان کے ساتھ شفقت ومروت کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال فدخل حائطا لرجل من الأنصار فاذا جمل فلما رأى النبي صلى الله عليه وسلم حنّ و ذرفت

عیناہ فأتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمسح ذفراہ فسکت فقال من رب ھذا الجمل؟ لمن ھذا الجمل؟ فجاء فتی من الأنصار فقال لی، یارسول اللہ، أفلا تتقی اللہ فی ھٰذہ البھیمۃ التی ملک اللہ ایاھا فانہ شکانی انک تجیعہ و تدئبہ۔ یعنی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، جہاں ایک اونٹ نے آپ کو دیکھا تو رونے لگا، حضور نے اس کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرا تو وہ چپ ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو ایک انصاری نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا میں اس کا مالک ہوں یارسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا: تم اس چوپائے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے جو اللہ کی ملک ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس سے مسلسل کام لیتے ہو۔" [ابوداؤد شریف، ۱/۳۴۵]

نیز حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعیر قد لحق ظھرہ ببطنہ قال اتقوا اللہ فی ھٰذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ و کلوھا صالحۃ۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی آپ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو! ان پر سوار ہو جب یہ سواری کے لائق ہوں اور انہیں چھوڑ دو لائق سواری کی حالت میں۔" [ابوداؤد شریف، ۱/۳۴۵]

اسلام نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر جنت کی خوشخبری دی ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی پر سخت لعنت کی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ علیہ وسلم قال بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیہ العطش فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یلھث یأکل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ ھٰذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملأ خفہ ماء ثم أمسکہ بفیہ حتی رقی فسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ، قالوا یارسول: وان لنا فی ھذہ البھائم لأجرا فقال فی کل کبد رطبۃ أجر۔ یعنی محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص کہیں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی تلاش کرنے پر ایک کنواں ملا وہ اس میں اتر گیا جب وہ پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت سے مٹی چاٹ رہا ہے، اس نے سوچا کہ یہ کتا بھی مارے پیاس کے اسی طرح بیتاب ہے جس طرح میں بیتاب ہو رہا تھا، پھر وہ دوبارہ کنویں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھر کر منھ سے تھامے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کی اس نیکی کو پسند فرمایا اور اسے بخش دیا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جانوروں پر بھی رحم کرنے سے ثواب ملتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہر جگر دار چارہ کھانے والے کے ساتھ رحم پر ثواب ملتا ہے۔" [مسلم شریف، ۲/۲۳۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال دخلت امرأۃ النار فی ھرۃ ربطھا فلم تدعھا تاکل من خشاش الارض۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت محض اس لئے جہنم کا ایندھن بن گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا نہ اسے کچھ کھانے کو دیا اور نہ ہی اسے آزاد کیا کہ وہ زمین سے کچھ چیزیں کھا لیتی۔" [بخاری شریف، ۱/۴۶۷]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الضرب فی الوجہ وعن الوسم فی الوجہ رواہ مسلم۔ یعنی

اداریہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانوروں کے چہرے پہ مارنے اور داغنے سے منع فرمایا۔" [مشکوۃ شریف، ۳۵۸]

نیز انھیں سے مروی ہے :

" ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ علیہ حمار وقد وسم فی وجھہ قال لعن اللہ الذی وسمہ رواہ مسلم۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کا چہرہ بطور نشانی داغا ہوا تھا آپ نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا۔" [مشکوۃ شریف، ۳۵۸]

حتی کہ اسلام کو جانوروں پر بحالت سواری کھڑے ہو کر لوگوں کا آپس میں باتیں کرنا بھی گوارا نہیں، چنانچہ ایک مرتبہ چند لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک جگہ کھڑے باتیں کر رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار کیا اور ارشاد فرمایا:

" لا تتخذوا ظھور دوابکم کراسی۔ یعنی اپنے حیوانات کی پشتوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔" [احمد وحاکم]

افسوس کہ جس اسلام نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک، رحم دلی اور شفقت وبھلائی کی ایسی بے نظیر تعلیم دی ہو اور ان کے جملہ بنیادی حقوق کی وکالت وحفاظت کی ہو اسی پر جانوروں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور تشدد وبربریت جیسے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں جبکہ اسلام نے بوقت ضرورت بطور غذا استعمال کے لئے بھی ذبح کرنے کا ایسا نادر طریقہ متعین کیا ہے جس سے جانوروں کو کم سے کم تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چنانچہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

" ان اللہ تبارک وتعالیٰ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ رواہ مسلم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کا حکم فرمایا ہے لہٰذا جب تم قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسان کے ساتھ ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔" [مشکوۃ شریف، ۳۵۷]

جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ

اسلام نے بوقت ضرورت صرف مخصوص جانوروں کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے لئے مسلمانوں کو آزاد نہیں چھوڑا کہ ان کے درد وتکلیف کا خیال کئے بغیر جیسے چاہیں کاٹیں اور استعمال کریں بلکہ انھیں ایسے طریقہ کا پابند کیا ہے جس میں جانوروں کو کم سے کم تکلیف کا احساس ہوتا ہے، چنانچہ جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ:

﴿۱﴾ سب سے پہلے چھری تیز کرلی جائے۔ ﴿۲﴾ ذبح کے وقت جانور کا منھ قبلہ کی طرف کر کے لٹایا جائے۔ ﴿۳﴾ پھر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر حلق اور لبّہ کے مابین چھری چلائی جائے۔ ﴿۴﴾ ذبح میں ان چار رگوں کو ضرور کاٹا جائے، پہلی ''حلقوم'' جس سے سانس آتی جاتی ہے، دوسری ''مری'' جس سے کھانا پینا نیچے اترتا ہے، تیسری اور چوتھی ''ودجین'' رگیں جو ان دونوں کے اغل بغل واقع ہیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے، مگر گردن الگ نہ ہونے پائے۔ ﴿۵﴾ ذبح کے وقت ہر اس فعل سے اجتناب کیا جائے جس سے جانور کو تکلیف ہو۔ مثلاً ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا اس کے اعضا کاٹنا، جانور کے سامنے یا اسے مذبح میں لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا، کند چھری سے ذبح کرنا، جانور کو گھسیٹتے ہوئے مذبح میں لے جانا وغیرہ۔

ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ میڈیکل سائنس کے لحاظ سے بھی حفظان صحت کے لئے بہتر ہے کیوں کہ اس طریقے میں گردن کا وہ حصہ جس کا تعلق ریڑھ کی ہڈی سے ہوتا ہے نہیں کاٹا جاتا یعنی گردن الگ نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے جسم کا سارا خون اور اس میں موجود بیکٹیریا جیسے زہریلے جراثیم باہر نکل جاتے ہیں جو مختلف بیماریوں کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں، اس طرح گوشت بیماریوں سے محفوظ اور زیادہ دیر تک تروتازہ رہتا ہے، اگر ریڑھ کی ہڈی والا حصہ ذبح کے ساتھ ہی کاٹ دیا جائے تو سارا خون نکلنے سے پہلے ہی جانور مر جائے گا اور

خون اس کے جسم ہی میں جم کر رہ جائے گا جس سے گوشت کے نقصان دہ ہونے کا امکان قوی ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ مسلمان حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر سبھی جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے کیوں کہ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے اس کے اثرات اس کی عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں چونکہ جانوروں میں بعض وہ ہیں جو درندہ صفت اور غلاظت پسند ہیں مثلاً شیر، چیتا، کتّا، بلی، بھیڑیا، سوّر وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو شرافت اور نظافت پسند ہیں مثلاً گائے بھینس، بھیڑ بکری، مرغی وغیرہ، اگر انسان درندہ صفت جانوروں کا گوشت کھانے لگے تو ظاہر سی بات ہے کہ اس کے اندر بھی یہ بری خصلتیں اثر انداز ہوں گی اور اگر انسان شرافت پسند جانوروں کا گوشت کھائے گا تو اس کے اندر بھی شرافت ونظافت پیدا ہوگی، چنانچہ علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

"الدليل عليه أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن أكل كل ذى ناب من السباع و كل ذى مخلب من الطير، رواه مسلم وأبو داؤد و جماعة: السر فيه ان طبيعة هٰذه الأشياء مذمومة شرعاً فيخشى ان يتولد من لحمها شئى من طباعهم فيحرم اكراماً لبنى آدم كما أنه يحل ما أحل اكراماً له۔ یعنی اس پر دلیل یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دانتوں سے شکار کرنے والے ہر درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے ہر پرندے کا کھانا منع فرمایا، اسے روایت کیا مسلم اور ابو داؤد نے، نیز ایک جماعت محدثین نے یہ حدیث روایت کی: اس میں راز یہ ہے کہ ان جانوروں کی خصلت شرعاً بری ہے، تو اندیشہ ہے کہ ان کا گوشت کھانے سے ان جیسی خصلت آدمی میں بھی پیدا ہو جائے، لہٰذا انسان کی عزت کے لئے ان کا کھانا حرام ہوا، جس طرح اس کی عزت ہی کے لئے حلال جانور حلال کئے گئے۔"

امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"من ذلک اتفاق الأئمة الثلٰثة على تحريم كل ذى ناب من السباع و مخلب من الطير يعدو به على غيره (الى أن قال) لأن فيه قسوة من حيث انه يقسر غيره ويقهره من غير رحمة بذلک الحيوان المقسور فيسرى نظير تلک القسوة فى قلب الاٰكل له، واذا قسى قلب العبد صار لا يحن قلبه الى موعظة و صار كالحمار۔ یعنی انھیں مسائل سے ہے امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے والا درندہ اور ہر پنجے والا پرندہ جو دوسرے پر اس کیلے اور پنجے سے حملہ کرتا ہے، حرام ہے، اس لئے کہ اس میں سنگ دلی ہے کہ وہ بے دردی سے مجبور و مغلوب کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگ دلی اس کے کھانے والے میں سرایت کرے گی اور جب آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے تو کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا اور وہ آدمی سے گدھا ہو جاتا ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/۳٦٦]

لہٰذا جس اسلام نے انسان کے سر "اشرف المخلوقات" کا تاج شرافت رکھا وہ کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ اس میں خصائل بہیمہ اور صفات رذیلہ پیدا ہوں، چنانچہ ان سبھی جانوروں کا گوشت انسانوں کے لئے حرام فرما دیا گیا جو مذکورہ خصائل وصفات کے حامل ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ یعنی وہ رسول انھیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع فرماتا ہے اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرماتا ہے اور گندی چیزیں ان پر حرام فرماتا ہے۔" [الانعام، ۹/۱۵۷]

نیز اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

"اُحِلَّت لَکُم بَھِیمَۃُ الاَنعَامِ اِلَّا مَایُتلٰی عَلَیکُم۔ تمہارے لئے حلال ہوئے بے زباں مویشی مگر وہ جو تمہیں آگے

بتائے جائیں گے۔" [المائدۃ،۵/۱]

یعنی ہم نے تمہارے لئے حلال کئے چوپائے جانورسوائے ان کے جن کی تفصیل تمہیں عنقریب آگے کی آیت ''حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ'' میں بتائی جائے گی، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَ الْمُنْخَنِقَۃُ وَالْمَوْقُوْذَۃُ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیْحَۃُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ۔ یعنی تم پر حرام ہے مرداراور خون اورسور کا گوشت اوروہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیااوروہ جوگلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا،اور جوگر کر مرا،اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا،اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنھیں تم ذبح کرلو۔" [المائدۃ،۶/۳]

ان کے علاوہ باقی سبھی جانوروں کے حلال وحرام ہونے کا حکم نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صادر فرمایا۔

دوسری آیت کریمہ میں ''اُحِلَّتْ'' صیغۂ ماضی ارشاد فرمانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ آیت اگرچہ ہجرت کے پانچ سال بعد نازل ہوئی لیکن ہمارے محبوب نے حلال وحرام جانوروں کی تفصیل پہلے ہی بتادی تھی جس پر عمل کرتے ہوئے مسلمان ہجرت سے قبل بھی انھیں حلال جانوروں کا گوشت کھاتے اورحرام جانوروں کے گوشت سے اجتناب کرتے تھے گویا یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی تائید ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یوم خیبر الحمر الانسیۃ ولحوم البغال وکل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں، خچروں، دانتوں سے شکار کرنے والے درندوں اور پنجہ سے شکار کرنے والے پرندوں کے گوشت کو خیبر کے دن حرام فرمادیا۔" [ترمذی شریف،۲۷۳]

اسلام میں صرف انہیں جانوروں کا گوشت حلال ہے جو سبزی خور، امن پسند اور سیدھی سادی طبیعت کے حامل ہیں جیسے گائے بھینس، بھیڑ بکری، مرغی وغیرہ کہ یہ عام طور پر پرامن نفسیات رکھتے ہیں، چنانچہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قال اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحم حباری۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔" [مشکوۃ شریف،۳۶۱]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل الدجاج۔ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔" [بخاری شریف،۲/۸۲۹]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"أنہ رأی حمارا وحشیا فعقرہ فقال النبی ﷺ ھل معکم من لحمہ شئی قال معنا رجلہ فأخذھا فأکلھا متفق علیہ۔ یعنی انھوں نے نیل گائے دیکھا تو اس کا شکار کیا۔حضور نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کچھ حصہ موجود ہے؟ عرض کیا: اس کی ران ہے، حضور نے اسے لیا اور تناول فرمایا۔" [مشکوۃ شریف،۳۵۹]

حلال وحرام جانوروں کی تفصیل

جانوروں کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم دریائی جانوروں کی اور دوسری قسم خشکی والے جانوروں کی، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

﴿۱﴾ دریائی جانور سبھی حرام ہیں سوائے مچھلی کے۔

﴿۲﴾ خشکی والے جانوروں کی تین قسمیں ہیں: قسم اوّل ان جانوروں کی، جن کے اندر خون نہیں ہوتا۔ قسم دوم ان جانوروں کی، جن کے

اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا۔قسم سوم ان جانوروں کی، جن کے اندر بہنے والا خون ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ وہ جانور جن کے اندر خون نہیں ہوتا جیسے بھڑ، مکھی، مکڑی، گبریلا، بچھو وغیرہ حرام ہیں سوائے ٹڈی کے۔

﴿۴﴾ وہ جانور جن کے اندر بہنے والا خون نہیں ہوتا جیسے سانپ، مینڈک، گرگٹ، چھپکلی، گوہ، چوہا، چھچھوندر، سیہی، نیولا وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۵﴾ وہ جانور جن کے اندر بہنے والا خون ہوتا ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں: قسم اوّل پالتو جانوروں کی، قسم دوم جنگلی جانوروں کی۔

﴿۶﴾ پالتو مویشی جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ حلال ہیں سوائے گدھا اور خچر کے۔

﴿۷﴾ جنگلی مویشی جیسے ہرن، نیل گائے، جنگلی گدھا، جنگلی اونٹ وغیرہ حلال ہیں۔

﴿۸﴾ وہ پالتو جانور جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے کتّا، بلی، تیندوا وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۹﴾ وہ جنگلی درندے جو دانتوں سے شکار کرتے ہیں جیسے شیر، گیدڑ، بھیڑیا، بجو، چیتا، لومڑی، بندر، ریچھ، سنجاب وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۱۰﴾ وہ جنگلی پرندے جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے چیل، کوے، گدھ، الّو، باز، شاہین، عقاب، وغیرہ حرام ہیں۔

﴿۱۱﴾ وہ پالتو پرندے جو دانہ چگتے ہیں جیسے مرغی، بطخ وغیرہ حلال ہیں۔

﴿۱۲﴾ وہ جنگلی پرندے جو دانہ چگتے ہیں جیسے کبوتر، فاختہ، گوریا، چکور، سارس، بگلا، قمری، سودانی وغیرہ حلال ہیں۔ [عالمگیری، ۵/۲۸۹]

گوشت خوری انسانی فطرت کا تقاضہ ہے چنانچہ اگر آپ سبزی خور جانوروں کے دانت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان کے دانت چپٹے ہیں جو سبزی خوری کے لئے موزوں ہیں اس کے برعکس اگر آپ گوشت خور جانوروں کے دانت دیکھیں تو نظر آئے گا کہ ان کے دانت نوک دار ہیں جو گوشت خوری کے لئے موزوں ہیں لیکن اگر انسانوں کے دانتوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوگا کہ ان کے دانت نوکیلے اور چپٹے دونوں ہی طرح کے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انسان سبزی خوری اور گوشت خوری دونوں کا مصداق ہے۔ اگر خالق کائنات انسان کو صرف سبزی خور پیدا کیا ہوتا تو اسے نوکیلے دانت کیوں دیتا؟ یہ دونوں ہی قسم کے دانت اس بات کے بین ثبوت ہیں کہ خالق نے انسان کو گوشت اور سبزی دونوں کھانے کا اختیار دیا ہے۔

بعض سبزی خور لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی بھی ذی روح کے قتل کے خلاف ہیں کیوں کہ ہر جاندار کو جینے اور دنیا میں رہنے کا حق ہے اگر انسان اپنی وقتی لذت کوشی کے لئے انہیں قتل کرتا ہے تو یہ ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوگی جو کسی بھی مذہب میں جائز نہیں، چونکہ نباتات میں جان نہیں ہوتی اور نہ وہ توڑنے یا کاٹنے پر درد محسوس کرتے ہیں، اسی لئے ہم سبزی خوری پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

جبکہ اسلام نے اس حقیقت کو ہزاروں سال پہلے اور سائنسی تحقیقات نے آج یہ بات عالمی پیمانے پر ثابت کردی ہے کہ پیڑ پودوں میں بھی جان ہوتی ہے اور وہ بھی درد محسوس کرتے ہیں، کاٹنے یا توڑنے پر چیختے چلّاتے اور کراہتے بھی ہیں، البتہ انسانی سماعت ان کی چیخ و پکار سننے کی صلاحیت نہیں رکھتی! لہٰذا خالص سبزی خوری کا دعویٰ کرنے والے افراد بھی قتل ذی روح کے جرم سے خود کا دامن نہیں بچا پائیں گے۔

ان لوگوں کو چاہیئے کہ میز، کرسی، الماری، دروازے وغیرہ لکڑی کا کوئی بھی سامان استعمال نہ کریں کیوں کہ اس کے لئے پیڑ کو کئی قسطوں میں مختلف تکالیف سے گزرنا پڑتا ہے، مثلاً پیڑ کاٹنے میں تکلیف، اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں تکلیف، اسے چیرنے میں تکلیف پھر بڑھئی کے ذریعہ کیل ٹھوکنے میں تکلیف، ایک بے زبان پیڑ کو اس قدر تکلیفیں دے کر اپنے لئے آرام و آشائش کی چیزیں بنانا کیا اس پر ظلم و زیادتی نہیں؟ کیا ایسے لوگ میز، کرسی یا دیگر لکڑی کی چیزیں استعمال کرنا چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں چھوڑ سکتے اور یقیناً نہیں چھوڑ سکتے، تو ظاہر ہے مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کا الزام رکھ کر ان سے ایسا مطالبہ کرنا صریح ظلم ہے یا بدترین جہالت۔

حیاتیاتی اعتبار سے بھی گوشت مقوی اور پروٹین سے بھرپور غذا ہے نیز اس میں جسم کے لئے ضروری کچھ ایسے اجزا پائے جاتے

ہیں جو جسم کے اندر نہیں بنتے اس لئے ان اجزا کا حصول گوشت جیسی مقوی غذاؤں سے کیا جاتا ہے، امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا، انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان اور بے شک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں، اس کے غیر سے حاصل نہیں اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے یہ جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند روز متواتر کھانے سے طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے، بخلاف نان گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفّر نہیں ہوتا۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/۴۴۶]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ۔ یعنی کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا کئے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کا مسخر کر دیا، تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کے لئے ان میں منافع ہیں اور پینے کی چیزیں، تو کیا شکر نہ کریں گے۔" [یٰسٓ، ۲۳/۷۱–۷۳]

مذکورہ دلائل و براہین سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ گوشت قدرت کی طرف سے ایک بہترین نعمت ہے جو انسانوں کو عطا کی گئی ہے اور دنیا کی ساری قومیں اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند ہو رہی ہیں، اس میں کسی بھی طرح کا کوئی گناہ نہیں بلکہ اس سے منھ پھیرنا اور اسے حرام جاننا ''کفران نعمت'' ہے جو غضب الٰہی کا موجب ہے، نیز مذکورہ شواہد کی روشنی میں کسی بھی ذی عقل سے ہندوؤں کے اعتراضات کی ''لایعنیت اور لامعقولیت'' اب پوشیدہ نہیں رہ گئی ہے، رہی بات قربانی سے متعلق ہندوؤں کے اس اعتراض کی کہ:

"قربانی کے لئے حکم الٰہی محض ایک بہانہ ہے ورنہ یہاں بھی تسکین نفس کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔"

تو اس سلسلے میں صرف یہ بتا دینا کافی ہے کہ جب اسلام نے اپنے پیروکاروں کو عام حالتوں میں گوشت کھانے کی اجازت مرحمت فرما دی ہے اور وہ ایسا کرتے بھی ہیں تو انھیں مزید اس کے لئے کسی بہانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض محض دیوانے کا ''بڑ'' ہے اور کچھ نہیں، قربانی ایک عبد کی طرف سے اپنے معبود کی بارگاہ میں پیش کئے جانے والے ایک ایسے نذرانے کی یادگار ہے جس نے ''عبدیت'' کو ''معراج'' عطا کر کے انسان کو عرش و فرش کے لئے قابل رشک بنا دیا۔ کل تک جو فرشتے انسان کے لئے معبود کی محبت پر جس اولاد کی محبت کے غلبہ کے شاکی تھے، آج وہی فرشتے، اسی باپ کے ہاتھوں، اسی اولاد کی گردن پر چھری چلنے کا منظر دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں۔

تسلیم و رضا کا یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر فرشتے حیرت و استعجاب میں پلکیں جھپکانا بھول گئے ہیں، محویت کا یہ عالم ہے جیسے کسی نے یکا یک ان کی قوت گویائی سلب کر لی ہو، قدرے توقف کے بعد جب رب جلیل کی طرف ان کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو معنی خیز تبسم سے سامنا ہوتا ہے، ندامت کے بوجھ سے پھر نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ انسانی بندگی کا یہ انوکھا انداز دیکھ کر فرشتے تو بے ساختہ پکار اٹھے: الٰہی تو نے حق فرمایا تھا جو تو جانتا ہے، ہم نہیں جانتے، چونکہ یہاں کمال اطاعت و فرماں برداری اور غایت رضا برضائے الٰہی کا مظاہرہ اور امتحان مقصود تھا لہٰذا بحکم الٰہی چھری نے کچھ کام نہ کیا یہاں تک کہ حضرت اسماعیل کی جگہ ایک جانور لٹا دیا گیا، چھری نے اپنا کام کیا اور وہ جانور ذبح ہو گیا، اس وقت اللہ نے ندا فرمائی:

"وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ اورہم نے اسے ندا کی اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا،ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ سخت امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقے میں دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اسے باقی رکھا۔" [الصفات ، ۲۳/ ۱۰۴-۱۰۸]

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل ایک طرف کھڑے مسکرار ہے ہیں اور ان کی جگہ ایک دنبہ ذبح ہو گیا ہے، اللہ کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ انداز بندگی اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے اس کی ادائیگی واجب فرمادی ہے:

"فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ تو ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔" [آل عمران، ۴/ ۹۵]

نیز ارشاد ہوا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔" [الکوثر، ۳۰/ ۲]

یعنی ملت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو چنانچہ مسلمان انھیں کی یادگار منانے اور ان کی سنت کی یاد تازہ کرنے کے لئے قربانی کرتے ہیں نہ کہ محض گوشت خوری کے لئے!

قربانی کے اخلاقی فوائد

اس قربانی کے بے شمار اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی فائدے ہیں، مثلاً مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے سے انسانی طبیعت سے بخالت ختم ہو جاتی ہے، بخل انسان کو ظلم وحق تلفی، بزرگوں کی بے عزتی، مذہب سے بے خوفی جیسے غیر انسانی افعال واوصاف کی طرف مائل کرتا ہے، بلکہ بعض اوقات اسے ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے، بخیل کو نہ اپنے اوپر رحم آتا ہے نہ دوسروں پر، جب بخیل کے یہ قابل نفریں اوصاف دوسرے لوگ دیکھتے ہیں تو اسے ذلیل سمجھنے لگتے ہیں، معاشرے میں اس کا کوئی وقار نہیں ہوتا، دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

قربانی کے لئے عمدہ جانور خریدنے میں اچھے خاصے روپے خرچ ہوتے ہیں، مستحقین میں اس کا گوشت تقسیم کرنے سے قومی ہمدردی اور فقرا نوازی ہوتی ہے، جنھیں گوشت کا ہدیہ دیا جاتا ہے وہ اس کے لئے ہمدرد اور احسان مند ہو کر دل سے اس کی ترقی کی دعا کرتے ہیں جس سے آپس میں محبت ومروّت بڑھتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"تھادوا وتحافوا۔ یعنی آپس میں ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تا کہ تم میں محبت زیادہ ہو۔"

ظاہر ہے کہ اس آپسی محبت ومروّت سے قومی نظام مستحکم ہوتا ہے، جس قوم میں آپسی محبت ومروّت نہیں وہ عزت کی زندگی نہیں گزار سکتی نہ اس کا قومی نظام مکمل ہوسکتا ہے، اسی لئے اسلام نے قربانی کے ذریعہ انسان کو آپسی محبت ومروّت، ہمدردی وخیر خواہی اور قومی تنظیم کا مؤثر ترین سبق دیا ہے۔

قربانی کے اقتصادی فوائد

قربانی کے لئے عمدہ جانور خریدے جاتے ہیں، عمدہ جانوروں کی لوگ بخوشی اچھی قیمت بھی دیتے ہیں جس سے جانوروں کی تجارت کرنے والے افراد کو معقول فائدہ ہوتا ہے، کچھ لوگ جانوروں کی کھال، اون اور چمڑے کی تجارت سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، اس طرح قربانی کرنے والے کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر افراد بھی مالدار ہو جاتے ہیں۔

افراد کی خوشحالی جماعت کی خوشحالی کی ضامن ہے، مالدار قومیں ہمیشہ باعزت زندگی بسر کرتی ہیں، مال ہی کے ذریعہ ہر قسم کی دینی

اور دنیوی ترقی حاصل ہوتی ہے، جہاد، حج، مساجد، مدارس وغیرہ کی تعمیر، فقرا و مساکین کی خبر گیری مال ہی پر موقوف ہے، اس لئے اسلام نے قربانی کے ذریعہ اقتصادی نظام کو مستحکم بنانے کا مثالی درس دیا ہے۔

قربانی کے سیاسی فوائد

اسلام نے قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی کو افضل قرار دیا ہے، اگر اپنے ہاتھوں ذبح نہ کر سکے تو وہاں موجود رہے اور اپنے بچوں کو بھی پاس رکھے تا کہ ہر شخص کا دل قوی اور مضبوط ہو، خون دیکھ کر خوف نہ کھائے اور جس طرح اس جانور کو قربان کیا ہے اسی طرح اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہے، خود ذبح کرنے یا ذبح ہوتے دیکھنے سے شجاعت و بہادری، ہمت و مردانگی پیدا ہوتی ہے، بعض کمزور دل افراد پہلی بار ڈرتے ہیں پھر وہ عادی ہو جاتے ہیں اور ان کا دل مضبوط ہو جاتا ہے۔

قومی زندگی کے لئے بہادری و مردانگی کی سخت ضرورت ہوتی ہے تا کہ دشمنوں سے ہر طرح مقابلہ کیا جا سکے، بزدل قوم کو دنیا عزت کے ساتھ جینے کا حق نہیں دیتی، بزدلی کی زندگی سے بہادری کی موت بہتر ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ گوشت کی تجارت کرنے والی قومیں جنگ میں ہمیشہ سب سے آگے رہی ہیں، اس لئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو قربانی کے ذریعہ مجاہدانہ جذبہ اور سپاہیانہ زندگی کی تعلیم دی ہے۔

قربانی کے اخروی فوائد

﴿۱﴾ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ایک دفعہ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راشاد فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا: ہر بال کے مقابل نیکی ہے، عرض کی ان کا کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے۔" [ابن ماجہ]

﴿۲﴾ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی، اس کے لئے قربانی آتش جہنم سے حجاب ہو جائے گی۔" [طبرانی]

﴿۳﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ پیارا کوئی روپیہ نہیں۔" [طبرانی]

لیکن اس سلسلے میں ہندوؤں کو ہمارا مشورہ ہے کہ انھیں سب سے پہلے اپنے گریباں میں جھانک کر یہ ضرور اطمینان کر لینا چاہئے کہ پوری دنیا کے سامنے "کالی ماتا" اور دیگر دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بکروں اور بھینسوں کی بلی چڑھانے اور گوشت کے مزے اڑانے والے کہیں وہ خود تو نہیں کیوں کہ ان کے خلاف خود انھیں کے دھارمک شاشتر گواہی دے رہے ہیں:

چنانچہ ملاحظہ ہو، منوسمرتی باب: ۵

"قربانی کے لئے گوشت کھانا جائز اور صحیح ہے اسے دیوتاؤں کی رسم کے مطابق دیوتاؤں کا قانون سمجھا جاتا ہے۔"

نیز اسی میں ہے:

"ایشور نے خود قربانی کے لائق جانوروں کو قربانی کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے قربانی کے مقصد سے کیا گیا قتل، قتل نہیں ہے۔"

اداریہ

منشی محبوب عالم لکھتے ہیں:

" قربانی اسلام کے علاوہ بھی دنیا کے تمام مذاہب میں عبادت ہے، یہودیوں کے یہاں تو اس کثرت سے قربانی کی تفصیل اور اس کے احکام بیان کئے گئے ہیں کہ شاید ہی کوئی دوسری عبادت ایسی مشرح کتاب قدیم سے ثابت ہو سکے۔ سوختنی قربانیاں، گناہ کی قربانیاں، تقصیر کی قربانیاں، عہد قدیم کی مہتم بالشان قربانیاں، خصوصاً عید فصح سات دن کی متواتر قربانیاں بہت کچھ قابل لحاظ ہیں۔ کتاب الخروج، احبار، حزقی ایل نبی کی کتاب پڑھ جاؤ قربانی کا مفصل اور متواتر ذکر ملے گا، نتنی ایل، الیسور سلولی ایل، الیاسف، الیسامعا، جملے ایل، ابدان اخی عذر، فجع ایل کے مختلف طریقے کی قربانی سے قربانی کے قدیم تاریخی حالات پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ہمیشہ عام رہی ہے اور ہر قوم نے اس کو ذریعہ نجات سمجھا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ ساری قربانیاں گائے، بیل اور بچھڑوں کی تھیں اور عیسائیوں کے مذہب کی تو بنیاد ہی قربانی پر ہے اور ان کے یہاں تو قربانی ہی اصل ذریعہ نجات ہے اور ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں قربانی کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے۔

منو کے شاشتر باب ۵ ر میں قربانی کی بڑی تاکید کی گئی ہے، الفنسٹن صاحب کی تحریر کے مطابق، بیل کے گوشت کی سب سے زیادہ تاکید اور بیل کی قربانی میں سب سے زیادہ ثواب ہے، پھر وید میں بڑی تفصیل سے قربانی کے احکام ذکر کئے گئے ہیں، خصوصاً رگ وید و یجر وید کی وضع ہی اس لئے ہے کہ قربانی کے وقت پڑھی جائیں، براہمنہ میں قربانی کے طریقے اور جزئی احکام مفصل مذکور ہیں اور یہ وہ کتابیں جن پر ہندو مذہب کی بنیاد ہے۔

رویش چندر دت جیسا مصنف اور رجندر دلال متر جیسا محقق بھی وہی لکھ رہا ہے جو ہندوؤں کی قربانی کے مسئلے میں انگریز یا مسلمان مصنفوں نے سمجھا ہے، انڈو ایرن اٹھا کر دیکھو آنکھیں کھل جائیں گی کہ در حقیقت ہندو مذہب میں قربانی کا حکم کیا تھا اور اب بدل کر کیا ہو گیا ہے، رجندر دلال متر لکھتے ہیں کہ: بہت طرح کی قربانیاں جاری تھیں ان میں گوشت کی بہت ضرورت ہوتی تھی اور اسی واسطے ہر قسم کے جانور مقرر تھے اور علیحدہ علیحدہ حسب قاعدہ ذبح ہوتے تھے۔"

[اسلامی انسائیکلوپیڈیا: ۵۶۰]

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

" وید جس پر مذہب ہنود کی بنا ہے، خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے، اخبار پائنیر ص ۷ ر کالم ۴ ر مطبوعہ ۱۰ ر اپریل ۱۹۸۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ "ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی" اسی میں وید سے نقل کیا "اے اگنی یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ یہ سانڈ اور گہنیاں تجھے پسند آئیں۔"

[رگ وید، ۶:۱۶—۴۷]

" میں تہ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور گہنیاں اور منت کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔

[رگ وید، ۱۰:۹۱—۱۴]

اسی اخبار میں ہر ہمنہ پران اور سیتارتھ پرکاش اور ترہنا، جلد ۲ ر باب ۸ ر اور منو کی سمرتی، ۴۱: ۵ ر وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے، اسی طرح یہ مہا بھارت وغیرہ سے بھی ثابت، فیصلہ ہائی کورٹ مقدمہ قربانی نمبر ۶۸۷ ر میں تاریخ ہنود زمانۂ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں "گئوعیدہ" یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی، تو ثابت ہوا کہ ہنود

اپنے ویدا اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں کے خلاف مذہب کے بہانے صرف مسلمانوں کا دل دکھانے کے لئے ان کے مذہبی امور میں دخل اندازی کرنا چاہتے ہیں جس کا انھیں عقلاً، عرفاً، قانوناً کسی طرح اختیار نہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ۸/۴۵۲]

مذکورہ شواہد نے قربانی پر ہندوؤں کے جملہ اعتراضات کی "پول" کھول کر دنیا کے سامنے ان کی یہ اصلیت رکھ دی ہے کہ گئوکشی اور قربانی کے سلسلے میں ان کے سارے ہذیانات محض اسلام سے بغض وحسد کی پیداوار ہیں، سچائی سے ان کا دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، اب اس ناقابل تردید حقیقت کے منظر عام پر آجانے کے بعد ہندوؤں کے لئے ذلت ورسوائی اور شرم وحیا سے پانی پانی ہوجانے کا مقام ہے۔ ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

بے شرمی کی حد ہوگئی کہ یہ سارے کام اگر وہ اپنے گھر میں کریں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر وہی مسلمان کریں تو اس کے لئے آسمان سر پہ اٹھا کر خوب "واویلا" کرتے ہیں، آخر وہ کس منہ سے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں؟ پہلے اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے؟

◆◆◆

ص ۲۱ / کا بقیہ ....

خیر خلقہ ونورِ عرشہ، سیّدنا ونبیّنا وحبیبنا وقرّۃ أعیُننا محمّدٍ، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین وبارَک وسلم، والحمد للہ ربّ العالمین۔

حوالہ جات: (۱) انظر: التعریفات، باب الألف، ر160:ـ الأُضحِیۃ، ص31 ملخّصاً۔ (۲) بہارِ شریعت قربانی کا بیان، حصّہ پانزدہم 15، 3/327۔ (۳) پ30، الکوثر 2: (۴) پ23، الصافّات 107: (۵) پ17، الحج 37۔ (۶) دیکھیے: "تفسیر خزائن العرفان" پ 17، الحج، زیرِ آیت 37:، 625۔ (۷) "سنن الترمذی" باب ما جاء فی فضل الأُضحِیۃ، ر1493:، ص363۔ (۸) "سنن أبی داود" کتاب المناسک [باب] ر1765 :، ص259۔ (۹) "المعجم الکبیر" باب الحاء، ر2736:، 3/84۔ (۱۰) "المعجم الکبیر" طاوس عن ابن عبّاس، ر10894:، 11/15۔ (۱۱) صدقۂ فطر یا قربانی واجب ہونے کے لیے، مسلمان آزاد مرد وعورت کا عید الفطر یا قربانی کے ایّام میں، ساڑھے سات تولے سونا، یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی، یا چاندی کی مالیت کے برابر رقم (حالیہ حساب سے تقریباً 80,900 روپے پاکستانی) کا مالک ہونا ضروری ہے، جس کے پاس ان ایّام میں (ضروریاتِ زندگی سے) زائد اتنی رقم ہو اس پر قربانی واجب ہے، اس میں سال گزرنا شرط نہیں۔ (۱۲) بہارِ شریعت قربانی کا بیان، حصّہ پانزدہم 15، 3/332۔ (۱۳) موطّأ الإمام مالک کتاب الضحایا، ر: 1052، ص276۔ (۱۴) المرجع نفسہ، تحت ر1052:۔ (۱۵) "مرآۃ المناجیح" قربانی کا باب، تیسری فصل، زیرِ حدیث 1473:، 2/376۔ (۱۶) "سنن النّسائی" کتاب الضحایا، ر4377:، الجزء 7، ص228۔ (۱۷) بہارِ شریعت، قربانی کا بیان، حصّہ پانزدہم 15، 3/333—339، ملتقطاً۔ (۱۸) "المعجم الکبیر" باب السین، ر6150:، 6/256۔

◆◆◆

ص ۲۴ / کا بقیہ ....

وسلم مدینہ طیبہ میں دس سال قربانی کرتے رہے۔"

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ارشاد فرمایا:

"ان اوّل ما نبدأ بہ في یومنا ھذا ان نصلی ثم ترجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا۔ (مشکوۃ:13) ہم

اپنے آج کے دن کی ابتدا یوں کریں گے کہ نماز پڑھیں گے پھر واپس آکر قربانی کریں گے، پس جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذبح و ینحر بالمصلی۔ (مشکوۃ: ۱۲۷—۱۲۶) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں (جانوروں کو) ذبح اور نحر کرتے تھے۔"

عیدگاہ میں قربانی کرنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی تھی کہ عید کے موقع پر آنے والے عظیم اسلامی اجتماع کو اس مبارک عمل کا علم ہو اور وہ اس کا طریقہ بھی جان لیں، سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرنین ذبحھما بیدہ وسمی و کبر۔ (بخاری شریف) رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا۔"

مندرجہ بالا حقائق سے قربانی کی حقیقت خوب نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ قربانی سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے، قربانی کے ان مقاصد ومطالب کے پیش نظر کوئی مسلمان بھی قربانی کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں کرسکتا۔

◆◆◆

(از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

فلسفۂ قربانی اور ہمارا معاشرہ

اسلامیات

ایامِ نحر (قربانی کے دنوں) میں قُربِ الٰہی کے حصول کی نیت سے، جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اصطلاحِ شریعت میں اُسے قربانی کہتے ہیں، (۱) صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ "مخصوص جانور کو، مخصوص دن میں، بہ نیّتِ تقرُّب ذبح کرنا قربانی ہے، کبھی اس جانور کو بھی اُضحِیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے، جو اس اُمّتِ (محمدیّہ) کے لیے باقی رکھی گئی۔" (۲)

قربانی کی مشروعیت

ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قربانی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (۳) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

قربانی ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی جان کے فدیہ میں ذبیحہ دے کر، لوگوں کے لیے اسے مقرّر فرمایا، ارشادِ ربّانی ہے:

"وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔ (۴) ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اُس (اسماعیل) کے فِدیہ میں دے کر اُسے بچالیا۔"

قربانی کرنے کا اجر وثواب

قربانی اسلامی شِعار اور نعمتِ الٰہی ہے، تقویٰ وپرہیزگاری اور رضائے الٰہی کی خاطر دی جانے والی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ (۵) اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔ یعنی قربانی کرنے والے صرف نیت کے اِخلاص اور شروطِ تقویٰ کی رعایت سے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرسکتے ہیں۔" (۶)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا نہایت ہی پسندیدہ اَمر ہے، عیدالاضحیٰ کے ایّام میں خالقِ کائنات کو قربانی سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں، اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ، أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا۔ (۷) قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، مسلمان کا کوئی عمل خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کُھروں سمیت آئے گا اور یقیناً اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے، اللہ تعالیٰ کے ہاں مقامِ قبولیّت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔"

قربانی کا دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عظیم دن ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ يَوْمُ النَّحْرِ۔ (۸) یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم دن، قربانی (10 ذی الحجہ) کا دن ہے۔"

اَجر وثواب کی نیّت سے قربانی کرنا، آتشِ جہنم سے حجاب

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

(رکاوٹ) کا باعث ہے، حضرت سیّدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ ضَحّٰی طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهٗ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهٖ، كَانَتْ لَهٗ حِجَابًا مِنَ النَّارِ۔(۹) جس نے خوش دلی کے ساتھ، طالبِ ثواب ہو کر قربانی کی، اس کے لیے وہ قربانی آتشِ جہنم سے حجاب (رکاوٹ) ہو جائے گی۔"

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ، مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ۔(۱۰) جو مال عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا، اس سے زیادہ کوئی مال پیارا نہیں۔"

قربانی واجب ہونے کی شرائط

قربانی واجب ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ اس بارے میں حضور صدرالشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ:

"(1) اسلام، یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ (2) اِقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔ (3) تونگری یعنی مالکِ نصاب ہونا، یہاں مالداری سے مراد وہی (نصاب) ہے جس سے صدقۂ فطر (۱۱) واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں جس سے زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ (4) حُرّیت یعنی آزاد ہونا، جو آزاد نہ ہو اُس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں، لہٰذا عباداتِ مالیہ اُس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس (قربانی) کے لیے شرط نہیں، عورتوں پر (بھی) واجب ہوتی ہے جس طرح مَردوں پر واجب ہوتی ہے۔"(۱۲)

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت تین 3 دن، یعنی 10 ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہ 12 ذی الحجہ کا سورج ڈوبنے تک ہے، قربانی کے وقت کے بارے میں حضرت نافع سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"الأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الأَضْحَى۔(۱۳) قربانی بقرعید کے بعد دو 2 دن تک ہے۔"

حضرت سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے مثل روایت پہنچی ہے۔(۱۴)

یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کی قوی دلیل ہے، کہ قربانی (دس 10 ذی الحجّہ کی صبح سے) 12 ویں کے سورج ڈوبنے تک ہے۔"(۱۵)

قربانی کے جانور سے متعلّق حکمِ شرعی

جس شخص پر قربانی واجب ہو، اسے چاہیے کہ جانور اچھا اور بے عیب خریدے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَرْبَعَةٌ لَا يَجْزِيْنَ فِي الأَضَاحِي۔ (1) الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا۔ (2) وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا۔ (3) وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا۔ (4) وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي۔(۱۶)

چار 4 قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں: (1) وہ کانا جانور جس کا کاناپَن صاف معلوم ہو، (2) ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، (3) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑاپَن صاف معلوم ہو، (4) ایسا کمزور و ناتواں جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔"

قربانی سے متعلّق چند شرعی مسائل

حضور صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قربانی کے چند اہم مسائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(1) قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے، جب وہ وقت آیا اور شرائط وُجوب پائے گئے، قربانی واجب ہوگئی۔ (2) مالکِ نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی وہ گم ہوگئی اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہوگیا، اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضرور (لازم) نہیں کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر وہ بکری قربانی ہی کے دنوں میں مل گئی اور یہ شخص اب بھی مالکِ نصاب نہیں ہے، تو اُس پر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔ (3) عورت کا مَہر شوہر کے ذمّہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے، تو اس مَہر کی وجہ سے عورت کو مالکِ نصاب نہیں مانا جائے گا، اگرچہ مَہر مُعجّل ہو اور اگر

عورت کے پاس اس کے سوا بقدرِ نصاب مال نہیں ہے، تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔(4) بالغ لڑکوں یا بی بی (زَوجہ) کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے، تو اُن سے اجازت حاصل کرے، بغیر اُن کے کہے اگر کردی تو اُن کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا، اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کردینا بہتر ہے۔(5) یہ ضرور (لازم) نہیں کہ دسویں 10 ہی کو قربانی کرڈالے، اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت (10 ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہ 12 ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے تک) میں جب چاہے کرے، لہٰذا اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا، وُجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے اور آخر وقت میں اہل ہوگیا، یعنی وُجوب کے شرائط پائے گئے تو اس پر واجب ہوگئی اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں اور آخر وقت میں شرائط جاتے رہے، تو واجب نہ رہی۔(6) ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کرڈالی، اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہوگیا، تو اُس کو پھر قربانی کرنی چاہیے؛ کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے۔ بعض علما نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے۔(7) اگر باوجود مالکِ نصاب ہونے کے اُس نے قربانی نہ کی اور وقت ختم ہونے کے بعد فقیر ہوگیا، تو اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہوگی۔(8) اور اگر مالکِ نصاب بغیر قربانی کیے ہوئے انہیں دنوں میں مرگیا، تو اس کی قربانی ساقط ہوگئی۔ (9) قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے، کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، مثلاً بجائے قربانی اُس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی، یہ ناکافی ہے۔ (10) دسویں 10 کے بعد کی دونوں راتیں ایامِ نحر میں داخل ہیں، ان میں بھی قربانی ہوسکتی ہے، مگر رات میں ذَبح کرنا مکروہ ہے۔(11) اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو، تو پہلی جگہ نماز ہوچکنے کے بعد قربانی جائز ہے، یعنی یہ ضرور نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہوجائے جبھی قربانی کی جائے، بلکہ کسی (بھی) مسجد میں ہوگئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی، جب بھی ہوسکتی ہے۔ (12) مِنیٰ میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے، طلوعِ فجر کے بعد سے کرسکتا ہے۔(13) قربانی کے دن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسری بقر عید آگئی، اب یہ چاہتا ہے کہ سالِ گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرلے، یہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔" (۱۷)

قربانی کا بنیادی فلسفہ اور مُعاشرتی طرزِ عمل

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی پیش کرنے میں بنیادی فلسفہ یہ ہے، کہ اگر راہِ خدا میں اپنی عزیز ترین چیز بھی نچھاور کرنی پڑے، تو اس سے دریغ نہ کیا جائے! اگر قربانی کے فریضہ سے اس فلسفے کو نکال دیا جائے، تو پھر اس کا مفہوم بے معنیٰ سا ہوجاتا ہے۔ لہٰذا قربانی کرتے وقت یہ بات ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام، جس وقت اپنے بیٹے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے پیش کررہے تھے، اس وقت ان کا مقصود و مطلوب شہرت یا نمود و نمائش ہرگز نہیں تھا، بلکہ انہوں نے خالصۃً رِضائے الٰہی کے لیے اپنے جگر گوشہ کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیش کیا، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ قربانی، رہتی دنیا تک کے لیے ایک رَوشن مثال اور مسلمانوں کے لیے اِطاعت و اِیثار کا ایک حسین نمونہ ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ سُنّت ابراہیمی کو پورا کرنے کی غرض سے، ذبح کیے جانے والے جانور کے ساتھ ساتھ، شہرت و رِیاکاری جیسی دنیاوی خواہشات اور اَنا کو بھی قربان کردیا جائے اور خالصۃً رِضائے الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری کے حصول کے لیے قربانی پیش کی جائے؛ کیونکہ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے، کہ رب تعالیٰ کو ہمارے جانوروں کے گوشت اور خون کی حاجت نہیں، بلکہ وہ ہمارا جذبۂ قربانی، اِیثار اور تقویٰ کو ملاحظہ فرماتا ہے۔

جانور کی قربانی تو محض ایک علامت ہے، اصل قربانی تو یہ

ہے کہ اَحکامِ شریعت کی تعمیل میں اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کیا جائے، اپنی سہولت و ضروریات کو نظرانداز کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کی جائے، اپنی ذات کو تقویٰ، خلوص اور اِیثار کا پیکر بنایا جائے، ہمارے مُعاشرے میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ صاحبِ حیثیت لوگ قربانی کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ نسل کا جانور خرید کر، اس نیک کام میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی، ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، یہ عمل اگر رِضائے الٰہی کے پیشِ نظر ہے تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر اس سے مقصود شہرت یا دِکھلاوا ہے، تو سب دَھن دَولت اور تگ و دَو رائیگاں ہے۔

اسی طرح بعض لوگ راہِ خدا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے لیے تو ہر دَم تیار ہوتے ہیں، لیکن اپنی اَنا کو قربان کر کے اپنے ناراض بھائی بہنوں کو راضی کرنے اور اُن سے صلح کے لیے آمادہ نہیں ہوتے! ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ہم اپنے اندر کے حیوان (یعنی نفس) کو قربان نہ کر سکے، تو پھر بظاہر یہ ایک جانور کی قربانی کس کام کی؟ لہٰذا سب سے پہلے ہمیں اپنے نفس کو مارنا ہوگا، اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا ہوگا، یقین کیجیے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو پھر عید الاضحیٰ کے موقع پر پیش کی جانے والی یہ قربانیاں سونے پہ سہاگہ کی مثل ہوں گی، لہٰذا جس جس کی اپنے بھائی بہنوں سے باہم ناراضگی ہے، وہ عید قرباں کے مبارک ایام میں آپس کی تمام رنجشیں، ناراضگیاں دُور کریں، اپنے دل کو کینہ، بُغض، عداوت، چغلخوری اور حسد جیسے ایمان سوز اور مہلک گناہ سے پاک وصاف کر کے، ہمیشہ کے لیے باہم شِیر و شکر ہو جائیں، ایک دوسرے سے مصافحہ و مُعانقہ کریں، عید کی مبارک باد دے کر اللہ و رسول ﷺ کی رضا اور اپنے گناہوں کی مُعافی حاصل کریں، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا لَقِيَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَأَخَذَ بِيَدِهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُمَا ذُنُوبُهُمَا كَمَا تَتَحَاتُّ الْوَرَقُ مِنَ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ فِي يَوْمِ رِيحٍ عَاصِفٍ، وَإِلَّا غُفِرَ لَهُمَا، وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُمَا مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (۱۸) جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے، اس سے مصافحہ کرتا ہے، تو ان دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جس طرح موسمِ خزاں میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں اور ان دونوں کی بخشش کر دی جاتی ہے، اگرچہ ان کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

عید قرباں کا مقصد و پیغام

اپنے گرد و پیش رہنے والے مسلمان بھائی بہنوں کا بھی خیال رکھیے! اپنے اندر خُلوص، اِیثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کریں؛ کہ عیدِ قرباں کا یہی مقصد و پیغام ہے، جس طرح حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قیمتی چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی اور آزمائش میں پورے اُترے، اسی طرح ہم بھی اللہ تعالیٰ کے اَحکام پر عمل کر کے، اپنے رب کی رِضا و قُرب حاصل کر سکتے ہیں، جس طرح حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام نے حکمِ الٰہی کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کیا، اسی طرح ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں کو بھی اَحکامِ الٰہی کی پابندی کرنے کی تلقین کرتے رہیں، انہیں مُعاشرے میں بسنے والے دیگر اَفراد کے ساتھ حسنِ سلوک اور ہمدردی سے پیش آنے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے، ان کی خوشی غمی میں شریک ہونے اور ان کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کرنے کا جذبہ بیدار کریں؛ کہ فلسفۂ قربانی میں یہ ایک اہم درس پنہاں ہے اور یہی اس کا تقاضا بھی ہے۔

اے اللہ! ہماری قربانیوں اور دیگر اَعمالِ صالحہ کو قبول فرما، ہمیں فلسفۂ قربانی کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما، ہمیں شہرت و دِکھلاوے جیسی اَخلاقی برائیوں سے نجات عطا فرما، تقویٰ، پرہیزگاری اور اِخلاص کی دَولت سے مالا مال فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم ﷺ اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ بقیہ ص ۱۷ پر

از: حافظ افتخار احمد قادری*

قربانی! اہمیت وضرورت

اسلامیات

قربانی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسان کی، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اور ہر معاشرے نے اپنے اپنے مذہبی عقائد ونظریات کے مطابق اسے اپنائے رکھا، قربانی کا تصور بلا امتیاز تمام مذاہب میں موجود رہا ہے لیکن اس قربانی کی نوعیت کیا رہی ہے اس کے متعلق تفصیلاً بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، تاہم مختلف قربانیوں کے متعلق مختصر بیان پیش خدمت ہے۔

سب سے پہلی قربانی

تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قربانی انسان اوّل ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے پیش کی تھی، ان میں سے ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی مردود، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وتل علیهم نبأ ابنی أدم بالحق انا قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل الله من المتقین-(المائدہ:۲۷)

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز (قربانی) پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی، بولا! قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا، کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔“

اس قربانی کی تفصیل کچھ یوں ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف روانہ فرمایا اور افزائش نسل کا سلسلہ چلا، انتظام یوں کیا گیا کہ حضرت حوا سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک حمل سے دو بچے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے۔ آپ کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والے جوڑے کا نام قابیل اور اقلیمہ ہے، بعض کے نزدیک یہ جوڑا جنت میں پیدا ہوا، حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کی تعداد اکتالیس ہے جبکہ آپ کے وصال کے وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ نکاح کا طریقہ یوں تھا کہ ایک جوڑے کا لڑکا دوسرے جوڑے کی لڑکی کو ملا کر ازدواجی رشتہ قائم کر دیا جاتا، حضرت آدم علیہ السلام نے جب پہلے دونوں جوڑوں کے تعلق زوجیت کو استوار کرنے کا ارادہ فرمایا تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کردو، حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ دونوں صاحبزادوں کو سنایا۔ حضرت ہابیل نے تو دل وجان سے تسلیم کیا لیکن قابیل اکڑ گیا، کہنے لگا کہ میں نکاح کروں گا تو صرف اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی اقلیمہ سے ہی کروں گا کیونکہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے لاکھ سمجھایا کہ بیٹا! یہ میری بات نہیں بلکہ حکم خداوندی ہے، اسے مت ٹالو، مگر قابیل انکار کرتا رہا، بلکہ کہنے لگا: یہ خدا کا حکم نہیں ہے، آپ اپنی رائے اور مرضی سے ایسا کر رہے ہیں، لہٰذا! میں آپ کے حکم کو نہیں مانوں گا، اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: چلو اس طرح کرو کہ اپنی اپنی قربانی بارگاہِ ربوبیت میں پیش کرو، جس کی قربانی مقبول ہوگئی وہ اقلیمہ سے شادی کا حقدار ہوگا، حضرت ہابیل نے اس فرمان کو راضی وخوشی قبول کیا لیکن قابیل نے صرف کاروائی اور خانہ پری کے طور پر مثبت اشارہ کیا اور دل میں یہ رکھا کہ میری قربانی مقبول ہو یا مردود، میں ہر حال میں اقلیمہ سے ہی شادی کروں گا۔

چنانچہ دونوں اٹھے اور اپنی اپنی قربانی پیش کرنے چل دیئے، حضرت ہابیل بھیڑ، بکریوں کے مالک تھے اور قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا، ہابیل اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی تھے، اس لئے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک نفیس ترین دنبہ اور اس

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

کے ساتھ دودھ اور مکھن بھی پیش کیا، چونکہ قابیل کے دل میں نفسانی خواہشات اور شیطانی اثرات نے ڈیرہ جما رکھا تھا، اسے خدا کی رضا ہرگز مطلوب نہ تھی اور وہ یہی چاہتا تھا کہ میری قربانی قبول نہ بھی ہو پھر بھی اقلیمہ ہی میرے نکاح میں آئے گی، چنانچہ اس نے نہایت ردی اور گھٹیا قسم کی گندم پیش کی، دونوں کی چیزوں کو ایک پہاڑ پر رکھا گیا، آسمان سے آگ اتری اور ہابیل کی قربانی کو جلا گئی۔

یہ آگ کا جلانا اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت ہابیل کی قربانی مقبول ہے اور قابیل کی قربانی مردود! اس دور میں قربانی کے قبول ہونے کی ایک یہی علامت ہوا کرتی تھی، جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو بجائے سمجھنے کے اُلٹا حسد کی آگ میں جلنے لگا اور حضرت ہابیل سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کردوں گا، حضرت ہابیل نے فرمایا: بھائی! اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کسی کی قربانی قبول کرنا یا ردّ کرنا خدا کا کام ہے، لہٰذا! تم اس برے ارادے سے باز آجاؤ، ورنہ بہت خسارا اٹھاؤ گے لیکن قابیل کو چین نہ آیا اور صرف نسوانی حسن کی لالچ میں آکر اس نے اپنے سگے بھائی کو قتل کردیا، یوں یہ روئے زمین پر پہلا قاتل تھا اور یہ پہلی قربانی تھی جو خدا کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد دوم 517: /518)

روئے زمین پر قتل کا موجد قابیل ہے، اس لیے جو آدمی بھی کسی کو ظلماً قتل کرتا ہے تو اس کا گناہ جہاں اس قاتل کو ہوتا ہے، وہاں ایک حصہ قابیل کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتا ہے، روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس جان کو بطورِ ظلم قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کے حصے میں اس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اسی نے قتل کے طریقہ کا آغاز کیا تھا۔'' (بخاری شریف، جلد ا رص 171)

دورِ جاہلیت کی قربانیاں

قدیم زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگ بیجوں کی بوائی کے موسم میں زمین میں بیج ڈالنے سے قبل انسانی جان کو قربان کرتے تا کہ وہ فصل حاصل کرسکیں، یہ قربانی کسی معمولی شخص کی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لئے کسی ایسے نوجوان مرد یا عورت کو منتخب کیا جاتا تھا جس نے خصوصی نگہداشت میں تربیت پائی ہو اور وہ حسن وجمال میں بھی نمایاں ہو، اس طرح ایران، پاک وہند، یونان، روم، عرب، افریقہ، قدیم امریکہ میں قربانی کا عام رواج تھا اور یہ قربانیاں رضائے الٰہی، کفارہ معاصی ازالہ غضب اصنام اور شاعر کے ملکہ شعر گوئی کی افزائش وغیرہ کے لیے دی جاتی تھیں۔

اسلام کا تصورِ قربانی

اسلام کا تصورِ قربانی سب اقوام سے عمدہ، پاکیزہ، اعلیٰ اور افضل ہے۔ اسلام کے نزدیک قربانی کا مقصد عیش وطرب، خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض جانور کا خون بہانا نہیں بلکہ اسلام نے اپنے متعلقین ومنسلکین کو قربانی کی صورت میں رضائے خدا وخوشنودی مصطفےٰ کے حصول کا بہترین طریقہ اور نفیس ترین سلیقہ سکھایا، جس کے واسطے سے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ رب العزت کی عظمت اور خلوص وایثار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، مخلوق پروری، بندہ نوازی، غمگساری اور ہمدردی کا ولولہ بیدار ہوتا ہے، گویا قربانی کا مقصد خدا کو منانا، سنت نبوی کو اپنانا، طریقہ ابراہیمی کو بجالانا اور شیطانی قوتوں کو خائب وخاسر بنانا ہے۔

قربانی! حکم خداوندی

درج ذیل آیات قرآنی میں قربانی کی حقیقت پر واضح ارشادات موجود ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام۔ (الحج) اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔''

اس آیتِ مبارک میں واضح طور پر فرمایا دیا گیا کہ قربانی کا مقصد عیش وعشرت نہیں بلکہ اللہ کا ذکر وعبادت ہے اور یہی مقصد امت محمدیہ کے علاوہ تمام امتوں کو باور کرایا گیا، دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

''قل ان صلوتی ونسکی و محیای ومماتی للہ رب

العالمین۔(الانعام:162)تم فرماؤ!بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہاں کا۔"

ایک مقام پر یوں فرمایا:

"فصل لربك وانحر۔(الکوثر) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

درجہ بالا آیات مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت، پوست، کھال اور بال کی حاجت ہے؟ تو اس کا جواب درج ذیل آیت میں ارشاد فرمایا:

"لن ينال الله لحومها ولا دماؤها و لكن يناله التقوى منكم۔(الحج:۳۷) اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون! ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں تقویٰ کا ذکر کرکے اشارہ فرمادیا کہ قربانی کے بارے میں تمہارا اخلوص اور تقویٰ دیکھا جائے گا۔دل میں خلوص اور عمل میں تقویٰ کا رنگ جتنا زیادہ ہوگا بارگاہ ربوبیت میں قبولیت کا شرف اتنا ہی زیادہ نصیب ہوگا،لہٰذا! خلوص اور تقویٰ کے متعلق ہر ممکن کوشش کریں تا کہ شرف قبول حاصل ہو،قربانی کے گوشت کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس کا گوشت صرف اپنے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ان مسکینوں کو بھی کھلایا جائے جو قناعت کی چادر اوڑھے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ نہ کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ان سائلوں کو بھی نوازا جائے جو تمہارے پاس آتے ہیں،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فكلوا منها واطعموا القائع والمعتر۔(الحج:۳۶) تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔"

قربانی سنت ابراہیمی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"وتركنا عليه في الآخرين۔(الصافات:۱۰۸) اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔"

احادیثِ مبارکہ میں قربانی کو اس حوالے سے بھی متعارف کرایا گیا کہ یہ سنت ابراہیمی ہے۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"قال اصحاب رسول الله اللام يا رسول الله ما هذه الاضاحي؟ قال سنة ابيكم ابراهيم۔(سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم سے قربانی کے متعلق عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔"

گویا ارشاد فرمایا: ہم قربانی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار قائم کئے ہوئے ہیں۔

ضروری وضاحت

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ اسلام بزرگوں کی یادگاریں ختم کرانے نہیں بلکہ اُنہیں قائم رکھنے کے لئے آیا ہے، لہٰذا! اپنے نیک بزرگوں کی یادیں منانی چاہئیں، وہ لوگ جو خوف خدا اور شرم نبی سے عاری ہو کر بزرگوں کی یادیں منانے والے مسلمانوں پر کفر و شرک اور بدعت و گمراہی کے فتوے جڑتے ہیں، اُنہیں اس فتویٰ بازی کے ذوق سے باز آنا چاہئے، کیونکہ اسلامی معمولات کا اکثر و بیشتر حصہ کسی نہ کسی نبی و رسول صحابی کی یاد سے ہی وابستہ ہے، لہٰذا! ان یادوں کو منانا شرک نہیں، عشق ہے، بدعت نہیں، سراسر محبت ہے۔

قربانی سنت مصطفوی

قربانی جہاں ابراہیمی یادگار ہے وہیں سنت حبیب پروردگار بھی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اقام رسول الله اعلم بالمدينة عشر سنين يضحي۔ (مشکوٰۃ:۱۲۹) رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ بقیہ ص ۱۷ پر

از: مفتی ارشد نعیمی قادری ککرالوی*

قربانی! اہمیت وافادیت

اسلامیات

اللہ لم یزل ولم یزال نے سورۃ الکوثر۲ میں اپنی بے پناہ نوازشات اور اپنے بےکراں انعامات وعنایات کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا: اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی دیجئے۔

نماز اور دیگر ساری عبادات بدنیہ اور مالیہ کی طرح قربانی بھی صرف ایک الہ واحد کے لئے ہو، معبودان باطل کے نام پر کی جانے والی قربانیوں کی اس کے ذریعہ بیخ کنی کی گئی ہے۔ نماز جسمانی عبادات میں مہتم بالشان عبادت ہے اور قربانی کا تعلق مالی عبادت سے ہے، مالی عبادات میں قربانی کو اس اعتبار سے اہمیت حاصل ہے کہ یہ حضرت سیدنا ابراہیم وحضرت سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے عظیم واقعہ قربانی کی یادگار ہے، اللہ سبحانہ کو چونکہ امتحان مقصود تھا اور وہ دونوں اللہ کے محبوب بندے اس عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے، ارشاد باری ہوا:

"اے ابراہیم آپ نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکی واحسان کرنے والوں کو اسی طرح کی جزا دیتے ہیں، درحقیقت یہ ایک کھلا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔" (الصفت/۱۰۵-۱۰۷)

یہ بڑا ذبیحہ ایک مینڈھا تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے جنت سے بھیجا تھا جو فرزند جلیل حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں ذبح ہو گیا پھر یہی سنت ابراہیمی تا قیام قیامت قرب الٰہی وخوشنودی خداوندی کے حصول کا ذریعہ بن گئی، چنانچہ ایمان والے اللہ سبحانہ کے نام پر محض اس کی رضا وخوشنودی کے لئے ایام قربانی میں جانور ذبح کرتے ہیں جبکہ اہل باطل کی قربانیاں بزعم خود معبودان باطل کی خوشنودی کے لئے ہوتی ہیں۔

اسلام میں قربانی کا یہ شعار عقیدۂ توحید باری کا علمبردار ہے جو معبودان باطل کے لئے کی جانے والی قربانیوں کے خلاف گویا ایک عملی جہاد ہے، قرآن کریم کی بعض آیات میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم ہے لیکن یہاں نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر فرمایا گیا ہے، زکوٰۃ بھی مالی عبادت ہے جس سے محروم انسانیت مستفید ہوتی ہے، اس حکم کی تعمیل سے اوّلاً مقصود اللہ سبحانہ کی رضا وخوشنودی مطلوب ہے، ثانیاً اس سے معاشرہ کی صلاح وفلاح وابستہ ہے، ظاہر ہے قربانی بھی ایک ایسی مالی عبادت ہے جس سے محروم انسانوں کو نفع پہنچتا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس سے مشرکانہ رسوم ورواجات کی بیخ کنی ہوتی ہے، اللہ سبحانہ کے ہاں اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے اسی لئے فرمایا گیا:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نہ تو تمہاری قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون! لیکن اس کے حضور پہنچنے والی چیز تمہارا تقویٰ ہے۔" (الحج:۳۷)

اللہ سبحانہ کی بارگاہ عالی وقار میں ظاہر کا اعتبار نہیں بلکہ اہمیت واعتبار کمال درجہ احساسات بندگی وجذبات شکرگزاری کو حاصل ہے، قربانی ہی کی طرح تمام عبادات کی روح اور جان تقویٰ یعنی اخلاص نیت ہے، یقیناً اللہ سبحانہ کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کے احکامات کی بجا آوری ہی اصل بندگی ہے، ارشاد باری ہے:

"بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ سبحانہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔" (الانعام:۱۶۳)

"النسك في هذه الآية جميع أعمال البر و الطاعات۔" (قرطبی، ج۷ رص ۱۵۲)

اللہ سبحانہ کی رضا جوئی اسلام کا ماحصل اور توحید کی روح ہے

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، ککرالہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

جس سے اعمال میں جان پیدا ہوتی ہے، عبدیت و بندگی کا حقیقی جوہر اپنے خالق و مالک کی آگے سرافگندگی یعنی عاجزی، اِنکساری، فروتنی واطاعت ہے، اس آیت پاک میں ''نسکی'' سے مراد قربانی بھی ہے، ارشاد باری ہے:

''اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں، سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے، تم اسی کے تابع فرمان ہوجاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سناد یجئے۔'' (الحج:۳۴)

اس آیت پاک میں ''منسک'' سین کے فتحہ کے ساتھ اس کے معنی ذبح کرنے اور خون بہانے کے ہیں:

''والمنسك الذبح وإراقة الدم۔'' (قرطبی، ج ۱۲/ص ۵۸)

''نُسُکُ'' اس کی جمع ہے، ''منسک'' سین کے کسرہ یا فتحہ کے ساتھ اسم ظرف ہے اس کے معنی ''موضع نحر'' ذبح کرنے کی جگہ یا ''موضع عبادت'' یعنی عبادت کی جگہ۔ قربانی کے ساتھ مناسک حج ادا کئے جانے کے مقامات، مکہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ کے ہیں لیکن ''نسک'' وسیع تر معنی میں عبادات خواہ وہ بدنی ہوں کہ مالی، اعمال زندگی، معاشرت ومعاملات سے متعلق حقوق وفرائض کے ساتھ موت وحیات سے متعلقہ سارے احکام یہاں تک کہ اسلامی نظام حیات کی ساری زندگی میں جلوہ گری کو شامل ہے، یہ سب کے سب اللہ رب العالمین کے لئے ہوں اور وہ اس کے احکامات کی کامل اتباع و پیروی میں ہوں، ظاہر ہے جو کام اس ذات وحدہ لاشریک لہ کی خوشنودی کیلئے ہوں گے وہی بارگاہ الٰہی میں سند قبولیت حاصل کریں گے۔

''نحر'' کے اصل معنی اونٹ کے حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر ذبح کرنے کے ہیں جبکہ اور جانوروں کو زمین پر لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے، لیکن یہاں ''نحر'' سے مطلق قربانی مراد لی گئی ہے، اس کے علاوہ بطور صدقہ جانوروں کو قربان کرنا عیدالاضحیٰ اور بزمانہ حج منیٰ یا حدود حرم میں حجاج کرام کا قربانی دینا وغیرہ سب نحر میں شامل ہے، جیسا کہ ذکر ہو چکا قربانی سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی حیات مبارکہ سے جڑا ہوا ایک بے نظیر و بے مثال واقعہ ہے جس کی تابندہ مثال تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی، چہیتے فرزند نورنظر ولخت جگر کی قربانی کی ایک ایسی عظیم الشان یادگار ہے جو رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گی جس سے ہر دو محبوبان بارگاہ ایزدی کا تذکرہ ہمیشہ تازہ رہے گا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک موقع پر عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ تمہارے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں، عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں ہمارے لیے کیا (اجروثواب) ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے، عرض کیا اور اُون میں (یعنی دنبہ کے بالوں میں جس کو "اون" کہتے ہیں اور وہ بکثرت ہوتے ہیں)؟ فرمایا اس کے ہر ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ہے۔'' (ابن ماجہ، ج ۹/ص ۴۱۴)

اس لئے اقطاع عالم میں جہاں جہاں مسلمان رہتے بستے ہیں عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر کے اس عظیم سنت کی یاد تازہ کرتے ہیں، فقہا احناف کی تحقیق یہ ہے کہ قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم ہو اور ایام نحر میں غنی یعنی مال نصاب کا مالک ہو، وجوب قربانی کے لئے صدقہ فطر کی طرح قربانی کے دنوں میں مال نصاب کا پایا جانا کافی ہے، وجوب زکوٰۃ کی طرح مال نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں ''وانما تجب علی حر مسلم مقیم موسر۔
(مجمع الانہر، ص ۴/ص ۱۶۶/درمختار مع شامی، ج ۹/ص ۴۵۲)

شوافع وحنابلہ کے ہاں گو کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے لیکن ائمہ ثلاثہ کی تحقیق میں قربانی گو کہ سنت ہے جو سنت مؤکدہ کا درجہ رکھتی ہے، فذهب مالک والشافعی (رحمہما اللہ) الی انها من السنن المؤكدة۔ (بدایۃ المجتہد، ۱/۴۲۹)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قربانی سنت ہے، اس کے ترک کرنے کو میں پسند نہیں کرتا، قربانی ایک اہم ترین عبادت ہے اور اسلام کے شعائر میں ایک عظیم شعار ہے، صاحب حیثیت اگر ایام نحر میں قربانی ادا نہ کرے تو اس پر سخت وعید وارد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناراضگی اس طرح ظاہر فرمائی

ہے کہ وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ (رواہ الحاکم، ج۲،ص ۳۸۹)

اس عظیم عمل کو عیدالاضحیٰ اور ایام قربانی میں ادا کئے جانے والے اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ قرار دیا گیا ہے، حدیث پاک میں وارد ہے ”ابن آدم (اِنسان) نے قربانی کے دِن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ سبحانہ کے ہاں خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور قیامت کے دِن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ سبحانہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دِلوں کو خوش کرو، یعنی اس سے اجر وثواب کی امید کرو۔“ (ترمذی ۶/۱۱۲)

اس لئے ایام نحر میں قربانی کرنا اور نیکیوں سے بڑی نیکی ہے اور دیگر عبادات واعمال سے زیادہ پسندیدہ ہے، ایام نحر میں قربانی کی اہمیت کی وجہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبوں کی قربانی دی جو دراز سینگ والے اور ابلق یعنی سیاہ وسفید رنگ کے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر اپنے دست مبارک سے ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذبح فرمایا بوقت ذبح اللہ کا نام لیا اور تکبیر بیان فرمائی، روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنبہ اپنی طرف سے ذبح فرمایا اور دوسرا دنبہ ان افراد امت کی طرف سے (ذبح فرمایا) جو قربانی دینے کی استطاعت نہیں رکھتے اور جنہوں نے توحید کی شہادت دی اور میری رسالت اور پیام رسالت پہنچانے کی گواہی دی۔ (بیہقی، ۱۸۸۲۷)

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے یہ بات واضح ہے کہ واجب قربانیوں کے علاوہ نفل قربانی بھی کی جاسکتی ہے، ماہ ذی الحجہ شروع ہونے سے قبل ذرائع ابلاغ (سوشیل میڈیا) کے ذریعہ یہ بات بڑے زور وشور سے پھیلائی جاتی ہے کہ مرحومین کی طرف سے نفل قربانی نہیں دی جاسکتی ظاہر ہے یہ بات درست نہیں، مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرنا جائز اور موجب اجر وثواب ہے، بڑے جانور میں واجب قربانی کے حصے ہوں تو اُس میں نفلی قربانی کا بھی حصہ لیا جاسکتا ہے اور مرحومین کی طرف سے قربانی مستقلاً بھی کی جاسکتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ نفلی قربانی اپنی طرف سے کی جائے اور اُس کا ثواب مرحومین کو پہنچا دیا جائے، چنانچہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۹/۲۶۸)

اس قربانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے، قربانی چونکہ صدقہ کی ایک قسم ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں صدقہ میت کی طرف سے کیا جاسکتا ہے جو بات کتاب وسنت سے ثابت ہو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں، حدیث پاک میں مذکور الفاظ ”بسم اللہ واللہ اکبر“ سے بوقت ذبح اللہ کا نام لینا یعنی بسم اللہ کہنا عندالاحناف شرط ہے اور تکبیر یعنی ”واللہ اکبر“ کہنا تمام علما کے نزدیک مستحب ہے۔

حدیث پاک میں واردان الفاظ کی وجہ تسمیہ یعنی بسم اللہ کہنے کے بعد کلمات تکبیر کو ”واؤ“ کے ساتھ یعنی ”واللہ اکبر“ کہنا افضل ہے، بکری، اونٹ اور گائے وغیرہ کی قربانی درست ہے، بکری کی صنف میں بھیڑ، دنبہ اور میڈھا وغیرہ، گائے کی صنف میں بیل، بچھڑا، بھینس وغیرہ خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث سب شامل ہیں۔ (تبیین الحقائق، ج۶،ص ۴۸۳)

گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے اس پر پابندی لگتی ہے تو ظلم ہے لیکن فتنہ کا اندیشہ ہو تو گائے کی قربانی سے احتراز کیا جانا قرین مصلحت ہے کیونکہ شر کی طرف لے جانے والا ہر عمل بھی شر ہے: مایؤدی الی الشر شر۔ (روح المعانی، ج۷،ص ۲۲۵)

چھوٹے جانور بکرا، بکری وغیرہ کی صرف ایک فرد کی طرف سے قربانی دی جاسکتی ہے، بڑے جانور جیسے اونٹ، گائے، بیل وغیرہ میں قربانی کے سات حصے رکھے جاسکتے ہیں البتہ قربانی کے تمام سات شرکا عبادت وتقرب جیسے قربانی، ولیمہ یا عقیقہ کی نیت سے شریک ہوں، اگر کوئی ایک بھی کسی اور غرض سے شریک ہوا تو کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔ (ملتقی الابحر، ج۴،ص ۱۶۷-۱۶۸)

تمام شرکا کے درمیان جبکہ وہ اپنا مکمل حصہ لینا چاہتے ہوں تمام حصہ داروں کے درمیان گوشت کے حصوں کی تقسیم منصفانہ

طور پر تول کر کی جانا ضروری ہے، اگر تمام شرکا کی زیادتی پر رضا مند ہوں تو اندازہ سے بھی حصے بنائے جاسکتے ہیں۔ (حوالۂ سابق)

البتہ بڑے جانور میں کسی نے نذر کی قربانی کی نیت سے شرکت کی ہو تو اس کا حصہ تول کر دیا جانا ضروری ہے کیونکہ نذر کی قربانی کے گوشت کا استعمال نہ شریک کے لئے جائز ہے اور نہ کسی مالدار کے لئے، چونکہ نذر کے گوشت کے صرف فقرا مستحق ہیں۔ (تاتارخانیہ، ج۱۷/ص۴۱۵)

بڑے جانور میں شریک سات شرکا متعین ہوں تو بوقت ذبح ان میں سے ہر ایک کا نام لینا ضروری نہیں بلکہ مطلق ذبح کر دینے سے ان سب کی قربانی ادا ہو جائے گی۔ (الاشباہ والنظائر:۴۰)

قربانی کے جانور کا عیب ونقص سے پاک ہونا ضروری ہے، سینگ وغیرہ ٹوٹ گئی ہو اور اس کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو یا اکثر سینگ ٹوٹ گئی ہو تو اسکی قربانی درست نہیں ورنہ درست ہے، پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں تب بھی قربانی جائز ہے، کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہو تو قربانی درست نہیں ورنہ درست ہے۔ پیدائشی طور پر جس جانور کے کان نہ ہوں، آنکھ کی بینائی بالکل نہ ہو یا اکثر زائل ہو گئی ہو یا جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں، زبان کٹے ہوئے جانور جو چارہ چرنے پر قادر نہ ہوں، دم کٹے جانور جبکہ دم کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو اسی طرح جو جانور بالکل لنگڑا ہو یا تین پیر زمین پر رکھ سکتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر بالکل نہ ٹیک سکتا ہو تو ان تمام کی قربانی شرعاً جائز نہیں۔ (شامی، کتاب الاضحیۃ)

خصی جانور کی قربانی افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا اور لذیذ ہوتا ہے۔ (ہندیہ۵/۲۹۹) قربانی کے تین دن ہیں: دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ، دس ذی الحجہ کو صبح صادق سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور بارہ ذی الحجہ غروب آفتاب سے قبل تک رہتا ہے۔ (ملتقی الابحر، ج۴/ص۱۶۹) اس سے قبل یا اس کے بعد قربانی کی جائے تو شرعاً معتبر نہیں۔ (ہندیہ۵/۲۹۵) لیکن دس ذی الحجہ کا دن قربانی کے لئے زیادہ افضل ہے، اس کے بعد گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی فضیلت ہے۔ (مجمع الانہر، ج۴/ص۱۷۰)

دس اور گیارہ ذی الحجہ کے بعد والی رات میں قربانی کی جا سکتی ہے لیکن رات کے وقت روشنی کی کمی کی وجہ مکروہ ہے کہ تاریکی کی وجہ سنت کے مطابق ذبح میں کوئی نقص نہ رہ جائے۔ (بدائع الصنائع ۴/۲۲۳) شہروں میں نماز عید کی ادائیگی سے قبل قربانی درست نہیں، ہاں! البتہ شہر میں کسی ایک جگہ نماز عید ادا ہو گئی ہو تو شہریوں کے لئے قربانی کرنا جائز ہے گو کہ انہوں نے نماز عید ادا نہ کی ہو، تاہم دیہاتوں اور قریوں میں رہنے والوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے کیونکہ دیہات اور قریہ میں نماز عید کا قائم کرنا واجب نہیں اس لئے وہ اگر صبح صادق کے بعد قربانی کر لیتے ہیں تو شرعاً درست ہے البتہ سورج طلوع ہونے کے بعد اگر وہ قربانی کریں تو افضل ہے کیونکہ ان کے لئے یہ وقت مستحب ہے۔ (ہندیہ ۵/۲۹۵)

تاہم عدم وجوب کے باوجود وہ (دیہاتی) نماز عید کا اہتمام کریں تو پھر ان کو بھی نماز عید کے بعد ہی قربانی کرنا چاہیے، نابالغ یا مجنون اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں ان پر اور ان کے اولیا پر ان کی طرف سے قربانی واجب نہیں البتہ نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی دی جائے تو مستحب ہے۔ (شامی ۹/۴۵۸)

ریا اور دکھاوا سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال کی طرح قربانی میں بھی اخلاص نیت کی بڑی اہمیت ہے، محض دکھاوے، شہرت اور ناموری کے لئے زیادہ قیمت کے فربہ جانور خریدے جائیں اور اس پر تفاخر کیا جائے تو یہ روح قربانی کے منافی ہے، ارشاد باری ہے:

"اللہ سبحانہ کو نہ تو قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون لیکن اس تک پہنچنے والی چیز تمہارے دل کا تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔" (الحج:۳۷)

اس لئے قربانی کا عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو، چونکہ ریا ودکھاوے سے کیا جانے والا عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں، تقویٰ ہی شرف قبولیت کا معیار ہے، اس وقت مشاہدہ یہ ہے کہ مسلم سماج کے بعض گوشوں میں "ریا، دکھاوا" کا مرض عام ہے، اکثر وہ اصحاب جو اسلام کے بنیادی احکام واعمال سے کم واقف ہیں سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ بھی مفقود ہے وہ بہت زیادہ تروتازہ قربانی کا جانور خریدتے ہیں اور اس کی نمائش بھی کرتے

ہیں، بسااوقات جانور اتنا معمر ہوتا ہے کہ اس کا گوشت کھانے کے قابل نہیں رہتا، ظاہر ہے قربانی کا اہم مقصود تو رضائے الٰہی ہے لیکن دوسرا ایک اور مقصود ان قربانیوں کے گوشت کو کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی ہے ارشاد باری ''ان قربانیوں سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ'' (الحج:۲۸) ''ان (قربانیوں کے گوشت) سے تم بھی کھاؤ اور سوال سے بچنے والے مساکین اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔'' (الحج:۳۶)

ظاہر ہے کھانے اور کھلانے کے اس ارشاد باری کی پابندی بھی رضائے الٰہی کی طلب کے ساتھ ہو، یہ بھی شرعا مطلوب ہے، اس لئے اسلام نے قربانی کے جانوروں کی عمر مقرر کردی ہے، اونٹ کم ازکم پانچ سال کا ہو، گائے، بیل، بھینس وغیرہ ہوں تو ان کی عمر کم ازکم دوسال کی ہو، بکرا، بکری یا میڈھا، میڈھی، دنبہ وغیرہ ہوں تو کم ازکم ایک سال کے ہوں، البتہ بھیڑ یا دنبہ ایک سال سے کم کا ہو یعنی چھ ماہ یا آٹھ ماہ کا ہو اور وہ اتنا فربہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا لگے تو اس کی قربانی بھی درست ہے۔ (ردالمحتار ۲۶/۲۴۰)

الغرض حضرت سیدنا ابراہیم وحضرت سیدنا اسمٰعیل علیہما السلام اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام خاص طور پر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسب منصب امتحان و آزمائش کی منزلوں سے گزارے گئے ہیں اور وہ سب کے سب رضائے الٰہی کے لئے ہمیشہ تسلیم ورضا کا پیکر بنے رہے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس میں ایک عظیم پیغام ہے کہ وہ بھی ''سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے'' کے مصداق نفسانی خواہشات کو قربان کر کے اللہ سبحانہ کی رضاوخوشنودی کی طلب وتڑپ میں زندگی کا سفر طے کریں، حق سبحانہ سے دعا کہ اللہ سبحانہ ہم سب کو ''بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ سبحانہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الانعام: ۱۶۳) کی حقیقی روح کا امین و پاسبان بنائے، آمین۔

◆◆◆

پر اڑا دیتے ہیں، ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ جانوروں سے پیار کرتے ہوئے ان کی قربانی نہیں کرنی چاہیے اور دوسری طرف جانوروں کی چربی سے چراغ جلانے پر بھی ان کے سینے میں درد نہیں اٹھتا، جانوروں کے بال اور جسمانی اعضا اور ہڈی وغیرہ سے بنائے جانے والے مختلف پراڈکٹس کے استعمال کا بھی شوق رکھتے ہیں، جانوروں کے بھوکے پیاسے مرجانے تک ان کی جیبوں سے ایک پھوٹی کوڑی باہر نہیں نکلتی! اعتراض ہے تو بس قربانی میں جانوروں کے ذبح ہونے پر! سارا سال گائے، مرغی کے گوشت کے برگر، چکن مٹن کڑائیاں، روسٹ، بروسٹ، سالم بکروں کی سجیاں، چرغے ڈکار جانے والوں کو قربانی پر جانوروں پر رحم آنا شروع ہوجاتا ہے اور غریبوں کے لیے مرے جاتے ہیں، حالانکہ قربانی جو ایک غریب پرور تہوار ہے، اس کے گوشت کا اک بڑا حصہ ان غریبوں کو ملتا ہے جنہیں سال بھر گوشت نصیب نہیں ہوتا۔

◆◆◆

ص ۴۸ رکا بقیہ..........

(زندگی بھر علاوہ ایمان کے) کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا، جب مرنے کا وقت قریب آیا تو (اسے خوفِ خدا لاحق ہوا لہٰذا نادم ہو کر توبہ واستغفار میں لگا اور) اُس نے اہل خانہ کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرا جسم آگ میں جلانا اور (جو اجزائے بدن راکھ ہونے سے رہ جائیں انہیں) کوٹ پیس کر باریک کرنا اور پھر میرے بدن (کی راکھ) کے نصف حصے کو دریا میں تیز ہوا کے دن اڑانا اور بقیہ نصف کو خشکی میں، جب وہ مرا، گھر والوں نے وصیت کے مطابق عمل کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے برّ وبحر نے اس کے منتشر اجزا کو اکٹھا کیا (اور اللہ نے اس میں روح داخل فرمائی) پھر پوچھا: اس طرح کی وصیت کرنے پر تجھے کس چیز نے ابھارا؟ عرض کیا: اے میرے رب! تیرے ڈرنے مجھ سے ایسا کرایا، تو اللہ تعالیٰ (کو اس پر رحم آ گیا اور اتنی بات پر) اسے بخش دیا۔''

جاری.........

ص ۵۰ رکا بقیہ..........

اسلامیات

از: محمد تحسین رضا نوری*

حج وزیارت اور سیلفی کا جنون

احوال قوم وملت

مذہب اسلام میں تصویر کشی ناجائز وحرام ہے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ٹیوی اور ویڈیو حرام ہے، کیوں کہ اس نئی ایجاد یعنی تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کے مضر اثرات زہر ہلاہل کی طرح خواص وعوام کی رگوں میں تیزی سے پھیل رہے ہیں جس نے ماحول کو بگاڑ کر رکھ دیا، بے پردگی کو عام کر دیا، ہاں بوجہ مجبوری جیسے پاسپورٹ یا دیگر ضروری دستاویزات کے لیے تصویر کھنچوانے کو فقہانے جائز قرار دیا ہے، لیکن دور جدید میں رائج اسمارٹ فون پر لی جانے والی سیلفی بہت تیزی کے ساتھ عام ہو چکی ہے، ہر مناسب نامناسب جگہوں پر لوگ سیلفی لینا شروع کر دیتے ہیں، یوں کہیے کہ سیلفی بعض لوگوں کی زندگی کا حصہ بن چکی ہے، اگر بہ نیت سیر وتفریح کہیں جانا ہوتا ہے اور وہاں سیلفیاں نہ لی جائیں تو سفر ادھورا لگتا ہے، اب یہ قصہ صرف سیلفی تک ہی محدود نہیں بلکہ اب جگہ جگہ ویڈیو گرافی بھی کی جاتی ہے، شارٹ ویڈیوز پر چھوٹے چھوٹے بچے معاذ اللہ ڈانس کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ مضر بیماری اتنی تیزی سے پھیلی کہ ہمارے مقدس مقامات اور عبادت وریاضت بھی اس سے محفوظ نہیں، حرمین شریفین جیسے مقدس مقامات بھی اس کی زد میں آ چکے ہیں، ادب واحترام کا پاس کیے بغیر لوگ توبہ واستغفار، اوراد ووظائف، تسبیح وتہلیل، دعا ومناجات، فرائض وواجبات کو پس پشت ڈال کر کعبہ معظّمہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کر کے تصویر لیتے نظر آتے ہیں، جن ہاتھوں کو رب العالمین کی بارگاہ میں دعا واستغفار کے لیے اٹھنا چاہیے تھا وہ ہاتھ اب سیلفی لینے یا ویڈیو بنانے یا کسی سے ویڈیو کالنگ پر بات کرنے کے لیے اٹھتے نظر آتے ہیں، ان حرکتوں نے کعبہ معظّمہ کا تقدس اور مدینہ منورہ کی حرمت وعصمت کو پامال کر دیا۔

آج حج وعمرہ کے مبارک سفر پر جانے والے حجاج کرام اور معتمرین حضرات کا سب سے پہلا کام یہی رہ گیا ہے کہ خانہ کعبہ اور گنبد خضرا کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا اور تصویر لے کر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دینا۔ اُن کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ کتنی اعلیٰ قسم کی بے ادبی ہے، اوّلاً حرام کام کا ارتکاب (یعنی تصویر کشی کرنا) پھر اُس پر جرأت یہ اُن مقدس مقامات کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا، کاش ہم نے وہاں جانے سے پہلے حاضری کے آداب سیکھ لیے ہوتے۔

زہے نصیب آپ کو اُس پاک در پر حاضری کا شرف عطا ہوا تو اس کو موقع غنیمت جان کر زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہیے، کیوں کہ یہاں ایک عمل کا ثواب پچاس ہزار تک بڑھا دیا جاتا ہے، شب وروز عبادت کرے، قرآن کریم کی تلاوت کرے، خود کو بدلنے کی کوشش کرے نہ کہ اُن مقدس مقامات کی عزت و احترام کو بھلا دے، یاد رکھیے یہ وہ جگہ ہے جہاں ذرا سی بے ادبی سے ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے، یہاں قدم بھی آہستہ آہستہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، کسی شاعر نے کہا ہے:

سنبھل کر پاؤں رکھنا حاجیو! شہر مدینہ میں
کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے

یہ کوچہ جاناں ہے آہستہ قدم رکھنا
ہر جا پہ ملائک کی بارات کھڑی ہوگی

روضہ مبارک کی طرف پیٹھ کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی جانب، مواجہ شریف، سنہری جالیوں کی طرف پیٹھ کر کے ویڈیو اور تصویر بنانا بے ادبی اور بے باکی ہے کیوں کہ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ادب و

*مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

تعظیم کا یہ انداز بتایا گیا کہ یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اپنا منہ اُن کی طرف رکھے، نیز علمائے کرام نے بلا مجبوری روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کرنے کو سختی سے منع فرمایا۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "المسلک المتقسط" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے نماز اور غیر نماز میں، البتہ جب کوئی مجبوری و ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا مجبوری مزار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو۔

(فتاویٰ رضویہ شریف، جلد دہم، صفحہ 836، مطبوعہ دعوت اسلامی)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: قبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

(بہار شریعت، جلد اول، حصہ ششم، صفحہ 1228، مطبوعہ دعوت اسلامی)

لہٰذا آج کے حالات پر غور کریں کہ کتنی کثرت سے لوگ روضہ مبارک کی طرف پیٹھ کر کے تصاویر لے رہے ہوتے ہیں، اُن کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں، خانہ کعبہ میں دوران طواف تسبیح و تحمید کی جگہ وہ تصویر کشی میں مبتلا ہوتے ہیں، دوستوں احباب سے ویڈیو کالنگ پر بات کر رہے ہوتے ہیں، جبکہ احاطہ حرم میں ایک گناہ کرنا ایک لاکھ گناہ کرنے کے برابر ہے اور ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کرنے کے برابر ہے، صدر الشریعہ، مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ہاں ہاں ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادہ پر پکڑا جاتا اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے، الٰہی خیر کی توفیق دے۔"

(بہار شریعت، حصہ ششم)

حرمین شریفین کی حاضری کے آداب

ارکان حج و عمرہ نہایت ہی ادب و احترام، خلوص و للّٰہیت کے ساتھ ادا کرے، کسی بھی طرح کی بے ادبی، گستاخی سے بچے، طواف کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ آپ کی وجہ سے کسی کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہو، خالی اوقات میں کلمہ طیبہ کی کثرت کریں، اور کم از کم ایک قرآن کریم کا ختم کریں، اپنے والدین، اولاد، دوست و احباب، اساتذہ کرام، اولیاء کاملین، خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جتنے ہو سکے عمرے کرتا رہے، مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت خانہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو، آستانہ پاک کو بوسا دے، فلاح دارین، قبول حج، مغفرت ذنوب، دوبارہ حاضری کی دعا کرے، تضرع، خشوع، دعا، بکا، ذکر و درود کی جو کثرت ہو سکے بجالائے، حجر اسود کو بوسہ دے کر الٹے پاؤں رخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو بنگاہ حسرت دیکھتا اور فراق بیت پر روتا یا رونے کی صورت بناتا مسجد مقدس کے دروازہ "باب الحزورہ" سے نکلے، پھر بقدر استطاعت فقرائے حرم پر تصدق کرتا ہوا مدینے شریف کا رخ کرے۔

(ماخوذ: فتاویٰ رضویہ شریف، جلد 10، صفحہ 829، 830)

(ارکان حج و عمرہ کثرت سے ہیں تو ہر ہر رکن کے آداب ذکر کرنا مناسب نہیں، شائقین حضرات فتاویٰ رضویہ کی جلد 10، "مطبوعہ دعوت اسلامی" کی طرح رجوع کریں)

مدینے شریف کی حاضری میں خالصتاً قبر انور کی زیارت کی نیت کیجیے، ریاکاری اور تجارت وغیرہ کی نیت قطعاً نہ ہو۔

(مرقاۃ المفاتیح)

سفر مدینہ میں درود شریف کی کثرت کرے، روضہ مبارک کی حاضری کے وقت گردن جھکائے، روتے ہوئے، لرزتا، کانپتا، بید کی طرح تھرتھراتا، ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا، قدم بڑھا، خضوع و وقار خشوع و انکساری کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کر، سوا سجدہ عبادت کے جو بات ادب و اجلال میں اکمل ہو، بجالا۔

(ماخوذ: فتاویٰ رضویہ)

درود شریف کی کثرت کرتے چلے، نہایت خشوع و خضوع سے روضۂ اقدس پر حاضری دے، سلام پیش کرے، رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالے، اس دوران دل سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی طرف متوجہ رکھنے کی کوشش کرے، موبائل

احوال قوم وملت

چلانے، سیلفیاں لینے سے بچے اور سوچیے کہ کس ہستی کی بارگاہ میں حاضری ہے، اگر آپ کو کسی نے روضہ اطہر پر سلام عرض کرنے کا کہا ہے تو اس کی طرف سے بھی سلام عرض کر دے۔ جب تک مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہو، کوشش کر کے اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت (باوضو) حاضر رہے، نماز و تلاوت و درود میں وقت گزارے، مسجد نبوی شریف میں دنیوی باتیں ہرگز نہ کرے، یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار (50,000) لکھی جاتی ہے، لہٰذا عبادت میں زیادہ کوشش کرے، بھوک سے کم کھانے میں امکان ہے کہ عبادت میں دل زیادہ لگے، روضہ رسول کو ہرگز پیٹھ نہ کرے اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان مقدس مقامات کی باادب حاضری نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۳۶ ر کا بقیہ.......................................

رہے ہیں اور فرما رہے تھے، آج کے بعد سے عثمان کو کوئی بھی برا عمل نقصان نہیں پہنچائے گا، ایسا آپ نے دوبار ارشاد فرمایا۔"

آپ نے مسلمانوں کے لیے میٹھے پانی کا چشمہ خرید کر وقف کیا، مسجد نبوی کی توسیع کرائی، ہر جمعہ کو غلام آزاد فرماتے غرضیکہ فلاحی کاموں کے لیے آپ ہمیشہ ہی تیار رہتے۔ جس طرح دولت عثمانی بے حساب تھی اسی طرح سخاوت عثمانی بھی اپنی مثال آپ تھی۔

آپ 12 ر سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے، اس درمیان جہاں اسلامی سرحدوں کو وسعت ملی تو مسلمانوں میں اعلی درجے کی خوش حالی بھی آئی۔ مگر دور خلافت کے آخری حصے میں سازشوں کے سایے بڑھتے گئے۔ آپ کی نرم دلی اور سادگی کا بیجا فائدہ اٹھایا گیا۔ نتیجہ بغاوت کی صورت میں آیا اور بلوائیوں نے آپ کے مکان کو گھیر لیا۔ جس نے مسلمانوں کے لیے میٹھے پانی کا چشمہ خریدا اسی پر پانی بند کر دیا گیا۔ جس نے مسلمانوں کی قحط سالی دیکھ سارا غلہ صدقہ کر دیا، اُسی پر کھانا روک دیا گیا۔

18 ر ذوالحجہ 35ھ کو وہ وقت آیا کہ ایک زمانے کو اپنی سخاوت سے فیض یاب کرنے والے ذوالنورین تلاوت قرآن کرتے ہوئے نہایت سفا کی کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔ خون کے چھینٹے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ آیت پر پڑھے اور امت محمدیہ کو ایک نسخہ قرآن پر جمع کرنے والے جامع القرآن رب کے مہمان ہو گئے۔

یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہُدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

◆◆◆

ص ۳۳ ر کا بقیہ.......................................

سیلفی لے رہے ہیں، بعض جگہ فوٹو لینا مجبوری تو ہو سکتی ہے لیکن جائز نہیں، اس لئے حج وعمرہ کرنے والوں کو اس گناہ عظیم سے سختی سے بچنا چاہیے۔ ع

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

◆◆◆

ص ۴۲ ر کا بقیہ.......................................

تقریباً بھلا دیا اور اغیار کی بیجا تقلید میں گرفتار ہو گئے حتی کہ اب ان کے منہ میں غیروں کی زبان بولنے لگی ہے۔

لہٰذا، اے اسلام! اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے التجا کر کہ مسلمانوں کو تیرے سچّے اصولوں پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو پھر وہی عزت و وقار، وہی عظمت و وجاہت نصیب فرمائے جو ان کو کسی زمانہ میں حاصل تھی، آؤ اے مسلمانو! اسلام کی اس صدائے برحق پر سب مل کر آمین کہو: آمین یارب العلمین۔

◆◆◆

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

احوال قوم و ملت

(از: مولانا محمد طاہر القادری کلیم فیضی*

حج و عمرہ کی نمائش اور پرچار کرتے مسلمان

احوال قوم و ملت

حج ہو چاہے عمرہ یہ عبادت ہے اور عبادت خلوص نیت اور دل کی صفائی کے ساتھ کی جانے والی چیز ہے، اس لئے عبادت یا ارکان عبادت کا پرچار جائز نہیں ہے اور کسی قسم کی مالی و بدنی عبادت دکھا کر کرنا شرک خفی ہے، حاجی کے لئے اتنی رعایت ہے کہ وہ لوگوں سے معافی و تلافی کے بطور اپنے" سفر حج کو ظاہر کرسکتا ہے تاکہ" حج جیسے اہم و اعظم فریضہ کے ساتھ ساتھ وہ حقوق العباد کے بوجھ سے بھی چھٹکارا پا سکے، ورنہ حقوق العباد ایسی شئے کا نام ہے کہ جب تک بندہ معاف نہ کردے اس وقت تک " اللہ غفور رحیم بھی نہیں معاف فرماتا ہے اور حقوق العباد میں گرفتار شخص چاہے" حج کرلے یا شہید ہوجائے پھر بھی" حقوق العباد معاف نہیں ہوتا ہے" حاجی اور شہید" کے گناہ صغائر و کبائر معاف تو ہوجاتے ہیں لیکن" حقوق العباد نہیں معاف ہوتے ہیں۔

حج کرنا ہر صاحب استطاعت عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے جبکہ عمرہ سنت رسول ہے، حج کے لئے جب پرچار کرنا جائز نہیں ہے تو عمرہ کے لئے پرچار کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟ حج پر جانے والے کا کیا یہ پرچار نہیں ہے کہ وہ مقامات مقدسات پر جا کر سیلفی لیتے ہیں یا ویڈیو بنواتے ہیں اور ایسا کرنا کیا ڈبل جرم نہیں ہے؟ ایک تو سیلفی لینا حرام و ناجائز دوسرے پرچار، ہم نے بہت سے حاجی یا عمرہ کرنے والوں کے فوٹو اور ویڈیو دیکھے ہیں اور آئے دن دیکھ رہے ہیں۔

ایسے موقع پر سوچنا پڑتا ہے کہ آں جناب حج یا عمرہ کرنے گئے ہیں یا اپنے اس مبارک سفر کا پرچار کرنے؟ بعض لوگ تو طواف خانۂ کعبہ کرتے ہوئے اپنا ویڈیو بنوا لیتے ہیں، العیاذ باللہ! اور اس کو" واٹسپ و فیس بک، یوٹیوب اور انسٹاگرام" پر اپلوڈ کرتے ہیں، تاکہ دنیا کے لوگ دیکھیں کہ" فلاں صاحب" حج یا عمرہ کرنے گئے ہیں اور سب کو معلوم ہوجائے۔

یہ سب کیا تماشا ہے؟ حج یا عمرہ کرنے کے لئے آج تک ہمارے اکابر علما فوٹو جائز نہیں کرسکے لیکن اب یہ حال ہے کہ سفر حرمین شریفین پر جانے لگیں تو فوٹو اور ویڈیو، خانہ کعبہ کا طواف کریں تو فوٹو اور ویڈیو حجر اسود کو بوسہ دیں تو فوٹو اور ویڈیو اور دیگر مقامات مقدسات پر جائیں تو فوٹو اور ویڈیو آخر مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ گناہ کے کام سے بچتے اور احتیاط نہیں کرتے ہیں اور ایسی جگہ جہاں گناہ کا تصور بھی گناہ ہے، سیلفی لے کر حج یا عمرہ کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ اور جب موبائل اسکرین پر تصاویر آتی ہیں تو بعض نادان اس پر" ماشاءاللہ" لکھتے ہیں، کار گناہ پر " ماشاءاللہ" انتہائی حیرت و افسوس کی بات ہے، گلستان شریعت مصنفہ حضرت علامہ نسیم بستوی علیہ الرحمہ میں فتاویٰ رضویہ سے ایک عبارت نقل کی گئی ہے، جو اس طرح ہے:

" حج کرنے کے لئے تصویر اور فوٹو کھنچوانا جائز نہیں خواہ حج فرض ہو یا نفل اس لئے کہ گناہ سے بچنا کسی نیکی کے اکتساب (حاصل کرنے) سے اہم و اعظم ہے، فتاویٰ رضویہ ج ٣ ص ٧٢٩ میں اشباہ سے ہے: اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات-" (گلستان شریعت، ص ٢٩١)

بتائیے کہ! جب حج فرض یا نفل کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز نہیں ہے تو پھر حرمین شریفین جہاں لوگ گناہوں کا قلع قمع کرنے اور آلائش گناہ سے اپنے آپ کو صاف و ستھرا کرنے کے لئے جاتے ہیں، ایسی پاکیزہ جگہ گناہ کے کام تعجب بالائے تعجب بلکہ جسارت بھی ہے، وہاں سیلفی لیتے ہیں اور وہ بھی احرام پوش ہوکر سیلفی لینا کس قدر جرم و گناہ ہے، لیکن آج کل لوگ مسائل شرعیہ کا مذاق بنائے ہوئے ہیں اور دھڑلے سے بقیہ ص ٣٢ / پر

* مضمون نگار مدرسہ انوار الاسلام، سکندر پور، بستی یوپی کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

اسلاف وا خلاف

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل وکمالات

از: مولانا غلام مصطفے نعیمی*

عبد المطلب بن ہاشم قبیلے کے باثر اور رسوخ دار شخص مانے جاتے تھے۔ خدا نے کئی بیٹے بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ایک بار پھر ان کی اہلیہ امید سے تھیں۔ وقت پورا ہوا۔ فضل ربی سے جڑواں بچوں کی ولادت ہوئی، بیٹے اور بیٹی کی آمد نے پورے گھر میں خوشیاں بکھیر دیں، بیٹے کا نام عبداللہ اور بیٹی کا نام بیضا رکھا گیا، آپ جانتے ہیں یہ دونوں جڑواں بھائی بہن کون تھے؟

نومولود عبداللہ، کائنات کی افضل ترین ہستی، خاتم النبیین، محبوب خدا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے والد اور وہ خوش نصیب بہن آپ ﷺ کی سگی پھوپی تھیں، یہی بیضا بنت عبدالمطلب خلیفہ سوم، داماد رسول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سگی نانی بھی تھیں، آپ کی بیٹی اروی بنت کریز عفان بن ابوالعاص سے بیاہی تھیں، انہیں اروی بنت کریز کے بطن سے حضرت عثمان عام الفیل کے تقریباً چھ سال بعد 576ء میں پیدا ہوئے۔

سرزمین عرب کے دن سنورنے والے تھے، خزاں کا موسم آمد بہار کا اشارہ محسوس کر رہا تھا۔ محبوب خدا ﷺ اعلان نبوت فرما چکے تھے۔ آپ کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کے لیے خود کو وقف کر چکے تھے۔ آپ ایک کامیاب تاجر اور معاشرے کے اعلی طبقے سے تعلق رکھتے تھے آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہر طبقے میں خوب تھا۔ حضرت عثمان بن عفان جوان تھے اور کامیاب تاجر بھی۔

حضرت عثمان وہ غیر معمولی جوان تھے جو معاشرے کی روایتی برائیوں سے بالکل محفوظ تھے، بت پرستی شراب نوشی اور زنا جیسی بدترین برائیوں سے کوسوں دور تھے۔ آپ کی انہیں خوبیوں اور نفیس طبیعت کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کو اسلام کی دعوت پیش کی، اس زمانے میں خاندان بنوامیہ خاندان قریش کا حریف سمجھا جاتا تھا، دونوں ہی خاندانوں میں شرف و عزت اور غلبے کے لیے چپقلش رہتی تھی، حضرت عثمان کا تعلق اگرچہ بنوامیہ سے تھا مگر آپ کا دل خاندانی تعصب وعناد سے پاک و صاف تھا، اس لیے کلمہ پڑھ کر نبی اکرم ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گئے، اسلام قبول کرنے والے آپ چوتھے انسان تھے، آپ سے پہلے صدیق اکبر، حضرت علی اور حضرت زید ایمان لا چکے تھے، آپ کی شرافت اور پاکیزہ چال چلن کو دیکھ کر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی منجھلی شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا، دونوں میاں بیوی تاریخ اسلام کے ان خوش نصیب زوجین میں شامل ہیں جنہیں دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا، سب سے پہلے آپ نے حبشہ (Ethiopia) کی جانب ہجرت کی بعدہ مکہ واپس آئے اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، آپ خود فرماتے ہیں:

"وهاجرت الهجرتين الاولين۔ (بخاری: فضائل اصحاب النبی) میں نے اسلام کی پہلی دو ہجرتیں کی ہیں۔"

مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں کو ذرا سکون ملا ہی تھا کہ کفار مکہ نے جنگ کا بگل بجا دیا، چار ناچار مسلمانوں کو جنگ کے لیے نکلنا ہی پڑا، ایک طرف مجاہدین اسلام دین کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو رہے تھے تو دوسری جانب شہزادی کونین سیدہ رقیہ سخت بیمار تھیں۔ یہ صورت حال حضور ﷺ اور حضرت عثمان کے لیے بڑی آزمائش بھری تھی، ایک طرف بیمار بیٹی کی صورت پدری محبت کو آواز دے رہی تھی تو دوسری جانب اسلام کے وجود پر کفر کے گھنے بادل چھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضور نے نم آنکھوں کے ساتھ اسلام کو بیٹی پر فوقیت دی اور حضرت عثمان کو مدینہ میں ہی رکنے کا حکم دیا، حضرت عثمان کے لیے بڑی کٹھن

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

گھڑی تھی، ایک طرف شریک حیات صاحب فراش تھیں، دوسری جانب ان کے دوست و احباب تحفظ اسلام کی خاطر جانوں کی بازی لگانے جا رہے تھے۔ دل تو ان کا بھی چاہتا تھا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ دفاع اسلام کی خدمت انجام دیں مگر اہلیہ کی بیماری اور حضور کے حکم پر اپنی خواہشات روک کر شہزادی رسول کی دیکھ بھال میں جٹے رہے۔

بدر کے میدان میں کفر و اسلام کے مابین زور آزمائی چل رہی تھی تو مدینۃ الرسول میں شہزادی رسول موت و حیات کی منزلوں سے گزر رہی تھیں۔ ادھر لشکر اسلام نے تاریخی فتح حاصل کی ادھر سیدہ نے بابا کے آنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور رب تعالی کی مہمان بن کر راہی ملک عدم ہو گئیں۔

سیدہ رقیہ کے وصال کے بعد حضرت عمر نے سیدنا عثمان کے لیے اپنی بیٹی حضرت حفصہ کا رشتہ پیش کیا۔ مشیت الٰہی آپ کو ایک منفرد اعزاز کے لیے منتخب کر چکی تھی۔ اس لیے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر کو یہ بات بہت گراں گزری، آپ شکایت لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"هل لَكَ في خيرٍ من ذلِك؟ أتزوَّجُ أنا حفصةَ و أزوِّجُ عثمانَ خيراً منها أمَّ كُلثوم۔ (ابن عبد البر (ت ٤٦٤) الاستيعاب ٤ / ٣٩٩) کیا میں تمہیں عثمان سے بہتر رشتہ نہ بتاؤں؟ آپ حفصہ کا نکاح مجھ سے کر دیں اور میں عثمان سے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح کر دیتا ہوں جو حفصہ سے بہتر ہے۔"

اس طرح آپ تاریخ انسانی کے وہ پہلے اور آخری خوش نصیب انسان بنے جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو شہزادیاں آئیں، اسی نسبت سے آپ ذوالنورین کہلائے۔ ؎

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذُوالنُّوْرَین جوڑا نور کا

یوں تو اہل عرب کی زبان ایک ہی تھی مگر لب و لہجہ اور انداز تکلم ایک دوسرے سے قدرے مختلف تھا، یہ بات مشاہداتی ہے کہ ہر زبان کا تلفظ علاقہ بدلنے کے ساتھ تھوڑا بہت تبدیل ہو جاتا ہے، دہلی و حیدر آباد میں اردو زبان استعمال ہوتی ہے لیکن بعض جملوں کے تلفظ و کتابت میں خاصا فرق آجاتا ہے، ہمارے یہاں Lab کو "لیب" لکھا جاتا ہے جبکہ حیدر آباد میں اسی لفظ کو "لیاب" لکھا جاتا ہے۔ زبان ایک ہے مگر علاقہ کی تبدیلی سے تلفظ و کتابت میں فرق آجاتا ہے، حالانکہ مفہوم ایک ہی رہتا ہے۔

اسی طرح عرب قبائل کی زبان تو عربی ہی تھی لیکن بعض الفاظ کے تلفظ و کتابت میں فرق بھی پایا جاتا تھا، ابتدائے اسلام میں قبائل عرب کو اپنے اپنے تلفظ کے مطابق قرآن پڑھنے کی آزادی تھی، لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی وسعت اور نئے افراد کی شمولیت سے کئی مقام پر قرآت قرآن کو لے کر اختلاف شروع ہو گیا، کوئی ایک انداز میں قرآن پڑھتا تو دوسرے کو لگتا کہ وہ غلط پڑھ رہا ہے، ٹوکنے پر دوسرا فریق یہ سمجھتا کہ فریق اوّل کی قرآت صحیح نہیں ہے، اس طرح ہر ایک خود کو درست اور دوسرے کو غلط بتاتا، یوں اختلاف بڑھتا گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ اختلاف تنازع کی صورت اختیار کرنے لگے۔ جب ایسی شکایتیں زیادہ بڑھ گئیں تو حضرت حذیفہ سیدنا عثمان غنی کے پاس آئے اور قرآت قرآن پر اختلاف اور تنازعات کی سنگینی کا احساس دلاتے ہوئے عرض کیا:

"یاأمير المؤمنين أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب كما اختلفت اليهود و النصارى۔ (سنن ترمذی کتاب تفسیر القرآن) امیر المومنین! اس امت کو سنبھال لیجیے، اس سے پہلے کہ یہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کرے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا۔"

صورت حال واقعی نازک تھی کہ کوئی بھی نو مسلم قرآن سیکھتا تو کسی ایک ہی تلفظ و قرآت کے مطابق سیکھتا۔ دو مختلف علاقوں کے لوگ دو الگ انداز میں قرآن پڑھتے اس طرح اختلاف سنگین ہونے کے خدشات تھے۔ حضرت عثمان نے نزاکت کا احساس کیا اور ام المومنین حضرت حفصہ کو پیغام بھجوایا:

"فأرسل إلى حفصة أن أرسلي إلينا بالصحف

ننسخها في المصاحف ثم نردها إليك فأرسلت حفصة إلى عثمان۔ (ایضاً) حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہ کو پیغام بھجوایا کہ آپ مصحف صدیقی ہمارے پاس بھجوادیں تا کہ ہم اس سے مزید نقلیں تیار کرالیں۔ پھر ہم اسے آپ کو واپس لوٹا دیں گے، یہ سن کر حضرت حفصہ نے مصحف صدیقی حضرت عثمان کو بھیج دیا۔"

ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس قرآن مجید کا وہ نسخہ محفوظ تھا جسے حضرت ابوبکر صدیق نے جمع کرایا تھا، یہ نسخہ زبان قریش کے مطابق لکھا گیا تھا، حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث کو قرآن کو لغت قریش کے مطابق لکھنے کی ذمہ داری سونپی اور یہ ہدایت بھی فرمائی:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم۔ (فتح الباری شرح بخاری ص 621) اگر تم میں اور زید بن ثابت میں قرآن کی کتابت کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا کیوں کہ قرآن انہیں کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے۔"

کاتبین وحی کی پرخلوص جدوجہد اور سیدنا عثمان غنی کی سرپرستی میں قبیلہ قریش کے انداز تکلم اور رسم الخط کا لحاظ رکھتے ہوئے مصحف صدیقی کی کئی نقلیں تیار کرائی گئیں اور مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دی گئیں، دیگر اسلوب و کتابت والی نقول کو واپس منگوا کر منسوخ کرادیا اس طرح پوری امت ایک ہی نسخہ قرآن پر جمع ہوگئی، آج بھارت سے برطانیہ اور افریقہ سے عرب تک ہی ایک ہی نسخہ قرآن پایا جاتا ہے۔

ہجرت کا نواں سال چل رہا تھا، جس تیزی کے ساتھ اسلام کی مقبولیت بڑھ رہی تھی اسلام کے دشمن بھی اسی تعداد میں بڑھ رہے تھے، عرب اور شام کے درمیان سلطنت غسان قائم تھی اور ہرقل روم کی تابع تھی، اس سے قبل جنگ موتہ میں رومی ہزیمت اٹھا چکے تھے، اس لیے اس بار انہوں نے بڑی تیاری کی، شامی سرحد پر عیسائی لشکر جمع ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ نے اس حملے سے بچاؤ کے لیے مدینے سے باہر جا کر لڑنے کا ارادہ فرمایا۔ تاریخ میں یہ جنگ غزوہ تبوک کے نام سے معروف ہے، ان دنوں مسلمانوں کی مالی حالت بے حد کمزور تھی، لشکر کے پاس فوجی ساز وسامان، سواریاں اور کھانے پینے کے سامان کی سخت قلت تھی، سختی کا عالم یہ تھا کہ حضور ﷺ نے منبر سے عام چندے کا اعلان فرمایا، حضرت عثمان کا تجارتی قافلہ شام کی جانب روانہ ہونے والا تھا کہ حضور کا اعلان سماعت کیا۔ اعلان سنتے ہی سارا ساز و سامان حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کردیا، اس مال میں 900 اونٹ 100 گھوڑے مع ساز و براق اور 1000 ہزار سونے کے دینار شامل تھے۔

اس زمانے میں اونٹ اور گھوڑے انتہائی قیمتی جانور مانے جاتے تھے، آج بھی دونوں جانور بیش قیمت سمجھے جاتے ہیں، اگر موجودہ وقت میں ایک اونٹ کو 50 ہزار کا بھی مان لیا جائے تو 900×50,000 کی رقم ساڑھے چار کروڑ روپے بنتی ہے۔ اسی رقم میں سو گھوڑوں کی قیمت بھی اسی مد میں جوڑ دیں تو کل قیمت پانچ کروڑ ہوجاتی ہے۔ ایک دینار 4 رگرام 374 ملی گرام وزن کا ہوتا ہے۔ موجودہ وقت میں ایک گرام سونا 4800 روپے کا ہوتا ہے، اس طرح ایک دینار کو 4 رگرام کا بھی مان لیں تو ایک دینار کی قیمت 19200 روپے اور ایک ہزار دینار کی قیمت ایک کروڑ 92 لاکھ روپے بنتی ہے جبکہ وکی پیڈیا کے مطابق ایک ہزار دینار کی قیمت 1 ارب سے زائد بنتی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر سیدنا عثمان ایک ہزار دینار لے کر آئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کردیا:

"قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ: مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ۔ (ترمذی، کتاب المناقب 3701) حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو دامن میں الٹ پلٹ کر دیکھ بقیہ ص ۳۲ ر پر

(از: نبیرۂ حافظ الملت حضرت مولانا وحید احمد خاں بریلوی علیہ الرحمہ*

اسلام اور قربانی

قلم فکر

نہ روح مذہب نہ قلب
عارف نہ شاعرانہ زبان باقی
زمیں ہماری بدل گئی ہے
اگرچہ ہے آسمان باقی

عصر حاضر میں جبکہ ایک طرف عزت وعظمت کی ہوس، مال و دولت کی طمع ولالچ اور خالص دنیاداری کی گوناگوں فوائد کی کشش مسلمانوں کو اسلامی اصول اور دینی تعلیم سے یکسر عاری کر کے جدت و مادیت کی طرف مقناطیسی قوت کی طرح کھینچے لئے جا رہی ہے اور دوسری طرف خودغرض اور ضمیر فروش مدعیان مذہب وعلمبرداران قوم ورہبران ملک وملت اسلامی اصول اور دینی مراسم کو اپنی خودغرضی کی تکمیل کا آلۂ کار بنائے ہوئے ہیں تو ایسے میں اگر عوام الناس روح مذہب اور حقیقی تعلیمات اسلامی سے بے بہرہ ہوں تو کیا تعجب ہے؟۔

اُدھر مسلمانوں کے ملّی ذوق وشوق اور ان کے مذہبی تفکرات ورجحانات سلطنت اسلامیہ کے ساتھ ہی فنا ہو گئے، اِدھر مذہب کی آڑ میں اپنے ذاتی اغراض ومقاصد پورے کرنا علمائے سوء اور گندم نما جو فروشوں نے اپنا شعار بنا لیا تو اب مذہب کی صحیح تعلیمات عوام کے سامنے پیش کرنے، پھر انھیں عوام کے قبول کرنے کی کیا ضمانت دی جا سکتی ہے؟ لیکن اسلام چونکہ ناقابل تردید حقیقت اور لافانی مذہب ہے لہٰذا علمائے حق کا ایک گروہ ہمیشہ جادۂ حقانیت پر گامزن رہا اور دنیوی شہرت وعزت کا مقناطیسی تاج محل اس کے قدم حق نشاں میں ذرا بھی لرزش نہ ڈال سکا، وہ ببانگ دہل اعلائے کلمۃ الحق بلند کرتا گیا یہاں تک کہ آج وہ دن آ گیا کہ فلسفۂ مغرب کی چکاچوند دلفریبیوں کی مجنونانہ تقلید سے ہندوستان عاجز آ چکا ہے اور ایک بار پھر اسلامی اصول اور دینی تعلیم میں انسان کو نشان راہ حق ونجات نظر آنے لگا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی داعی ہے کہ اسلامی اصول ومراسم کے ہر ہر پہلو عوام کے روبرو پیش کر دیا جائے تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ اسلام کیسے کیسے زرّیں اصولوں کا منبع ومجموعہ ہے، اس کا ہر ہر ضابطہ، اس کا ہر ہر قانون اور اس کا ہر ہر قاعدہ کیسی کیسی ناقابل انکار حقیقتوں اور انسانیت نواز مصلحتوں پر مبنی ہے، اسلام اپنے اندر وہ متاع گراں مایہ رکھتا ہے جس کا عشر عشیر بھی دوسرے مذاہب میں ڈھونڈنا ''جوئے شیر'' لانے کے مترادف ہے۔

ایثار وقربانی اصطلاحاً دو ہم معنی الفاظ ہیں اور اسلام کی جملہ تعلیم اس کے سارے اصول ومراسم ''روح ایثار وقربانی'' کو عملی جامہ پہنا کر اسے مجسّم کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو ایثار ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا حصول دنیا میں سب سے زیادہ دشوار ترین امر ہے لیکن اگر یہ صفت حاصل ہو جائے تو انسان کے اندر جملہ عیوب ونقائص کا قلع قمع کر کے اخلاق حسنہ اور مکارم کریمہ پیدا کر دیتی ہے اور یہی اصل مقصود اسلام ہے بانیٔ اسلام محسن انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ ایک زبردست معجزہ ہے کہ ایسی وحشی، خونخوار، قتل وقتال کی رسیا اور انسانی جذبے سے عاری قوم کو ایثار ومروت کی زندہ مثال، حقانیت کا پیکر اور عدل وانصاف کا خوگر بنا دیا، جس قوم کی یہ مشہور روایت رہی ہو کہ اس کے افراد ایک ادنیٰ سی بات پر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہوں اور ایک معمولی سی وجہ پر اس لڑائی کی مدت صدیوں تک دراز ہو جاتی ہو، جو ہمدردی بنی نوع سے قطعاً بے بہرہ ہو، جس کے ذاتی اغراض ومقاصد نے بیٹے کے لئے باپ کا، باپ کے لئے بیٹے کا اور بھائی کے لئے بھائی کا رشتہ بے معنی کر دیئے ہوں، ایک ایسی قوم کو چشم زدن

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے کالم نویس ہیں۔

میں عادات قبیحہ، عیوب ونقائص اور پست ذہنیت کے تنگ و تاریک غارعمیق سے نکال کر اخلاق حسنہ، محاسن حمیدہ اور پیار و ایثار کے بام عروج پر لا کھڑا کر دینا ایک زبردست معجزہ نہیں تو پھر اور کیا ہے؟۔

وہی افراد جواب تک ہر نقص وعیب کے لئے اپنی مثال آپ تھے بنی نوع انسانی کے لئے ''رشد و ہدایت'' کے ایسے ''بدر کامل'' بن گئے کہ اپنے اخلاق حمیدہ وافضال کریمہ کی بنا پر ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم'' کے عالی خطابات سے موسوم کئے گئے حتی کہ غیر مذہبوں نے بھی ان کے صفات عالیہ کا علی الاعلان اعتراف کیا۔ کیا اس انقلاب کی مثال اتنی مختصر سی مدت میں کوئی دوسرا مذہب پیش کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہی وہ ''امتیازی وصف'' ہے جس نے مخالفین سے بھی خراج تحسین وصول کیا یہاں تک کہ متعصب ترین اشخاص کے قلم بھی بے اختیار یوں بول پڑے:

پادری ایزک ٹیلر، لکچر مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور صفحہ ۱۹ر میں لکھتے ہیں:

''اسلام میں عملی طور پر اخوت کا ایسا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔''

نیز اسی میں صفحہ ۲۱ر پر لکھتے ہیں:

''پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے خدا کی مرضی پر شا کر رہنا، پرہیزگاری، خیرات، راستی، باہمی اخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام ایک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لئے بہتر ہو، اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری ان تینوں برائیوں کو جنھوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل وخوار کر رکھا ہے یک قلم موقوف کر دیا۔''

ڈاکٹر جی ڈبلیو لاٹلیٹر، لکچر مطبوعہ رحمانی پریس لاہور صفحہ ۱۰ر پر لکھتے ہیں:

''مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ پس و پیش نہیں ہے اہل اسلام اپنے خاندان پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت، بزرگوں کی تعظیم، مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مواشی پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔''

فی الجملہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات روح ایثار سے مملو ہیں جن کا مختصراً بیان حسب ذیل ہے:

ایثار کے مقابلے میں ''نفس پرستی'' ہے جو کئی قسم کی ہوسکتی ہے، شخصی، قومی، ملکی وغیرہ پھر شخصی نفس پرستی میں جانی، مالی، اولادی اغراض شامل ہیں، اسلام کی تعلیمات ان تمام پرستیوں کو ''خدا پرستی'' سے بدل دیتیں ہیں اور اس کے ماسوا پرستیوں کا تو بالکل قلع قمع کر دیتی ہیں۔

اسلام کے چاروں ارکان نماز، روزہ، زکوۃ، حج اخلاق انسانی کی تکمیل اور روح ایثار پیدا کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہیں، نماز منجملہ دیگر صفات محمودہ مثلاً صفائی، عاجزی، سادگی، پابندیٔ اوقات، مساوات، اخوت، حسن سلوک وغیرہا پیدا کرنے کے لئے ایثار کا عمدہ سبق پڑھاتی ہے جو شخصی نفس پرستی کو نیست ونابود کرنے میں آتش سوزاں سے زیادہ مؤثر ہیں، صبح کا سہانا وقت ہے، نسیم سحر کے دلفریب جھونکے بیداران شب کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، موسم گرما میں رات کی صعوبتیں، گرمی کی کلفتیں صبح کے وقت ایک گونہ معدوم ہوجاتی ہیں اور جنھوں نے رات بھر بستر مصیبت پر کروٹیں بدلی ہیں، اختر شماری کی ہے، اس وقت کچھ کچھ خواب سے ہم آغوش ہو چلے ہیں، نفس پرستی اور آرام طلبی کا تقاضا ہے کہ تھوڑی دیر اس خنک وٹھنڈی ہوا میں نیند کے مزے لے کر اپنے جسم وجاں اور قلب وروح کو آرام پہنچایا جائے لیکن اسی وقت مسجد کے مکبّروں سے صدائے اذان یا حاضری دربار الٰہی کا اعلان ہوتا ہے اور پیروان اسلام اپنے راحت وسکون پر لات مار کر اٹھ بیٹھتے ہیں، اسی طرح دوپہر کے وقت تھکے ماندے لوگ آرام کرنا چاہتے اور سہ پہر وشام کو کاروباری معاملات میں الجھا رہنا پسند کرتے ہیں اور رات کو دن بھر کی صعوبتیں اٹھا کر آرام کی نیند سوجانا چاہتے ہیں لیکن ان اوقات میں بھی ان کو نماز

ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ مقصود ہے کہ پیروان اسلام میں روح ایثار پیدا ہو، مذہبی معاملے میں وہ اپنے آرام، اپنی راحت حتی کہ اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہو سکیں اور یہ ''وصف خاص'' اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایثار کی ہر وقت عادت نہ ہو، اسی لئے تلقین ایثار چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ کی گئی، میں اس موقع پر ایک عیسائی مصنّفہ کے چند جملے لکھے بغیر رہ نہیں سکتا، ان لوگوں کی نسبت جو فرماں برداری اور ایثار کے عادی ہیں، وہ لکھتی ہیں:

''جب ایسا طرز عمل معمولی اور روزمرہ کی بات ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک متصور ہوتی ہے تو ایسے عالی اور بلند پایہ کام انجام پاتے ہیں جن کا علم کسی کو سوائے باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہوتا ہے۔''

کیا یہ الفاظ سچّے مسلمانوں پر صادق نہیں آتے؟ بے شک جب مسلمان اسلامی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا تھے تو ایسے بلند و عالی کارہائے نمایاں انجام پائے جن کا تصور بھی قطعاً ناممکن ہے، نفس پرستی کا دوسرا پہلو تنعم یعنی ''شکم سیری'' اسلام کے دوسرے رکن یعنی روزہ سے نیست و نابود ہو جاتا ہے، اس دنیا میں جس قدر افعال قبیحہ کا ارتکاب ہوتا ہے اس میں ۷۵ ر فیصد یہی ''حضرت پیٹ'' کارفرما ہوتے ہیں، شکم سیری سخت دلی کا موجب ہے جو عیش و عشرت کی طرف لے جاتی ہے اور فقر و فاقہ کی علت ہر طرح کے جرائم کا ارتکاب کراتی ہے لیکن اگر آسودگی میں فقر و فاقہ کی تکلیف اور فاقہ میں صبر و شکر کی عادت ہو تو انسان جامہ انسانی اتار کر پیکر حیوانی نہیں بن سکتا۔ یہی وہ ''سلف ڈنائل'' یعنی بے لوثی ہے جو ایثار کا سنگ بنیاد اور ہر فعل حسن کا منبع ہے۔

اسی طرح دولت کی محبت، مال کی ہوس ایسے قعر بہیمیت میں گراتی اور ایسی عادات قبیحہ کا مرکب بناتی ہے کہ اس پر لفظ ''انسان'' کا استعمال انسانیت کا ''استہزا'' ہی نہیں بلکہ شرافت انسانی کا ''خون'' اور توہین محض ہے اسی ''ہوس مال دولت'' کو دور کرنے اور ''انفاق فی سبیل اللہ'' یعنی راہ خدا میں پیسہ خرچ کرنے اور بنی نوع کی معاونت کی عادت پیدا کرنے کے مقصد کو ''زکوٰۃ'' نے بہ احسن الوجوہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

اسلام کے یہ تینوں ارکان لمحہ بہ لمحہ، روز بروز، ماہ بماہ اور سال بسال ''جذبہ ایثار'' پیدا کرتے ہیں اور انسان کو ہر طرح کی جسمانی، روحانی، مالی ایثار کا عادی بناتے ہیں، یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جانی و مالی قربانی سال میں صرف ایک ہی دفعہ کرنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ یہ قربانی بھی نماز ہی کی طرح روز کیوں نہیں ہوتی؟ جواب یہ ہے کہ اسلام فطری و عملی مذہب ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی تکمیل دور از کار ہو۔ نماز میں جو بدنی قربانی ہے وہ اس قدر سہل ہے کہ روزانہ انسان اس کو بغیر زیادہ مشکل برداشت کئے انجام دے سکتا ہے لیکن روزہ و زکوٰۃ میں جو قربانی ہے وہ روح ایثار کے نشو و نما پر مبنی ہے اگر ایک دم تمام بار رکھ دیئے جاتے تو ان پر عمل دشوار ہو جاتا اور یہ بات بندے کے حق میں مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتی۔

اسی لئے سہل سے شروع کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ایثار کا عادی بنا کر مشکل ترین ایثار کا حکم دیا گیا ہے یعنی جب انسان جانی و مالی قربانی کا عادی ہو جا چکا تب اس کو ایک ایسے ایثار کا مکلف بنایا گیا جس میں تمام قربانیاں، جملہ ایثار جمع ہو سکیں اور وہ اسلام کا رکن اعظم [1] حج ہے، جانی و مالی قربانی، خاندانی قربانی حتی کہ قومی و ملی قربانی بھی حج سے تکمیل پاتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حج کا دور دراز کا سفر اور اس پر پابندی نماز ایسی جسمانی قربانی ہے جس سے بالاتر متصور نہیں

---

[1] یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حج استطاعت پر فرض ہے نہ کہ نشو و نمائے روح ایثار پر؟ ایک شخص جو بلوغ کے ساتھ ہی صاحب استطاعت ہو جاتا ہے اس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے اگرچہ مادۂ ایثار اس میں نہ ہو۔ جواب یہ ہے کہ اوّلاً اصول تعلیم عام ہوتے ہیں اور ہر اصول میں مستثنیات ہونا لازمی ہے جو کسی دوسرے اصول کے ماتحت آتے ہیں، ثانیاً اگر روح تعلیم صحیح معنوں میں سمجھ لی جائے تو بچپن ہی سے مذہبی ذوق پیدا ہو سکتا ہے، اسی لئے حکم شریعت ہے کہ سات برس کی عمر ہی سے نماز کی تلقین والدین کو کرنا چاہئے، جب سات برس کی عمر ہی سے روح ایثار پیدا کرائی جائے تو بلوغ پر یہ روح کافی نشو و نما پا جائے گی اسی طرح روزہ بھی بلوغیت سے بہت پہلے ہی بچے کو رکھوا دیا جاتا ہے۔
باقی رہا نو مسلموں کا سوال تو بعد مسلمان ہونے کے اگر وہ صاحب استطاعت ہیں تو ان کو یہ تعلیم بہت جلد ذہن نشین ہو سکتی ہے، ۱۲ ر منہ۔

ہوسکتی، اسی طرح مالی قربانی بھی محتاج تصریح نہیں۔ دوسری قربانی ذرا تفصیل چاہتی ہیں:

فلسفۂ تاریخ کا ماہر اس بات کو خوب جانتا ہے کہ انسانی معاشرت کی بنا انفرادی کیفیت سے شروع ہو کر خاندانی، پھر اجتماعی، پھر قومی، پھر ملکی منزلیں طے کر کے تمام دنیوی اور پھر کائنات عالم پر حاوی ہوگئی۔ ماہرین فلسفۂ نفس کا بیان ہے کہ انسان کا کمال اپنی ذات کو دوسرے کی خاطر فنا کر دینا ہے لیکن اس کمال کے درجے ہیں، جو اپنے خاندان پر اپنے آپ کو فنا کرنے کو تیار ہے وہ اس شخص سے مرتبہ میں نیچے ہے جس کا دل جماعتی ہمدردی سے لبریز ہے، اسی طرح قومی ہمدردی ملکی ہمدردی کے آگے ہیچ ہے، اس سے بلند مرتبہ وہ آتا ہے جبکہ انسان ملکی ہمدردی کو تمام عالم کی ہمدردی پر قربان کرنے کو تیار ہو اور اکمل انسان وہ ہے جو ایسے مرتبہ پر فائز ہو جس میں حیوانات و جمادات [۱] و نباتات کی بھی ہمدردی مثل اپنی نوع یعنی انسان کی طرح ہو، اسلام نے ایسے اکمل انسان بہتیرے پیدا کئے۔

حضرت ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ کی بابت روایت ہے کہ جب آپ کے سامنے کسی حیوان پر ظلماً ضرب لگائی جاتی تھی تو اس کا نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہو جاتا تھا، غرض مطلب یہ ہے کہ حج میں یہ تمام قربانیاں کرنی ہوتی ہیں، جسم و جان پر مصیبتیں برداشت کر کے، مال و دولت خرچ کر کے، اعزہ و اقارب سے علاحدہ ہو کر، اپنی جماعت کو چھوڑ کر، اپنی قوم کو الوداع کہہ کر ملک سے رخصت ہو کر انسان ایک ایسی جگہ جا رہا ہے جہاں وہ بنی نوع انسانی کا ایک فرد متصور ہوگا، وہاں اس کا دل ہمدردی نوع سے مملو ہونا چاہئے، ذاتی تفاخر، قومی و ملی امتیاز کو اپنے پیرہن کے ساتھ میلوں پہلے علاحدہ کر دیتا ہے۔ بنی نوع انسانی ایک ہی لباس میں، ایک ہی وضع میں، ایک ہی جگہ پر اپنی نوع سے بلا امتیاز قوم و ملت، ملک و زمین ہمدردی کرنے کو تیار ہے اور اس سے اعلیٰ و اکمل یہ ہے کہ دوران حج وہ کسی بھی جانور کو دائرۂ شریعت سے باہر تکلیف نہیں پہنچا سکتا یعنی نوعی ہمدردی در کنار وہ غیر نوع سے بھی ہمدردی کرنے کو نہ صرف تیار ہے بلکہ ایسی ہمدردی کا اپنے عمل سے ثبوت بھی دے رہا ہے۔

اس وقت کی حالت کا نقشہ کھینچئے جب کہ پیروان مذہب حق میلوں کی گرد میں ایک ہی لباس میں ملبوس، ایک ہی وضع و قطع میں بلا امتیاز قوم و ملک و ملت، نوعی و غیر نوعی ہمدردی سے پرُ خالق اکبر کے حضور اپنے عملی ایثار کا ثبوت پیش کر رہے ہیں تو کیا اس سے بڑھ کر ''کامل انسان'' ہونے کا اور کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے؟ اور کیا یہ بہترین ایثار پیدا کرنے کی صورت نہیں ہے؟

مضمون بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اسلامی تعلیمات کا پیکر رعنا کیسی کیسی خوش نمائیوں، خوبصورتیوں، دل آویزیوں اور جاں فریبیوں سے مزین و مرصع ہے جن میں ایثار کا حصہ غالب بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس ''شاہد سیمیں بدن'' کی روح رواں کے مثل ہے، اگر اس مذہب حق کی ایسی پر از ایثار تعلیمات پر مخالفین باطل و لایعنی اعتراضات کر کے ان کو رسومات قدیمہ کی آواز باز گشت بتانے کا خیال کریں تو جنون و نادانی بلکہ صریح عناد و تعصب کے قعر مذلت میں گرنے کے مترادف ہوگا۔

وہ شعائر اسلامی جن کو مخالفین مراسم قدیمہ و تقویم پارینہ کی تقلید اور جور و ستم کا دفعہ بتانے میں زور زبان، زور قلم، جولانیٔ طبع اور بلندی تخیل دکھاتے ہیں ان میں رسم قربانی کا نمبر اسلامی جنگ کے بعد سب سے اوّل ہے، جنگ اسلامی پر ہم ایک مستقل مضمون زیر عنوان ''اسلام اور تلوار'' لکھ چکے ہیں جو اسی رسالہ ''یادگار رضا'' میں شائع ہو چکا ہے اس میں اسلامی جنگ کا فلسفہ سمجھایا گیا ہے جس کے بعد انحراف وہی کرے گا جس نے قبول حق سے اعراض کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہو۔

قربانی پر جو مخالفین کے اعتراضات ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ ''روح ایثار'' کے خلاف سخت دلی ہے، قسی القلبی و ظلم و ستم کا موجب، رسم جاہلیت کا دوسرا نقشہ اور بہیمیت و بربریت کا اسم ثانی ہے، اگر اسلامی قربانی کو ذرا غور سے دیکھا جائے تو اعتراضات بالا بالکل پا در ہوا معلوم ہوتے ہیں، قربانی کا حکم حج کے بعد دیا گیا ہے،

---

[۱] بلا شبہ اسلامی تعلیمات کے بہترین زندہ نمونے صوفیائے کرام ہیں جن کی پاک زندگی سے ہمدردی نوع و غیر نوع ہویدا و آشکار تھی، دیکھو سیر الاولیا وغیرہ، ۱۲ / منہ۔

مطلب یہ ہے کہ جب انسان تمامی پرستیوں سے سبکدوش ہو کر تکمیل روح کے درجہ پر فائز ہونے والا ہے، اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنی بہیمیت کا بھی جو اس اعلیٰ درجہ تک رسائی میں حارج ہے، اس نہج سے اس کا خاتمہ کرے کہ جس کا اثر فنائے بہیمیت ہو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان صفات بہیمی وصفات ملکوتی دونوں کا مجموعہ ہے، اسلام انسان سے تمام صفات بہیمی چھڑانے اور صفات قدسیہ اور روحانی طاقتوں کو بڑھانے کے لئے آیا ہے تا کہ وہ انسانیت سے بھی اشرف واعلیٰ درجہ پر فائز ہو، اس لئے تعبدات اسلامیہ رفتہ رفتہ بہیمی خواص چھڑاتی رہتی ہیں اور بعد تزکیۂ نفس انسان تمام بہیمی خواص سے پاک ہو جاتا ہے تو بعد حج آدمی حیوان کی قربانی کر کے گویا اپنی بہیمیت پر چھری ۱؎ پھیر رہا ہے اور فنائے جسم وجسمانیت اور علائق کی قطع عرق کا نمونہ منظر عام پر لا رہا ہے اور خود عبرت کا سبق لیتا ہے محض زبان سے کہنے سے وہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا ہے جو عمل پیدا کرتا ہے اس فعل سے گویا تکمیل نفس انسانی ہے یعنی ایثار کا کمال نفس حیوانی کو ختم کرتا ہے اور قوت روانی کے سوا اس میں کچھ باقی نہیں رکھتا ہے جو اس عملی طریقہ نے بہ احسن الوجوہ انجام دیا۔

تعلیمات کے دلنشیں کرانے کا بہترین ذریعہ ان پر عمل ہے جس سے رسم پیدا ہوتی ہے اس رسم کی ادائیگی کا طریقہ ہی خاص بات ہے۔ اگر طریقہ خراب کر دیا گیا تو اس رسم کی شکل کچھ سے کچھ ہو کر اصل تعلیم پر اثر ڈالے گی، خود کو فانی جاننے اور خودی کو فنا کرنے کی بہتر صورت یہی ہے کہ حیوانیت کے مجسمہ پر انسان چھری پھیر دے، صرف یہی طریقہ ہو سکتا ہے جس سے یہ مشکل ترین تعلیم عملی طریقہ سے دلنشیں کرائی جا سکتی ہے۔

۱؎ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ حج کرنے نہیں جاتے، انھیں کیوں قربانی کا حکم دیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ انھیں ایک اعلیٰ فعل تقلید ہی کی ضرورت ہے تا کہ اصل تعلیم پیش نظر رہے اور ان میں بھی قتل حیوانیت کا جذبہ پیدا ہو، ثانیاً یہ کہ جس طرح ہم نے اسی مضمون میں بعد کو دکھایا ہے کہ قربانی کے دوسرے پہلو بھی ہیں یعنی تقلید فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور امتثال حکم الٰہی، گویا یہ صفات ان اشخاص میں بھی پیدا کرنا مقصود ہے جو حج کو نہیں جاتے، ۱۲/منہ۔

قند مکرر

مراسم قدیمہ سے اس رسم کی تشبیہ قیاس مع الفارق ۱؎ ہے، اسلامی قربانی کا ماحول ہی اس تشبیہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، ہم حج میں اسلام کی تعلیمات ایثار کا کمال اوپر ثابت کر آئے جس میں جانور کو بھی بے حکم خداوندی تکلیف پہنچانا ممنوع ہے، اس کے بعد قربانی کا حکم تکمیل روح ایثار اور فنائے حیوانیت کا حکیمانہ درس عبرت نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا مراسم جاہلیت میں یا دیگر مذاہب موجودہ میں قربانی کا ایسا ہی ماحول تھا؟ وہاں تو صرف دیوتاؤں یا سینٹس (Saints) کی خوشنودی اور برآریٔ مراد و خواہش مدنظر تھی اور ہے۔ جب قرائن وماحول اور تعلیم اسلامی کے بنیادی اصول سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قربانی کا مطلب ذبیحۂ نفس حیوانی اور انسان کو درجہ کمال پر فائز ہونے کا ذریعہ بنانا ہے تو یہ اعتراض کہ اس سے سخت دلی اور ظلم پیدا ہوتا ہے، صریح غلطی ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کہا جائے کہ کمزوروں کی حمایت قسی القلبی پیدا کرنے کا سبب ہے۔

کیا یہ اعتراض بات کو بدلنے اور اصل مطلب پر پردہ ڈالنے کے ہم معنی نہ ہوگا؟ ہر بات کی اچھائی یا برائی اس غرض کے تعلق سے ہوتی ہے جو اس سے وابستہ ہوتی ہے مثلاً جنگ کے اچھے اور برے دونوں پہلو ہیں، اب اگر تکمیل غرض صحیح مثلاً حمایت عاجز وکمزور اس سے وابستہ ہو تو آلات حرب کے استعمال کا اس سے بہتر مصرف کوئی اور نہیں ہو سکتا لیکن اگر آدمی آلات حرب اغراض قبیحہ پورا کرنے کے لئے اٹھائے تو اس سے مذموم دوسری شئے نہیں ہو سکتی، بالکل اسی طرح اگر قربانی سے مطلب حیوانیت کو قتل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا بلکہ اس کو عملی طور پر کر دکھانا ہے تو غرض محمود ہے لیکن اگر اس سے دیوتاؤں کی خوشنودی مدنظر ہے تو بے شک وحشت وبربریت، ظلم وستم، سخت دلی و قسی القلبی ہے۔

یہاں تک ہم نے اسلامی رسم قربانی کو ایثار کے ماتحت بیان کیا ہے اسی سلسلے میں اسلامی تعلیم کا ایثاری رخ بھی دکھایا

۱؎ یعنی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جس طرح اہل ہنود میں دیوتاؤں کی بھینٹ، عیسائیوں میں ہر سینٹس (Saints) کے نام سے قربانی کی جاتی ہے، اسی طرح یہ رسم اسلامی بھی انھیں مراسم قدیمہ کا ایک خاکہ یا نقشہ ہے۔ ۱۲/منہ۔

ہے اور قربانی پر جو مخالفین کے اعتراضات ہیں ان کی تردید بھی کردی ہے۔اب ہم قربانی کو ایثار سے الگ کر کے اس کے دوسرے پہلوؤں پر بھی کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں:

ہم نے اوپر بیان کیا کہ کسی رسم کی ادائیگی کا طریقہ ہی خاص بات ہے یہ قربانی حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی، ان کی تقلید کی مثال زندہ رکھنے کے لئے کی جاتی ہے اس ہادیٔ برحق نے راہ خدا میں اپنی عزیز ترین چیز یعنی بیٹے کی قربانی سے بھی درگزر نہیں کیا۔حکم الٰہی پر لبّیک کہنے کا یہ حال کہ چاہیے فرزند ہی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم کیوں نہ ہو امتثالِ امر الٰہی مدنظر اور محبت وشفقت سب بالائے طاق، حکم الٰہی کی ایسی نفیس ترین پابندی اس امر کی متقاضی ہے کہ فاعل کے فعل کی اس طریقے سے یادگار قائم کی جائے جس سے اس کی یاد قیام قیامت تک باقی رہے اور جس سے اس اصول کی عظمت وتقلید جس کی پابندی میں فاعل نے وہ فعل کیا قلوب انسانی میں جاگزیں رہے اور یہ باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتیں جب تک اس نہج سے وہ رسم ادا نہ کی جائے اسے یوں سمجھو کہ جنگ یورپ کے التوا کی یادگار اس طرح قائم کی گئی ہے کہ ۱۱ر۔نومبر کو ۱۱ر بجے دومنٹ تک ہر شخص پر عالم سکوت طاری رہے اس وقت تمام ریلیں، جہازات، گاڑیاں روک دینے کا حکم ہے۔

یہ طریقہ اختیار کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ایک عظیم بات کی اسی نہج سے یادگار قائم کی جائے جو اس کی متقاضی ومناسب ہے اور جو اس کی عظمت قلوب میں قائم کرسکے، اگر ۱۱ر نومبر کو بجائے خاموشی اعلان خوشی کیا جاتا تو وہ صورت پیدا نہ ہوتی جس کی وہ متقاضی ہے لہٰذا اللہ رب العزت نے اس اولوالعزم وباوقار پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے بے مثال، بلند وبالا، ارفع واعلیٰ فعل کی یادگار اور ان کے اپنے حکم پر سر نیا زخم کردینے کی مثال اس طرح قائم فرمائی کہ اسی فعل کے اعادہ کا حکم صادر فرمایا۔

پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ قربانی کا حکم بعد نماز عید اضحیٰ دیا گیا ہے جس کے خطبہ میں واقعات صحیحہ کا ذکر اور مسلمانوں کو امر الٰہی ماننے کی تلقین اور ایک نبی مرسل کی تقلید کا حکم دیا جاتا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ رسم اس مقصد کے حصول میں جس کے لئے وہ وضع کی گئی ہے ناکام نہ ثابت ہو اور تا کہ یادگار ابراہیمی اور امتثال امر الٰہی مسلمانوں کے پیش نظر رہے اور محض لذت زبان اس رسم کی ادائیگی کا باعث نہ قرار پائے، جب ہر سال صحیح واقعات کا ذکر کیا جائے تو ناممکن ہے کہ مقصد تعلیم فوت ہوجائے اور انسان کے اندر تسلیم ورضا کی روح پیدا نہ ہو۔

چاہے جس مطمح نظر سے دیکھو اسلامی قربانی ہر حسن کا جامع نظر آئے گی، اگر ایک نظریہ سے فنائے جسمانیت کا سبق پڑھاتی ہے تو دوسرے اصول سے وہ ایک اعلیٰ فعل کی یادگار بھی قائم کرتی ہے، اگر ایک جانب اس سے تکمیل روح مقصود ہے تو دوسری جانب حکم الٰہی ماننے کا ذریعہ بھی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ”اسلامی قربانی“ کا مقصد ظلم وستم یا لذت کام ودہن نہیں بلکہ حصول رضائے الٰہی ہے اور بس۔

یہ مختصراً اسلام کے ایک رسم کی تشریح ہے، اس مذہب حق کے جملہ مراسم وتعلیمات ایسے اصول پر مبنی ہیں جنھیں دیکھ کر انسان مست ہوکر کہنے لگتا ہے ہاں اے اسلام! اے پیارے اسلام! تجھ پر میری جان قربان، تجھ میں وہ جواہر زواہر ہیں جن کی چمک دمک کے مقابل دوسرے ریزے کی مانند کنکر وپتھر معلوم ہوتے ہیں اور تیرے ان جواہر کو انسان نقد جان بیچ کر مول لینے کو تیار رہے، تو ایسے حسن کا مالک ہے جس پر ہر ذرا سی سمجھ والا والہ وشیفتہ ہے، تجھ میں وہ خوبی ورعنائی ہے جس پر ہر دل پروانہ وار نثار ہے، تیری تعلیمات ایسی مکمل ہیں جن میں تغیر و تبدل کی گنجائش ہی نہیں۔

تیرے ہر اصول میں وہ گہرا فلسفہ ہے جس کے آگے سب فلسفے ہیچ ہیں اور جس پر جس قدر زیادہ غور کیا جائے اسی قدر باریک تر نتائج ۱۳۰۰ر تیرہ سو برس سے آج تک نکلتے چلے آرہے ہیں، تیری تعلیم میں وہ اعلیٰ منطق ہے جس پر منطق یونان ویورپ فدا و نثار ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ تجھ میں وہ سادگی ہے کہ جاہل سے جاہل تیرے اصول سمجھ سکتا ہے لیکن افسوس اے اسلام تیرے پیروکاروں نے تیری پر از حکمت تعلیمات کو

بقیہ ص ۳۲ر پر

پانچویں اور آخری قسط

از: مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی*

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

گزشتہ سے پیوستہ

☐ حضرت عبدالرحمٰن بن سابط کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے یہاں حفصہ بنت عبدالرحمٰن آئی ہوئی تھیں، میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے پوچھتے ہوئے شرم آرہی ہے، انہوں نے فرمایا: بھتیجے شرم نہ کرو، میں نے کہا عورتوں کے پاس پچھلے حصہ میں آنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: مجھ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ نے حدیث بیان کی کہ انصار اپنی عورتوں کے پاس پچھلے حصے سے نہیں آتے تھے، کیوں کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس پچھلے حصے سے آتا ہے اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے، جب مہاجرین صحابہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو انہوں نے انصاری عورتوں سے نکاح فرمایا اور پچھلی جانب سے ان کے پاس آئے لیکن ایک انصاریہ خاتون نے اس معاملے میں اپنے شوہر کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں حکم دریافت نہ کرلوں اس وقت تک تم یہ نہیں کر سکتے، وہ خاتون حضرت ام سلمہ کے پاس آئیں اور ان سے اس کا تذکرہ کیا، ام المومنین نے فرمایا: بیٹھ جاؤ یہاں تک حضور تشریف لے آئیں، جب حضور اقدس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انصاری خاتون کو حضور سے یہ بات دریافت کرنے سے حیا آئی، اس لئے وہ چلی گئیں۔ حضرت ام سلمہ نے حضور کو یہ بات بتائی، حضور نے فرمایا: اس انصاریہ خاتون کو بلاؤ، چنانچہ انہیں بلایا گیا تو حضور نے ان کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

”نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انی شئتم۔

[البقرۃ ۲۲۳] تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو، لیکن ایک سوراخ میں ہو، آگے سے مرد آئے یا پیچھے سے۔“ [کنزالایمان]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں، حضور نے فرمایا: اسے ایک ہی مرتبہ لپیٹنا دو مرتبہ نہیں تا کہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو۔ [مسند احمد ۷/ ۴۳۲/ حدیث ۲۶۰۷۵]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ باسعادت میں عورتیں بچوں کی پیدائش کے بعد چالیس دن تک نفاس شمار کر کے بیٹھتی تھیں اور ہم لوگ چہروں پر جھائیاں پڑ جانے کی وجہ سے اپنے چہروں پر ورس ملا کرتی تھیں۔ [مسند احمد ۷/ ۴۳۰/ حدیث ۲۶۰۵۲]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میرا خون ہمیشہ جاری رہتا ہے، حضور نے فرمایا: وہ حیض نہیں، وہ کسی رگ کا خون ہے تمہیں چاہئے کہ اپنے ایام کا اندازہ کر کے بیٹھ جایا کرو، پھر غسل کر کے کپڑا باندھ کر نماز پڑھا کرو۔ [مسند احمد ۷/ ۴۳۰/ حدیث ۲۶۰۵۳]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی سب سے بہترین سجدہ گاہ ان کے گھر کی اندرونی کوٹھری ہے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۳۱/ حدیث ۲۶۰۰۲]

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ عصفر یا گہرا رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، نہ ہی کوئی زیور پہنے، خضاب لگائے اور نہ ہی سرمہ لگائے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۲۷–۴۲۸/ حدیث ۲۶۰۴۱]

نسوانیات

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی مرویات پہلے پیش ہوچکیں، البتہ چند خصائص کی روایات پیش کی جاتی ہیں:

1 آیت تطہیر آپ کے حجرۂ مبارک میں نازل ہوئی اور آپ کو حضور نے اہل بیت میں شامل رکھا، یہ روایت پیش ہوچکی۔

2 امہات المومنین کے دو گروپ تھے، ایک گروپ کی پیشوا حضرت عائشہ اور دوسرے کی حضرت ام سلمہ تھیں، امہات المومنین کو کچھ خاص کہلوانا ہوتا تو حضرت ام سلمہ کے ذریعہ کہلواتیں۔

[مسند احمد ۷/ ۴۱۶/ حدیث ۲۵۹۷۳]

3 اگر امہات المومنین کی روایات یا شرعی فیصلوں میں اختلاف ہوتا تو قول فیصل حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہوتی، ان کی روایت آگے آتی ہے۔

4 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا بستر حضور کے مصلّٰی کے بالکل سامنے بچھا ہوتا اور میں حضور کے سامنے لیٹی ہوتی اور حضور نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۴۲/ حدیث ۲۶۱۹۳]

آپ کی فقاہت مسلم تھی، حضرات صحابہ وحکام آپ کی جانب مسائل میں رجوع کرتے اور آپ کے فتوے پر عمل کرتے، میں یہاں صرف تین روایات پیش کرتا ہوں:

☐ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس عورت کے بارے میں سوال ہوا جس کا شوہر فوت ہوگیا ہو (اور وہ حاملہ ہو اس کی عدت کیسے پوری ہوگی) حضرت ابن عباس نے فرمایا: وضع اور عدت وفات میں سے جو طویل مدت ہو، اس کے پورا ہونے کے بعد وہ نکاح کرسکتی ہے، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: بچہ جنتے ہی وہ دوسرے انسان کے لئے حلال ہوجائے گی، اس اختلاف رائے کو لے کر حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس صورت حال کے بارے میں حکم شرعی دریافت کیا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا: سبیعہ بنت حارث کے شوہر فوت ہوگئے تھے، شوہر کی وفات کے صرف پندرہ دن بعد ہی ان کے یہاں بچے کی ولادت ہوگئی، سبیعہ کے پاس دو آدمی نے پیغام نکاح بھیجا، ایک جوان تھا، دوسرا عمر دراز! تو سبیعہ کا میلان جوان کی طرف ہوگیا تو بوڑھے نے کہا: سبیعہ حلال نہیں ہوئی جبکہ اس کا شوہر غائب تھا اور امید ہے کہ اس کا شوہر کہیں سے آجائے تو لوگ اسی کو ترجیح دیں گے تو سبیعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو حضور نے ارشاد فرمایا: وضع حمل کے بعد تو حلال ہوچکی ہے تو جس سے چاہے نکاح کرلے۔

[مسند احمد ۷/ ۴۵۰-۴۵۱/ حدیث ۲۶۷۵]

☐ حضرت عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس چیز کو آگ نے چھولیا ہو، اس کے کھانے سے وضو کرنا لازم ہے تو میں نے یا کسی اور نے اسے مروان سے ذکر کیا تو مروان نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ ہم اس کے بارے میں کسی اور سے دریافت کریں جبکہ ہمارے درمیان امہات المومنین تشریف فرما ہیں تو مروان نے مجھے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے نکلے تو انہوں نے ہڈیوں والا گوشت تناول کیا پھر نماز ادا فرمائی اور تازہ وضو نہیں فرمایا۔

[مسند احمد ۷/ ۴۵۰/ حدیث ۲۶۱۷۰]

☐ حضرت عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن عباس حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے تو وہ کہنے لگے: اے ابن عباس! آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کا ذکر کیا تھا اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ یہ دو رکعتیں پڑھتے ہیں، حالانکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نہ اسے پڑھتے ہوئے دیکھا نہ اس کا حکم دیتے ہوئے سنا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت ابن زبیر اس کا فتویٰ دیتے ہیں، اتنے میں ابن زبیر بھی وہاں آگئے، انہوں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت ابن زبیر نے فرمایا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ نے بیان فرمائی ہے، حضرت امیر معاویہ نے دو صاحبان کو حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے کہنا کہ امیر المومنین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور دریافت کیا ہے کہ عصر کے بعد کی ان دو

رکعتوں کا کیا معاملہ ہے جن کے بارے میں ابن زبیر کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں پڑھنے کا یہ حکم دیا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ روایت مجھ سے ام سلمہ نے بیان کی ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہیں حضرت عائشہ کے قول کی اطلاع دی، حضرت ام سلمہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عائشہ پر رحم فرمائے کیا میں نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو رکعتوں کی ممانعت فرمادی تھی۔

[مسند احمد ۷/ ۲۹۴/ حدیث ۲۶۰۴۶]

ان روایات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی علم وفضل، روایت ودرایت اور تدبیر وفقاہت میں کیسا اعلیٰ درجۂ اجتہاد رکھتی تھی کہ حضرات صحابہ وتابعین نے کثرت سے آپ کی بارگاہ علمی سے استفادہ کیا اور اختلاف کی صورت میں آپ کی رائے اور روایت فیصل رہی، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واقعۂ شہادت امام عالی مقام یا واقعۂ حرّہ تک حیات رہیں، اس سے پہلے بھی وصال کی روایت ہے لیکن درج ذیل احادیث مبارکہ سے پہلی روایت وصال کی تائید ہوتی ہے، شہادت امام عالی مقام کی خبر دینے والی حدیث خود آپ سے مروی ہے۔

☐ ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ان سے یا حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا: میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی میرے پاس نہیں آیا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین شہید ہوجائے گا، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا سکتا ہوں جہاں اسے شہید کیا جائے گا پھر اس نے سرخ رنگ کی مٹی نکال کر دکھائی۔

[مسند احمد ۷/ ۴۱۸/ حدیث ۲۵۹۸۵]

☐ حضرت شہر بن موشب کہتے ہیں کہ جب سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو حضرت ام المومنین ام سلمہ نے اہل عراق پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں نے حسین کو شہید کردیا، ان پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے حسین کو دھوکہ دیا اور بے چارگی سے دوچار کیا، ان پر اللہ کی مار ہو، یقیناً میں نے وہ منظر بھی دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے) حضرت فاطمہ صبح صبح ایک ہنڈیا لے کر آگئیں جس میں انہوں نے حضور کے لئے عصیدہ (گھی آٹے سے بنا ہوا کھانا) بنا کر لائی تھیں، انہوں نے اسے ایک سینی میں اٹھا رکھا تھا جسے حضور کے سامنے پیش کردیا، حضور نے ان سے فرمایا: تمہارے چچازاد بھائی (علی) کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے عرض کی: اپنے گھر میں ہیں، حضور نے فرمایا: جاؤ انہیں بلالاؤ اور اپنے دونوں بچوں کو بھی لیتی آنا، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: فاطمہ اپنے دونوں بچوں کو لے کر آگئیں، ان میں سے ہر ایک ان کے ایک ایک ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور حضرت علی ان دونوں بچوں (حضرت حسن وحسین) کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، یہاں تک کہ یہ پورا قافلہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، حضور نے حضرات حسنین کو اپنی گود میں بٹھالیا، حضرت علی حضور کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت فاطمہ حضور کے بائیں جانب تشریف فرما ہوئیں۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں حضور نے میرے پہلو سے خیبری چادر کھینچ لی جو مدینہ طیبہ میں ہمارے لئے سوتے وقت بستر کا کام کرتی تھی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس چادر میں سبھی موجودہ افراد کو سمیٹ لیا تو اپنے بائیں ہاتھ سے چادر کے دونوں کونوں کو تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے رب کی بارگاہ میں اٹھادیا اور عرض کی: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور انہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے، حضور نے یہ دعا تین بار فرمائی (ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں، حضور نے فرمایا کیوں نہیں؟ بالکل ہو، تو تم بھی چادر میں داخل ہوجاؤ، ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: تو میں بھی نبی کی اس دعا کے پورا ہونے کے بعد چادر میں داخل ہوگئی جو آپ نے اپنے چچازاد بھائی علی اور ان کے دونوں شاہزادوں اور اپنی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے فرمائی تھی۔ [مسند احمد ۷/ ۴۲۳/ حدیث ۲۶۰۱۰]

☐ جامع ترمذی کی یہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ سانحہ

احــــوال وطــن

کربلا کے وقت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باحیات تھیں، ابورافع کی اہلیہ سلمیٰ کہتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئی، دیکھا تو وہ رو رہی تھیں، میں نے عرض کی: آپ کیوں اشک بار ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ریش مبارک غبار آلود ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بات ہے، حضور نے فرمایا: ابھی ابھی حسین کی شہادت ملاحظہ کی ہے۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۲، باب مناقب اہل بیت]

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ میں ہوئی، اس ۶۱ھ سے پہلے کی روایات مرجوح ہیں، امام زرقانی نے تحریر فرمایا کہ واقعۂ حرہ ۶۳ھ کے سال ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا، عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔ [زرقانی علی المواہب ۳/۲۷۶]

ایک اور روایت ۶۱ھ کی ہے کہ سانحۂ کربلا کا آپ کے قلب اقدس پر ایسا صدمہ طاری ہوا کہ چند سالوں کے بعد آپ کا وصال ہو گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ کے دونوں بیٹے، سلمہ اور عمر اور بھتیجے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ قبر میں اترے، جنت البقیع میں دیگر ازواج مطہرات کے جوار میں آپ کی خوابگاہ بنی، آپ کی وفات کے بعد دنیا امہات المومنین کے مقدس وجود سے خالی ہو گئی۔

◆◆◆

احوال وطن

ص ۵۴ کا بقیہ

شاخ چترادرگہ کے روحِ رواں جناب انجینئر اسماعیل شریف رضوی صاحب ومجاہد اہل سنت جناب دادا پیر رضوی صاحب اور ان کے تمام رفقا اسٹیج پر موجود تمام علما ائمہ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ بند لفافوں کے ساتھ گلپوشی کی گئی، بعدہ مخیر قوم وملت نواز جناب غوث محی الدین باشاہ صاحب مالک ”رضا ٹائرس“ کے گھر مقامی وبیرونی علما کے لئے کھانے کا معقول انتظام واہتمام رہا، اس کے علاوہ باہر سے بطورِ مہمانِ خصوصی کے تشریف لائے سبھی علما کا قیام انہیں کے گھر رہا، ان کے تمام بچوں نے اور گھر کی مستورات نے کھلانے پلانے کے ساتھ ساتھ مہمانوں کی حتی الامکان خدمت کا خصوصی خیال رکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل بانی جلسہ، ان کے تمام رفقا اور جلسے میں شریک جملہ علما وائمہ وعمائدین کے علم وفضل میں عمل وکردار میں رزق وکاروبار میں خوب خوب برکتیں اور ترقیاں عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

رپورٹ: قاضی مشتاق احمد رضوی نظامی

کنوینر: آل کرناٹکا سنی رویت ہلال کمیٹی وانجمن اتباع اسلام

◆◆◆

رنگ ہے اترا ہوا فردوس کے رخسار کا

ازقلم: محمد نعیم الدین قادری گلاپوری
استاذ جامعہ عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج بارہ بنکی یوپی

ایک اک گل ہے نشاط آور جو یاں گلزار کا
بالیقیں صدقہ ہے یہ شہ کے لب ورخسار کا

حرفِ "لا" آیا نہیں جن کے لبِ اعجاز پر
مرتبہ کیا ہو بیاں ان کے سخی دربار کا

نور کی خیرات پا کر ہیں منور ماہ وخور
مل گیا ان کو تارا خاکِ پائے یار کا

اپنے اپنے دور میں سب انبیا ومرسلیں
تذکرہ کرتے رہے ہیں احمد مختار کا

چاند تاروں کی چمک پھیکی ہے جس کے سامنے
وہ رخِ روشن ہے دیکھو مہبط انوار کا

ظالموں کے ظلم نے جینا ہے مشکل کر دیا
اب سہارا ہے حضورِ سید ابرار کا

کوچۂ سرکار کا پرنور منظر دیکھ کر
رنگ ہے اترا ہوا فردوس کے رخسار کا

جو درونِ دل بسائے رکھے حُبِ اہل بیت
خوف اس کو ہو نہیں سکتا کبھی بھی نار کا

اے نعیم قادری ہو خوفِ محشر کس لیے
جبکہ حامی ہے مرا لطف وکرم سرکار کا

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

پچیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

بیان اللہ کی رحمت کا کہ جس کی آرزو کی جائے

رحمتِ الٰہی بے اندازہ وسیع

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے استاذ خلیل ابن احمد سے سن کر ان کی پوری سند نقل کرتے ہوئے بطریق امام زہری از سعید ابن مسیب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں، ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

”**جعل اللہ الرحمة مأة جزء ۔۔۔الحدیث۔** (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت مبارکہ کو سو جز (یعنی حصے) کیا ہے ان میں سے ۹۹ حصے اپنے پاس روک لئے اور صرف ایک حصہ زمین کی طرف اتارا۔ اس (۱۰۰/۱) میں ساری مخلوق (شریک ہے جبھی تو) لوگ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مہربانی وہمدردی (کا سلوک) کرتے ہیں حتی کہ جانور بھی (ایک دوسرے پر ترس کھاتے ہیں، مثلاً) گھوڑی اپنی ٹاپ اپنے بچے سے اٹھا لیتی (بچا کر رکھتی) ہے اس اندیشہ سے کہ کہیں بچہ نہ دب جائے۔“

رحیم کی پوری رحمت (صدفی صد) آخرت میں صالحین کے لئے

حدیث شریف: اور حضرت مصنف اپنے شیخ مذکور ہی کی پوری سند نقل کر کے بطریق اسود از عوف، حضرت حسن سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”**ان للہ تعالی مأة رحمة اھبط منھا رحمة واحدة الی اھل الدنیا-الحدیث۔** (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں (گویا) سو ہیں، ان میں سے صرف ایک رحمت اہل دنیا کی طرف ڈھلکائی ہے، وہ (ایک ہی) خلق خدا کو اُن کے آخری وقت تک کے لئے کشادہ اور کافی وافی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس رحمت کو (مخلوق سے) قبض فرما کر اپنی ننانوے رحمتوں کے ساتھ ضم فرمائے گا، تو اس دن اپنی کامل سو رحمتیں اپنے ولیوں اور فرماں بردار بندوں کیلئے کر دے گا۔“

بندوں پر مولائے رحیم وکریم کا شکر لازم

توضیح: (حضرت مصنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو مسلمانوں سے رحمت خداوندی کی وسعت بیان فرمائی، صرف اس لئے بیان فرمائی تا کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس لطف وکرم پر، اُس کی وسیع رحمت پر اُس کی حمد وثنا کریں اور شکرگذاری میں لگیں اور (اصل شکر وحمد یہ ہے کہ) نیک عمل کرنے میں مشغول ہوں۔ کیونکہ جس بندے کو اللہ کی رحمت کی (سچی) آس ہوگی تو وہ بے شک نیک عمل کرے گا، بلیغ کوشش محنت کرے گا تا کہ اس کی رحمت سے (حصہ وافر) ہاتھ آئے، یہ اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ (ترجمہ) بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔“ [سورۂ اعراف–۵۶/ کنزالایمان]

اور دوسری جگہ یوں فرمایا ہے:

”فَمَنۡ كَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا۔ (ترجمہ) تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اُسے چاہیے کہ نیک کام کرے۔“ [سورۂ کہف–آخری آیت/کنزالایمان]

اور تیسری جگہ فرمایا:

”وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَیۡءٍ۔ (ترجمہ) اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔“ [سورۂ اعراف–۱۵۶/ کنزالایمان]

یہاں ۔ كُلَّ شَیۡءٍ ۔ سے کیا مراد ہے؟

تفسیر وشان نزول: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی

ہے، فرمایا جب یہ آیت کریمہ ﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ﴾ نازل ہوئی تو ابلیس علیہ اللعنۃ نے گردن اُچکائی (یعنی پُرامید ہوا) اور بولا: انا شیٔ من الاشیاء۔ میں بھی ایک شی ہوں اشیا میں سے تو مجھے بھی اس کی رحمت میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوگا اور یہودیوں، نصرانیوں نے بھی گردن اٹھائی (یعنی رحمت کے امید وار ہوئے) پھر جب آیت کا اگلا جز ﴿فَسَأَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکَاةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِآیَاتِنَا یُؤْمِنُوْنَ۝﴾ نازل ہوا (۱) تب ابلیس لعین تو رحمت الٰہی کے حصول سے بالکل مایوس ہوگیا (یعنی آیت کے جز اول سے جو آس بندھی تھی، ٹوٹ گئی) اور یہود و نصاریٰ (کی آس ابھی قائم رہی، انہوں) نے کہا کہ ہم شرک (یعنی بت پرستی) سے بھی بچتے اور زکاۃ بھی دیتے ہیں اور اس کی آیتوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں (لہٰذا احاطۂ رحمت الٰہی میں ہم داخل ہیں لیکن) جب (اس کے بعد والی) آیت کریمہ ﴿الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْأُمِّیَّ-الاٰیة﴾ نازل ہوئی (۲) تو اب یہود و نصاری بھی مایوس ہوگئے (ان کی بھی بندھی ہوئی آس ٹوٹ گئی)

ثمرہ: تو (معلوم ہوا کہ) اللہ کی رحمت (آخرت میں) بالخصوص مسلمانوں ہی کیلئے متعین ہے (۳) لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اس کی حمد و ثنا کرے اس کی اس نوازش پر جو اُس نے ہم پر کی ہے کہ نعمت اسلام سے نوازا، مسلمانوں کی جماعت میں لیا (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کیا) اور پھر یہ بھی فرض ہے کہ ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی سعی بھی کرتا رہے اور اپنی تقصیرات کی معافی بھی چاہتا رہے اور برابر توبہ واستغفار کرتا رہے۔ جیسا کہ حضرت یحیٰ ابن معاذ رازی

[۱] (ترجمہ آیت) یعنی میری رحمت اگرچہ بے حد وسیع ہے حتی کہ ہر چیز کو محیط ہے مگر میں عنقریب اسے ان کے لئے لکھوں گا جو (شرک و کفر اور معاصی سے) پرہیز کریں اور (اللہ سے) ڈریں اور زکوۃ دیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لائیں (یعنی مرتے دم تک مانتے رہیں)، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۲] (ترجمہ) یعنی وہ جو اس رسول، نبی امی کی پیروی کریں گے (یعنی ان کی رسالت و نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے طریقہ پر چلیں گے)، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی اس کی رحمت خاصہ میں داخل شامل رہنے کیلئے صرف اہل اسلام اہل حق و صلاح ہی بچے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

(علیہ الرحمۃ والرضوان) سے منقول ہے آپ (اپنی دعا میں) اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الٰہی! تو نے ہماری طرف (سو رحمتوں میں سے ابھی) ایک رحمت اتاری ہے اور اس ایک ہی رحمت سے تو نے ہم پر اتنی بڑی نوازش فرمائی کہ اسلام کی نعمت دی۔ تو جب تو ہم مسلمانوں پر (اپنے فضل سے) پوری سو رحمتیں اتارے گا تو ہم کیونکر تیری رحمت سے پُرامید نہ ہوں اور تیری مغفرت کی آس کیوں نہ لگائیں۔ (یعنی تیرے کرم سے اگر ایمان مرتے دم تک سلامت رہا تو تیری رحمت کاملہ خاصہ سے پوری امید ہے کہ ہمارے گناہ تو ضرور بخش دے گا)

کتنا اچھا طرزِ سوال

دعائے یحیٰی: اور انہیں (بزرگ) سے یہ بھی منقول ہوا کہ آپ نے (اللہ تعالیٰ سے) عرض کیا: الٰہی! اگر تیرا ثواب، فرماں بردار بندوں کے لئے متعین ہے اور تیری رحمت گنہگاروں کے لئے خاص ہے اور میں اگرچہ نیکوکار تو نہیں ہوں پھر بھی تیرے ثواب سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ گنہگار ہوں اسی لئے تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں۔

طلب جنت کا انداز بھی کتنا پیارا

دیگر دعائے یحیٰی: اور آپ ہی سے منقول ہے کہ عرض کیا: الٰہی! تو نے جنت بنائی اور اس کو اپنے اولیاء کے لئے ضیافت و مہمانی کا مقام ٹھہرایا ہے اور تو نے اس سے کافروں کو بالکل مایوس کر دیا ہے اور فرشتے جو پیدا فرمائے انہیں جنت کا حاجت مند نہیں کیا ہے اور تو خود جنت سے بے نیاز ہے تو اگر جنت تو نے ہمیں نہیں دی تو پھر آخر (اتنی بڑی) جنت کس کے لئے ہوگی؟

مخلصانہ خوف ہی موجب نجات ہوگیا

حکایت از حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنی پوری سند لا کر بطریق عطیہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا:

"لقد دخل رجل الجنة ما عمل خيراً قط............. الحديث۔ (ترجمہ) (اگلے وقتوں کا) ایک ایسا مسلمان، مستحق دخول جنت ہوا جس نے کبھی بقیہ ص ۲۹/ پر

از: مولانا سبطین رضا مرتضوی*

عید قرباں! فضائل و مسائل

اسلامیات

قربانی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، وہ بڑھاپے میں نصیب ہونے والے اپنے اکلوتے لخت جگر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنے کے لیے تیار ہوئے اور سعادت مند بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ذبح ہونے کے لیے تیار ہوئے۔ اللہ رؤوف ورحیم کو باپ بیٹے کی یہ بے مثال اطاعت اور تابع داری پسند آئی اور اس نے حضرت اسماعیل کی جگہ اپنی طرف سے مینڈھا بھیج دیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا، اللہ نے ان کی اس سنت کو ان کے بعد آنے والے لوگوں میں ہمیشہ کے لیے جاری فرمادیا، اس واقعہ کا ذکر اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں بایں الفاظ فرمایا ہے:

"اور (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا میں (ہجرت کرکے) اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دے گا، الٰہی مجھے لائق اولاد دے، تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی، پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا، کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا اے میرے باپ کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بے شک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر اسے بچالیا۔"

[الصّٰفّٰت: ۹۹ — ۱۰۸ از ترجمہ کنز الایمان]

نبی کریم ﷺ بھی اس سنت ابراہیمی کا اہتمام فرماتے اور امت کو بھی اس کا اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے تھے؛ بلکہ نبی کریم ﷺ نے امت سے یہاں تک فرمادیا کہ جو استطاعت رکھتا ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کی طرف نہ آئے، یاد رہے کہ قربانی کرنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی، جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے لگاتار کیا اور کسی سال بھی نہ چھوڑا ہو تو یہ اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہے، علاوہ ازیں خود قرآن کے بعض آیات سے بھی قربانی کا وجوب ثابت ہے۔

قربانی کی فضیلت واہمیت:

احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے قربانی کی بہت زیادہ فضیلت واہمیت بیان فرمائی ہے؛ چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، لوگوں نے عرض کیا: تو ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی، لوگوں نے عرض کیا: اور بھیڑ میں اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: بھیڑ میں بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔" [ابن ماجہ، رقم: ۳۱۲۷]

قربانی کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں، اس لیے امت مسلمہ سے درخواست ہے کہ اس عبادت کو ہرگز ترک نہ کریں جو اسلام کے شعائر میں سے ہے اور اس سلسلہ میں جن شرائط وآداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، انہیں اپنے سامنے رکھیں اور قربانی کا جانور خوب دیکھ بھال کر خریدیں، قربانی سے متعلق مسائل آئندہ سطور میں درج کیے جارہے ہیں۔

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

اسلامیات

قربانی کے متعلق چند اہم مسائل

مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ دسویں ہی کو قربانی کرے، اس لیے کہ گنجائش ہے کہ پورے وقت میں جب چاہے کرے۔ مسئلہ: قربانی کے وقت میں ہی قربانی کرنا لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ ناکافی ہے۔ مسئلہ: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کرکے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ ہو کیوں کہ ہوسکتا ہے کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔ مسئلہ: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے، یعنی تین دن، دو راتیں۔ مسئلہ: پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے، پھر گیارہویں اور پچھلا دن یعنی بارہویں سب میں کم درجہ ہے۔ مسئلہ: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو چکے، لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے، یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے۔ مسئلہ: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: اونٹ، گائے، بکری، ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں، نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے، بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے، بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ مسئلہ: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ مسئلہ: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے: اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی اور بکری ایک سال کی، اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں۔ مسئلہ: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کی برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جب کہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جب کہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔ مسئلہ: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں، جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک ٹوٹا تو ناجائز ہے، اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ مسئلہ: اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں، اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جا سکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور جس کے کان یا دم یا چکی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے، جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی جائز ہے۔ مسئلہ: جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ مسئلہ: گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ [ملخصاً، بہار شریعت، ج ۳ ص ۳۳۱–۳۴۳]

قربانی کے متعلق ملحدین کے اعتراض

آج کل بعض نام نہاد دانشور اور کچھ ملحد و بے دین لوگ قربانی پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قربانی کرنا پیسے اور وقت کا ضیاع ہے، ہر سال قربانی کرنے کے بجائے رقم فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف ہونی چاہیے، قربانی پر پیسے ضائع کرنے کے بجائے یہی اگر کسی غریب کو دے دیا جائے تو کئی لوگوں کا بھلا ہو جائے، قربانی کرنے سے جانوروں کی قلت کا خدشہ ہوتا ہے اس لیے جانوروں سے پیار کرتے ہوئے ان کی قربانی نہیں کرنی چاہیے، حالانکہ ان کی یہ باتیں شرعاً و عقلاً قابل قبول نہیں، اس جدید ذہن کی حالت یہ ہے کہ اسے غریبوں کا خیال صرف عید قربان پر خرچ ہونے والی رقم کے وقت ہی آتا ہے جو کہ ہر لحاظ سے غریب دوست رسم ہے، البتہ اسے ان کھربوں روپے کا ضیاع دکھائی نہیں دیتا جو ہر روز امیر لوگ پیزوں اور برگروں پر اڑا بقیہ ص ۲۹ پر

بارھویں قسط

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی *

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ رسالہ دردناک سفر

گزشتہ سے پیوستہ

2005 اکتوبر 13 - 14: مئو (اتر پردیش) 42٪ ہندو، 58٪ مسلمان اتر پردیش کے وزیر اعلی: ملائم سنگھ یادو، سماج وادی پارٹی، اگست 2003 - مئی 2007 مئو ناتھ بھنجن (اتر پردیش) میں ہندوؤں کے تہوار پر شدید ہنگامہ ہوا، دسہرہ اور ماہ رمضان ایک ساتھ پڑے، مسلم اکثریت والے اس علاقے میں مسلمان بنکروں میں کشیدگی اس وقت پیدا ہوئی جب ہندوؤں نے "بھرت ملاپ" کے رامائن کا منظر پیش کیا۔ ایک مسجد کے قریب رک کر لاؤڈ اسپیکر سے شور شرابہ کیا، رمضان کا مہینہ تھا تراویح کی نماز پڑھی جا رہی تھی، فریقین کے معاہدے کے خلاف یہ ہنگامہ تھا، چونکہ دونوں برادریوں کے درمیان معاہدہ تھا اس لیے جب مسلمانوں نے احتجاج کیا تو ہندو گروہ رکنے پر آمادہ ہو گیا لیکن پھر اگلے دن، ہندو یووا واہنی (HYV) کے کارکنوں نے، ایک نوجوان ملیشیا جس کی بنیاد جارحانہ انداز میں رکھی گئی تھی، اس کی شمولیت ہوئی، قریبی گورکھپور حلقہ کے بی جے پی ایم پی یوگی آدتیہ ناتھ جو اب وزیر اعلی ہیں، مسجد کے قریب آئے اور دوبارہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیا، تو مسلمانوں نے احتجاج کیا، ایچ وائی وی کے کارکنوں نے فائرنگ کی، جواب میں مسلمانوں نے ہندوؤں کی دکانوں پر حملہ کیا، جوابی کارروائی کی حوصلہ افزائی آزاد مسلم ایم ایل اے مرحوم مختار انصاری (جن کا 2024 میں انتقال ہوا) صاحب نے کی، اس فساد میں مختار انصاری کا نام سر فہرست رہا، سرکاری رپورٹس میں نو اموات درج کی گئیں جب کہ اخبارات نے 14 ہلاکتوں کی اطلاع دی۔ 2006 وڈودرا فسادات وڈودرا فسادات کو 2006 کے درگاہ فسادات کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اسی سال 1 مئی کو ہندوستان کی ریاست گجرات کے شہر وڈودرا میں یہ فساد پیش آیا تھا، یہ فسادات میونسپل کونسل کی جانب سے قرون وسطی کے ایک صوفی بزرگ سید چشتی رشید الدین کی درگاہ کو ہٹانے کے فیصلے کی وجہ سے ہوئے تھے، مزار دو سے تین سو سال پرانا تھا، اس واقعے کے نتیجے میں چھ سے آٹھ افراد ہلاک اور بیالیس زخمی ہوئے، ان میں سے سولہ افراد پولیس کی فائرنگ سے زخمی ہوئے تھے، پہلے دن ایک اندازے کے مطابق اٹھارہ افراد زخمی اور اڑتیس کو زیر حراست لیا گیا، پولیس نے کہا کہ انہوں نے پہلے تو ہجوم پر قابو پانے کی کوشش میں آنسو گیس اور لاٹھیوں کا استعمال کیا تھا، لیکن ان کے پاس گولی مارنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بچا تھا۔

2 مئی کو کئی علاقوں میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تشدد کے واقعات ہوئے۔ 3 مئی کو ریاستی حکومت نے درخواست کی کہ وفاقی حکومت اضافی سیکیورٹی اہل کار فراہم کرے۔ اسی دوران ایک مسلمان شخص کو اس کی گاڑی میں 1500 کے کثیر ہجوم نے جلا کر ہلاک کر دیا تھا، مزید آتش زنی کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے تھے۔ لوگوں کو احتیاط کے طور پر اجابدی ملز کے علاقے سے بھی نکالا گیا تھا، فرنٹ لائن نے اس واقعے کو 2002 کے فسادات کے برعکس لکھا، یہ صرف ایک جھڑپ تھی، دو برادریوں کے درمیان اچانک جھڑپیں ہوئیں۔ 2002ء کی طرح دونوں طرف سے بے گناہ لوگوں کا جانی نقصان ہوا لیکن بہت ہلکے پیمانے پر۔ 2002 کا تشدد کہیں زیادہ وسیع تھا، گجرات کے وزیر داخلہ امیت شاہ نے کہا کہ واقعے کے نتیجے میں نیم فوجی دستوں کو تعینات کیا گیا تھا اور گجرات کے پانچ اضلاع میں سیکورٹی بڑھا دی گئی تھی۔ (Verma and Khan 2005) (Engineer 2006)

جاری.........

احوال وطن

چترادرگہ میں اشاعت سنیت کانفرنس اور ادارہ شرعیہ کا قیام

جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ چترادرگہ، مرکز اہل سنت مسجد اعظم، جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ چترادرگہ کے بینر تلے ۱۰؍مارچ ۲۰۲۴ء مطابق ۲۸؍شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ بروز اتوار بعد نمازِ مغرب شہر چترادرگہ کرناٹکا میں عالی جناب ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی متولی مرکز اہل سنت مسجد اعظم بہار پیٹ کی صدارت میں تیئیسویں عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس بنام ''اشاعت سنیت'' منعقد کی گئی، جس میں بحیثیت مہمانانِ خصوصی شہزادۂ صدر الشریعہ نائب قاضی القضاۃ فی الہند حضور محدث کبیر حضرت علامہ شاہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہم، دامادِ حضور محدثِ کبیر حضرت علامہ مفتی محمد شاہد رضا امجدی، شہزادۂ حضور محدثِ کبیر حضرت مفتی محمد ابو یوسف امجدی کی شرکت رہی۔

اس عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس کے موقع پر اشاعت دین وسنیت کی خاطر کئی اہم فیصلے لئے گئے، جن میں سب سے اہم فیصلہ ''ادارۂ شرعیہ'' کا قیام اور اس کے لئے بحیثیت ''چیف قاضی'' خلیفۂ حضور تاج الشریعہ الماسِ ملت حضرت مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی صاحب کا تقرر تھا، اس کے علاوہ ''آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی'' کے ضلعی شاخوں کی کارکردگی میں تیزی لانے اور عوام الناس کو رویتِ ہلال کے مسائل سے روشناس کرانے کے لئے فیصلے لئے گئے، اسی کے ساتھ مفتی صاحب کو کرناٹکا میں ان کی پچیس سالہ دینی خدمات کو سراہتے ہوئے اُنہیں حضور محدثِ کبیر دام ظلہم کے مبارک ہاتھوں ''تاج الشریعہ ایوارڈ'' سے نوازا گیا، اس موقع پر حضور محدثِ کبیر دام ظلہم ہی نے انہیں ضلع ''چترادرگہ'' کے لئے شرعاً قاضی ہونے کا اعلان بھی کیا۔

اس کانفرنس کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی رہی کہ کانفرنس کے ذریعہ پوسٹر کے یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ اپنے گھروں میں موجود مترجم قرآن پاک کا پرانا نسخہ لائیں اور کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کا نیا نسخہ لے کر جائیں، الحمدللہ! بڑی تعداد میں لوگوں نے اس اسکیم کا فائدہ اٹھایا اور وہابیہ و دیابنہ بدمذہبوں کے ترجمے کنز الایمان سے تبدیل کئے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہر سال علمائے اہل سنت کی تصانیفات میں سے خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تصانیفات میں سے کوئی نہ کوئی کتاب جو بنام اشاعت سنیت کے طور پر چھپوا کر مفت تقسیم کی جاتی رہی ہیں، اس سال بھی اس سلسلے کو برقرار رکھتے ہوئے کئی کتابیں مفت تقسیم کی گئیں اور اس مبارک موقع پر از سرِ نو جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ کا حضور محدثِ کبیر دام ظلہم کے ہاتھوں افتتاح کرایا گیا، اسی کانفرنس میں راقم الحروف اپنی تقریر کے دوران رویتِ ہلال کے چند ضروری مسائل بتاتے ہوئے اُن تمام خود ساختہ محققین کی تحقیقات کی جو خبر مستفیض کے نام پر موبائل کے ذریعہ چاند کی خبر لے کر اعلانات کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جمہور اکابرینِ اہل سنت سے اختلاف کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہی کی اور لے جا رہے ہیں، ایسوں سے بچنے کی تاکید کی نیز یہ بھی بتانے کی کوشش کی کہ آج کا نوجوان طبقہ دین کے مسائل سوشیل میڈیا، یوٹیوب چینل کے یوٹیوب مفتیوں سے سیکھنے کی کوشش کر رہا ہے، تو انہیں اس بات سے آگاہ کرایا جائے تاکہ دین وسنیت اور ایمان وعقیدے کی باتیں سوشیل میڈیا سے نہ سیکھی جائیں بلکہ علما وائمہ کی بارگاہوں میں بالمشافہ پہنچ کر سیکھیں تبھی جا کر صحیح معنوں میں ہمیں دین سے آگاہی ہو سکتی ہے، ہمارے ایمان وعقیدے کی حفاظت ہو سکتی ہے ورنہ جس طرح بدعقیدہ گمراہ قسم کے لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھے یوٹیوب چینلوں سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، اس سے بچنا عوام الناس کے لئے مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

اسی لئے بڑی سختی کے ساتھ راقم نے شرکائے کانفرنس سے اس بات کا عہد لیا کہ آج کے بعد دین وسنیت کو سمجھنے کے لئے ہم یوٹیوب چینلوں یا سوشیل میڈیا کے کسی بھی پلیٹ فارم کا ہرگز ہرگز استعمال نہیں کریں گے، چاہے ان چینلوں میں سنی علما ہی

کیوں نہ بولیں ہم ان سے بھی بچیں گے چونکہ اکثر لوگوں کا سوال ہوتا ہے کہ وہابیہ، دیابنہ، روافض اور شیعہ وغیرہ روزانہ ٹی وی چینلس اور سوشیل میڈیا پر یوٹیوب چینلوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے تو پھر کیوں نہ ہمارے علما انہیں کی طرح اپنے اپنے چینل بنا کر ان کا جواب دیں؟ اور لوگوں کو عقائد صحیحہ کی پہچان کرائیں؟

راقم نے اس کا مختصر جواب یہ دیا کہ اگر ہم ان لوگوں کی طرح حرام وناجائز طریقے کار (ویڈیو بازی، تصویرکشی) کو اپناتے ہوئے جواب دیں تو اہل علم اس بات میں صحیح وغلط کا امتیاز کرلیں گے کہ ان یوٹیوب چینلوں پر سنی بول رہا ہے یا وہابی؟ مگر عوام الناس کی کون گیارنٹی لے گا کہ یہ صرف ہم سنی یوٹیوبر مولویوں کو ہی سنیں گے؟ کیونکہ ان کے پاس اتنا علم تو ہوتا نہیں ہے کہ وہ اس بات کا فرق کرسکیں کہ ہم جس کو سن رہے ہیں وہ صحیح العقیدہ سنی ہے یا کوئی نام نہاد سنی ہے؟ جو سنیت کا لبادہ اوڑھے لوگوں کو گمراہ کررہا ہے۔

اس لئے اگر لوگ مطلق ان تمام ذرائع (ویڈیوز بازی و تصویرکشی) سے بچے رہیں اور یوٹیوب چینل وغیرہ دیکھیں ہی نہیں تو ممکن ہے کہ اپنا ایمان وعقیدہ بچالیں، ورنہ ان یوٹیوب چینلوں اور دیگر سوشیل میڈیا پر جاری ہونے والی ویڈیوز دیکھ دیکھ کر ایک تو لوگ حرام کاموں میں ملوث ہوں گے، دوسرے یہ کہ سنی وہابی میں امتیاز کئے بغیر ہرکس وناکس کے ویڈیوز دیکھ کر اپنا ایمان گنواتے رہیں گے، ایمان وعقیدہ بچانے کی بہتر صورت یہی ہے کہ ہم مطلق تمام یوٹیوب چینلوں سے اجتناب کریں اور قوم کو اس سے بچنے کی ترغیب دیں تاکہ

نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری

دوران تقریر راقم نے اُن سبھی حضرات کی خدمات کو بھی سراہا جو ۳۵؍سالوں سے جناب ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی کی قیادت میں شہر چترادرگہ اور اطراف واکناف میں شرعی طور پر عید الفطر وعید الاضحیٰ منانے کے لئے شرعی قوانین کے تحت علمائے اہل سنت کی رہبری میں شہادتِ شرعی حاصل کرتے آرہے ہیں اور ان سبھی لوگوں کے خدمات کو بھی سراہا گیا جو آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی سے جڑ کر ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے شہر چترادرگہ اور اطراف واکناف کے شہروں میں لوگوں کو شرعی طور شرعی شہادتیں پہنچا کر صحیح طور پر عیدیں منانے کے لئے راہیں ہموار کرتے آرہے ہیں۔

اس ضمن میں صوبۂ کرناٹکا میں پیش پیش رہنے والی یوں تو بہت ساری تنظیمیں ہیں، اگر ہم ہر شہر کی تنظیموں اور مساجد کی بات کریں تو فہرست طویل ہوجائے گی جو آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی سے جڑ کر کام کررہی ہیں، لیکن سردست شہر چترادرگہ کے مساجد اور تنظیموں میں سرفہرست ’’انجمن اتباعِ اسلام، مرکز اہل سنت مسجد اعظم بہار پیٹ، سلطانی سنی جامع مسجد، مکہ مسجد کمیٹی، آل کرناٹکا رضا اکیڈمی، جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ چترادرگہ، جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ چترادرگہ اور غوثِ اعظم کمیٹی آزادنگر کے اسماذکر کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے جن کے عہدے داران آل کرناٹکا سنی رویتِ ہلال کمیٹی میں نمائندوں کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔

کانفرنس میں ان حضرات کی خدمات کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا گیا جو ماضی میں علمائے اہل سنت کے مشوروں پر کام کرتے رہے اور وہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں رہے، یوں تو اُن حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے مگر ان میں سے چند افراد کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہوئے چند عمائدین کے نام پیش کئے جا رہے ہیں، سرفہرست حضرت فضل رحیم عرف مدار شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اور اِن کے وہ تلامذہ، مریدین ومتوسلین جنھوں نے کما حقہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہ کر کام کئے، جب کہ آج انہیں کا نام لے کر چند لوگ عوام الناس کو دھوکا دینے میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم حضرت مدار شاہ علیہ الرحمہ کے ماننے چاہنے والوں میں سے ہیں، مگر آج جب ان کا عمل دیکھا جائے تو وہ لوگ منہاجیت اور نیم رافضیت کے شکار ہوکر لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، شہر چترادرگہ کے وہ غیور عمائدین جو مرکز اہل سنت مسجد اعظم وانجمن اتباع اسلام کے عہدے دار وارکان رہے۔

جناب مرحوم ایڈوکیٹ عبدالرحیم صاحب، جناب مرحوم نصراللہ صاحب عرف ''مولانا'' جناب مرحوم عبدالرزاق صاحب رضوی، جناب مرحوم پٹیل نوراللہ صاحب عرف ٹھاکر، جناب مرحوم ظفراللہ صاحب اور آج الحمدللہ جناب ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی متولی مرکز اہل سنت مسجد اعظم بہار پیٹ و بانی وصدر آل کرناٹکا رضا اکیڈمی کی قیادت میں جناب غوث محی الدین باشاہ صاحب، جناب ایڈوکیٹ محمد عبدالجلیل ذوالفقار صاحب، جناب انجینئر اسماعیل شریف صاحب، جناب سید اسماعیل صاحب فروٹ مرچنٹ نائب متولی مسجد اعظم، جناب وزیر صاحب فارسٹ ڈپارٹمنٹ، جناب الحاج محمد علی صاحب، جناب عنایت اللہ رضوی صاحب، جناب عظمت اللہ رضوی صاحب، جناب محمد ناصر رضوی، محمد ذاکر رضوی سلمہ، دادا پیر رضوی سلمہ، صفدر علی رضوی سلمہ، محمد علی عرفی محمدی سلمہ، محمد مشاہد رضا قادری سلمہ، محمد فیضان رضا قادری سلمہ، محمد خواجہ رضا رضوی سلمہ، محمد ناصر صاحب سلمہ۔

یہ وہ حضرات ہیں جو ہمیشہ مسلک ومذہب کی ترویج واشاعت کے لئے مقدمۃ الجیش کی شکل میں تیار رہتے ہیں، بالخصوص ایڈوکیٹ محمد اشفاق احمد لیاقتی رضوی صاحب جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کسی بھی طرح کے نام ونمود کے بغیر ایڈوکیٹ محمد صادق اللہ رضوی صاحب کی نیابت کرتے ہوئے ہر ایک دینی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور انھیں کامیابیوں سے ہمکنار کرتے ہیں۔

الحمدللہ! کانفرنس کو کامیاب بنانے میں ان حضرات کی بڑی کوششیں رہی ہیں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ جس اتحاد واتفاق کے ساتھ اس شہر چتر ادرگہ میں سوادِ اعظم اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں یہاں کے علما وعمائدین اور نوجوانانِ اہل سنت لگے ہوئے ہیں، ان تمام کو اسی طرح تادمِ آخر دین وسنیت کی ترویج واشاعت میں لگے رہنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان سبھی حضرات کو تادمِ آخر صحت وعافیت کے ساتھ اُن کے تمام کاروباروں میں، رزق میں، عمر میں دن دونی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائے۔

کانفرنس میں خصوصیت کے ساتھ درج ذیل علما شریک رہے: حضرت مولانا شاہد رضا مرکزی خطیب وامام مرکز اہل سنت مسجد اعظم، حضرت مولانا سید محمد انصار رفاعی مصباحی صاحب خطیب وامام سلطانی جامع مسجد اہل سنت والجماعت، حضرت مولانا شاکر القادری صاحب، حضرت مولانا طاہر حسین اشرفی خطیب و امام مسجد غوثِ اعظم، حضرت مولانا ذاکر حسین رضوی مصباحی مرادآبادی خطیب وامام مکہ مسجد، حضرت مولانا غلام جیلانی رضوی بیابانی مسجد گلشنِ مدینہ، محمد وزیر صاحب رضوی خطیب وامام مدینہ مسجد چیل گڈا، حضرت مولانا ناظم علی رضوی مدرس جامعۃ الرضا الدراسات الاسلامیہ چترادرگہ، حضرت حافظ مولیٰ علی رضوی صاحب نائب امام مسجد اعظم، حضرت مولانا راشد اقبال اشرفی رضوی صاحب سنی جامع مسجد ہوسدرگہ، مولانا فخرِ عالم رضوی صاحب، مولانا سمیر رضا رضوی صاحب، مولانا غلام محمد غوث رضوی صاحب، مولانا عبدالغنی رضوی صاحب، مولانا ریاست رضا صاحب، مولانا بہاء الدین رضوی صاحب، مولانا شاداب رضا رضوی صاحب، مولانا ابراہیم رضا صاحب، ان علما وائمہ کے علاوہ بھی شہر و بیرونی شہر سے تشریف لائے سیکڑوں علما وائمہ کی شرکت رہی۔

اوّل تا آخر اس کانفرنس کی نظامت حضرت مولانا محمد فیاض علی رضوی خطیب وامام مسجد گلشنِ بغداد بنگلور نے نبھائی، دوران تقاریر موقع ومناسبت سے نعت ومنقبت شاعر اسلام محمد مظفر رضا بریلوی ومدح خوان مصطفیٰ مولانا دادا پیر نظامی کڈوری پیش کرتے رہے، حضور محدثِ کبیر علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ امجدی دام ظلہم العالی کے ہاتھوں شہر اور اطراف واکناف سے آئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید ہوئے، ساتھ ساتھ جلسے میں شریک ہزاروں کی تعداد میں پردہ نشین مستورات اور وہ خصوصی مبلغات جو سالوں سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں لگی ہوئی ہیں، ان تمام نے بھی حضرت کے ہاتھوں مرید ہو کر داخلہ سلسلہ ہوئیں، بعدہ حضرت کے رخت آویز نصیحتوں سے لوگ مستفید ہوئے، آخر صلوٰۃ وسلام اور دعا کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا، کانفرنس کے اختتام پر جماعت رضائے مصطفیٰ بقیہ ص ۷۴ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

JUNE-2024
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

محرم الحرام ۱۴۴۶ھ جولائی ۲۰۲۴ء
JULY-2024 Rs. 30/-

سالِ نو مبارک ۱۴۴۶ھ

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسباں
ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

حضرت امام حسین کا سرِ انور
واقعۂ کربلا! حقائق کے تناظر میں
اہل بیت اطہار! آیۂ تطہیر کی روشنی میں
حضرت امام حسین کے فضائل و مناقب
استقامت علی الحق کا درس دیتی امام حسین کی شہادت
فکر اسلامی کی تشکیل اور پیغام شہادت امام حسین

عظمت صحابۂ کرام
وصایا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ
قرآنی تعلیمات کی غلط تشریح کا نیا طریقہ
سماجی برائیوں کے انسداد میں خواتین کا کردار
''ہم دو ہمارے بارہ'' کا دندان شکن جواب
بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ سالہ دردناک سفر
اسلام کی شبیہ خراب کرنے کی ناپاک کوشش

مدیر: مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکزی ادارہ اعظم اہل سنت و جماعت اشاعت عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۷
Issue No. 7
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۶ھ
محرم الحرام
جولائی ۲۰۲۴ء

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دو پہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

استقامت علی الحق کا درس دیتی امام حسین کی شہادت

اداریہ

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، شیر خدا کے پھول، سید الشہدا عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا یہ مہینہ ہر سال آتا ہے اور ہمیں استقامت علی الحق کا درس دے کر رخصت ہو جاتا ہے، لیکن ہماری ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا، آج مسلمانوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی سہل پسندی اور مصلحت پسندی کے نام پر اسلامی تعلیمات واحکامات سے انحراف واغماض کا سلسلہ چل پڑا ہے جو رفتہ رفتہ لوگوں کو اسلام بیزاری کی گہری کھائی کی طرف لے جا رہا ہے، اگر وقت رہتے اس کا سدباب نہ ہوا تو قوم کو دہریت کا شکار ہونے سے بچانا مشکل ترین مرحلہ بن جائے گا۔

امام حسین نے بھی اگر یہ سوچ لیا ہوتا کہ موجودہ حالات سے نبٹنے کے لئے وقتی طور پر یزید کی بیعت کر لیتے ہیں، پھر کسی صوبے کا گورنر بننے کے بعد اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیں گے، اس طرح حکومت بھی ہاتھ آجاتی اور جنگ یا شہادت کی نوبت بھی نہ آتی، اس مصلحت کوشی میں بظاہر کوئی قباحت بھی نہیں تھی، مگر قربان جائیے حضرت امام حسین پر کہ انھوں نے اپنا اور اپنے جاں نثاروں کا سر کٹانا تو منظور کیا لیکن کسی مصلحت کا سہارا لیتے ہوئے ظالم حکومت کے سامنے سر جھکا کر شرعی اصول واحکام کا خون کرنا گوارہ نہیں کیا، امام حسین نے خلق خدا پر ظلم وستم کرنے والے اور حدود اللہ کو توڑنے والے حاکم وقت یزید کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور کسی بھی لالچ وطمع کا شکار ہوئے بغیر نیز کسی حکومت سے خوف زدہ ہوئے بغیر حدود اللہ کے قیام کا علم بلند کیا اور لشکر یزید کے سامنے بلا خوف لومۃ لائم یوں ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو ایسے حکمران کو دیکھے جو ظلم کرتا ہو، اللہ پاک کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہراتا ہو، اللہ پاک کا عہد توڑتا ہو، سُنّت کی مخالفت کرتا ہو، لوگوں میں گناہوں اور ظلم وزیادتی کو رواج دیتا ہو، دیکھنے والا اگر ایسے ظالم کو بُرے کاموں سے نہ ہاتھ سے روکے، نہ زبان سے روکے، تو اللہ پاک پر حق ہے کہ اس (دیکھنے والے) کو اس (ظالم) کا ساتھ دینے والوں میں رکھے، لوگو سن لو! بے شک ان یزیدیوں نے شیطان کی اطاعت کو لازِم پکڑا، رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا، لوگوں میں فساد پھیلایا، اللہ پاک کی حدود کو پامال کیا، اللہ پاک کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیا اور میں اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہوں کہ ایسے ظالم کے سامنے کلمۂ حق بلند کروں۔“ (تاریخ طبری، ج ۳/ص ۳۰۶)

یاد رکھئے کہ اگر اس موقع پر امام حسین نے کسی بھی مصلحت کا سہارا لے لیا ہوتا تو آج مصلحتوں کی دیوی کے چرنوں میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی ایک ہولناک روایت چل پڑتی اور لوگ نہ معلوم کیسی کیسی مصلحتوں کے بت تراش کر اس کے قدموں میں اپنا ایمان واسلام بھی نچھاور کر بیٹھتے، اس کے بعد پیدا ہونے والی بھیانک صورت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں۔

حضرت امام عالی مقام کی بارگاہ میں بہترین خراج عقیدت یہی ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلامی تعلیمات واحکامات پر ثابت قدم رہیں، کسی نام نہاد مصلحت کی آڑ میں شریعت پر اپنی طبیعت کو ترجیح نہ دیں، حق پر گامزن رہیں اور ہمیشہ اہل حق کا ساتھ دیں، اپنے اندر حق گوئی کے لئے جرأت و بے باکی پیدا کریں، موت کے خوف کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیں، یاد رکھیں! موت برحق ہے اور اس سے کسی کو رستگاری نہیں، تو کیوں نہ ہم حضرت امام حسین کے نقش کف پا کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور استقامت علی الحق کا شیوہ اپنا کر سچے حسینی ہونے کا ثبوت فراہم کریں اور اگر ہم نے ایسا کر لیا تو یقین جانئے کل بروز قیامت ہمارا حشر ان شاء اللہ الرحمن حسینیوں میں ہوگا، جو ہماری نجات اخروی کے لئے کافی ووافی ہے، مولائے کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں حضرت امام عالی مقام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

از: مفتی سید اولادِ رسول قدسی *

حضرت امام حسین کا سرانور

ہر چند کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی کوششیں کیں، اتمامِ حجت کے طور پر اپنے عالی شان نام ونسب کی اہمیت بتائی اور بار بار فرماتے رہے کہ یزیدیو! تم اپنے ہاتھوں کو میرے خون سے رنگین نہ کرو، میں نہیں چاہتا کہ تم میرے قتل کے سبب جہنم کے ایندھن بنو مگر یزیدیوں پر آپ کی تقریر پر تنویر کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا، بھلا ہوتا بھی کیسے یہ سارے کے سارے دنیا کی حرص ہوس کے شکار ایسے شقی القلب تھے کہ ان کے دلوں میں شقاوت و بے رحمی کی مہر لگی ہوئی تھی، ان کا ضمیر بالکلیہ مرچکا تھا اور ان کے احساس کی زمینیں بنجر بن چکی تھیں۔

حضرت امام عالی مقام نے عمرو ابن سعد کے سامنے ایسی تین باتیں رکھیں کہ اگر یزیدی ان میں سے ایک بھی بات مان لیتے تو پھر کربلا کا یہ شرمناک خونی منظر درپیش ہی نہیں آتا۔ آپ نے اولاً یہ فرمایا کہ دیکھو! میں یہاں خود نہیں آیا بلکہ میں تمہارے بار بار اصرار کے بعد آیا ہوں، تم نے ایک دو نہیں بلکہ بارہ سو خطوط میرے نام ارسال کیے، تم نے بڑی منتیں اور سماجتیں کیں، دین و شریعت کی دہائی دی، بے پناہ عقیدت کیشی کا مظاہرہ کیا، اصرار پہ اصرار کیا یہاں تک تم نے لکھا کہ ہمارے سر پر کوئی امام نہیں، ہمارا کوئی پیشوا و رہنما نہیں ہم یزید جیسے فاسق و فاجر کو اپنا خلیفہ نہیں مانتے وغیرہ وغیرہ، ان تمام باتوں کے باوجود بھی اگر میرا آنا تمھیں گوارا نہیں تو کوئی بات نہیں۔ مجھے وہاں واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔ یہ بات منظور نہیں تو پھر مجھے کسی سرحدی مقام پر لے چلو میں وہاں رہ کر زندگی کا بقیہ حصہ گذار لوں گا۔ اگر تم اس پر بھی تیار نہیں تو پھر سیدھے مجھے یزید کے پاس دمشق کی طرف جانے دو میں اس سے براہِ راست اپنا معاملہ طے کرلوں گا۔ تم بھی چاہو تو اپنے اطمینان کے لیے میرے پیچھے پیچھے چل سکتے ہو۔

حیف صد حیف ظالموں نے ایک بھی شرط نہیں مانی مزید برآں ستم بالائے ستم یہ کہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہہ ڈالا کہ ہمیں تمہاری کوئی بات منظور نہیں ہمارا صرف ایک ہی مطالبہ ہے کہ تم یزید کے ہاتھ پر ہاتھ دے دو ورنہ بصورت دیگر جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ، یہ کیسے ممکن تھا کہ رسولِ گرامی کا نواسہ یزید پلید جیسے فاسق وفاجر کے ہاتھ پر ہاتھ دیتا، اگر ایسا ہو جاتا تو پھر شریعت کی نبض ڈوب جاتی، اسلام کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا، فسق وفجور کی واہ واہی ہوتی، امامت وخلافت کے تقدس کا جنازہ نکل جاتا، اسلام کے مقدس اصول وضوابط زخم خوردہ ہو جاتے۔ رخصت پہ عمل کیا جا سکتا تھا، جواز کی صورت تھی اور ضرور تھی، اگر امام عالی مقام ایسا کر لیتے تو آپ شرعاً قطعی طور پر مجرم نہیں ہوتے مگر آپ نے سوچا کہ ایسی صورت میں میری اور میرے اہل وعیال کی جانیں تو بچ جائیں گی مگر نانا جان کی اس شریعت کا تحفظ کیوں کر ہوگا جس شریعت کی اشاعت کی خاطر نانا جان کو ظلم واستبداد کے پہاڑوں سے گزرنا پڑا، خاردار راہوں میں چلنا پڑا، جور وجفا کے شعلوں کے بستر پر سونا پڑا، جسمِ اطہر پر پتھروں کی بارش سہنا پڑی، شعبِ ابو طالب میں تین سال تک صعوبت جانکاہ سے گذرنا پڑا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ رسول کا بیٹا سر تو دے سکتا ہے مگر یزید پلید جیسے زانی، بے نمازی اور شریعت کی دھجیاں بکھیرنے والے کے ہاتھ پر ہاتھ ہرگز نہیں دے سکتا۔

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد بھی ظالموں کو چین نہ آیا، اسلام کے مقدس اصول کی پامالی کرتے ہوئے شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے اور ان کے مبارک جسموں کو مثلہ بنایا گیا اس پر مستزاد یہ کہ جنازہ پڑھے بغیر چمنستانِ زہرا کے پھولوں

* مضمون نگار امریکہ میں مقیم اہل سنت کے ایک معروف ادیب ونقاد ہیں۔

کو بے گور وکفن کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر بے یارومددگار چھوڑ کر شہدائے کرام کے کٹے ہوئے سروں سمیت گاتے بجاتے، شراب کے نشے میں دھت کوفہ چلتے بنے۔ جانے یہ کیسے اسلام کے دعویدار تھے کہ جنھیں شریعت اسلامیہ کے تقدس کا ذرہ برابر بھی پاس نہ تھا۔ کیا انھیں معلوم نہیں تھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو تاکید فرمائی تھی کہ کسی کافر کی لاش کا مثلہ بنانا ہے اور نہ کافر کی عورتوں اور بچوں کو اذیت دینا ہے۔ کربلا کے میدان میں جب کہ عام مسلمان نہیں بلکہ خود رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد موجود تھی۔ رسول پاک کے کلمہ پڑھنے والوں نے ان کے ساتھ جو شرمناک اور ناروا سلوک کیا حد بیان سے باہر ہے، بھلا ہو قبیلہ بنی اسد کا (جو کربلا کے قریب گاؤں عاضریہ میں رہتا تھا) نے شہدائے کرام کی مقدس لاشوں کو تدفین کا فریضہ انجام دیا۔

طبری کی دوسری جلد میں مندرج ہے کہ جب ابن زیاد کے سامنے حضرت امام عالی مقام کا سرِ انور رکھا گیا تو ظالم و نابکار نے آپ کے مقدس لبوں اور منور دانتوں پر چھڑی لگا کر بے حرمتی کی تو اس کے دربار میں تشریف فرما رسولِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعیف العمر صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا آپ مضطرب و بے قرار ہو گئے، آپ کا کلیجہ منھ کو آنے لگا اور روتے ہوئے تڑپ کر بول پڑے ظالم! خدا کا خوف پیدا کر! چھڑی ہٹالے واللہ العظیم میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارہا ان لبوں اور دانتوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ سچ کہا کسی نے کہ جب خدا دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے۔ بجائے اس کے ظالم شرمسار و نادم ہوتا، ہوش کے ناخن لیتا اور اپنی گستاخ حرکت سے باز آتا مگر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ صحابیٔ رسول سے کہنے لگا کہ کیا مجھے نہیں معلوم کہ میں کوفے کا گورنر ہوں۔ تیری یہ جرأت کیسے ہوئی مجھ سے اس قسم کی بات کرنے کی۔ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں اسی وقت تیرا سر قلم کر دیتا۔ ایک صحابیٔ رسول سے ظالم ابنِ زیاد کا یہ گستاخانہ رویہ قطعی طور پر باعثِ حیرت نہیں کیوں کہ جو رسول کے دین و شریعت اور ان کی آلِ پاک کے تقدس کو پامال کر سکتا ہے تو پھر ایسے دریدہ دہن سے کسی صحابی کے ادب و احترام کی بھلا کیا امید کی جا سکتی ہے۔ اسی طبری میں ایک اور جاں نثار اہلِ بیت کا دل دوز واقعہ یوں مرقوم ہے کہ جب امام عالی مقام کا سرِ انور ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں پہنچا تو اس نے کوفے کی جامع مسجد میں برسرِ منبر بڑی ڈینگیں مارتا ہوا کہنے لگا کہ کوفے والو! اچھی طرح دیکھ اور سمجھ لو کہ ہم حق پرست ہیں تبھی تو خدا نے ہماری نصرت فرمائی، ہمیں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کیا اور ہمیں سربلندی عطا فرمائی اور دوسری طرف کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور ان کے اہل وعیال ورفقاء کو نہ صرف یہ کہ خدا نے انھیں شکست خوردہ کیا بلکہ انھیں ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دیا (معاذ اللہ)۔ ایسے وقت میں محب اہل بیت حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی باوجود یہ کہ دونوں آنکھوں سے معذور تھے تڑپ کر بول پڑے کہ اے ابن مرجانہ! اپنی زبان پر لگام دے۔

تو امام حسین اور ان کے والد بزرگوار کو کذاب کہہ رہا ہے حالانکہ دنیا خوب جانتی ہے کہ وہ سچے ان کے باپ سچے اور ان کے نانا سچے ہیں البتہ تو اور تیرا باپ جھوٹے ہو اور جس نے تجھے ایک صحابی رسول کو معزول کر کے کوفے کی گورنری سونپی ہے وہ بھی جھوٹا۔ تمھیں ذرہ برابر بھی اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے شرم وحیا نہیں آتی۔ تم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد پر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑے، انھیں اور ان کے اہلِ خانہ کو شبانہ روز تک بھوک اور پیاس کے تپتے ہوئے صحرا میں بے یارومددگار چھوڑ دیا اور ظلم بالائے ظلم یہ کہ انھیں بڑی بے دردی کے ساتھ تہِ تیغ کر دیا اور باتیں کرتے ہو صدیقین کی طرح تف ہے تمہارے گھناؤنے کردار وافعال پر۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی کے قبیلے کے لوگ وہاں موجود تھے، اس لیے ڈر کر ظالم نے انھیں گرفتار کر کے عارضی طور پر چھوڑ تو دیا لیکن اپنے ظلم وستم کی پیاس بجھاتے ہوئے بعد میں انھیں گھر سے بلوا کر بڑی بے رحمی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ انھیں قتل کیا بلکہ ان کی نعش مبارک کو دار پر لٹکا دیا۔

اسلامیات

یزیدی ظالموں کے ظلم پر خود ظلم بھی ندامت سے پانی پانی ہو رہا تھا۔ اللہ کی پناہ! ابنِ زیاد کے حکم پر امام عالی مقام کے سرِ انور کو کوفے کے پورے شہر میں گھمایا پھرایا گیا، ننگِ دین اور ننگِ ایمان یزیدیوں نے اپنی انتہائی بے غیرتی کا تماشا دکھایا اور پھر ناچتے گاتے شراب کے نشے میں چور آپ کے سرِ انور کو شمر کی سربراہی میں یزید پلید کے پاس دمشق لے چلے۔ جن نابکاروں نے حضرت امام عالی مقام کا ادب واحترام نہ کیا وہ آپ کے اہلِ وعیال کا پاس کیا رکھتے، حضرت امام عالی مقام کی شہادت کے بعد اہلِ بیت اطہار میں مردوں میں صرف سید سجاد حضرت زین العابدین رہ گئے تھے، حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پابہ زنجیر اور سیدزادیوں کو اونٹوں کی برہنہ پشت پر بٹھا کر کوفے سے دمشق کی جانب جشن فتح مناتے ہوئے بے شرم و بے حیا یزیدی چلے جا رہے تھے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جب یہ ظالم کوفے کی سرحد عبور کر کے پہلی منزل پہ پہنچے تو اس وقت شام ڈھل چکی تھی اور شب اپنی سیاہ زلفیں بکھیرنے والی تھی، انھیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ رات کہاں گذاری جائے، معاً ان کی نگاہیں ایک گرجا گھر پر مذکور ہو جاتی ہے، خوشی خوشی شب باشی کے لیے جوں ہی وہ گرجا گھر کے دروازے پر پہنچے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ اس گرجا گھر کی دیوار پر بڑے جلی حروف کے ساتھ عربی میں ایک شعر لکھا ہوا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ''کیا وہ امت امام حسین کو قتل کرنے کے بعد اس بات کی امید رکھتی ہے کہ وہ ان کے نانا جان کی شفاعت سے بہرہ ور ہوگی۔''

یہ شعر پڑھتے ہی ظالموں کے چہروں کا جغرافیہ بدل گیا۔ ماتھے پر پسینہ آنے لگا، مارے غصے سے سب کی بھنوئیں تن گئیں اور یہ آپس میں کہنے لگے کہ ضرور یہ کسی حسینی کا کیا کرایا ہے جس نے ہمارے خلاف سازش رچتے ہوئے یہ شعر یہاں لکھ کر چھوڑ دیا، بڑے غیض وغضب کے عالم میں جب ظالموں نے اس گرجا گھر کے راہب سے اس شعر سے متعلق تفتیش کی تو راہب کا جواب سن کر ان سب کے پاؤں سے زمین کھسک گئی، جواب کیا تھا، ظالموں کے گھنونے کرتوت کی نقاب کشائی اور ان کے بد انجام ہونے کا کھلا ہوا اعلان، راہب نے کہا یہ شعر کس نے اور کب لکھا یہ تو مجھے نہیں معلوم! البتہ یہ بات معتبر ذرائع سے نسلاً بعد نسلٍ قرناً بعد قرنٍ مجھ تک پہنچی ہے کہ یہ شعر تمہارے نبی کی بعثت سے پانچ سو برس پہلے سے اسی طرح کندہ ہے۔

اس کا حرف حرف آلِ نبی کے قاتلوں کے کبر وغرور اور جور وجفا پر شب خون مار رہا ہے اور قیامت تک یہ شعر اس بات کا اعلان کرتا رہے گا کہ قاتلین امام حسین کل روز قیامت شفاعت رسول سے یکسر محروم رہیں گے۔ اتنا سننے کے بعد بھی ظالموں کی آنکھوں پر بندھی ہوئی ظلم واستبداد کی پٹی نہیں کھلی۔ بھلا کھلتی بھی کیسے یہ وہ لوگ تھے جن کے اندر شقاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جن کا مادۂ فہم اور ضمیر احساس بالکلیہ مر چکا تھا، یہ دنیاوی نام ونمود اور حرص وہوس کے ایسے شکار بن چکے تھے کہ ان کے دلوں کے دروازے مکمل مقفل ہو چکے تھے۔ تبھی تو جب راہب کو معلوم ہوا کہ یہ ظالم اپنے ہی رسول کے لختِ جگر کے سرِ پاک کو کاٹ کر گھوم رہے ہیں تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس سے رہا نہ گیا۔ وہ بول پڑا اے نابکارو! تمھیں کیا ہو گیا؟ جس نبی کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی نبی کے نواسے کو قتل کرنے کے بعد ان کے کٹے ہوئے سر کی بے حرمتی کرتے تمھیں ذرہ برابر بھی شرم نہیں آتی، تم نے تو بے شرمی اور بے غیرتی کی ساری حدیں توڑ دیں۔ تم خلق و وفا کے ایسے خونی ہو کہ قیامت تک لوگ تم پر لعنتوں کی بوچھار کرتے رہیں گے۔ تمھیں یہ دنیا راس آئے گی اور نہ تمھیں آخرت میں سرخروئی نصیب ہوگی۔ تم نے جو مذموم ترین حرکتیں کی ہیں، ایسی نہ کل کسی ظالم نے کی اور نہ قیامت تک کوئی ایسی جسارت کرے گا۔

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماننے والا ہوں۔ فقط میری تخصیص کیا کسی بھی عیسائی کو ہمارے پیغمبر سے منسوب کوئی شے مل جائے تو وہ اسے تا زندگی تبرک بنا کر رکھے اور اس کی حفاظت میں من تن دھن قربان کر دے، تف ہے تمہارے گھنونے کرتوت پر تم اپنے ہی نبی کی آل کو قتل کرنے کے بعد ان کے

مقدس سر کو گلیوں اور سڑکوں میں گھمائے پھر رہے ہو اور ستم بالائے ستم یہ کہ مظلوم اولادِ نبی کو قیدی بنائے ہوئے ہو۔ اسی پر بس نہیں یہ تو حد ہوگئی تم نبی کی نواسیوں اور پوتیوں کو اونٹوں کی برہنہ پشت پر بٹھائے ہوئے ہو۔ خیر جانے دو یہ تمہارا معاملہ ہے تم جانو تمہارا خدا جانے! میری تم سے بس ایک التماس ہے وہ یہ کہ فقط ایک رات کے لیے تم اپنے نبی کے نواسے کا مقدس سر مجھے دے دو تا کہ میں جی بھر کر زیارت کرسکوں اور اپنے خالی دامن کو ان کے صدقے گوہرِ مراد سے بھر سکوں۔

آج تک تاریخ ان لالچی دنیا داروں پر خون کے آنسو رو رہی ہے اور صبح قیامت تک روتی رہے گی کہ بجائے عیسائی پادری کی باتوں سے وہ کچھ عبرت پکڑتے، ہوش کے ناخن لیتے، ان کا ضمیر انھیں ملامت کرتا، ان کے احساس میں تبدیلی رونما ہوتی، ان کے فکر کا زاویہ متبدل ہوتا، ان کے شعور میں بیداری آتی، ان کا کلیجہ منھ کو آتا، ایسی باتوں سے ان میں کپکپی طاری ہوجاتی، وہ خوفِ خدا سے لرز جاتے، وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہوتے، وہ اپنے ظالمانہ کردار پر سر پھوڑتے، وہ اپنی ستم رانیوں کے حصار سے باہر آتے، وہ اپنی انتہائی شرمناک و نازیبا حرکتوں پر کفِ افسوس ملتے، وہ مارے شرم کے اپنی نظریں جھکا لیتے، وہ اپنے سفاکانہ رویوں پر سر کوبی کرتے، وہ میدان حشر کی ہولناکیوں سے کانپ جاتے، ان کے ہاتھ شل ہوجاتے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں، ان کا قدم ڈگمگانے لگتے، ان کی سوچوں کا خرمن جل کر خاکستر ہوجاتا، وہ اپنی عافیت کی فکر سے مضطرب ہوجاتے مگر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اور فکرِ عقبیٰ سے لاپرواہ ہوکر ظالموں نے کہا کوئی بات نہیں ہم حسین کا سر ایک رات کے لیے تمہارے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں مگر ہماری ایک شرط ہے۔

جب یزیدیوں نے پادری سے کہا کہ ہم حسین کا سر ایک رات کے لیے تمہارے حوالے کرنے کے لیے بخوشی تیار ہیں لیکن ہماری ایک شرط ہے تو پادری نے جواباً کہا کہ جلدی سے بتاؤ تمہاری کیا شرط ہے، میری بے چینی بڑھتی جارہی ہے، میرے صبر کا زیادہ امتحان مت لو، بولو بلا جھجھک بولو مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے، نابکار و حرص و ہوس کے شکار یزیدیوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہا کہ اگر تم حسین کا سر ایک رات کے لیے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو تو تمھیں اس کی قیمت چکانا ہوگی۔ پادری نے برجستہ کہا بولو تو سہی کیا اور کتنی قیمت ہے؟ بے حیاؤں نے شرم و حیا کی ساری حدیں توڑتے ہوئے کہا جناب! ایک رات حسین کا سر رکھنے کے لیے تمھیں دس ہزار درہم ہمیں ادا کرنے ہوں گے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ظالموں کی دس ہزار درہم کی مانگ سن کر پادری تڑپ اُٹھا اور بے تاب ہوکر بڑے ہی پُر جوش لہجے میں بول پڑا کہ نادانو! تم نے بہت ہی سستا سودا کیا ہے۔ بے حد کم قیمت لگائی ہے۔ ارے اگر تم مجھے میری زندگی کا سارا اثاثہ بھی مانگتے تو میں خوشی خوشی تمھیں دے دیتا کیوں کہ یہ سر کوئی معمولی سر نہیں ہے۔ یہ آلِ نبی کا مقدس و منور سر ہے۔ یہ ایک انمول خزانہ ہے اس کی بھلا کوئی قیمت لگائی جاسکتی ہے؟ اتنا کہہ کر راہب نے انھیں فوراً دس ہزار درہم دیے اور امام عالی مقام کے سرِ انور کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ لے کر اپنے ایک مخصوص کمرے میں گیا اور انتہائی محبت و عقیدت کے ساتھ جہاں جہاں امام عالی مقام کے سرِ انور پر گرد و غبار لگے تھے صاف کیا، خون آلود حصوں کو دھویا۔ عطر و کافور لگایا اور سرِ انور کو اپنے روبرو رکھ کر اشکبار آنکھوں سے زیارت کرنے لگا۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب انسان تصور کر رہا تھا، اپنی زندگی کی معراج پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ بار بار یہ سوچے جا رہا تھا کہ یہ ظالم کیسے ہیں انھیں اپنے رسول کے نواسے کے ادب و احترام کا ذرہ برابر بھی پاس نہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ نواسۂ رسول کے سر کو کاٹ کر گھوم پھر رہے ہیں ناچ رہے ہیں۔ اسی پر بس نہیں اس کا سودا بھی کرلیا وہ بھی اتنا سستا۔ جانے وہ کیا کیا سوچ رہا تھا معاً وہ اپنی سوچوں کا تسلسل منقطع کرتا ہے اور اپنے آپ سے کہتا ہے میں اپنے خدا کا شکر کیسے ادا کروں، جانے میرے رب کو میری کون سی ادا پسند آگئی کہ اس کے حسین صلے کی صورت میں مجھے بقیہ ص ۱۸ پر

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

واقعہ کربلا! حقائق کے تناظر

اسلامیات

نبی رحمت ﷺ کو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرمائے، ابھی پچاس برس ہی گزرے تھے، کہ 61 سن ہجری میں عراق کے شہر کُوفہ سے کچھ فاصلے پر "کربلا" کے مقام پر لشکرِ یزید نے، فرزندِ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفر کی حالت میں، ان کے اَہل وعیال اور رُفقا سمیت تیغِ جفا سے شہید کر دیا، خلافت راشدہ کا تیس سالہ دَور، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مکمل ہو چکا تھا اور پھر ملوکیت (بادشاہت) کی ابتدا حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔

جب 60 سن ہجری میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا، اور یزید اُن کا جانشین بنا، تب تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اُس کے لیے سب سے اہم مسئلہ، حضرت سیّدنا امام حسین، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زبیر اور حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر سے بیعت لینے کا تھا؛ کیونکہ ان حضرات نے یزید کو امیر مُعاویہ کا ولی عہد تسلیم نہیں کیا تھا، اس کے علاوہ ان حضرات سے یزید کو یہ بھی خطرہ تھا، کہ کہیں ان میں سے کوئی خلافت کا دعویٰ نہ کر دے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا حجاز مقدّس میرے خلاف اُٹھ کھڑا ہو، جبکہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعوئ خلافت کی صورت میں، عراق میں بھی بغاوت کا سخت اندیشہ تھا۔

اِن وُجوہ کی بنا پر یزید کے پیشِ نظر، سب سے بڑا مسئلہ اپنی حکومت کی بقا اور اسے تحفظ دینا تھا، لہٰذا اُس نے اِن حضراتِ مقدّسہ سے بیعت لینا ضروری سمجھا، چنانچہ اس نے مدینہ منوّرہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو، حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر دی اور ساتھ ہی ان حضراتِ مقدّسہ سے بیعت لینے کے لیے سخت تاکیدی حکم بھیجا، ولید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ کی وفات کی خبر دی اور یزید کی بیعت کے لیے کہا، آپ نے تعزیت کے بعد فرمایا، کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لیے اس طرح چھپ کر بیعت کرنا مناسب ہے، اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کو اور ان کے ساتھ ہمیں بھی دعوت دیں تو یہ مناسب ہوگا۔

یزید کی بیعت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلبی طور پر سخت ناپسند تھی؛ کیونکہ وہ نااہل تھا اور اس کا تقرر بھی خلفائے راشدین کے اسلامی طریقۂ انتخاب کے بالکل خلاف ہوا تھا، اس لیے آپ احتجاجاً اس کے خلاف تھے اور دوسری طرف حالات اجازت نہیں دے رہے تھے، کہ آپ علی الاعلان اس کے خلاف آواز بلند کریں، لہٰذا آپ نے اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب کو ساتھ لے کر، مدینۂ منوّرہ سے مکّہ مکرّمہ کی طرف ہجرت فرمائی، آپ کے مکّہ مکرّمہ پہنچنے کی خبر سُن کر لوگ جُوق در جُوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر، زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔

اہلِ کُوفہ کے خطوط ووُفود

جب اہلِ کُوفہ کو حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ کے انتقال کی خبر ملی اور انہیں اس بات کا علم ہوا کہ حضرت سیّدنا امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، تو انہوں نے سیّدنا امام حسین کے نام ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے کہ آپ جلد از جلد کُوفہ تشریف لے آئیے، مسندِ خلافت آپ کے لیے خالی ہے، ہمارے اَموال اور ہماری گردنیں آپ کے لیے حاضر ہیں، سب کے سب آپ کے منتظر ومشتاق ہیں، آپ کے سِوا کوئی ہمارا امام وپیشوا نہیں، آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر مہیا وحاضر ہے۔

امامِ عالی مقام نے جب اہلِ کُوفہ کے خطوط ووُفود میں، ان

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظبی کے مفتی ہیں۔

کے جذباتِ عقیدت ومحبت، جان ومال قربان کرنے کی تمنّاؤں اور کوفہ آنے کی التجاؤں کو دیکھا، تو فیصلہ کیا کہ حالات معلوم کرنے کے لیے، پہلے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو بھیجا جائے، چنانچہ آپ نے انہیں اہلِ کُوفہ کے نام ایک خط دیا اور فرمایا کہ آپ کوفہ جا کر بذاتِ خود، براہِ راست حالات کا صحیح اندازہ لگا کر ہمیں اطلاع دیجیے، اگر حالات سازگار ہوں تو میں بھی آجاؤں گا اور اگر حالات نامناسب ہوں تو آپ بھی واپس تشریف لے آئیے۔(۱)

کوفہ تشریف لے جانا امام حسین کی شرعی مجبوری تھی

صدرالافاضل حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی فرماتے ہیں کہ "اگرچہ امام حسین کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کُوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا، مگر جب یزید بادشاہ بن گیا تو اس کی حکومت وسلطنت، دِین اسلام کے لیے خطرہ تھی اور اسی سبب سے اس کی بیعت نا رَوا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا، کہ لوگ اس کی بیعت کر لیں، ان حالات میں کوفیوں کا پاسِ ملّت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام حسین سے طالبِ بیعت ہونا، امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں، جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحبِ اِستحقاق اہل سے درخواست بیعت کرے، اس پر اگر وہ اُن کی اِستدعا قبول نہ کرے، تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں، کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے، امام حسین اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے، تو بارگاہِ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا، امام حسین کے پاس کیا جواب ہوتا؟ کہ "ہم ہر چند دَرپے ہوئے، مگر امام حسین بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے؟ بدیں وجہ (اسی لیے) ہمیں یزید کے ظلم وتشدّد سے مجبور ہو کر، اس کی بیعت کرنا پڑی، اگر امام حسین ہاتھ بڑھاتے، تو ہم ان پر جانیں فِدا کرنے کے لیے حاضر تھے۔"

یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا، جس کا حل بجز اِس کے اَور کچھ نہ تھا، کہ حضرت امام حسین ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں، اگرچہ اکابر صحابۂ کرام حضرت ابن عباس وحضرت ابن عُمر وحضرت جابر وحضرت ابوسعید وحضرت ابوواقد لیثی وغیرہم، حضرت امام حسین کی اس رائے سے متفق نہیں تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد ومواثیق کا اعتبار نہ تھا، امام حسین کی محبت اور شہادتِ امام حسین کی شہرت، ان سب کے دلوں میں اِختلاج پیدا کر رہی تھی، گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی، کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہوگا، لیکن اندیشہ مانع تھا، حضرت امام حسین کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی، کہ اس اِستدعا کو رد کرنے کے لیے عذرِ شرعی کیا ہے؟ اِدھر ایسے جلیل القدر صحابۂ علیہم الرضوان کے شدید اِصرار کا لحاظ، اُدھر اہلِ کوفہ کی اِستدعا رَد فرمانے کے لیے کوئی شرعی عذر نہ ہونا، حضرت امام حسین کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا، جس کا حل بجز اِس کے کچھ نظر نہ آیا، کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے، اگر کوفیوں نے بدعہدی وبے وفائی کی، تو عذرِ شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے، تو صحابہ کو تسلّی دی جا سکے گی۔"(۲)

حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ کوفہ کی، بے پناہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر، حضرت سیّدنا امام حسین کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ ہزاروں اَفراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور یہاں کے سب لوگ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں، آپ فوراً تشریف لے آئیں! حضرت سیّدنا امام حسین نے اس اطلاع کے بعد کوفہ جانے کا عزمِ صمیم کر لیا اور اُدھر کوفہ میں جو فساد برپا ہو چکا تھا، اس کی آپ کو اطلاع نہیں ہوئی تھی۔(۳)

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 3 ذی الحجہ 60 سن ہجری کو اپنے اہلِ بیت وخُدّام وغیرہ، کُل بیاسی اَفراد کو ہمراہ لے کر راہِ عراق اختیار فرمائی۔(۴) راستے میں حضرت سیّدنا امام حسین کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر مل گئی تھی، اس پر امام حسین کے رفقا کی آرا مختلف ہوئیں اور ایک بار آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا، لیکن بہت گفتگو کے بعد یہی طے پایا کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کر دیا جائے، حضرت سیّدنا امام حسین نے بھی اس

رائے سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا، یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسین نے کربلا میں نزول فرمایا۔

یہ محرّم الحرام 61 سن ہجری کی دو 2 تاریخ تھی، آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو "کربلا" کہتے ہیں، حضرت سیّدنا امام کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے، جہاں اہلِ بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی، انہی دِنوں آپ کو حضور سیّدِ عالم ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور علیہ الصلوات والتسلیمات نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینۂ مبارک پر دستِ اقدس رکھ کر دعا فرمائی: اللّٰھمّ أعطِ الحسَین صبراً و أجراً۔ اے اللہ! حسین کو صبر و اجر عطا فرما۔ (۵)

پھر ابن زیاد نے سیّدنا امام حسین کو ایک خط لکھ بھیجا، کہ یزید کی بیعت کر لیجیے! جب وہ خط آپ کے پاس پہنچا، آپ نے اسے پڑھ کر پھینک دیا اور خط لانے والے قاصد سے فرمایا، کہ اس وقت میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، ایلچی نے آکر ابنِ زیاد کو بتایا، تو جواب سُن کر ابن زیاد کا غصہ بھڑک اٹھا، اس نے لوگوں کو جمع کیا، فوجیں تیار کیں اور ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا، جو ملک رَے کا والی تھا، اوّلاً اُس نے پہلوتہی سے کام لیا، اس پر ابنِ زیاد نے کہا، کہ یا تو لڑنے کے لیے تیار ہو جا، یا پھر رَے کی حکومت چھوڑ کر گھر بیٹھ جا! ابن سعد نے رَے کی حکومت اختیار کی اور بائیس ہزار سوار اور پیادہ لشکر لے کر، نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے چل پڑا، یہاں تک کہ یہ لوگ دریائے فُرات کے کنارے پر قابض ہو کر، قافلۂ سیّدنا امام حسین اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے۔ (۶)

یہاں یہ کارروائی ہوئی، کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیئے گئے، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُسے نرکُل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دیا گیا، اب امام حسین کے رفقا ان کاموں سے فارغ ہو کر، سیّدنا امام حسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور سیّدنا امام اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرما رہے ہیں کہ "صبح دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے، میں نے بخوشی تمام، تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے، جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ! اور ایک ایک شخص میرے اہلِ بیت میں سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللّٰہ تم سب کو جزائے خیر دے! دیہات و بلاد میں متفرق ہو جاؤ، یہاں تک کہ اللّٰہ تعالیٰ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہیں کریں گے" یہ سُن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللّٰہ بن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی کہ ایسا ہم کس لیے کریں؟ اس لیے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ اللّٰہ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے، کہ آپ نہ ہوں اور ہم زندہ رہیں۔ (۷)

یہاں تک کہ ابن سعد نے اپنے لشکر کے ساتھ، امام حسین اور آپ کے رفقا پر حملہ کر دیا، آپ کے رفقا و احباب و برادران و شہزادگان، ایک ایک کر کے شہید ہوتے چلے گئے، تقریباً پچاس سے زائد افراد شہید ہو گئے اور بالآخر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کو بھی، بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ (۸)

یزید بن مُعاویہ ابو خالد اُموی وہ بدبخت شخص ہے، جس کی پیشانی پر اہلِ بیت کرام علیہم الرضوان کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے، یہی وہ شخص ہے جس پر ہر زمانے میں پوری دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام حقارت سے لیا جائے گا، محرمات سے نکاح اور سُود وغیرہ منہیات (ممنوعات) کو بھی اس بے دین نے علانیہ رَواج دیا، مدینہ طیّبہ و مکّہ مکرّمہ کی بے حرمتی بھی کرائی۔ (۹)

واقعۂ کربلا، حدیثِ نبوی کی رَوشنی میں

(1) حضرت سلمیٰ کہتی ہیں، کہ میں حضرت سیّدہ امّ سلَمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو وہ رو رہی تھیں، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا:

"رأیتُ رسولَ اللّٰہ تعنِي في المنَام وعلی رأسِه و لحیتِه التراب، فقلتُ: ما لَك یا رسولَ اللّٰہ! قال: شهدتُ قتلَ الحسَین آنفاً۔ (۱۰) میں نے رسول اللّٰہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، کہ حضور اقدس ﷺ کے سرِ انور اور داڑھی مبارک پر گرد وغبار ہے، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ ﷺ! خیریت تو ہے؟ (یہ گرد وغبار کیسا ہے؟)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، کہ میں نے ابھی ابھی حسین کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔"

(2) حضرت سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يقتلُ حسَينٌ على رأسِ ستّينَ مِنْ مهاجري۔(۱۱)
حسین کو میری ہجرت کے ساٹھ سال بعد شہید کیا جائے گا۔"

(3) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أخبرني جبريلُ أنّ ابني الحسَين، يُقتَل بعدِي بأرضِ الطّفّ، وجاءَني بهذه التربة، وأخبرني أنّ فيها مضجعَه۔(۱۲) مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے، کہ میرے بعد میرے فرزند حسین کو طَفّ (نہر فرات کے کنارے کربلا کی زمین پر قتل کیا جائے گا اور حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے اور بتایا، کہ یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوابگاہ (مقتل) کی خاک ہے۔"

(4) حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک روز میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کر دیا ہے؟ جو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں! حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"بل قامَ من عندي جبريلُ قبل، فحدّثني أنّ الحسَينَ يُقتَل بشطّ الفُرات «قالَ»: فقال: هل لك إلى أن أُشِمَّك مِن تربته؟ «قال»: قلتُ: نعم، فمدّ يدَه، فقبضَ قبضةً من تراب فأعطانيها، فلَم أملِكْ عيني أن فاضتا۔(۱۳) بات یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا، کہ حسین کو نہرِ فُرات کے کنارے شہید کیا جائے گا، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس مٹی کی خوشبو سونگھا سکتا ہوں؟ میں نے اِثبات میں جواب دیا، تب انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر، ایک مٹھی بھر کر مٹی اٹھائی اور مجھے دے دی، بس اس وقت سے مجھے اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رہا۔"

(5) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان نے فرمایا:

"رأيتُ النبيَّ فيما يرى النائمُ ذاتَ يوم بنصفِ النّهار أشعَثَ أغبر، بيدِه قارورةٌ فيها دمٌ، فقلتُ: بأبي أنت وأمّي يا رسولَ الله! ما هذه؟ قال: هذا دمُ الحسَين وأصحابِه، لم أزلْ ألتقطه منذ اليومَ، فأحصي ذلك الوقت، فوجد قد قتل ذلك اليوم۔(۱۴) ایک روز میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسولِ کریم ﷺ کو دیکھا، کہ بال مبارک بکھرے ہوئے ہیں، گرد وغبار بھی پڑا ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک بوتل ہے، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! خیریت تو ہے؟ فرمایا کہ ”یہ حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے، جسے آج میں جمع کرتا رہا“ حضرت ابن عباس کہتے ہیں، کہ میں نے خواب کا وقت یاد رکھ لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ وہی وقت تھا، جب حضرت حسین کی شہادت ہوئی تھی۔"

واقعہ کربلا، اقوالِ علما کی رَوشنی میں

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"لعن اللهُ قاتلَه وابنَ زياد معه ويزيد أيضاً، وفي قتله قصةٌ فيها طولٌ لا يحتمِل القلبُ ذِكرَها۔(۱۵) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو امام حسین کے قاتل اور ابن زیاد و یزید پر! امام حسین کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے، دل اس ذکر کا متحمل نہیں ہوسکتا۔"

حضرت علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وإنّما اختلفوا في يزيد بن مُعاوية، حتّى ذَكَرَ في ”الخلاصة“ وغيرها: أنّه لا ينبغي اللّعنُ عليه، و لا على الحجّاج؛ لأنّ النبيَّ نهَى عن لعنِ المصلّين، ومَن كان من أهل القبلة. وبعضُهم أطلَقَ اللّعنَ عليه، لما أنّه كفرَ حين أمرَ بقتل الحسَين، واتّفقوا

علی جواز اللّعن علی مَن قتلَه، أو أمرَ به، أو أجازَه، أو رضيَ به، والحقُّ أنّ رِضا يزيد بِقَتْلِ الحسَين و استبشاره بذلك، وإهانته أهلَ بيتِ النبيّ، مما تواترَ معناه۔(۱۶) یزید بن مُعاویہ کے بارے میں، سَلَف مجتہدین اور علمائے صالحین کی آراء مختلف ہیں، یہاں تک کہ ''خلاصہ'' وغیرہ کتب میں مذکور ہے، کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں اور نہ حجّاج بن یوسف پر؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے نمازیوں اور اہلِ قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے، جبکہ بعض علما نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ وہ اس وقت کافر ہو گیا تھا، جب اس نے امام حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، البتہ علما اس بات پر متفق ہیں، کہ جس نے امام حسین کو قتل کیا، یا قتل کا حکم دیا، یا قتل کی اجازت دی، یا اس پر خوش ہوا، اُس پر لعنت کرنا جائز ہے اور حق یہ ہے کہ حضرت امام حسین کے قتل پر یزید کا راضی ہونا، اسے اچھا سمجھنا اور حضور اکرم ﷺ کے اہلِ بیتِ کرام کی توہین کرانا، یزید سے قطعاً ثابت ہے۔"

حضرت امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں:

"فأجازَه قومٌ: منهم ابنُ الجوزيّ، ونقله عن أحمد وغيره، فإنّه قال في كتابه المسمّى بـ"الرَدّ على المتعصّب العنيد المانع من ذمّ يزيد" سألَني سائلٌ عَن يزيد بن معاوية، فقلتُ: له يكفِيه ما فيه، فقال: أيجوزُ لَعنُه؟ فقلتُ: قد أجازَه العلماءُ الورِعون، منهم: أحمد ابنُ حنبَل؛ فإنّه ذكر في حقّ يزيد ما يزيد على اللّعنة۔(۱۷) جن علما نے یزید پر لعنت جائز قرار دی ہے، ان میں امام ابن جوزی بھی ہیں، انہوں نے امام احمد بن حنبل وغیرہ سے نقل کیا ہے، اپنی کتاب "الرَّدّ علی المتعصب العنید المانع من ذمّ یزید" میں تحریر کرتے ہیں، کہ مجھ سے کسی نے یزید بن مُعاویہ کے بارے میں پوچھا، تو میں نے جواب دیا کہ وہ جس حال میں ہے وہی اُس کے لیے کافی ہے، پھر اس نے پوچھا کہ کیا اُس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بعض اہلِ تقویٰ علما نے یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے، ان علما میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں، بلکہ انہوں نے تو یزید کے بارے میں لعنت سے بھی بڑھ کر کلمات کہے ہیں۔"

نیز مزید فرماتے ہیں:

"وَقَالَ نوفل بن أبي الفرات: كُنْتُ عِندَ عمر بن عبد العزيز، فَذَكَرَ رجلٌ يزيد فقال: قال أميرُ المؤمنين يزيد بن مُعاوية، فقال: تقول أمير المؤمنين؟! فأمرَ به، فضرب عشرين سَوطًا۔(۱۸) نوفل بن ابی الفرات نے کہا، کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا، کہ وہیں کسی نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اسے ''امیر المومنین'' کہا، یہ سننا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے غضبناک ہو کر فرمایا، کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے؟ پھر آپ کے حکم پر اس شخص کو بیس 20 کوڑے لگائے گئے۔"

حضرت علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"واستدلّ بها أيضاً على جواز لَعْنِ يزيد، عليه مِنَ الله تعالى ما يستحقّ۔(۱۹) (یعنی سورۂ محمد کی آیت 20 تا 22 سے) نتیجہ نکلا، کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔"

حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں:

"بعض علما کی رائے یہ ہے: قتلِ حسین دراصل گناہِ کبیرہ ہے؛ کیونکہ مؤمن کا قتلِ ناحق گناہِ کبیرہ ہے، کفر نہیں، جبکہ لعنت تو کافروں کے لیے مخصوص ہے، ایسی رائے والوں پر افسوس ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے کلام سے بھی بے خبر ہیں؛ کہ حضرت سیّدہ فاطمہ اور ان کی اولاد سے بُغض وعداوت رکھنا، انہیں تکلیف پہنچانا اور ان کی توہین کرنا، باعث ایذا وعداوتِ نبی ہے، اس حدیث پاک کی رَوشنی میں یہ حضرات یزید سے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا اِہانتِ رسول اور عداوتِ رسول کفر و لعنت کا سبب نہیں؟ اور کیا یہ بات جہنم میں پہنچانے کے لیے کافی نہیں؟(۲۰)

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

"یزید پلید کے بارے میں، ائمۂ اہلِ سنّت کے تین3 اقوال ہیں: (1) امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں، تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ (2) امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو، بالآخر بخشش ضرور ہوگی۔ (3) اور ہمارے امام، امامِ اعظم ابوحنیفہ سُکوت (خاموشی) اختیار فرماتے ہیں، کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر، لہٰذا ہم بھی سُکوت کریں گے۔" (۲۱)

حدیثِ قسطنطنیہ اور یزید

بعض لوگ "بخاری شریف" کی ایک حدیث سے، یزید کا جنّتی ہونا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا اوّلاً ہم وہ حدیث ذکر کریں گے، پھر مسئلے کی وضاحت! حضرتِ سیّدہ امّ حرام سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أوّلُ جیشٍ مِنْ أمّتي یغزُون مدینةَ قیصرَ، مغفورٌ لهم۔ میری امّت کا جو لشکر سب سے پہلے شہر قیصر جا کر لڑے گا، وہ بخشا جائے گا، میں نے پوچھا کہ کیا میں بھی اُس لشکر میں جاؤں گی؟ فرمایا: لا، نہیں۔" (۲۲)

اس حدیث سے یزید کی فضیلت پر، نتیجہ اخذ کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے، کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبی محترم ﷺ کا ہے، جن کے پیشِ نظر قیامت تک کے سارے حالات ہیں، آپ ﷺ کا فرمان مطلق نہیں، کہ جتنے لشکر بھی شہر قیصر جا کر جہاد کریں گے، اُن سب کے لیے بخشش ہے، بلکہ ''أوّلُ جیشٍ مِنْ أمّتي'' فرما کر بشارت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

علّامہ ابن اثیر فرماتے ہیں:

"سنةَ خمسین، سیّر معاویةُ جَیشاً کثیفاً إلَی بلاد الرُّوم للغُزاة، وجعل علیهم سفیانَ بن عوف، و أمرَ ابنَه یزیدَ بالغزاةِ معهم، فتثاقَل واعتلّ، فأمسَك عنه أبوه۔ (۲۳) 50ھ میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ نے ایک لشکر جرّار بلادِ روم (موجودہ استنبول، ترکی) کی طرف بھیجا اور اس لشکر پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کا حکم دیا، اس پر یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کیے، تب حضرت امیر مُعاویہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔"

اس پسِ منظر سے درج ذیل اُمور ثابت ہوئے

(1) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے گیا، اس کے قائد وامیر حضرت سفیان بن عوف تھے، یزید ہرگز نہیں تھا۔

(2) یہ کہ یزید اُس پہلے لشکر میں تھا ہی نہیں اور بشارتِ مغفرت پہلے لشکر کے لیے تھی، جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے، لہٰذا اس بشارت کا مصداق یزید ہرگز نہیں۔

(3) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد سے کوئی قلبی لگاؤ نہیں تھا؛ کہ باوجود حضرت امیر مُعاویہ کے حکم کے، اس نے طرح طرح کے حیلے بہانوں کے ذریعے جان چھڑا لی اور اپنے والد کے حکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔

علّامہ بدرالدّین عینی فرماتے ہیں:

"سیّر معاویةُ جیشاً کثیفاً مع سفیان بن عوف إلى القُسطنطینیة، فأوغلوا في بلادِ الرّوم، وکان في ذلك الجیش ابنُ عبّاس، وابنُ عمرَ، وابنُ الزبیر، وأبو أیّوب الأنصاري، وتوفي أبو أیّوب في مدّة الحصار. قلتُ: الأظهر أنّ هؤلاء السّادات من الصّحابة، کانوا مع سفیان هذا، ولم یکونوا مع یزید بن معاویة؛ لأنّه لم یکن أهلاً أن یکونَ هؤلاء السّاداتُ في خدمته۔ (۲۴) حضرت امیر مُعاویہ نے ایک لشکر جرّار، جس کے امیر سفیان بن عوف تھے، قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لیے بھیجا، وہ لشکر روم کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا، اس لشکر میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری بھی تھے اور سیّدنا ابو ایوب انصاری اسی زمانۂ حصار میں وہیں فوت ہوئے، میں کہتا ہوں (یعنی علّامہ عینی) کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے، کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے، یزید کی قیادت میں نہیں تھے؛ کیونکہ یزید اس بات کا اہل ہی نہیں

تھا، کہ یہ بڑی بڑی ہستیاں اُس کی ماتحتی میں رہیں۔"

علّامہ بدرالدّین عینی مزید فرماتے ہیں:

"أيّ منقبةٍ كانت ليزيد؟ وحالُه مشهور! فإن قلتَ: قال في حقّ هذا الجيش: مغفُورٌ لهم قلتُ: لا يلزم من دخوله في ذلك العموم، أن لا يخرجَ بدليل خاصّ؛ إذ لا يختلِف أهلُ العلم أنّ قولَه: مغفُورٌ لهم مشروطٌ بأن يكونوا من أهلِ المغفرة، حتّى لو ارتدّ واحدٌ ممن غزاها بعد ذلك، لم يدخل في ذلك العموم، فدلّ على أنّ المرادَ: مغفورٌ لمن وُجد شرطُ المغفرة فيه منهم۔(٢٥) وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کے لیے ثابت ہوگئی؟ جبکہ اُس کا حال تو سب کو معلوم ہے! اگر تم یہ کہو کہ حضور سیّدِ عالم ﷺ نے اس لشکر کے حق میں بِشارتِ مغفرت دی ہے! تو میں یہ کہتا ہوں (یعنی علّامہ عینی) کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل کے ذریعے اس بِشارت سے خارج نہ ہوسکے؛ کیونکہ اس میں تو اہلِ علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کی بِشارت میں وہی داخل ہیں، جو مغفرت کے اہل بھی ہوں، یہاں تک کہ اگر اُن اہلِ غزوہ میں سے بھی اگر بالفرض کوئی مرتَد ہوجاتا (والعیاذ باللہ) تو وہ یقیناً اس بِشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا، لہٰذا صاف طور پر معلوم ہوا، کہ یہ بِشارت اُس کے لیے ہے، جس میں مغفرت کی شرط و اہلیت پائی جائے۔"

واقعات بعد شہادت

تاریخِ اسلام میں یزید وہ پہلا شخص ہے، جس نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسین اور اہلِ بیت اَطہار کو، کربلا کی تپتی ریت پر بھوکا پیاسا شہید کروایا، شہادت کے بعد اُن حضرات کے اَجسادِ طیّبہ کی ہونے والی توہین پر خاموش رہا، صرف اِسی پر بس نہ کی، بلکہ سانحۂ کربلا کے رَدِّعمل میں اپنے خلاف، مدینہ منوّرہ سے اُٹھنے والی تحریک کو کچلنے کے لیے، شریعتِ مطہرہ کی حدود کو پامال کیا، اس کے لشکروں نے آلِ بیتِ رسول ﷺ اور مدینہ شریف کی بے حرمتی کی، رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں گھوڑے داخل کیے "ریاض الجنّۃ" کو گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے ناپاک کیا، اپنے ہی کلمہ گو ہزاروں مسلمان بھائیوں کا قتلِ عام کروایا، اپنے سپاہیوں کے ذریعے ہزار ہا با پردہ مسلمان خواتین کی عصمت دری کروائی، ہزاروں انصار و مہاجرین، تابعین علما اور حفّاظِ کرام شہید کروائے۔

بطورِ حکمران اگر یزید کی شخصیت اور کردار کا جائزہ لیا جائے، تو وہ ایک ظالم و جابر اور فاسق و فاجر ہونے کے ساتھ ساتھ، حکمرانی کے لیے انتہائی ناموزوں اور نااہل شخص تھا، یزید کے شخصی کردار سے متعلق حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ" یزید مزامیر سنتا، شراب پیتا تھا، گانے سنتا، لڑکوں اور کتوں کا شوقین تھا، بندر، ریچھ وغیرہ لڑواتا، نیز دیگر منکراتِ شرعیہ کا بھی مرتکب تھا۔(٢٦)

اسیرانِ کربلا

زیاد بدنہاد نے حضرت امام حسین کے سر مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا، پھر حضرت شہیدِ کربلا اور ان کے تمام جاںنثار شہداء علیہم الرضوان کے سروں کو، اسیرانِ اہلِ بیت کے ساتھ، شمر ناپاک کی ہمراہی میں، یزید کے پاس دِمشق بھیجا، یزید نے سر مبارک اور اہلِ بیت اطہار کو، حضرت امام زین العابدین کے ساتھ مدینہ طیّبہ بھجوایا اور وہاں حضرت امام کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ، حضرت خاتونِ جنّت یا حضرت امام حسن کے پہلو میں دفن کیا گیا۔(٢٧)

امام ابن عسا کر نے منہال بن عَمرو سے روایت کی، وہ کہتے ہیں: واللہ! میں نے بچشمِ خود دیکھا، کہ جب سر مبارک امام حسین کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے، اس وقت میں دِمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا:

"اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۔(٢٨) اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے۔"

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی، تو بزبانِ فصیح فرمایا:

"أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِي وَحَمْلِي۔ اصحاب کہف کے واقعہ سے عجیب تر، میرا قتل اور میرے سر کو لیے لیے پھرنا ہے۔" (۲۹)

اور درحقیقت بات یہی ہے؛ کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام حسین کو ان کے نانا جان کی امّت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا، آل واصحاب کو حضرت امام حسین کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام کو بھی شہید کیا، اہل بیت علیہم الرضوان کو اسیر (قید) کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا، اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے، مگر سر مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا، اس سے بھی عجیب تر ہے۔ (۳۰)

غرض زمین وآسمان میں ایک قیامت کا سماں تھا، تمام دنیا رنج وغم میں ڈوبی ہوئی تھی، شہادتِ امام کے دن آفتاب کو گرہن لگا، ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے، آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنّات نے آہ وزاری کی، راہب (پادری) تک اس حادثۂ قیامت نما سے کانپ کر رو پڑے، فرزند رسول، جگر گوشۂ بتول، سردارِ قریش، امام حسین کا سر مبارک، ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے، اہل بیت علیہم الرضوان اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں، ان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہوگا! پھر سر مبارک اور تمام شہدا کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے جائیں جس پر وہ خوش ہو! اس توہین کو کون برداشت کر سکتا ہے؟

یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا، اس پر اس نابکار نے اظہارِ ندامت کیا، مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کی خاطر تھی، دل تو اس ناپاک کا، اہلِ بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا، حضرت امام حسین پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس کے باوجود آپ نے اور آپ کے اہل بیت کرام نے صبر ورضا کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا، یہ اعلیٰ کردار رہتی دنیا تک لوگوں کو حیرت میں مبتلا کرتا رہے گا، امام حسین نے راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں، جن کے تصوّر سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے، یہ کمال شہادت وجانبازی ہے! اس میں امّت مصطفی ﷺ کے لیے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین مثال اور تعلیم ہے۔ (۳۱)

کربلا میں حضرت سیّدنا امام حسین کی شہادت کے بعد، مدینہ منوّرہ میں بغاوت کی ایک ایسی آندھی اٹھی، جس سے یہ محسوس ہونے لگا، کہ بنی اُمیّہ کے خلاف پورا عالمِ اسلام اٹھ کھڑا ہوگا اور حکومت تبدیل ہو کر رہے گی، ایسے میں اہلِ مدینہ کو خاموش کرانے کے لیے، یزید نے مسلم بن عقبہ کی سپہ سالاری میں ایک ایسا لشکر بھیجا، جس نے مدینہ منوّرہ میں گھس کر اتنے ظلم ڈھائے اور مسلمانوں کا اس قدر بے دردی سے قتلِ عام کیا، جسے کماحقُّہ بیان کرنے سے بھی زبان کانپتی ہے، نیز قلم بھی اسے لکھنے سے قاصر ہے۔

خلاصۂ کلام

احادیث مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ واقعۂ کربلا تاریخِ اسلام کا نہیں، بلکہ تاریخِ عالَم کا افسوسناک اور نادِر وعجیب وغریب واقعہ ہے، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فاسق وفاجر شخص کو، حاکم وبادشاہ ماننے سے انکار کیا اور اپنی جان واولاد سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرکے، دینِ اسلام کو حیات بخشی۔

فائدہ: اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے، امام محدّث ابن جوزی کی کتاب (1) الردّ علی المتعصّب العنید، المانع من ذمّ الیزید (۳۲) حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی کی کتاب (2) "سر الشہادتین" امام اہل سنّت امام احمد رضا کا رسالہ (3) "اَعالی الإفادۃ فی تعزیۃ الہند وبیان الشّہادۃ" (۳۳) برادرِ امام اہل سنّت، حضرت علّامہ حسن رضا خان کا رسالہ (4) "آئینۂ قیامت" (۳۴) اور حضرت علّامہ سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی کی تالیف (5) "سوانح کربلا" (۳۵) کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا۔

اسلامیات

حوالہ جات: (۱) "البدایۃ والنہایۃ" سنۃ ستّین من الہجرۃ النبویۃ، قصّۃ مخرج الحسین إلی العراق، 8/174، 175. و" تاریخ الطَبَری" سنۃ ستّین، خلافۃ یزید بن مُعاویۃ، 5/338- 347. (۲) "سوانح کربلا" 117۔ (۳) "البدایۃ و النہایۃ" سنۃ ستّین من الہجرۃ النبویۃ، قصّۃ مخرج الحسین إلی العراق، 8/ 181. (۴) "سوانح کربلا" 128۔ (۵) ایضاً، 128- 131۔ (۶) "سرّ الشہادتین" ص 19، 20. (۷) " آئینہ قیامت" 51۔ (۸) "سرّ الشہادتین" ص19- 23. (۹) سوانح کربلا111، 112۔ (۱۰) "سنن الترمذی" أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی... إلخ، ر: 3771، ص. 856. (۱۱) " تاریخ دِمشق" حرف الحاء، تحت ر: 1566 ــ الحسین بن علی بن أبی طالب، 14/ 198. (۱۲) "المعجم الکبیر" الحسین بن علی بن أبی طالب، ر: 2814، 3/ 107. (۱۳) "تہذیب اللغۃ" باب الطاء والفاء، الجزء13، ص. 206. (۱۴) " مسند الإمام أحمد" مسند علی بن أبی طالب، ر: 648، 1/ 184، 185. (۱۵) " دلائل النبوّۃ" للبیہقی، جُماع أبواب إخبار النّبی بالکوائن بعدہ، باب ماروی فی إخبارہ بقتل ابن ابنتہ أبی عبداللہ الحسین بن علی... إلخ، 6/ 471. (۱۶) " تاریخ الخلفاء" عہد بنی أمیۃ، یزید بن معاویۃ أبوخالد الأموی، ص. 157. (۱۷) " شرح العقائد النَّسفیۃ" ص 247، 248. (۱۸) "الصواعق المحرقۃ" الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أہل السنّۃ والجماعۃ فی الصّحابۃ... إلخ، ص. 222. (۱۹) المرجع نفسہ، ص. 221. (۲۰) "تفسیر روح المعانی" محمد، تحت الآیات 20 :- 38، 13/ 227. (۲۱) "سنن الترمذی" أبواب المناقب، ر: 3869، ص. 873. (۲۲) "تکمیل الایمان" ذکر یزید 172 (۲۳) " اَحکامِ شریعت" مسئلہ یزید پلید کا اسلام وکفر، 170 (۲۴) " صحیح البخاری" کتاب الجہاد والسیر، باب فضل من یصرع فی سبیل اللہ... إلخ، ر: 2924، ص. 483. (۲۵) " الکامل فی التاریخ" 3/ 56. (۲۶) " عمدۃ القاری" کتاب الوصایا، باب ما قیل فی قتال الرُّوم، تحت ر: 2924، 10/ 244. (۲۷) المرجع نفسہ. (۲۸) "البدایۃ والنہایۃ" ثم دخلت سنۃ أربع وستین، 8/ 235 ملخصاً. (۲۹) " الکامل فی التاریخ" 3/ 297، 298. و" سوانح کربلا" 171 (۳۰) پ15، الکہف. 9 : (۳۱) انظر: "فیض القدیر" حرف الہمزۃ، تحت ر: 281، 1/ 204. (۳۲) " سوانح کربلا" واقعات بعد شہادت، 175۔ (۳۳) " سوانح کربلا" واقعات بعد شہادت، 176، 177۔ و" الصواعق المحرقۃ" الباب 11 فی فضائل أہل البیت، الفصل 3، ص190- 208. (۳۴) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ (۳۵) " فتاوی رضویہ" 16/ 653 تا 664، مطبوعہ "ادارہ اہل سنّت" کراچی (۳۶) مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی (۳۷) مطبوعہ سواد اعظم، لاہور۔

◆◆◆

ص ۹ ر کا بقیہ.................................

اپنے حبیب کے نواسے کا سرِ انور بطور تبرک عطا کر دیا۔

راہب کی یہ عقیدت کیشی اور محبت آمیز ادائیں ربِ کائنات کو اس قدر پسند آئیں کہ اس پر رحمت و نور کی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اس کی تقدیر کا ستارہ مسکرا اُٹھا۔ اس کی عاقبت چمن زار بن گئی، معاً اُس نے کیا دیکھا کہ امام عالی مقام کے سر انور سے لے کر آسمان تک نور کے دھارے بہہ رہے ہیں اور ہر طرف روشنی کے فوارے نظر آرہے ہیں۔ جب حضرت امام عالی مقام کے سرِ انور کی ضیا بار کرامت کا حسین منظر دیکھا تو اس کے دل کی دنیا یکسر متبدل ہوگئی اور وہ بے ساختہ امام پاک کو گواہ بنا کر کلمہ طیبہ پڑھتا ہوا اسلام کے دائمی پر سکون سائباں میں آ گیا۔

◆◆◆

ص ۲۷ ر کا بقیہ.................................

کیے گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی برکت سے میری، میرے والدین اور عالم اسلام کے تمام سنی صحیح العقیدہ لوگوں کی مغفرت فرمائے اور ہمیں صبر حسینی و جذبۂ حسینی سے سرشار فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۲ ر کا بقیہ.................................

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور اپنے دین کا معین و مددگار ہے، اگر تم ایک مرتبہ ایسا کرو گے تو وہ لوگ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار و اعمال کے اظہار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔ تم موت کو یاد رکھو اور اپنے ان اساتذہ کے لیے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے، استغفار کیا کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کیا کرو۔

کھیل کود اور گالم گلوچ سے اجتناب کرو اور جب مؤذن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو تاکہ عام لوگ اس بات میں تم سے آگے نہ نکل جائیں، اگر اپنے پڑوسی میں کوئی برائی دیکھو تو پوشیدہ رکھو کہ یہ بھی امانت داری ہے اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو اور جو شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ لے تو اسے اپنے علم کے مطابق صحیح مشورہ دو کہ یہ بات تم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ہے اور میری اس وصیت کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ یہ وصیت تمھیں ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں نفع دے گی۔

◆◆◆

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

فکر اسلامی کی تشکیل اور پیغامِ شہادت امام حسین

اسلامیات

ہر سال واقعۂ کربلا کی یاد تازہ کی جاتی ہے، ہر سال ذکر شہادت کے اَوراق نمایاں کیے جاتے ہیں اور آنسوؤں کے ساتھ شہادتِ امام حسین و رفقائے کربلا رضی اللہ عنہم کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ان یادوں کے دوش پر بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں بھی ہیں۔ شہادت کی صبح اسلام کی حیات کی تازگی کا درخشاں باب ہے۔ شہادت مقصود و مطلوبِ مومن ہے، شہادت حیاتِ قوم کی سُرخی کی علامت ہے، شہادت اقامت دین کا لازمہ ہے، جہادِ اسلامی کی پشت پر یہی پہلو مضمر ہے کہ دین کی بقا کے لیے جاں نثاری کی بزم آراستہ کی جائے، شہادت کی ساعتیں یقینی طور پر مقاصد سے پُر ہوتی ہیں۔ اس لیے واقعاتِ کربلا کے پس منظر جو تقاضے ہیں انھیں ملحوظ رکھنا چاہیے:

[۱] چوں کہ شہادت امام حسین اسلامی تعلیمات اور شریعت کی بقا و تحفظ کے لیے ہوئی؛ اس کا واضح مفہوم یہی برآمد ہوتا ہے کہ دین کے اصل چہرے پر جب غبار ڈالنے کی کوشش کی جائے؛ دین کا حلیہ بگاڑنے کی تگ و دَو سامنے آئے؛ ایسی صورت میں باطل کے لشکر و سپاہ، شان و شوکت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کے پنجوں کو مروڑ ڈالا جائے۔ حق کو اجاگر کر کے مکر و فریب کی دھجیاں بکھیر دی جائیں۔

[۲] اسلام نے بڑے سادہ و فطری نظامِ حکومت کا تصور دیا، یزید اس نظام کو ظلم و ستم اور کسریٰ کے استبداد کا نمونہ بنانا چاہتا تھا اس لیے امام حسین نے یزید کی اطاعت نہ کر کے بتا دیا کہ نظامِ شریعت میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کو ہم برداشت نہیں کر سکتے، دین اپنی اصل ہیئت اور صورت میں باقی رہے گا؛ ہاں! اس کے لیے ضرورت پڑنے پر جان وار سکتے ہیں، یہی ہوا بھی کہ آپ نے اپنے رفقا کے ساتھ یزید کی اصلاح کی کوشش کی اور اخیر میں جان وار دی لیکن اسلام کا حقیقی حسن باقی رکھا۔

[۳] آج پھر شریعت اسلامیہ پر حملے ہیں، اندرونی بھی اور بیرونی بھی۔ ہمیں ہر طرح کے حملوں کے مقابل اسلام پر سختی سے قائم رہنے کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ واقعۂ کربلا سے یہ درس بہت واضح ملتا ہے کہ شریعت کو کسی بھی طرح کی مداخلت سے ہر حال میں پاک رکھنا ہے، اس کے قانون سے کسی صورت بغاوت برداشت نہیں کی جا سکتی، قوانین اسلامی کی بالادستی اور اقامت دین ہم سب کی اوّلین ذمہ داری ہے؛ اس راہ میں کسی بھی طرح کی قربانی سے دریغ ملت و قوم کی موت کے مترادف ہے، جیسا کہ اِس رخ سے ہندوستان میں زیادہ سوچنے کی ضرورت ہے۔

[۴] بعض طبقے واقعاتِ کربلا سے بجائے درسِ عمل لینے کے ان لمحات کو دُنیوی تفریح اور کھیل تماشوں میں گزار دیتے ہیں، بعض طبقے غیر شرعی رسوم کو ہی پیغام شہادتِ حسین سمجھتے ہیں، جب کہ بقائے دین کا یہ مرحلہ ہم سب کے لیے تمام برے راستے بند کرتا ہے اور استقامت فی الدین کا درس از بر کراتا ہے، یہی امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی یاد کو برائیوں اور غلط رسموں سے پاک ہو کر منایا جائے۔ ان کی یاد میں کھانے کھلائے جائیں، غریبوں سے ہمدردانہ سلوک کیا جائے، مریضوں کی عیادت و ان کی مالی معاونت کی جائے۔ یتیموں اور بیواؤں سے شفقت کا معاملہ کیا جائے، مظلوم کو ظالم سے بچایا جائے، ہمارے یہاں تو ظالم حکمراں ایک پوری ریاست کو مسلم دُشمنی میں کھدیڑ رہے ہیں؛ ان کے استبداد سے خطۂ جنت نظیر کو بچانا بھی حسینی فکر کا تقاضا ہے؛ تاکہ رضائے امام عالی مقام حاصل ہو۔

[۵] اپنے اطراف کو ہمیں اسلامی ماحول میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے لیے ہمیں خانوادۂ اہلِ بیت کی قربانیاں

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

راہ فراہم کرتی ہیں۔ درسِ عمل دیتی ہیں۔ گویا شہادت کا پیغام اصلاحِ عمل و اصلاحِ معاشرہ بھی ہے۔

[٦] عقائد اسلامی سے متعلق بھی چاک و چوبند رہنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہابیت و قادیانیت اوران جیسے افکار کے حامل گروہ! مسلمانوں کے عقائد پر شب خوں مار رہے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ تصلب دینی کا مظاہرہ کریں، اہلِ بیت کی محبت بھی سلامت رکھیں اور اصحابِ رسول سے سچی عقیدت بھی۔

[۷] احکامِ دین کی پیروی کا درس بھی کربلا سے ملتا ہے کہ: ظلم و ستم کی آندھیاں بھی خیمۂ حسینی کو نمازوں کے اہتمام سے نہ روک سکیں، ان وفاشعارانِ اسلام کے قدم شریعتِ مطہرہ سے بال برابر منحرف نہیں ہوئے، یزیدی آندھیاں جب تھمیں تو فکری فتح صرف امام حسین کی ہوئی اور یزیدیت فکری شکست سے دو چار ہوئی۔

[۸] یادِ شہیدِ اعظم کے اہتمام میں ہونے والے تمام مراحل کو شریعت کے مطابق انجام دیں تا کہ واقعۂ کربلا کی حقیقی تعلیم و ترغیب عام ہو۔

[۹] شہدا سے محبت کا تقاضا ان کے نقوشِ قدم پر عمل ہے۔ ان کے نقوشِ قدم راہِ حق ہیں ؎

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سُراغ لے کے چلے
(اعلیٰ حضرت)

[۱۰] موجودہ حالات میں اسلامی زندگی گزارنے کا عہد ہی ہمارے تشخص کا ضامن ہے؛ یہی پیغامِ کربلا بھی ہے کہ ہماری حیات سے موت تک کا سفر صرف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طے ہوئے، باقی تمام راہیں شر کی طرف لے جاتی ہیں، جذبۂ جاں نثاری کی تجدید کا نام یادِ حسین ہے، فکر اسلامی کی تشکیل کا نام پیغامِ کربلا ہے، اس لیے ہمیں اپنے افکار، اعمال، عقائد اور کردار کی اصلاح و تعمیر کر کے یزید انِ عصر کو شکست دینی چاہیے، یہی وقت کا تقاضا ہے۔ ؎

شہنشاہ شہیداں ہو انوکھی شان والے ہو
حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے
(حضور تاج الشریعہ)

◆◆◆

ص ۲۹ / کا بقیہ..

سنیت کا کام کر رہے ہیں؟ کس کا نقصان کر رہے ہیں؟ ہمیں تو لگتا ہے کہ دین اور علما دونوں کا نقصان کر رہے ہیں، اپنی کتابوں کی اشاعت سے علما کو چند پیسے مل جاتے ہیں ان کا حوصلہ بڑھتا ہے تو دین کا اور کام کرتے ہیں، لطف تو یہ ہے کہ خود یہ ناقدین بریلی شریف بھی اپنی کتب کی اشاعت کے لئے انھیں اعراس بریلی کو ہی چُنتے ہیں۔

جیسے فوج بغیر اسلحے کے بے کار ہوتی ہے ایسے ہی علما بغیر کتابوں کے تقریباً بے کار ہیں، لکھے ہوئے کی جو اہمیت ہے وہ زبان کی نہیں، جیسے ہی ہم کوئی بات بولتے ہیں اس کی سند کتب حدیث، کتب سیر، کتب تاریخ، کتب فقہ میں دکھانا ضروری ہوتا ہے، عوام اور علما لکھا ہوا زیادہ مانتے ہیں نہ کہ کہا ہوا، آج اگر افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کتب میں لکھی نہ ہوتی تو آج کے گمراہ کرنے والے عاجز و بے بس نہ ہوتے، لہٰذا مفکرین کو نقد کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کس قسم کے اعراس کی حمایت کرنا ہے اور کس قسم کے اعراس کی مخالفت کرنا ہے، نفع و نقصان پر نگاہ کیے بغیر قلمی تیشے چلانا سوائے نقصان کے کچھ نہیں، اگر آپ کچھ برا روک نہیں سکتے تو کم از کم اچھے کو بھی نہ روکیے، مذکورہ بالا قسم کے اعراس میں اگر ہر سال ہزار کی زیادتی ہو تو بھی سود مند، برخلاف ان کے اگر ایک عرس کا بھی اضافہ ہو تو اسے روکنے کی کوشش کی جانا چاہیے۔

◆◆◆

از: مولانا شہنواز نوری شفق پورنوی*

اہل بیت اطہار! آیۂ تطہیر کی روشنی میں

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اہل بیت اطہار کو بے شمار فضائل و مراتب سے سرفراز فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔" (الاحزاب:۳۳)

آیت مذکورہ سے ظاہر وروشن کہ اللہ جل شانہ نے اہل بیت سے رجس کو دور فرما کر انہیں مکمل صاف وستھرا کر دیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ قادر وقدیر رب نے آیت کریمہ میں اہل بیت سے جس رجس کو دور فرمانے کا ارادہ فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ اور اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو عرض ہے کہ رجس کا اطلاق کئی معنوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ رجس گناہ، عذاب اور نجاستوں پر بولا جاتا ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے کہ رجس شک، عذاب اور گناہ کو کہتے ہیں۔ امام زہری نے فرمایا کہ رجس اعمال وغیرہ کے تمام گناہوں کا نام ہے۔ نیز اہل لغات کا اس پر اتفاق ہے کہ رجس کا معنی پلیدی، گناہ، کفر اور ہر برا کام ہے۔ (الشرف المؤبد ۱۱) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رجس شیطانی عمل اور ہر وہ کام ہے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو۔ (خازن ۵ / ۲۱۱) تفاسیر قرآن اور تشریحات علما پر اگر غور کیا جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ رجس کا اطلاق مذکورہ تمام معنوں پر ہوتا ہے جیسا کہ اہل لغات کا قول گزرا کہ جو بھی چیز ناپسندیدہ ہو، چاہے وہ عمل ہو یا عقیدہ، چاہے اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے وہ سب رجس ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون سے لوگ ہیں؟ تو اس تعلق سے عرض ہے آیت کریمہ میں اہل بیت سے ایک جماعت نے ازواج مطہرات کو مراد لیا ہے اور یہی ظاہر ہے۔ اوّلاً: اس لیے کہ آیت کریمہ کے سیاق وسباق میں ازواج مطہرات ہی کا تذکرہ ہے اور قرآن انہیں سے خطاب کر رہا ہے اور جب ماقبل اور مابعد کی آیتیں ازواج مطہرات سے متعلق ہیں تو یہ آیت بھی انہیں سے متعلق ہوگی اور اس پر درج ذیل دو دلیلیں مزید دی جاسکتی ہیں۔

ثانیاً: اس لیے کہ عرف میں اہل بیت کا اطلاق انہیں افراد پر ہوتا ہے جو گھر میں مستقل قیام پذیر ہوں اور نبی کے گھر میں مستقل قیام پذیر نبی کی بیویاں ہیں۔

ثالثاً: ایک حدیث پاک میں ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خطاب کیا گیا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"فجعل یمر علی نسائہ فیسلم علی کل واحدۃ منھن سلام علیکم کیف انتم یا اھل البیت الحدیث۔ (المسلم کتاب النکاح) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات پر گزرنا شروع فرماتے، ان میں سے ہر ایک پر سلام فرماتے اور سلام علیکم کے بعد فرماتے: کیف انتم یا اھل البیت۔ اے گھر کے لوگو! تم کیسے ہو؟"

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، اس لیے کہ متعدد صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان چاروں شخصیات کو اہل بیت فرمایا ہے، انہیں میں سے ایک روایت وہ ہے جس کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا

* مضمون نگار دار العلوم فیضان رضا ممبرا تھانے ممبئی کے پرنسپل ہیں۔

ہے، چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

"عن عایشة قالت خرج النبي صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرحل من الشعر اسود وجاء الحسن بن علي فادخله ثم جاء الحسين فادخله معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علي فادخله ثم قال: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (مشکوۃ:٥٦٨) یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صبح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اس وقت آپ نے بالوں کا بنا ہوا پھول دار کمبل زیب تن کیا ہوا تھا، اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے، آپ نے انہیں اپنے ساتھ کمبل میں داخل کرلیا پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں بھی داخل کیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، انہیں بھی داخل کردیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی کمبل میں داخل کیا پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ اللہ یہی تو چاہتا ہے کہ اے اہل بیت وہ تم سے رجس کو دور فرمادے اور تمہیں خوب صاف وستھرا کردے۔"

نیز ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت انس، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی و فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اہل بیت نبوت سے ہیں، اس سلسلے میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادابادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوانح کربلا میں بہت خوب لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ دولت سرائے اقدس میں سکونت رکھنے والے یعنی ازواج مطہرات اس میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں اور چونکہ اس سے اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لیے سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے اپنے قول و فعل سے بیان فرمادیا کہ اہل بیت سے مراد عام ہیں خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے ازواج مطہرات یا بیت نسب کے اہل ہوں جیسے بنی ہاشم و بنی مطلب۔

فائدہ(۱) بلکہ فقیر یہاں یہ عرض کرنا چاہے گا کہ رب قدیر نے اپنے کلام اقدس میں اپنے حبیب پاک سے یہ وعدہ فرمالیا کہ اے میرے حبیب! جو بھی آپ کے اہل بیت سے ہوگا میں اس سے رجس یعنی ہر طرح کی برائی وناپاکی کو دور فرمادوں گا اور انہیں خوب صاف وستھرا کردوں گا اور اب آپ کو اختیار ہے کہ جسے چاہو اپنے اہل بیت میں شامل فرمالو، جسے چاہو اپنے اہل بیت میں داخل فرمادو کہ آپ جسے بھی اپنے اہل بیت میں شامل و داخل فرماؤ گے، میں اپنے وعدہ کے مطابق اس سے رجس کو دور فرما کر انہیں خوب صاف وستھرا کردوں گا۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کے عطا کردہ اختیار سے علی وفاطمہ اور حسنین کریمین کو اپنے اہل بیت میں داخل وشامل فرمالیا بلکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے اہل بیت میں ایسا شامل فرمایا کہ اب جب کبھی بھی اہل بیت بولا جاتا ہے تو ذہن انہیں چاروں نفوس قدسیہ کی طرف مبذول ہوتا ہے اور عرف میں لفظ اہل بیت سے انہیں حضرات کو سمجھا جاتا ہے، یقیناً یہ اختیار مصطفیٰ کا جلوہ ہے بلکہ یہ اختیار ہی تو ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی اپنے اہل بیت میں شامل فرما لیا۔ (برکات آل رسول، صفحہ ۳۹/۴۲)

حالانکہ یہ دونوں حضرات نہ تو بیت مسکن کے اہل ہیں اور نہ ہی بیت نسب کے اہل ہیں، خلاصہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، اولاد امجاد بالخصوص علی و فاطمہ اور حسنین کریمین اور وہ تمام نفوس قدسیہ جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا ہے، رب قدیر نے ان تمام کو تمام طرح کی کدورتوں، نجاستوں، گناہوں اور دنیا و آخرت کی ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ فرما کر مکمل صاف اور ستھرا فرمادیا۔

فائدہ(۲) آیت مبارکہ میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں ایک رجس کو دور کرنا اور دوسرا مکمل پاک کرنا حالانکہ بظاہر دیکھا جائے تو دونوں میں سے ایک بات دوسری کے ذکر سے کافی ہے کہ رجس کے اذھاب کا جب ذکر ہو گیا تو تطہیر کے تذکرہ کی بظاہر ضرورت

نہیں اور جب تطہیر کا ذکر کیا گیا تو پھر اذھاب رجس کے تذکرہ کی حاجت نہیں کہ ہر ایک دوسرے کو مستلزم ہے لیکن جب دونوں باتیں ذکر کی گئیں ہیں تو ضرور اس ذکر کرنے میں بے شمار حکمتیں ہیں جنہیں رب جانے اور رب کے حبیب جانیں، ہاں یہاں اتنا عرض ہے کہ یہ ذکر تاکید ابھی ہوسکتا ہے اور تاسیساً بھی، لیکن اہل بلاغت کے نزدیک تاسیس یعنی پرانے معنی کی تاکید کے بجائے نیا معنی مراد لینا بہتر ہے۔

اب اذھاب رجس کے بعد تطہیر کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے کسی پر قلعی کا ترتب ہوتا ہے یعنی اذھاب رجس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کے اہل بیت کو تمام بری عادتوں اور گھٹیا خصلتوں سے محفوظ فرما دیا ہے اور کامل تطہیر کا مطلب یہ ہے کہ رب قدیر نے اپنے حبیب پاک کے اہل بیت کو تمام اعلیٰ صفات اور عمدہ خصائل کا حامل بنا دیا ہے، لہٰذا اب آیت کریمہ کا مجموعی مطلب یہ ہوگا کہ جو بھی اہل بیت سے ہوگا بفضلہ تعالیٰ وہ تمام کدورتوں سے پاک وصاف اور تمام اوصاف حمیدہ کا جامع ہوگا کہ یہ رجس سے حفاظت بھی ہے اور کمال طہارت بھی۔

فائدہ (۳) یہ بھی واضح رہے کہ یہاں اذھاب رجس وتطہیر کا ارادہ کسی مخلوق کا نہیں کہ جس کا پورا ہونا محل شک میں ہو بلکہ ارادہ اس خالق کا ہے جو فعال لما یرید ہے، جس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو چیز فوراً ہو جاتی ہے، بلکہ وہ قادر وقدیر خود ہی ارشاد فرماتا ہے:

"إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔

(یٰس: ۸۲) یعنی اس کی شان تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے "ہوجا" تو وہ ہو جاتی ہے۔"

یعنی اہل بیت کے رجس سے محفوظ ہونے اور مکمل صاف و ستھرا ہونے میں ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ان کی تطہیر میں شک حقیقت میں قادر مطلق کی قدرت میں شک ہے، العیاذ باللہ۔

فائدہ (۴) ہاں یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آیت کریمہ کی تشریح وتفسیر سے تو یہی سمجھ میں آیا کہ جو بھی اہل بیت سے ہوں گے وہ تمام طرح کے گناہوں سے، کدورتوں سے، گمراہی اور کفر سے پاک وصاف ہوں گے اور آخرت کے عذاب سے بالکل محفوظ ہوں گے حالانکہ آج کل دیکھا یہ جاتا ہے کہ بہت سے سید کہلانے والے لوگ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں، گمراہی کے شکار ہوتے ہیں بلکہ بہت سے تو وہ ہیں جو اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں لیکن ضروریات دین کے منکر ہو کر کافر و مرتد بھی ہیں حالانکہ رب فرماتا ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ۔ (توبہ ۲۸)

اے ایمان والو! مشرکین ناپاک ہیں۔"

تو اب ایسی صورت میں آیت کریمہ کی تشریح اور توضیح کیا ہوگی بے شک اللہ عزوجل کا فرمان حق ہے، اس میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن جو چیز مشاہدے میں ہے اس کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں آیت کریمہ کی تفسیر وتوضیح اور مشاہدہ میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ تو جواباً عرض ہے کہ یہاں پر کئی چیزیں ہیں۔ نمبر (۱) اہل بیت میں دو قسم کے لوگ ہیں، پہلی قسم ان افراد کی ہے جن سے قرآن براہ راست مخاطب ہے یعنی ازواج مطہرات اور اہل عبا یعنی علی فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسری قسم ان افراد کی ہے جو حسنین کریمین کی اولاد سے ہیں۔ نمبر (۲) ایک ہے کفر اور دوسرا ہے عام گناہ۔ نمبر (۳) ایک ہے خلود فی النار اور دوسرا ہے دخول فی النار۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں اب جواب ملاحظہ کریں! کہ اہل بیت میں سے جو پہلی قسم کے لوگ ہیں یعنی ازواج مطہرات اور اہل عبا یہ افراد دنیا میں کفر سے بھی محفوظ ہیں اور ہر طرح کے گناہوں سے بھی! لہٰذا یہ تمام افراد بفضلہ تعالیٰ یقیناً حتماً خلود فی النار سے بھی محفوظ ہیں اور دخول فی النار سے بھی جیسا کہ قرآن و احادیث کی بہت ساری آیتیں، روایتیں اور شہادتیں اس تعلق سے موجود ہیں، رہے اہل بیت میں سے وہ افراد جو حسنین کریمین کی اولاد میں سے ہیں تو واضح رہے کہ یہ حضرات بھی یعنی جو واقع اور علم الٰہی میں سادات کرام اور اہل بیت عظام سے ہیں، کفر وارتداد سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں اور اور جب کفر وارتداد سے محفوظ ہیں

توخلود فی النار یعنی ہمیشہ کے عذاب سے بھی محفوظ ہیں کہ ہمیشہ کا عذاب کافروں کے لیے ہے، اہل ایمان کے لیے نہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ جو کافر و مرتد ہے وہ اہل بیت سے ہرگز نہیں ہوسکتا، اگرچہ خود کو سید کہے، اہل بیت سے لکھے کہ کافر و مرتد ہو کر اس کا خود کو سید کہلوانا، اہل بیت لکھوانا یہ سب فریب ہے، دھوکہ ہے، جھوٹ ہے بلکہ کافر و مرتد کو تو سید کہنا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"لا تقولوا للمنافق سید فانه ان یکون سیدا فقد استخطم وربکم عز وجل. (ابو داؤد، ۲/۳۲٤) یعنی منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہو تو بے شک تم پر تمہارے رب عز و جل کا غضب ہو۔"

نیز فرماتے ہیں:

"اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربه عز وجل. (المستدرک للحاکم، ٤/٣١١) یعنی جو کسی منافق کو اے سید کہے اس نے اپنے رب کو ناراض کیا۔"

رہا ان حضرات کا کفر کے ماسوا عام گناہوں میں مبتلا ہونا بلکہ گمراہی تک کا ان سے صادر ہونا تو یہ ممکن بلکہ واقع ہے، تو سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں پھر ان کا رجس سے محفوظ رہنے اور مکمل صاف و ستھرا ہونے کا مطلب کیا ہوگا؟ تو عرض ہے کہ اوّلاً: یہ واضح رہے کہ رجس سے حفاظت اور کمال طہارت یہ ان حضرات کا خاصہ ہے جو حقیقت میں یعنی علم الٰہی میں اہل بیت سے ہیں، رہے وہ افراد جن کو آپ سید سمجھتے ہیں یا جو خود کو سید کہلاتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ سید ہی نہ ہوں بس لوگوں میں سید سے مشہور ہو گئے ہوں اسی لیے گناہوں میں مبتلا رہتے ہوں۔

ثانیاً: اگر مان بھی لیا جائے کہ کچھ لوگ واقعی سید ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہیں۔ تو ذہن نشیں رہے کہ اعتبار انجام کار یعنی موت سے عین قبل کی حالت کا ہے اور بہت حد تک امید یہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان حضرات کو قبل موت گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا اور جب توبہ کی توفیق مل جائے گی تو آخرت میں ہر طرح کے عذاب سے بھی وہ محفوظ رہیں گے۔

ثالثاً: بالفرض اگر انہیں قبل موت گناہوں سے توبہ کی توفیق نہ بھی ملی تو بھی ان پر رب کا یہ فضل ہوگا کہ رب کریم ان سے گناہوں پر مواخذہ نہ فرمائے گا بلکہ بلا مواخذہ، بلا حساب و کتاب انہیں جنت میں داخل فرما دے گا، کیونکہ اللہ نے ان سے ان باتوں کا وعدہ فرما لیا ہے، جیسا کہ نصوص کا عموم اس پر شاہد ہے، چنانچہ حضرت عمران بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"سألت ربي ان لا یدخل احدا من اهل بیتي النار فاعطانیها. (کنز العمال ۱۲/۹۵) یعنی میں نے اپنے رب عز وجل سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے، اس نے میری یہ مراد مجھے عطا فرمائی۔"

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان فاطمه احصنت فرجها فحرمها الله وذریتها علی النار. (المستدرک للحاکم ۳/۱۵۲) بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ عز و جل نے اسے اور اس کی ساری نسل کو آگ پر حرام کر دیا۔"

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں:

"ان الله تعالی غیر معذبك ولا ولدك. (المعجم الکبیر ۱۱/۲٦۳) بے شک اللہ تعالیٰ نہ تجھے عذاب فرمائے نہ تیری اولاد کو۔"

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"انما سمیت فاطمة لان الله فطمها وذریتها عن النار یوم القیامة. (المواہب اللدنیہ، ۲/٦٤) میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اللہ عز و جل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔"

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

اسلامیات

ہے، وہ فرماتے ہیں:

"رضا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اھل بیتہ النار. (الجامع لاحکام القرآن ۲۰/۹۵) یعنی اللہ عزوجل نے حضور اقدس ﷺ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور محمد ﷺ کی رضا اس میں ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔"

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

"ولید بلید خواہ کوئی پلید ختم نبوت کا ہر منکر عنید صراحۃ جاحد ہو یا تاویل کا مرید مطلقاً نفی کرے یا تخصیص بعید، امیری، قاسمی، مشہدی مرید، رافضی غالی، وہابی شدید سب ہی صریح کافر مرتد طرید علیہم لعنۃ العزیز الحمید اور جو کافر ہو وہ قطعاً سید نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَۚ-اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ (ھود:۴۶) وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ نہ اسے سید کہنا جائز۔"

(فتاویٰ رضویہ جدید، ۱۵/۷۳۰)

نیز فرماتے ہیں:

"پھر یہی نہیں کہ یہاں صرف اطلاق لفظ سے ممانعت شرعی اور نسب سیادت کا انتفائے حکمی ہو حاشا بلکہ واقع میں کافر اس نسل طیب وطاہر سے تھا ہی نہیں، اگرچہ سید بنتا اور لوگوں میں براہ غلط سید کہلاتا ہو، ائمۂ دین، اولیائے کاملین، علمائے عاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں: کہ سادات کرام بحمد اللہ تعالیٰ خباثت کفر سے محفوظ وہ مصئون ہیں، جو واقعی سید ہے، اس سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔" (ایضاً:۷۳۱)

مزید فرماتے ہیں:

"نار دو قسم کی ہے: نار تطہیر کے مومن عاصی جس کا مستحق ہو اور نار خلود کافر کے لیے ہے، اہل بیت کرام میں حضرت امیر المومنین مرتضی، حضرت بتول زہرا، حضرت سید مجتبی، حضرت شہید کربلا (صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم) ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں، اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم، باقی نسل کریم تا قیام قیامت کے حق میں اگر بفضلہ تعالیٰ مطلق دخول سے محفوظی لیجیے اور یہی ظاہری لفظ سے متبادل اور اسی طرف کلمات اہل تحقیق ناظر جب تو مراد بہت ظاہر اور منع خلود مقصود جب بھی نفی کفر پر دلالت موجود۔" (ایضاً، ۷۳۳)

اور ایک سوال کے جواب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"سید کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے آج کل بہت مشرب صریح کفر و ارتداد کے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی وغیرہ جو مشرب کفر رکھتا ہو ہرگز سید نہیں، اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَۚ-اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ (ھود:۴۶) ہاں سلامت ایمان کے ساتھ اعمال کیسے ہی ہوں اللہ عزوجل کے کرم سے امید واثق یہی ہے کہ جو اس کے علم میں سید ہیں، ان سے اصلاً کسی گناہ پر کچھ مواخذہ نہ فرمائے۔" (فتاویٰ رضویہ قدیم، ۱۲/۲۱۶)

نوٹ: وہ ساری بشارتیں جو قرآن وحدیث کی روشنی میں اوپر مذکور ہوئی ان کے لیے ہیں جو واقعی حسنین کریمین کی آل میں سے ہیں یعنی حقیقی سید ہیں، لیکن جو جھوٹے سید بنے بیٹھے ہیں، دنیاوی جاہ ومنصب، شان وشوکت اور مال ودولت کے حصول کی خاطر خود کو سید کہلاتے ہیں، وہ یہ بھی سن لیں کہ ایسوں کے لیے شریعت میں شدید وعید آئی ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا. (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) یعنی جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے (مثلاً سید نہ ہو کر بھی خود کو سید کہلائے) اس پر خدا اور تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔"

●●●

(از: مولانا سبطین رضا مرتضوی*

حضرت امام حسین کے فضائل ومناقب

اسلامیات

سید الاذکیا، سید الشہدا، سیدا شباب اہل الجنہ، شمع آل محمد، طور سینین، نورالخافقین، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور شہزادیٔ رسول حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۵ر شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے آپ کو گود میں لے کر دائیں کان میں آذان اور بائیں میں اقامت کہی، پھر اپنا لعاب دہن منہ میں ڈالا اور دعائے خیر کرتے ہوئے آپ کا نام مبارک ''حسین'' رکھا، آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے اور سبط رسول، ریحانۃ الرسول وغیرہ آپ کے القاب ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہارون (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر وشبر رکھا تھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہی کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ [ابن حجر مکی] سریانی زبان میں شبیر وشبر اور عربی زبان میں حسن وحسین دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں، ایک حدیث شریف میں ہے کہ ''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔'' حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ [ابن حجر مکی] آپ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب کچھ یوں ہے:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن حضرت عبد المطلب، تیسری پشت پر آپ حضور سے جا ملتے ہیں۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی سات سال ہی کے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا سایۂ ظاہری ان کے سر مبارک سے اٹھ گیا۔ آپ کی تربیت میں حضور ﷺ نے کسی قسم کی کوئی کمی نہ چھوڑی، آپ اس مختصر سی مدت میں اپنے نانا جان سے ظاہری وباطنی فیوض حاصل کر چکے تھے، آپ عادات واطوار میں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کا بہترین نمونہ تھے، آپ نے اپنے خون سے دین اسلام کی آبیاری فرمائی۔

امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ کے شہادت کے بعد اہل کوفہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کرلیا، بعد ازاں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تحویل فرمادی، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا اور پھر ۶۰ھ میں کربلا کے میدان پر معرکۂ حق وباطل ہوا جس میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگئے۔ ع

تھا، ہے، رہے گا زندۂ جاوید ان کا نام
سبطینؔ شہر یار امام حسین ہیں

ولادت وشہادت کی پیشین گوئی

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یارسول اللہ میں نے آج رات کو ایک عجیب خواب دیکھا ہے، آپ ﷺ نے دریافت کیا کیسا خواب؟ عرض کی بہت سخت، آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہے وہ؟ عرض کی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، ان شاء اللہ فاطمہ کے ہاں صاحبزادے کی ولادت ہوگی جو آپ کی گود میں آئیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے۔ جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ پھر ایک روز میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

میں حاضر ہوئی اور حسین کو میں نے رسول اللہ ﷺ کی گود میں ڈال دیا تو میں دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہیں، میں نے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ فرمانے لگے کہ جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور انہوں نے خبر دی کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس بیٹے کو شہید کر دیں گے، میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ اس شہزادے کو شہید کر دیں گے تو سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے اس مقام کی سرخ مٹی لا کر دی ہے۔ [مشکوٰۃ]

فضائل ومناقب

اہل تشیع لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایسے ایسے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں جو حقائق سے دور اور مبالغہ سے بھرپور ہوتے ہیں، جن کا عقل انسانی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صحیح فضائل ومناقب سے روشناس کرایا جائے، آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ولاتعداد ہیں جن کا ذکر کر پانا اس مختصر سی تحریر میں ناممکن ومحال ہے البتہ چند معتبر ومستند فضائل درج ذیل ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن سینے سے لے کر سر تک حضور نبی اکرم ﷺ کے مشابہ اور حضرت حسین سینے سے لے کر پیر تک آپ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔

[البدایہ والنہایہ]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ [بخاری]

زینب بنت ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے مرض وصال کے وقت اپنے دونوں بیٹوں کو آپ کے پاس لائیں اور عرض کیا یہ آپ کے دونوں بیٹے ہیں اپنی وراثت میں سے کسی چیز کا ان کو وارث بنائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: حسن کے لیے میری ہیبت وسرداری ہے اور حسین کے میری جرأت وسخاوت ہے۔ [تہذیب التہذیب]

حضرت یعلیٰ بن مروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے۔ [ترمذی]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی کو دیکھے۔ [نورالابصار] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ [ابن ماجہ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: حسن وحسین سے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے کہ میرے بچوں کو میرے پاس بلاؤ، پھر آپ انہیں چومتے اور سینے سے لگاتے۔ [ترمذی] ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مکان سے گزر رہے تھے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پہنچی، فوراً پلٹے اور جا کر حضرت فاطمہ سے فرمایا: کیا تو نہیں جانتی کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، پھر آپ آگے بڑھ کر انہیں اٹھا لیے اور جب تک امام حسین چپ نہ ہوئے آپ گھر سے باہر نہیں نکلے۔ [طبرانی] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کی ریش مبارک سے کھیلنا شروع کر دیا، حضور نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا، پھر آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب بنا اور جو اس سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ [نورالابصار]

یہ چند سطور نواسہ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضائل ومناقب میں قلم بند بقیہ ص ۱۸ / پر

از: مولانا شہزاد عالم رضوی *

عظمت صحابۂ کرام

اسلاف و اخلاف

اسلام کے اصول وضوابط، معانی ومفاہیم، نشیب وفراز اور خدوخال کو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، چونکہ مابعد نے دین کو صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور ارباب علم ودانش سے سیکھا سمجھا ہے جبکہ حضرات صحابہ نے دینی شعور وآگہی، شریعت کے بحر ناپیدا کنار سے گوہر آبدار نکالنے کا طرز اور علم وعرفان کے چشمہ سے سیرابی پانے کا طریقہ براہ راست حضور اکرم ﷺ سے سیکھا ہے، اسی لئے تاجدار مدینہ ﷺ نے حدیثوں میں ان کے فضائل وکمالات اور ان پر عنایات ربانی کی جو سوغاتیں ہوئی ہیں ان کا جگہ جگہ تذکرہ فرمایا ہے، ان کی محبت کو اپنی محبت، ان کی عداوت کو اپنی عداوت اور ان کی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا ہے تاکہ امت ہوش کے ناخن لے اور ان کے خلاف زبان طعن دراز کرنے سے ڈرے، مگر افسوس صد افسوس کہ گزشتہ چند سالوں سے اصحاب رسول اللہ ﷺ پر زبان درازی، افترا پردازی کا بازار گرم ہوتا چلا جا رہا ہے اور ہر کس وناکس اس جرم کے ارتکاب کی ہوڑ میں ہے خوف آخرت کو پرے رکھ کر۔

حالات کا باریک بینی سے جائزہ لینے پر یہ عقدہ کشائی ہوتی ہے کہ اس باد مسموم کو چلانے میں ان خانقاہوں کا زیادہ رول ہے جو سنیت کا چولا اوڑھ کر حب اہل بیت کے نام پر رافضی فکر (صحابہ کرام پر تبرا بازی) کو بڑھاوا دے رہی ہیں اور اپنے اس قدم کو حب اہل بیت کے نام سے موسوم کر رہی ہیں، العیاذ باللہ لیکن یہ بات یاد رہے کہ اسلام وسنیت کی مضبوط ومستحکم اساس محبت صحابہ واہل بیت ہے، ان میں سے کسی ایک کی محبت کا ترک بنیاد کو ڈھا دے گا اور اس کا مرتکب دولت ایمان سے محروم رہے گا جیسا کہ رافضی اور نیم رافضی اپنی بے باکیوں اور ناعاقبت اندیشیوں کے سبب متاع ایمان سے بے بہرہ ہیں اور کسی ایک کی محبت میں دوسرے کے خلاف سراپا احتجاج بنے رہتے ہیں اور اس کے جواز میں مشاجرات صحابہ کو پیش کرتے ہیں مگر یہ سب ان کے مفلوج الحال ذہن، خبط الحواس فکر، قلبی جلن کا نتیجہ ہے ورنہ یہ بات جگ ظاہر ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ باہم شیر وشکر رہے اور اگر ان کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا بھی تو وہ صرف اجتہاد کی بنیاد پر اور ان کا اختلاف شافعی، حنفی، حنبلی، مالکی اختلاف کی مانند ہے جو (اختلاف) قطعاً کسی کو صحابہ کرام کی تکفیر وتفسیق، وتضلیل وتضحیک کی اجازت مرحمت نہیں کرتا چونکہ ان جنابوں میں ہمیشہ زبان کا مودب رہنا ضروری ہے ورنہ شامت ایمان، اکارت اعمال اور فساد آخرت کی تیز وتند آندھی کب چل جائے اور ایمان وعقیدہ کی کشت کو برباد کر کے چلی جائے کچھ نہیں معلوم۔

اب دل سنبھال کر امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ کے آنے والے ایمان افروز، کفر سوز اقتباسات پڑھیے اور احباب کو بھی پڑھوائیے، چنانچہ آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے خلاف زبان درازی پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج۱۸/ص۲۴۲)

اس بصیرت نواز تحریر کو بار بار دیکھئے اور غور کیجئے کہ کس طرح سے ان پیروں، فقیروں، عوام وخواص کو امام نے حقیقت کا آئینہ دکھایا ہے جو بات بات پر بے سند و بے بنیاد دلیل کو قرآن وحدیث کے صاف وصریح نصوص کے مقابلے میں لاتے ہیں اور باب استدلال میں ان کو آیات قرآنیہ واحادیث متواترہ

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف، یوپی کے سینئر استاذ ہیں۔

سا اعتماد واعتقاد دیتے ہیں جو کسی صورت لائق اعتنا اور قابل تقلید نہیں، ایک اور مقام پر امام اہل سنت عقیدہ اہل سنت کی ترجمانی اور فرقہ پرستوں کی غلط بیانی اور زہر افشانی کا پردہ چاک کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ ''ونکف عن ذکر الصحابہ الا بخیر۔ یعنی صحابۂ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے، انہیں صحابۂ کرام کے حق میں جو ایمان و سنت واسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل قتال پر آمادہ ہوگئے، وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں، اس لیے علما فرماتے ہیں کہ جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے، لیکن اہل نہروان جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقے کے ساعی و ساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔" (مرجع سابق)

مذکورہ بالا عبارت کو بار بار پڑھیے اور سر دھنیے کہ کیسے کیسے لوگ اس عالم رنگ و بو میں دجل وفریب کی بولی بولتے ہیں جو سنیت ہے، اس کو ناصبیت اور جو رافضیت ہے اس کو سنیت کا چولا پہنا کر امت کے افراد کو بے راہ روی کے قعر عمیق میں ڈھکیلتے ہیں، اہل سنت کا عقیدہ تو اصحاب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنا اور اپنی زبان کو ان کے ذکر جمیل سے ہمیشہ تر رکھنا ہے مگر ہائے افسوس زمانہ کی ستم ظریفی کہ اگر کوئی کاتب وحی، خال المومنین، اوّل ملوک اسلام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح و ستائش، فضائل ومناقب اور کمالات کا عظیم دفتر (جو قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر ہوا) کھولتا ہے تو اس کی ذات کے ساتھ ناصبیت جیسا منحوس لفظ چسپاں کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ کوئی صاحب فضل وکمال تھوڑی ہیں جو ان کے محاسن بیان کیے جائیں ان کے متعلق تو کف لسان (یعنی نہ اچھا کہو نہ برا) کا حکم اہل سنت کے نزدیک ہے میرا ان خبط الحواس لوگوں سے کہنا ہے کہ آپ کی اگر کف لسان سے مراد زبان درازی سے باز رہنا ہے تو کف لسان کا یہ معنی بالیقین اہل سنت کے یہاں معتبر ہے چونکہ ہمارے یہاں صحابۂ کرام کی صرف مدح کی جائے گی طعن نہیں اور اگر کف لسان سے وہی معنی مراد ہے جو فقیر راقم السطور نے قوسین کے درمیان بیان کیا تو وہ اہل سنت پر کھلی ہوئی افترا پردازی اور بہتان طرازی ہے چونکہ اس معنی کو تسلیم کرنے میں ان آیات واحادیث سے روگردانی کرنا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عموم فضائل اور خصوص محاسن کو طشت از بام کرتی ہیں۔

کیا یہ نام نہاد مولائی آیات متواترہ اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد کمالات ظاہری وباطنی کو بھی کف لسان گردانتے ہیں؟

چلتے چلتے احباب اہل سنت کو اپنے امام کا وہ معنی خیز، محبت آمیز، عقیدت انگیز پیغام بھی سنا دوں جو ان کے ایمان کو جلا بخشے اور اذعان واتقان میں مزید توانائی پیدا کرے تو لیجیے وہ قیمتی پیغام آپ کے پیش نظر ہے:

"مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب حضرات (صحابہ) آقائے دوعالم ﷺ کے جانثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظم ومعزز اور آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں (اصحابي كالنجوم) بالجملہ ارشادات خدا ورسول عزمجدہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب صحابۂ کرام اچھے اور عدول وثقہ، تقی نقی ابرار (خاصان پروردگار) ہیں اور ان مشاجرات ونزاعات کی تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے۔" (اعتقاد الاحباب، ص ۲۳۹–۲۴۰)

رب قدیر سے دعا کرتا ہوں کہ بنام محبت اہل بیت رفض کی جو آندھی چل رہی ہے جس نے خانقاہوں، مسجدوں اور جلسہ گاہوں کو اپنے تھپیڑوں کی زد میں لے رکھا اس سے تمام اہل سنت کی حفاظت وصیانت فرمائے اور ہم کو پاک وصاف میانہ رو عقیدہ اہل سنت پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔

اسلاف و اخلاف

از: مولانا خلیل احمد فیضانی*

وصایا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگردوں کو چند کارآمد نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جو ایک عام انسان کی زندگی کے اندر بھی ظاہری اصلاح اور باطنی تربیت کے حوالے سے کلیدی رول پلے کرتی ہیں، آپ نے اپنے خاص شاگرد امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نام جو وصیتیں تحریر فرمائیں وہ آپ کے ایک مہربان استاذ، عظیم دانش ور اور ماہر نفسیات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ وصیتیں ہر ایک کے لیے یکساں فلاح وکامرانی کی ضمانت بھی ہیں۔

امام ابویوسف علیہ الرحمہ کی شخصیت سے جب حسن سیرت اور اعلیٰ کردار کے پہلو ہویدا ہوئے اور وہ لوگوں کے معاملات کو سلجھانے کی جانب راغب ہوئے تو انھیں وصیت فرمائی کہ اے یعقوب! سلطان وقت کی عزت کرو اور اس کے مقام کا خیال رکھو اور اس کے سامنے دروغ سے خاص طور سے پرہیز کرو اور ہر وقت اس کے پاس حاضر نہ رہو جب تک کہ تمھیں کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے، کیوں کہ جب اس سے کثرت سے ملوگے تو وہ تمھیں حقارت کی نظر سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظروں سے گر جائے گا، پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور دور بھی رہتے ہو، اس کے قریب تک نہیں جاتے کیوں کہ اکثر حاکم اپنی ذات اور اپنے مفادات کے علاوہ کچھ اور دیکھنا پسند نہیں کرتے، تم حاکم کے قریب کثرتِ کلام سے بچو کہ وہ تمہاری گرفت کرے گا تاکہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے اور تمہارا محاسبہ کرے گا تاکہ تم اس کے حواریوں کی نظر میں حقیر ہو جاؤ، بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو جب اس کے دربار میں جاؤ تو وہ دوسروں کے مقابلے میں تمہارے رتبے کا خیال رکھے اور سلطان کے دربار میں کسی ایسے وقت نہ جاؤ جب وہاں دیگر ایسے اہل علم موجود ہوں جن کو تم جانتے نہ ہو، اس لئے کہ اگر تمہارا علمی رتبہ ان سے کم ہوگا تو ممکن ہے کہ تم ان پر برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جذبہ تمہارے لیے نقصان دہ ہوگا، اگر ان سے زیادہ صاحب علم ہو تو شاید تم ان کو کسی بات پر جھڑک دو اور اس وجہ سے تم حاکم وقت کی نظروں سے گر جاؤ۔

مذکورہ وصیتیں آج بھی اسی قدر اہمیت رکھتی ہیں جس قدر امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے دور میں رکھتی تھیں بلکہ آج کے دور میں تو ان کی اہمیت مزید فزوں تر ہو جاتی ہیں، وہ دور تو اسلاف اولیٰ کا دور اور خیر القرون کے امتیازی وصف سے متصف دور تھا، پھر بھی امام اعظم نے اپنے شاگرد کو یہ وصیتیں فرمائیں مگر آج تو مذہبی امور تئیں مداہنت، حاکموں کی کاسہ لیسی اور امرا کی خوشامدی نیم پڑھے لکھے طبقے بلکہ جان کی امان پاؤں تو کہوں کہ اپنے کو مذہبی رہنما سمجھنے والوں کی ایک تعداد کا طغرہ بن چکی ہے اگرچہ درحقیقت وہ رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہوں یا نہیں، حاکموں سے قربت کے لیے ان کی رالیں ٹپکتی ہیں عزت نفس اور اپنے مقام کی قطعاً پرواہ کیے بغیر خود کو مواضع تہمت میں لا کھڑا کرتے ہیں سچ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے دین کی خدمت کم، مذہبی شعائر کا خسارہ زیادہ ہوتا ہے، ان سب خساروں کو مدنظر رکھتے ہوئے، آج ہمیں ہمارے امام کی ان وصایا کو گانٹھ سے باندھ لینا چاہیے اور انھیں حرز بنانے کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے۔

اپنے عزیز شاگرد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: سلطان کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھنا، صرف سلطان وقت سے رابطہ رکھنا اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہنا تاکہ تمہارا وقار اور عزت برقرار رہے، عوام کے

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

ساتھ محتاط طرز عمل عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلا ضرورت بات چیت نہ کیا کرو، عوام الناس اور تاجروں سے علمی باتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہ کیا کرو تا کہ ان کو تمہاری محبت ورغبت میں مال کا لالچ نظر نہ آئے ورنہ؛ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو۔

عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور زیادہ مسکرانے سے باز رہو اور بازار میں بکثرت جایا نہ کرو، بے ریش لڑکوں سے زیادہ بات چیت نہ کیا کرو؛ کہ وہ فتنہ ہیں، البتہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو، عام لوگوں اور بوڑھے لوگوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو آگے بڑھنے دوگے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ظاہر ہوگی اور اگر تم ان سے آگے چلو گے تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بزرگوں کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ کسی راہ گذر پر نہ بیٹھا کرو اور اگر بیٹھنے کا دل چاہے تو مسجد میں بیٹھا کرو، بازاروں اور مساجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو، پانی کی سبیل اور وہاں پانی پلانے والوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو، مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعونت جھلکتی ہے۔

مذکورہ وصیتیں/نصیحتیں حکمت کے وہ موتی ہیں کہ اگر ان پر عمل پیرا ہولیا جائے تو زندگی حسین بن جائے اور مذہبی طبقے کا قد معاشرے میں نہایت زیادہ بڑھ جائے بس! عمل اور تحریک عمل کی ضرورت ہے، ہمارے امام کو قسام ازل نے ایسی پختہ فکر، شستہ سوچ اور گہری عقل عطا فرمائی تھی کہ بقول علما: اگر امام کی عقل کا روئے زمیں کی نصف انسانی عقلوں سے موازنہ کیا جائے تب بھی امام صاحب علیہ الرحمہ کی عقل کا پلڑا بازون اور بھاری رہے گا، حسن تدبر، تعمیق فکر، بالغ نظری، ذکاوت، لطافت اور معاملہ فہمی میں آپ عدیم النظیر اور بے مثال تھے، رافضیت، لادینیت اور بطور خاص خارجیت کے کتنے ہی حربوں اور منصوبوں کو آپ نے اپنے حسن تدبر اور عقلی استحکام سے خاک میں ملا دیا، طالبان دین، بطور خاص اپنے ہونہار شاگردوں کو وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی نصائح اور حکیمانہ مواعظ سے مستفیض فرماتے رہتے، آپ کے شاگردوں نے ان وصیتوں اور نصیحتوں کو تبرک سمجھ کر سطروں کا پیرہن دے دیا کہ جو کتابی صفحات پر آج بھی مہ وانجم کی طرح جگمگا رہا ہے۔ سیرت وکردار کی تعمیر کے حوالے سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، ادائے امانت اور ہر خاص وعام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو اور لوگوں کو عزت دو تا کہ وہ تمہاری عزت کریں، عام لوگوں سے دینی امور کے ضمن میں علم کلام، عقائد کے قضایا پر گفتگو سے پرہیز کرو کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں اور علم کلام میں مشغول ہوجائیں گے، جو شخص تمہارے پاس استفتا کے لیے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو ورنہ اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمھیں تشویش میں مبتلا کرسکتا ہے۔

علم سکھانے سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا اگرچہ تم دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا نہ کوئی ذریعۂ معاش ہو، نہ کوئی اکتسابی طاقت، کیوں کہ اگر تم علم سے اعراض کروگے تو تمہاری معیشت گزر بسر تنگ ہوجائے گی، تم اپنی ہر فقہ سیکھنے والے طالب علم پر ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا بیٹا اور اولاد بنالیا ہے تا کہ تم ان میں علم کی طرح رغبت کے فروغ کا باعث بنو، اگر کوئی عام شخص اور بازاری آدمی تم سے جھگڑا کرے تو اس سے جھگڑا نہ کرنا ورنہ تمہاری عزت چلی جائے گی اور اظہارِ حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرو اگرچہ وہ سلطان وقت ہو، جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لیے پسند نہ کرو بلکہ عبادت میں سبقت اختیار کرو، کیوں کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کررہے ہوں اور پھر وہ دیکھیں کہ تمھاری توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے متعلق عبادت میں کم رغبت ہونے کا گمان کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمھیں کوئی نفع نہیں پہنچایا سوائے اسی نفع کے جو ان کو ان کی جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ مبتلا ہیں۔

آداب معاشرت

ہمارے امام نے اپنے شاگردوں کو ہمہ جہت نصیحتیں فرمائیں، ایسی حکمت آمیز نصیحتیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے زندگی آسان بنتی ہے، یہی وجہ ہے کہ معیشت سے معاشرت تک اور انفرادیت سے اجتماعیت تک کے مراحل کو آپ کی نصیحتیں احاطہ کرتی نظر آتی ہیں، آداب زندگی، اسلامی اخلاق وآداب اور مجالس علما میں شرکت کے اصولوں کو زریں کلمات میں آپ نے پیش فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں تو وہاں اپنی ذات کے لیے کسی امتیازی حیثیت کو اختیار نہ کرو بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی ایک عام سے شہری ہو تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمھیں ان کی جاہ ومنزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے ورنہ؛ انہوں نے اگر تم سے اپنی عزت کو خطرے میں محسوس کی تو وہ سب تمہارے خلاف کام کریں گے اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اچھالیں گے اور ان کی شہ پر عوام بھی تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تمھیں بری نظر سے دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نظروں میں کسی قصور کے بغیر مجرم بن جاؤ گے، اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث وتکرار سے باز رہو اور جوابات ان سے کرو، واضح دلیل کے ساتھ کرو اور ان کے اساتذہ کر طعنہ نہ دو، ورنہ وہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے، تمھیں چاہیے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے ایسا خالص بنالو جیسا کہ تمہارے ظاہری احوال ہیں اور علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو ظاہر کے مطابق نہ بنالو، جب سلطان وقت تمھیں کوئی ایسا منصب دینا چاہے جو تمہارے لیے مناسب نہیں تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک کہ تمھیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آپ اس نے جو منصب تمھیں سونپا ہے وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے اور مجلس فکر ونظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو کیوں کہ یہ خوفزدگی کلام میں اثر انداز ہوگی اور زبان کو ناکارہ بنا دے گی۔

زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، چلنے کے دوران سکون واطمینان سے چلو اور امور زندگی میں زیادہ عجلت پسند مت بنو اور جو تمھیں پیچھے سے آواز دے اس کی آواز کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپایوں کو دی جاتی ہے اور گفتگو کے وقت نہ چیخو اور نہ ہی اپنی آواز کو زیادہ بلند کرو، سکون اور قلت حرکت کو اپنی عادت میں شامل کرو تا کہ لوگوں کو تمہاری ثابت قدمی کا یقین ہو جائے۔

اپنے لیے تم نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرو جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو۔ تمھیں چاہیے کہ بذاتِ خود خرید وفروخت مت کرو بلکہ اس کے لیے ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری ایسی حاجتوں کو بحسن وخوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو، سلطان وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ تمھیں اس کا قرب حاصل ہو ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار میں پیش کرنا شروع کر دیا تو وہ تمھیں تمہارے مقام سے گرا دے گا اور اگر تم نے ان کی حاجتوں کی تکمیل کے لیے کوشش نہ کی تو حاجت مند تمھیں الزام دیں گے۔

آداب وعظ ونصیحت

غلط باتوں میں لوگوں کی پیروی نہ کرو بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو، جب تم کسی شخص میں برائی دیکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ نہ کرو بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو اور جب وہ بھلائی کرے تو اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو، البتہ اگر تمھیں اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کر دو تا کہ لوگ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے دور رہیں، آقا ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق وفاجر آدمی جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تا کہ لوگ اس سے بچیں، اگرچہ وہ شخص صاحب جاہ و منزلت ہو، اس طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو اور اس کے عزت ومرتبہ کی پرواہ نہ کرو، بقیہ ص ۱۸ / پر

از: حافظ افتخار احمد قادری*

سماجی برائیوں کے انسداد میں خواتین کا کردار

نسوانیات

سماجی سطح پر ذمہ داریوں سے کوتاہی برتنے اور غیر اخلاقی مفاسد کی صورت میں کئی ایک الجھنیں پیدا ہوتی ہیں جن کی وجہ سے معاشرتی برائیاں نمودار ہوتی ہیں، قرآنِ کریم اور سنت نبوی میں ان برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو معاشرہ میں بگاڑ کا باعث بنتی ہیں، اگر ان کی روک تھام نہ کی جائے تو پھر پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں، ان میں ناانصافی، رشوت لین دین کے معاملہ میں بدعنوانیاں، بدچلنی، بدکاری، میاں بیوی کے تعلقات میں موافقت نہ ہونا، طلاق کی کثرت، مختلف طریقوں سے عصمت فروشی کسی کی بے جا بدنامی اور رسوائی کر کے اس کی دل آزاری کرنا، قمار بازی، چوری، ڈاکہ زنی، قتل، منافقت، غیبت، عیب جوئی، بہتان طرازی، بدگمانی، کسی کو برے القاب سے پکارنا، دوسروں سے فحش اور غیر مہذب انداز میں مخاطب ہونا، جھوٹ بولنا، توہم پرستی، عریانی، فحاشی، جہیز کی لعنت اس طرز کی بے شمار سماجی برائیاں ہیں جو آج معاشرے میں موجود ہیں۔

سماجی برائیاں تو بے شمار ہیں جنہیں ختم کئے بغیر ایک مثالی اور صالح معاشرہ کا وجود ممکن نہیں، یہاں ان سماجی برائیوں کا تذکرہ کر رہا ہوں جو خواتین کے دائرہ کار میں آتی ہیں اور خواتین ہی اُنہیں ختم کر سکتیں ہیں، خواتین شریعت اسلامیہ اور سیرتِ ازواجِ مطہرات کی روشنی میں ان برائیوں پر قابو پا سکتی ہیں، قارئین پہلے مختلف سماجی برائیوں اور ان کے اثرات کو ملاحظہ فرمائیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ان کو خواتین کس طرح ختم کر سکتی ہیں یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بے پردگی و بے حیائی کے اثرات

اسلام ضابطہ قدرت اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور اپنے اصولوں کے مطابق جس معاشرے کی تعمیر کرتا ہے اس میں عورت اور مرد کے لئے اس نے الگ الگ دائرہ عمل مقرر کر دیا ہے۔ کام کے ان دائروں کو علیحدہ علیحدہ قائم رکھنے کے لئے اس نے مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کو ممنوع قرار دیا کیونکہ اس سے معاشرہ میں انتشار اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے مگر آج معاشرے میں بے پردگی اور بے حیائی عام ہو گئی ہے، مغربی تہذیب وثقافت کی نقالی کرتے ہوئے خواتین انتہائی باریک اور معمولی لباس زیب تن کرتی ہیں۔ زیبائش و آرائش کا اہتمام کیا جاتا ہے اور پھر اس کی نمائش کی جاتی ہے۔ اس بے پردگی کے نتیجے میں بے حیائی عریانی وفحاشی جیسی سماجی برائیاں جنم لے رہی ہیں، بے پردگی کی وجہ سے لباس اور بناؤ سنگار کے اخراجات بڑھ گئے، آمدنیاں پوری نہیں ہوتیں تو ناجائز آمدنیاں پیدا کرنی پڑتی ہیں، خواتین کا باپردہ ہونا معاشرہ سے کئی ایک سماجی اور اخلاقی برائیوں سے نجات دلا سکتا ہے، اسی لئے قرآنِ کریم نے خواتین کو باپردہ رہنے کی تلقین کی ہے:

”اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔“ (الاحزاب:59)

پردہ کا مقصد اخلاق کی بلندی اور معاشرے کی بداخلاقی سے حفاظت ہے۔ معاشرے کی خرابی یا اچھائی پر ہی کسی قوم کی ترقی وتنزلی کا انحصار ہے۔ اس مقصد کے پیشِ نظر پردے کے احکام دیئے گئے۔ اس کے علاوہ غضِ بصر اور نمود ونمائش سے بچنے کی تلقین کی گئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں۔“ (النور:31)

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

مگر ان اسلامی تعلیمات کے برعکس نمود ونمائش اور بے پردگی کا رجحان غالب ہے۔ بناؤ سنگھار اور آرائش وزیبائش سے بن سنور کر نکلنے والی خواتین نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کیلئے بھی برائی اور غرق ایمان کا سبب بنتی ہیں، ایسی خواتین کی مذمت کرتے ہوئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورتیں کپڑے میں بھی ننگی ہیں اور دوسروں کو رجھائیں خود دوسروں پر رکھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔'' (مسلم)

خواتین کو چاہئے کہ وہ تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے ہاں پردہ کو رواج دیں اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کریں تاکہ معاشرہ میں جو برائیاں بے پردگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ختم ہوں۔ اس سماجی برائی کو صرف اور صرف خواتین ہی ختم کرسکتی ہیں۔

غیبت وعیب جوئی

معاشرہ میں جہاں سینکڑوں غیر اخلاقی قباحتیں پیدا ہوچکی ہیں وہاں ایک برائی غیبت بھی عام ہے، یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کے عیوب کا تذکرہ کرنا کہ اگر وہ شخص سن یا دیکھ پائے تو برا محسوس کرے، غیبت اور عیب جوئی کا چلن جہاں مردوں میں ہے وہاں یہ سماجی برائی عورتوں میں بھی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ خواتین جمع ہوتی ہیں ایک دوسرے کے عیوب ونقائص کا تذکرہ شروع کردیتی ہیں، یہ ایسی سماجی برائی ہے جس سے معاشرہ میں تشکیک اور ظن وگمان کی فضا پیدا ہوتی ہے، معاشرے سے الفت محبت، اتحاد واتفاق اور اعتبار واعتماد کی فضا ختم ہوجاتی ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس گناہ کو گناہ عظیم قرار دیا ہے اور غیبت کرنے والے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا۔'' (الحجرت:12)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سماجی برائی کی سنگینی اور اس اثرات کے پیشِ نظر اس کی مذمت یوں فرمائی:

''غیبت زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔'' (الطبرانی)

ہمیں چاہیے کہ تعلیماتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس سماجی برائے کے خلاف جہاد کریں، پہلے خود اس برائی سے بچیں پھر دوسروں کو اس سے منع کریں۔

بدگمانی وتجسس

اشرے کی اجتماعی زندگی میں بے شمار نفسیاتی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں ایک نفسیاتی الجھن بدگمانی ہے، جن لوگوں میں یہ بیماری پیدا ہوجاتی ہے وہ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی بے بنیاد چیزوں پر اپنی بدگمانی پر عظیم عمارت تعمیر کرلیتے ہیں، اس وہم اور بدگمانی کی بنا پر معاشرے میں بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اعتماد وبھروسہ، حسن نیت جیسی صفات ختم ہوجاتی ہیں، یہ برائی بھی خواتین میں مردوں کے برعکس کچھ زیادہ ہی ہے اور ظاہر ہے خواتین ہی اس سماجی برائی کو ختم کرسکتی ہیں۔ قرآنِ کریم نے اس سماجی برائی کے مفاسد کا ذکر فرمایا:

''اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔'' (الحجرت:12)

معاشرے میں دیگر سماجی برائیوں کی طرح ایک اہم سماجی برائی ذات پات اور برادری کی تفریق ہے، جو بڑی شدت سے پائی جاتی ہے، ہر علاقے اور طبقے میں ذات پات کی تقسیم کی جاتی ہے، ذات برادری سے باہر شادی کرنا نہ صرف ناپسندیدہ بلکہ گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے، اگر مرد اپنے سے کم ذات والی عورت سے شادی کرتا ہے تو اس کو خاندان اور برادری والے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس نہایت بری اور قبیح رسم کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی موزوں رشتہ نہ مل سکے تو لڑکے اور لڑکی کی شادی نہیں ہوسکتی، حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ غیر اسلامی اثرات اور اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے، اسلام نے رنگ ونسل، ذات پات، علاقہ قبیلہ کی تفریق کو ختم کردیا اور اسلامی

مساوات پر عالمگیر معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں ہر قسم کے تفریقات وتعصّبات کے بتوں کو پاش پاش کر دیا گیا، الغرض بدگمانی، تجسس، غیبت وعیب جوئی جیسی سماجی برائیاں خواتین ہی ختم کر سکتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک ان برائیوں سے بچے اور پھر پورے معاشرے سے ان کا تدارک کرے۔

جہیز کی لعنت

جہیز دینے کی رسم اتنی عام اور ضروری ہوگئی ہے کہ لوگ جہیز کے بغیر شادی مکمل ہی نہیں سمجھتے۔ اس رسم نے ایسی شکل اختیار کر لی کہ ایک پریشان کن معاشرتی مسئلہ اور اقتصادی خرابی بن گئی ہے، وگ یہ تو محسوس کرتے ہیں کہ یہ رسم کس قدر برے نتائج کی ذمہ دار ہے اور اس کی اصلاح کرنا ضروری ہے لیکن معاشرتی دباؤ اور عزت وآبرو کے غلط تصور کی بنا پر سب اس رسم کی تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک بری رسم ہے جو مقامی اثرات اور معاشرتی حالات کی وجہ سے پیدا ہوگئی اور اندھی تقلید کی وجہ سے برقرار ہے۔ ورنہ قرآن حکیم احادیث مبارکہ اور فقہ میں جہیز کا کوئی ذکر نہیں۔ نام ونمود کی خاطر جہیز دینے والے لوگ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں، غریب والدین کی لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہیں کر پاتیں۔ اس رسم بد کی بدولت معاشرہ اخلاقی اور مالی اعتبار سے بدحال ہو جاتا ہے۔ جہیز جیسی سماجی برائی کو کوئی قانون ختم نہیں کر سکتا۔ یہ سماجی برائی خالصتاً خواتین ختم کر سکتی ہیں۔ ذہنی طور پر خواتین کو ان خیالات کی پابندی کرنا ہوگی جو جہیز نہ لانے کی صورت میں ساس، نند، بھاوج بن کر تنگ کرتی ہیں اس کے ساتھ ظلم کرتی ہیں، اگر ساس بن کر سوچیں تو اس کی بھی بیٹیاں ہیں، ظاہر ہے جیسا سلوک کیا جائے گا اس کا بدلہ ضرور ملے گا، یہ ٹھیک ہے کہ والدین اپنی بیٹی کو اپنی بساط کے مطابق جہیز دیں لیکن ایسا ہوتا نہیں، جہیز قرض لے کر دیا جاتا ہے، اس سماجی اور معاشرتی برائی کے خاتمے میں بھی خواتین ہی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

غیر شرعی رسم ورواج

معاشرے میں غیر شرعی رسم ورواج کی کافی تعداد موجود ہے جو غیر اسلامی اثرات جہالت اور خوش فہمی کا نتیجہ ہے، یہ رسمیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں اور ان میں اکثر اخلاقی اور مالی اعتبار سے معاشرے پر بہت برے اثرات مرتب کرتی ہیں، معاشرے کی اصلاح وترقی کیلئے ان بدنما داغوں کو دور کرنا ضروری ہے۔ غیر شرعی رسم ورواج کو خواتین ہی زیادہ بہتر اور مؤثر طریقے سے ختم کر سکتی ہیں، کیونکہ خواتین ہی ان رسموں کی زیادہ پابند ہوتی ہیں، مثلاً شادی کے موقع پر منگنی، مہندی، ڈھول، ناچ، گانا، کھانے کے موقع پر بے دریغ فضول خرچی، جہیز اور دیگر برائیاں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر شادی مکمل ہی نہیں سمجھی جاتی۔ یہ تمام خواتین کے دم قدم سے ہیں، خواتین اگر ان رسموں کو چھوڑ دیں تو معاشرہ اسراف وتبذیر سے بچ سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے خواتین کو سادگی اختیار کرنی چاہیئے اور ان تمام غیر شرعی رسم رواج سے بچنا چاہیئے۔

فضول خرچی اور نمود ونمائش

ایک اہم سماجی برائی اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے، مردوں کے مقابلے میں خواتین کچھ زیادہ ہی فضول خرچی کرتی ہیں جس سے معاشرہ میں کساد بازاری اور معاشرتی ناہمواریوں کیلئے جگہ ہموار ہوتی ہے۔ خواتین زیب وزینت اور زیبائش و آرائش کی خاطر بے دریغ خرچ کرتی ہیں اور اس کیلئے طرح طرح کی فرمائش کی جاتی ہے۔ ان سب کا مقصد ایک دوسرے کو نیچا دکھانا اور تکبر وغرور کرنا ہوتا ہے اور ضرورت سے زیادہ نمائش بھی، حقیقت یہ ہے کہ یہ سماجی برائی معاشرے میں عام ہو چکی ہے، خواتین کو چاہیئے کہ وہ کفایت شعاری پر عمل کریں تا کہ پوری قوم ان کی کفایت شعاری سے مستفید ہو سکے، قرآن کریم میں اس سماجی برائی کی یوں مذمت کی گئی:

”بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔“ (بنی اسرائیل:26)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فضول خرچی، نمود ونمائش، عیش وعشرت سے منع فرمایا اور ایسی زندگی کو ناپسندیدہ قرار دیا، الغرض خواتین کو ضرورت سے زائد خرچ نہیں کرنا چاہیئے تا کہ

نسوانیات

معاشرے میں کساد بازاری اور اکتناز و احتکار کا خاتمہ ہو سکے۔

رشوت

معاشرہ کو تباہ کرنے اور اس کی بنیادیں ہلا دینے والی ایک سماجی برائی رشوت ہے۔رشوت خوری کے اسباب محرکات پر قابو پانا ضروری ہے۔رشوت خور ضروریات سے زیادہ اخراجات اور خواہشات کی کثرت کی وجہ سے اس ذلیل، کمینے فعل کا مرتکب ہوتا ہے،خواتین اس سماجی برائی کو یوں ختم کرسکتی ہیں کہ وہ خاندان کے کفیل پر کم سے کم معاشی دباؤ ڈالیں۔مثلاً وہ نمود ونمائش اور فضول خرچی سے بچیں،ایسی فرمائش نہ کریں جو اس کی استطاعت میں نہ ہو تا کہ کمانے والے پر کوئی معاشی دباؤ نہ ہو کہ وہ ناجائز ذرائع سے ان فرمائشوں کو پورا کرے،اس کے علاوہ خواتین کو خاندان کے سربراہ کی آمدنی واخراجات کو چیک کرنا چاہئے اور حرام مال سے پرورش پانے والی اولاد اطاعت شعار اور سعادت مند نہیں ہوسکتی، ماں کی حیثیت سے خواتین کو اپنی اولاد کی تربیت میں اکل حلال کی فضیلت سے آگاہ کرنا چاہئے اور حرام سے بچنے کی تلقین کرنی چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں راشی ومرتشی دونوں گناہگار ہیں۔

الغرض رشوت ختم کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خواتین اپنی ضروریاتِ زندگی محدود کریں،فضول رسم ورواج چھوڑ دیں،جہیز کی لعنت کا خاتمہ کریں،لباس میں سادگی اختیار کریں، کھانے پینے میں سادگی برتیں،نمود ونمائش چھوڑ دیں،تا کہ خاندان کے کفیل کو مزید آمدنیاں پیدا کرنے کیلئے رشوت جیسے قبیح ومذموم فعل کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

جہالت اور توہم پرستی

توہم پرستی سے مراد دین کی اصل باتوں سے انحراف کر کے خیالی باتوں کی پیروی کرنا اور ان کو اس قدر اہمیت دینا کہ گویا یہ دین ہی کی اصل ہے۔معاشرے میں یہ برائی یعنی توہم پرستی، جادو کہانت،منتر وغیرہ کی شکل میں بدرجہ اتم موجود ہے، اکثر ان میں کم تعلیم یافتہ خواتین مبتلا ہیں۔خواتین اس سماجی برائی کے خاتمے کیلئے اس طرح کوشش کریں کہ وہ تعلیم کو عام کریں، بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں خواتین کی اکثریت ناخواندہ ہے،جس کی وجہ سے معاشرتی مسائل کے حل میں مددگار ثابت نہیں ہوسکتیں،اسلام نے مرد وزن دونوں پر حصول علم فرض قرار دیا ہے،اگر ہم دین ودنیا میں فلاح وترقی چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی اولاد خصوصاً بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینی ہوگی۔ پھر ہی ہم بہترین معاشرہ اور قوم پیدا کرسکتے ہیں۔

مغربی سامراج کی اندھی تقلید

معاشرہ میں تہذیب،ثقافت اور بنیادی عقائد ونظریات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ پورے معاشرے کی فکری تربیت اسی تہذیب وثقافت پر ہوتی ہے۔اسلامی معاشرے کی اپنی تہذیب وثقافت ہے جس میں اخلاق وکردار،طہارت و پاکیزگی،شرم وحیا، بنیادی اوصاف ہیں،لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں بڑی تیزی سے جو تبدیلی آرہی ہے وہ مغربی سامراج کی اندھی تقلید ہے۔ہماری نوجوان نسل،شکل وصورت، اخلاق وکردار،رہن سہن، چال چلن،لباس وزیبائش میں اسی تہذیب کی نقالی کررہی ہے،اس ناپائیدار اور اخلاق سوز تہذیب کو ہمارے معاشرے میں رواج دینے اور عام کرنے میں ٹی وی فلم اور ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کررہے ہیں۔مغربی تہذیب و ثقافت کی واضح جھلک خواتین میں نظر آتی ہے۔آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر مادر پدر آزادی کا تصور دیا جاتا ہے،سر عام نمود ونمائش اور بے پردگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور ان سب کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے،حالانکہ مغربی تہذیب کی اس آزادی نے عورت سے اس کی نسوانیت چھین لی، والدین سے ان کی اولاد چھین لی۔

ایسے حالات میں خواتین کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، خواتین کو اس فرنگی تہذیب سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچانا ہے۔اسوۂ حسنہ میں پناہ لینی ہے۔ اسوہ ازواجِ مطہرات کے نقشِ قدم پر چلنا ہے اور اہل بیت کی پاکیزگی وطہارت کو اپنانا ہے تا کہ نسل نو کا ہر بچہ محمد بن قاسم،موسیٰ بن نصیر،شیخ عبد القادر جیلانی بن سکے،اسلام کے عالمگیر وآفاقی پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانا اور تاریکیوں سے نکالنا،فلاح وسعادت اور ہدایت کی راہ دکھانا

امت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے اور اس امت کو پیدا کرنے اور خیرالامم قرار دینے کا مقصد یہی بیان کیا:

"تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔" (آل عمران:110)

یہ اصلاح وفلاح کی ذمہ داریاں مرد وعورت دونوں پر ہیں، ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار اور حدود میں دعوت وتبلیغ اور اصلاح کا فریضہ سرانجام دے۔ خواتین جو اس وقت کردار ادا کر سکتی ہیں اس کی پیش نظر قرآن حکیم میں ان سے مخاطب ہو کر حکم دیا گیا:

"اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔" (التوبہ:71)

آخر میں ہم درخواست کرتے ہیں اس ماں سے جس کی مقدس آغوش میں معاشرہ پروان چڑھتا ہے، جس کی تربیت سے نوخیز نسلیں مستفید ہوتی ہیں۔ اس بہن سے جس کی عفت وعصمت، حیاداری و پاکبازی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں ممد ومعاون ثابت ہوتی ہیں، اس بیٹی سے جس کی چادر تطہیر سے معاشرہ اخلاق عالیہ سے مزین ہوتا ہے۔ اس زوجہ سے کہ جس کی حسن معاشرت اور خاندان کی تعمیر سے معاشرہ ہر قسم کی سماجی برائیوں سے بچ جاتا ہے، وہ اپنے اپنے فرائض کو بخوبی سمجھیں اور ان ذمہ داریوں کو جو دین اسلام اور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذمہ لگائی ہیں ان کو ادا کریں کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" (مسلم)

ہمیں چاہئے کہ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسوۂ ازواجِ مطہرات سے مستفید ومستنیر ہو کر سماجی برائیوں کے انسداد کے لئے کام کریں، خود بھی ان برائیوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی ان سے بچنے کی تلقین کریں تاکہ معاشرہ امن وسکون، الفت ومحبت، اتحاد ویگانگت، حسن عمل وکردار کا بہترین گہوارہ بن جائے۔

◆◆◆

ص ۵۱ / کا بقیہ......

وہ ہمارے عمزاد بھائی تھے اور میرے ہم زلف بھی تھے، میری شادی میں کراچی سے گھوسی تشریف لائے تھے، مجھ سے بہت بڑے تھے جس کے سبب مجھ پر ان کا رعب رہتا تھا، مگر شادی کے وقت بڑی کرم فرمائی رہی، اس کے بعد ایک بار ملاقات رہی، ہم کہیں وہ کہیں، پھر ملاقات نہ ہوسکی، دوملکوں کے فاصلے نے ملنے نہ دیا، مگر دل سے قریب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے شہزادے مولانا ریاض المصطفیٰ اعظمی کو ان کا عکس جمیل بنادیا ہے، جس کی وجہ سے دل کو اطمنان ہے کہ ان کی علمی ودینی وراثت ان کے ذریعہ اگلی نسل میں منتقل ہوتی رہے گی اور ان کے بعد ان کے گھر سے سلسلہ امجدیہ کی خوشبو ہر چہار جانب پھیلتی رہے گی، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمتوں کی بارش برسائے اور ان کے مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

◆◆◆

ص ۵۳ / کا بقیہ......

ذوالفقارِ حیدری جس سمت گھومی اس طرف
کشتوں کے پشتے لگا دیتے ہیں سرور دیکھیے

آخرش لڑتے ہوئے شبیر ہوتے ہیں شہید
حالتِ سجدہ میں کربل کی زمیں پر دیکھیے

نیزے پر کرتا تلاوت ہے سرِ گلگوں قبا
کتنا اونچا ہے مقامِ ابنِ حیدر دیکھیے

حشر کے میدان میں امت کی بخشش کیلئے
پیش رب ہیں حضرتِ شبیر وشبر دیکھیے

آج بھی اہلِ محبت رو رہے ہیں زار زار
داستانِ کربلا سن کر سنا کر دیکھیے

کس طرح سینہ سپر ہیں دیں بچانے کیلئے
"لشکر جرّار کے آگے بہتّر دیکھیے"

مشکلیں چھٹ جائیں گی سب اے نعیم قادری
یادِ شاہِ کربلا میں آہیں بھر کر دیکھیے

نسوانیات

احساس وطن

از: مفتی محمد ابراہیم آسی*

”ہم دو ہمارے بارہ“ کا دندان شکن جواب

آج کل اسلام اور مسلمانوں کی کردار کشی کرنا مخالفین اسلام کا محبوب مشغلہ بن گیا ہے، آئے دن نت نئے طریقوں سے اسلام اور اہل اسلام کو تضحیک کا نشانہ بنایا جارہا ہے، اس وقت وطن عزیز میں ”ہم دو، ہمارے بارہ“ نامی ایک گندی فلم کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے، ذیل میں ہم اسی کا آپریشن کر رہے ہیں:

ڈائیلوگ ۱: سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ رمیں اللہ فرماتا ہے:
تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہے آؤ اور جس طرح بھی چاہو اپنی مرضی سے ان میں کھیتی کرو اور اپنے لئے نیک عمل آگے بھیجو۔

جواب: ہم دو، ہمارے بارہ نامی اس فلم میں (جس کا ڈائریکٹر کمل چندرا اور پروڈیوسر، بریندر بھگت ہے) اسلام اور قرآن کے حوالے سے عورت کی کردار کشی کی گئی ہے، سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ”تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں جس طرح چاہو اس میں کھیتی کرو۔“

اس وقت میرے مخاطب فلم کے ڈائریکٹر، مکالمہ نگار اور پروڈیوسر ہیں، میرا کہنا ہے کہ میں ان کے گھر میں جھانکنا نہیں چاہتا، وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں کہ انھوں نے عورت کی زیادہ انسلٹ اور توہین کی ہے یا قرآن نے؟

قرآن تو کہتا ہے کہ عورت کو شوہر کے علاوہ کوئی ہاتھ لگا نہیں سکتا ہے، دوسری طرف ان لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ اگر شوہر سے بچہ پیدا نہ ہو تو اپنے دیور یا کسی اور سے بچہ پیدا کرانا چاہئے، کیا ”نیوگ“ بھول گئے؟

قرآن تو ایک کھیت میں ایک کھیتی کرنے والے کو اجازت دیتا ہے اور تمہارا معاملہ تو یہ ہے کہ ایک کھیت میں پانچ پانچ کھیتی کرنے والوں کو اجازت دی گئی ہے، کیا ”دروپتی اور پانچ پانڈو یاد“ نہیں ہیں؟

قرآن اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر عورت کا شوہر مرجائے تو وہ عورت دوسرے سے شادی کرکے زندگی گزار سکتی ہے اور تمہارا معاملہ یہ ہے اگر شوہر مرجائے تو بیوی کو بھی زندہ اس کی چتا پہ لٹا کر جلا دینا چاہئے، کیا ”ستی“ کے بارے میں جانکاری نہیں ہے؟

اب میں ڈائرکٹر صاحب اور پروڈیوسر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ نیوگ پر مووی کب بنے گی؟ ڈائریکٹر صاحب اور پروڈیوسر صاحب سے سوال ہے کہ ”ایک کھیت پانچ کسان“ پر فلم کب بنے گی؟

سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ ر نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ۔ کا غلط مطلب بیان کیا گیا ہے، یہ اسلام کی طرف سب سے بھونڈا جھوٹ منسوب کیا گیا یہ ہے کہ ”جب چاہو اپنی مرضی سے کھیتی کرو“ سورۂ بقرہ میں آیت نمبر ۲۲۲ رمیں فرمایا گیا: فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ۔ بیماری کی حالت میں عورت سے دور رہو۔“

تو یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جب چاہو اپنی مرضی سے ان میں کھیتی کرو۔ ہر قانون کا ایک پس منظر ہوتا ہے، اگر میں یہ کہوں: ایک ایسا ملک ہے جہاں کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی مر جائے تو گھر والے نہ اس کو دیکھ نہیں سکتے ہیں، نہ اس کو چھو سکتے ہیں، حکومت کے ملازمین ہی اس کو لے جا کر دفن کریں گے یا چتا میں آگ لگائیں گے تو آپ کہیں گے یہ قانون غلط ہے، یہ سراسر ظلم ہے کہ گھر والوں کو دیکھنے نہ دیا، یہ قانون ہمارے یہاں بھی لاگو ہو چکا ہے، آپ اور ہم اس پر عمل کر چکے ہیں، جب ”کرونا وائرس“ پھیلا تھا اور لوک ڈاؤن کا زمانہ تھا۔

ٹھیک اسی طرح اس طرح ہمیں سمجھنا ہوگا کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ شان نزول کیا ہے؟

عرب کے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو اپنی بیوی سے پشت کی جانب یعنی پیچھے کی جانب سے ہمبستری کرتا ہے تو ان کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی اور قرآن نے اس عقیدے کا رد فرمایا کہ اس طرح سے ہمبستری کرنے پر بچہ بھینگا پیدا نہیں ہوتا ہے، قرآن نے سمجھانے کے لئے کھیتی کی مثال دی ہے، بیج کس طرح بھی ڈالو کھیتی ہوگی، یہودیوں کے عقیدہ کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، قرآن نے عورت کو کھیتی کہہ کر عورت کے مقام کو بلند فرمایا ہے، کھیتی کی کتنی اہمیت ہے، پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کے دماغ میں نہیں آسکتی۔

بغیر کھیتی کے دنیا فنا ہو جائے گی، دنیا ختم ہو جائے گی، بغیر کھیتی کے روٹی، چاول، دال، ساگ، سبزے، پھل فروٹ تمہیں کچھ بھی نہیں مل سکتا، کھیتی ہے تو دنیا ہے، کھیتی نہیں تو دنیا نہیں، کھیتی ہی کی طرح، عورت ہے تو دنیا ہے، عورت نہیں تو دنیا نہیں، عورت ہی کی کھیت سے ڈاکٹرس، انجینیئر، لکچرار، پروفیسرس، جج، وزیر اعلی، وزیر اعظم یہ سب عورت کی کھیتی سے پیدا ہوئے ہیں۔

ان سب کو عورت کا احسان ماننا چاہئے، ڈائرکٹر کمل چندرا اور پروڈیوسر بریندر بھگت اسی کھیتی کے تو پھل ہیں، عورت کو کھیتی بتا کر قرآن نے عورت کا بلند مقام بتایا، اس لئے تو اسلام کہتا ہے کہ جنت عورت کے قدم کے نیچے ہے۔

ڈائیلوگ ۲: عورت کو حمل کی حالت میں شوہر اپنے پاس بلائے، عورت کو نہ کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی سراسر جھوٹ ہے، نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ اسلامی کی کتابوں میں ہے، اسلام میں کوئی کام جبرا نہیں ہے، اسلامی لاء، کی مشہور کتاب ''ردالمحتار'' میں ہے:

''لا یحل لہ وطوھا بما یودی الی اضرارھا۔ اگر بیوی کو تکلیف یا نقصان کا اندیشہ ہو تو اس سے ہمبستری کرنا درست نہیں۔''

حمل کی مدت ۹/ ماہ کا ہے، اس میں میاں بیوی فیصلہ کرے کہ کب نقصان ہے، کب نقصان نہیں، یہ میاں بیوی کی مرضی پر ہے، تیسرے کو بیچ میں دخل دینے کی ضرورت کیا ہے؟

ڈائیلوگ ۳ : عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کی گئی ہے، کیوں کہ خدائے رب العزت کی طرف سے اس دنیا کا سب سے بڑا تحفہ مرد ہے۔

جواب : فلم کے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر کو میرا چیلنج ہے کہ کہیں بھی قرآن میں، حدیث میں، اسلامی بکس میں یہ دیکھا دے کہ عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کی گئی ہے، مجھے ہر سزا منظور ہے، اگر وہ نہ دکھا سکے تو کیا وہ اپنی فلم کو بینڈ کر دے گا، کیا میرا چیلنج قبول ہے، مرد ہو یا عورت صرف اور صرف خدا کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

سورۂ ذریت آیت نمبر ۵۶ ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ انسان صرف اور صرف اللہ کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کئے گئے۔

یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ اللہ کی طرف سے دنیا میں سب سے بڑا تحفہ مرد ہے، بلکہ حدیث کے مطابق دنیا میں بہترین تحفہ مرد نہیں، بہترین تحفہ عورت ہے، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''خیر متاع الدنیا الامراۃ الصالحۃ۔ نیک عورت دنیا کا بہترین تحفہ ہے۔''

اسلام کہہ رہا ہے عورت بہترین تحفہ ہے، یہ جھوٹ پھیلایا جا رہا ہے کہ مرد بہترین تحفہ ہے، سفید جھوٹ کی انتہا ہوگئی۔

ڈائیلوگ ۴: شوہر مجازی خدا ہے، مجازی خدا کے خلاف جانا کفر ہے اور کفر کی سزا موت ہے۔

جواب: یہ بھی سفید جھوٹ ہے، میں تو پہلی بار سن رہا ہوں کہ شوہر مجازی خدا ہے، نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے، نہ اسلامک بکس میں ہے، نہ کسی اسلامک اسکالر نے آج تک کہا کہ شوہر مجازی خدا ہے۔

اس ڈائیلاگ میں ۳/ جھوٹ ہے، پہلا جھوٹ شوہر مجازی خدا ہے، دوسرا جھوٹ مجازی خدا کے خلاف جانا کفر ہے، تیسرا

جھوٹ کفر کی سزا موت ہے۔

اسلام میں صرف ایک خدا ہے، وہ ہے اللہ کی ذات! قرآن فرماتا ہے، سورۂ بقرہ آیت نمبر۱۶۳/ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

مجازی خدا، دو چار خدا، اسلام میں ہیں ہی نہیں، تو شوہر مجازی خدا کیسے ہوگیا؟ دوسرا جھوٹ کہ شوہر کے خلاف جانا کفر ہے، نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے، نہ اسلامی لا میں ہے، کوئی مائی کالال یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ شوہر کی نافرمانی کفر ہے، جب ماں باپ کی نافرمانی کفر نہیں، تو شوہر کی نافرمانی کیسے کفر ہوگئی، اگر کوئی قرآن و حدیث سے ثابت کر دے تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں، اگر ثابت نہ کر سکے تو کیا ڈائریکٹر اور پروڈیوسر ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔

اس ڈائیلاگ میں تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ کفر کی سزا موت ہے، اسلام میں کفر کی سزا موت ہے ہی نہیں، اسلامی حکومت میں لاکھوں کافر رہے کسی کو موت کی سزا نہیں دی گئی، اسلام میں موت کی سزا صرف قاتل کے لئے اور شادی شدہ زانی کے لئے اس کے علاوہ کسی کے لئے نہیں۔

قرآن فرماتا ہے: سورۂ بقرہ آیت نمبر۱۷۵/ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى یعنی قاتل کی سزا موت ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کفر کی سزا موت، سراسر جھوٹ ہے، اللہ کریم اپنے پیاروں کے صدقے ہماری حفاظت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین۔

◆◆◆

چور اُچکوں اور درندوں سے اُن کی حفاظت کی گئی ہے۔

ہم دو ہمارے بارہ

اس فلم کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ کھلے عام مسلمانوں کو نشانہ بناکر الزام تراشی کی گئی کہ بڑھتی آبادی کا سبب مسلمان ہیں، حالانکہ گزشتہ چند سالوں کا محاسبہ کیا جائے تو آبادی کے لحاظ سے ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ 2023 کی آبادی سنسس کے مطابق ہندو آبادی 78.80 یعنی 110 /کروڑ ہے اور وہیں مسلم آبادی 14.23 یعنی 21 /کروڑ ہے۔

اب ذرا اندازہ لگائیں کہ آبادی کس کی وجہ سے زیادہ ہے، ہم دو ہمارے بارہ والا فارمولہ کس نے اپنایا؟ ہم دو ہمارے دو اور بچے دو ہی اچھے کا نعرہ لگانے والوں سے سوال کیا جائے کہ اب یہ قانون یاد کیوں نہیں آتا، اسلام کے روشن وتابناک چہرے کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کرنے والے، اسلامی قوانین اور قرآنی آیات کے متعلق غلط بیانی کرنے والے ذرا ہوش کے ناخن لیں، ورنہ ''نیوگ، کنتی، دروپدی، اہلیہ اور کرشن کی سیکڑوں بیویوں کے بارے میں ہم بھی جانتے ہیں۔

ہم حکومت سے اس فلم کی پابندی کی مانگ کرتے ہیں، گزشتہ کئی سالوں سے فلم انڈسٹری مسلمانوں کے خلاف ایسی فلمیں بناتی آرہی ہے جس کا حقائق سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، لہٰذا یہ ایک ناقابل معافی جرم ہے، جس کو مسلمان کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے، ایسے شرانگیزوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے جو سرعام قومی یکجہتی اور اخوت ومودت کا خون کر رہے ہیں اور فتنہ فساد کو بڑھاوا دے رہے ہیں، لہٰذا اس فلم کو فوری طور پر ریلیز ہونے سے روکا جائے، ایسی فلم بنانے والوں پر قانونی کارروائی کی جائے اور فلم انڈسٹری کو آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کی تلقین کی جائے، ربِّ کریم ایسے شرپسندوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور وطن عزیز ہندوستان میں امن وامان قائم فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

◆◆◆

ص ۴۲/ کا بقیہ..

اجاگر کیا ہے، جس طرح ڈائمنڈ اور سونا چاندی جیسی قیمتی اشیاء کو تجوری کے اندر مقفل کر کے رکھا جاتا ہے اور ملک کی اعلیٰ ترین شخصیات کو بلڈ پروف گاڑیاں اور حفاظتی دستہ کے درمیان رکھا جاتا ہے جس سے مقصود انہیں قید کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس طرح سے ان کی حفاظت کی جاتی ہے، اسی طرح سے اس بیش قیمتی خزانے (خواتین) کو پردے میں رکھ کر قید نہیں کیا گیا بلکہ ڈاکوؤں،

احوال وطن

از: محمد تحسین رضا نوری*

اسلام کی شبیہ خراب کرنے کی ناپاک کوشش

احوال وطن

ابتدائے آفرینش سے ہی یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین نے مذہب اسلام کی ایذا رسانی اور صفحہ ہستی سے مٹانے کی بھرپور کوششیں کی۔ شب و روز مسلمانوں کے ایمان کو مجروح کرنے اور اُن کو راہ راست سے ہٹانے کی سازشیں رچتے رہے۔ لیکن اللہ جل وعلا نے اس کی ایسی حفاظت فرمائی کہ اعدائے دین کے ناپاک عزائم کو وجود میں آنے سے قبل ہی خاکستر کر دیا اور مذہب اسلام کو مزید تقویت عطا فرمائی۔

اس مذہب برحق پر ہر چہار جانب سے آج بھی آئے دن حملے ہوتے رہتے ہیں، وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے ایمان کو لوٹنے اور اُن کو اُن کے مذہب و مسلک سے ہٹانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جن میں پھنس کر نا خواندگان مسلمان (معاذ اللہ رب العالمین) اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں کئی مرتبہ فلمی اسٹار کے غنڈوں نے The Kashmir Files, The Kerala history اور 72 Hooren جیسی فتنہ پرور فلمیں بنائیں، جس میں کذب بیانی کر کے مسلمانوں کے مابین انتشار پھیلانے کی کوشش کی گئی، ظالموں نے اتنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ حال ہی نے ''ہم دو ہمارے بارہ'' نامی ایک اور فلم بنائی گئی، جس کا رائیٹر راجن اگروال اور ڈائریکٹر بریندر بھگت ہے، اس فلم میں قرآن و احادیث اور اسلامی عقائد و نظریات کا غلط معنی و مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

اس فلم میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر 223 کا غلط مفہوم بیان کیا گیا، جس کے ذریعہ مسلمانوں کو خواتین کی بنسبت بشکل ظالم و جابر پیش کیا گیا، خواتین کی پردہ پوشی، گھروں سے نکلنے پر پابندی، میاں بیوی کے جنسی تعلقات اور کثرت سے بچے پیدا کرنے جیسی بہت سے معاملات کو غلط نظریہ سے پیش کیا گیا، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 223/ نساؤکم حرث لکم میں لفظ ''حرث'' کو محل استشہاد بنا کر خواتین کو اکسانے اور اُن کے قلوب و اذہان میں خلفشار پیدا کر کے اسلام کے تئیں کشمکش و پیچ میں مبتلا کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے اور اس فلم کے ذریعہ اُنہیں یہ ذہن دیا گیا کہ اسلام نے عورت کو مرد کی ''کھیتی'' کہا ہے، مسلمان اپنی عورتوں کو صرف تکمیل نفسانی خواہشات کے لیے استعمال کرتے ہیں، گویا کہ مذہب اسلام میں عورتوں کی کوئی قدر و اہمیت نہیں (معاذ اللہ) یقیناً اسلام اور مسلمانوں پر یہ ایک ایسا حملہ ہے جس نے مسلمانوں کے قلوب کو مجروح اور روح کو مضطرب کر کے دیا کیا واقعی اس آیت کا یہی مطلب ہے؟ تو آئیے پہلے اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھتے ہیں۔

نساؤکم حرث لکم کی توضیح و تفسیر

اللہ جل مجدہ اپنے لاریب کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

''نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّی شئتم و قدموا لانفسکم۔ یعنی تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں، تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔''

اوّلاً: یہ سمجھیں کہ اس آیت کریمہ میں ربِّ ذوالجلال نے عورتوں کو کھیتی سے کیوں تعبیر فرمایا؟ اور کھیتی سے کیا مراد لیا گیا، آئیے اس آیت کریمہ کا شان نزول ملاحظہ فرمائیں۔

شان نزول: روایت میں ہے یہودیوں کا یہ گمان تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے پیچھے کی جانب سے قبل میں یعنی آگے کے مقام میں جماع کرے تو ایسی صورت میں بچّہ بھینگا پیدا ہوگا۔ (اس لیے پیچھے کی جانب سے آگے کے مقام میں جماع نہیں کرنا چاہیے) یہودیوں کی یہی بات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے

جناب میں پیش کی گئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور عقد نکاح سے یہی مقصود ہے کہ عورت کھیتی کی جاہ ہے اس پر جس جگہ سے جس طرف سے جماع کیا جائے دُرست ہے۔(ملخص: تفسیر روح البیان)

پتہ چلا کہ یہاں پر عورت کو لفظ کھیتی سے تعبیر اس لیے کیا گیا کہ جس طرح سے آدمی کو اپنی کھیتی پر اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھیت میں جہاں سے چاہے داخل ہو۔اسی طرح نکاح کے بعد عورت پر بھی اس کو پورا اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جس طرف سے چاہے آگے کے مقام میں جماع کرسکتا ہے۔

ثانیاً:اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ عورت سے غیر فطری تعلق قائم کیا جائے، پیچھے کی جانب سے بھی جماع صرف آگے کے مقام میں ہی جائز ہے، یہودی ونصاریٰ اور جانوروں کی طرح دبر یعنی پیچھے کے مقام میں لواطت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔کیوں کہ دبر کھیتی کی جگہ نہیں، یعنی بچہ پیدا ہونے کا مقام قبل ہے، وہی ایسی جگہ ہے جہاں بیج بویا جاتا ہے، لہٰذا جانوروں کی طرح پیچھے کے مقام میں صرف تکمیل ہوس کے لیے لواطت ہرگز روا نہیں۔

خواتین کو کھیتی سے تشبیہ دینے کی وجہ

قرآن کریم نے عورتوں کو آخر کھیتی سے ہی تشبیہ کیوں دی، کسی اور چیز سے کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب دینے سے قبل چند باتیں عرض کرتا چلوں کہ خود معترضین اپنی محبوبہ کو کبھی چاند سے تشبیہ دیتے ہیں تو کبھی پھول سے تو کبھی چمیلی سے۔تب منفی سوچ کے حاملین اعتراض کیوں نہیں کرتے کہ چاند سے تشبیہ کیوں دی، چاند پر کتنے سارے داغ ہوتے ہیں اور چاند ایک کھلی ہوئی چیز ہے جو چاہے اسے دیکھ سکتا ہے۔یا پھول سے تشبیہ کیوں دی، پھول کی خوشبو کوئی بھی آکر سونگھ کر چلا جاتا ہے، یا مسل کر پھینک دیتا ہے۔تب عورتوں کی قدر و قیمت اور اہمیت و کردار یاد کیوں نہیں آتا؟ کیا خواتین اتنی سستی ہیں کہ کوئی بھی آکر اُنہیں سونگھ کر چلا جائے یا مسل کر پھینک دے؟ لیکن قرآن کریم کے اس فرمان پر فوراً دیوث قسم کے لوگ آگ ببولا ہو گئے۔

یاد رکھیں! قرآن کریم کے ایک لفظ کے کئی کئی معانی و مطالب ہیں، جس کا سمجھنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں، قرآن کریم مثل سمندر ہے اور سمندر میں کیا کیا ہے یہ ہر کوئی نہیں جان سکتا، لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خواتین کو لفظ ''حرث'' سے تشبیہ دے کر اُن کی تضحیک و تذلیل نہیں کی، بلکہ مزید اُن کے عزت و وقار کو بڑھا دیا، آپ دیکھیں! کھیتی کا مالک کسان ہوتا ہے اور کسان اپنی کھیتی کے لیے کس قدر فکرمند رہتا ہے، شب و روز اس کی حفاظت کرتا ہے، صبح سویرے ہی اٹھ کر اپنے کھیت پر چلا جاتا ہے، اس میں پانی وغیرہ لگا کر بیج بوتا ہے اور بکریوں، بھیڑیوں، ہاتھیوں اور ہر طرح کے موذی جانوروں سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرتا ہے، کسان اگر اپنی کھیتی کی طرف سے توجہ ہٹا دے تو کھیتی مرجھا جائے گی، ساری فصل برباد ہو جائے گی۔

پتہ چلا کہ ربِّ کریم نے شوہروں کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بیویوں کی حفاظت اپنی کھیتی کی طرح کریں، شب و روز اُن کا خیال رکھیں، اُن کی ساری ضروریات پوری کریں، ایک لمحہ کے لیے بھی اُن کی طرف سے اپنی توجہ نہ ہٹائیں، لہٰذا معترضین ذرا اپنے گھر کا جائزہ لیں کہ اُن کے یہاں خواتین کو کیسے رکھا جاتا ہے، اُن کے ساتھ کس طرح کے ناروا سلوک کیے جاتے ہیں جو کہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

خواتین کے لیے پردہ قید خانہ نہیں

ہم ایک ایسے دور پُرفتن میں جی رہے ہیں جس میں پردہ کرنے کو قدامت پسندی اور عریانیت کو جدت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ناخواندہ ہوس پرست افراد عورتوں کو پردے میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ بے پردگی کو فیشن گردانتے ہیں، وہیں کچھ منفی سوچ رکھنے والی خواتین بھی اپنے اوپر عائد کیے گئے اسلامی احکامات کو ظلم تصور کرتی ہیں اور پردے کو بالائے طاق رکھ کر مرکز چشمان ہوس بننا پسند کرتی ہیں، یاد رکھیں! پردہ خواتین کے لیے کوئی قید خانہ نہیں بلکہ شہوت پرستوں کی بری نظر سے حفاظت کا سامان ہے، مذہب اسلام نے عورت کو پردے میں رکھ کر اس کی قدر و قیمت اور اہمیت و فضیلت کو بقیہ ص۴۰ پر

تیرہویں قسط

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ سالہ دردناک سفر

گزشتہ سے پیوستہ

27 دسمبر، 2007 اڑیسہ، وزیر اعلیٰ نوین پٹنا یک، پارٹی بیجو جنتا دل، 2000 سے 2024 تک، تشدد 24 دسمبر کو شروع ہوا اور 27 دسمبر 2007 کو ختم ہوا۔ 24 دسمبر کو ہندوؤں اور عیسائیوں کے درمیان کرسمس کی تقریبات پر تشدد شروع ہوا جہاں سنگھ پریوار کی مختلف تنظیموں کے 500 سے 3000 ارکان کے ہجوم نے کرسمس کی کئی سجاوٹوں کی بے حرمتی کی اور بہت سے عیسائی زخمی ہوئے، اسی دن لکشمنا نند سرسوتی اور ان کے ڈرائیور پر کچھ عیسائیوں کے ذریعے مبینہ حملہ کیا گیا جب ان کے کچھ محافظوں نے مبینہ طور پر چرچ کے سامان کی توڑ پھوڑ کی، کوئے سماج جس نے عیسائیوں کو قبائلی حیثیت دینے کے خلاف احتجاج کیا تھا، اس کے ساتھ مل کر وشو ہندو پریشد، راشٹریہ سویم سوک سنگھ، بجرنگ دل اور ونواسی کلیان آشرم کی قیادت میں عیسائیوں کے خلاف جھڑپیں ان واقعات کے بعد بھڑک اٹھیں، جہاں 100 سے زائد گرجا گھروں کو نقصان پہنچا، 700 گھروں کو جلایا گیا، توڑ پھوڑ یا نقصان پہنچایا گیا۔

فسادات کے آخری دن کے دوران عیسائیوں کی جوابی کارروائی بھی ہوئی جس میں ضلع کے مختلف مقامات پر ہجوم نے ہندوؤں کے تقریباً 120 مکانات کو نذر آتش کر دیا، سرکاری طور پر مرنے والوں کی تعداد تین عیسائیوں کی ہلاکت مانتی ہے لیکن دیگر رپورٹوں کے مطابق مرنے والوں کی تعداد تقریباً 50 ہے، فسادات کا سبب ہندوؤں کا عیسائی مذہب قبول کرنا تھا جس کی وجہ سے ہندو انتہا پسند تنظیمیں سخت ناراض تھیں کندھمال ضلع میں 100,000 سے زیادہ عیسائی مقیم ہیں جہاں ان میں سے 60٪ نے شیڈول کاسٹس (SC) سے مذہب تبدیل کیا اور مقامی طور پر پانا عیسائی کہلاتے ہیں۔ وہ دلت تھے اور وہ قبائلی کاندھا کی طرح کوئی زبان بولتے ہیں، یہ ضلع نسلی طور پر کئی دہائیوں سے قبائلی کوئے بولنے والے کاندھا قبائل اور نچلی ذات کے کوئی بولنے والے عیسائی پنوں کے درمیان تقسیم ہے جو اپنے معاشرے میں ایک غالب مقام پر فائز ہیں، کوئی سماج کی ایک سنگھ سے منسلک قبائلی تنظیم نے دعویٰ کیا کہ وہ کندھا کے تمام قبائلیوں کی نمائندگی کرتی ہے جو ضلع کی آبادی کا تقریباً 52٪ تھے، آئین کے مطابق، تبدیلی مذہب کے بعد SC سے ریزرویشن کے فوائد کو ہٹا دیا جاتا ہے لیکن پانا عیسائیوں نے 2002 کے صدارتی حکم کے بعد شیڈولڈ ٹرائب (ST) کا درجہ دینے کا مطالبہ کیا جس میں کوئے قبائل کو ST زمرے میں شامل کیا گیا تھا کیونکہ پانا عیسائی بھی کوئے زبان بولتے ہیں۔

وشو ہندو پریشد (VHP) کوئی سماج اور دیگر سیاسی رہنماؤں نے اس کی مخالفت کی جو علاقے میں اپنے ووٹ بینک کی حمایت کے لیے ہندو قبائلیوں پر انحصار کرتے ہیں، یہ کشیدگی جلد ہی فرقہ وارانہ فسادات میں بدل گئی۔

\Das, Sib Kumar (26 December 2019) "Kandhamal rises above violent past on Christmas"The Hindu. ISSN 0971-751X. Retrieved 16 April 2020. CHATTERJI, ANGANA (January 2008). "Kandhamal: Hindutva's terror Charting the history of sangh parivar violence in Orissa" Communalism Combat. Retrieved 16 April 2020. Human Rights Watch (29 December 2007). "India: Stop Hindu-Christian Violence in Orissa". Human Rights Watch. Retrieved 16 April 2020.

احوال وطن

اڑیسہ کندھ مال، 2008، وزیر اعلیٰ نوین پٹنا یک، پارٹی بیجوجنتادل، 2000 سے 2024 تک، 2008 کے کاندھمال تشدد کے دوران ایک 28 سالہ راہبہ کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کا معاملہ پیش آیا، فسادات کے دوران اس واقعے نے عالمی میڈیا کی توجہ حاصل کی، ایک ہندو راہب اور اس کے چار شاگردوں کے قتل کے بعد ہندو قوم پرستوں اور عیسائیوں کے درمیان تشدد پھوٹ پڑا۔ کندھمال ضلع میں تشدد کے دوران، قبائلیوں کے ساتھ کام کرنے والی ایک کیتھولک راہبہ کو ایک پادری کے ساتھ اس گھر سے لے جایا گیا جہاں اس نے پناہ لی تھی، ایک ہجوم نے " بھارت ماتا کی جئے" کا نعرہ لگایا، ہجوم اسے دوسری جگہ لے گیا جہاں اس کی عصمت دری کی گئی یہاں تک کہ ایک اور ہجوم آیا اور اسے سڑکوں پر آدھا برہنہ کر دیا، اسے مارا پیٹا اور اسے مکمل طور پر برہنہ کر کے بازار میں لے جانے کی کوشش کی، جہاں پولیس نے مداخلت نہیں کی۔ پادری کو مٹی کا تیل چھڑک کر زندہ جلانے کی کوشش کی گئی، بعد ازاں راہبہ اور پادری کو پولیس کی تحویل میں لے لیا گیا۔ راہبہ نے پولیس پر الزام لگایا کہ وہ حملہ آوروں کے ساتھ مبینہ طور پر دوستانہ رویہ رکھتی ہے، بعد ازاں 3 ملزمان کو عصمت دری کے الزام میں سزا سنائی گئی اور 6 دیگر کو عدم ثبوت کی بنا پر بری کر دیا گیا۔

حکومتی رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ تشدد کے نتیجے میں کم از کم 39 افراد ہلاک ہوئے، 365 سے زیادہ گرجا گھروں کو توڑ پھوڑ یا تباہ کیا گیا، 5,600 سے زیادہ مکانات لوٹ لیے گئے یا جلا دیئے گئے، 600 دیہات میں توڑ پھوڑ کی گئی اور 54,000 سے زیادہ لوگ گھروں سے دور ہو گئے، جب کہ دیگر رپورٹوں میں مرنے والوں کی تعداد تقریباً 100 تک پہنچ گئی اور 40 سے زیادہ خواتین کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا اور بہت سے عیسائیوں کو تشدد کے خطرے کے ساتھ ہندو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سینٹر فار چائلڈ رائٹس کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کم از کم 300 گرجا گھروں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ 13 کالجوں، اسکولوں اور 5 این جی او دفاتر کو نقصان پہنچا۔ تقریباً 30,000 لوگ مہینوں تک ریلیف کیمپوں میں مقیم رہے۔ تقریباً 2,000 لوگوں کو ہندو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔

کندھمال کمیٹی برائے امن اور انصاف کی ایک تحقیق کے مطابق، اگست 2008 کے حملوں کے دوران 395 گرجا گھروں اور عبادت گاہوں اور 6,500 سے زیادہ گھروں کو توڑ پھوڑ اور زمین بوس کر دیا گیا تھا۔ اپنی رپورٹ میں، سی پی آئی کی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے حکام کے حوالے سے اعتراف کیا ہے کہ ایک ماہ سے جاری چرچ مخالف فسادات میں جس میں وی ایچ پی اور بجرنگ دل نے مرکزی کردار ادا کیا تھا، کم از کم 500 افراد مارے گئے تھے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایک سینئر سرکاری اہلکار نے نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست پر بتایا کہ اس نے ذاتی طور پر جنگل اور آگ سے ملنے والی 200 لاشوں کو ٹریکٹر میں لوڈ کرنے کے بعد نکالا اور بتایا کہ قتل کی شدت اور رفتار کے لحاظ سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے، قریب 500 لوگ، رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ یہ واقعات پولیس کے سامنے ہوئے اور پولیس خاموش تماشائی بنی رہی.......14 اکتوبر 2008ء کو، کٹک کے آرچ بشپ رافیل چیناتھ نے فسادزدہ علاقوں میں منہدم اور تباہ شدہ گرجا گھروں کی تعمیر نو کے لیے 30 ملین معاوضے کے لیے سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ انہوں نے فسادات میں ہلاک ہونے والوں کے لواحقین کے لیے 550,000 روپے اور ان لوگوں کو 60,000 روپے کے معاوضے کا بھی مطالبہ کیا جن کے مکانات کو نقصان پہنچایا یا نذر آتش کیا گیا تھا۔

Das, Prafulla (25 September 2008). "Project Orissa". Frontline. Retrieved 2021-01-31. "India: New and protracted displacement ongoing in absence of formalised response India". ReliefWeb. 22 December 2008. Retrieved 2020-04-13. Indian Express. 2018-08-24. Retrieved 2020-04-14. "Kandhamal without closure". The Indian Express. 2018-08-26. Retrieved 2020-12-09.

احوال وطن

اندور (مدھیہ پردیش) 2008 وزیر اعلیٰ شوراج سنگھ چوہان، پارٹی بی جے پی کشمیر میں شری امرناتھ شرائن بورڈ کو منتقل کی گئی زمین کے حکم نامے کو کالعدم قرار دینے کے خلاف بھارت بند کے دوران مدھیہ پردیش کے شہر اندور میں تین افراد ہلاک ہوگیے ہوئے۔ بھارت بند کا اعلان وشو ہندو پریشد یعنی وی ایچ پی نے کیا تھا اور اس ملک گیر بند کا اثر کئی صوبوں میں دیکھا گیا، مدھیہ پردیش کے انسپکٹر جنرل انل کمار کے مطابق اندور میں مظاہرے کے دوران ہونے والے تصادم میں تین افراد ہلاک ہوئے، جبکہ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق مرنے والوں کی تعداد پانچ رہی، پولیس کے مطابق اندور میں مظاہرین کی طرف سے پتھراؤ کیا گیا جس کے جواب میں پولیس کو گولی چلانی پڑی اور پانچ تھانوں علاقوں میں کرفیو نافذ کیا گیا، جموں میں بھی کرفیو کے درمیان پرتشدد مظاہرے ہوئے، جموں خطے کے کٹھوا، موگا، ادھمپور، بھدیرواہ اور بعض دیگر علاقوں میں کرفیو نافذ رہا جن میں کئی علاقوں میں پرتشدد مظاہرے ہوئے۔ جموں میں بی بی سی کی نامہ نگار بینو جوشی کے مطابق صوبائی حکومت نے حالات پر قابو پانے کے لیے فسادات مخالف ریپڈ ایکشن فورس طلب کیں، وی ایچ پی کی اس ہڑتال کو بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) شیوسینا اور بعض دیگر ہندو نواز سیاسی جماعتوں کی حمایت حاصل رہی۔

27 جولائی 2012، وزیر اعلیٰ ترون گوگوئی، پارٹی، بھارتی راشٹری کانگریس پارٹی 27 جولائی 2012 کو آسام کے وزیر اعلیٰ ترون گوگوئی نے یو پی اے کی قیادت والی قومی حکومت کو "فسادزدہ علاقوں میں فوج کی تعیناتی میں تاخیر" کا ذمہ دار ٹھہرایا، اگلے دن، بھارتی وزیر اعظم من موہن سنگھ نے کوکراجھار میں ریلیف کیمپوں کا دورہ کیا اور حالیہ تشدد کو بھارت کے چہرے پر دھبّہ قرار دیا۔ ہندوستانی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے پیر، 30 جولائی کو ریاست کا دورہ کیا تاکہ سیکورٹی کی صورت حال اور امداد اور بحالی کے اقدامات کا جائزہ لیا جا سکے، کوکراجھار سے لوک سبھا کی رکن، سنسوما کھنگگور بسومتھیاری نے ریاست میں تشدد کے لیے غیر قانونی امیگریشن کو ذمہ دار ٹھہرایا، ہندوستان کے الیکشن کمشنر، H.S. برہما نے کہا کہ آسام کے 27 اضلاع میں سے، 2011 کی مردم شماری کے اعداد و شمار شائع ہونے پر ان میں سے 11 میں مسلم اکثریت ظاہر کی جائے گی۔ سنگھ کو بنگلہ دیش سے غیر قانونی تارکین وطن کے سیلاب سے نمٹنے کے لیے تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

شمال مشرقی ہندوستان سے ہزاروں لوگوں کے تشدد اور انخلا نے مبینہ طور پر آسام میں متعدد مقامات پر، کئی مہینوں کے دوران مسلسل مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اگست–ستمبر، مظاہرین کا بنیادی مطالبہ آسام سے غیر قانونی دراندازوں کا سراغ لگانا اور ملک بدر کرنا تھا۔ 15 ستمبر کو غیر سیاسی مقامی نسلی گروہوں کے ایک کنونشن میں بوڈو، دیماسا، تیوا، دیوری، کاربی، گارو، رابھا، سونووال، کچاری قبائل اور دیگر مقامی برادریوں کی نمائندگی کرنے والی تنظیموں نے اس مقصد کے لیے ایک رابطہ کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا۔ قبائلی رہنماؤں نے کہا کہ غیر قانونی امیگریشن نے پوری ریاست کے تمام مقامی لوگوں کے وجود، زمین کے حق اور وسائل کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور یہ صرف BTAD تک محدود نہیں ہے۔

پس منظر 2012 میں تشدد مقامی بوڈو لوگوں اور بنگالی بولنے والے مسلمانوں کے درمیان نسلی کشیدگی کے بعد ہوا، جب کہ بنگالی بولنے والے مسلمان کہتے ہیں کہ وہ مشرقی بنگالی مسلمانوں کی اولاد ہیں جنہیں برطانوی راج کے دوران آسام میں لایا گیا تھا، مقامی مقامی برادریوں کا الزام ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے، جسے 1971 کی ہند–پاکستان جنگ سے قبل سابقہ مشرقی پاکستان سے آنے والے پناہ گزینوں نے بڑھایا تھا۔

Indian Express. 28 July 2012.Retrieved 9 August 2012."As Tensions in India Turn Deadly, Some Say Officials Ignored Warning Signs. Asia Pacific. 28 July 2012.Retrieved 2 July 2013

جاری.........

از: محمد انس حامی برکاتی*

قرآنی تعلیمات کی غلط تشریح کا نیا طریقہ

نوجوانانِ اسلام

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے ہمیں دینِ حق اسلام اور مذہب حق اہل سنت وجماعت میں پیدا فرمایا، تمام ادیان میں دینِ حق اسلام ہے اس میں کوئی شک نہیں کر سکتا، اس لیے کہ جو حق پر ہوتا ہے اس کو مٹانے کے لیے دشمن ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے دشمن ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور رہیں گے مگر ہمارے دینِ حق کو نہ شکست دے پائے نہ دے پائیں گے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے ایمان وعقیدے کی حفاظت کریں۔

دشمنانِ اسلام بر دینِ اسلام طرح طرح سے حملے کر رہے ہیں اور مضر ترحملہ وہ ہے جس میں خدائے ذوالجلال کی مقدس آیات اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس احادیث کے صرف ایک جز کو لے کر لوگوں کے درمیان غلط انداز میں پیش کیا جا رہا ہے، مثلاً اس زمانے میں مسلمانوں کو بالخصوص لڑکیوں کو دینِ اسلام سے ہٹانے کے لیے دشمنوں نے اللہ تعالیٰ کی ایک مقدس آیت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، نہ اس آیت کو مکمل ذکر کیا نہ اس کے ماقبل آیت کو بس ایک جز کو لیا اور نہایت غلط طریقے سے لوگوں کے سامنے پیش کیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ۔ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔“ [ترجمہ کنز الایمان]

اس آیتِ کریمہ کو دشمنوں نے لوگوں کے سامنے پیش کر کے اسلام پر جو ناپاک الزام لگائے ہیں وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو کھیتی فرمایا یعنی اسلام میں عورت کا مقام فقط اتنا کہ وہ مرد کی کھیتی ہے تو مرد عورت کے ساتھ جو چاہے وہ کرے اور جس وقت جس طرح چاہے فائدہ اٹھائے، عورت کو نا کہنے تک کی اجازت نہیں، نیز یہ کہتے ہیں کہ مرد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کا سب سے بڑا تحفہ ہے، نہ کہ عورت اور عورت فقط اس لیے پیدا کی گئی کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے، شوہر کا دل بہلائے نیز یہ کہ عورت ازار بند کی طرح ہے، جب تک اندر رہے گی تب تک محفوظ رہے گی، اسلام پر اتنے گندے حملے کر کے بھی سکون نہیں ملا کہ مذکورہ آیت لاریب کے متعلق کہا کہ مذہب اسلام کے مطابق عورت بچہ پیدا کرنے کی مشین ہے، معاذاللہ رب العلمین۔

ظاہر ہے کہ جب دشمنان اسلام اس انداز میں لوگوں کے سامنے غلط باتیں پیش کریں گے تو کمزور ایمان والے مسلمان ضرور مرتد ہو جائیں گے اور یہ وبا لڑکیوں میں زیادہ پھیلے گی جیسا کہ دیکھا بھی جا رہا ہے، اختصار کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے فرمان عالیشان کا کیا مطلب ہے، سورۃ البقرہ آیت ۲۲۳/ سے پہلے آیت ۲۲۲/ کا جاننا ضروری ہے، جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورتوں کا حق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

”وَيَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم، تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں میں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا، بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔“ [ترجمہ کنز الایمان]

اللہ رب العزت نے عورتوں کو کھیتی فرمایا اور جس طرح چاہو جانے کا حکم فرمایا، اس میں جو باتیں غور کرنے والی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں: آیت ۲۲۳ر کو لے کر کافروں نے چال چلی اور آیت ۲۲۲ر کو پوشیدہ رکھا، اللہ رب العزت نے سورۂ بقرہ آیت ۲۲۲ر میں ارشاد فرمایا کہ جب عورت حیض (Period) کی حالت میں ہو تب اس کے قریب نہ جاؤ کیونکہ وہ گندگی ہے اور اسی آیت کے آخر میں خدائے پاک نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک ستھروں کو پسند فرماتا ہے، اس جگہ ایک بات معلوم ہوئی کہ اسلام صاف وشفاف دین ہے، پھر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ پاک ہو جائیں تو قربت کر سکتے ہو اور اس جگہ سے جہاں سے اللہ پاک نے حکم دیا، اس آیت کے متعلق تفسیر مدارک التنزیل ج۱ر میں ہے:

”مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ“ مِنَ الماتِی الَّذِیْ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ بِہٖ، وَحَلَّلَہٗ لَکُمْ وَھُوَ الْقُبُلُ۔ یعنی جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا یعنی: عورت سے اس مقام میں جماع کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال فرمایا ہے اور وہ اگلی شرمگاہ ہے۔“

اب آئیں آیت ۲۲۳ر میں! اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں، تفسیر مدارک میں اس آیت کریمہ کے تحت فرمایا: عورتیں تمہارے لیے کھیتی باڑی کرنے کی جگہ ہے اور یہ مجاز ہے کہ ان کو کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے رحموں کے اندر جو نطفہ ڈالا جاتا ہے جس سے نسل پیدا ہوتی ہے اس کو زمین میں بیج ڈالنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور پیدا ہونے والی اولاد کو کھیتی کے ساتھ! پھر یاد رہے ”فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ۔ یعنی اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ“ یہ ماقبل آیت میں مذکور فرمانِ الٰہی ”مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ“ کی توضیح وتشریح ہے، تفسیر مدارک میں ہے: بے شک وہ مقام جہاں آنے کا اللہ پاک نے تمہیں حکم دیا، وہ کھیتی کا مکان ہے اور یہی حرث ہے نہ کہ وہ مقام فرث کا ہے، تو فرمانِ الٰہی کا ستھرا مطلب یہ ہوا کہ جب عورتیں پاک وصاف ہوں تو اگلے مقام میں جس طرح چاہو آؤ نہ یہ کہ عورتیں مرد کے لیے محض Time Pass ہیں کہ جو چاہو کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کے لیے بنایا، دونوں کو ایک دوسرے کی حاجت ہے، نیز یہاں تو اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق بیان فرمایا کہ شوہر سے اس کو تکلیف نہ پہنچے، اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان دیکھیں:

”وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ (الزمر، آیت ۲۱) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ اُن سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبّت اور رحمت رکھی بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔“ [ترجمہ کنز الایمان]

دکھاؤ ایسا مذہب! جہاں اتنا انصاف و پاکی ہو اور عورت کے لیے اتنے بڑے بڑے حقوق بیان ہوئے ہیں، اب آئیں دشمنوں کی چال کی طرف کہ اللہ رب العزت نے عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی، اس سے اسلام کی ستھرائی سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح کھیت پر مالک حرث کا ہی قبضہ ہوتا ہے کوئی اور اس میں کچھ نہیں کر سکتا، یوں ہی اسلام میں عورت بھی فقط شوہر کی ہے، کسی اور کا دوسرے کی بیوی پر کوئی حق نہیں، کیا عورتوں کی عزت کا لحاظ جتنا اسلام نے فرمایا اس کا ایک فیصد بھی دوسرے ادیانِ میں سے کسی میں دکھاؤ اور کھیتی سے مراد اولاد ہے اور اولاد بذریعۂ مرد وعورت ہی پیدا ہوتی ہے، پھر خدائے ذوالجلال جتنی چاہے اولاد عطا فرمائے اس میں تعجب کیسا؟ نیز اسلام میں کہیں نہیں کہ ۱۲—۱۴ر بچے پیدا کرنا ضروری ہے، بلکہ اسلام کی ستھرائی اتنی زیادہ ہے کہ اسلام میں نکاح کا اصل مقصد بھی نسل آگے بڑھانا ہوتا ہے، بس خود سے کہہ دیا کہ اسلام نے عورت کو کھیتی فرمایا اور بچہ پیدا کرنے کی مشین بنادی۔

تو اب ذرا یہ بتاؤ کہ بچہ عورت کے ذریعہ سے پیدا نہیں ہوگا تو کیسے ہوگا؟ چاہے ایک بچہ کی ولادت ہو مشین پھر بھی عورت ہوئی تو یہ الزام بہت گھٹیا ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، پھر

مخالفین کا کہنا کہ عورت حمل کی حالت میں بھی ہو تو بھی اگر شوہر بلائے تو منع کرنے کی اجازت نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ پہلے اسلام کے احکام جان لو پھر کچھ کہنا، دشمنان اسلام لوگوں کے دل میں ایسی ناپاک ترین باتیں ڈالتے ہیں، جن کو یہ معلوم ہے کہ الف کے بعد ب آتا ہے مگر ب کے بعد پ کس میں آتا ہے اور ث کس میں یہ نہیں معلوم، بس شروع کی ایک دو باتیں جان کر خود پر بھی جہنم لازم کر لیا مرتد ہو کر اور اب دُوسروں کو بھی مرتد بنا کر جہنم لے جانا چاہتے ہیں، ایک اعتراض کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا تحفہ مرد ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ۔ (النساء–۳۴) مرد افسر ہیں عورتوں پر۔" (ترجمہ کنزالایمان)

اگر اس آیت میں مرد کو عورت پر فضیلت دی گئی ہے تو بہت سی جگہ عورت کو مرد پر فضیلت حاصل ہے، رہی بات اللہ کے نزدیک مرد بہتر یا عورت تو ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا کہ اجر میں مرد و عورت برابر ہیں:

"فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۔ (آل عمران، آیت ۱۹۵) تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔" (کنزالایمان)

اگر مرد کچھ باتوں میں افضل ہے تو اسلام نے عورتوں کو بھی یہ مقام دیا ہے، پھر یہ کہنا کہ عورت شوہر کے ازار بند کے مثل ہے، یہ سوائے نفرت کے کچھ اور نہیں ہے، اسلام نے کیا درس دیا دیکھیں، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا :

"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔" (البقرۃ:۱۸۷)

ایک یہ بھی الزام ہے کہ اسلام نے عورتوں کو کوئی حق نہیں دیا؟ ارے عقل کے اندھو! پہلے قرآنِ عظیم پڑھ تو لیتے بس البقرۃ، آیت ۲۲۳/البقرۃ، آیت ۲۲۳/کرتے رہو گے، تھوڑا آگے بڑھو آیت ۲۲۸/دیکھو تو معلوم ہو کہ جو کسی دین میں نہیں وہ اسلام میں ہے، رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (البقرۃ، آیت–۲۲۸) اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے۔" (ترجمہ کنزالایمان)

پھر آؤ تفسیر مدارک میں اس آیتِ کریمہ کے تحت ارشاد فرمایا: عورتوں کے حقوق مردوں پر واجب و لازم ہیں، جیسے حق مہر ادا کرنا، نان و نفقہ دینا اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا اور ان کے ساتھ حسن معاشرت سے رہنا اور ان کو ضرر و نقصان نہ پہنچانا، ایسے ہی اسلام نے عورتوں پر بھی کچھ ذمہ داریاں رکھیں کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے مگر اسی چیز میں جس کی اسلام اجازت دیتا ہے اور اسلام صرف نیکی اور حسن سلوک کی اجازت دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اسلام نے مردوں پر عورتوں کے حقوق لازم فرمائے، پھر اگر آئیں حرث پر تو کھیت میں کھیتی کا بھی وقت ہوتا ہے، جب وقت ہو تب جس طرح چاہو جاؤ، بے وقت کھیتی باعثِ بربادی ہے، تو جب وہ حیض وغیرہ کی حالت میں ہوں گی تو ان کے قریب جانے سے ان کو تکلیف ہوگی اور اسلام نے عورتوں سے تکالیف کو دور فرمایا ہے تو صرف لفظ حرث سے مقام نسواں معلوم ہو رہا ہے، غور کریں کہ اسلام میں عورتوں کا مقام کیا ہے، مخالفین اسلام پر حملہ کر کے خود پھنس گئے۔

اسلام نے عورت کو کیا دیا؟

قبل اسلام عورت کا مقام کیا تھا؟ زندہ درگور ہوتی تھیں، شوہر مر جاتا تو اس کی بیوی کو بھوکا پیاسا رکھ کر کمرے میں قید کر دیا جاتا پھر مہینوں بعد اس کی لاش نکالی جاتی یا پھر شوہر کی چتا کے ساتھ اسے بھی آگ کے حوالہ کر دیا جاتا، یا اس کے لڑکے اس کی بیوہ کے مالک و مختار بن جاتے، وہ چاہتے تو کوئی اپنی ہی ماں سے شادی کر لیتا یا پھر چاہتا تو اسے بیچ کر مال لے لیتا لیکن اسلام کی آمد کے بعد دنیا نقشہ ہی بدل گیا، بالخصوص عورتوں کا مقدر بلند ترین ہو گیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدا تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو انسانیت کا درس دینے اس دنیا میں بھیجا تب انسانوں نے جانا کہ انسانیت کیا ہے، جن عورتوں کا مقام قبل اسلام کچھ نہیں تھا، اسلام نے آکر ان کے قدموں کے نیچے جنت رکھ دی، یہ درسِ اسلام ہی تو ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے ایک رحمت کے ساتھ اور لڑکی پیدا ہوتی ہے دس رحمتوں کے ساتھ! یہ اسلام ہی تو ہے کہ ماں کا حق بچوں پر زیادہ ہے باپ سے! یہ اسلام ہی تو ہے کہ نکاح کے لیے پہلے لڑکی سے اجازت لی جاتی ہے، اگر لڑکی نے منع کر دیا تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ دستور جہاں ہے کہ جو قیمتی خزانہ ہوتا ہے اسے ہر کوئی چھپا کر رکھتا ہے تا کہ دوسرے کی نظر نہ پڑے اور وہ خزانۂ ثمین اسلام نے مرد کو نہیں عورت کو بنایا، تبھی عورتوں کو پردے میں رہنے کا حکم دیا گیا تا کہ کسی اور کی ناپاک نظران پر نہ پڑے، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَۃٍ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح علم حاصل کرنے کا حق اسلام نے دیا ہے، تو وہ لوگ بالخصوص وہ عورتیں جو اسلام پر گندے الزامات لگاتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں کا مقام ختم کر دیا، وہ فیصلہ کریں کہ قبل اسلام کے حالات اچھے تھے یا بعد اسلام کے؟ اسلام نے ان کے مقام کو زیر زمین اور زندہ درگور ہونے سے بچا کر آسمان کی بلندیوں سے اوپر پہنچا دیا، تو یہ کہنے والے شیطان کے بہکاوے میں ہیں، انھیں اپنی عقل پر پڑا پردہ ہٹا کر حقیقت کے نور کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

وہ لڑکیاں جو مرتد ہو کر دینِ حق سے پھر رہی ہیں وہ غور کر لیں کہ وہ کس جنت سے نکل کر کس دوزخ میں جا رہی ہیں، جس اسلام کو وہ اس بنا پر چھوڑ رہی ہیں کہ دینِ حق اسلام میں عورتوں کے حقوق چھین کر ان کو قید کر کے زیادتی کی جا رہی ہے، کس دین میں جا رہی ہیں؟ اس دین میں جس میں ایک عورت جس کو بہت اونچا مقام دیا گیا، اس کو اس کے دشمن نے اغوا کر لیا اور اپنے ملک لے گیا، اس نے اس کی عزت پر حملہ کیا یا نہیں اس سے قطع نظر جب وہ واپس اپنے گھر آئی تو اس کو اَپَوتر ثابت کر کے گھر والوں نے ہی گھر سے نکال دیا، جہاں بڑوں کی Purity پر ہی بھروسہ نہ ہو اس دین میں کیا تمہاری کیا اوقت ہوگی، اندازہ کر لو، لڑکیاں انصاف کن اسلام کو چھوڑ کر اس دین میں جا رہی ہیں جس میں ایک ہی عورت کے پانچ شوہر بن جاتے ہیں اور حد تو تب ہوتی ہے جب پانچوں اسے جوئے میں ہار کر بھرے مجمع میں بے پردہ ہونے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

یاد رکھو معاملات ان کے بڑوں کے ساتھ پیش آئے ہیں، چھوٹوں کی کیا اوقات ہوگی، اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں، اسلام کی ان مقدس خواتین کا ذرا تصور تو کرو جنہوں نے پردہ فرمایا تو کوئی حضرتِ فاطمہ ہیں جن کے پردے کو شمس وقمر نے کبھی نہ دیکھا، کوئی سیدہ ہاجرہ ہیں، کوئی سیدہ سارہ ہیں، کوئی پاک کنواری مریم ہیں، کوئی ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ وسیدہ عائشہ صدیقہ ہیں جن کے مقام ومنصب کو بیان نہیں کیا جا سکتا، اب کوئی بھی عقل مند یہ سمجھ سکتا ہے کہ عورتوں کو عزت واہمیت کہاں مل رہی ہے اور کون دے رہا ہے؟ بلاشبہ وہ عزت واہمیت اسلام میں ہے اور وہ اسلام دے رہا ہے۔

ہر شخص عورت پر یا کسی پر بھی ظلم کرنے سے پہلے یاد رکھے کہ اسے اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے، عورت پر کسی کوئی بھی زبردستی ظلم ہے، چاہے وہ مارنا پیٹنا یا گھر سے نکالنا ہو، اللہ کو سب کا حساب دینا ہے کیونکہ خداوند قدوس نے فرمایا:

"وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ۔ (سورۂ بقرہ: ۲۲۳) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔" [ترجمہ کنزالایمان]

جب دشمن حرث کی آیت کو پیش کرتے ہیں تو آیت مقدسہ کے اس جز کو ہٹا دیتے ہیں، نہ پہلے کا حکم بیان کرتے ہیں نا بعد کا! بس ایک جز سے حملہ کرتے ہیں، مسلمانو! خدارا ہوشیار ہو جاؤ، دشمن اسلام کے خلاف ایک یہ مشہور کر رہے ہیں کہ اسلام کا درس ہے "ہم دو، ہمارے بارہ" ایسی باتوں سے تمہیں بہکا رہے ہیں، بہکنا نہیں! اللہ پاک بوسیلۂ مصطفیٰ کریم ﷺ ہم سب کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے، دشمنوں اور ان کے ناپاک ارادوں کو نیست ونابود فرمائے اور مقدس وصاف وشفاف دین اسلام کو نظر بد سے محفوظ فرمائے، آمین۔

◆◆◆

نوخیز قلم

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمر قندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چھبیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

ٹھیک نہیں، نہ عذاب سے بے خوفی اور نہ رحمت سے مایوسی

حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنی پوری سند کے ساتھ بطریق امام عطا ایک صحابی (جن کا نام نہیں لیا) سے راوی ہیں انہوں نے خبر دی کہ ایک بار حضور پرنور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوئے اس وقت ہم لوگ (زور زور سے) ہنس رہے تھے (حضور نے ناگواری کے ساتھ فرمایا) کیا تم (اس طرح غافلانہ ہنسی) ہنستے ہو حالانکہ دوزخ تمہاری پیٹھ کے پیچھے ہے، بخدا میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ ہنستے رہتے ہو غفلت میں پڑے ہوئے ہو، پھر حضور پشت اقدس پھیر کر تشریف لے گئے تو ہم (حضور کے اس فرمانے اور ناگواری دکھا کر لوٹ جانے سے) اتنے متأثر و غمگین ہوئے (اور ایسے چپ چاپ بے حس و حرکت ہو کر بیٹھ گئے) کہ گویا ہمارے سروں پر گدھ بیٹھے ہیں۔ پھر (فوراہی) سرکار الٹے پیروں ہماری طرف واپس تشریف لائے اور فرمایا (ابھی ابھی) جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (اے نبی!) میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس مت کرو (اور پھر حضور نے یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی):

"نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ اَنِّیۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِیۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ ۝۔ (ترجمہ) اے نبی! تم میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ بے شک میں بڑا غافر بڑا مہربان بھی ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے۔" [سورہ حجر-۴۹-۵۰] (۱)

سچی توبہ، بڑے سے بڑے جرم کیلئے کافی وافی

حدیث شریف: حضرت مصنف علیہ الرحمہ مع اسناد تام، حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پوتے حضرت عبداللہ ابن یزید سے ناقل ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ تعالیٰ لا یتعاظمہ ذنب عبدہ ان یغفرہ... الحدیث ترجمہ) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی عظیم بات نہیں ہے کہ وہ اپنے بندۂ عاصی کا گناہ بخش دے۔ (اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو)

سو (۱۰۰) لوگوں کے قتل ناحق کا مجرم

ایک سچی حکایت: ...(حضور نے آگے خبر دی: چنانچہ اس پر یہ قصہ شاہد ہے کہ) اگلے زمانے میں ایک شخص (بڑا ظالم بدکار تھا) اس نے (ناحق) ۹۹ ننانوے لوگوں کو قتل کیا تھا پھر (اسے توبہ کا خیال آیا تو وہ) ایک راہب (تارک الدنیا عابد) کے پاس پہنچا، کہا میں ننانوے لوگوں کو ناحق قتل کر چکا ہوں، کیا آپ میرے لئے توبہ کی گنجائش پاتے ہیں (یعنی کیا آپ کے علم میں میری توبہ قبول ہو جائیگی) راہب نے نفی میں جواب دیا اور کہا تو نے ابتک بہت بے جا کام کیا ہے، تو اس شخص نے اٹھ کر اس راہب کو بھی قتل کر دیا، پھر ایک اور راہب (عابد زاہد عالم) کے پاس گیا اور کہا میں نے سو لوگوں کا قتل ناحق کیا ہے، کیا آپ میرے لئے توبہ پاتے ہیں۔ راہب نے کہا: بے شک تو نے بہت بڑی زیادتی کی ہے (تو بڑا ظالم ہے) اور میں (تیرے سوال کا جواب) نہیں جانتا ہوں یعنی مجھے نہیں معلوم (کہ تیری توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟) لیکن میں (تجھے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ) یہاں (اریب قریب) دو بستیاں ہیں ایک کا نام بُصریٰ ہے دوسری کا نام کُفریٰ ہے۔ اہل بصریٰ (نیک لوگ معلوم ہوتے ہیں کہ) اہل جنت کے سے کام کرتے ہیں وہاں

[۱] یعنی اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہونا بھی درست نہیں اور اس کے غضب وعذاب سے نڈر رہنا بھی خطرناک ہے، ۱۲ مترجم غفرلہ۔

کوئی (کافر یا فاسق) نہیں ٹھہرپاتا ہے اور رہے اہل کفریٰ، تو وہ دوزخیوں کے سے اعمال کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی بستی میں ان کا غیر نہیں رک سکتا۔ تو اگر تو بصریٰ جائے اور ان کے سے اعمال کرنے لگے (ان کے رنگ میں رنگ جائے) تو تو اپنی توبہ مقبول ہونے میں ہرگز شک مت کرنا، یہ سن کر وہ آدمی بصریٰ کے ارادے سے چل پڑا۔ جب وہ چلتے چلتے وہاں پہونچا جہاں دونوں کا بیچوں بیچ تھا، اُسے موت نے آلیا اب اس کے بارے میں عذاب و ثواب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا (ملائکہ ثواب نے کہا ہم اس کا نام اہل ثواب میں لکھیں گے اور ملائکہ عذاب نے کہا ہم اہل عذاب میں لکھیں گے) بالآخر انہوں رب تعالیٰ سے معلوم کیا (کہ ہم کیا کریں؟) فرمایا گیا: دونوں بستیوں کا (یہاں سے) فاصلہ ناپو اور دیکھو کہ وہ دونوں بستیوں میں سے کس کی جانب اقرب ہے اور کس کی جانب ابعد ہے؟ فرشتوں نے پیائش کی تو انہیں ملا کہ وہ بصریٰ کی طرف ایک پورا بھرا اقرب ہے تو (اس طرح) اسے اہل بصریٰ میں لکھا گیا۔[۱]

چار چیزوں کی سچائی پر قسم کھائی جاسکتی ہے

قول ابن مسعود: حضرت مصنف علیہ الرحمہ باسناد تام ومتصل حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں ابن مسعود نے فرمایا تین باتیں (کتاب وسنت کی روشنی میں) ایسی سچی ہیں کہ ان (کے صدق) پر میں نے قسم کھائی ہے اور ایک چوتھی بات (بھی ایسی ہی سچی ہے کہ) اگر تم (اے عبد الرحمن) اس پر قسم کھالو تو میں تمہاری تصدیق کروں۔

(۱) (خدا کی قسم) ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ جس بندے کا اللہ دنیا میں متولی (والی حامی، کارساز یا دوست) ہو تو وہ روز قیامت اس کا والی کسی اور کو کردے۔ (اور اپنی حمایت اور تولیت اٹھالے)

(۲) اور (خدا کی قسم) ایسا کبھی نہیں ہوگا جسے اسلام میں کوئی (صحیح) حصہ ملا ہوا سے اللہ آخرت میں اس کی طرح کردے جس کو اسلام میں کوئی حصہ نہیں ملا۔

(۳) اور (خدا کی قسم) جو دنیا میں کسی قوم سے (مخلصانہ وصادقانہ)

[۱] یعنی توقع ہے کہ وہ بلا عذاب بخش دیا جائے۔ ویسے نیک وبد ہر مسلمان کی بخشش و نجات مشیت الٰہی پر موقوف ہے اہل سنت کا عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء، ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

محبت کرتا ہے تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ قیامت کے دن ان کے ہمراہ نہ رہے۔[۲]

(۴) اور (خدا کی قسم) اگر اللہ نے کسی کی، دنیا میں پردہ پوشی فرمائی ہے تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ آخرت میں اس کی پردہ پوشی نہ فرمائے۔

چار آیات، عظیم الشان انعامات

ارشادِ ابن مسعود: حضرت مصنف باسناد تام حضرت عبد اللہ ابن مسعود ہی سے راوی، فرمایا: سورۂ نساء میں چار آیتیں ایسی (عظیم الشان نعمتیں) ہیں جو مسلمانوں کیلئے ساری دنیا سے بہتر ہیں۔

(۱) آخرت میں کفر وشرک کے علاوہ سب گناہوں کی معافی ممکن:

”إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا (ترجمہ) اللہ نہیں بخشتا یہ کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے اس نے گناہ عظیم کا افتراء کیا۔“ [سورۂ نساء — ۴۸]

(۲) بندے سے، استغفار کے ساتھ طلب سفارش بھی مطلوب

”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (ترجمہ) یعنی اگر کوئی مسلمان کبھی اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اے نبی وہ تمہاری خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی چاہے اور رسول بھی اس کی شفاعت فرمائے تو ضرور پائیں گے اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربانی فرمانے والا۔“ [سورۂ نساء — ۶۴]

[۲] معلوم ہو کہ محبت سے وہ محبت مراد ہے جو شرعا معتبر وقابل قبول ہو نہ کہ محض ادعا اور وہ یہ ہے کہ محب اپنے محبوب سے مخلصانہ سچی محبت بھی کرے اور اس کے طریقے کو بھی پسند کرے، اس پر چلنے کی بھی کوشش وہمت کرے اور محبوب سے نسبت رکھنے والی چیزوں باتوں کا بھی ادب واحترام کرے اس کی ہر حال میں تصدیق وتوصیف کرے، ورنہ لازم آئے گا کہ یہودی وعیسائی بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ وغیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ہمراہ محشور ہوں کیونکہ یہ بھی ان سے محبت کا دم بھرتے ہیں اسی طرح اس امت کے گمراہ فرقے بھی اسلاف واکابرین سے کسی نہ کسی سے محبت کرتے ہیں جیسے رافضی حضرت علی سے خارجی صدیق اکبر سے تو کیا یہ ان کے ہمراہ رہیں گے؟ ہرگز نہیں، اسی لئے تو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تجھے ارشاد بزرگاں: المرء مع من احب ہرگز فریب میں مبتلا نہ کرے کیونکہ ابرار کی رفاقت ان کی پیروی کے بغیر تجھے ہرگز نصیب نہیں ہوگی جیسا کہ اسی کتاب میں باب خوف الٰہی کے تحت آپ پڑھیں گے، ۱۲/ مترجم غفرلہ۔

جاری ....

از: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری ٭

آہ! نبیرۂ صدر الشریعہ مفتی عطاء المصطفیٰ علیہ الرحمہ

یادرفتگاں

شہید راہ مدینہ نبیرۂ صدر الشریعہ شہزادۂ حضور محدث کبیر حضرت علامہ مفتی عطاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری رضوی امجدی نوری رحمۃ اللہ علیہ آج ۸/شوال المکرم کو طائف شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار مقدس سے متصل قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ ان کے والد گرامی اور ہمارے شیخ آبروئے سنیت حضور محدث کبیر زید مجدہ ایک دن پہلے جدہ پہنچ گئے تھے، آج طائف میں ان کی نماز جنازہ حضور محدث کبیر نے ہی پڑھائی۔ مفتی عطاء المصطفیٰ علیہ الرحمہ کو شہر حبیب مدینہ منورہ سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، اس سال تین چار بار حاضری کی سعادت حاصل کی اور عید بعد پھر اچانک سفر کا ارادہ ہوا اور مدینہ منورہ حاضری کے بعد عمرہ کی سعادت حاصل کی، پھر طائف شریف ہوتے ہوئے اگلے پڑاؤ کی طرف رواں دواں تھے کہ سڑک حادثہ میں شہید ہو گئے۔

صاحبزادگان کی خواہش تھی کہ تدفین بقیع شریف میں ہو جائے، کوشش بہت کی گئی مگر کامیابی نہ ملی، کیوں کہ یہ حادثہ مدینہ منورہ سے دور طائف کے آگے رونما ہوا تھا، جس کے سبب قانوناً اسی خطے میں تدفین ہو سکتی تھی، احباب کا اصرار تھا کہ نعش مبارک کراچی لے جائی جائے، مگر اس کا جو میڈیکل پروسیجر تھا اس کے لیے گھر والے راضی نہ ہوئے، شریعت کی طرف سے بھی اس کی اجازت نہ تھی۔ مفتی عطاء المصطفیٰ علیہ الرحمہ نے پوری زندگی شریعت کی روشنی میں گزاری ہے، محرمات تو دور مکروہات سے بھی اجتناب کرتے رہے اور واجبات تو واجبات سنن و مستحباب پر بھی پابندی سے عمل پیرا ہوتے تھے، ان کا یہ کردار ان کی حیات کے ساتھ ساتھ ممات میں بھی دیکھنے کو ملا۔

انھوں نے فوٹو اور ویڈیو سے اتنا سخت پرہیز کیا کہ جو کمیونیٹی سوشل میڈیا اور ٹی وی سے شخصیات کو جاننے پہچاننے کی عادی ہے وہ ان سے تقریباً ناواقف تھی، ان کی علمی خدمات گزشتہ چالیس سالوں سے کراچی کی سرزمین سے جاری وساری ہیں، بہتوں نے اصرار کیا ہوگا کہ آپ بھی میڈیا پر آئیں تاکہ لوگ آپ کو جانیں اور آپ کا بھی نیٹ ورک بڑھے، مگر مفتی صاحب شرعی احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی ترقی کے قائل نہ تھے، وہ عالم ربانی تھے، انھوں نے اپنا حلقہ محدود تو کر لیا، مگر نہ اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف عمل کیا، نہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر کے موقف کے خلاف عمل کرنے کے لیے تیار ہوئے، وہ کراچی جیسے شہر میں رہتے تھے جو دنیا کا خوبصورت، تیز ترین اور ہنگامہ خیز شہر مانا جاتا ہے، مگر انھوں نے شہری تقاضوں اور حالات سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا، بلکہ انھوں نے حالات کا رخ موڑ کر اپنا ایسا ماحول بنایا جو شریعت کے تقاضوں کا مطابق تھا۔

ان کی عظیم یادگار یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ان کا ادارہ مدرسہ صادق الاسلام اپنے مرکزی کمپلیکس اور متعدد برانچز کے ذریعہ دین وسنیت کی عظیم خدمات انجام دے رہا ہے، ان کے کردار وعمل کی طرح ان کا سراپا بھی بڑا پرکشش تھا، چہرہ اپنے والد گرامی کا عکس جمیل تھا اور دراز قد ایسے کہ پورے خاندان میں ممتاز نظر آتے تھے، گفتگو میں سنجیدگی اور متانت تھی، حق بات بلا جھجک بولتے تھے، حلقۂ احباب ہو یا ہنگامۂ اغیار، جہاں کہیں کچھ بولتے ان کی باتوں میں دم تھا، وہ اس دورِ اخیر میں پاکستان کی سرزمین پر اصول وفروع میں مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے، ان کی رحلت سے ماحول سونا سونا ہو گیا ہے، سارے احباب اہل سنت کو ان کی رحلت کا افسوس ہے، خانوادۂ صدر الشریعہ میں بھی بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ بقیہ ص ۷۳/ پر

٭ مضمون نگار ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

(از: حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز)

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطان زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے
صداقت ناز کرتی ہے امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے مروت ناز کرتی ہے
شہ خوباں پہ ہر خوبی وخصلت ناز کرتی ہے
کریم ایسے ہیں وہ ان پر کرامت ناز کرتی ہے
جہاں حسن میں بھی کچھ نرالی شان ہے ان کی
نبی کے گل پہ گلزاروں کی زینت ناز کرتی ہے
شہنشاہ شہیداں ہو انوکھی شان والے ہو
حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے
بٹھا کر شانۂ اقدس پہ کردی شان دوبالا
نبی کے لاڈلوں پر ہر فضیلت ناز کرتی ہے
جبین ناز ان کی جلوہ گاہ حسن ہے کس کی
رخ زیبا پر حضرت کی ملاحت ناز کرتی ہے
نگاہ ناز سے نقشہ بدل دیتے ہیں عالم کا
ادائے سرور خوباں پہ ندرت ناز کرتی ہے
فدائی ہوں تو کس کا ہوں کوئی دیکھے مری قسمت
قدم پر جس حسیں کی جان طلعت ناز کرتی ہے
خدا کے فضل سے اختر میں ان کا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں مجھ پہ قسمت ناز کرتی ہے

خدا کو کتنا ہے پیارا حسین کا سجدہ

(از: سید اولاد رسول قدسی، کیلیفورنیا، امریکہ)

شکستہ دل کا سہارا حسین کا سجدہ
ہے بحرِ غم کا کنارہ حسین کا سجدہ
ہمارے واسطے ذوقِ عبودیت کا چمن
بہارِ حق کا نظارا حسین کا سجدہ
بیاں ہو کیسے جب الفاظ ہی نہیں ملتے
خدا کو کتنا ہے پیارا حسین کا سجدہ
یہ ایسا سجدہ کہ جس پر ہے سجدہ خود قرباں
زمیں کی گود کا تارا حسین کا سجدہ
اصولِ شرع، عزیمت، حفاظتِ ملت
سکھا گیا ہمیں سارا حسین کا سجدہ
چلا تا جائے گا تا حشر دیکھتے رہنا
سرِ یزید پہ آرا حسین کا سجدہ
یہ سجدہ کس کا ہے سجدہ مثال جس کی نہیں
لگا کے ہم کہیں نعرہ حسین کا سجدہ
ملائکہ کی صفوں سے یہ آرہی ہے صدا
ہے چرخِ دیں کا ستارہ حسین کا سجدہ
کوئی یہ پوچھے عبادت کی روح سے قدسی
ہے کس قدر یہ دلارا حسین کا سجدہ

اب جہانِ نو میں اے شبیر آکر دیکھیے

(از: قاری محمد نعیم الدین قادری، جامعہ رحمانیہ، بارہ بنکی)

رتبۂ حسنین کیا ہے ماہ واختر دیکھیے
چومتے ہیں خود انھیں محبوبِ داور دیکھیے
اہل بیتِ مصطفیٰ کی شان میں گستاخیاں
دیو کے بندے کیا کرتے ہیں اکثر دیکھیے
پھر یزیدیت اٹھانے کو ہے اپنا سر حضور
اب جہانِ نو میں اے شبیر آکر دیکھیے
ہو گئے سب جاں نثارانِ محبت جب شہید
رَن میں آئے بیٹے بھانجے اور برادر دیکھیے
رَن میں جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں حسین
روتی ہیں ان سے لپٹ کر ان کی دختر دیکھیے
خاک وخوں میں اہلِ باطل کو ملانے کیلئے
چل دیئے ہیں راکبِ دوشِ پیمبر دیکھیے
دفعتاً فوجِ یزیدی میں مچی ہے کھلبلی
آگئے جب رَن میں ہیں سبطِ پیمبر دیکھیے

بقیہ ص ۳۷ پر

منظومات

تصانیف تاج الشریعہ میں تحقیق کا جہان آباد

امسال الابرار میں اعلیٰ حضرت نے حضور تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں جو اشعار کہے؛ ان میں ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے" تاج الفحول جس آبادی میں جاتے ہیں اس کی رونق بڑھ جاتی ہے" اسی کے مصداق حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات ہے کہ جہاں آپ تشریف لے جاتے اژدھام ہوجاتا؛ لوگ دیوانہ وار زیارت کو ٹوٹ پڑتے، علم حدیث میں بھی تاج الشریعہ کا پایہ بلند تھا یہی وجہ ہے کہ بکثرت علمائے عرب وعجم نے آپ سے اسانید واجازاتِ حدیث لی، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وارفتگی پر مجموعہ کلام سفینۂ بخشش مقبول عام ہے، آپ کی تصانیف میں تحقیق کا جہان آباد ہے۔

اس طرح کا اظہارِ خیال 17 مئی 2024ء قبل از نماز جمعہ مدینہ مسجد میں غلام مصطفیٰ رضوی نے کیا، عرسِ حضور تاج الشریعہ کی مناسبت سے کئی ایک نکات بیان کیے اور کہا کہ تاج الشریعہ کی تصنیف" افضلیت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما" نوری مشن سے زیر طبع ہے، یہ کتاب ضرور مطالعہ کریں اور تاج الشریعہ کے تحقیقی زاویوں سے اکتسابِ فیض کریں، تاج الشریعہ نے مسلکِ سلفِ صالحین کی ترجمانی کی اور خلافِ شرع راہوں پر قدغن لگایا، بعد از نمازِ جمعہ سلام یا قیام ہوا، قرآن خوانی کا اہتمام ہوا، دعا حافظ فراز احمد برکاتی نے کی، شجرہ خوانی حاجی محمد امین نے کی، نوری مشن کے زیر اہتمام یہ محفلِ عرسِ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سجائی گئی۔

رپورٹ: فرید رضوی نوری مشن مالیگاؤں

جہان رضا

''ملک العلماء ٹرسٹ'' کا قیام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد خاص اور خلیفۂ مجاز حضرت علامہ سید ظفر الدین قادری رضوی نور اللہ مرقدہ (۱۸۸۶–۱۹۶۲ء) کی ذات محتاج تعارف نہیں ہیں، انہوں نے مروجہ اور غیر مروجہ علوم وفنون پر تقریباً سو سے زائد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو علمی حلقوں میں مقبول عام وخاص ہیں جن میں صحیح البھاری معروف ومشہور ہے، ملک العلماء علامہ ظفر الدین قادری صرف ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ ایک انسائیکلوپیڈ شخصیت کا نام ہے جن کی خدمات مختلف میدانوں میں روشن ہیں، نیز اس ناگفتہ بہ حالات میں ان کی تصنیفات کو منظر عام پر لانے کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے تاکہ نوجوان نسل مکمل رہنمائی حاصل کرسکیں۔

اسی ضرورت کے پیش نظر نبیرۂ ملک العلماء سید محمد کاشف طارق قادری، رضوی، برکاتی نے ''ملک العلماء ٹرسٹ'' کی بنیاد ۲۰۲۳ء میں ڈالی ہے، جس کے اہم مقاصد میں حضور ملک العلماء کی تصانیف کو از سر نو مرتب کر کے شائع کرنا اور ان کی خدمات کو عام کرنا ہے، ٹرسٹ کے ذریعہ وقتی طور پر ملک العلماء لائبریری کا قیام بھی عمل میں آیا ہے جس میں صبح وشام طلبا واساتذہ پوری دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کتب میں مشغول رہتے ہیں۔

ٹرسٹ کے اہم مقاصد:

- حضور ملک العلماء علامہ ظفر الدین قادری، رضوی، برکاتی کی تصانیف کو از سر نو مرتب کر کے شائع کرنا۔
- ملک العلماء لائبریری کا قیام۔
- خلفائے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے حالات وخدمات کو منظر عام پر لانا۔
- ملک العلماء کالج / یونیورسیٹی کا قیام عمل میں لانا تاکہ نوجوان نسل سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں نئے چیلینجز کا مقابلہ کرسکیں۔

ملک العلماء ٹرسٹ مندرجہ بالا مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے تمام اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ دامے، درمے، قدمے ٹرسٹ کی مالی امداد کریں نیز اپنے مفید مشوروں اور دعاؤں سے نوازیں۔

الملتمس

سید کاشف طارق قادری، رضوی وبرکاتی

B-1 ناز ریسیڈینسی، ایس ایس نگر، علی گڑھ، یوپی

پن کوڈ ۲۰۲۰۰۱ / موبائل نمبر ۹۷۶۰۸۷۲۰۳۳

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

JULY-2024
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



صفر المظفر ۱۴۴۶ھ اگست ۲۰۲۴ء
AUGUST-2024 Rs. 30/-

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھادیے ہیں



جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مُدِیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعۃ الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۸
Issue No. 8
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۶ھ
صفر المظفر
اگست ۲۰۲۴ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپیے
سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲، سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ادار یــــــہ

سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

صلیبی جنگوں کے دوران تبلیغ کے نام پر قرآن سامنے رکھ کر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے پر شب خون مارنے والے نام نہاد صاحبان جبہ ودستار کے بارے میں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کس طرح دشمنان اسلام نے داعیان اسلام کا بھیس بنا کر ضلالت وگمراہی اور بدعقیدگی کا زہر گھولا تھا، جس کے نتیجہ میں اسلامی اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہ گیا تھا، ایک صدی پیشتر پھر ان کے وارثوں میں جوش تخریب نے انگڑائی لی اور انھوں نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمانان ہند کے ایمان وعقیدے میں بدعقیدگی کے جراثیم پیدا کرنے والے رہبر نما رہزنوں کی پوری ایک ٹیم اتاری، جس نے اپنے آقایان نعمت کی نمک خوری کا حق ادا کرتے ہوئے امت مسلمہ میں فتنہ وفساد کے ایسے ایسے شعلے بھڑکائے جنھوں نے اسلامیان ہند کے پرسکون اسلامی فضا کو خاکستر کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جن کی ایمان سوز چنگاریاں آج بھی خرمن اسلام کو جھلسا رہی ہیں۔

کسی نے مسلمانوں کے دلوں سے خوف وخشیت الٰہی، عشقِ مصطفٰے رسالت پناہی، احترام صحابہ اور عظمت اہل بیت گھٹانے کے لیے ایمان سوز کتابیں لکھیں، کسی نے قرآن پاک کے غلط ترجمے کر کے مسلمانوں میں گمراہی کو فروغ دیا، کسی نے خالص اسلامی عقائد و نظریات کو شرک وبدعت قرار دے کر افتراق بین المسلمین کی بیج بوئی، تو کسی نے اولیاء اللہ کی بارگاہوں میں حاضری کو قبر پرستی سے تعبیر کیا، غرض کہ ایمان کے ان لٹیروں نے رہبری کے لبادے کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو شہد دکھا کر ضلالت و گمراہی کا زہر خوب پلایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی اسلامی فضا مسموم ہو کر رہ گئی۔

قوم وملت کی یہ کربناک صورت حال دیکھ کر امام احمد رضا تڑپ اٹھے اور انھوں نے گہرائی کے ساتھ اس کے عوامل ومحرکات کا جائزہ لیا تو پس پردہ یہی گندم جو فروش نکلے، پھر کیا تھا آپ نے ان کے باطل عقائد ونظریات کے بطلان پر قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ سے دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے اور ایمان کے ان رہزنوں کے چہروں سے رہبری کا نقاب اتار کر قوم وملت کے سامنے ان کی اصلیت رکھ دی، پھر قوم کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

امام اہل سنت فرماتے ہیں: اے ایمان والو یاد رکھو! رہبر کی صورت میں نظر آنے والے سارے رہبر ہی نہیں ہیں، ان میں وہ بھی ہیں جو اصل میں رہزن ہیں، لوگوں کو محض دھوکہ دینے کے لئے رہبر کی صورت بنائے ہوئے ہیں، ان سے ایمان واسلام کی پاسبانی کی امید کرنا چور سے رکھوالی کی امید کرنے جیسا ہے، جس طرح چور سے مال ودولت کی رکھوالی خیال خام ہے، اسی طرح آج کل کے نام نہاد، صوفیوں، پیروں اور عالموں کا معاملہ ہے، یہ تمھیں رحمٰن کی جگہ شیطان سے ملا دیں گے، کیوں کہ یہ ہوتے کچھ اور ہیں دکھتے کچھ اور ہیں، اے سنیو! خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور خبردار رہو کہ تمھارے پاس ایمان جیسی بیش قیمت دولت ہے اور ہر طرف رہبر نما رہزن رکھوالی کے نام پر گھات لگائے بیٹھے ہیں، ہرگز ان کے بہکاوے میں نہ آنا۔ ؎

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر، دم میں نہ آنا، مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے، سُونا بن ہے، سونا زہر ہے، اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے، تیری مت ہی نرالی ہے

بقیہ ص ۸ پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

کیا ماہِ صفر منحوس ہے؟

اسلامیات

کل کائنات کا خالق و مالک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، دنیا میں موجود ہر چیز کسی نہ کسی مقصد اور فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے، کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ نے بیکار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا، اُس نے دنیا کی ہر چیز اپنے بندوں کو بصورت نعمت عطا فرمائی، اُس کی کسی بھی نعمت کی تقبیح وتشنیع ہرگز جائز نہیں، آج ہماری قوم طرح طرح کے نظریات، رسومات، بدعات وخرافات، بدشگونی اور بے اصل باتوں میں مبتلا ہے، جیسے دوران سفر کالی بلی کا راستہ کاٹ جانا سفر میں حادثہ ہونے کی علامت ہے، محرم الحرام میں نکاح جائز نہیں، اسی طرح ماہ صفر کو بھی منحوس سمجھا جاتا ہے، اس مہینہ کے متعلق بھی بے شمار اور بے بنیاد باتیں مشہور ہیں، کہ یہ مہینہ مصیبتوں اور آفتوں سے بھرا ہوا ہے، اس مہینہ میں کوئی بھی نیا کام شروع نہیں کرنا چاہیے، اس کے ابتدائی تیرہ دن بہت زیادہ منحوس ہیں، اس طرح کی بے شمار خرافات و رسومات رائج ہیں، یاد رہے مذہب اسلام میں کسی بھی قسم کی بدشگونی جائز نہیں، قرآن کریم میں جگہ جگہ بدشگونی کی ممانعت آئی ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ (الاعراف، آیت 131) ترجمہ: تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لیے ہے اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں۔" (کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: جب فرعونیوں پر کوئی مصیبت (قحط سالی وغیرہ) آتی تھی تو وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مومنین ساتھیوں سے بدشگونی لیتے تھے، کہتے تھے کہ جب سے یہ لوگ ہمارے ملک میں ظاہر ہوئے ہیں، تب سے ہم پر مصیبتیں، بلائیں آنے لگیں، انسان مصیبتوں، آفتوں میں پھنس کر توبہ کر لیتا ہے مگر وہ لوگ ایسے سرکش تھے کہ ان سب سے اُن کی آنکھیں نہ کھلیں بلکہ اُن کا کفر وسرکشی اور زیادہ ہوگئی کہ جب کبھی ہم اُنہیں آرام دیتے، ارزانی، سستی چیزوں کی فراوانی وغیرہ تو وہ کہتے کہ یہ آرام وراحت ہماری اپنی چیزیں ہیں، ہم ان کے مستحق ہیں، نیز یہ آرام ہماری اپنی کوششوں سے ہے۔

(تفسیر نعیمی، جلد 09، صفحہ 117)

تفسیر خازن، تفسیر کبیر میں ہے: فرعونی کفر میں اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ ان تکلیفوں سے بھی ان کی سرکشی بڑھتی ہی رہی، جب انہیں سرسبزی وشادابی، پھلوں، مویشیوں اور رزق میں وسعت، صحت، آفات سے عافیت وسلامتی وغیرہ بھلائی ملتی تو کہتے یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل اور اس کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ اس بھلائی کو نہ تو اللہ پاک کا فضل جانتے اور نہ ہی اس کے انعامات پر شکر ادا کرتے اور جب انہیں، قحط، خشک سالی، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے اور کہتے کہ یہ بلائیں اُن کی وجہ سے پہنچیں، اگر یہ نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ آتیں۔ (تفسیر خازن، تفسیر کبیر بحوالہ: تفسیر صراط الجنان)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَاِن تُصِبهُم حَسَنَة یقولوا هٰذِهٖ مِن عِندِ اللّٰه واِن تُصِبهُم سیئة یقولوا هٰذِهٖ مِن عِندِك قُل كل من عِندِ اللّٰه فمال هولاءِ القَومِ لا یكادُونَ یفقهُون

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

حدایثا۔(النساء، آیت 78)ترجمہ: اور اُنہیں کوئی بھلائی پہنچے توکہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے توکہیں یہ حضور کی طرف سے آئی تم فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے توان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔" (کنزالایمان)

یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حق میں نازل فرمائی کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں فراوانی آجائے، کاروبار اچھا ہوجائے، پیداوار زیادہ ہوجائے تو کہتے ہیں یہ اللہ پاک کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط پڑ جائے یا کوئی اور مصیبت آجائے تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں ایسی ہی سختیاں پیش آرہی ہیں۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، تم ان سے فرما دو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یعنی ہر راحت و مصیبت اللہ تعالیٰ کے ارادے سے آتی ہے، ہاں ہم اس کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ نیکی راحت کا ذریعہ ہے اور گناہ مصیبت کا سبب ہے۔ (ملخص: تفسیر صراط الجنان)

احادیث میں بدشگونی کی مذمت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، ہم میں سے ہر ایک کو ایسا خیال آجاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے ہٹا کر توکل پر قائم فرما دیتا ہے۔" (ابوداؤد شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جسے کسی چیز کی بدفالی نے اس کے مقصد سے لوٹا دیا اُس نے شرک کیا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، ایسا شخص کیا کفارہ دے؟ ارشاد فرمایا: یہ کہے: اے اللہ تیری فال کے علاوہ اور کوئی فال نہیں، تیری بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔" [یہ الفاظ کہہ کر اپنے کام کو چلا جائے۔] (مسند امام احمد)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بدشگونی لی اور جس کے لیے بدشگونی لی گئی، وہ ہم میں سے نہیں۔ (المعجم الکبیر)

ایک دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں جس شخص میں ہوں وہ بلند درجات تک نہیں پہنچ سکتا۔ (۱) جو اپنی اٹکل سے غیب کی خبر دے (یعنی آئندہ کی بات بتائے) یا (۲) فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرے، یا (۳) بدشگونی کے سبب اپنے سفر سے رک جائے۔ (تاریخ ابن عساکر)

احادیث میں بدشگونی کو شرک قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بدشگونی کے افعال کو مؤثر حقیقی جانے تو شرک ہے اور یا مشرکوں کا فعل ہونے کی وجہ سے زجر اور سختی سے سمجھانے کے طور پر شرک قرار دیا گیا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اسلام میں نیک فال لینا جائز ہے، بدفالی اور بدشگونی لینا حرام ہے۔ (تفسیر نعیمی)

ماہ صفر کو منحوس سمجھنا

دور جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) بھی لوگ ماہ صفر المظفر کے تعلق سے اس قسم کے خیالات رکھتے تھے کہ اس ماہ میں مصیبتیں اور آفتیں بہت ہوتی ہیں، چنانچہ وہ لوگ ماہ صفر کے آنے کو منحوس سمجھتے تھے، آج بھی لوگ اس طرح کے وہمی تصورات و خیالات کے شکار ہیں، اس ماہ میں کسی بھی اچھے کام کو کرنے سے روکتے اور منع کرتے ہیں، جیسے سفر نہیں کرنا چاہیے ایکسیڈنٹ کا خطرہ رہتا ہے، شادیاں نہ کریں بچیوں کو اس ماہ میں رخصت نہ کریں گھر کے برباد ہونے کا امکان ہے، ایسے لوگ بڑا کاروبار لین دین نہیں کرتے، گھر کے باہر آمد و رفت کم کر دیتے ہیں، یہ جملہ خیالات بے بنیاد ہیں، ایسا بالکل نہیں۔

مراۃ المناجیح میں ہے: بعض لوگ صفر المظفر کے آخری

چہار شنبہ (یعنی بدھ) کو خوشیاں مناتے ہیں کہ منحوس شہر (صفر المظفر) چل دیا، یہ سب باطل ہے۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح (بدشگونی کے متعلق) کے ایک مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" شرع مطہر (پاک شریعت) میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے، شریعت میں حکم ہے"اذا تطیرتم فامضوا۔ یعنی جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو" وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو ایسی جگہ چاہیے کہ"اللھم لاطیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الٰہ غیرک۔ یعنی اے اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف سے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں" یہ پڑھ لے اور اپنے رب پر بھروسہ کر کے اپنے کام کو چلا جائے، ہرگز نہ رکے اور نہ واپس آئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 29)

فضائل ماہ صفر

(۱) یہی وہ مبارک و مسعود مہینہ ہے جس میں ۲ ہجری میں جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، اور آپ کی رخصتی ذی الحجہ میں ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لاڈلی بیٹی کا نکاح اسی مہینہ میں کیا، اگر یہ مہینہ منحوس ہوتا تو اس کے بعد والی زندگی آپ کی صحیح نہ ہوتی، آپ کی اولاد نہ ہوتی، آپس میں محبت نہ ہوتی، نوبت طلاق تک پہنچ جاتی، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا، آپ دونوں کے مابین بے پناہ محبت تھی اور آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

(۲) اسی ماہ صفر ۴ ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی چال ناکام کرنے کے لیے اور امن وامان قائم رکھنے کے لیے جنگی دستوں کو تیار فرما کر مختلف علاقوں میں بھیجا تھا۔

(۳) اسی ماہ صفر ۶ رھ میں حضرت حضرت ثمامہ بن اثال حنفی نے اسلام قبول کیا، یہ قبیلہ یمامہ کے سردار تھے ایک جنگ میں قید کر کے لائے گئے تھے، تین دن تک مسجد کے ستون سے بندھے رہے، بعد میں حضور کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے تھے۔

(۴) اسی ماہ صفر ۷ ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔

(۵) اسی ماہ صفر ۸ ہجری میں جرنل اسلام، سپاہ سالار اعظم، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول فرمایا۔

(۶) اسی ماہ صفر کی ۲۷ تاریخ، ۱۱ ہجری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ترتیب دیا، یہ آپ ﷺ کا ترتیب دیا ہوا آخری لشکر تھا۔

اس کے علاوہ بے شمار کام ہیں جو عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ماہ صفر میں سرانجام دیے گئے، اگر یہ مہینہ منحوس ہوتا تو اُن کاموں میں کبھی کامیابی نہیں ملتی، ربِّ کریم ہمیں اس طرح کی بدعات و خرافات، افکار و نظریات سے محفوظ رکھے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

ص ۲۶ رکا بقیہ...

تمام تفصیلات کے لیے ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے، اس سلسلے میں کیا جانے والا کام یقیناً سلاسلِ حقہ کی تحفظِ اہل سنّت وصیانت حق کے ضمن میں مخلصانہ خدمات کا گل دستہ ہوگا جس کی خوش بو سے فکر و نظر اور دل و دماغ مہک مہک اُٹھیں گے۔ ضرورت علمی کام کی ہے۔ ؎

گئے وہ دن کہ تنہا تھا مَیں انجمن میں
یہاں اب مرے راز داں اور بھی ہیں

◆◆◆

ص ۵ رکا بقیہ...

کوئی ضروری نہیں کہ آج کل عالم، پیر اور صوفی نظر آنے والے حقیقت میں بھی وہی ہوں جو دِکھ رہے ہیں، ان میں کوئی صلح کلی بھی ہوسکتا ہے اور اس کا داعی بھی! کوئی وہابیہ دیابنہ کا ہم نوا بھی ہوسکتا ہے اور اس ہم نوائی کا داعی بھی! یہ اتنی صفائی سے آپ کے ایمان پر ڈاکہ ڈالیں کہ آپ کو خبر بھی نہ ہوگی اور آپ کا ایمان رخصت ہو چکا ہوگا، اس لئے آنکھیں کھلی رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ آپ کا ایمان واسلام محفوظ رہ سکے۔

◆◆◆

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حیات طیبہ کے چند تابندہ نقوش

(از: سید ابوبکر مصطفےٰ قادری*

اسلاف و اخلاف

حضرت فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی یربوعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۱۰۵ھ/ ۷۲۳ء میں سمرقند میں ہوئی اور نشو نما ابیورد میں ہوئی، بڑی عمر میں آپ کوفہ پہنچے۔[۱] آپ ابتداءً رہزنی کیا کرتے تھے، نیز آپ بہت ہی باہمت و بامروت تھے، جس کارواں میں کوئی عورت ہوتی یا جن کے پاس قلیل متاع ہوتی تو اس کو نہیں لوٹتے اور جس کو بھی لوٹتے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال و متاع چھوڑ دیتے۔ آپ رہزنی کے باوجود فرض نماز و روزہ کے علاوہ نفل صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرتے تھے۔[۲]

آپ کے ڈکیتی سے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ آپ کو ایک لڑکی سے محبت ہوئی۔ ایک دن اس کے پاس جانے کے لیے دیوار چڑھ رہے تھے تو ایک تلاوت کرنے والے کی آواز سنی جو یہ آیت کریمہ پڑھ رہا تھا:

"اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ [سورۃ الحدید، آیت ۱۶] کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا۔" (کنز الایمان)

آیت کریمہ سن کر آپ کے دل کی دنیا بدل گئی اور کہا "اے میرے رب! وہ وقت آ گیا ہے" پھر آپ رات ایک سنسان بوسیدہ مکان کے کھنڈر میں بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ مسافر تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا اب سفر کے لیے چلنا چاہیے لیکن کچھ بولے صبح کا انتظار کرنا چاہیے کیوں کہ فضیل راستے میں ہی ہوں گے ہمیں لوٹ لیں گے۔ یہ سن کر حضرت فضیل نے توبہ کی اور ان مسافروں کو امن و امان دیا۔[۳]

ایک مرتبہ کوئی مالدار قافلہ اس جانب سے گزر رہا تھا، ان میں سے ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اس نے لٹیروں کے خوف سے یہ سوچ کر کہ رقم بچ جائے تو بہت اچھا ہے اور صحرا میں رقم دفن کرنے کے لئے جگہ کی تلاش میں نکلا تو وہاں ایک بزرگ کو مصلیٰ بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت ان بزرگ کے پاس رکھ کر جب قافلہ میں پہنچا تو پورا قافلہ لٹیروں کی نذر ہو چکا تھا۔

وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لئے ان بزرگ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت لٹیروں کے ساتھ مل کر مال تقسیم کر رہے ہیں، اس بیچارے نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی رقم ایک ڈاکو کے حوالے کر دی لیکن حضرت فضیل نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اپنی رقم کی واپسی کے لئے، آپ نے فرمایا کہ جس جگہ رکھ گئے تھے وہیں سے اٹھا لو، جب وہ اپنی رقم لے کر واپس ہو گیا تو آپ کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ رقم باہم تقسیم کرنے کے بجائے آپ نے واپس کیوں کر دی؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں۔

پھر چند یوم بعد لٹیروں نے دوسرا قافلہ لوٹ لیا جس میں بہت مال و متاع ہاتھ آیا، لیکن اہل قافلہ میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی سرغنہ نہیں ہے؟ لٹیروں نے جواب دیا کہ ہے تو سہی لیکن اس وقت وہ لب دریا نماز میں مشغول ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ وقت تو کسی نماز کا نہیں، راہزنوں نے کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو کیا وہ تمہارے ہمراہ نہیں کھاتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ ڈاکوؤں نے کہا نفلی روزے رکھتا ہے۔

اسلاف و اخلاف

یہ حالات سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا اور حضرت فضیل کے پاس جا کر عرض کیا کہ صوم وصلوٰۃ کے ساتھ رہزنی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے پوچھا کیا: تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس شخص نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت فضیل نے یہ آیت تلاوت کی:

"وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا ۔

[سورۃ التوبۃ، آیت ۱۰۲] دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عمل صالح کو اس کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔"

آپ کی زبانی قرآنی آیت سن کر وہ شخص محو حیرت رہ گیا۔

[۴] آپ نے توبہ کے بعد سب سے پہلے علم دین حاصل کرنا شروع کیا۔ آپ کے حدیث میں منصور بن معتمر، بیان بن بشر، ابان بن ابی عیاش، ہارون عبدی، حصین بن عبد الرحمن اور عطا بن سائب علیہم الرحمۃ شیوخ اور تلامذہ عبد اللہ بن مبارک، یحیی قطان، قعنبی، امام شافعی، اسد بن موسی، قتیبہ، بشر حافی، مسدد، یحییٰ بن یحییٰ تمیمی، احمد بن مقدام علیہم الرحمۃ اور ایک کثیر جماعت ہے۔ [۵]

فقہ میں آپ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں نیز آپ ان کی فقہی چہل رکنی کمیٹی کے رکن بھی تھے، چنانچہ حضرت وکیع بن جراح علیہ الرحمۃ کے پاس ایک دن کسی آدمی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطا کی تو حضرت وکیع علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطا کیسے کرسکتے ہیں؟ جب کہ قیاس میں امام ابو یوسف و امام زفر، حفظ حدیث میں حضرت یحیی بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت حبان حضرت مندل، لغت اور عربی زبان میں حضرت قاسم بن معن اور زہد وتقویٰ میں حضرت داؤد طائی اور حضرت فضیل بن عیاض علیہم الرحمۃ جیسے مشہور ومعروف شخصیات ان کے ہمراہ ہیں تو جس کے ہم نشیں ایسے ہوں وہ کیسے غلطی کرسکتا ہے۔ اگر وہ خطا کرتے تو یہ حضرات انھیں پھیر دیتے۔ [۶]

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیہ اور فقہ میں مشہور، زہد و تقویٰ میں شہرت یافتہ، مال دار، اپنے قریب بیٹھنے والوں کو جود وسخا سے فیضیاب کرنے میں معروف، رات و دن میں درس وتدریس کے پابند، عابد شب زندہ دار، کم گو، حلال و حرام کا مسئلہ آنے تک بہت کم بولنے والے، بادشاہ کے مال ونذرانے سے بھاگنے والے تھے اور جب حدیث صحیح مل جاتی تو اسی پر عمل کرتے اگرچہ صحابہ وتابعین سے ہو ورنہ عمدہ قیاس فرماتے تھے۔" [۷]

خلیفہ ہارون رشید نے ایک دن حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کتنے بڑے زاہد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بڑے زاہد ہو، خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا کیسے؟ کہا میں تو دنیا سے زاہد (بے رغبت) ہوں اور تم آخرت سے زاہد (بے رغبت) ہو اور دنیا تو فانی ہے اور آخرت دائمی۔ [۸]

آپ ثقہ، ثبت و فاضل، عابد و متقی اور کثیر الحدیث تھے۔

[۹] آپ کی روایت سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں احادیث موجود ہیں۔ [۱۰] خلیفہ ہارون رشید نے کہا: میں نے علما میں امام مالک سے زیادہ بارعب اور فضیل سے زیادہ متقی نہیں دیکھا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے نزدیک روے زمین پر فضیل بن عیاض سے افضل کوئی باقی نہیں ہے، امام نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ ثقہ و مامون ہیں۔ [۱۱]

آپ اخیر عمر میں مسجد حرام میں مستقل طور پر معتکف ہو گئے تھے اور آخر عمر میں درس حدیث بند کر کے حرم الٰہی میں عبادت گزاری اور رات دن گریہ وزاری کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا، بدن پر دو کپڑوں کے سوا کوئی سامان دنیا آپ کے پاس نہیں تھا اور اسی حالت میں محرم ۱۸۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ [۱۲]

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں اللہ رب العزت سے تعلق قائم رکھنا چاہیے، عمر کے کسی بھی حصے میں تعلیم وتعلّم سے رشتہ استوار کرنے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ درس وتدریس کے ساتھ اپنی آخرت وعاقبت کی فکر اور خوف خدا سے لرزاں رہنا چاہیے۔

حوالہ جات:

بقیہ ص ۳۵ پر

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

تعزیہ داری پر امام احمد رضا کے فتووں کی غلط تشریح

حقائق کے تناظر میں

رضویات

یہ فتنوں کا دور ہے، ہر طرف فتنے ہی فتنے ہیں، جہال زمانہ نے ہر سو اپنی جہالت کا اودھم مچا رکھی ہے، ان فتنوں میں ایک فتنہ یہ بپا ہو چکا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کا نام لے کر ناجائز امور کو جائز بتانے اور قوم وملت کو فسق وفجور کے قعر عمیق میں ڈالنے اور نیم رافضیت ورافضیت کو تقویت پہچانے کی ناتمام کوششیں جاری ہیں، اس طرح فتاویٰ رضویہ کی سندی ومعیاری حیثیت کو بھی مسخ کرنے کے درپے ہیں اور یہ فتنے اس پیلی بھیت سے اٹھے ہیں جہاں سے مسلک اعلیٰ حضرت کا بڑے زور وشور سے اشاعت و ترویج ہوئی ہے، حضور شیر بیشۂ اہل سنت، حضور محبوب ملت، حضور مشاہد ملت، حضور مشہود ملت، فاتح کرناٹک حضور منصور ملت علیہم الرحمۃ والرضوان کے احسانات کو کبھی دنیائے سنیت فراموش نہیں کرسکتی ہے لیکن انہیں کے گھرانے کے کچھ افراد اپنے ہی گھرانے کے بزرگوں کی روش سے ہٹ کر انہیں مردہ باد کہہ رہے ہیں اور مردہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں۔

بزعم باطل یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ فتاویٰ رضویہ کی اشاعت وترویج کر رہے ہیں، انہیں ان کے بڑوں نے بچپن ہی میں فتاویٰ رضویہ ہاتھ میں دیا ہے، انھیں کبھی کسی عالم کی حاجت نہیں ہوئی کیونکہ ان کے ہاتھ میں فتاویٰ رضویہ ہے، اب ان کا دعویٰ ہے کہ تعزیہ بنا کر گشت کرانا جائز ہے اور یہ فتاویٰ رضویہ میں ہے اور وہ اپنے دعویٰ میں فتاویٰ رضویہ کی جو عبارت پیش کی ہے، ذرا اس کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ جو کام آج تک دشمنان اعلیٰ حضرت نہیں کیا وہ کام یہ کر رہے ہیں، وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے، محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ اپنی تصنیف اعالی الافادۃ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"(۱) تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں، ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں، جسے اشباہ ہو (۱) امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے، مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اوّل تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش، نئی گھڑت! جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق! پھر کوچہ بکوچہ و دشت بدشت، اشاعت غم کے لئے ان کا گشت! اور ان کے گرد سینہ زنی! اور ماتم سازی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ! جلوہ گاہ حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منّتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل! اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت

* مضمون نگار فخر ازہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

پاک تک نہایت بابرکت وحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار، باقی توڑ تاڑ دفن کردیئے۔

یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جدا گانہ رہے، اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین! اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے، ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھا اور اگر نظر شوق ومحبت میں نقل روضۂ انور کی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ زنی وماتم کنی ودیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے، اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے: اتقوا مواضع التہم۔ (کشف الخفاء حدیث ۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷–اتحاف السادۃ کتاب عجائب القلب بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب، دارالفکر بیروت ۷/ ۲۸۳) تہمت کے مواقع سے بچو: اور وارد ہوا: من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التہم۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، ص ۲۴۹) جو شخص للہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔

لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظّمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پرنور کے نقشے لکھے ہیں (والسلام علی من اتبع الہدیٰ، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۶۹ ۱۶/ ۲۸ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف الرسالہ مسمی بہا، اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ)

محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ نے کربلائے معلّی کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک گھر میں رکھنے کو جائز قرار دیا اور ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنے کو قطعا جائز کہا (اور آج بھی اسے کوئی ناجائز نہیں کہتا ہے) تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اپنے مکانوں میں رکھے مگر اب اس میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اوّلاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے صرف کاغذ کے نقشے پر قناعت کرے، اس مقام پر بھی صاف صاف تعزیہ بنانے کو بدعت کہہ رہے ہیں، اسے بنا کر گھر میں رکھنے کو بھی منع فرمارہے ہیں اور اس سے بچنے کا حکم حدیث پاک کی روشنی میں دے رہے ہیں، یہاں تو مروّجہ وغیر مروّجہ تعزیہ بنانے کی ممانعت روشن ہے اور اشاعت غم کے لئے گشت اور تماشے، باجے، تاشے اور اوپر ذکر کردہ دوسرے امور کو شمار کراتے ہوئے فرماتے ہیں (اور تعزیہ) اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے (جو) قطعاً بدعت وناجائز

رضویات

وحرام ہے، جس تعزیہ کے سامنے جا کر ملنگ جی نعرہ لگا رہے تھے اور اسے تعزیہ شریف کہہ رہے تھے ایسے تعزیہ بنانے والے کو فاضل بریلوی قدس سرہ" جہال بے خرد سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

(۲) انجمن اسلام اہل سنت وجماعت سہسوانی ٹولہ بریلی شریف سے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ میں ایک سوال ہوا کہ دس محرم الحرام جمعہ کا دن ہے جمعہ کے پیش نظر عوام اہل سنت اور سنی حنفی اہلیان انجمن نے جمعہ کی نماز کا اہتمام کیا ہے جس میں تعزیہ دار بدعتی بھی شامل ہیں اور اسی کے باعث جماعت کثیر ہے کیا اس جماعت میں شریک ہو کر نماز ادا کر سکتے ہیں؟ کیا اس جماعت میں شریک ہونے پر کثرت جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں ایسی جماعت میں شریک ہونے سے گنہگار ہونا لازم تو نہ آئے گا؟ (تلخیص سوال)

محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"جب کہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط امامت ہوگا تو اس میں بلا شبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید واثق ہے، تعزیہ داری ایک بدعت عملی ہے، وہ اس حد تک نہیں کہ اس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی وہابی وغیرھم خبثاء کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا ان سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا ان خبیثوں سے۔ ضروریات دین بالائے سر۔ وہ عقائد ضروریہ اہل سنت کے بھی منکر نہیں۔ نہ محبوبان خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں۔ نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت، یہ عقیدۃً ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں۔ برائے جہالت و نادانی اس میں لہو ولعب وافعال ناجائز شامل کرتے ہیں۔

لہٰذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز با جماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں ان چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا کہ زمانۂ عرس میں آج کل مزارات طیبہ کی حاضری۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ٤٠٠/ ۸ رمترجم مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات)

اس مقام پر تعزیہ کے جائز ہونے کا قول نہیں ہے بلکہ تعزیہ داری کو بدعت عملی قرار دیا ہے، البتہ وہ سنی عوام جو بہکاوے میں آکر تعزیہ داری کر رہے ہیں لیکن ان کا عقیدہ سنیوں والا ہے تو اسے وہابی، رافضی اور بدعقیدہ نہیں کہا جائے گا مگر اس کے اس فعل کو جہالت اور نادانی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس فعل کو بدعت عملی قرار دیا ہے تو بات واضح ہے کہ یہ فتنہ گر اپنی ضد، ہٹ اور کبر ونخوت میں آکر بدعت کو پھیلا رہے ہیں جو مقام غور ہے۔

(۳) تعزیہ محرم میں بطور یادگاری امام حسن، حسین علی جدہما وعلیہما السلام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ :

"تعزیہ بدعت و گناہ ہے، بطور یادگاری امام ان کے ذکر فضائل ونذر ثواب سے ہو۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳/ ۱۵ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

(٤) تعزیہ بنانا گناہ ہے کفر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٦١٩/ ١٦ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

(٥) تعزیہ (بنانا) ضرور ناجائز و بدعت ہے مگر حاشا کفر نہیں؟ آخری میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کا مرتکب قابل بیعت نہیں (یعنی وہ فاسق معلن ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ٦٢٧/ ٦٢٦/ ٦١ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

(٦) تعزیہ رائجہ مجمع بدعاتِ شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٦٢٨/ ١٦ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

(۷) تعزیہ بنانا ناجائز و بدعت ہے، اس کا بنانا گناہ ومعصیت اور اس کے اوپر شیرنی وغیرہ چڑھانا محض جہالت ہے اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے، اس بنا پر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد گناہ کبیرہ ہے کہنے والے کو تجدید اسلام ونکاح چاہئے، یونہی اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود وباطل ہے، البتہ اگر کسی وہابی کو مرتد وکافر کہا تو مضائقہ نہیں اور وہابی کے پیچھے نماز بے شک ناجائز ہے جو تعزیہ داری میں غلو رکھے یا اس سے معروف ہوا گرچہ غلو نہ رکھے اس کے پیچھے بھی نماز نہ (پڑھنی

رضویات

چاہئے مگر پڑھیں تو ہوجائے گی ہاں اسے امام بنانا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶۳۶/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ تعزیہ داری وبدعات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ رسالہ کا اکثر حصہ تعزیہ داری کے ناجائز وبدعت بدعت سیئہ بدعت شنعہ ہونے کے بیان سے بھرا ہوا ہے اور غیر مروّجہ تعزیہ کو بھی شیعہ کی مشابہت سے تعبیر فرمایا ہے اور اسی میں ڈھول تاشے باجے کی حرمت کا بیان بھی موجود ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

(۸) ڈھول بجانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶۲۹/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: (۹) یونہی علم، تعزیئے، تخت، جریدے، باجے، کھیل، تماشے سب بیہودہ (امور) و بدعت وممنوع ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶۳۳/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

(۱۰) علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے (ذریعۂ) منت جاننا اور حماقت اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶۳۶/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

(۱۱) تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضۂ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح نقل تسکین شوق کو رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضۂ منورہ وکعبۂ معظّمہ کے نقشے۔ اس وقت تک اس قدر میں حرج نہ تھا اب بوجہ شبیہ شیعی اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا اس کی منتیں ماننا اسے جھک جھک کر سلام کرنا سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶۴۰/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

(۱۲) تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں: قال اللہ تعالیٰ **(ولا تعاونوا علی الاثم و العدوانِ)** طریقۂ مذکورہ ضرور فسق واتباع روافض اور تعزیہ (بنانے) کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ مگر انکار ضروریات دین نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶۴۲/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ: تعزیہ بنا کے نکالنا، اس کے ساتھ ڈھول نقارے بجانا، قبر کی صورت بنا کر جنازہ کی طرح نکالنا، اس پر پھول وغیرہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳) جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶۴۲/۱۶ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ امام احمدرضا اکیڈمی بریلی شریف)

اب ذرا ان مدعیان باطل سے سوال کریں کہ کیا محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ کو اعلان کے لئے ڈھول بجانے والے جزئیہ جو شامی میں منقول ہے وہ معلوم نہیں تھا کہ اس مقام پر ڈھول بجانے کو حرام قرار دیا، واضح ہے کہ ان مدعیان باطل کا مقصد فتنہ گری اور عوام اہل سنت کو گمراہ کرنا ہے اور اس کے ذریعہ پس پشت کسی سے زر لینا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، البتہ عوام وخواص اہل سنت سے گزارش ہے کہ تعزیہ داری کے ناجائز و بدعت سیئہ اور حرام ہونے پر اکابرین اہل سنت کا اتفاق ہے مگر یہ ظالم تعزیہ کے خلاف بولنے والے پر مردہ باد کے نعرے لگائے اور آپ خموش ہیں آپ کی غیرت کیوں نہیں جاگتی؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ ان کا دنداں شکن جواب دیا جائے؟

◆◆◆

مفتی ساحل سہسرامی پر خصوصی ضمیمہ

ادارہ سنی دنیا بریلی شریف ماہِ ستمبر ۲۰۲۴ء میں حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر ایک خصوصی ضمیمہ شائع کرنے جا رہا ہے، اصحاب قلم وقرطاس سے التماس ہے کہ ۲۰ر اگست تک اپنے مضامین ومقالات ہمیں ارسال فرمادیں تا کہ وقت سے اشاعتی مراحل طے ہوسکیں۔ {نشتر فاروقی}

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

اعلیٰ حضرت اور مشائخ چشتیہ

حسام الحرمین پر مشائخ چشتیہ کی تصدیقات کی روشنی میں

سلاسل طریقت میں سلسلۂ چشتیہ بڑا معروف ومقبول اور مشہور ہے، جس میں بڑے بڑے اولیا، صاحبانِ دل اور علم وعرفان کے شناور گزرے ہیں۔ مشائخ چشت نے جہاں طریقِ نبوی کی اشاعت کی اور تزکیۂ باطن واصلاحِ احوال کا مبارک فریضہ انجام دیا وہیں عقائد اسلامی کی حفاظت وصیانت نیز شریعت کی بقا کے لیے بھی جد وجہد کی اور اپنے اپنے دور میں دین کے مقابل پیدا شدہ فتنوں کا سدِ باب کیا، خانقاہوں اور زاویوں سے نکل کر عقائد حقہ کی اشاعت بھی کی اور باطل فتنوں کی سر کوبی کر کے رسمِ شبیری ادا کی۔

ملک ہندوستان میں مشائخ چشت میں سب سے نمایاں و ممتاز ذات سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین علیہ الرحمہ (وصال ۶۲۷ھ/۱۲۳۶ء) کی ہے۔ آپ علم وعرفان کے کئی چشموں سے سیراب تھے، بغداد کے دریائے معرفت کے شناور اور اپنے عہد کے اولیائے کرام کے تاج ور تھے، اعلیٰ حضرت؛ غوث اعظم علیہ الرحمہ کے حوالے سے فرماتے ہیں ؎

مزرع چشت بخارا وعراق واجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اعلیٰ حضرت مثالی شخصیت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) علم وفضل کے آفتاب اور معرفت و طریقت کے ماہ تاب تھے۔ آپ نے دین کی حفاظت وصیانت کی خاطر ہر اس جدید نظریے کی تردید کی جس سے اسلامی عقائد و احکام کی توہین ہوتی تھی۔ آپ نے علم وفضل کی ہر شاخ پر ایمان و ایقان کی پختگی کے گل ولالہ کھلائے اور شریعت وطریقت کے مقام بلند کی طرف اسلامی اُصولوں کی روشنی میں رہنمائی کی۔ آپ کی فکر وبصیرت فضائے طیبہ سے فیض یاب تھی، یہی سبب تھا کہ گردشِ ایام کی آندھیاں آپ کے قدموں کو متزلزل نہ کرسکیں اور زمانی تغیرات کا کوئی جھونکا آپ کو اپنے مقام سے ہِلا نہ سکا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اسلاف کے پاکیزہ مسلک کی نمائندگی کی اور دل ونگاہ کی صفائی وتزکیۂ باطن کے لیے تاعمر کوشاں رہے، عقائد کے رُخ سے آپ کا قلمی کام نمایاں ہے جس پر سیکڑوں تصانیف شاہد عادل ہیں۔ ؎

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر
(اقبالؔ)

عظیم محقق اور حسام الحرمین

اعلیٰ حضرت نے جو کچھ لکھا زمانی تقاضوں اور ضرورت کے تحت لکھا، یہی سبب ہے کہ آپ کی تحریریں نوع بہ نوع موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں اور اسلافِ کرام کے علم وفضل کی آئینہ دار ہیں، صدیوں کی کاوشات کا عطر مجموعہ آپ کی تصانیف کی سطر سطر سے مہکتا ہے۔ تحقیق کی بزم آراستہ نظر آتی ہے اور ہر تصنیف موضوع کی مناسبت سے عدیم النظیر ہے، موضوع سے متعلق تمام گوشوں پر مواد فراہم کر دیتے ہیں۔ آپ نے جو کچھ لکھا علم وتحقیق کے بعد لکھا بلکہ جن افراد یا سربراہانِ جماعت پر شریعت کا کوئی حکم عائد کیا تو قائل پر صورتِ حال واضح کی اور توبہ پر مائل کیا لیکن! اس کے باوجود گستاخانہ عبارتوں کو حق وصحیح تسلیم کرنے والوں سے متعلق ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) کے نام سے علمائے حرمین کی تصدیقات جمع کیں اور مع عربی متن کے اردو میں ان کی اشاعت بھی کی۔

رضویات

*مضمون نگار نوری مشن مالےگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

جس میں ۳۳؍ اکابر علماے حرمین کی تصدیقات اس بابت ہیں کہ برصغیر میں نئے پیدا شدہ عقائد کے بانیان؛ جنھوں نے اپنی کتابوں میں رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین وبے ادبی سے پُر عبارتیں لکھیں، اور ان میں تاویل کی گنجائش بھی نہیں وہ ازروے شرع اسلام سے خارج ہیں۔

عقیدہ کی اہمیت

علامہ سید احمد سعید کاظمی تحریر فرماتے ہیں :

"بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ انھیں معبود واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے۔ لیکن فطرتِ انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکز وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنی میں اسے منزل مقصود تک پہنچا دے اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ رسالت — توحید کی دلیل ہے ...... قربِ الٰہی کا ذریعہ صرف قربِ مصطفائی ہے اور توحید کا وسیلہ رسالت ہے۔" (ماہ نامہ السعید مئی جون ۱۹۶۴ء، آئینہ حق وباطل، علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی، جماعت اہلسنّت شیخوپورہ ۱۹۹۴ء، ص ۵–۶)

جب بھی عقیدۂ توحید ورسالت کی توہین کی کوشش کی گئی مشائخ نے خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کی اور گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچا کر دین پناہ کا کام انجام دیا اور اسلامی سرحدوں کی نگہ بانی کی، عقائد کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا، اس رُخ سے علما ومشائخ اور زاویہ نشینوں کی ایک روشن تاریخ موجود ہے۔

غیر اسلامی عقائد کی یورش اور ان کا سد باب

انگریز نے تجارت کی غرض سے ہندوستان کا رُخ کیا، اپنی سازشی فطرت کے باعث تخریب کاری کی، مذہبی عقائد میں جدید نظریات پیدا کرنے کی تگ ودو کی، علما خریدے، نئے نظریات کے حاملین کی تائید وسرپرستی وصیانت کی، وہابی نظریات کو فروغ دیا، فرقۂ وہابیہ سے متاثر افراد کو وظائف دے کر ہم نوا بنایا، وہابی عقائد کی ترجمانی میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کتاب تقویۃ الایمان لکھی، جس میں توحید کے زعم میں رسالت کی عظمتوں کو نشانہ بنایا، اسی سے متاثر ہونے والے علما میں مولانا قاسم نانوتوی دیوبندی نے "تحذیر الناس" لکھ کر اور نئے نبی کا امکان بتا کر قادیانیت کو غذا مہیا کی، بعد کو مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویِ نبوت کیا، مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کیا، اللہ کریم کے لیے کذب (جھوٹ) کا امکان تراشا۔ (ملاحظہ کیجیے: براہین قاطعہ)

ان کے شاگرد مولانا خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے اس کی تائید کی نیز میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت سے تعبیر کیا، مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی نے "حفظ الایمان" میں شانِ رسالت میں عیب جوئی کی اور علم غیب رسول کی نفی کی جب کہ شیطان وملک الموت کے لیے غیب تسلیم کیا۔ اسی طرح کئی نئے عقائد کی داغ بیل پڑی۔ جن کی تردید اس زمانے کے اکابر علما نے تحریراً وتقریراً کی اور ان کی اصلاح کی کوششیں کیں۔ ایسے علما جنھوں نے مذکورہ عقائد کے حاملین کو رجوع کے لیے متوجہ کیا ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نام نمایاں ہے۔ ایک مدت تک تنبیہ واصلاح کے لیے کاوش کی اور جب رجوع وتوبہ کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں تو شریعت کا حکم کہہ سنایا۔ توہین رسالت پر مبنی عبارتوں پر حکم کفر عائد کیا۔ حسام الحرمین میں یہ احکام تحقیق وصداقت کے ساتھ درج ہیں جن پر ۳۳؍علماے حرمین کی تصدیقات بھی ہیں۔

تعارف حسام الحرمین

علماے حق نے اپنی ذمہ داری سمجھ کر علماے دیوبند اور برصغیر میں پنپ رہے باطل عقائد پر شرعی گرفت کرتے ہوئے انھیں سمجھانے کی کوشش کی اور آخرت کا خوف دلایا۔ جب دیکھا کہ وہ جنبش کو تیار نہیں تو پھر ان کا شرعی مواخذہ کیا۔ ان علماے ربانیین میں ایک نام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا ہے، آپ نے ان عقائد وگستاخیوں سے متعلق تنبیہ وتوبہ کی ترغیب کے بعد دینی ضرورت سمجھتے ہوئے علماے حرمین کی خدمت میں بِلا کم

وکاست گستاخانہ عبارتوں کو پیش کیا اور حکم شرع واضح کرتے ہوئے علماے حرمین سے تصدیق چاہی۔

اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ علامہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ) کی کتاب ''المعتقد المنتقد'' پر امام احمد رضا نے حاشیہ لکھا بہ نام ''المعتمد المستند'' اس کا خلاصہ امام احمد رضا نے دوسرے سفر حج ۱۳۲۳ھ میں علماے حرمین کی خدمت میں پیش کیا اور اس میں ہندوستان میں پیدا ہونے والے فرقوں مثلاً قادیانی، نیچری، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد وغیرہم کے عقائد ذکر کیے، جس پر ۳۳ر علماے حرمین نے مذکورہ فرقوں پر فتاویٰ کفر صادر فرمایا جس کی اشاعت ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) کے نام سے ہوئی۔ فتاویٰ حسام الحرمین کی اشاعت عربی میں ہوئی جب کہ اردو اور انگریزی تراجم بھی ہند و پاک سے بار بار شائع ہو چکے ہیں اور ساری دُنیا میں ان کی مقبولیت ہے۔

مشائخ چشتیہ کی خدمات کا اجمالی تجزیہ

برصغیر میں اسلام کے کارواں کو تیز گام کرنے میں جن رجال کا وافر حصہ رہا ہے ان میں مشائخ چشتیہ نمایاں ہیں۔ جن کی خانقاہیں ایک طرف ارشاد و ہدایت کا مصدر ہوا کرتی تھیں تو دوسری طرف عقائد حقہ کی اشاعت کا محور ہوتیں، دلوں کے زنگ بھی دھوئے جاتے اور ظاہر کو بھی نکھارا جاتا، خیالات کی بے راہ روی کی اصلاح کی جاتی اور معاشرتی برائیوں کا سد باب کر کے پاکیزہ و معطر ماحول تشکیل دیا جاتا۔ ان مشائخ کرام کی خدمات کا دائرہ برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے، دور افتادہ علاقوں، غیر معروف کوچوں، خیابانوں، بیابانوں، دیہاتوں اور وحشت زدہ بستیوں میں اسلام و ایمان کی نوری کرنیں ان مشائخ کرام کے توسط سے پھیلیں۔

مشائخ چشتیہ نے ایک طرف داعیانہ کردار ادا کیا دوسری طرف نوپید فتنوں اور فرق ہاے باطلہ کی تردید میں نمایاں رول نبھایا، جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے گستاخِ رسول؛ مولویوں پر شرعی حکم عائد کیا اور علماے حرمین کی تصدیقات کے ساتھ فتاویٰ حسام الحرمین کی اشاعت کی؛ اس کی تائید و توثیق سلاسل طریقت کے بزرگوں نے کی، سبھی سلاسلِ طریقت کے بزرگوں نے حفاظت دین کے لیے حسام الحرمین کی تائید کی اور تصدیقی کلمات ارشاد فرمائے، اس تحریر میں مشائخ چشتیہ کی حسام الحرمین پر تصدیقات اور تردید مذاہب باطلہ کے ضمن میں چند نکات درج کیے جاتے ہیں۔ راقم نے اس سے قبل ایک مقالہ ''حسام الحرمین اور مشائخ نقشبندیہ'' کے عنوان پر تحریر کیا تھا جس کی کئی مقامات سے اشاعت عمل میں آئی۔

''حسام الحرمین'' (۱۳۲۴ھ) پر ۳۳ر علماے حرمین کی تصدیقات کی اشاعت کے ۲۰ر سال بعد ۱۳۴۵ھ میں علامہ حشمت علی خان قادری پیلی بھیتی نے ''الصوارم الہندیہ علیٰ مکر شیاطین الدیوبندیہ'' کے نام سے ۲۶۸ر علما و مشائخ کی تصدیقات جمع کر کے شائع فرمائیں۔ انھیں میں سے مشائخ چشتیہ کی تصدیقات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے، نیز عقائد حقہ کے تحفظ کے لیے کاوشات پر بھی ضمناً روشنی ڈالی جائے گی، اس سے قبل علامہ حشمت علی خان قادری کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

> ''بعض جہال بکا کرتے ہیں کہ یہ تو بریلی و دیوبند کے جھگڑے ہیں علماے بریلی کے سوا دیوبندیوں کو کوئی کافر نہیں کہتا— وہ دیکھیں کہ جس قدر علماے اہلسنّت ہیں وہ سب دیوبندی گروہ کی تکفیر میں علماے بریلی سے متفق ہیں۔''

(الصوارم الہندیہ، رضا اکیڈمی ممبئی ۱۳۳۷ھ، ص ۲۰)

مرکز چشت اجمیر مقدس

حسام الحرمین پر اجمیر مقدس جوارِ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ میں جاری دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے اساتذہ کی تصدیقات ہیں، دار العلوم کے مفتی امتیاز احمد انصاری لکھتے ہیں:

> ''بے شک دعویِ نبوت کفر اور گستاخیاں، شانِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کفر اور ارتداد...... اور خداے عز و جل صادق و سبحان کو کذب کا عیب لگانا کفر صریح... علیٰ ہذا علم اقدس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیطان ملعون کے علم سے کم بتانا موجب لعنت و کفر... نیز حضور اقدس و انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اعلیٰ کو مذکورہ اشیا کے علم سے تشبیہ دینا

توہینِ علومِ نبوی۔ ۔ ۔ اور موجب ارتداد و کفر اور ان کفریات کا قائل اور یہ اشخاص جن کی کتب مطبوعہ سے اس قسم کے عقائد ثابت ہیں حسبِ فتاوائے علمائے حرمین شریفین نہ محض بے ادب اور گستاخ۔ ۔ ۔ بلکہ خدا اور رسول کے دُشمن اور بقاعدہ شرعیہ کافر و مرتد ہوئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (مرجع سابق، ص ۴۳)

اس ضمن میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے جن مدرسین کی تصدیقات ہیں ان کے نام اس طرح ہیں: [۱] مولانا محمد عبد المجید (موصوف نے یہ الفاظ درج کیے: (بے شک ان اقوال کا قائل و معتقد کافر ہے اور فتاوائے حرمین حق ہیں۔" مرجع سابق) [۲] مولانا عبد الحی [۳] مولانا غلام علی عرس سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ ۱۳۴۷ھ کے موقع پر عرس میں شریک علمانے حسام الحرمین پر تصدیقات ثبت فرمائیں؛ ان کے نام اس طرح ہیں:

[۱] مولانا سید محمود حسین زیدی الوری [۲] مولانا محمد میراں شافعی (مدرس: مدرسہ نجم الاسلام بھیونڈی ضلع تھانہ) [۳] مولانا نثار احمد ناگوری [۴] مولانا شمس الدین احمد جون پوری (مصنف: قانون شریعت) [۵] مولانا محمد حامد علی فاروقی رائے پوری [۶] مولانا حبیب الرحمن [۷] مولانا سید رشید الدین احمد بریلوی فخر المدرسین مولانا معین الدین اجمیری ابتدا میں علمائے دیوبند کی تصانیف سے عدم مطالعہ کی بنیاد پر خاموش تھے۔ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری کی اجمیر شریف آمد پر مراسلت ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا اجمیری علمائے حرمین و علمائے برصغیر کے ہم نوا ہو گئے۔ آپ اپنے ایک مکتوب بنام حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان میں لکھتے ہیں:

"براہین قاطعہ کے قول شیطانی کو جس میں معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ "شیخ نجدی" یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے، دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعاً کلماتِ کفر ہیں اور ان کا قائل کافر، باقی ہفواتِ اہلِ دیوبند کو بعد صحت کے ان شاء اللہ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔" (مرجع سابق، ص ۱۲۸)

آستانۂ کچھوچھہ مقدسہ

سلسلۂ چشتیہ کی ایک عظیم و اہم شاخ خانقاہِ کچھوچھہ شریف (یوپی) ہے؛ جہاں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی مشن کو تازگی عطا کی اور لاکھوں دلوں کو ایمان و ایقان سے روشن فرمایا۔ اس آستانے سے جو گل کھلا اس کی خوش بو دور تک پہنچی۔ حسام الحرمین پر کچھوچھہ مقدسہ سے جاری کردہ تصدیقات کی تمہید میں مولانا فضل الدین بہاری لکھتے ہیں:

"بے شک مرزا غلام احمد قادیانی دعوئ نبوت کر کے کافر ہوا۔ بلاشبہہ رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اشرف علی تھانوی و قاسم نانوتوی نے سرکارِ الوہیت و دربارِ رسالت میں گستاخی اور منھ زوری کی جس کی بنا پر مردود بارگاہ ہوئے اور ذریت ابلیس میں پناہ پایا۔" (مرجع سابق، ص ۳۸)

اسی میں حضور محدث اعظم علامہ سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی جو حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے توسط سے چشتی نسبت رکھتے ہیں وہ ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"لاریب ان فتاوی علماء الحرمین المحترمین فی تکفیر ھو لاء المذکورین صحیحۃ۔" (مرجع سابق، ص ۳۸)

مولانا سید محمد شرف الدین اشرفی جیلانی جائسی جو حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے توسط سے سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ ہیں؛ نے حسام الحرمین پر "الجواب صحیح" کے الفاظ میں تصدیق کی۔ (مرجع سابق، ص ۳۷)

مولانا سید احمد اشرف قادری چشتی اشرفی جیلانی نیز مولانا معین الدین احمد چشتی و مولانا سید حبیب اشرف چشتی نے بھی تصدیق فرمائی۔ (مرجع سابق، ص ۳۹-۴۰)

شیخ المشائخ اشرفی میاں کی رائے گرامی

۲۱؍ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کے تحریر کردہ ایک مفاوضۂ عالیہ میں شیخ المشائخ گلبن خیابانِ سمنانی مولانا سید علی حسین چشتی اشرفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب عالم اہلسنّت کے فتووں پر عمل کرنا واجب ہے، کافروں کا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔"

ایک مقام پر لکھتے ہیں: "مولانا بریلوی اور اس فقیر کا

مسلک ایک ہے۔" (مرجع سابق، ص۹۱-۹۲)

دیگر علماو مشائخ چشتیہ کی تصدیقات

[۱] مولانا سید محمد حنیف چشتی (مفتی نکودر، ضلع جالندھر) لکھتے ہیں :

"حسام الحرمین کے فتاویٰ صحیح ہیں اور علمائے حق کے لکھے ہوئے ہیں۔ براہین قاطعہ (از خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی) کے دیگر مقاموں پر فاتحہ علی الطعام و میلاد شریف کو بھی ناجائز لکھا ہے یہ بھی غلط ہے۔ ایسی بے ہودہ کتاب کا پڑھنا بھی درست نہیں۔" (مرجع سابق، ص۵۹)

[۲] مولانا امین القادری چشتی اشرفی (بھیونڈی، ضلع تھانہ) لکھتے ہیں :

"فتاویٰ حسام الحرمین نہایت صحیح و حق و مدلل ہیں ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کو لازم ہے۔" (مرجع سابق، ص۷۳)

[۳] مولانا محمد یوسف صدیق اللہ شاہ چشتی اشرفی شافعی (خطیب جامع مسجد بھیونڈی، ضلع تھانہ) [۴] مولانا ابوناظم محمد کاظم رحمتی چشتی (سراج گنج بنگال) لکھتے ہیں :

"تمام مسلمانوں پر لازم بلکہ الزم ہے کہ ایسے بدعقیدے والوں سے اپنے کو کوسوں دور رکھیں اور ان گندم نما جو فروش لوگوں کے دھوکے اور فریب سے اپنے عقائد اور دین و ایمان کی حفاظت و نگہ بانی کریں۔" (مرجع سابق، ص۸۲)

[۵] مولانا عبدالعزیز خاں چشتی اشرفی (فتح پور، ہسوہ) لکھتے ہیں :

"حسام الحرمین کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض وضرور ہے۔" (مرجع سابق، ص۸۳)

[۶] مولانا محمد یونس قادری چشتی اشرفی سنبھلی [۷] مفتی احمد یار خاں بدایونی اشرفی [۸] مولانا ابوالفیض چشتی سلیمانی [۹] مولانا عبدالنبی المختار یار محمد فریدی چشتی (گڑھی اختیار خاں، ریاست بہاول پور) لکھتے ہیں :

"حسام الحرمین استفتا کا کافی جواب اور سراسر حق وصواب ہے۔" (مرجع سابق، ص۵۱-۵۲)

[۱۰] غازی اسلام مولانا کرم الدین دبیر چشتی (بھیں تحصیل چکوال، ضلع جہلم، پنجاب) لکھتے ہیں :

"نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا و رسولِ خدا کی کچھ عظمت نہیں...... یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کا مدلل و مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے۔" (مرجع سابق، ص۵۶)

مولانا کرم الدین دبیر چشتی کی تصدیق پر دستخط کرنے والے علما کے نام اس طرح ہیں: مولانا محمد فیض الحسن چشتی جہلمی، مولانا احمد دین چشتی چکوالی۔ ہم بعض ان علمائے عرب کا بھی ذکر کیے دیتے ہیں جنھوں نے "حسام الحرمین" یا "الدولۃ المکیۃ" (از اعلیٰ حضرت) پر تقریظ لکھی؛ یا خلافت و اجازتِ اعلیٰ حضرت سے سرفراز ہوئے۔ مسلک اہلسنّت کی ترویج و تردید عقائد باطلہ میں اہم کردار ادا کیا اور جو نسبت چشتیہ سے منسلک تھے۔ جن کی حرمین میں بڑی قدر و منزلت تھی۔

[۱] حضرت شیخ احمد بن ضیاء الدین مکی حنفی، حاجی امداد اللہ چشتی مہاجر مکی کے خلیفہ اور "حسام الحرمین" کے مقرظ۔ (امام احمد رضا اور علمائے مکہ مکرمہ، بہاء الدین شاہ، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۱۰ء، ص۲۰) اعلیٰ حضرت کی تصانیف "فتاویٰ الحرمین" اور "الدولۃ المکیۃ" پر بھی تصدیق قلم بند فرمائی۔ [۲] مولانا رحمت اللہ کیرانوی چشتی مہاجر مکی (م۱۸۹۱ء) خلیفہ حاجی امداد اللہ چشتی مہاجر مکی۔ آپ نے مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کی تردید میں مولانا عبدالسمیع بیدل چشتی رام پوری کی کتاب "انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" اور مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی نقشبندی کی تصنیف "تقدیس الوکیل" پر تقریظ تحریر فرمائی، فاتح قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے مولانا کیرانوی کو "فخر العلماء" کا خطاب عطا فرمایا۔ (مرجع سابق، ص۲۹)

حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ "الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ" پر تصدیق فرمائی۔ (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء) مولانا کیرانوی نے اخیر عمر میں محلہ جیاد مکہ مکرمہ میں مدرسہ احمدیہ قائم کیا۔ جس میں تجوید و حفظ

قرآن پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، حاجی امداداللہ چشتی مہاجر مکی کے خلیفہ اور تصنیفِ اعلیٰ حضرت "حسام الحرمین" کے مقرظ قاری حافظ شیخ احمد بنگالی (چشتی) اس کے مدرس و مہتمم تھے۔ (مرجع سابق، ۳۰)

حاجی امداداللہ چشتی مہاجر مکی علیہ الرحمہ؛ جو بانیانِ فرقۂ دیوبندیہ کے مرشد ہیں نے "فیصلۂ ہفت مسئلہ" لکھ کر علمائے دیوبند کی اصلاح کی کوشش کی، دیوبندی مناظر و ترجمانِ دیوبند محمد امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی اپنی کتاب میں رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "احباب موقع بموقع ہفت مسئلہ کا قصہ چھیڑ دیتے ہیں، یہ رسالہ ۱۳۱۲ھ میں لکھا گیا۔ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے یہاں تک فرما دیا کہ اسے حمام میں جھونک دو۔" (تجلیاتِ صفدر، جلد اول، ص ۵۰۹)

حاجی امداداللہ چشتی مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا احمد حسن چشتی کان پوری نے امکانِ کذب کے مسئلے میں مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کی تردید میں "تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان" تحریر کی۔ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق چشتی سے اعلیٰ حضرت کے روابط: شیخ الدلائل مولانا عبدالحق چشتی الہ آبادی مہاجر مکی صابری چشتی سلسلے کے شیخ طریقت تھے؛ آپ نے حسام الحرمین پر تقریظ قلم بند کی، اکابر علمائے مکہ مکرمہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ حسام الحرمین میں آپ کی تقریظ سے قبل ان القاب سے ذکر کیا گیا ہے: "بقیۃ الاکابر، عمدۃ الاواخر، حامی السنن، ماحی الفتن، مطرح اشعۃ النور المطلق مولانا الشیخ محمد عبدالحق المھاجر الالٰہ آبادی۔" (حسام الحرمین، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۱۳ء، ص ۱۰۳)

اعلیٰ حضرت کے دوسرے سفر حج ۱۳۲۳ھ کے موقع پر شیخ الدلائل سے اعلیٰ حضرت کی خصوصی ملاقاتیں رہیں، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا، مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور کتب خانے میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔" (الملفوظ، مرتب مفتی اعظم ہند، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۵۸۔۱۵۹)

اعلیٰ حضرت کی حرمین میں مقبولیت سے متعلق شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق چشتی مہاجر مکی فرماتے ہیں: "(امام احمد رضا کو) مکہ معظّمہ میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔"

(الملفوظ، مرتب مفتی اعظم ہند، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۸۱)

مولانا عبدالحق چشتی مہاجر مکی کے تلمیذ مولانا کریم اللہ پنجابی فرماتے ہیں:

"انی مقیم بالمدینة الامینة منذ سنین ویاتیها من الهند الوف من العلمین فیهم علماء وصلحاء اتقیاء رأیتهم یدورون فی سکک البلد لا یلتفت الیهم من اهله احد واری العلماء والکبار العظماء الیک مهرعین وبالاجلال مسرعین ذٰلک فضل اللّٰه یوتیه من یشاء واللّٰه ذوالفضل العظیم۔ میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں، ان میں اہلِ علم، اہلِ اصلاح، اہلِ تقویٰ سب ہوتے ہیں، انھیں دیکھا کہ وہ بلدہ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں، کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علما عظما آپ کی طرف دوڑے آ رہے ہیں اور تعظیم بجا لانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔" (تمہید، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۰۲۔۱۰۳)

شیخ الدلائل نے "حسام الحرمین" اور "الدولۃ المکیۃ" پر تقریظ لکھی، حضرت حاجی امداداللہ چشتی مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا احمد بن ضیاء الدین بنگالی مکی نے اعلیٰ حضرت کی کتاب "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" پر تقریظ لکھی، جو "افتائے حرمین کا تازہ عطیہ" (مطبوعہ بریلی ۱۹۱۰ء) میں شامل ہے۔ (تاریخ الدولۃ المکیۃ، عبدالحق انصاری، ص ۸۷–۸۸)

مشائخ چشتیہ کی عقائد اہلسنّت کی حفاظت وصیانت کی غرض سے کاوشات، ردِ فرق ہائے باطلہ کے لیے خدمات کے ذکر کے لیے دفتر چاہیے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کثیر فتاویٰ ہیں جن پر علما و مشائخ چشتیہ کی تصدیقات ثبت ہیں۔ ان بقیہ ص ۸ پر

مضمون نگار جامعہ ضیائیہ فیض الرضا دری، سیتامڑھی کے استاذ ہیں۔

از: مولانا سبطین رضا مرتضوی*

تعلیمات رضا اور ہماری ذمہ داریاں

رضویات

یہ بات مسلم ہے کہ قوموں کا عروج وارتقا اور استحکام اسلاف کی تعلیمات سے آگاہی اور ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اکابرین ملت کی تعلیمات جس قدر دل کی گہرائیوں میں اترتے جائیں گے، اسی قدر کامیابی کی منزلیں آسان سے آسان تر ہوتی چلی جائیں گی، چودہویں صدی میں جن اساطین علم وفکر نے اپنے کردار وعمل اور تحریر وقلم کے ذریعے گہرے نقوش چھوڑے ان میں امام احمد رضا قدس سرہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خاں رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی ذات علم وتحقیق کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، بلکہ ماہ نیم ماہ ومہر نیم روز کی طرح درخشاں ہے، دنیائے سنیت کا گوشہ گوشہ آپ کے علم وعرفان سے منور ہے، آپ کو جس حیثیت سے دیکھا جائے ممتاز نظر آتے ہیں، اگر تصوف کی حیثیت سے آپ کی ذات گرامی پر نظر ڈالی جائے تو گروہ صوفیا کے امام نظر آتے ہیں۔ تفسیر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو مفسر اعظم دکھائی دیتے ہیں، حدیث دانی کی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو محدث اعظم نظر آتے ہیں، فقہی حیثیت سے دیکھا جائے تو اپنے زمانہ کے امام اعظم نظر آتے ہیں، نحوی وصرفی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو امام النحو والصرف نظر آتے ہیں، شعر وشاعری کی حیثیت سے دیکھا جائے تو نعت گوئی میں حسان الوقت نظر آتے ہیں، مصلح ومفکر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو مصلح اعظم ومفکر اعظم نظر آتے ہیں؛ غرض کہ آپ رضی اللہ عنہ کو جس حیثیت وجہت سے بھی دیکھا جائے آپ اسی حیثیت سے امام ہی نظر آتے ہیں۔

آپ نے عالم رنگ وبو میں اس وقت آنکھیں کھولیں جب مذہبی قدریں زوال پذیر اور سرزمین ہند ماتم کناں اور غم گسار تھیں، اس کی فضائے بسیط میں آہ وفغاں کے نالے بلند تھے، بد مذہبی ولادینی کا دور دورہ تھا۔ فرقہائے باطلہ ہندوستان بھر میں اپنے آہنی پنجے پیوست کرنے ہر ممکن وغیر ممکن کوششوں میں مبتلا تھے۔ بدمذہبیت کا سیلاب اور شاتمان رسالت کا طوفان برپا تھا، اسلامی زندگی کا ہر پہلو مجروح ہو چکا تھا، شمال وجنوب کا کونہ کونہ سسک رہا تھا، مشرق ومغرب کا گوشہ گوشہ سوگوار تھا، عقیدت مند بے چین وبے قرار تھے، حق پرستوں کی صدائے حق جبر واکراہ کے ذریعہ دبائی جارہی تھی، ناموس رسالت پر مرمٹنے والے ماہی بے آب تھے، مذہب مہذب اہل سنت کے رہنما یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اب مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا؟

اس سلسلے میں ملت اسلامیہ کے صحیح وسچے رہنماؤں نے اپنے مخصوص اندازوں میں قوم کو جھنجھوڑنے، انہیں ماضی کی جھلک دکھانے وبیدار کرنے کی حتی المقدور کوششیں کیں، مگر حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے اور کفر وضلالت اور بدمذہبی ولادینی کی تاریک گھٹاؤں نے ہر طرف ڈیرے ڈالنے شروع کر دیئے، ایسے نازک و پرآشوب اور ہولناک فضا میں حق پرستوں کی صدائے حق رنگ لائی، آہ وفغاں باب اجابت سے ٹکرائی۔ سرزمین بریلی رشک ثریا بنی، خورشید ولایت اور ماہتاب مجددیت وفقاہت افق بریلی پر نمودار ہوا اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ مطلع شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

آپ نے اسلام وناموس رسالت کی تحفظ وبقا کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیں اور مسلمانوں کی بے دریغ اور بے لوث خدمات انجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔ آپ نے دشمنان دین کے خلاف آواز اٹھائی، باطل عقائد ونظریات کی بیخ کنی کیں، ہر فتنے اور باطل فرقے، قدیم وجدید غیر شرعی رسومات اور بدعات سیئات

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

ومنکرات کی سرکوبی فرمائیں۔ ناپاک لوگوں کے عزائم کے تارو پود کو بکھیر کر رکھ دیا۔ آپ کی پر خلوص مساعی جمیلہ نے فریب کار وں کے گھناؤنے منصوبوں کا پردہ چاک کر دیا اور بروقت سیدھے سادے مسلمانوں کا تعلق سرور کائنات، فخر موجودات، مختار دو عالم، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط اور مستحکم کر دیا۔

آپ کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ خدمت دین متین، ترویج و اشاعت سنت مصطفٰی اور رد بدعات و منکرات کے لیے وقف تھا۔ باطل فرقوں کے عقائد باطلہ کے رد کرنے کے ساتھ ساتھ بدعات و منکرات کا بھی رد بلیغ فرمایا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں رائج بدعات و خرافات، محرمات و منکرات کا جس واضح اور صریح انداز میں آپ نے رد فرمایا ہے وہ کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتا۔

لیکن افسوس کہ جنہوں نے بدعات و خرافات کے خلاف جنگیں کیں اور ان کی روک تھام کے لیے کثیر فتاوے صادر فرمائیں مگر ظالموں نے ان ہی بدعات کا رشتہ آپ سے جوڑ دیا، مزارات پر ہونے والی ہر طرح کی غیر شرعی خرافات کا ذمہ دار بھی آپ ہی کو ٹھہرا دیا، قبر کے سوداگروں، ہنود اور بعض جاہلوں کے غیر شرعی عمل کو آپ ہی کی طرف منسوب کر دیا، بلکہ معاملہ یہاں تک ہے کہ مزارات کی خرافات کو بریلویت کی علامت تک قرار دے دیا گیا ہے۔ وہ سخت غلط فہمی کے شکار ہیں یا جان بوجھ کر جھوٹ بولتے نہیں شرماتے۔

بدعات و خرافات، محرمات و منکرات کے تعلق سے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تعلیمات اور ارشادات اس کثرت سے ہیں کہ وضاحت کے ساتھ سب کے بیان کرنے کے لیے کئی دفاتر درکار ہوں گے، من جملہ بدعات و خرافات و غیر شرعی رسومات کا ذکر اختصار کے ساتھ بھی بوجہ قلت صفحات و اختصار مضمون بیان کرنے سے قاصر ہیں، فقط جن میں ہمارے دشمن ہمیں بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں، غلط بیانی کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اسے بریلویت کا نام دیتے ہیں ان کا ذکر اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیے دیتے ہیں تا کہ مطلع صاف ہو جائے، حقائق سامنے آجائے اور انصاف پسند حضرات اعتراف حقیقت پر مجبور ہو جائے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی فکر کیا تھی، ان کا موقف و مسلک کیا تھا، امید کہ سنی سنائی باتوں کے مقابلے میں حقائق کو اہمیت اور ترجیح دی جائے گی۔

اولیائے کرام کا عرس وغیرہ منانا

حضور سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے بزرگان دین کے اعراس کی اجازت دی ہے مگر کچھ شرائط کے ساتھ۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

”اولیاے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے، جب کہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج۹: ص۵۳۹)

مزارات کو بوسہ دینا

اس متعلق سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

”مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے۔ علما اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج۹: ص۵۲۸)

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں کہ:

”فی الواقع بوسۂ قبر میں علما مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے جو دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبۂ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علما نے تصریح فرماتے ہیں کہ مزار اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو۔“ (ایضا، ج۹: ص۵۲۸)

قبر پر چراغاں کرنا

قبروں پر چراغاں کرنے کے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے بیٹھا ہے نہ وہ قبر سر راہ واقع ہے نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔ غرض

کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہوا اسراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔ خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ یہ جاہلانہ زعم ہو کہ میت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا۔ کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہوا و **العیاذ باللہ تعالی**۔ اور اگر وہاں مسجد ہے یا تالیان قرآن یا ذاکران رحمٰن کے لیے روشن کریں یا قبر سرراہ ہوا ور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و ایصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں، یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب و جلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔'' (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۷۱، ط: الکبیر پبلیکیشنز)

مزارات پر چادر چڑھانا

آج کل مزاروں پر منوں اور ٹنوں کے حساب سے چادریں چڑھانے کا رواج ہے، حضور سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ایک چادر چڑھانے کی حد تک اس کے جواز کے قائل ہیں، ڈھیروں چادریں چڑھانے کو بطور تسم جائز نہیں سمجھتے، تحریر فرماتے ہیں:

''جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لیے محتاج کو دیں۔'' (احکام شریعت، حصہ ۱، ص ۷۴)

قبر پر فاتحہ کا کھانا رکھنا

اس کے متعلق سیدی سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''فاتحہ کا کھانا تو قبروں پر رکھنا ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ پر رکھ کر جلانا اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں۔'' (ایضا، ص ۷۴)

مزارات پر حاضری و فاتحہ پڑھنے کا طریقہ

سوال ہوا کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

''مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار، اور قوت فرصت دے تو سورۂ یٰس اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے، نہ بوسہ دے، اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۵۲۲)

مزارات پر عورتوں کی حاضری

سیدی اعلیٰ حضرت نے عورتوں کے لیے مزارات پر حاضری کی اجازت نہیں دی، بلکہ مطلقاً منع فرمایا اور جنہوں نے اجازت دی ان کا رد بلیغ فرمایا، آپ نے اس متعلق ایک رسالہ ہی تصنیف فرمایا، جس کا نام ''**جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور**'' ہے، اسی میں ہے:

''مزارات اولیا یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص و مزامیر میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔'' (رسائل فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ۲۴)

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے:

''عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۵۳۶، ط: رضا اکیڈمی بمبئی)

اسی میں ہے:

''عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔'' (ایضاً، ص ۵۳۷)

اسی میں ہے:

''عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے: لعن اللہ زائرات القبور، اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔'' (ایضا: ص ۵۳۷)

فرضی مزار بنانا

سوال ہوا کہ فرضی مزار بنانا، اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اصل مزار جیسا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے۔'' (ج ۹:، ص ۴۲۵)

اسی میں ہے:

''جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں۔'' (ایضا، ص ۴۲۷)

رسول اللہ اور اولیا اللہ سے مدد مانگنا

سرکار اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ خدا کے پیغمبروں اور ولیوں سے مدد مانگنا، ان کو مصیبت کے وقت پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''جائز ہے جب کہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی والمدد برات امرا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی ایک حب نہیں دے سکتا، ایک حرف نہیں سن سکتا، پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے، اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی وحرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کر نا بلا شبہ جائز ہے۔'' (احکام شریعت، حصہ اول، ص ۲۵)

قوالی مزامیر کے ساتھ سننا

حضور سیدی اعلیٰ حضرت سے استفتا ہوا کہ اعراس اولیاء اللہ میں ڈھول باجے کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے یا نہیں، حاضرین جلسہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گناہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں کا ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر، بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کے گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا، وہ نہ کرتا تو نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجانے لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔'' (احکام شریعت، ص ۶۳)

قبر پر لوبان یا اگربتی جلانا

سیدی اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیے اگرچہ کسی برتن میں ہو۔''

اس متعلق دلائل پیش فرما کر مزید فرماتے ہیں:

''اور قریب قبر سلگانا کہ اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف واضاعت مال، میت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نشیمن بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر، لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے۔'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۹:، ص ۴۵۲)

نیز ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

”اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوء ادبی اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے: ان سقف القبر حق المیت۔“ (ایضاً،ص ۵۲۵)

ہماری ذمہ داریاں

بلاشبہ بزرگان دین کی تعلیمات وارشادات درحقیقت قرآن وسنت کا نچوڑ ہوتے ہیں اور جو بزرگ اپنے اپنے علاقے میں جس قدر شہرت کے حامل ہوتے ہیں ان کے نام کی عقیدت بھی وہاں کام کرتی ہے۔ کسی بھی علاقے میں وہاں کے بزرگان دین کی کرامات وحکایات بیان کرنے کا مقصد خطبا ومقررین کا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی عقیدت کے پردے میں بے راہ رولوگوں کو راہ راست پر لایا جائے یا ملت کے شیرازہ کو اس بزرگ کے نام کی رسی میں پیرو کر رکھا جائے اور جب یہ مقصد ہو تو بیان بھی پر اثر ہوگا اور جلسے بھی کامیاب ہوں گے۔

اور چونکہ امام اہل سنت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آفاقی حیثیت کے حامل عبقری بزرگ گزرے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت سنیت کی شناخت کا پیمانہ بن گئی ہے، بایں سبب دشمن آپ کے اثرات کو بے اثر کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھ کنڈے استعمال میں لاتے ہیں، سازشوں کی آندھیاں چلاتے ہیں، ناکردہ گناہوں کے الزامات کا طوفان برپا کرتے ہیں تاکہ جس طرح بھی ہو آپ کی شخصیت کو مجروح کیا جائے اور جب یہ مسلم ہے کہ آپ کے نام سے پوری سنیت کو بدنام کیا جاتا ہے، اس لیے بہت ضروری ہے کہ جماعتی وحدت کے طور پر آپ کی تعلیمات وارشادات کو بھی موثر انداز میں عوام تک پہنچائے جائیں۔ لہٰذا اس رخ اور زاویۂ نگاہ سے علما ومقررین کا عوام تک بات پہنچانے کے دو طریقے ہیں:

(۱) وعظ وتقریر۔ (۲) تصنیف وتحریر۔ اور ان دونوں طریقوں میں سردست تبلیغی ذرائع ابلاغ کی کمی نہیں ہے۔ وعظ وتقریر کے ذریعے حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات کو عام کیا جاسکتا ہے، ان کے لیے عوامی اسٹیج کا انعقاد کیا جائے یا سوشل میڈیا کا استعمال کیا جائے لیکن عوامی اسٹیج میں خطبا ومقررین کا جو حال ہے وہ اظہر من الشمس ہے چونکہ ان کی تقریریں بزرگوں کی کرامات وحکایات پر منحصر ہوتی ہیں۔

بزرگان دین کی تعلیمات میں کل جو تاثیر تھی وہی تاثیر آج بھی ان میں موجود ہے مگر پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری تقریریں رائیگاں جارہی ہیں، کرسی توڑ خطابوں اور زلزلہ خیز بیانوں، طوفان خیز شعلہ نوائیوں، بادل کی گھن گھرج جیسی لب ولہجے میں علم کے سیل رواں تو بہاتے ہیں مگر الفاظ کی اس روانی اور موجوں کی طغیانی میں دل مطلاطم رہتا ہے، کان کے پردے سنسنانے کے علاوہ کچھ پلے نہیں پڑتی۔ پھر کیا خاک ہدایت واصلاح ہوگی؟۔

بات دراصل یہ ہے کہ ہماری زبان میں تاثیر نہیں رہی کیونکہ ہم اپنے اسلاف کے منہج خطابت سے کوسوں دور ہوگئے ہیں۔ وہ سنجیدگی اور متانت ہم میں نہیں ہے جو بزرگان دین کی تقریروں کا خاصہ ہوا کرتی تھی اور نیک نیتی بھی رخصت ہوگئی ہے، کیونکہ ہمارے دلوں میں تعصب اور نفسانیت نے گھر کرلیا ہے، خلاوص وللّٰہیت کا فقدان ہوتا جارہا ہے اور بنیادی بات یہ ہے کہ اصلاح وتبلیغ کی بجائے وعظ وخطابت کا مقصد دنیا کمانا رہ گیا ہے؛ البتہ سوشل میڈیا کے ذریعہ مختصر مختصر طور پر آڈیو کی صورت میں اپیسوڈ بنا کر عام کیا جائے جیسا کہ اکثر چینلوں میں کیا جاتا ہے، تعلیمات اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ دیگر بزرگان دین کی بھی تعلیمات کو عوام تک پہنچایا جائے۔

اور رہ گئی تحریر تو تحریری اشاعت کی جو کمی ہمارے درمیان ہے وہ وقت کی ایک دردناک خلش ہے، جسے صدیوں سے محسوس کیا جاتا رہا ہے، کیونکہ ہماری قوم کو کتابوں کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے سڑکوں کے کنارے گندی جگہوں میں اسٹال لگاتے ہیں اور جوتے چپلوں کو شوروموں میں سجا کر رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ قوم کو علم وفن کی نہیں جوتے چپلوں کی ضرورت ہے، نیز تحریر کے ذریعے ہر کسی تک تعلیمات رضا کا پہنچانا ممکن بھی نہیں کیونکہ عوام کی ایک تعداد انپڑھوں کی ہوتی ہیں مگر سوشل میڈیا سے جڑے ضرور ہوتے ہیں ان کی سماعت کے لیے اسلامی ودینی اور بزرگان دین کی خدمات تعلیمات رضا کی روشنی میں تیار کیا جائے

رضویات

جب کہ نیم خواندہ لوگوں کے درمیان ہندی انگریزی بنگلہ اردو میں لیٹریچر شائع کیا جائے اور انہیں مفت میں تقسیم کیا جائے۔

بہر حال اس وقت جو بھی تبلیغ کے ذرائع ابلاغ ہمارے پاس ہیں اگر کوشش کیا جائے تو کچھ نہ کچھ خدمات ہوسکتی ہیں یا اپنے اپنے حصے کا کام کریں تو گلہ شکوہ بھی دور ہوسکتی ہے، اسی لیے علماے اہلسنت سے گزارش ہے ہم جہاں عوام کو یہ بتائیں کہ مزارات پر چادر چڑھانا جائز ہے، وہیں یہ بھی بتائیں کہ کتنی چادریں چڑھانا جائز ہے۔ جہاں یہ بتائیں کہ زیارت قبور و فاتحہ و ایصال وثواب جائز و درست ہے، وہیں پر تعلیمات رضا کی روشنی میں ن کے آداب وطریقے بھی بتائیں۔ آئیے ہم اور آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے مبلغ بنیں، پیغام رضا کو دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل و علا اور اس کے رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے عام کریں، ان کی تعلیمات پر مکمل طور سے خود بھی عمل کریں اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں سے بھی عمل کرائیں، ان کی تعلیمات کو تحریری شکل میں بھی دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کی کوشش کریں۔ صرف مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے تک محدود نہ رہیں بلکہ کچھ کام بھی کریں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو مال و دولت جمع کرنے کا ذریعہ نہ بنائیں۔ خود کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم رضویات پر کام کرنے والوں کا ساتھ دیں، ان کا تعاون کریں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ آئندہ تعلیمات رضا کے مطابق رسومات قبیحہ و بے ہودہ سے خالی اور بطریقہ اسلامی اپنی زندگی گزاریں گے، تاکہ فرقہاے باطلہ خرافات و بدعات کو بریلویت کا نام نہ دے سکے۔ اگر ہم تعلیمات اعلیٰ حضرت پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا دل نور الٰہی اور عشق نبوی سے روشن ہو جائے گا اور کوئی بھی باطل فرقہ ہماری طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھ سکے گا۔ ان شاء اللہ!

اللہ رب العزت جل وعلا سے دعا ہے کہ رب قدیر ہمیں شریعت مطہرہ کا پابند اور پیغامات رضا پر کاربند فرمائے اور ہر باطل فرقے سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۳۰ کا بقیہ..

یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم۔" (فتاویٰ رضویہ ۲۲/ ۲۳۹–۲۴۰)

تعلیماتِ امام احمد رضا خان قادری کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ خواتین کا بے پردہ ہو کر پیروں، فقیروں، ملنگوں یہاں تک کہ رہبر شریعت وطریقت کے پاس جانا بھی جائز نہیں، بعض لوگ وظائف میں قرآنی آیات اور سورتوں کو معکوس (یعنی الٹا) پڑھتے ہیں، اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے اس امر کے حرام ہونے کے متعلق فرمایا:

"یہ حرام ہے اور اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے، یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا اس کی نسبت تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو الٹ دے۔" (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۳۵۴)

بعض مذہبی طبقوں کی جانب سے یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں جو بدعات وخرافات رائج ہیں وہ امام احمد رضا خان قادری کی تعلیمات ہیں، درحقیقت یہ سراسر بد دیانتی اور جھوٹ ہے، تعصب کی عینک اتار کر حقیقت کی نظروں سے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا خان قادری اس طرح کی خرافات اور بدعات کا بھرپور رد بلیغ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی کوششیں اسلام میں نت نئی بدعات ایجاد کرنے کے بجائے ان کو ختم کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ لیکن آج آپ کے اور آپ کے عقیدت مندوں کے متعلق بدگمانی کی جاتی ہے کہ انہوں نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی، ان بدگمانیوں کی وجہ سے آج امت مسلمہ فرقوں در فرقوں میں بٹتی جارہی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ بے بنیاد الزام تراشی سے پہلے ان کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے اور بدگمانیوں کو دور کیا جائے، وقت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ امت مسلمہ میں افتراق وانتشار کے بجائے اتفاق واتحاد پیدا کیا جائے۔

◆◆◆

رضویات

از: حافظ افتخار احمد قادری*

امام احمد رضا کے تجدیدی اور اصلاحی کارنامے

امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ہمہ آیات آج دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، بلاشبہ آپ چودہویں صدی ہجری کے یگانہ روزگار اور علم وفضل کے پیکر ہیں، جس نے ملت اسلامیہ کے دور انحطاط وانتشار میں تقریباً علوم وفنون پر مشتمل ہزار سے زائد رشد وہدایت کے لعل وگہر اور سیف وسنان کے ساتھ رزم گاہ حق وباطل میں مشرکین وکفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار سے برسر پیکار رہے اور اپنے جہاد بالقلم کے ذریعہ باطل قوتوں کی دھجیاں بکھیر کر ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کا فریضہ انجام دیا، آپ کے تجدیدی اور اصلاحی عمل کا مرکزی نقطہ نظر اور بنیادی نصب العین عظمت وحدت الوجود اور تحفظ ناموس رسالت تھا۔

بلاشبہ آپ ایک جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفکر، بلند پایہ مترجم، عظیم الشان محدث، سحر البیان خطیب، ماہر فن ادیب اور روشن ضمیر خطیب تھے۔ ان تمام تر درجاتِ رفیعہ سے بالاتر ایک اور منصب عظیمہ پر فائز تھے وہ منصب تھا عاشق صادق رسول صادق کا، قسام ازل سے آپ کو سرچشمہ فیوض وبرکات اور عشقِ رسول سے اس قدر سرشار کر دیا تھا کہ آپ کے رگ وپے سے عشق ومحبت کی خوشبو آتی تھی، عشقِ رسول کی سرمست مئے الفت کا خمار آپ کی نعتوں کے ہر ہر شعر میں جلوہ گر اور موجزن ہے،

آپ نے اپنے زمانے میں دینی علوم کی ترویج کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں رائج امور بدعات وخرافات کا بھی بھرپور استحصال اور رد کیا اور انہیں بدعات وخرافات سے دور رہنے کا حکم دیا۔

آج مغربی تہذیب وتمدن کی ظاہری چمک دمک کے طوفان میں مسلمان عورتیں بھی بہہ نکلی ہیں۔ بے پردہ وبے حجابانہ شارع عام پر گھومنا، نامحرموں کے ساتھ اختلاط وتخلیط میں رہنا، نامحرم پیروں کے سامنے محرموں کی طرح سامنے آنا جانا، خدمات کرنا، ان تمام تر بدعات کی امام احمد رضا خان قادری نے سختی سے مخالفت کی اور عورتوں کے گھر سے نکلنے کے متعلق رسالہ تصنیف فرمایا۔ میت کے گھر مردوں عورتوں کو جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر والوں کو زیر بار کرنے کے عدم جواز پر فتویٰ دیتے ہوئے ''جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ دور جدید میں تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ کہلانے والے مسلم گھرانوں میں جاندار کی تصویریں اور مجسّمے لگانا تقریباً ضروریات سے تصور کیا جاتا ہے، امام احمد رضا خان قادری نے اس کی شرعی گرفت فرمائی کہ جاندار کی تصویر حرام ہے۔

چنانچہ تصویر کے عدمِ جواز پر آپ نے ''عطایا القدیر فی حکم التصویر'' نامی رسالہ تحریر فرمایا، امام احمد رضا خان قادری نے معاشرے کی خلاف شرع عادات واطوار اور رسم ورواج پر گہری تنقید کی۔ آپ مزارات اولیاء پر حصولِ خیر وبرکت کے لئے جانا جائز قرار دیتے ہیں جبکہ عورتوں کے مزارات پر جانے کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا کیسا ہے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے اور جب تک واپس نہیں آتی اس وقت تک فرشتے اس پر کتنی لعنتیں کرتے ہیں، مسلمانوں میں فاتحہ، سوئم، چہلم، برسی وغیرہ کا عام رواج ہے، امام احمد رضا خان قادری نے اس کو جائز ومستحسن قرار دیا، ساتھ ہی تعین یوم کو بھی سہولت وآسانی کی غرض سے جائز فرمایا لیکن غیر ضروری لوازمات اور متعین دنوں میں ہی زیادہ ثواب ملنے کے عقیدے کو ناجائز فرمایا اور ''الجوالفائحہ لطیب التعین والفاتحہ'' کے نام سے ایک جامع رسالہ تصنیف فرمایا۔

امام احمد رضا خان قادری مسلمانوں کی فاتحہ، سوئم، چہلم، برسی کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے

اصل قرار دیتے ہیں۔میت کے ایصالِ ثواب کے لئے غربا کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے سخت خلاف ہیں کہ برادری کے لوگوں کو بلا کر اُنہیں کھانا کھلانے کا اہتمام کیا جائے۔ وہ قبروں پر لوبان، اگربتی وغیرہ جلانے کو مال کا اسراف قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک قبروں پر پھول ڈالنا اور ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے مگر ایک سے زائد کپڑے کی چادریں قبر پر ڈالنے سے منع کرتے ہیں اور چادر کے بدلے صاحب مزار کے نام کی خیرات کرنا اور فقرا کو کھانا کھلانا افضل قرار دیتے ہیں۔

شادیوں، شب برات اور دوسری خوشی کے موقع پر آتش بازی کا رواج مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے لیکن امام احمد رضا خان قادری نے اس کو قطعاً حرام قرار دیا اور ایسی شادیوں میں شرکت کی ممانعت فرمائی جہاں محرمات شرعیہ کا خطرہ ہو۔امام احمد رضا خان قادری نے ایسے مواقع پر لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک خاص رسالہ جس کا تاریخی نام ’’ھادی الناس فی رسوم الاعراس‘‘ تحریر فرمایا، امام احمد رضا خان قادری نے ہر مرحلہ میں ملت اسلامیہ کی کامل رہنمائی فرمائی۔آپ نے کما حقہ تجدید و اصلاح کا حق ادا کیا اور مستقبل میں آپ کی بے مثل و بے نظیر تصنیفات ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

امام احمد رضا کے کارناموں میں آپ کے فروغ اہل سنت کے لئے دس نکاتی فارمولہ بھی شامل ہیں، آپ فرماتے ہیں: عظیم الشان مدارس کھولے جائیں اور باقاعدہ تعلیمیں ہوں تاکہ قوم مسلم کا زیادہ سے زیادہ رجحان مدارس کی طرف ہو اور وہ اپنے عقائد کی حفاظت کرسکیں۔لیکن اگر جائزہ لیں تو ہمارے مسلمان بھائی اپنے بچوں کو مدارس کے بجائے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھیجنا زیادہ پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں وہاں تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عمدہ نظم وضبط اور ان کے مستقبل پر بھی غور کیا جاتا ہے۔رہ گئے ہمارے مدارس تو گنتی کے ہی ہوں گے جہاں بہترین نظم وضبط کے ساتھ ساتھ تعلیم کے اعلیٰ زیور تعلیم سے طلبہ کو آراستہ کیا جاتا ہوگا اور ان کے مستقبل کا کوئی انتظام کیا جاتا ہوگا۔ہم غور کریں کہ کیا ہم نے عظیم الشان مدارس کھولے یا کھلوائے؟ کیا ہم نے عظیم الشان مدارس میں کسی قسم کا تعاون کیا؟ کیا ہم نے اپنے مدارس میں باقاعدہ تعلیم کا انتظام کیا؟ کیا ہمارے مدارس کی تعلیم وتربیت کا نظم وضبط درست ہے؟ دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔اب ہم ذرا خود سے پوچھ لیں کہ کیا ہمارے مذہبی اخبار شائع ہو رہے ہیں؟ کیا ہم نے مذہبی مضامین شائع کرنے اور اُنہیں قیمتاً یا بلا قیمت تقسیم کرنے میں کوئی کوشش کی؟ یا ایسا کرنے کی صلاحیت رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی، اُنہیں مالی مدد فراہم کی؟

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر زمانے میں لادینی قوتوں نے اسلام اور اسلامی شخصیات کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔یہی کچھ امام احمد رضا خان قادری کے ساتھ بھی ہوا کہ کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر یا نادانی میں امور بدعات وخرافات کو امام احمد رضا خان قادری کی جانب منسوب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگر آپ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے کسی نئے دین کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ پوری زندگی قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوششیں کی۔آج مزاراتِ اولیا پر خرافات کی محفلیں سجائی جاتی ہیں، بعض لوگ ان خرافات کو امام احمد رضا خان قادری کے کھاتے میں ڈالتے ہیں جو کہ بہت سخت قسم کی خیانت ہے، اسی طرح آج کل کچھ لوگ عقیدت میں آکر مزارات کو سجدہ کرتے ہیں اور اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں کہ ہماری شریعت نے غیر اللہ کے لئے سجدہ عبادت کو کفر وشرک اور سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں امام احمد رضا خان قادری نے ’’الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ‘‘ کے نام سے ایک مبسوط رسالہ لکھا جس میں متعدد قرآنی آیات، چالیس احادیث مقدسہ اور تقریباً ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ سے یہ ثابت کیا کہ عبادت کی نیت سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک وکفر ہے اور تعظیم کی نیت سے حرام، اس کی دلیل میں آپ

یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی للہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے۔'' (مدارک التنزیل)

سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''غیر خدا کو سجدہ عبادت شرک ہے، سجدہ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام اور گناہ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نصوص فقہیہ سے اس کی حرمت ثابت ہے، ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحریم پر چالیس حدیثیں روایت کیں اور نصوص فقہیہ کی گنتی نہیں، فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۵۶۵)

کچھ لوگ کم علمی اور نادانی کی وجہ سے بڑے بڑے علما کے آگے زمین کو بوسہ دیتے ہیں اس سلسلے میں امام احمد رضا خان قادری نے فرمایا:

''یہ فعل حرام ہے لہٰذا! یہ فعل کرنے والا اور اس سے خوش ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں، اس لئے کہ یہ کام بت کی عبادت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ کام بطورِ عبادت کیا اور اس کی تعظیم کی تو بلا شبہ کافر ہو گیا اور اگر تعظیم و بزرگی کی خاطر ایسا کیا تو کافر نہ ہوا لیکن پھر بھی گنہگار ہوا۔ گناہ کبیرہ بجالانے والا ہوا۔'' (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۴۱۲)

آج کل اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزارات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ عقیدت میں مزار کو بوسہ دیتے ہیں اور بعض لوگ جہالت کی انتہا کر دیتے ہیں کہ مزار کا طواف شروع کر دیتے ہیں وہ اپنی اندھی عقیدت میں سب کچھ کر گزرتے ہیں جس کی شریعت نے قطعی اجازت نہیں دی۔ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علما اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۹/۵۲۸)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

''بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علما کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے، خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۳۸۲)

اسی طرح روضۂ رسول صلی للہ علیہ وسلم کے متعلق امام احمد رضا خان قادری فرماتے ہیں:

''روضہ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ کرو، نہ اتنا جھکو کہ رکوع کے برابر ہو۔ حضور کریم صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۱۰/۷۶۹)

امام احمد رضا خان قادری سے مزارات پر چادر چڑھانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو جواب دیا جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام اس میں صرف کریں للہ تعالیٰ کے ولی کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔

(احکام شریعت: حصہ اوّل، ص ۴۲)

اسی طرح بعض لوگ مزارات پر جا کر بزرگوں کی قبروں کے سامنے نماز شروع کر دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ قبروں کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے، ان کے اس قبیح فعل کو بعض حضرات امام احمد رضا خان قادری کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ یہ آپ کی تعلیمات کا حصہ ہیں اور آپ نے اپنی تحریروں میں اس کی اجازت دی ہے۔ لیکن اگر امام احمد رضا خان قادری کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات چڑھتے سورج سے بھی زیادہ روشن ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے فتاویٰ یا ملفوظات میں کہیں بھی اس امر کے جواز کا قول تحریر نہیں کیا، اس امر کے حرام ہونے کے سلسلے میں آپ احادیث سے استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ رسول اللہ صلی

رضویات

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو نہ ان پر بیٹھو۔'' (مسلم وترمذی بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۴۵۱-۴۵۲)

بزرگوں سے اظہار عقیدت کا ایک طریقہ بعض لوگوں نے یہ بھی ایجاد کیا کہ ان کے فرضی مزارات بنانا شروع کر کے ان کی تعظیم شروع کردی۔ امام احمد رضا خان قادری نے اپنے زمانے میں اس پر خوب تنقید وتنکیر فرمائی، آپ سے سوال ہوا کہ کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کو فرضی مزار بنانے کی خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔'' (فتاویٰ رضویہ ۹/۴۲۵)

اسی طرح قبروں پر چراغ اور اگربتی جلانا ایک معمول بن گیا اور لوگوں میں یہ رواج بہت عام ہوگیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس امر کو مردے کے لئے باعثِ تسکین سمجھا۔ امام احمد رضا خان قادری فرماتے ہیں:

''قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ عود، لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ یہ مال کا ضیاع ہے۔''

امام احمد رضا خان قادری اس امر کی دلیل میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔'' (ترمذی)

اس حدیث کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ لعنت ان لوگوں پر ہے جو بغیر کسی فائدہ کے قبروں پر چراغ جلاتے ہیں ورنہ اگر کوئی قبر کے پاس چراغ اس لئے روشن کرے کہ وہاں آنے جانے والوں کے لئے روشنی ہو یا کوئی وہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہے تو ایسی صورت میں منع نہیں ہے۔ لیکن احتیاط اس میں بھی یہ ہے کہ چراغ یا شمع کو قبر کے اوپر نہ رکھا جائے بلکہ قبر سے تھوڑا دور رکھا جائے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۹/۴۹۱)

اسی طرح دور حاضر میں کم علمی اور جہالت کی بنا پر خواتین اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے مزارات پر جاتی ہیں، بعض حضرات نے اس کو بھی امام احمد رضا خان قادری سے منسوب کر دیا کہ انہوں نے عورتوں کو مزارات پر جانے کی اجازت دی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ سے خواتین کے مزارات پر جانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا اور سخت تنکیر فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ اپنے ملفوظات میں صاحب غنیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔''

(غنیۃ المتملی بحوالہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت: ص ۳۱۵)

اسی طرح اندھی عقیدت کی بنا پر اکثر بے پردہ خواتین کا پیروں، فقیروں اور بزرگوں کے پاس رش لگا رہتا ہے، وہ اپنے معمولی معمولی سے مسائل ان سے حل کروانے کے لئے چلی جاتی ہیں، امام احمد رضا خان قادری نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے فرمایا اگر کوئی عالمِ شریعت اور واقفِ طریقت بھی ہو پھر بھی اس کے پاس خواتین کا بے پردہ ہوکر جانا جائز نہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے مزید وضاحت فرمائی کہ پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۲/۲۰۵)

آگے فرماتے ہیں:

''جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ بقیہ ص ۲۶ پر

رضویات

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت

رضویات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (14 جون 1856ء 28 اکتوبر 1921ء) بیسویں صدی عیسوی کے مجدد، نامور حنفی فقیہ، محدث، اصولی، نعت گو شاعر، علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر، سلسلہ قادریہ کے شیخ، عربی، فارسی اور اردو کی قریب ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں مشہور زمانہ ترجمہ قرآن کنز الایمان، فتاویٰ کا مجموعہ فتاویٰ رضویہ اور نعتیہ دیوان حدائق بخشش بین الاقوامی سطح پر مشہور ہیں، آپ کی پیدائش بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی بقیۃ السلف خاتم الاکابرین علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ سے حاصل کی، بقیہ علوم دینیہ کی تعلیم بھی شہر بریلی شریف میں ہی مکمل کی، تیرہ سال کی عمر میں جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت پائی، آپ کی شخصیت گونا گوں حیثیت کی حامل تھی، علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں آپ نے جو کردار ادا کیا اس کی چمک تا قیامت اہل اسلام کو منور کرتی رہے گی، آپ سے اکابر علمائے اہل سنت نے علم حدیث کی سندیں حاصل کیں آپ کے مبارک دست حق پرست پر بیعتیں کیں، اپنا استاد اور محسن سمجھا، کمال عزت واحترام کیا، آپ کو مجدد اعظم، امام اہل سنت جیسے خطابوں سے مخاطب کیا آپ کی علمی حیثیت چہار دانگ عالم میں مشہور ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا کے قیام مکہ معظّمہ کے موقع پر مکہ معظّمہ کے جلیل القدر بزرگ عالم دین امام الوقت عارف باللہ حضرت سیدنا حسین بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جب پہلی بار آپ پر پڑی تو بے اختیار پکار اٹھے: انی لاجد نور الله في هذا الجبین۔ یعنی میں اس شخص کی پیشانی سے اللہ کا نور جھلکتا ہوا پارہا ہوں۔ حافظ کتب الحرام سید اسمٰعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کے مکہ معظّمہ کے جلیل القدر عالم اور اپنے وقت کے عظیم فقیہ تھے، ان کی خواہش پر سرکار اعلیٰ حضرت نے ہندوستان سے اپنے چند عربی فتاوے اُنھیں روانہ فرمائے، انھیں پڑھ کر وہ حیران رہ گئے اور ایک تحریر روانہ فرمائی جس میں انھوں نے لکھا:

"والله اقول و الحق اقول لو راها امام اعظم ابو حنیفة النعمان رضی الله تعالی عنه لا قرت عینیه و لجعل مؤلفها من جملة الاصحاب۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں ان فتوؤں کو اگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ لیتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور وہ ان کے لکھنے والے (امام احمد رضا) کو اپنے شاگردوں میں شامل فرما لیتے۔"

علامہ شیخ احمد ابو الخیر میر داد مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"الحمد لله علی وجود مثل هذا الشیخ امام احمد رضا البریلوی فانی لم مثله في العلم والفصاحة۔ امام احمد رضا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، بے شک میں نے علم اور فصاحت میں اُن جیسا نہیں دیکھا۔"

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق علمائے حرمین طیبین نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے اگر اُسے ہی لکھا جائے تو ایک دفتر ہو جائے جس کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں، حرمین طیبین کے جلیل القدر علمائے دین نے اعلیٰ حضرت کے متعلق جن نیک خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی تفصیل جاننے کے لیے حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، الاجازاۃ المتینہ لعلماء مکۃ والمدینہ وغیرہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ابو الحسن علی ندوی نے اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں مولوی عبد الحئی ندوی کا یہ بیان نقل کیا ہے:

*مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ رضویہ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظّمہ میں لکھی تھی۔"

عبد الحئی ندوی کا یہ بیان ہر گز مبالغہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے، جزئیات پر غیر معمولی عبور کے متعلق جو دعویٰ مولوی عبد الحئی ندوی نے کیا ہے، اس کی تصدیق فتاویٰ رضویہ سے ہوتی ہے، مثلاً فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں ہے، وہ پانی جس سے وضو جائز ہے، امام احمد رضا نے اس پانی کی 14 ر قسمیں بیان فرمائیں ہیں اور پانی کے استعمال سے عجز کی ۱۷۵ ر صورتیں بیان کیں ہیں اور اس طرح آپ نے پانی کی کل ۳۳۵ ر قسمیں بیان کی ہیں۔ اسی طرح مسئلہ تیمم میں وہ اشیا جن سے تیمم جائز ہے، ان کی ۱۸۱ ر قسمیں بیان کیں اور وہ اشیا جن سے تیمم جائز نہیں، ان کی ۱۳۰ ر قسمیں بیان کیں ہیں، یہ تعداد بھی تین سو گیارہ تک پہنچتی ہے جن میں اکثر کا استنباط آپ کی ہی تحقیق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی نظیر نہیں، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کے علوم اسلامیہ کے پروفیسر ڈاکٹر ہے۔ ایم. ایس. اے. بکیان نے جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے، بین الاقوامی سطح پر پڑھے جانے والے اپنے مقالات میں وہ فتاویٰ رضویہ سے حوالے پیش کرتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں احادیث سے اتنے شواہد پیش کیے گئے ہیں کہ جب مام احمد رضا کے شاگرد وخلیفہ علامہ محمد ظفر الدین رضوی علیہ الرحمہ نے صحیح البہاری کے نام سے یہ احادیث جمع کیں تو چھ جلدوں میں آئیں، پہلی اور دوسری جلدیں حیدر آباد سندھ سے چھپ چکی ہیں جس کی ہر جلد ۹۰۰ ر صفحات پر مشتمل ہے۔ فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے امام احمد رضا کی فقاہت پر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر علامہ حسن رضا خاں اعظمی نے پٹنہ یونیورسٹی سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ (پی. ایچ. ڈی کیا ہے۔ علامہ مفتی محمد مکرم احمد نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا عادلانہ اور فاضلانہ جائزہ پیش کیا ہے، اُن کا مقالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے شائع کیا ہے، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلودار شخصیت کے مالک تھے، اُن کی شخصیت کے سیکڑوں پہلو ہیں جسے اس مختصر مقالے میں بیان کر پانا ممکن نہیں، آپ کا ترجمہ قرآن انفرادی حیثیت رکھتا ہے، آپ نے قرآن مقدس کا جو ترجمہ پیش کیا ہے وہ ہر طرح سے دیگر اردو تراجم سے بہتر ہے، اس کی چند ایک مثالیں ہم پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”والأرض بعد ذلك دحها ۔(النزاعت) اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔“ (کنزالایمان)

دیگر تمام اردو مترجمین نے "دحٰها" کے معنی کھلنے کے بجائے "جما" دینے کے لکھے ہیں، جبکہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں جمانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہ بہ تہ ایک کے اوپر ایک جم رہی ہو اور پھیلنا کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ کسی چیز کا حجم بڑھ رہا ہے۔ علوم ارضیات زمین کے متعلق یہ معلومات فراہم کرتی ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے، یہ عمل اس طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں یعنی بحر ہند بحر اوقیانوس وغیرہ میں ۵ تا ۶ ر میل گہری سمندری خندقیں (Oceanic Trenches) پائی جاتی ہیں یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں، ان خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا ہے اور اوپر آنے کے بعد یہ دونوں جانب ٹھنڈا ہو کر سخت ہو جاتا ہے جب نیا لاوا نکلتا ہے تو پہلے سے جمع شدہ تہ دائیں بائیں جانب سرکتی ہے، اس کے سرکنے سے اگلی تہہ سرکتی ہے اور یوں پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے چلا جاتا ہے زمین بلند ہو جاتی ہے، یہ عمل اگر چہ بہت آہستہ ہوتا ہے لیکن برابر جاری رہتا ہے۔

زمین برابر اس پھیلاؤ کی وجہ سے اٹھ بھی رہی ہے اور اس پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں میں مختلف ہے کوئی براعظم 3 ر سینٹی میٹر ہر سال اوپر اٹھ جاتا ہے کوئی 4cm، براعظم ایشیا کا بر صغیر پاک وہند کا حصہ 3.5cm ہر سال اوپر اٹھ جاتا ہے جبکہ

بحیرہ عرب برابر پیچھے ہٹ رہا ہے، اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اس پھیلاؤ کا ذکر سورہ النزعت کی ۳۰ رویں آیت میں کیا اور امام احمد رضا نے قدرت کے اس عمل کو سمندر کی ۶ رمیل نیچے تہہ میں دیکھ لیا اور اسی عمل کو علم ارضیات کی اصطلاح میں بیان کیا ہے کہ اس کے بعد زمین پھیلائی" زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنس داں ہی دیکھ سکا، ایک ترجمہ اور دیکھیں آپ نے "لا تنفذون الابسلطن" (سورۂ رحمن) کا ترجمہ فرمایا کہ جہاں نکل کر جاؤ گے اس کی ہی سلطنت ہے — اور یہ سائنٹفک ترجمہ ہے کیونکہ اس میں کوششوں کے بعد زمین کے کناروں سے نکلنے کا اشارہ موجود ہے کہ انسان ترقی کر کے اس دور میں داخل ہوگا کہ جب وہ زمین کے کناروں سے نکل سکے گا اور آج ہزاروں لاکھوں آدمی فضائی سفر کرتے ہیں زمین سے تیس ہزار سے ۴۰ رہزار فٹ بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔

انسان نے جہاز کے بعد راکٹ بنایا، جس سے لاکھوں میل دور کی سیر کر سکتے ہیں اسی میں ایک راکٹ اپالو نام کا چاند پر بھی گیا اور اب انسان کا سفر چاند سے بھی دور مریخ کا ہے جو زمین سے کروڑوں میل دور ہے، زمین کے کناروں سے نکلنا ناممکن ہوتا تو کسی طرح کوئی بھی انسان ہزار کوششوں کے باوجود نہیں نکل پاتا اور اگر یہ قرآنی قانون حتمی ہوتا کہ تم زمین کے کناروں سے نہ نکل سکو گے تو قانون خداوندی کے خلاف انسان یہ کام انجام نہیں دے سکتا تھا مگر قرآن اشارۃ" فرما رہا ہے کیونکہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا نے اس نکتے کو جب قرآن میں تلاش کیا تو قرآن نے جواب دیا کہ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے جب کہ دیگر مترجمین کے ترجموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کا زمین کے کناروں سے نکلنا محال ہے مثلاً: ا—لا تنفذون الابسلطن " نہ بیٹھ جاؤ گے تم مگر غلبہ کے۔ (شاہ رفیع الدین) مگر کچھ ایسا ہی زور ہو تو نکلو۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی) تم دلیل کے بغیر ہر گز نہیں نکل سکتے۔ (مرزا بشیر الدین) تم بغیر قوت اور غلبہ کے نکل ہی نہیں سکتے۔ (مولوی فرمان علی) نہیں بھاگ سکتے اس کے لئے بڑا زور چاہیئے۔ (مولوی مودودی)

اسی طرح دوسرے سوال کا جواب کہ آیا کہ انسان زمین کے علاوہ کسی اور سیارے پر قدم رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس جواب کی گنجائش بھی صرف امام احمد رضا کو نظر آئی اگر چہ ان کے زمانے میں انسان نے چاند پر قدم نہیں رکھا تھا مگر انہوں نے انسان کی ترقی کو دیکھ لیا تھا اور قرآن کو بھی انہوں نے بغور سمجھا، لہٰذا جو ترجمہ آپ نے کیا وہ کوئی اور نہ کر سکا۔ کیمیا، فلکیات، نجوم طب نباتیات حیوانیات، نفسیات اخلاقیات حیاتیات پر علم کا ایک بہت بڑا خزانہ یادگار چھوڑا ہے۔ مسلمان سائنس دانوں کے حالات و افکار کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عموماً" تمام ہی سائنس داں دینی علوم کے فارغ التحصیل ہیں یہی وجہ ہے کہ جب بھی وہ کسی مسئلے پر غور و فکر کرتے ہیں سب سے پہلے وہ قرآن سے راہ حاصل کرتے اور منقولات و معقولات دونوں کو قرآن سے استنباط کرتے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ (م المتوفی ۵۰۵ھ) جن کو مغربی دنیا ایک عظیم فلسفی تسلیم کرتی ہے اور جن کے متعدد کتب و رسائل مغربی زبانوں میں منتقل ہو چکے ہیں، ان سے ایک دفعہ ایک غیر مسلم سائنسداں نے سوال کیا: اجرام فلکی یعنی چاند سورج اور دیگر سیارگان فضا میں جو حرکت کرتے ہیں وہ دو طرح کی ہے ایک سیدھی دوسری معکوس! قرآن مجید میں ایک سمت میں حرکت کا ذکر تو موجود ہے لیکن دوسری سمت کا ذکر موجود نہیں اور آپ کا قرآن دعویٰ کرتا ہے کہ ہر شئے کا علم اس قرآن میں موجود ہے، آپ بتائیے کہ دوسری سمت کی حرکت کا ذکر کہاں ہے؟ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس غیر مسلم سے پوچھا کہ تو نے پہلی حرکت کا ذکر قرآن مجید کی کس آیت سے لیا ہے، جواب میں اس نے سورۂ یٰس کی آیت نمبر 40 رتلاوت کی: کل فی فلك یسبحون — امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اسی آیت میں دوسری حرکت معکوس کا ذکر بھی ہے، وہ اس طرح کہ کل فی فلك کے الفاظ الٹی جانب سے پڑھے جائیں یعنی فلک کے "ک"، شروع کر کے کل کے "ک" تک پڑھا جائے تو پھر بھی کل فی فلك ہی بنے گا۔ گویا آیت کو دائیں جانب کی سمت

سے پڑھیں تو سیارگان کی سیدھی حرکت کا ذکر ہے اور معکوس سمت سے پڑھیں تو حرکت معکوس کا ذکر ہے۔

امریکی ہیئت داں کی پیشین گوئی کا رد

سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا کے زمانے میں سان فرانسسکو (امریکہ) کے ایک ہیئت داں (Astronomist) پروفیسر البرٹ ایف پوٹا نے ایک دفعہ یہ پیشین گوئی کی کہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی ستاروں کے اجتماع اور ان کی مجموعی کشش کے نتیجے میں بڑے بڑے گھاؤ پڑیں گے جس سے امریکہ میں خصوصاً" اور دنیا میں عموماً" زبردست تباہی مچے گی، یہ پیشن گوئی بھارتی اخبار ایکسپریس بانکی پور پٹنہ کے ۲۸؍اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی، امام احمد رضا کے سامنے جب علامہ ظفرالدین بہاری (متوفی ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) نے اس پیشن گوئی پر استفسار کیا تو آپ نے اس کو لغو قرار دیا اور فرمایا ایسا کچھ نہیں ہونے والا، وہ ہیئت داں غلط اندازے پر چل رہا ہے۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ اس کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی اور آپ کا فرمان درست ثابت ہوا، یہی نہیں بل کہ آپ نے اس امریکی ہیئت داں کے رد میں ایک سائنٹفک رسالہ اردو زبان میں بعنوان "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" (۱۳۳۸ھ) مکمل کیا — اس کا انگریزی ترجمہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ اس رسالے کے علاوہ آپ نے آئن اسٹائن اور آئزک نیوٹن کے خیالات کا بھی تعاقب کرتے ہوئے سہ مزید سائنسی رسالے تحریر فرمائے۔ (۱) الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمہ لوہاء فلسفۃ المشئمۃ ۱۳۳۸ھ۔ (۲) فوز مبین در رد حرکت زمین ۱۳۳۸ — ۱۹۸۹ء میں بریلی سے شائع ہوا۔ (۳) نزول آیات قرآن سکون زمین وآسمان (۱۳۳۸ھ) امام احمد رضا نے یہ رسائل لکھ کر علم ہیئت کے میدان میں تہلکہ مچا دیا کیوں کہ آپ نے نیوٹن آئین اسٹائن اور البرٹ ایف پورٹا کے پیش کئے ہوئے بنیادی قانون کا رد فرمایا اور قرآن سے ثابت کیا کہ زمین ساکن ہے، سورج اور دوسرے سیارے زمین کے گرد گردش میں مصروف ہیں، آپ نے رد میں ۱۰۵؍دلیلیں قائم کیں جن میں سے ۱۰؍دلیلیں سابقہ کتابوں کی ہیں اور ۹۵؍دلائل خود آپ نے تنہا قائم کئے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو سائنسی علوم پر بھی اتنی ہی دسترس حاصل تھی جتنی دینی علوم پر آپ کے سامنے دینی، سائنسی منقولات یا معقولات کا کوئی بھی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ ہوتا تو آپ فی الفور اور فی البدیہہ اس کا جواب تحریر فرما دیتے تھے، آپ کے عظیم کارناموں میں دو اہم کارنامے ہیں پہلا آپ کا ترجمہ قرآن" کنز الایمان" یہ ترجمہ قرآن مکمل سائنٹفک ترجمان ہے۔ دوسرا اہم ترین شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے جو فی الحال ۳۰ — ۳۲ مجلدات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا اور ضخیم علمی تحقیقی خزانہ ہے، اگرچہ یہ فقہی مسائل پر مشتمل ہے لیکن یہ منقولات کے ساتھ ساتھ معقولات کے تمام علوم وفنون کا احاطہ کرتا ہے۔

مثلاً" ریاضی وجغرافیہ جیسے علوم سے مسائل شرعیہ کا استخراج (۳) مسافت قصر کا تعین علم توقیت/ جغرافیہ/ ارضیات کی روشنی میں (۱۳) اوقات صوم وصلوٰۃ علم ہیئت/ توقیت کے قواعد کی روشنی میں (۱۴) بینکاری اقتصادیات معاشیات کی روشنی میں شرعی توجیہات (۱۵) علم زیجات/ ریاضی/ فلکیات کی مدد سے رویت ہلال کے مسائل کا حل وغیرہ وغیرہ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل اگرچہ صرف کتاب طہارت پر مشتمل ہے لیکن ضمنی مسائل کے اندر علوم عقلیہ کی تشریحات میں مکمل دسترس کا ثبوت پایا جاتا ہے مثلاً: (۱) پانی میں رنگ ہے یا نہیں۔ (۲) پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ۔ (۳) کیا سبب ہے کہ موتی، شیشہ، بلور پینے سے خوب سفید ہو جاتے ہیں۔ (۴) رنگین پیشاب کا جھاگ سفید کیوں معلوم ہوتا ہے۔ (۵) آئینہ میں دراڑ پڑ جائے تو وہاں سفیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔ (۶) آئینہ میں اپنی صورت اور چیزیں کسی طرح نظر آتی ہیں۔ (۷) آئینہ میں داہنی جانب بائیں اور بائیں جانب داہنی کیوں نظر آتی ہے۔ (۸) برف کے سفید نظر آنے کا سبب۔ (۹) شعاعیں جتنے زاویے پر جاتی ہیں اتنے ہی پر پلٹتی ہیں۔ (۱۰) رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں۔ (۱۱) پتھر کس طرح بنتا ہے اور پتھروں کی مختلف اقسام۔ (۱۲) رہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔ (۱۳) معدنیات میں ۴ رقسمیں ناقص ترکیب ہیں۔ (۱۴)

رضویات

چاروں عصروں میں ایک دوسرے سے تبدیلی کی بارہ صورتیں۔ (۱۵) اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہوجاتے ہیں۔ (۱۶) کان کی ہر چیز گندھک و پارے کی اولاد ہے۔ (۱۷) گندھک نر ہے یا مادہ۔ (۱۸) قطر ومحیط کی نسبت۔ (۱۹) مٹی کی اقسام اور ان کی درجہ بندی وغیرہ وغیرہ — فتاویٰ رضویہ کی تمام مجلدات میں سائنسی موضوعات پر رسائل وتحریر ملتی ہیں فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم کا مطالعہ کیجیئے تو اقتصادیات، معاشیات، بینک کاری اور دیگر لین دین کے تمام مسائل سمیٹے ہوئے ملے گی۔

(ماخوذ: قرآن سائنس اورامام احمدرضا)

سرکاراعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو اللہ نے وہ کمال بخشا تھا جو گزشتہ کئی صدیوں میں دیکھنے کو نہیں ملتا، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

◆◆◆

ص ۴۶ کا بقیہ ....

النار عذابه- یعنی میں اس ذات کی عبادت کرتا ہوں جس کا عرش آسمان میں،سلطنت زمین میں،راستہ سمندر میں،رحمت جنت میں اور عذاب جہنم میں ہے پھر آپ نے پوچھا: من انا۔ یعنی بھلا میں کون ہوں؟اس نے عرض کی: انت رسول رب العالمین و خاتم النبین قد افلح من صدقک و قد خاب من کذبک۔ یعنی آپ پروردگارِ عالم کے رسول اور رسولوں کے خاتم ہیں،جس نے آپ کی تصدیق کی وہ مراد کو پہنچا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ نامراد ہوا۔“

رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب سوسمار کو اس طرح کلام کرتے ہوئے بادہ نشیں نے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا وہ برملا کہنے لگا کہ خدا کی قسم جس وقت میں آپ کے پاس حاضر ہوا تھا اس وقت میری نظر میں آپ سے زیادہ کوئی شخص دشمن نہیں تھا اور اب آپ مجھے میرے والدین ہی نہیں بلکہ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ فوراً کفر کی زنجیر توڑ کر کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا۔

مذکورہ بالا روایتوں سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح روشن ہوجاتی ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہ صرف انسانوں نے تسلیم کیا بلکہ جانوروں نے بھی زبانِ حال سے نہیں بلکہ زبانِ قال سے بہ بانگ دہل اعلان کیا کہ بلاشبہ آپ پر نبوت تمام ہوگئی اب قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں مانتا وہ جانور سے بھی گیا گذرا بلکہ بلفظِ دیگر یوں کہہ لیں کہ مگر منکر ختم نبوت سے جانور صدہا بہتر ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام اشخاص سے ہمیں محفوظ و مامون رکھے جو ایمان پر قدغن لگانے میں ذرہ برابر بھی عار محسوس نہیں کرتے۔

◆◆◆

ص ۱۰ کا بقیہ ....

[۱] الأعلام، ۵ / ۱۵۳، المؤلف: خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس، الزرکلی الدمشقی (المتوفی 1396:ه)، الناشر: دار العلم للملایین، الطبعۃ: الخامسۃ عشر، الشاملۃ [۲] تذکرۃ الاولیاء مترجم ملخصا ص 55—56 شیخ فرید الدین عطار متوفی 677ھ ناشر: الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور سنہ اشاعت: مئی 1997ء [۳] وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، ۴ / ۴۷، المؤلف: أبو العباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراهیم بن أبی بکر ابن خلکان البرمکی الإربلی المتوفی 681:ه، المحقق: إحسان عباس، الناشر: دار صادر، بیروت الشاملۃ) [۴] تذکرۃ الاولیاء مترجم ص 55—56 خواجہ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ متوفی 677ھ ناشر: الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور سنہ اشاعت: مئی 1997ء [۵] تذکرۃ الحفاظ، 1 / 180، تألیف: محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، دراسۃ و تحقیق: زکریا عمیرات، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت—لبنان، الطبعۃ الأولی 1419ه— 1998م الشاملۃ [۶] تاریخ بغداد أو مدینۃ السلام ۱۴ / ۲۵۰، تألیف الحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی 463، دراسۃ و تحقیق مصطفی عبد القادر عطا دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ — ۲۰۰۴ء [۷] تاریخ بغداد أو مدینۃ السلام 13 / 339، ۳۴۰، تألیف الحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی 463، دراسۃ و تحقیق مصطفی عبد القادر عطا دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۵ھ — ۲۰۰۴ء [۸] وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، ۴ / ۴۸، المؤلف: أبو العباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراهیم بن أبی بکر ابن خلکان البرمکی الإربلی المتوفی 681:ه المحقق: إحسان عباس، الناشر: دار صادر — بیروت، الشاملۃ [۹] الطبقات الکبری، 6 / 43، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی 230:ه) المحقق: إحسان عباس، الناشر: دار صادر بیروت، الطبعۃ: الأولی، 1968م الشاملۃ [۱۰] تہذیب التہذیب، ۸ / ۲۶۴، المؤلف: أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، الناشر: دار الفکر بیروت، الطبعۃ الأولی، 1404-1984 الشاملۃ [۱۱] تذکرۃ الحفاظ، 1 / 180، تألیف: محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، دراسۃ و تحقیق: زکریا عمیرات، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت—لبنان، الطبعۃ الأولی 1419ه— 1998م الشاملۃ [۱۲] اولیاے رجال حدیث ص: 84 علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی متوفی 5 رمضان 1406ھ، ناشر: محمدی بک ڈپو دہلی سن اشاعت: اپریل 2007ء، وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، ۴ / ۴۹، المؤلف: أبو العباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراهیم بن أبی بکر ابن خلکان البرمکی الإربلی المتوفی 681:ه المحقق: إحسان عباس، الناشر: دار صادر بیروت، الشاملۃ۔

◆◆◆

(از: مولانا محمد شہنواز نوری شفق مصباحی*

آپ سنی ہیں، یہ آپ پر اعلیٰ حضرت کا احسان ہے

آج کل کچھ حضرات اکثر مجالس میں اور بیشتر محافل میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہمارا شجرہ فلاں بزرگ سے ملتا ہے، ہمارا سلسلہ فلاں شیخ تک پہنچتا ہے، ہم تو خاندانی مسلمان ہیں، ہم تو خانقاہی اہل ایمان ہیں، ہم پر اعلی حضرت کا احسان نہیں، ہماری سنیت امام احمد رضا کی دین نہیں، ایسے حضرات کی بارگاہوں میں بس اتنا عرض ہے کہ ٹھیک ہے کہ آپ کا شجرۂ وسلسلہ کبھی اجمیر معلیٰ تو بغداد مقدس، کبھی مدینہ منورہ تو کبھی مکہ مکرمہ تک پہنچتا ہوگا، لیکن واضح رہے کہ آپ برصغیر کے باشندہ ہیں اور پھر سنی ہیں تو یہ آپ پر اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کا احسان ہے اور آپ یہ بھی نہ سمجھیں، اس گمان میں بھی نہ رہیں کہ جب آپ خود ہی فقیہ و مفتی، محدث و مفسر، عالم و فاضل، منطقی و فلسفی ہیں تو پھر آپ پر اعلی حضرت کا احسان کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے کہ آپ یقیناً یہ سب کچھ ہیں لیکن آپ ایک امتی بھی ہیں اور جب بظاہر خود نبی پر امتی کا احسان ہوسکتا ہے تو امتی پر امتی کا احسان کیوں نہیں ہوسکتا؟ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناه ما خلا ابا بکر فان له عندنا یدا یکافئه الله بها یوم القیامة وما نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابي بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا الا وان صاحبکم خلیل الله۔ رواه الترمذي عن ابي هریرة رضي الله تعالی عنه۔ (اللہ کے محبوب ﷺ فرماتے ہیں: ہمارے ساتھ جس نے بھی نیکی کی ہم نے اسے بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے کیونکہ انہوں نے ہماری اتنی خدمت کی ہے کہ اللہ تعالی ہی انہیں قیامت کے دن اس کی جزا دے گا، کسی کے مال نے ہمیں وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا، اگر ہم کسی کو اپنا خلیل یعنی جانی دوست بناتے تو ابوبکر کو بناتے، سنو! تمہارے صاحب اللہ تعالی کے خلیل ہیں)

ذرا غور فرمائیں! کہ مالک دو جہاں قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف صدیق اکبر ہی کے احسانات کا ذکر نہ فرمایا بلکہ صدیق اکبر کے ساتھ ساتھ دوسرے صحابہ کے بھی احسانات کا تذکرہ فرمایا، ہاں صدیق اکبر اور دوسرے صحابہ کے احسانات میں فرق یہ بیان فرمایا کہ دیگر صحابہ کے احسانات کا بدلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں دے دیا اور صدیق اکبر کے احسانات کا بدلہ اللہ جل شانہ قیامت میں عطا فرمائے گا کہ دوسرے صحابہ کے مقابلے میں صدیق اکبر کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ مختصراً اتنا کہ حدیث مذکور سے یہ روشن اور واضح ہے کہ نبی پر امت کا حساب ہوسکتا ہے اور جب نبی پر امت کا احسان ہوسکتا ہے تو امت پر امت کا احسان بدرجۂ اولی ہوسکتا ہے۔ نیز حدیث مذکور سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ بندوں میں سے اگر کسی کا آپ پر احسان ہو تو اس احسان کا برملا اظہار اور علی الاعلان اقرار ہونا چاہیے کہ یہی حکم خدا جل وعلا اور سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بلکہ ایک حدیث پاک میں تو یوں آیا کہ:

"من لم یشکر الناس لم یشکر الله رواه احمد وابو داؤد عن ابي هریرة رضي الله تعالی عنه. یعنی وہ شخص خدا کا شکر گزار بندہ ہو ہی نہیں سکتا جو لوگوں کا شکر گزار نہ ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم خدا کا شکر ادا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان بندوں کا بھی شکر ادا کرنا ہوگا جن کے توسط و توسل سے ہمیں منعم حقیقی کی نعمتیں ملی ہیں اور لوگوں کی شکر گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے احسانات کا برملا اظہار و اقرار کیا جائے، جلوت و

* مضمون نگار دار العلوم فیضان رضا ممبرا تھانے ممبئی کے پرنسپل ہیں۔

خلوت میں ان کا ذکر جمیل کیا جائے اور یہ بھی واضح رہے کہ جو نعمت جتنی بڑی ہوگی اس کی شکر گزاری بھی اتنی ہی ضروری ہوگی اور نعمت ایمان وسنیت سے دارین کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

لیجیے فقیر اب اپنے اس دعوے پر کہ آپ سنی ہیں یہ آپ پر اعلیٰ حضرت کا احسان ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو معاصر بزرگوں کی شہادتیں پیش کرتا ہے ملاحظہ کیجیے! چنانچہ استاذالمحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ان کے شاگرد رشید حضرت محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ حضرت! اپ تو مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادابادی علیہ الرحمہ سے مرید ہیں لیکن اپ کو جتنی محبت وعقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے ہے اتنی اور کسی سے نہیں، اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے علم وفضل کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے فرمایا: سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری شریف سے پایا، سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے جو مجھے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب سے حاصل ہوئی، بلکہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے جس کو میں نے صرف اعلیٰ حضرت حضرت سے پایا، میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کے بسانے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں، اس لیے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، میں ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۲۰)

اور حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں کہ: حضور صدرالافاضل مولانا سید شاہ محمد نعیم الدین مرادابادی خلیفہ اعلیٰ حضرت واشرفی میاں علیہ الرحمہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگوں کو اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کے دربار سے مختلف قسم کی دولتیں نصیب ہوئیں، لیکن مجھے سب سے بڑی دولت ایمان کی اگر کہیں سے نصیب ہوئی تو وہ اعلی حضرت امام احمد رضا کا دربار گرامی ہے۔ (پاسبان الہ اباد نومبر ۱۹۰۵ء، صفحہ ۱۸)

خوب اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ حضرت محدث سورتی اور حضرت صدرالافاضل رحمہما اللہ معمولی درجے کے عالم وفاضل نہ تھے بلکہ ان میں سے ایک اپنے دور کے امام المحدثین ہیں تو دوسرے اپنے وقت کے رئیس المفسرین ہیں لیکن یہ آں فضل وکمال فرما رہے ہیں کہ ہمیں عشق رسول اور ایمان کی دولت سرمدی و نعمت ابدی اعلیٰ حضرت کے دربار سے ملی ہے، جب ان بزرگوں کا یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہونا چاہیے، جب ان بزرگوں کی محفلوں، مجلسوں اور خلوتوں، جلوتوں میں اعلیٰ حضرت کے ایسے تذکرے ہیں تو ہماری مجلسوں میں، ہماری محفلوں میں اور ہماری خلوتوں، ہماری جلوتوں میں اعلیٰ حضرت کا ذکر جمیل کس قدر ہونا چاہیے کہ ہمیں تو جو کچھ بھی ملا ہے سب اسی بارگاہ اعلی سے اور اسی دربار والا سے ملا ہے۔

◆◆◆

ص ۳۹ر کا بقیہ.......................................

دیوبندی اکابرین کو چاہئے تھا کہ امام اہل سنت کی گرفت کرتے اور ان کے رد میں اسی وقت تحریر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا، امام اہل سنت کی زندگی رب تعالی کی عطا سے بڑی شان عظمت والی رہی اور گستاخان رسول کی زندگی ایسی کہ جیسے بلی کے ڈر سے چوہے کی ہوتی ہے، ان کی ہمت نہ بن بڑی امام اہل سنت کا سامنا کرنے کی اور ایک جھوٹ کا پلندہ (المہند) شائع بھی کیا تو امام اہل سنت کے وصال کے 12ر سال بعد ان سب باتوں سے صاف واضح ہوتا ہے کہ کون منافق تھا اور کون مومن؟ کس کے دل میں چور تھا اور کون ایماندار۔

◆◆◆

اعتذار

کسی وجہ سے قسطوار مضمون "بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ر سالہ دردناک سفر" کی چودھویں قسط اس مہینے شائع نہیں ہو رہی ہے، ان شاء اللہ الرحمٰن اگلے ماہ آپ اس کی چودھویں قسط ملاحظہ فرمائیں گے۔ فاروقی

رضویات

رضویات

از: سعد حنفی*

حسام الحرمین کا پس منظر

اکثر منافقین کی ایک جماعت اس کتاب کو لے کر طرح طرح کے پروپیگنڈا چلاتی ہے کہ اس کتاب میں علمائے دیوبند کی عبارتوں کو کاٹ چھانٹ کر کفریہ طرز پر بنا کر علمائے حرمین کے سامنے پیش کی گیا جس کو پڑھ کر علمائے حرمین نے ان اکابرین دیوبند کو کافر جانا اور ان کی تکفیر کردی۔ جبکہ یہ سب سراسر جھوٹ اور امت کو گمراہ کرنے کی کوشش ہے۔

اکابرین علمائے دیوبند کے کارناموں کا سلسلہ 1830ء کے آس پاس شروع ہوا جبکہ حسام الحرمین 1906ء میں شائع ہوئی اور اس سے ایک سال قبل امام اہل سنت ان عبارات کفریہ کو لے کر علمائے حرمین کے سامنے برائے استفتا پہنچے تھے۔

اب یہاں یہ سوال آتا ہے کہ جب کفریہ عبارتوں کا سلسلہ اتنے پہلے سے شروع ہوا تو کیا اس وقت علمائے اہل سنت نے انہیں نہیں روکا؟ تو اس کا جواب ہے: بالکل ان کا رد فرمایا اور ان کے خلاف رسالے لکھے گئے، ان کی تکفیر کی گئی۔

امت میں انتشار پھیلانے والی پہلی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں جب انبیا واولیا کی شان میں گستاخیاں کیں گئیں، اس پر حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے گرفت کرتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر اور اس کتاب کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی کو بارہا مناظرہ کا چیلنج بھی دیا گیا، کئی مرتبہ مناظرہ طے ہونے کے باوجود اس سے غیر حاضر رہا، اس کتاب کا رد بھی پرزور انداز میں کیا گیا، اس کا ایک منظر خود مولانا ابوالکلام آزاد نے بیان کیا ہے کہ:

''مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منورالدین کے ہم درس تھے، شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انھوں نے تقویۃ الایمان اور جلاالعینین لکھی اور ان کے اس مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہلچل پڑ گئی، ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی، متعدد کتابیں لکھیں اور 1248ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد کیا۔''

(آزادی کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص 56)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت میں اختلاف اسماعیل دہلوی کے ذریعہ انگریزوں نے 1831ء میں ہی شروع کردیا تھا، ابھی اس وقت اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی۔

اسی طرح تحذیرالناس 1871ء میں لکھی مطلب حسام الحرمین سے تقریباً 35 سال قبل اس وقت اس کتاب کا بھی یہی حال تھا علمائے اہل سنت نے اس کی اشاعت کے ساتھ ہی اس کا رد شروع کردیا جیسا کہ خود دیوبندیوں اکابرین کا اقرار موجود ہے، دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اپنے ملفوظ میں بیان کرتے ہیں کہ جس وقت مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیرالناس لکھی، اس وقت ملک بھر میں کسی نے بھی ان سے موافقت نہیں کی۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد 5، ملفوظ نمبر 314)

اسی طرح ''براہین قاطعہ'' کا معاملہ آیا، جب شیطان لعین کے علم کیلئے نصوص قرآنی کا اقرار تو کیا گیا لیکن جب حضور علیہ السلام کے علم کی بات آئی تو اسے شرک بتایا گیا۔

براہین قاطعہ کتاب کا ایک تاریخی پہلو یہ بھی ہے کہ جب یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولوی خلیل احمد انبٹھوی جن کے درمیان پہلے دوستانہ تعلقات تھے ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو گئے، براہین قاطعہ چوں کہ انبیٹھوی صاحب کے نام سے چھپی تھی، اس لیے اس کو دیکھنے کے بعد غلام مولانا غلام رسول دستگیر قصوری صاحب کو بڑا صدمہ ہوا اور وہ بہ نفس نفیس بھاول پور پہنچے اور اپنے دیرینہ دوست سے

*مضمون نگار تحریک اصلاح عقائد سے متعلق ہیں۔

براہ راست گفتگو کر کے صورت حال معلوم فرمائی اور انہیں سمجھانے کی کوشش فرمائی مگر انبیٹھوی صاحب کو اپنی ضد پر قائم پا کر حیرت زدہ وہ گئے، جب انھوں نے افہام وتفہیم کی تمام تدبیروں کو ناکام ہوتے دیکھا تو انبیٹھوی صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا، انبیٹھوی ص احب اپنے چھ دیوبندی علما کے کر حاضر ہوئے اور مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ بھی اپنے ساتھ چھ علمائے اہل سنت کے ہمراہ تشریف لائے اور اس طرح 1306ھ میں مناظرہ بھاول پور نواب بھاول پور کی نگرانی میں ہوا۔ جہاں دیوبندی اکابر مولوی خلیل انبیٹھوی کو ذلت آمیز ہار کا سامنا کرنا پڑا۔

اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ ”حسام الحرمین 1324ھ میں شائع ہوئی اور اسی دور میں علمائے حرمین نے ان دیوبندی علما کی تکفیر فرمائی۔لیکن اسی عبارت پر ہندوستان میں 1306ھ میں مناظرہ ہوا اور یہ عبارت منظر عام پر آتے ہیں بحث کا مدعا بن گئی، اب یہاں کوئی دیوبندی بتائے اس وقت تو حسام الحرمین شائع نہ ہوئی تو علمائے ہند کے سامنے کون سی عبارت پیش ہوئی کہ انھوں نے اس کا رد فرمایا اور اس کے لکھنے والے سے مناظرہ کیا، کیا اس وقت بھی تم یہی کہوں گے کہ ان کے سامنے دیوبندی اکابرین کی عبارتوں کو کاٹ چھاٹ کر کفریہ بنا کر پیش کیا گیا تھا؟

اس مناظرہ کی روداد ”تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل“ شائع ہوئی اور اس کی عربی کاپی اس وقت بھی علمائے حرمین شریفین نے ملاحظہ فرمائیں جس پر علمائے حرمین شریفین نے اپنی تائید تصدیقات سے بھی پیش کیں۔

پتہ چلا حسام الحرمین سے پہلے بھی علمائے حرمین شریفین کے سامنے ان دیوبندی اکابرین کی عبارتیں باعث بحث قرار پائی گئی تھی، اب دیوبندی جیسے جدید مذہب کے مناظرین اگر یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے علمائے حرمین کے سامنے دیوبندی اکابرین کی عبارتوں کو کاٹ چھاٹ کر پیش کیا تو یہ سراسر الزام اور جھوٹ ہے اور انہیں جھوٹ کے دم پر آج یہ دھرم چلا آرہا ہے۔

اسی مناظرہ میں کذب باری تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کو لے کر بحث ہے، دھیرے دھیرے انگریزوں اور یہودیوں کی شہ پا کر اس فتنہ کی جرأت اتنی بڑھی کہ حضور علیہ السلام کے بعض علوم غیبیہ کا اقرار کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا گیا کہ اگر حضور علیہ السلام کے بعض علوم غیبیہ مراد لئے بھی جائیں تو اس میں حضور علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو بچوں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے، معاذ اللہ! (مکمل عبارت حفظ الایمان مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب میں موجود ہے)

منافقین دیوبندیہ کی بڑھتی ہوئی گستاخیاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کھلی گالیاں بکی جانے لگیں، تب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت نے وہ کام انجام دیا کہ جس کی وجہ سے آپ کو امام اہل سنت کا لقب ملا اور آپ اعلیٰ حضرت کے نام سے مشہور ہوئے، آپ نے سن 1905ء میں علمائے حرمین کے سامنے ایک بار پھر سے استفتاء پیش کیا حالانکہ علمائے حرمین شریفین کے سامنے یہ کوئی نئی چیز نہیں تھی، اس سے پہلے بھی ان دیوبندی اکابرین کے بارے میں کئی شکایتیں ملی اور ان پر ان علمائے حرمین کا بھی ردعمل صاف ظاہر ہوا جس طرح ”حسام الحرمین“ کے ذریعے ان علمائے حرمین نے اپنے کام انجام دیئے۔

”حسام الحرمین“ تقریباً چھپی 1906ء میں اردو ترجمہ کے ساتھ پورے ملک میں علمائے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کے اس عظیم کارنامے کو سراہا اور ملک بھر کے سینکڑوں علمائے اہل سنت نے بھی ان گستاخانہ عبارات کی بنیاد پر اکابرین دیوبند کی تکفیر کی۔

”حسام الحرمین 1906ء میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی، اس کے 15/سال بعد امام اہل سنت کی وفات ہوئی پھر اس کے 12/سال بعد یعنی حسام الحرمین کی اشاعت کے پورے 27/سال بعد المہند (کہ جس کو حسام الحرمین کا جواب بتایا گیا) شائع کی گئی جبکہ اس کا مصنف بھی اسوقت مر کر مٹی میں مل چکا تھا۔

غور طلب ہے کہ اگر حسام الحرمین میں امام اہل سنت نے دیوبندی اکابرین کی عبارتوں کو اگر کاٹ چھاٹ کر پیش کیا تھا تو اس وقت اکابرین دیوبند کس بل میں گھس گئے تھے کیوں عوام کے درمیان اپنی صفائی نہیں دی، کیوں امام اہل سنت کا سامنا کرنا ان کے لئے خوف کا باعث بنا ہوا تھا، بقیہ ص ۳۸/ پر

عقیدۂ ختم نبوت تصانیف رضا کی روشنی میں

از: مفتی سید اولاد رسول قدسی*

رضویات

سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا بمعنی آخر الانبیا ہونا ایسا قطعی ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس پر نصِ قرآنی دال ہے بلکہ صحاح کی بکثرت احادیث جو حدِّ تواتر تک پہنچی ہیں باضابطہ وضاحت وصراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا اللہ سبحانہ کو احد صمد لا شریك له جاننا فرض اوّل ومناطِ ایمان ہے، یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال وباطل جاننا فرض اجل وجزئ ایقان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمالِ خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر ہے۔" (ختم النبوۃ، ص ۴)

قرآن مقدس کے بائیسویں پارہ کے سورۂ احزاب کی چالیسویں آیت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت یوں بیان کرتی ہے:

"ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ خاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما۔ یعنی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

مذکورہ آیت صراحتاً یہ بتاتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیا ہیں، آپ پر نبوت ختم ہوگئی اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی، اس آیت کے تناظر میں یہ نہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو قیامت سے پہلے آسمان سے روئے زمین پر نزول فرمائیں گے وہ بھی تو نبی ہیں پھر رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا کیوں کر ثابت ہوگا، اس ضمن میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں مگر نزول کے بعد وہ اپنی شریعتِ سابقہ پر نہیں بلکہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت مطہرہ کی روشنی میں احکام نافذ کریں گے اور تبلیغی امور انجام دیں گے۔

اس پر مستزاد یہ کہ رسول دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے قبلہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا فرمائیں گے، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس قدر مسلم ہے کہ ربِّ کائنات نے لوحِ محفوظ پر جہاں مخلوقات کی تقدیر لکھی وہیں یہ بھی تحریر فرمائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی سب نبیوں میں آخر ہیں، جیسا کہ صحیحین شریفین میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان اللہ عز وجل کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السموت والارض بخمسین الف سنة وکان عرشه علی الماۓ ومن جملة ماکتب فی الذکر وھو ام الکتاب ان محمدا خاتم النبین۔ یعنی اللہ عزوجل نے زمین وآسمان کی آفرینش سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کی تقدیر لکھی اور اس کا عرش پانی پر تھا من جملہ

ان تحریرات کے لوح محفوظ میں لکھا بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں تک روایت ہے کہ پہلے انسان اور اللہ کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کو دونوں شانوں کے درمیان قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا:

''محمد رسول اللہ خاتم النبین۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔''

بیہقی شریف کے اندر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ ایسی حدیث جلوہ ریز ہے کہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کے وقت رب کائنات نے جہاں اپنے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فرمایا:

''لولا محمد ما خلقتک۔ یعنی اگر محمد صلی اللہ وسلم نہ ہوتے تو آدم میں تیری بھی تخلیق نہیں کرتا وہیں یہ بھی فرمایا:''وھو آخر الانبیا من ذریتک۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری اولاد میں سب سے پچھلے نبی ہیں۔''

آئیے حدیث وتفسیر کی روشنی میں پورا واقعہ اختصار کے ساتھ ملاحظہ کریں اور اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جب جنت میں رہائش کے زمانے میں شجر ممنوعہ کا پھل تناول فرمالیا تو رب کے حکم سے آپ زمین پر تشریف لے آئے۔ یہاں آنے کے بعد اپنی لغزش پر متواتر تین سو سال تک اشک بار رہے اور رب قدیر کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہے مگر ان کی توبہ شرفِ قبولیت سے ہمکنار نہ ہوئی، تین سو سال کے بعد آپ کو اللہ کے حبیب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آیا اور ان کے وسیلۂ جلیلہ سے بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض گذار ہوئے:

''یارب اسئلك بحق محمد ان غفرت لی۔ یعنی اے میرے رب تجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے۔''

ایسے موقع پر خداوند قدوس نے فرمایا اے آدم! تمھیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت کیسے حاصل ہوئی جب کہ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! میں تو انھیں جانتا نہیں تھا لیکن جب تو نے میرے جسم میں روح پھونک کر تخلیق مکمل فرمائی تو میں نے عرش کی جانب سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے پایوں پر لکھا ہوا تھا''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو پھر مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کے جس ذاتِ بابرکات کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا یقیناً وہ تیرا سب سے زیادہ محبوب ہے، ربِّ قدیر نے فرمایا:

''صدقت یا آدم انه لا حب الخلق الی واذ سالتنی بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك و هوا آخر الانبیا من ذریتك۔ یعنی اے آدم! تو نے سچ کہا بلا شبہ وہ میرے لیے احب الخلق یعنی تمام جہان سے زیادہ محبوب ہے اب چونکہ تو نے میرے محبوب کا واسطہ دیا ہے تو میں نے تیری توبہ قبول کی اور تجھے مغفرت کا پروانہ عطا کیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا اور یہ محمد تیری اولاد میں سب سے پچھلے نبی ہیں۔''

رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا اس قدر واضح ومشہور ہے نہ صرف یہ کہ قرآن مقدس، لوحِ محفوظ اور حضرت آدم علیہ السلام کے شانوں کے درمیان مکتوب ومرقوم ہے بلکہ دیگر آسمانی کتب وصحائف کے اندر بھی جلی حروف کے ساتھ یہ مندرج ہے کہ آپ خاتم الانبیا ہیں اور آپ پر نبوت کا اتمام واختتام ہوچکا، میرے اس دعوے کی پشت پناہ سیدی اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ ابن عسا کر کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مروی حدیث ہے:

''قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یُسَمّٰی فی الکتب القدیمة احمد و محمد و الماحی و المقفی و نبی الملاحم و حمطایا و فار قلیطا و ماذ ماذ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی کتابوں میں میرے یہ نام مکتوب تھے احمد، محمد، الماحی، المقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فارقلیطا، ماذ ماذ۔''

اب آپ ان ناموں کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں:

احمد: بہت تعریف کرنے والا۔ محمد: جس کی خوب خوب تعریف کی جائے۔ ماحی: کفر وشرک کو مٹانے والا۔ نبی الملاحم: جہادوں کے پیغمبر۔ حمطایا: حرمِ الٰہی کے حمایتی۔ فارقلیطا: حق کو باطل سے جدا کرنے والا۔ ماذ ماذ: ستھرا پاکیزہ۔ المقفی: کا معنی ہے سب پیغمبروں کے پیچھے تشریف لانے والے۔

کتبِ سماویہ کے اندر رسول ہاشمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب اسم گرامی مقفی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کوئی نوزائیدہ مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جسے کتب سماویہ نے بھی اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے۔

یہ تو کتب سماویہ کی بات تھی اب آئیے صحائف کے بھی زرّیں اوراق پر نظر ڈالیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب عامر شعبی سے روایت فرماتے ہیں کہ ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس صحیفے میں رسول دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا درج تھا جیسا کہ صحیفۂ سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں یوں مرقوم تھا کہ ربِّ کائنات نے اپنے خلیل علیہ السلام سے فرمایا:

"انه كان من ولدك شعوب حتى ياتى النبى الامى خاتم الانبيا۔ یعنی بے شک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے، یہاں تک کہ نبی امی خاتم الانبیا جلوہ فرما ہوں گے۔"

علاوہ ازیں محمد بن کعب قرظی روایت فرماتے ہیں:

"اوحى الله تعالىٰ الى يعقوب انى ابعث من ذريتك ملوكا وانبيا حتى ابعث النبى الحرمى الذى تبنى امته هيكل بيت المقدس وهو خاتم الانبيا واسمه احمد۔ یعنی نبیرۂ ابو الانبیا حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے یعقوب! میں تیری اولاد میں سلاطین وانبیا بھیجتا رہوں گا یہاں تک کہ مبعوث فرماؤں اس حرم محترم والے نبی کو جس کی امت بیت المقدس کی بلند تعمیر بنائے گی وہ سب پیغمبروں کا خاتم ہے اور اس کا نام احمد ﷺ ہے۔"

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مایۂ ناز صحابی ہیں وہ جہاں پہلے نہ صرف یہ کہ یہودی تھے بلکہ خود یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے وہیں ان کے والد اپنے زمانے میں اعلم علما توراۃ یعنی توریت کے جاننے والوں میں سب سے بڑے جاننے والے گردانے جاتے تھے۔ حضرت کعب احبار نے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد جو بیان فرمایا وہ روح پرور اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر غماز ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی علما توراۃ وانجیل وزبور بھی جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدان گیتی میں آخری نبی بن کر جلوہ افروز ہوں گے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد علما توراۃ میں سب سے بڑے عالم تھے، ان کا سینہ علم ومعرفت کا گنجینہ تھا۔ وہ مجھ سے بے پناہ محبت وشفقت فرماتے تھے اور اپنے علم سے کوئی شے مجھ سے کبھی چھپایا نہیں کرتے تھے گو وہ چاہتے تھے کہ میں بھی علم وفضل میں یکتائے روزگار بنوں۔ میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب ان کا آخری وقت آن پہنچا۔ ہوا یوں کہ موت سے پہلے انھوں نے مجھے بڑے پیار سے قریب بلایا اور فرمانے لگے کہ اے میرے پیارے بیٹے! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے اپنی معلومات میں سے کوئی شے ذرہ برابر بھی تجھ سے مخفی نہیں رکھی۔ ربِّ قدیر نے جس قدر علوم وفنون سے مجھ کو نوازا تھا وہ سب تیرے سینے میں انڈیلتا چلا گیا، بفضلہ تعالیٰ اب تیرا سینہ علوم ومعارف کا ایک بہتا دریا بن چکا ہے۔

میں نے تا زندگی اشاعت علم میں کسی قسم کی بخالت سے کام نہیں لیا، اس کی واحد اور بڑی اہم وجہ یہ رہی کہ میں چاہتا تھا کہ میرا بیٹا بھی اپنے وقت کا ایک جید اور لائق وفائق ماہر علوم و فنون ہو لیکن دو ورق تجھ سے روک رکھا، اس کے بارے میں اس کے قبل میں نے کبھی تجھے کچھ نہ بتایا۔ نہ بتانے کی وجہ بخل یا اخفا نہیں بلکہ قبل از وقت اور اندیشہ وخدشہ مانع رہے۔ اب چونکہ میں بستر مرگ پر ہوں۔ جانے کب آجائے پیکِ اجل کس کو

ہے خبر۔ اگر میں نے موت سے پہلے تجھے یہ بات نہ بتائی تو پھر میں خود کو بھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔ مزید برآں تو ایک ایسی عظیم نعمت سے محروم ہو جائے گا۔ جس کے دامن میں اخروی فلاح اور بہارِ جنت مضمر ہے۔

لہٰذا اب میرے بیٹے! میری بات غور سے سن اور میری موت کے بعد میرے کہا پر عمل کرنے میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرنا، دراصل بات یہ ہے کہ میرے پاس دو بڑے ہی اہم ورق ہیں جن میں ایک نبی سے متعلق بہت ہی کارآمد اور نفع بخش ایسی باتیں مندرج ہیں جو تیری دنیا و آخرت کی بہبودی کی ضامن ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے کئی بار چاہا میرا ضمیر مجھے پیہم اصرار کرتا رہا، میری خواہش مجھے بار بار برانگیختہ کرتی رہی کہ میں اس راز کی اہمیت و افادیت سے متعلق تمھیں باور کرادوں اور فوراً سے پیشتر اسے منکشف کردوں لیکن جب جب میں نے انکشاف کی ہمت کی میرے سامنے یہ اندیشہ مانع رہا کہ مبادا، کوئی کذّاب مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس متنبی کو سچا جان کر اس کی پیروی کر لے، اسے نبی آخر الزماں مان کر اپنے ایمان وعقیدے کا سودا کر لے، اپنے دین و دنیا کو تو ہلاک کے دہانے تک پہنچا دے، ربِّ کائنات نے قہر وغضب کا سودا کر لے۔ اپنے دین و دنیا کو ہلاکت کے دہانے تک پہنچا دے، ہاتھ کی کلہاڑی تو اپنے پاؤں پر مار لے لہٰذا اب چونکہ دنیا کو دائمی خیرباد کہنے کا میرا وقت آ پہنچا ہے، میری زندگی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہونے والا ہے، میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کرنے کے لیے اپنے پر تول رہی ہے اس لیے میں تجھے بتا رہا ہوں کہ یہ دیکھ تیرے سامنے جو طاق ہے اس میں وہ اوراق رکھ کر میں نے ان کے اوپر مٹی لگا دی ہے، ابھی اسے چھیڑنا نہیں جب نبی آخر الزماں اس منصۂ شہود میں جلوہ افروز ہو جائیں تو ان اوراق کو پڑھ کر خاتم الانبیا کی بارگاہ میں پہنچ کر ان پر ایمان لے آنا اور تا حیات چاہے حالات کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہوں ان کا بہر صورت پیروکار بن کر رہنا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کے انتقال کے بعد جب میں نے طاق سے وہ اوراق نکالے تو میں نے دیکھا کہ ان میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ لکھا ہوا تھا:

”محمد رسول اللہ خاتم النبین لا نبی بعدہ مولدہ بمکۃ و مہاجرہ بطیبہ۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں ان کی جائے پیدائش مکہ ہے اور ہجرت گاہ مدینہ۔“

رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیا ہیں، آپ پر نبوت تمام ہو چکی اور آپ کے بعد قیامت تک کسی دوسرے نبی (خواہ مستقل ہو یا ظلّی) کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث جو ابوداؤد اور ترمذی کے اندر موجود ہے اس میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف خود کو خاتم النبین بلکہ علی وجہِ بصیرت مزید صراحتاً لائے نفئِ جنس کے ساتھ لا نبی بعدی بھی فرمایا، حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انا خاتم النبین لا نبی بعدی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نبیوں میں خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

اس طرح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ختم بی الرسل۔ یعنی مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

اس سے پہلے راقم الحروف نے وہ حدیث بھی پیش کی جس میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان مکتوب تھا محمد رسول اللہ خاتم النبین، لگے ہاتھ مشکوۃ شریف میں مندرج حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت عرباض رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

”انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبین و ان آدم لمنجدل فی طین۔ یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میں عند اللہ اس وقت خاتم النبیین لکھا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں تھے۔"

بلفظ دیگر ان کی تخلیق مکمل بھی نہیں ہوئی تھی۔

مذکورہ بالا دلائل وشواہد کے باوجود ختمی مرتبت سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا وہی انکار کرے گا جو قرآن وحدیث سے نابلد ہو یا پھر ہٹ دھرمی کا شکار ہو۔ اس سے پہلے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا قول پیش کیا جاچکا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اس قدر اہم ہے کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال وباطل جاننا ایک مسلمان کے لیے ایسے ہی فرض ہے جیسے لا الہ الا اللہ پر ایمان رکھنا۔

اس سلسلے میں آئیے خطیب بغدادی کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ مندرجہ ذیل حدیث بطور اختصار ملاحظہ کریں جس کا تعلق واقعۂ معراج سے ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعۂ معراج کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

"لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینه کقاب قوسین او ادنیٰ و قال لی یا محمد هل غمّک ان جعلتک آخر النبین قلت لا قال فهل غم امتک ان جعلتهم اخر الامم قلت لا۔ یعنی جب ربِّ کائنات نے شبِ معراج مجھے اتنا قریب کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمان بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا تو ایسے روح پرور موقع پر میرے رب نے مجھ سے فرمایا: کیا تمھیں اس بات کا غم ہے کہ میں نے آخر النبین یعنی سارے نبیوں میں آخری نبی بنایا، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ربِّ قدیر کی بارگاہ میں عرض کی الٰہ العالمین! نہیں مجھے اس بات کا کوئی غم نہیں ہے، پھر ربِّ کائنات نے آپ سے فرمایا: کیا تمہاری امت کو اس بات کا رنج وملال ہے کہ میں نے اسے ساری سابق امتوں کے بعد آخری امت بنایا؟ آپ نے عرض کی بار الٰہ! نہیں میری امت کو بھی اس بات کا کوئی رنج وملال نہیں۔"

اتنا بیان کرنے کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ انتہائی کیف آگیں ہونے کے پہلو بہ پہلو بے حد ایمان افروز بھی ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے خداوند قدوس کے سوال پر نفی میں جواب دیا کہ نہ مجھے اس بات کا غم ہے کہ تو نے مجھے آخر الانبیا بنا کر خاکدان گیتی میں مبعوث فرمایا اور نہ میری امت کو اس بات پر کسی قسم کا رنج وقلق ہے کہ اسے تو نے آخری امت بنایا تو ربِ قدیر نے اس کی وجہ خود یوں بیان فرمائی:

"انی جعلتهم أخر الامم لا فضح الامم عنده و لا افضحهم عند الامم۔ یعنی میرے حبیب! میں نے تمہاری امت کو اس لیے آخری امت بنایا کہ سابق امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور اسے اوروں کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھوں۔"

مذکورہ بالا حدیث پاک سے جہاں یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے وہیں یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ ربِّ کائنات کو اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے کس قدر محبت ہے۔ ربِّ کائنات نے یہ نہ چاہا کہ اس کے حبیب کی امت کسی کے سامنے رسوا ہو اور اس کے عیب سے کوئی اور واقف ہو۔ خدائے لم یزل وبے نیاز کے اس کرم کو دیکھتے ہوئے امیدِ واثق رکھی جاسکتی ہے کہ جب ربِّ قدیر کو یہ نہ گوارا ہوا کہ اُس کے حبیب کی امت کے عیوب کو کوئی جانے اور اسے دنیا میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے تو پھر قیامت کے دن بھی ارحم الراحمین جو ستار العیوب اور غفار الذنوب ہے ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اہلِ محشر کے سامنے ہمیں ندامت سے محفوظ رکھے گا۔ اس امید واثق کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے رحیم وکریم خدا اور اس کے حبیب ﷺ کے احکامات پر سر بہ خم رہیں اور ہم خود کو عملی میدان کا شہسوار بنائیں۔

ختم نبوت سے متعلق ایک بین دلیل حضرت سلمان فارسی

رضویات

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں رسول الملائکہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کا وہ بیان مذکور ہے جس میں سرورِعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ربِّ قدیر کے ارشادات موجود ہیں۔حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول ہاشمی وقار ﷺ کی بارگاہ میں سب سے پہلے خلاقِ کائنات کا یہ ارشاد پیش کیا یا رسول اللہ:

"ان ربک یقول قد ختمت بک الانبیا۔ یعنی آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں نے تم پر انبیا کو ختم کیا یعنی آپ خاتم الانبیا ہیں۔"

اس ارشاد کے بعد آپ نے خداوند قدوس کے دیگر ارشادات جو پیش کیے ان کے حرف حرف سے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے مثال عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔رب کریم نے مزید فرمایا:

"وما خلقت خلقا اکرم علی منک و قرنت اسمک مع اسمی فلا اذکر فی موضع حتی تذکر معی و لقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی ولولاک ما خلقت السموت و الارض۔ یعنی میں نے کوئی بھی ایسی مخلوق نہیں بنائی جو میرے حبیب سے زیادہ میری بارگاہ میں صاحبِ عزت ہو، میں نے اپنے حبیب کا نام اپنے نام سے ملایا تاکہ جہاں میرا ذکر ہو وہیں ان کا بھی ذکر ہو۔میں نے دنیا اور اہلِ دنیا سب کچھ اس لیے بنایا کہ میرے حبیب کا مرتبہ ان سب پر ظاہر کروں، اگر میرے حبیب نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا۔"

علاوہ ازیں حدیث شفاعت جو بہت ہی طویل ہے، اس کے اندر بھی روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول مرقوم ہے کہ کل بروز قیامت جب اہل محشر قیامت کی ہولناکی سے مضطرب و بے قرار ہوں گے اور پچاس ہزار سالوں کے برابر طویل ترین دن سے ہراساں ہوں گے، سوا نیزے سر کے اوپر سورج کی پُرحدّت ناقابل برداشت تمازت کی تاب نہ لاکر اہل محشر نہ صرف یہ کہ پسینے سے شرابور ہوں گے بلکہ پسینوں کی ندی میں نہارہے ہوں گے تو ایسے جانکاہ اور جاں گسل موقع پر سارے اہل محشر ان میں وہ سب بھی شامل ہوں گے جو دنیا میں شفاعت اور وسیلے کے منکر رہے ہوں گے یکجا ہو کر ہر نبی کی بارگاہ بافیض میں شفاعت کی درخواست پیش کریں گے اور یہ کہتے ہوئے گڑ گڑائیں گے کہ خدارا ہماری شفاعت فرما کر ان کٹھنائیوں سے ہمیں راحت دلا دیں تو ہر نبی:

"اذھبوا الیٰ غیری۔ یعنی میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔"

کہہ کر دوسرے نبی کے پاس بھیج دیں گے، بالآخر مایوس ہو کر جب اہلِ محشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کے خواستگار ہوں گے تو آپ برملا فرمائیں گے، میں اس منصب کا نہیں:

"انی اتخذت الھا من دون اللہ و انہ لایھمنی الیوم الا نفسی۔ یعنی مجھے لوگوں نے اللہ کے سوا خدا بنایا تھا مجھے آج اپنی ہی فکر ہے، لہٰذا محشر والو! اگر شفاعت چاہتے ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ جو خاتم النبین ہیں۔"

یہ سنتے ہی محشر والوں کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہے گا۔مسرت وشادمانی سے سب کے دلوں کی باچھیں کھل اٹھیں گی، سارے کے سارے شاداں وفرحاں دوڑے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ جب خاتم النبین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے:

"انا لھا۔ یعنی میں تمہاری شفاعت کے لیے ہوں۔

آج میری شفاعت سے تمھیں محشر کی جانکاہی سے نجات کا پروانہ ملے گا۔فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی بروز قیامت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاتم النبین نہیں فرمائیں گے بلکہ اسی حدیث شفاعت میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ مندرج ہے:

"فیاتون محمداً فیقولون یا محمد انت رسول اللہ و خاتم النبین۔ یعنی سارے اولین وآخرین سرورِ دوعالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پر بہار میں آ کر یوں عرض کریں گے کہ حضور! آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیا کے خاتم ہیں، ہماری شفاعت فرمائیے۔''

ان احادیث سے یہ بات مترشح ہی نہیں بلکہ متحقق ہو جاتی ہے کہ اولین و آخرین سب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہتے اور مانتے رہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا اس قدر مسلم ہے کہ دراز گوش نے بھی برملا اظہار کیا کہ انبیا میں آپ کے سوا کوئی اور نبی باقی نہیں، اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیث فتاویٰ رضویہ میں پیش فرمایا ہے، اختصار کے ساتھ اس حدیث کا تتمہ ملاحظہ کریں:

جنگ خیبر کی عظیم الشان فتح و کامرانی کے بعد حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے اثنائے راہ یک بیک ایک سیاہ رنگ کے دراز گوش کو آپ نے دیکھ کر اس کا نام پوچھا تو اس نے جواباً عرض کیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے اور خلاقِ کائنات نے میرے دادا کی نسل میں اس قدر برکتیں فرمائیں کہ اس میں ساٹھ دراز گوش پیدا کیے اور ہر ایک کو شرف اعزاز بخشا کہ وہ کسی نہ کسی نبی کے سواری کے کام آیا، پھر وہ کہنے لگا:

''وقد کنت اتوقعک ان ترکبنی لو یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیا غیرک۔ یعنی مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل میں سوائے میرے اور انبیا میں سوائے حضور کے کوئی باقی نہیں۔''

مزید برآں یہ بھی کہنے لگا کہ میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا جو بڑا ہی ظالم و سفاک انسان تھا۔ وہ مجھے بھوکا رکھنے کے ساتھ ساتھ مجھ کو زد و کوب بھی کرتا تھا۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دراز گوش کا نام "**یعفور**" رکھا تھا، یہاں تک روایتیں ملتی ہیں کہ جب آپ کسی کو بلانا چاہتے تو یعفور کو بطور قاصد بھیج دیتے اور وہ اس شخص کے مکان کی چوکھٹ پر سر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا تو اسے اشارے سے بتاتا کہ تجھے اللہ کے رسول نے یاد فرمایا ہے، یعفور کے عشقِ رسول پر قربان جائیے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا تو یعفور آپ کی رحلت کو برداشت نہ کر سکا یہاں تک کہ آپ کی جدائی کے صدمے سے نڈھال ہو کر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنوئیں میں گر کر موت کی آغوش میں چلا گیا۔

صرف یعفور دراز گوش کی تخصیص کیا بلکہ سیدی اعلیٰ حضرت نے طبرانی، معجم اوسط، معجم صغیر، دلائل النبوۃ، تاریخ ابن عساکر وغیرہ کئی مستند کتابوں کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ ایک سوسمار نے مجمعِ عام میں فصیح عربی زبان میں واضح انداز میں کہا کہ یا رسول اللہ آپ خاتم النبین ہیں۔

واضح رہے کہ یہ حدیث مولائے کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت میں جلوہ ریز ہے جیسا کہ خصائص کبریٰ اور جامع کبیر میں مندرج ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ قبیلۂ بنی سلیم کا ایک بادیہ نشیں ایک سوسمار کا شکار کر کے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور آپ کے سامنے سوسمار کو ڈال کر کہنے لگا کہ لات و عزی کی قسم میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ یہ سوسمار آپ پر ایمان نہ لے آئے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوسمار کو جوں ہی آواز دی اس نے فوراً جواباً عرض کیا:

''لبیک و سعدیک یازین من وافی یوم القیامۃ۔ یعنی اے تمام حاضرین مجمع محشر کی زینت میں آپ کی خدمت و بندگی میں حاضر ہوں۔''

سوسمار کے جواب کو اس وقت وہاں سارے موجودین نے سنا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من تعبد؟ یعنی تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا:

''الذی فی السماء عرشہ وفی الارض سلطانہ و فی البحر سبیلہ وفی الجنۃ رحمتہ وفی بقیہ ص ۳۵ پر

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

ستائیسویں قسط

ترغیبات

(۳) کبائر سے اجتناب، صغائر کے لئے کفارہ ہے:

”اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَيِّاٰتِکُمۡ وَنُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِيۡمًا۝۔ (ترجمہ) اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے (ان سے نیچے کے) اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔“ [سورۂ نسا–۳۱]

(۴) سچے تائب کے لئے بخشش کا مژدہ:

”وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا۝۔ (ترجمہ) اور جو کوئی کر بیٹھے برا عمل یا اپنی جان پر ظلم پھر اللہ سے بخشش چاہے تو پائے گا اللہ کو بہت بخشش کرنے والا اور بہت رحم فرمانے والا۔“ [ایضاً ۱۱۰]

شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے، منکر کے لئے نہیں

حدیث شریف: اور حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”شفاعتی لاھل الکبائر من امتی من کذب بھا لم ینلھا۔ (ترجمہ) میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے، جس نے حصول شفاعت کو جھوٹ جانا، وہ اُسے نہیں پائے گا۔“

وجہ تخصیص کی توضیح

حضرت جابر (راوی حدیث) نے کہا کہ جو امتی اہل کبائر سے نہیں ہوگا تو اس کے لئے (اس) شفاعت کے ذکر کی کیا ضرورت؟ (مصنف نے اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے کہا) یعنی اسے (اس) شفاعت کی طرف حاجت نہیں۔ (۱)

[۱] راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گویا اس شبہہ کا ازالہ فرمایا کہ حضور کی شفاعت سے مستغنی تو کوئی نہیں ہوگا پھر یہاں اس حدیث میں اہل کبائر کی تخصیص کیسی؟ تو رفع شبہ کیلئے فرمایا کہ شفاعت کی اس نوع خاص کی طرف اُس امتی کو احتیاج کی نوبت نہیں آئے گی جو عند اللہ مستحق دخول جنت ہوگا اور مستوجب دوزخ نہیں ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

حدیث دیگر

(اور اسی طرح) حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں جو اہل کبائر ہیں میری شفاعت ان کے لئے ہے۔

ایک بہت بڑے عابد کا عبرت آموز واقعہ

خبر جبرئیل علیہ السلام: حضرت امام محمد ابن مکندر حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں، فرمایا: حضور علیہ الصلاۃ والسلام (ایک بار کاشانۂ اقدس سے نکل کر) ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ابھی میرے پاس سے میرے خلیل جبریل صلوات اللہ وسلامہ علیہ نکل کر گئے ہیں، وہ کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! قسم اس ذات پاک کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ، نبی بنا کر بھیجا ہے، بے شک بندگان خدا میں سے ایک بندے نے پانچ سو سال تک اس پہاڑ کی چوٹی پر اللہ کی عبادت کی جس کی لمبائی چوڑائی نو سو مربع ہاتھ ہے جس کو سمندر نے ہر طرف سے چار ہزار فرسخ کی دوری تک احاطہ کیا ہوا ہے (یعنی وہ بیچ سمندر میں ٹاپو نما ہے) اور اس کے لئے پہاڑ کے نیچے سے آب شیریں کا ایک عمدہ چشمہ، انگلی کی چوڑائی کے برابر چوڑا جاری فرمایا ہوا تھا اور وہاں ایک انار کا درخت تھا جس پر روزانہ ایک انار لگتا تھا۔ جب شام ہوتی تو وہ (جائے عبادت سے) نیچے اتر کے آتا وضو کرتا اور انار توڑ کر کھاتا پھر نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ اس نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ اس کی روح سجدے کی حالت میں قبض کی جائے اور یہ کہ اس کے جسم پر، نہ زمین کے لئے نہ کسی اور شئی کے لئے کوئی راہ ملے (یعنی جسم بدستور صحیح سلامت رہے) حتی کہ اسے (قیامت کے روز) سجدے ہی کی حالت سے اٹھائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی،

حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا ہم لوگ اپنے ہبوط وعروج کے وقت اس کے پاس سے گزرتے ہیں (دیکھتے ہیں کہ) وہ بدستور اپنے اسی حال پر سجدے میں ہے۔

موجب بخشش محض اللہ کی رحمت

...اور (پھر آگے) حضرت جبریل (علیہ السلام) نے خبر دی کہ ہم (اپنے) علم میں پاتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز (جب) اٹھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کیا جائے گا تو رب تبارک وتعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا: میرے اس بندے کو میری رحمت سے جنت میں لے جاؤ۔ وہ عرض کرے گا: ''بل بعملی'' بلکہ میرے عمل سے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے اس بندے کے عمل کا اور اس کو ملی ہوئی نعمتوں کا موازنہ کرو تو (نتیجہ یہ نکلے گا کہ) نعمتِ نگاہ اس کی پانچ سو سالہ عبادت کو محیط ہوگی اور دیگر جسمانی نعمتیں (بلاعوض عبادت) باقی بچیں گی تو اب فرمائے گا میرے اس بندے کو لے جا کر میرے عدل سے دوزخ میں داخل کرو تو وہ گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ اب پکارے گا: اے میرے رب! اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا: اسے لوٹا لاؤ اور وہ پھر اللہ کے حضور کھڑا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ (سوال کرتے ہوئے) فرمائے گا: اے میرے بندے! بتا تجھے کس نے پیدا کیا جب کہ تو کچھ نہیں تھا؟ وہ عرض کرے گا: تو نے اے میرے رب! فرمائے گا: کیا یہ تیرے عمل کی وجہ سے ہوا؟ یا میری رحمت سے؟ عرض کرے گا: نہیں، بلکہ تیری رحمت ہی سے ہوا، فرمائے گا: پانچ سو سال تک عبادت کرنے کی تجھے کس نے قوت دی تھی؟ عرض کرے گا: تو نے اے میرے رب! فرمائے گا: تجھے میرے پہاڑ پر گہرے سمندر کے ٹاپوں میں کس نے اتارا؟ (اور مہمان کی طرح رکھا) اور کس نے بجائے نمکین پانی کے تیرے لئے میٹھا لذیذ پانی نکالا اور کس نے تیرے لئے ہر شب ایک انار پیدا کیا تھا؟

حالانکہ انار کا پیڑ (عموماً) سال میں صرف ایک بار پھلتا ہے اور تو نے مانگا کہ تیری روح نماز میں بحالت سجدہ قبض کروں تو تیری یہ مانگ پوری ہوئی تو وہ سب کس نے کیا؟ عرض کرے گا: تو نے اے میرے رب! (آخر میں رب تعالیٰ) فرمائے گا: (تجھے معلوم ہو گیا کہ) وہ سب کا سب میری رحمت سے تھا اور اب اپنی رحمت ہی سے تجھے جنت میں داخل فرما رہا ہوں...

ہر نعمت وراحت، بسبب رحمتِ الٰہی

...حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (قصہ مذکورہ سنانے کے بعد آخر میں) کہا:

''انما الاشیاء برحمۃ اللہ۔ بے شک جملہ اشیاء اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہیں۔''

وقت موت امید وخوف کا اجتماع

حدیث شریف: حضرت امام حسن بصری نے حدیث شریف بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ما اجتمع الرجاء والخوف فی قلب امرئ مسلم عند الموت الا اعطاہ اللہ ما یرجو وصرف عنہ ما یخاف۔ (ترجمہ) یعنی اگر بندہ مسلم کے دل میں موت کے وقت امید رحمت اور اندیشۂ عذاب دونوں اکٹھی ہوں تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کا مرجو اسے عطا فرمائے گا اور خوف اس سے پھیر دے گا۔''

(۳) کبائر سے اجتناب، صغائر کیلئے کفارہ ہے:

''اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡہَوۡنَ عَنۡہُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَنُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا ۝۔ (ترجمہ) اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے (ان سے نیچے کے) اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔'' [سورۂ نساء—۳۱]

(۴) سچے تائب کے لئے بخشش کا مژدہ:

''وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَہٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝۔ (ترجمہ) اور جو کوئی کر بیٹھے برا عمل یا اپنی جان پر ظلم پھر اللہ سے بخشش چاہے تو پائے گا اللہ کو بہت بخشش کرنے والا اور بہت رحم فرمانے والا۔'' [۱۱۰]

.........جاری

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*)

اعراس بریلی کے ناقدین کا تنقیدی جائزہ

احوال قوم وملت

عرس رضوی، عرس نوری، حامدی یا پھر عرس تاج الشریعہ ہو، ان اعراس میں علما کی کثیر تعداد میں شمولیت ہوتی ہے، علما کی نئی پرانی مختلف عناوین پر ایک سے بڑھ کر ایک کتابیں منظر عام پر آتی ہیں، اہل علم اپنی علمی پیاس انھیں کتب سے بجھاتے ہیں، وہیں طالبان علوم نبویہ دوران طالب علمی ہی ان کتب کے ذریعہ اپنے قلوب واذہان کو تابندگی پہنچاتے ہیں، کہتے ہیں کہ جاہل آدمی ایک زندگی جیتا ہے اور عالم یعنی پڑھنے والا ان کتب کے ذریعہ ہزار زندگیاں جیتا ہے، مختلف عناوین کا مجموعہ اہل علم کے مطالعہ میں مختلف قسم کے گل دستوں کی مانند ہے، جس سے اہل علم اپنی طبیعت میں ایسا سرور پاتے ہیں جو دنیا میں کہیں میسر نہیں۔

یہ اعراس اہل سنت کے لٹریچر کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہیں اعراس بریلی سے بہتر پلیٹ فارم شاید ہی پورے ملک میں کہیں پایا جاتا ہو، (عرس حافظ ملت، عرس قاسمی میں بھی یہ چیز ہوتی ہے لیکن ان دونوں مقامات پر نہ وہ بھیڑ ہوتی ہے اور نہ ہی کتب کی اس قدر خرید داری) پورے سال علما کو عرس رضوی کا انتظار رہتا ہے کیوں کہ یہاں کا ازدحام الگ ہی لیول کا ہوتا ہے، اسی کڑی میں ایک اور عرس "عرس تاج الشریعہ علیہ الرحمہ" کا اضافہ ہوا ہے تو بہت سے لوگوں کو یہ عرس ہضم نہیں ہو رہا، انھیں لگتا ہے کہ اعراس میں اضافہ نہیں ہونا چاہیے، ٹھیک ہے لیکن کس طرح کے اعراس کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے اس پر بھی مفکرین کی نظر ہونا چاہیے، وہ اعراس جہاں لاکھوں روپے کے قوال آتے ہوں، میلے لگتے ہوں، خالص عوام جاتی ہو، عرس کے نام پر ہر قسم کی بیہودگی پروسی جاتی ہو، عوام اہل سنت کا سوائے نقصان کے فائدہ نہ ہوتا ہو، ایسے اعراس کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے لیکن ایسے اعراس کے متعلق یہ مفکرین علما کا گروہ کچھ نہیں کر سکتا، نہ انھیں بند کرا سکتے ہیں اور نا ہی ان کے خلاف زیادہ لکھ، بول سکتے ہیں۔

دوسری طرف عرس امجدی، عرس حافظ ملت وغیرہ وغیرہ ہیں اس طرح کے اعراس اگر بڑھتے ہیں تو انھیں فروغ دیا جائے، عوام اہل سنت کو ان اعراس میں لانے کے لیے کوشش ہونا چاہیے، عوام کی کثرت پر ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ عوام اور علما دونوں کا فائدہ ہے اور ہو سکے تو اپنا حصہ بھی ڈالنا چاہیے، نا کہ عوام کو بدظن کیا جائے، جانے انجانے یہ مفکرین، اہل سنت کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ذرا سوچیے تو! کم از کم ان اعراس سے عوام اہل سنت کچھ نہ کچھ لے کر ہی جاتی ہے، آج جس طرح معتقدات ومعمولات اہل سنت پر شب خون مارا جا رہا ہے اور متفق علیہ عقیدہ افضلیت کو مختلف فیہ بنایا جا رہا ہے، رفض کا سیلاب جس بے لگامی سے تفضیلیت کی لہریں لیے بے ادبی کی باگیں بڑھا رہا ہے بتائیے اس کے خلاف کون بند باندھنے کی کوشش کر رہا ہے؟ کس کا بیان آیا؟ ہر کوئی اپنا دامن بچا کر نکلنا چاہ رہا ہے، ایسے میں عرس تاج الشریعہ سے اس عقیدے کی حفاظت پر کھل کر بیانات ہوئے، ہزاروں، لاکھوں افراد کے عقائد کی حفاظت اسی عرس سے ہوئی، مفکرین بتائیں کیا یہ غلط ہوا؟ اور اگر غلط ہوا تو آپ بتائیں صحیح کیا ہے؟ کسی بھی قوم کی بقا اس کے لٹریچر سے ہوتی ہے یوں ہی کسی بھی مذہب کی بقا اس کے مذہبی لٹریچر یا کنٹنٹ سے ہوتی ہے۔

بریلی شریف میں ہونے والے عرس رضوی میں کروڑوں روپے کا مذہبی لٹریچر فروخت ہوتا ہے (احباب یہ نہ سمجھیں کہ عرس رضوی کی مخالفت نہیں ہوتی یہ نئے مفکرین عرس رضوی کی بھی مخالفت کرتے ہیں) بریلی شریف کے دیگر اعراس کا بھی حال یہی ہے، مفکرین وناقدین یہ بتائیں کہ ان اعراس سے جو دینی خدمات ہو رہی ہیں انھیں روک کر وہ کون سا سنیت کا کام کر رہے

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

ہیں؟ کس کا نقصان کر رہے ہیں؟ ہمیں تو لگتا ہے کہ دین اور علما دونوں کا نقصان کر رہے ہیں، اپنی کتابوں کی اشاعت سے علما کو چند پیسے مل جاتے ہیں ان کا حوصلہ بڑھتا ہے تو دین کا اور کام کرتے ہیں، لطف تو یہ ہے کہ خود یہ ناقدین بریلی شریف بھی اپنی کتب کی اشاعت کے لئے انھیں اعراس بریلی کو ہی چُنتے ہیں۔

جیسے فوج بغیر اسلحے کے بے کار ہوتی ہے ایسے ہی علما بغیر کتابوں کے تقریباً بے کار ہیں، لکھے ہوئے کی جو اہمیت ہے وہ زبان کی نہیں، جیسے ہی ہم کوئی بات بولتے ہیں اس کی سند کتب حدیث، کتب سیر، کتب تاریخ، کتب فقہ میں دکھانا ضروری ہوتا ہے، عوام اور علما لکھا ہوا زیادہ مانتے ہیں نہ کہ کہا ہوا، آج اگر افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کتب میں لکھی نہ ہوتی تو آج کے گمراہ کرنے والے عاجز و بے بس نہ ہوتے، لہٰذا مفکرین کو نقد کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کس قسم کے اعراس کی حمایت کرنا ہے اور کس قسم کے اعراس کی مخالفت کرنا ہے، نفع و نقصان پر نگاہ کیے بغیر قلمی تیشے چلانا سوائے نقصان کے کچھ نہیں، اگر آپ کچھ برا روک نہیں سکتے تو کم از کم اچھے کو بھی نہ روکیے، مذکورہ بالا قسم کے اعراس میں اگر ہر سال ہزار کی زیادتی ہو تو بھی سودمند، برخلاف ان کے اگر ایک عرس کا بھی اضافہ ہو تو اسے روکنے کی کوشش کی جانا چاہیے۔

◆◆◆

ص ۵۲ رکا بقیہ..........

فرمایا ہے کہ ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ لوگوں کا ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا، صبح کو کوئی مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو کوئی مسلمان ہوگا تو صبح ہوتے ہوتے وہ کافر ہو جائے گا اور غالباً اب وہ دور بڑی سرعت و برق رفتاری سے ہمارے درمیان آرہا ہے اور اب ہر مسلمان یہ محسوس کرتا ہے کہ وقت میں برکت نہیں رہ گئی ہے اور یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضور ﷺ نے قرب قیامت کی یہ بھی نشانیاں بتائی ہیں کہ نیک علما دنیا سے اٹھا لئے جائیں گے، جہالت عام ہوگی، زنا و شراب خوری کی کثرت ہوگی، لوگ عالموں سے نفرت کریں گے، فاسقوں کو اپنا سردار بنائیں گے اور لوگ مسجدوں میں شور و غل کریں گے، اتفاق سے اب یہ باتیں نگاہوں کے سامنے ہیں۔

□ علمائے اسلام سے بیزاری کی وبا عام ہے، زنا کاری و شراب خوری بھی عام ہوتی جا رہی ہے اور کتنی بچیاں اور کچھ بچے مرتد ہو چکے اور ہو رہے ہیں اور یہ سلسلہ اور رفتار پکڑے گا کیونکہ ہمارے غیب داں پیغمبر اعظم نے جو باتیں بتائی ہیں وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہیں گیں، اس لئے دور حاضر میں مسلمانوں کو اپنے ایمان کی سلامتی اور کردار کی شیفتگی کی دعائیں اپنے مہربان رب سے مانگتے رہنا چاہئے۔

◆◆◆

ص ۵۴ رکا بقیہ..........

گداگر جھولیاں بھر بھر کے جاتے ہیں بریلی سے
جہاں سے جو بھی آتے ہیں دیارِ اعلیٰ حضرت پر
رسول اللہ کے عاشق ہیں جتنے ہیں رضا والے
نچھاور جان کرتے ہیں وہ ناموس رسالت پر
ابھی تک متقیوں کی جماعت رشک کرتی ہے
ہمارے مفتی اعظم کے تقویٰ اور طہارت پر
فدا ہو کر ہوئے ہیں غیر مسلم صاحب ایماں
حضور حجۃ الاسلام کی شکل وشباہت پر
جنہیں دیکھے تو یاد آجائے صورت غوث اعظم کی
فدا ہو کیوں نہ دنیا مفتی اعظم کی صورت پر
حکومت ہل گئی نس بندی کے فتوے پہ بھارت کی
رضا کے شاہزادے مفتی اعظم کی جرأت پر
ہیں لیٹے قبۂ رضوی میں جتنے بھی خدا والے
چمک ہے منفرد انداز کی ہر ایک تربت پر
شہادت دے گئی کہ حق پہ ہیں تاج الشریعہ ہی
امڈ کر بھیڑ جو آئی ہوئی تھی ان کی رحلت پر
تسلسل دیکھ کر کے ماہنامہ سنی دنیا کی
یہ دنیا دنگ ہے عسجد میاں کی بھی ادارت پر
ہیں کتنے اچھے نعمت منتظم عرس رضا والے
دل وجاں سے لگے رہتے ہیں جو مہماں کی خدمت پر

سنّیو! اپنے مرکز کے وفادار رہو

از: جمشید عالم رضوی، جمشید پور، جھارکھنڈ

جب تک چرواہا اپنی بکریوں کے آس پاس رہتا ہے کسی بھیڑیے میں ہمت نہیں ہوتی کہ وہ بکری کا شکار کر لے۔ بھیڑیا اسی انتظار میں رہتا ہے کہ جیسے ہی کوئی بکری اپنی منمانی کرتے ہوئے اپنے جُھنڈ سے نکلے گی ہم فوراً اس بکری کا شکار کر لیں گے، پھر یہ بھی کہ جب تک چرواہا اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے بکریوں کو دیکھتا رہتا ہے کسی بھیڑیے میں ہمت نہیں ہوتی کہ وہ بکری کے پاس آجائے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

"ائمہ دین فرماتے ہیں: اے گروہ علما! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کرو گے عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے عوام کفر میں مبتلا ہوں گے، بھائیو! للہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو امت مصطفےٰ ﷺ پر رحم کرو، چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیے نہ بنو، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 24 صفحہ 133)

جب تک سنیوں کے درمیان محتاط عالم دین و مفتیان کرام رہے وہ سنیوں کی صحیح طریقے سے نگہبانی کرتے رہے، نہ ان کے اندر لالچ تھی نہ شہرت پسندی اور نہ ہی وہ اعلیٰ حضرت کا نام لے کر اپنی تنظیم یا تحریک چلاتے تھے، نہ انہوں نے کبھی اپنے مرکز سے بغاوت کی نہ مرکزی عالموں پر انگشت نمائی کی، یہ جہاں بھی جاتے وہاں مسلک اعلیٰ حضرت پھیلاتے اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ دل میں جلاتے اور تمام سنیوں کو متحد رہنے کے لیے مرکز اہل سنت بریلی شریف کا وفادار بناتے۔

لیکن اب چند سالوں سے اعلیٰ حضرت کے نام پر لوٹ کھسوٹ ہو رہا ہے، کوئی حالات زمانہ کی رعایت کے پردے میں صلح کلیت کو پروان چڑھا رہا ہے کوئی اپنے آپ کو سید اور آل رسول، اہل بیت، پنجتن پاک کی اولاد کہہ کر رافضیت کو فروغ دے رہا ہے، کوئی پیری مریدی کا دھندہ بڑھانے کے لیے اعلیٰ حضرت کی تعریف و توصیف کر رہا ہے تو کوئی اپنی تنظیم و تحریک چلانے کے لیے رسمی طور پر مسلک اعلیٰ حضرت کا نام لے رہا ہے۔

ایسے لوگوں کی پہچان اگر کرنی ہو کہ یہ واقعی میں مسلک اعلیٰ حضرت کے وفادار اور عاشق رسول ہیں تو انہیں اس وقت چیک کرو جب نماز قرآن اسلام پیغمبر اسلام پر حملے ہوں، یا وہابیوں دیوبندیوں صلح کلیوں کی طرف سے اعلیٰ حضرت پر حملے ہوں، اگر یہ نام نہاد رضا کا نام لینے والے اور ان کے نام سے اپنی دوکان چلانے والے ان حالات میں خاموش رہیں اور صلح پسند بن جائیں تو سمجھ لینا یہ وفادار نہیں غدار ہیں جو اعلیٰ حضرت کا نام لے کر سنیوں کو اپنے مرکز سے دور لے جا رہے ہیں تاکہ مناسب وقت میں ان کا شکار کیا جا سکے۔

ایسے لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں پیار محبت اور اتحاد کی باتیں کرتے ہیں میٹھی زبان کا استعمال کرتے ہیں، اپنا اخلاق و کردار لوگوں کے سامنے اچھا بنا کر پیش کرتے ہیں مگر یہ اندر ہی اندر بڑی خطرناک سازش چل رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ چھپ چھپ کر وہابیوں صلح کلیوں سے میٹنگ اور ملاقات بھی کر لیتے ہیں اور پکڑے جانے پر کہتے ہیں ہم حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والے ہیں، ہمیں صلح کلی کیوں کہا جا رہا ہے ہم تو مصلح قوم و ملت ہیں، داعی کبیر ہیں، عاشق اعلیٰ حضرت ہیں۔

ایک طرف اعلیٰ حضرت کا نام لینا دوسری طرف اعلیٰ حضرت کے غداروں سے میل جول کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مخلص نہیں مطلبی ہیں، مصلح نہیں فسادی ہیں، ایسے پُرفتن دور میں ہم پر لازم و ضروری ہے کہ ہم اتحاد کے ساتھ رہیں کسی کے الزام تراشی اور بدگمانی کی وجہ سے اپنے مرکز سے بدظن نہ ہوں، ہمارے درمیان ایسے افراد بھی شامل ہیں جو ہماری جاسوسی کر کے اِدھر کی خبر اُدھر پہنچاتے ہیں اور وفاداران مرکز کو آپس میں لڑا دینا چاہتے ہیں۔

سوشل میڈیا کی خبروں پر فوراً بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، اگر کہیں سے کوئی خبر آئی یا کسی نے بتائی تو پہلے معاملہ سمجھ لینا چاہیے پھر اس پر بحث کرنی چاہیے، جاتے جاتے مرکز کے مخالف سے بس اتنا کہوں گا اگر تمہیں مرکز پسند نہیں، حضور قائد ملت پسند نہیں،

مختصرات

حضور تاج الشریعہ پسند نہیں، حضور محدث کبیر پسند نہیں تو خدارا اس ناپسند کی وجہ سے کبھی تم مسلک اعلیٰ حضرت سے منہ نہ موڑنا، صلح کلیوں غداروں سے میل جول نہ کرنا، اگر کوئی اعلیٰ حضرت پر حملے کرے تو خاموش مت رہنا، اگر کوئی دین وسنیت پر حملے کرے تو چُپ چاپ مت رہنا، اگر کوئی رافضی سیدنا ابوبکر صدیق و دیگر صحابہ کی گستاخی کرے تو گونگے مت ہو جانا۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ جو جس کو پسند کرتا ہے اس کی ہر چیز پسند ہوتی ہے اور جو جس سے نفرت کرتا ہے اس کی ہر چیز قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ مرکز اہل سنت کے وفاداروں کی غِذا ہے احقاق حق و ابطال باطل! یعنی رد وہابیت دیوبندیت رافضیت و صلح کلیت، اگر کوئی مرکز سے بدظن ہوتا ہے یا نفرت کرنے لگتا ہے تو سب سے پہلے اس کے سینے سے بدمذہبوں کی نفرت نکل جاتی ہے، پھر وہ یہی کہتا نظر آتا ہے کہ کیا وہابی دیوبندی کرتے رہتے ہو۔

ایسے ہی مرکز سے بدظن اور نفرت کرنے والوں کو استعمال کرکے وہابی دیوبندی سنیت میں انتشار وافتراق پھیلانے کا کام کرتے ہیں، جیسا کہ ماضی قریب میں ایسے کئی نام سامنے آئے جو اہل سنت کے مدارس تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی صلح کلی ہو گئے، آج وہ سوشل میڈیا پر اعلیٰ حضرت کے خلاف پوسٹیں ڈالتے ہیں اور وہابیوں کے پیشوا جن پر علمائے اسلام نے کافر و مرتد ہونے کا حکم لگایا ان کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں تو کوئی بریلی شریف میں رہے یا کہیں اور! اگر وہ اپنے مرکز سے بیزار ہے یا نفرت کرتا ہے تو ڈر ہے کہ کہیں وہ آگے چل کر سیدھے راستے سے بھٹک نہ جائے یا کسی بدمذہب کا شکار نہ ہو جائے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ جنگ تبوک کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ نے چند صحابہ کا بائیکاٹ کیا تو دشمنان اسلام نے ان کے پاس پیغام بھیجنا شروع کر دیا کہ تم ہمارے پاس آجاؤ، اللہ تعالیٰ ہمیں اتحاد کے ساتھ رکھے اور مرکز کا وفادار بنائے، ایمان کے ساتھ رکھے ایمان کے ساتھ اٹھائے۔

﴿اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔﴾ [عمران 8/ ترجمہ کنز الایمان]

◆◆◆

ایمان بچانے اور تلوار کی دھار پر چلنے کا دور

از: محمد طاہر القادری حنفی کلیم فیضی بستوی
سربراہ اعلیٰ مدرسہ انوار الاسلام قصبہ سکندر پور ضلع بستی یوپی

عالم ماکان وما یکون حضور سید عالم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم حضور سرکار مصطفیٰ ﷺ کی ایک ایک پیشین گوئیاں عصر حاضر میں بتدریج پوری ہوتی جا رہی ہیں اور اس لحاظ سے اب یہ قرب قیامت کا دور چل رہا ہے، یہ واضح حقیقت ہے کہ آج کل مذموم سے مذموم، گھناؤنی سے گھناؤنی برائیاں کرتے ہوئے غیر مذاہب کے لوگوں کو چھوڑ دیں، خود بہت سے مسلمان ذرا بھی شرم نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو کوئی حیا و غیرت محسوس ہوتی ہے، اس وقت پوری دنیا میں گندی سے گندی اور پوری انسانیت کو شرمسار کر دینے والی برائیوں کا دور دورہ ہے اور یہ بھی ہے کہ گناہ و سیئات والے افعال تو اپنی جگہ ہیں ہی، اب تو کتنے لوگوں کے ایمان بھی سلامت نہیں ہیں اس پر بھی بٹے لگ رہے ہیں۔

اس لئے اب بہت ہی فکرمندی سے اپنے ایمان کی حفاظت کرنے کا دور ہے، یہ بھی دیکھئے کہ آج کل تحریروں اور تقریروں میں ایسی ایسی باتیں کی جا رہی ہیں کہ جسے پڑھ کر یا سن کر اس قدر دماغ خراب ہوتا ہے کہ مت پوچھئے! کوئی مولوی کہتا ہے کہ ہر وہابی کافر نہیں ہے، کوئی مولوی کہتا ہے کہ ہر سنی شیعہ ہے، کوئی مولوی ڈھول بجانے کو جائز و مباح کہہ رہا ہے، کوئی مولوی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے۔

اب بتائیے کہ یہ کس قدر نازک دور ہے، ایسے میں ناخواندہ و کم خواندہ طبقہ کے لئے کتنا مشکل ہو رہا ہے، آج ہر کوئی اپنے اپنے ذہن و دماغ کے گھوڑے دوڑا رہا ہے، چاہے اچھا ہو یا برا، اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ دور جدید میں جب پڑھے لکھے لوگ پھسل رہے ہیں تو ان پڑھ اور جاہل کو کیا کہا جائے، آقائے نعمت حضور سید عالم ﷺ نے بقیہ ص ۵۰ پر

منظومات

صدیق اپنے وقت کے شاہا تمہیں تو ہو

(از: خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتی شفیع احمد خاں بیسلپوری رحمۃ اللہ علیہ

صدیق اپنے وقت کے شاہا تمہیں تو ہو
فاروق اس زمانے کے مولا تمہیں تو ہو

جلوے تمہیں میں شان غنی کے نمایاں ہیں
مولا علی کے ساے زیبا تمہیں تو ہو

ہاں ہاں امام اعظم دوراں ہو لا کلام
مذہب میں مجتہد میرے آقا تمہیں تو ہو

نائب بھی غوث پاک کے ہو خود بھی غوث ہو
بغداد کے فدائی وشیدا تمہیں تو ہو

گیلاں کے شاہ آپ کے آقائے نامدار
دورے میں اولیا کے شہنشاہ تمہیں تو ہو

ایمان اہل سنت وسنت کے واسطے
ہندوستان میں آج مسیحا تمہیں تو ہو

تاریکیوں میں کفر کی بھٹکا تھا قافلہ
جو راہبر ہوا وہ اُجالا تمہیں تو ہو

ایسے سیہ قلوب کہ شرمائے رات بھی
روشن کئے کہ جان تجلی تمہیں تو ہو

رہبر بھی راہ بھول گئے دور جا پڑے
ایسے میں خضر راہ کریما تمہیں تو ہو

بیچا شفیعؔ نے خود کو خریدا جناب نے
ناکارۂ خراب کے مولا تمہیں تو ہو

فقہ کے ملک کے سردار ہیں اعلیٰ حضرت

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

عشق سرکار سے سرشار ہیں اعلیٰ حضرت
خلد کے باغ کے حقدار ہیں اعلیٰ حضرت

باغ اسلام مہکتا ہی رہے گا ان سے
سنیت کے گل گلزار ہیں اعلیٰ حضرت

پیش کرتے ہیں عدو بھی انھیں توصیف کے گل
اس قدر صاحب کردار ہیں اعلیٰ حضرت

کس میں طاقت ہے کہ پہنچائے کبھی بھی نقصان
دین کے واسطے بیدار ہیں اعلیٰ حضرت

رب کی آیات کو سائنس سے کیا ہے ثابت
دین کے خوب طرف دار ہیں اعلیٰ حضرت

شر اٹھاتا نہیں ہے سر کبھی ان کے آگے
اس طرح قاطع اشرار ہیں اعلیٰ حضرت

بوحنیفہ بھی انھیں دیکھ کے ہوتے مسرور
فقہ کے ملک کے سردار ہیں اعلیٰ حضرت

کون سا علم ہے جس پر نہ اٹھایا ہو قلم
بے بدل واقف اسرار ہیں اعلیٰ حضرت

شاعری ہو کہ وہ ہو فتویٰ نویسی عینؔی
اہل فن کے لیے معیار ہیں اعلیٰ حضرت

جانے کس اَوج پہ ہے رفعت اعلیٰ حضرت

(از: مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان

ہر زباں پر ہے رَواں مِدحتِ اعلیٰ حضرت
واہ کیا شان ہے، کیا شوکت اعلیٰ حضرت

اونچے اونچوں کو پتہ اُن کے قدم کا نہ ملا
جانے کس اَوج پہ ہے رفعت اعلیٰ حضرت

ہر سطر عشقِ رسالت کی گواہی دے گی
دل کی آنکھوں سے پڑھو سیرتِ اعلیٰ حضرت

چودھویں کا وہ مجدد ہوا بدرِ کامل
ختم ہوگی نہ کبھی طلعت اعلیٰ حضرت

عشقِ سرکار نے ممتاز کیا ہے اُن کو
کون ہے جس سے گھٹے عزتِ اعلیٰ حضرت

بغض والوں کی نظر اُن کا علو کیا سمجھے
عشق والوں سے سنو! عظمت اعلیٰ حضرت

جلوۂ نور ہے یا اُن کے قلم کی تحریر
خوشنما چاند ہے یا سیرتِ اعلیٰ حضرت

دشمن دیں پہ چلائی جو رضا نے شمشیر
سب اُسے کہنے لگے حشمت اعلیٰ حضرت

اب بھی اُس نام سے لرزاں ہیں وہابی نجدی
کوئی دیکھے تو ذرا ہیبتِ اعلیٰ حضرت

اُس کے ایمان وعقیدے کا گُھر ہے محفوظ
جس مسلماں کو ملی نسبت اعلیٰ حضرت

جو ہیں سُنّی اُنھیں سینے سے لگائے رکھو
اے رضا والو یہ ہے سنت اعلیٰ حضرت

دشمنِ حق پہ نہ فرمائی ذرا بھی نرمی
تھی نہ اپنوں پہ کبھی شدتِ اعلیٰ حضرت

جب سے ہاتھوں میں مرے دامن اختر آیا
اے فریدؔی ہے مجھے قُربت اعلیٰ حضرت

اگر ہو شخصیت احمد رضا جیسی تو لے آؤ

از: پھول محمد نعمت رضوی، امام احمد رضا لائبریری سرلاہی نیپال

بھلا نازاں نہ کیوں وہ شخص ہوگا اپنی قسمت پر
جسے مل جائے منظوری رضا کے کار خدمت پر

کہے گا شعر کوئی کیا رضا کی شان رفعت پر
کہا جو آل احمد نے ہے ان کی ذات عظمت پر

اگر ہو شخصیت احمد رضا جیسی تو لے آؤ
دیا ہو جس نے کھل کے پہرہ ناموس رسالت پر

کتابیں ایسی ایسی قوم کو دیں اعلیٰ حضرت نے
جہان علم ہے حیرت زدہ ان کی ذہانت پر

مرے مولا کبھی رشتہ نہ ٹوٹے اعلیٰ حضرت سے
اگر ہو موت بھی تو اہل سنت اور جماعت پر

فتاویٰ رضویہ نامی کتاب ایسی رضا کی ہے
فقیہانِ حرم بھی دنگ ہیں ان کی بصیرت پر

کہا جانے لگا ہے اعلیٰ حضرت اس لیے ان کو
گزاری زندگی اپنی ہے بس آقا کی الفت پر

ابھی تک چھپ نہ پائیں جو کتابیں اعلیٰ حضرت کی
ضرورت ہے توجہ دینے کی ان کی اشاعت پر

بقیہ ص ۵۰ / پر

نیپال میں ذکر شہدائے کربلا وعرس نوری

الحمد اللہ گزشتہ شب یعنی 20/ جولائی بروز سنیچر کو سرزمین برہم پوری سرلاہی نیپال میں یاد حسین میں" ذکر شہدائے کربلا وعرس حضور مفتی اعظم ہند" نہایت ہی تزک واحتشام کا ساتھ منایا گیا، جس میں ہندو نیپال کے مشاہیر شعرا وخطبا کی شرکت ہوئی، بعد نماز عشا جلسۂ ذکر شہدائے کربلا کا آغاز قاری خوش الحان حافظ تعظیم رضا خان صاحب نے تلاوت قرآن سے فرمایا، بعدہ علاقائی علما اور شعرا نے اپنی شرکت درج کی پھر سامعین کی ضیافت قلبی کیلئے نقیب اہلسنت حضرت مولانا پھول محمد نعمت رضوی کی دعوت پر قاری صاحب نے اپنی دلکش آواز سے اس عظیم الشان کانفرنس میں رنگ بھر دیا پھر ہندوستان سے تشریف لائے شاعر حضرت محبوب قیصر ویشالوی نے اپنے مسحور کن آواز سے ایک ہنگامہ برپا کر دیا، اس کے بعد ڈاکٹر مصور رضا مصباحی پی ایچ ڈی پورنیہ نے عوام سے خطاب فرمایا، انھوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں حسین پاک اور ذکر شہدائے کربلا منانے کا ڈھنگ اور آہنگ بتایا، انھوں نے یہ بھی بتایا کہ آج کے کچھ نام نہاد پیر ظہر کی نماز مکہ میں پڑھتے ہیں تو عصر کی نماز مدینے میں ایسے ڈھونگی اور دیوث پیروں کے مکر وفریب سے خود کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے، الحمد اللہ ہم مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار ہیں۔

پھر الحاج مبارک حسین مبارک گریڈیہہ جھارکھنڈ اپنے تروتازہ اشعار سے سامعین کے دل ودماغ پر چھا گئے نہایت ہی کامیاب شاعری ہوئی، جلسے کی سرپرستی حضرت مولانا محمد حسین نوری اور حضرت مفتی یوسف علی رضوی مصطفوی صاحبان نے فرمائی جبکہ صدارت حضرت مفتی رفیق عالم صاحب مصباحی کی، حضرت علامہ بدر عالم صاحب قبلہ اشرفی اور مولانا غلام غوث صاحب حبیبی علمائے برہم پوری کی خوبصورت ٹیم کے ساتھ بڑی مستعدی سے پروگرام کے انتظام وانصرام میں مشغول رہے، ساتھ ہی ساتھ علاقائی علما وعوام اہل سنت نے بھی کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

رپورٹ: محمد فرقان فیضی
امام احمد رضا لائبریری، برہم پوری سرلاہی نیپال

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

AUGUST-2024
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ستمبر/اکتوبر ۲۰۲۴ء
SEP & OCT-2024 Rs. 30/-

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



عالم اسلام کو
جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مبارک ہو

ڈاکٹر ساحل سہسرامی پر خصوصی ضمیمہ

- آمد بہار
- علم انسانی فلاح و بہبود کا ضامن
- اکل حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں
- حضور غوث اعظم اور احیائے دین متین
- خانقاہوں کو اپنی روش بدلنے کی ضرورت
- اتر پردیش میں مدارس پر افتاد! چند حقائق
- میلاد اکبر! موضوع روایات، مقامات احتیاط
- حیات حضور صابر پاک کے چند تابندہ نقوش
- کاروان علم وفن کا ساحل
- علامہ ساحل شہسرامی اور اسلاف شناسی
- مدتوں روئے گا تجھ پر یہ زمانہ ساحل
- مظہر فکر رضا کے شناسا! علامہ ساحل سہسرامی
- ڈاکٹر ساحل شہسرامی! ساحل تحقیق تشنہ کام
- آبروئے علم و حکمت! علامہ ساحل سہسرامی
- ڈاکٹر ساحل شہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں
- ڈاکٹر ساحل سہسرامی! جنھیں بھلایا نہیں جاسکتا

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۹-۱۰
Issue No. 9-10
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۶ھ
ربیع الاول / ربیع الثانی
ستمبر / اکتوبر
۲۰۲۴ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

- قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپیے
- سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے
- سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
- پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے
- امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

کاروانِ علم وفن کا ساحل

اداریہ

۲۰۰۵ء کی ایک سرمئی شام تھی، اساتذہ جامعۃ الرضا اور راقم الحروف اکیڈمک بلڈنگ کے سامنے بیٹھے تھے، چائے نوشی کا دور چل رہا تھا، طلبہ صحن جامعہ کے مختلف حصوں میں کھیل کود اور خوش گپیوں میں مگن تھے کہ ایک نحیف وناتواں اور میانہ قد وقامت کے حامل فرد کا ورود ہوا، رامپوری ٹوپی لگائے جیسے ہی یہ صاحب صحن جامعہ کے وسط میں پہنچے، چند بڑے طلبہ تیزی کے ساتھ ان کی طرف لپکے اور دست بوسی کرنے لگے، جلد ہی ان کے گرد وپیش اچھے خاصے طلبہ جمع ہو گئے، یہ دیکھ کر اساتذہ میں سے کسی نے مزاحاً کہا'' لگتا ہے اس چھوٹے قد میں کوئی بڑی شخصیت جلوہ گر ہے'' جس سے سبھی اساتذہ مسکرانے لگے، راقم قد وقامت اور مخصوص چال ڈھال سے انھیں کسی حد تک پہچان چکا تھا لیکن ان کے گرد بڑھ رہی طلبہ کی تعداد میرے اندازہ کو غلط ثابت کر رہی تھی، دراصل محب مکرم خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی صاحب آغاز تعلیم کے بعد پہلی بار جامعہ تشریف لا رہے تھے اور میرے خیال سے جامعۃ الرضا کے طلبہ کے لئے ایک غیر معروف شخصیت تھے، ایسے میں جامعۃ الرضا کے طلبہ کا ان کے گرد جمع ہونا مجھے متحیر ومتعجب کر رہا تھا۔

بعد میں یہ عقدہ کشائی ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب طلبائے علوم اسلامیہ کے ساتھ اس قدر شفقت فرماتے ہیں کہ طلبہ خواہی نخواہی آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، جو بھی طالب علم ان سے ایک بار مل لیتا وہ ہمیشہ کے لئے ان کی زلف محبت کا اسیر ہو جاتا، یہی وجہ تھی کہ جب ڈاکٹر صاحب جامعہ تشریف لائے تو شناسا طلبہ ان کی جانب کشاں کشاں چلے آرہے تھے، یوں تو مفتی صاحب کی طرح دار شخصیت بہت سی منفرد خوبیوں کا مرقع تھی، لیکن اس دن پہلی بار مجھ پر ان کی یہ خوبی منکشف ہوئی تھی جو میرے باعث حیرت واستعجاب بنی۔

طالبان علوم نبویہ کی تعلیم وتربیت اور ان کی حوصلہ افزائی ڈاکٹر صاحب کی فطرت ثانیہ تھی، جب بھی کوئی طالب علم ان سے ملتا، غایت درجہ شفقت ومحبت سے پیش آتے، خندہ پیشانی کے ساتھ تعلیمی مصروفیات کا جائزہ لیتے، مزید رہنمائی فرماتے، مفید مشورے دیتے، طلبہ آپ سے اپنی تعلیمی مشکلات کا حل پاتے، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ طالبان علوم اسلامیہ کے کاروانِ شوق کے لئے یقیناً ایک ''ساحل'' کی حیثیت رکھتے تھے، جہاں طلبہ کے متلاطم خیالات وسوالات اپنے ساحل مراد سے ہم کنار ہو جاتے تھے۔

کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ بھی آپ کے اخلاق وکردار کے معترف نظر آئے، یہاں تک کہ علی گڑھ کی کئی علمی شخصیتیں بھی آپ کی قدردان ہیں، بالخصوص نبیرۂ ملک العلما سید کاشف طارق اور محترم رفعت بصیر خان صاحبان دوران گفتگو بارہا آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں اور آپ کی گوناگوں خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں، طلبہ سے آپ کے قلبی لگاؤ کا یہ اثر تھا کہ برسر روزگار ہو جانے کے بعد بھی کئی طلبہ آپ سے رہنمائی حاصل کرتے اور بعد میں اس کے مثبت ثمرات کا تذکرہ کرتے تھے۔

مفتی صاحب کا علمی وقار واعتبار اس قدر بلند تھا کہ کئی بڑے اداروں نے جب اپنے مؤقر نمبرات کی اشاعت کا منصوبہ بنایا تو ان کی ترتیب وتدوین کے لئے ان کی نظر انتخاب آپ ہی پر جا ٹکی، آپ کی تصنیفات وترتیبات میں جابجا آپ کی فنی مہارت کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں، ڈاکٹر صاحب ہمیشہ عالمانہ وقار کے ساتھ رہے لیکن کبھی کسی پر بھی اپنے علمی طمطراق کا رعب نہیں جھاڑا، یہی وجہ ہے کہ صاحبان علم وفضل کا ہر طبقہ آپ کی دینی، علمی اور فکری خوبیوں کا معترف ہے اور آپ کے وصال پر مغموم ومحزون ہے۔

مفتی صاحب سے میری شناسائی قریب ۲۷ رسال پرانی تھی، وہ بریلی شریف اکثر میرے حجرے میں قیام فرماتے، دیر تک

دینی اور ملی موضوعات پر علمی گفتگو فرماتے، کچھ میری سنتے کچھ اپنی سناتے، جس میں گزشتہ تدریسی، تصنیفی اور تعلیمی کارناموں کے شذرات ہوتے، حال و مستقبل کے کارنامے، منصوبے اور پیش بندیاں ہوتیں، حاسدین و معاندین کے دیئے زخموں کی کسک ہوتی، عالم اسلام اور مدارس کے موجودہ حالات پر فکری تڑپ ہوتی، اسباب وتدارک پر تبادلۂ خیال ہوتا، غرض کہ مفتی صاحب ایک بالغ نظر دانش ور اور اعلیٰ فکر ونظر کے حامل مبلغ اسلام تھے، وہ بہت کچھ کرنے کا حوصلہ اور ارادہ رکھتے تھے لیکن آسیبی اثرات ہمیشہ سد راہ رہے۔

راقم کو مفتی صاحب کے ساتھ عرس دعوۃ الصغریٰ میں شرکت کے لئے بلگرام شریف کے ایک یادگار سفر کا بھی اتفاق ہوا، اس سفر میں محب گرامی وقار حضرت علامہ غلام ناصر صاحب بانی دار العلوم کنز الایمان اندھیری ممبئی کی بھی موجودگی شامل تھی، ہم تینوں بریلی شریف سے تلہر کے لئے روانہ ہوئے، جہاں ناصر ملت کے شاگرد رشید قاری مخدوم اشرف صاحب ہمارے منتظر تھے، راستے میں ہم نے قاری صاحب کے زیر تعمیر مدرسہ کا معائنہ کیا، ماشاء اللہ تعمیری کام بڑا ہی عمدہ چل رہا تھا، پھر وہاں سے ہم ان کے پرانے ادارہ خیرپور پہنچے، وہاں سے غالباً دوسرے دن ہم بلگرام شریف کے لئے نکلے، بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دی، قل میں شرکت کی اور صاحب سجادہ سے ملاقات کی، پھر بریلی شریف واپس ہوئے، اس دوران سرکاروں میں مفتی صاحب کی نیازمندی اور ان کی عزت افزائی کے جو مناظر دیکھے وہ لفظوں میں بیان نہیں کئے جاسکتے۔

مفتی صاحب بزرگوں کے سچے عقیدت مند اور ان کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور تھے، کثیر اوراد ووظائف کے پابند تھے، اکثر پیر کے دن روزہ رکھتے، کھانے پینے میں ترک جلالی اور جمالی کی رعایت کرتے تھے، دسترخوان پر انواع واقسام کی نعمتیں موجود ہوتیں مگر شاید ہی کبھی ان کی طرف التفات فرماتے، غضب کے شاکر وصابر تھے، ہمیشہ اور ہر حال میں خوش وخرم رہتے تھے، میں نے کبھی انھیں کسی بات کا شکوہ کرتے نہیں دیکھا، دوست واحباب کا بڑا حلقہ تھا، سب کی خیر وخبر رکھتے تھے۔

مفتی صاحب اپنے شیخ طریقت مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز سے حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، خود حضور تاج الشریعہ بھی اپنے اس مرید وفا کیش پر بڑا کرم فرماتے تھے، غالباً ۲۰۰۴ء کی بات ہے جب مفتی صاحب نے علی گڑھ سے راقم کو فون کیا کہ ''فتاویٰ ملک العلما'' کی ترتیب مکمل ہونے والی ہے، اب اس کی طباعت کا مسئلہ درپیش ہے، میں نے کہا: تکمیل کے بعد بریلی شریف تشریف لائیں، حضور تاج الشریعہ کی خدمت بابرکت میں عرضی پیش کریں گے، ان شاء اللہ الرحمٰن حضرت طباعت کے لئے تیار ہوجائیں گے، چنانچہ کچھ دنوں بعد مفتی صاحب بریلی شریف آئے، میں انھیں لے کر حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی: مفتی ساحل صاحب فتاویٰ ملک العلما کی اشاعت کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں، حضرت نے آپ سے مخاطب ہوکر دریافت فرمایا: کیا آپ نے اس کی ترتیب وتخریج انجام دی ہے؟ مفتی صاحب نے عرض کیا: جی حضور! پھر حضور تاج الشریعہ نے مجھے حکم فرمایا: اسے چھپوا دو، پھر چند فتاویٰ جو راقم کے پاس محفوظ تھے، مفتی صاحب نے انھیں بھی شامل کیا اور کتاب طباعت کے لئے مکتبہ نعیمیہ دہلی بھیج دی گئی، اس واقعہ سے بارگاہ مرشد میں مفتی صاحب کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، شہزادۂ تاج الشریعہ حضور قائد ملت کی بارگاہ میں بھی مفتی صاحب بے حد مقبول تھے، آپ جب بھی تشریف لاتے تھے قائد ملت آپ پر خصوصی التفات فرماتے۔

مختصر یہ کہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی صاحب گوناگوں خوبیوں کے مالک، مختلف علوم وفنون کے فاضل اور منفرد اعزاز واکرام کے حامل فرد فرید تھے، قوم کی بہت سی امیدیں ان سے وابستہ تھیں، علمی دنیا کو وہ مزید بہت کچھ دے سکتے تھے اور بہت سے طالبان علوم کی آبیاری کرکے انھیں وہ ثمر بار شجر کا پیکر دے سکتے تھے کہ قضا آئی، لے چلی اور وہ چل دیئے۔ ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

(از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی *

اکل حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں

اسلامیات

جاندار کی حیات وزیست کے لیے جہاں دیگر اشیا کی ضرورت ہوتی ہے وہیں خورد ونوش کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے، خالق کائنات عزوجل کا بڑا افضل وکرم ہے کہ وہ ہر جاندار کو رزق عطا فرماتا ہے، اس کی شان کریمی ورحیمی کہ جو اسے معبود مانتا ہے اسے بھی رزق عطا فرماتا ہے اور جو منکرین ہیں اسے بھی رزق عطا فرماتا ہے۔

مخلوقات میں انسان کو اشرف ہونے کا شرف حاصل ہے، بندوں پر یہ فرض ہے کہ رزق حلال کے حصول کے لیے جد وجہد کرے اور اسی سے خود کی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرے، انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، قصداً یہ مقدس گروہ غلطی نہیں کرتے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے رسولو! پاکیزہ روزی کھاؤ، اس سے حلال رزق کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (پ2، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 188) ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو جان بوجھ کر۔" (کنز الایمان)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا خواہ لوٹ کر یا چھین کر، یا چوری سے، یا جوئے سے، یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی یا چغل خوری سے یہ سب ممنوع وحرام ہے، مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز فائدہ کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اور اس کو حکام تک لے جانا ناجائز وحرام ہے، اسی طرح اپنے فائدہ کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لیے حکام پر اثر ڈالنا رشوتیں دینا حرام ہے، جو حکام رس لوگ ہیں (یعنی جس کی پہنچ حکمرانوں تک ہے) وہ اس آیت کے حکم کو پیشِ نظر رکھیں، حدیث شریف میں مسلمانوں کے ضرر پہنچانے والے پر لعنت آئی ہے۔" (خزائن العرفان)

اسی آیت کے ضمن میں تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

"اسلامی نظامِ معاشیات کا ایک اور قاعدہ بیان ہو رہا ہے، یعنی ناجائز طریقہ سے لوگوں کے مال نہ کھاؤ، علامہ قرطبی فرماتے ہیں وہ شخص جس نے ایسے طریقے سے مال حاصل کیا جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی تو اس نے باطل ذریعہ سے کھایا، اس میں جوا، دھوکہ دہی، زبردستی چھین لینا کسی کے حقوق کا انکار اور وہ مال جسے اس کے مالک نے خوشی سے نہیں دیا، سب اکل باطل میں شامل ہیں، علامہ قرطبی نے یہ تصریح بھی کی ہے، اگر کوئی شخص رشوت دے کر جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گواہیاں دلوا کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لے تو قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔" (ضیاء القرآن)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ۔ (پ5، آیت نمبر 29، سورۃ النساء) ترجمہ: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو۔" (کنز الایمان)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ آیت مذکورہ کے تحت رقمطراز ہیں:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا - چونکہ مالی معاملات میں حرام وحلال سے بچنا بہت مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ مشکل احکام سناتے وقت پہلے مسلمانوں کو خطاب اور پھر حکم سناتا ہے، نیز اعمال سے ایمان مقدم ہے نیز حرام کمائیوں سے بچنے کا حکم صرف مسلمانوں کو ہے، کفار ان احکام کے مخاطب نہیں ہوتے، ان وجوہ سے پہلے مسلمانوں کو پیارے خطاب سے پکارا تاکہ اس خطاب کی لذت سے مسلمانوں پر یہ بھاری احکام آسان ہوجائیں، لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ - اگرچہ حرام مال کا استعمال مطلقاً حرام ہے، مگر چونکہ کھانا مال کا اصل مقصود ہوتا ہے، اس لیے یہاں کھانے کی ممانعت فرمائی، اَموال جمع فرما کر اس طرف اشارہ کیا کہ ہر قسم کے حرام مال سے بچو، روٹی، کپڑا، مکان، جائیداد، جانور وغیرہ جو بھی حرام ذریعہ سے حاصل ہوں ان سے بچو۔" (تفسیر نعیمی)

تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

"کسبِ حلال پر قرآن پاک نے جتنا زور دیا ہے وہ محتاج بیان نہیں، ایسے موقعوں پر قرآن پاک کا انداز بیان بڑا اثر انگیز ہوتا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ بلکہ فرمایا اپنے مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ، اس سے یہ حقیقت واضح کرنا مطلوب ہے کہ اُمّت کے کسی فرد کا مال پرایا مال نہیں بلکہ اپنا ہی مال ہے، اس میں ناجائز تصرّف کرنا دھوکہ فریب سے اس کو ہڑپ کرنا اپنے آپ سے ہی دھوکہ کرنا ہے، ہاں اگر تم آپس میں تجارت کرو اور تجارت میں کسی کی سادہ لوحی یا مجبوری سے ناروا فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو بلکہ فریقین نے راضی خوشی سے لین دین کیا ہو اور اس طرح تمہیں نفع حاصل ہو تو یہ نفع حلال ہے عَنْ تَرَاضٍ کے کلمات پر مزید غور فرمائیے، اسلام جس صاف ستھری تجارت کی اجازت دیتا ہے اس کے خدّوخال آپ پر واضح ہوجائیں گے۔" (ضیاء القرآن)

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور تفاسیر میں ہر قسم کے ناجائز و حرام مال کھانے کی ممانعت کی گئی ہے، اب احادیث شریفہ اس تعلق سے پیش ہیں، مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"ضرور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کچھ پرواہ نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔" (بخاری شریف)

سرکار کے اس فرمان عبرت نشان کو پڑھیے اور دور حاضر میں لوگوں میں مال ودولت کے حصول میں تفکر اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جنون دیکھیے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ زمانہ آچکا ہے، لوگ دولت کے اس درجہ حریص ہوچکے ہیں کہ حلال وحرام میں بالکل تفاوت نہیں کرتے۔ ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی دس درہم میں کپڑا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے جب تک وہ کپڑا اس پر رہے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔" (مشکوۃ شریف)

خلاصۂ کلام یہ کہ بہرحال رزق حلال سے خود کی اور اہل وعیال کی پرورش کرنی چاہیے، واضح رہے کہ شیطان جو انسانوں کا کھلا دشمن ہے، وہ انسانوں کو ہمہ وقت بہکانے کی فراق میں رہتا ہے، مگر جب وہ کسی عابد کو دیکھتا ہے کہ عبادت میں بہت مصروف ہے لیکن خورد ونوش میں حلال وحرام میں کوئی امتیاز نہیں کرتا، تو ابلیس لعین اپنے چیلوں سے کہتا ہے اسے بہکانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، خواہ یہ کتنی ہی عبادت کرکے اپنے نامۂ اعمال پُر کرلے مگر اس کا کھانا حرام ہے تو اس کی کوئی بھی عبادت بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔

تف ہے دور حاضر کے ان اہل علم دنیا بقیہ ص ۱۳ / پر

(از: مولانا شمس تبریز خاں مرکزی*

علم انسانی فلاح وبہبود کا ضامن

اسلامیات

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

علم اس کِرمَکِ شَب تاب (جگنو) کی مانند ہے، کہ اگر ہمسفر ہے تو تاریک سے تاریک رات میں بھی بغیر مشعلِ راہ کے اپنی منزل مقصود تک پہنچنا ممکن ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی بندۂ خدا اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہے، تو آنکھیں ہونے کے باجود بھی وہ اس دیدۂ کور کی طرح ہے جس کے لیے سورج کے شعائیں بھی بے سود ہوتی ہیں۔

چودہ سو سال کی ضرب المثل تاریخ آج بھی لوگوں کی ذہن سازی کر رہی ہے کہ علم انسان کی شخصیت کو اپنے ہم عصر میں ممتاز کرتی ہے۔ علم کی بنیاد پر ہی معاشرے تشکیل پاتے ہیں، اقوام عروج وارتقا کی منازل طے کرتی ہیں، لیکن افسوس صد افسوس اپنے ان مسلمان بھائیوں پر جو علم جیسی عظیم دولت سے تہی دامن نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق۔ (سورۂ علق، آیت ۵/ پارہ ۳۰) ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔"
(کنز الایمان)

نوعِ انسانی (امت مسلمہ) کی اس سے بڑھ کر اور کیا معراج ہوگی کہ جب اس کا خالق اس سے ہم کلام ہوتا ہے، تو سب سے پہلے حصولِ علم کا حکم دیتا ہے، چونکہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے کہ اگر انسانی فلاح وبہبود کی ضامن کوئی بات ہوگی تو وہ علم ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ اسلم نے ارشاد فرمایا:

" عنقریب فتنے ہوں گے، صبح انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔" (صحیح مسلم، جلد 7)

اس پرفتن دور میں جہاں قدم قدم پر ایمان فروش لوگ خیمہ زن ہیں، وہیں فتنہ وفساد کا وہ بازار گرم ہے کہ انسانی زندگی اخروی سعادت سے کوسوں میل دور نظر آتی ہے، مذکورہ بالا حدیث قدسی کو آپ! سامنے رکھ کر اطراف واکناف کا جائزہ لیں، تو آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ واقعی وہ دور آ گیا ہے جس دور کی خبر مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل دے دی تھی، کہ لوگ صبح کو مومن ہوں گے اور شام کو کافر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی ساتھ زندہ رکھا ہے۔ ؎

علم وہنر سے پاتی ہے انسانیت فروغ
انسان زندہ لاش ہے تعلیم کے بغیر

کیا آپ اس شخص کو نہیں دیکھتے جو علم سے کورہ ہے؟ وہ کفریہ عقائد ونظریات پر دھڑلے سے یقین کر لیتا ہے، جبکہ سچی باتیں اس کے دل پر اثر نہیں کرتیں، حد تو یہ ہے کہ لوگ کفریہ کلمات اور گانے اتنے ذوق وشوق کے ساتھ سنتے ہیں جیسے ان کی فلاح ونجات کا سامان اسی میں پوشیدہ ہو، مان لیتے ہیں کہ وقتی طور پر وہ کفریہ گانے ان کے اطمینان دل کا سامان فراہم کرتے ہوں گے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ یہی کفریہ گانے انھیں جہنم سے قریب کر رہے ہیں۔ ہاں اگر انھیں علم ہوتا تو وہ خوب جانتے اور بچتے اور اللہ کی پناہ مانگتے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم۔ (پ ۳۰، سورۃ العلق) ترجمہ: پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔"

اسی آیت مبارکہ میں دوسری مرتبہ پھر حکم ہوا کہ "پڑھو" غور وخوض کا مقام یہ ہے کہ خالق کا مخلوق سے ایک مرتبہ کسی بات کا حکم دے دینا کافی تھا، لیکن دوسری مرتبہ کیوں حکم دیا؟ تو بات واضح ہے کہ جب بات میں زور اور تاکید پیدا کرنا مقصود ہوتی ہے، تب ایک بات دوسری مرتبہ کہی جاتی ہے، خالق نے مخلوق کو دوسری مرتبہ حکم دے کر یہ بتا دیا کہ علم سیکھنا کتنا ضروری ہے اور اسلام میں اس کی کتنی اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ تمہارا رب کریم ہے! یعنی اگر بندہ محنت کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے حق میں بہتری فرمائے گا۔ ؎

آرام طلب جو ہوتا ہے وہ علم کی دولت کھوتا ہے
جو علم کا طالب ہوتا ہے وہ رات کو دن کر دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو سب سے پہلے انھیں تمام اشیا کا علم دیا تاکہ ان کی ذات بابرکت فرشتوں میں ممتاز ہو جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وعلم ادم الاسمآء کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ فقال انبؤنی باسماء ھؤلآء ان کنتم صدقین۔ (پ۱، سورۃ البقرہ، ۳۱) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے پھر سب (اشیا) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔" (ترجمہ کنزالایمان)

فرشتوں نے حضرتِ آدم علیہ السلام کے مقابل اپنی کم علمی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جو اللہ عزوجل کے سامنے عرض کیا اس کو قرآن خود بیان فرماتا ہے:

"قالوا سبحنک لا علم لنآ الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ (پ۱، سورۃ البقرہ، ۳۲) ترجمہ: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔" (کنزالایمان)

پتہ چلا حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر جو فضیلت حاصل ہوئی وہ علم کی بنیاد پر ہے، یہی علم ہے جس کی بنیاد پر حضرت آدم علیہ السلام کو وہ مقام حاصل ہوا، جس کو شیطان ایک لمحہ برداشت نہ کر سکا اور خدا کا نافرمان ہو کر راندۂ بارگاہ ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

"یا أبا ذر، لأن تغدو فتعلم آیۃ من کتاب اللہ، خیر لك من أن تصلي مائۃ رکعۃ، ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم، عمل بہ أو لم یعمل، خیر من أن تصلي ألف رکعۃ۔ (سنن ابن ماجہ، ۲۱۹) ترجمہ: ابوذر! اگر تو صبح کو (علم سیکھنے کے لئے) نکلے اور اللہ کی کتاب کی ایک آیت سیکھ لے، یہ تیرے لئے سو رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تو صبح نکل کر علم کا ایک باب سیکھ لے، خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے، یہ تیرے لیے ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

یہ حدیث ان جہلا کی خام خیالی کا رد کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ علم تو سیکھ لیا لیکن جب اس پر عمل نہ کر سکے تو علم سیکھنے سے کیا فائدہ ہوا، شاید انھیں اس بات کا علم نہیں کہ علم کی روشنی کبھی بھی انسان کو تاریکیوں میں نہیں لے جاتی ہے، حدیث پاک پڑھ کر ایک دو سوال ذہن میں قائم ہوتے ہیں کہ سو رکعت نماز نفل پڑھنے پر ایک آیت قرآن کی سیکھ لینے کو ترجیح کیوں دی گئی ہے؟ پھر فرمایا: ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ تو علم کا ایک باب سیکھ لے! اب جو بات قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ معلم کائنات نے فرمایا: خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے، آئیے! ان سوالات کے جوابات کے لئے ایک اقتباس میں بغور مطالعہ کرتے ہیں:

"ایک روز عصر کے بعد شیطان نے اپنا تخت بچھایا اور دیگر شیاطین نے اپنی اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرنا شروع کر دی، کسی نے کہا: میں نے اتنی شرابیں پلائیں، کسی نے کہا: میں نے اتنے زنا کرائے، غرض ہر شیطان نے اپنے کرتوت اپنے سردار کو پیش کیے، ابلیس سب کی سنتا رہا اور شاباشی دیتا رہا اتنے میں ایک چھوٹا شیطان آیا اور اس نے کہا: آج میں نے ایک طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا، اس نے کھڑے ہو کر پر جوش انداز سے اس چھوٹے شیطان کو شاباشی دی اور کہا "أَنْتَ أَنْتَ" تو نے کام کیا ہے تو نے کام کیا ہے، دوسرے شیطان یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے

کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے، انھیں اس طرح نہ سراہا گیا جتنا اس معمولی کام کرنے سے خوش ہوا ہے، شیطان نے اپنے چیلوں سے کہا: تمھیں معلوم نہیں جو کچھ بھی کام تم نے کیا ہے، یہ سب کام اس کام کی وجہ سے پائے تکمیل تک پہنچے ہیں، اگر انھیں علم ہوتا تو وہ گناہ نہیں کرتے، لو میں تمھیں دکھاتا ہوں وہ کون سی جگہ ہے جہاں بڑا عابد رہتا ہو مگر وہ عالم نہ ہو اور قریب ہی عالم دین بھی رہتا ہو انھوں نے ایک جگہ کا نام لیا، صبح کو طلوع آفتاب سے قبل دیگر شیاطین کو لے کر شیطان اس مقام پر پہنچا دیگر شیاطین مخفی رہے۔ یہ انسان کی شکل بن کر راستے میں کھڑا ہو گیا عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کی نماز کیلئے تشریف لا رہے تھے راستہ میں شیطان انسانی صورت میں کھڑا تھا۔"

"السلام علیکم ،وعلیکم السلام۔ حضرت! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، عابد صاحب نے کہا: جلدی پوچھو، مجھے نماز کے لیے مسجد جانا ہے، شیطان نے جیب سے ایک شیشی نکالی اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ سارے آسمانوں اور زمینوں کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے، عابد صاحب نے شیشی کو دیکھا اور کہا کہ: کہاں آسمان و زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی، شیطان جلدی سے بولا: بس یہی پوچھنا تھا جناب! تشریف لے جائیے اور دیگر شیاطین سے کہا: دیکھو میں نے اس کی راہ ماردی اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہی نہیں باقی عبادات کس کام کی؟ دوسری جانب ایک عالم دین جلدی جلدی مسجد کی جانب تشریف لا رہے تھے، انھیں روکا۔

السلام علیکم وعلیکم السلام! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، جلدی پوچھیں، شیشی دکھائی اور وہی سوال کیا، عالم نے فرمایا: ملعون تو شیطان معلوم ہوتا ہے، ارے! وہ رب عز وجل قادر ہے، یہ شیشی تو بہت بڑی ہے میرا رب عز وجل اگر چاہے تو ایک سوئی کے ناکے کے اندر سے کروڑوں آسمان اور زمین داخل کر دے، کیونکہ "ان اللہ علی کل شیٔ قدیر "عالم دین کے تشریف لے جانے کے بعد شیطان نے دیگر شیاطین کی طرف دیکھا اور کہا: یہ علم ہی کی برکت ہے۔

جس نے طالب علم کو پڑھنے سے روکا اس نے بہت بڑا کام کیا تا کہ وہ علم حاصل نہ کر سکے اور نہ عالم بن سکے۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۲۱ – ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اس لیے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم کا سیکھنا ہر ایک پر فرض قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم، وواضع العلم عند غیر أهله کمقلد الخنازیر الجوهر واللؤلؤ والذهب۔ ترجمہ: علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو نااہلوں کے سامنے رکھنے والا ایسے ہے، جیسے خنزیروں کو جواہرات، موتیوں اور سونے کے ہار پہنانے والا۔"

حدیث پاک میں مرد و عورت کی تخصیص نہیں ہوئی کہ مرد کے لیے فرض ہے اور عورت کے لیے نہیں، بلکہ دونوں کے لیے علم کا سیکھنا فرض قرار دیا گیا، لہٰذا مرد و زن سب حصول علم کے لیے کوشاں رہیں، جہاں تک مجھے محسوس ہوا ہے، وہ یہ کہ مرد سے زیادہ عورت کو حصولِ علم کے لیے سرگرداں رہنا چاہئے، چونکہ اس کی آغوش میں اس کے بچوں کا مستقبل پروان چڑھتا ہے، اگر وہ علم و عمل کے زیور سے مزین ہوگی تو بچوں کی پرورش عمدہ پیرائے میں ہوگی، چونکہ عمر کا وہ حصہ جس میں بچے بالکل اس پودے کی مانند ہوتے ہیں جس کو ہر دن مالی کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، اگر مالی بے توجہی کا شکار ہو جائے اور وقت پر پودے کو پانی نہ دے اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے، تو ظاہر ہے وہ پودا ہرا بھرا ہونے سے قبل ہی مرجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کمسنی میں بچے کی اچھی تربیت نہ ہو، تو پھر جوانی تو جوانی بڑھاپا بھی جہالت کی تاریکیوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔

طالب علم کی وجہ سے والد کی قبر میں نور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد اسی قبر کے پاس سے آپ علیہ السلام کا دوبارہ گزر ہوا تو ملاحظہ فرمایا قبر میں نور ہی

اسلامیات

نور ہے اور رحمت الٰہی عزوجل کی برسات ہو رہی ہے، آپ علیہ السلام حیران ہوئے اور بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئے: اے میرے رب عزوجل! مجھے اس قبر کے راز سے آشنا فرما دے، ارشاد ہوا: اے روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ بندہ سخت گناہ گار اور بدکردار تھا، اس وجہ سے اس پر قبر میں عذاب ہو رہا تھا لیکن موت سے قبل اس نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور آج وہ علم کی طلب میں مکتب بھیجا گیا ہے، اس کے استاد نے آج اسے بسم اللہ پڑھائی ہے، مجھے حیا آتی ہے کہ میں اسے عذاب دوں جس کی اولاد مجھے الرحمن الرحیم کہہ رہی ہے۔" (تفسیر کبیر اردو، جلد اوّل، ص ۴۰۱)

مسلمانو! ذرا توجہ دو کہ ایک سخت گنہگار کو عذاب قبر سے بچنے کے لئے کوئی ممکنہ صورت نظر نہیں آتی ہے، لیکن جب اس کی شریک حیات اس کی اولاد کو جنتی ہے اور وہ مکتب کا رخ کرتا ہے، اللہ عزوجل کو رحیم کہہ کر اس کی رحمت کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ جس کی اولاد مجھے رحیم کہے میں اس پر عذاب مسلط کروں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی قبر رحمت ونور کی کیاری بن جاتی ہے، محسن انسانیت ارشاد فرماتے ہیں:

"یوزن یوم القیامة مداد العلماء ودم الشهداء فیرجح مداد العلماء علی دم الشهداء رواه الدیلمي. (أخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس، ۵/ ۴۸۶، الرقم/ ۴۸۸) ترجمہ: روز قیامت علما کے قلم کی سیاہی اور شہدا کے خون کو تولا جائے گا تو علما کے قلم کی سیاہی شہدا کے خون سے زیادہ وزنی ہو جائے گی۔"

سبحان اللہ! جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا وہاں ایک علم حاصل کرنے والے کا یہ مقام و مرتبہ ہوگا، کہ اس کے قلم کی سیاہی کا وقار و معیار شہدا کے خون سے بھی زیادہ منفرد و ممتاز ہوگا، اب اس سے بڑھ کر اور کیا حصول علم میں سرگرداں رہنے والے کے لیے مسرت و شادمانی کا مقام ہو سکتا ہے، ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من سلك طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له طریقا إلی الجنة قال أبو عیسی هذا حدیث حسن۔ (جامع ترمذی، ۲٦٤٦) ترجمہ: جو علم حاصل کرنے کے ارادہ سے کہیں جائے، تو اللہ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان (وہموار) کر دیتا ہے۔"

معلوم چلا اگر ہم حصولِ علم کے لیے گھر سے نکلتے ہیں تو وہ جنت ہم سے قریب ہو جاتی ہے، جس کے لیے ہمارے بہت سے اعمال کارگر ثابت نہیں ہوتے تو ہم پر لازم وضروری ہے کہ ہم حصول علم کے لیے ہمہ وقت متحرک فعال رہیں، تا کہ بروزِ حشر ہمیں بھی مژدۂ جاں فزا سنایا جائے اور ہم جنت کے حقدار بن سکیں، بفضلہ تعالیٰ یہ بات ممکنات میں سے ہو سکتی ہے کہ اب ہم نے خود کو حصولِ علم کے لیے آمادہ کر لیا ہو۔ تو پھر ہمیں چاہیے کہ جو علم سیکھیں وہ دین کی سربلندی کے لیے سیکھیں اور اگر اس کے سوا کوئی اور مقصد آڑے آئے گا، تو ہمارا سیکھنا اور نہ سیکھنا برابر ہے اور ہم دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو کر اٹھائے جائیں گے، چونکہ آقائے کائنات کا فرمان عالیشان ہے:

" جو شخص علم (اس لیے) طلب کرے تا کہ بحث و گفتگو میں علمائے کرام سے برابری کرے یا جاہلوں اور بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا کرے یا اس لیے کہ لوگوں کے منہ اپنی جانب پھیرے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔"

(اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

" جس شخص نے وہ علم سیکھا جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے مگر وہ اپنے رضائے الٰہی عزوجل کے لیے نہیں (سیکھتا) بلکہ ذلیل دنیا جمع کرنے کے لیے سیکھے، تو ایسا شخص بروز قیامت جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔"

(اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ)

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لیے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

لہٰذا اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ حصول علم میں سرگرداں رہیں، تا کہ کامیابیاں ہمارے قدم چومیں، نیز علم ایک دریا ہے، اس میں ہم جتنا غوطہ زن ہوں گے اتنے علمی وادبی موتی اپنے دامن میں سمیٹیں گے، لیکن ہماری زندگی ہمیشہ ایک طالب علم کی طرح بسر ہو، اسی میں فلاح ونجات کا راز مضمر ہے۔

حد سے بڑھے جو علم تو ہے جہل دوستو!
سب کچھ جو جانتے ہیں وہ کچھ جانتے نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۸/ کا بقیہ......................................

داروں پر جو اکل حرام کی نحوست کا علم رکھتے ہوئے اس فانی دنیا میں عارضی عیش وعشرت کے لیے حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے، یاد رہے کہ تقویٰ وپرہیزگاری کی صفت تب ہی آئے گی جب خورد ونوش حتّٰی کہ سارے معاملات حلال وجائز طریقے سے ہوں۔

◆◆◆

ص ۲۱/ کا بقیہ......................................

کوئی بندہ مومن کہلانے کے باوجود کذب بیانی کا خوگر ہو جائے اور جھوٹ بولنا اپنا شیوہ بنالے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے انسان کے ایمان میں کہیں نہ کہیں نقص ضرور ہے، بلفظِ دیگر یوں کہہ لیں کہ سچا اور پکا مومن وہ ہے جو راست بازی اختیار کرے اور کذب ودروغ سے خود کو دور ونفور رکھے۔

جاری.........

ص ۳۶/ کا بقیہ......................................

نہیں بل کہ بے جا عقیدت اور عقیدہ اہل سنت سے بغاوت ہے، خدا ہونے کو کیسے فضیلت میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ حضرت علی کو مولائے کل کہنا، ایک مقام پر سرکار علیہ السلام کی خصوصیات شمار کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

" آپ پاک وطاہر تھے، بحالت غسل بھی آپ کو اور مولائے کائنات علی علیہ السلام کو مسجد میں بے تکلف آنا جانا جائز تھا، وہ خصوصیتیں جو "مولائے کل" علی علیہ السلام کے ساتھ حضور کو ہیں کسی اور کو نصیب نہیں۔" (میلاد اکبر، صفحہ 62)

اکثر مقام پر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کا لاحقہ موجود ہے جو کہ اہل سنت کا طریقہ نہیں، نیز یہ جملہ قابل غور ہے کہ "وہ خصوصیتیں جو" مولائے کُل" علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور کو ہیں کسی اور کو نہیں" یہاں جملہ برعکس استعمال کیا ہے، ہونا یہ چاہیے تھا کہ جو خصوصیات مولی علی رضی اللہ عنہ کو سرکار علیہ السلام کے ساتھ ہیں............... ان میں سے بعض کسی اور کو نہیں، لیکن لکھا برعکس ہے۔ (کیوں کہ بعض خصوصیات میں بہت سے صحابہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں) یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "مولائے کُل" کہا گیا ہے یہ عقیدہ بھی اہل سنت کا نہیں ہے، مولائے کل صرف اور صرف ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ واضح ہو گیا کہ میلاد اکبر میں بہت سے مقامات احتیاط ہیں لیکن ہماری بہنوں کو یہ معلوم نہیں، اس لئے وہ انھیں بلا جھجک پڑھتی ہیں، ہماری معلمات کو چاہیے کہ وہ اپنی تقاریر، دروس میں میلاد اکبر کے تعلق سے یہ چیزیں کثرت سے بیان کریں تا کہ خواتین عقیدے کی حفاظت ہو سکے۔

نوٹ: مضمون میں کی قسم کی شرعی گرفت ہو تو ضرور آگاہ فرمائیں خاص کر شعرا حضرات تاویلات بعیدہ بھی ہو سکتی ہوں تو آگاہ فرمائیں، جزاک اللہ۔

◆◆◆

اسلامیات

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

اسلامیات

آمد بہار

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی*)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس مبارک ساعت پہ لاکھوں سلام
(رضا بریلوی)

ماہ نور کی آمد سے فضائے بسیط معطر ومشک بار ہو گئی ہے، حل وحرم، صحرا و کہسار، وادی وجبل اور بام و در سب کے سب مہبط انوار الٰہیہ کے مراکز بن چکے ہیں، ذکر مصطفیٰ کے نغمات کی روحانی نغمگی ہی کچھ ایسی ہے کہ دل فدا کارانہ کھنچے چلے آتے ہیں، ان کے ذکر کی خوش بو سے مشام ایمانی معنبر معنبر ہو گئے، افکار کی دنیا میں ایمانی حلاوت محسوس کی جانے لگی، بایں وجہ آج دیدہ و دل مسرتوں سے سرشار اور قلب وجگر نکہتوں سے شادکام ہیں، ان کی آمد سے سحاب ظلمت چھٹ گئے، رحمتوں کی برکھا برسنے لگی، محبتوں کی سوغات بٹنے لگی خیرات وحسنات کا دور دورہ ہوا، جبر واستبداد کے ملبے تلے سسکتی بلکتی انسانیت نے سکوں کی سانس لی، لاریب! تڑپتی انسانیت کے درد کا درماں آج بھی اسی بارگاہ سے وابستگی میں پنہاں ہے، اس ماہ نور و نکہت میں صبح درخشاں سے لے کر شب تاباں تک عطاؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

عشاق یہاں سے اپنے اپنے ظروف کے مطابق گوہر مراد سے شادکام ہو کر شاداں لوٹتے ہیں، ان کی نوازشات وعنایات کا سلسلہ آج بھی ٹھیک اسی طرح جاری ہے، جس طرح قرون اولیٰ میں جاری تھا، بس شرط یہ ہے کہ جھولی پھیلانے کا سلیقہ ہو پھر قلب مضطر کی پکار سننے میں انہیں دیر نہیں لگتی ہے، تذکار حبیب سے اپنی روحوں کو جلا بخشنا پاکیزہ سرشت افراد کا شعار ہے، ذکر رسول کے نغمات کی آج ہر جگہ گونج گونج ہے، ایسی کوئی جگہ نہیں، جہاں ذکر مصطفیٰ ﷺ نہیں، ایسا کوئی لمحہ نہیں، جس میں ذکر مصطفیٰ ﷺ نہیں، ہر سو ذکر مصطفیٰ ﷺ کی گونج گونج ہے، ہر وقت رفعت مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے ہیں۔

بلبلیں ان کے ذکر میں زمزمہ خوانی کر رہی ہیں، کلیاں ان کے ذکر کی حلاوت سے چٹخ رہی ہیں، مور وملخ ان کی یاد میں رقصاں ہیں، وحوش وطیور ان کی آمد پر فرحاں ہیں، گویا ہر اک ذکر مصطفیٰ، تذکرہ مصطفیٰ اور یاد مصطفیٰ کے پر بہار چمنستان کی فضاؤں سے لطف اندوز ہو رہا ہے تو پھر میں کیوں نہ کہوں:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

ان کے عروج کی کوئی حد نہیں ہے، جہاں عروج کی معراج ہوتی ہے وہاں سے مصطفیٰ ﷺ کی معراج شروع ہوتی ہے، ذکر مصطفیٰ ﷺ کی رفعتیں قرآن نے بیان کیں، رخ انور کی قسمیں خود قرآن نے اٹھائیں، زلف عنبریں کے پرنور تذکرے قرآن نے کیے، موج نور میں غوطہ زنی کرتی ان کی شب وروز کی ادائیں قرآن نے بیان کیں، اب بھلا ان کا ذکر پاک کیسے مٹایا جا سکتا ہے، بقول امام عاشقاں: مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا ان کا چرچا آسمانوں میں ہے، ان کا ذکر خلد بریں کی بلندیوں پر ہے، ان کے چرچے، ان کا ذکر کہاں کہاں نہیں، انہیں کے ذکر سے نبض ہستی تپش آمادہ ہے، وہ نہیں تو کچھ نہیں، بقول شاعر:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک استادہ اسی نام سے ہے، نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے، ڈاکٹر مسعود احمد مجددی نقشبندی لکھتے ہیں:

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

’’ذکر مصطفیٰ (ﷺ) کہاں نہیں؟ کوئی جگہ نہیں، جہاں نہیں، اللہ اللہ! اُن کے کرم سے موجودات نے لباسِ وجود پہنا، اُن کا چرچا آسمانوں میں، اُن کا چرچا زمینوں میں، اُن کا چرچا سمندروں میں، اَنبیا و رُسل، فلک و ملک، جن و انس سب اُن کی آمد آمد کے منتظر، اُن کا نامِ نامی، بہارِ زندگی، اُن کا وجود گرامی، شبابِ زندگی، اُن کی راتیں، مغفرت کی برسات، اُن کے دن، رَحمت کی پھوار، اُن کا تبسم، طلوعِ فجر، اُن کا غم، غروبِ سحر، اُن کی عنایت، دلوں کی ٹھنڈک، اُن کا کرم، روحوں کی فرحت، اُن کا دیدار، آنکھوں کی روشنی، اُن کا کردار، انسانوں کی معراج، ذکرِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بڑی سعادت ہے۔

وہ دل، دل نہیں جو اُن کے لیے نہ سلگے، وہ آنکھ، آنکھ نہیں جو اُن کی یاد میں نہ برسے، وہ سینہ، سینہ نہیں جو اُن کی محبت میں نہ پھکے، وہ زباں، زباں نہیں جو اُن کی مدح و ثنا میں نہ کھلے، ہاں، رَگوں میں خون دوڑ رہا ہے، دل میں جذبات اُمنڈ رہے ہیں؛ دماغ میں خیالات پھوٗٹ رہے ہیں، زباں پر الفاظ مچل رہے ہیں، جسم میں ہلچل مچی ہے، پھر کیوں نہ اُس جانِ جاں (ﷺ) کا ذکر کریں، ہاں ربّ العالمین خود اُن کا ذکر فرما رہا ہے۔

اللہ اللہ! وہ ذکر کی کن بلندیوں پر فائز ہیں، اس سے بڑھ کر بلندی اور کیا ہوگی کہ نامِ نامی؛ رب کریم کے حضور اس طرح سرفراز ہوا کہ ہر سرفرازی، اُس سرفرازی کے قدم چومنے لگی، ہمارا کیا منہ؟ ہماری کیا اَوقات، ہماری کیا بساط جو اُن کا ذکر کریں، عقل نہیں جو اُن کی بلندیوں کو پا سکے، دماغ نہیں جو اُس جوامع الکلم کی بات سمجھ سکے، آنکھ نہیں جو اُن کے جلووٗں کو دیکھ سکے، کیا کریں اور کیا نہ کریں؟ دل بے قرار ہے، آنکھیں اَشکبار ہیں، اللہ اللہ! مگر وہ تو غریب نواز ہیں، ہاں:

اک ننگ غم عشق بھی ہے منتظر دید
صدقے ترے اے صورت سلطان مدینہ

(آمدِ بہار پی ڈی ایف، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۲۰ء/ص ۶–۷)

اللہ اللہ! ان کے ذکر کی برکتیں دیکھیے، ان کے ذکر سے افکار نکھرنے لگے، کردار مہکنے لگے، زندگیاں دمکنے لگیں، صورتیں چمکنے لگیں، بہاروں میں بہار آ گئی، دکھ کے مارے، مارے فرحت کے رقص کرنے لگے، غلاموں کو آزادی مل گئی، نہتوں کو آسرا مل گیا، یہ شان ہے ذکر مصطفیٰ ﷺ اور رفعت مصطفیٰ ﷺ کی۔

بلغ العلی بکمالہ، کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

ص ۴۷/ کا بقیہ ....

کے مابین وسیع و عریض ربط و ضبط سے واقف کار تھے، کامل مومن وہی ہے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو اور یہ جامعیت تمام عرفانی احوال و مقامات، وجدانی ذوق اور علم لدنی سے عبارت ہے۔ ؎

وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیات کلیم و مشاہدات حکیم

حضرت علامہ ساحل سہسرامی کا شمار درحقیقت اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی پا جانے والوں میں ہوتا تھا۔ وہ صاحب خرد، صاحب نظر، صاحب اسرار، درویش صفت، خودنمائی دور، خلوت پسند اور خاموش طبع انسان تھے تاہم ان کے خاموش وجود کے تہ میں عشق و عرفان کا بل کھاتا ہوا سمندر ان کی کامیاب زندگی کا راز تھا جس میں ہزاروں انقلابات خوابیدہ تھے، درحقیقت یہ ان لوگوں میں تھے جنہیں ان کی سادگی اور سچائی قابل قدر بناتی ہے اور جن کی صحبتوں میں پہروں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے ان کی سحر انگیز شخصیت میں گم شدہ زمانوں کے علمائے ربانیین کی سی مقناطیسی کشش پائی جاتی تھی اور یہی ان کی زندگی کے غیر معمولی عناصر ترکیبی ہیں جو خورشید جہاں تاب کی طرح پس وصال بھی اندھیری رات کے مسافروں کے لئے انوار و تجلیات بکھیرتے رہیں گے، رب قدیر ان کے مرقد پر اپنی خصوصی رحمتوں کے پھول برسائے، آمین یا رب العالمین۔

ترے آنے سے بڑھی رونق گلزار حیات
کیا گئے تم کہ کوئی گل بھی شگفتہ نہ رہا

از: علامہ سید اولادرسول قدسی*

حضور غوث اعظم اور احیائے دین متین

اسلاف واخلاف

یہ بات نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ بلا شبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں، اب قیامت تک کسی بھی نبی یا رسول کی بعثت نہیں ہوگی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب اصلاح وہدایت کے دروازے بند ہو گئے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ عظیم الشان کام ختمی مرتبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کل بھی جاری تھا، آج بھی جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا۔

واضح رہے کہ اصلاحی امور کا تعلق فقط ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے بھی ہوتا ہے۔ بلفظِ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے لیے جہاں ظاہر کا مصفیٰ ہونا ضروری ہے وہیں باطن کا بھی، بلکہ ظاہر کے بالمقابل تزکیۂ باطن از حد ضروری ہے اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو انسانیت کی معراج سے ہمکنار کرنے میں ایک کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب ختمی مرتبت رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تو پھر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یہ اہم ترین امور کیسے انجام پذیر ہوں گے۔

خالق کائنات نے اپنے بندوں کی فلاح وصلاح کا بھرپور انتظام کر رکھا ہے، من جانب اللہ ان امور کی انجام دہی کی ذمہ داریاں دو جماعتوں کے سپرد کی گئی ہیں، وہ دو مقدس جماعتیں علما اور اولیا کی ہیں، دونوں جماعتوں کی کارگردگیوں میں بیّن فرق یہ ہے کہ علما ظاہری اصلاح کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور اولیا صفائے باطنی کا۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو ہمیں ایمان وعمل کا حسین سنگم بنائے رکھتی ہیں اور ہمارے ظاہر و باطن کو سنوار کر ربِ کائنات کی رضا وخوشنودی کے حصول کی سبیلیں ہموار کرتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علما اور اولیا کی کثیر تعداد رہی اور یہ ذواتِ مقدسہ اصلاحِ امت کی روشنیاں بکھیرتے ہوئے خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا حق ادا کرتی رہیں، یوں تو حدیث پاک کی روشنی میں ربِ کائنات ہر سو سال میں ایک مجدد مبعوث فرماتا ہے جو دین میں تجدیدی امور کو انجام دیتا ہے، اہل اسلام کی برہم زلفوں کو سنوارتا ہے اور لوگوں کے ظاہر و باطن کو صیقل بناتا ہے لیکن جہاں تک احیائے دین کا تعلق ہے یہ متفق علیہ امر ہے کہ اس منصب پر صرف اور صرف تاجدارِ ولایت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے اور آپ کا یہ طرۂ امتیاز وصف رہا کہ خود مذہب اسلام نے آپ کو محی الدین (دین کو زندہ کرنے والا) کے لقب سے ملقب کیا۔ بلفظِ دیگر یہ مہتم بالشان لقب صرف آپ ہی کی مقدس ہستی پر منطبق ہوتا ہے۔

تاجدارِ ولایت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ طیبہ پر سب سے زیادہ مستند و معتبر کتاب مستطاب ''بہجۃ الاسرار'' میں آپ کا روشن بیان یوں مرقوم ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ۵۱۱ھ کی بات ہے، ایک بار جمعہ کے دن میں سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا معاً سرِ راہ کیا دیکھا کہ ایک انتہائی نحیف و ناتواں بیمار شخص نیم بے ہوشی کے عالم میں بے سدھ پڑا ہے، جوں ہی اس کی نگاہیں مجھ سے چار ہوئیں اس نے مجھے سلام کیا اور میں جواب دے کر جب جانے لگا تو اس نے کہا جناب والا! اتنی جلدی بھی کیا ہے ذرا مجھ پر نظرِ کرم فرمائیے، میری اس دگرگوں اور ناگفتہ بہ حالت پر ترس کھائیے، للہ مجھے سہارا دے کر اٹھا دیجیے، میرے مردہ جسم پر تازہ روح پھونک دیجیے، مجھے حیات نو بخش دیجیے تاکہ ناتوانی دور ہو جائے اور میں حسبِ سابق صحت مند و توانا بن جاؤں، آپ نے متعجب ہو کر فرمایا کہ یہ بتاؤ تم ہو کون؟ کس نے تمہاری یہ خستہ حالت بنائی؟ اس نے جواباً کہا حضور!

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

میں آپ کے نانا جان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا وہی دین اسلام ہوں جس کی ترویج و اشاعت کے لیے بانیٔ اسلام کو شدید تر مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا۔

کبھی آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے، کبھی آپ کے جسمِ اطہر پر پتھروں کی برسات کی گئی، کبھی آپ پر آب و دانہ نہ پہنچانے کی قسمیں کھائی گئیں، کبھی آپ کو شعبِ ابو طالب میں تین سال کی قید و بند کی جانکاہ مشقتوں میں ڈالا گیا، کبھی آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا۔ جانے کیسی کیسی مصیبتوں کے پہاڑ آپ پر توڑے گئے پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ کو اپنے وطنِ عزیز مکۃ المکرمہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔ ربِ کائنات کا آپ پر ایسا فیضانِ کرم ہوا، تائیدِ ربّانی اور مشیتِ ایزدی کا ایسا بین اثر ہوا کہ میں خوب پھلا پھولا پروان چڑھا اور عرب کے گوشے گوشے میں نہ صرف یہ کہ میرا شہرہ ہو گیا بلکہ لوگ جوق در جوق میرے دامن میں آنے لگے۔ وہ مکہ جہاں ایک بھی خدا کا ماننے والا موجود نہ تھا مگر ایک دن وہ آیا کہ میرے سائباں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار فرزندانِ توحید کی نورانی جماعت آ گئی۔ پھر رفتہ رفتہ آپ کے جاں نثار خلفائے عظام اور صحابۂ کرام کی کدوکاش کے ایسے اثرات مرتب ہوئے کہ میں چاردانگِ عالم میں پھیل گیا مگر حیف صد حیف گزشتہ کئی سالوں سے مجھ پر بے حد ظلم ڈھایا گیا، مجھے طبیعت سے مشقِ ستم بنایا گیا۔ میرے اصول کے تار و پود بکھیرے گئے، میری عظمتوں سے کھیلنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں اور مجھ پر غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں نے بھی اس قدر شدید حملے کیے کہ میں زخموں سے چور چور ہو گیا میری طاقتیں سلب ہو کر رہ گئیں یہاں تک کہ میری حالت زندہ لاش کی طرح بن گئی۔

خدارا دیر نہ کیجیے دستِ کرم بڑھائیے اور مجھے اٹھا کر قیامت کے لیے زندۂ جاوید بنا دیجیے، مذہب اسلام کی روح فرسا اور دل دوز سرگزشت سن کر تاجدارِ ولایت اشک بار ہو گئے، آپ کا کلیجہ منھ کو آنے لگا، بلا تاخیر جوں ہی آپ نے اسے اٹھایا تو فوراً دیکھتے ہی دیکھتے اس میں توانائی عود کر آئی، اس کے چہرے میں رونقیں چھا گئیں اور وہ صحت مند و فربہ ہو کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے کبھی نقاہت و توانائی نے اسے مس نہ کیا ہو، پھر وہ ہشاش بشاش آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوا بڑے پرجوش لہجے میں کہنے لگا کہ آپ نے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی، آج سے آپ محی الدین ہیں، تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر ہوا یوں کہ میں جدھر سے گزرتا پیہم یہ صدا گونجتی رہی کہ محی الدین جا رہا ہے محی الدین جا رہا ہے۔ لوگ دوڑتے ہوئے میری سمت آئے اور محی الدین، محی الدین پکارتے ہوئے میری دست بوسی کرنے لگے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے کبھی کسی نے مجھے اس نام سے پکارا نہیں تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم حضور تاجدارِ ولایت کے ناقابلِ فراموش احیائی کارناموں کو بیان کریں آئیے، آپ کے لقبِ محی الدین کے معانی و مفاہیم پر غور کرتے ہیں، محی یہ عربی کا لفظ ہے باب افعال کا اسم فاعل ہے، اس کا معنیٰ ہے حیات دینے والا، زندہ کرنے والا، محی الدین کا مطلب ہوا دین کو زندہ کرنے والا، اب جب تک ہم دین کی گہرائی و گیرائی کو نہ سمجھیں گے اس وقت تک محی الدین کا کامل ادراک ہو نہ پائے گا۔ جہاں تک لفظِ دین کا تعلق ہے اس سلسلے میں شیخ علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں جو فرمایا ہے وہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے، فرماتے ہیں:

"اسلام اسمِ ظاہر اعمال است و ایمان نام باطن اعتقاد و دین عبارت از مجموع اسلام و ایمان است۔" یعنی اسلام ظاہری اعمال کا، ایمان باطنی اعتقاد کا اور دین اسلام و ایمان کے مجموعے کا نام ہے۔

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات مترشح ہو جاتی ہے کہ دین ایسی جامعیت و وسعت کا متحمل ہے کہ اس کے اندر عقائد و اعمال، ظاہر و باطن اور صورت و معنی کا ایک دبستان آباد ہے، اب یہ کہنا مبنی بر صداقت ہوگا کہ حضور تاجدارِ ولایت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام و ایمان، عقائد و اعمال اور صورت و معنیٰ کو اپنے کردار و عمل اور روحانی اقدار سے قیامت تک

کے لیے پُرثبات وتازہ دم کر دیا۔اس دعوے کے ثبوت کے لیے ہمیں آپ کے دور کے پسِ منظر کا ایک مختصر جائزہ لینا ہوگا۔

جس وقت بغدادِ مقدس میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا اس وقت صرف بغدادِ مقدس نہیں بلکہ اسپین سے لے کر مشرق وسطیٰ تک اور مصر سے لے کر ہندوستان و افغانستان تک مذہبی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی حالات انتہائی پرآشوب و ناگفتہ بہ تھے، چاروں طرف انتشار واضطراب کی گرم گرم مسموم ہوائیں چل رہی تھیں، مذہب وایمان کی سودا بازیاں ہو رہی تھیں، الحاد و لادینیت سے فضائیں مکدّر ہو رہی تھیں۔تہذیب وتمدن پر شب خون مارا جا رہا تھا، طوائف الملوکی کا تسلط بڑھتا جا رہا تھا، فرقہ باطنیہ کی دہشت ناکیاں پھیلتی جا رہی تھیں، رفض واعتزال اپنے پر پھیلائے جا رہے تھے، حکام وامرا عیش وعشرت کی دلدل میں پھنسے اور دھنسے جا رہے تھے، طاغوتی طاقتیں متحد ہو کر اسلام کے خلاف محاذ آرا نظر آ رہی تھیں، ہر سو فتنہ وفساد کے دل بادل منڈلا رہے تھے، تہذیب وتمدن کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، جا بجا کذب ودروغ کے پرخطر جال بچھے ہوئے تھے، مکر وفریب اژدھا کی صورت پھن ٹیکے کھڑے تھے، صدق وصفا کی حرمتوں کی نیلامی ہو رہی تھی۔خلق و وفا کی آنکھیں رو رو کر تھک چکی تھیں شرافت ونجابت کا بہت دور تک نام ونشان مٹ چکا تھا، یہودیت ونصرانیت اسلام پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کے ساتھ پر تول رہی تھی۔چوری اور ڈاکہ زنی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ راہ چلنا دشوار سے دشوار تر ہو چکا تھا، قتل وغارت گری بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا تھا۔

ایسے مہیب و پردہشت ماحول میں دینِ اسلام کی حفاظت وصیانت کے لیے مجدد کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک ایسے محی الدین کی ضرورت تھی جو قادر مطلق کی عطا کردہ قدرت و طاقت سے دشمنانِ دین کو چاروں شانے چت کر دے، گم کشتہ راہوں کو راہِ راست پر گامزن کر دے، سوئے عمل کے خوگروں کو عملِ خیر کا شاہکار بنا دے، اسلام کے زخموں کو مندمل کر کے اور اس کے مردہ جسم میں تازہ روح پھونک کر تا قیامِ قیامت اسے حیات جاودانی عطا کر دے۔

یہ پکار اہلِ اسلام کی نہیں بلکہ خود مذہب اسلام کی تھی، ربِ قدیر کی رحمتیں جوش میں آئیں اور اس نے بغداد کی مقدس سرزمین پر حضور تاجدار ولایت کو منصب محی الدین پر فائز فرما کر بھیجا اور آپ نے اس منصب جلیلہ کا حق کیسے ادا کیا اس سلسلے میں صاحب بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار عارف باللہ حضرت نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی علیہ الرحمہ کے قلم حق رقم سے سنیے، فرماتے ہیں:

"بمقدمه انهل السحاب و اعشب العراق و زال الغي و اتضح الرشد۔ ترجمہ: حضور تاجدار ولایت کے قدوم میمنت لزوم کے اثرات سے رحمت کی گھٹائیں سائبان بن گئیں، عراق کی سرزمین سے ظلمتیں چھٹ گئیں ہر سمت رشد و ہدایت کا اجالا پھیل گیا۔"

آپ کے روحانی تصرفات کی جلوہ سامانیاں تھیں کہ اسلام دشمن طاقتیں زیر ہو کر رہ گئیں، ان کے ناپاک خوابوں کے شیرازے بکھر کر رہ گئے، ان کے پرخطر منصوبوں پر پانی پھر گیا، اسلام پھر تازہ دم ہو کر چہار دانگ عالم میں پھولتا، پھلتا اور پروان چڑھتا نظر آنے لگا، آپ ہی کے دور میں مصری حکومت باطنیہ (جسے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مستطاب میں دولتِ خبیثہ تحریر فرمایا ہے) روبہ زوال ہو گئی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کے وصال پرملال کے پانچ سال کے اندر اس کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے کالعدم ہو کر رہ گیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ مصر جہاں سے اسلام کو تہ و بالا کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں اور الحادی و بے دینی نظریات کو ہوا دی جا رہی تھی وہاں سلطان نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے خداترس ہستیوں نے حضورِ تاجدارِ ولایت کے احیائے دین کے مشن کو چار چاند لگا دیا۔ایک وقت وہ بھی آیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے جدوجہد سے مسلمانوں کے قبلۂ اول بیت المقدس کی بازیابی عمل میں آئی۔

حضور تاجدارِ ولایت کے فیوض و برکات کے ایسے اجالے

پھیلے کہ جس دور کو فرنگی مورخوں نے دنیائے اسلام کے لیے سیاہ دور قرار دیا تھا وہ دور انتہائی تابناک و پاکیزہ اور روحانیت خیز دور میں متبدل ہوگیا۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے باطنیہ کو مات دی بلکہ قرامطہ، رفض اور اعتزال کو بھی مغلوبیت کے دہانے تک پہنچا دیا۔ آپ ہی کے روحانی اثرات کے جلوے تھے کہ سلجوقیوں کی خانہ جنگی کا یکسر خاتمہ ہوگیا اور ساتھ ساتھ علما امرا اور عوام کے اندر ایک ایسا روحانی انقلاب رونما ہوا کہ ان کی زندگی کے لمحات رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے مشعلِ راہ نجات بن گئے۔

اگر حیاتِ تاجدر ولایت کا بالغائر مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے احیائے دین کی تحریک کو جامۂ تکمیل تو پہنایا ہی مگر اس کے پہلو بہ پہلو آپ نے اپنے خلفا اور تلامذہ کی بھی ایک ایسی بڑی جماعت تیار کی کہ جس نے آپ کے بعد بغداد ہی تک محدود نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ سے لے کر ہندوستان و اسپین و افغانستان تک دینِ اسلام کا پرچم لہرا دیا، منجملہ اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ آپ کے عہد زریں سے لے کر آج تک پوری دنیا میں جو مذہبِ اسلام کی تابندگی نظر آ رہی ہے۔ یہ فیض ہے حضور تاجدار ولایت کا اور ان کے تربیت یافتہ خلفا، تلامذہ اور معتقدین و متوسلین کا۔

حضور تاجدار ولایت سے دینِ اسلام کی شان و شوکت اور جاہ و حشمت ایسی دوبالا ہوئی کہ ہر طرف اسلامی اقدار کے جلوے نظر آنے لگے اور شریعتِ مطہرہ کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہونے لگا، ربِّ قدیر نے آپ کے اندر جہاں بے بہا کمالات ودیعت فرمائے تھے وہیں آپ کی زبان فیض ترجمان کو ایسا حلاوت انگیز اور اثر خیز بنایا تھا کہ آپ کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہو جس میں آپ کے مواعظ حسنہ سن کر یہودی و عیسائی حلقہ بگوشِ اسلام اور فساق و فجار تائب نہ ہوئے ہوں، چنانچہ شیخ عمر الکیمانی فرماتے ہیں:

”آپ کی ہر متبرک مجلس ایسی ہوتی تھی کہ جس میں یہود و نصاریٰ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوتے اور راہزن، قاتل، فسادی اور سوئے اعتقاد رکھنے والے توبۂ نصوح کر کے تقویٰ شعار بن جاتے۔“

صاحبِ قلائد الجواہر نے حضور تاجدارِ ولایت کا فرمانِ ذیشان یوں قلمبند فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں، بلاشبہ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی و نصاریٰ اور ایک لاکھ سے زیادہ فساق و فجار کو توبہ کی توفیق رفیق نصیب ہوئی، بہجۃ الاسرار شریف میں ایسے ایسے واقعات درج ہیں کہ جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ من جانب اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم ہوتا کہ اب بلا تاخیر و بلا چوں و چرا بغدادِ مقدس جا کر شیخ عبد القادر جیلانی کے دستِ اقدس پر تائب ہو کر داخلِ اسلام ہوجاؤ، بہت سے عیسائی اور یہودی مشرف بہ اسلام ہو کر باضابطہ برملا اس بات کا اظہار بھی کرتے جیسا کہ ایک مرتبہ عرب کے تیرہ عیسائیوں نے حضور تاجدارِ ولایت کے دست حق پرست پر ایمان لانے کے بعد بھری محفل میں اس امر کا یوں انکشاف کیا کہ جب ہمارے دلوں میں اسلام کی حقانیت راسخ ہوگئی تو ہم یہ سوچ کر متردد ہو رہے تھے کہ کس کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کیا جائے تو ایک دن ہم نے غیب سے یہ آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ لوگو! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں سیدھے بغداد مقدس چلے جاؤ اور وہاں شیخ عبد القادر جیلانی کے دستِ حق پرست پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاؤ، ساتھ ہی بڑے واضح انداز سے یہ آواز بھی آئی ”یہی وہ ذاتِ ستودہ صفات ہے جو تمہارے دلوں کو دولت ایمان سے لبریز کر دے گی اور ایسی دولت ایمان کا حصول کہیں اور ممکن نہیں۔

اسی طرح قلائد الجواہر کے اٹھارہویں صفحہ میں ایک انتہائی معمر سنان نامی عیسائی پادری کا واقعہ یوں درج ہے کہ اس نے یہ تہیہ کرلیا تھا کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا جو اس وقت پوری روئے زمین پر سب سے بہتر اور سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہوگا۔ ایسی شخصیت کی تلاش و جستجو میں وقت گزرتا گیا مگر ایک دن اس کا نصیبہ جاگ اٹھا۔ وہ عالمِ رویا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیدار سے باریاب ہوا تو آپ نے فرمایا اے سنان! بغداد مقدس جا اور شیخ عبد القادر جیلانی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کیوں کہ وہ اس وقت اس روئے زمین پر سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، بالآخر ہوا یوں کہ سنان نے خواب

سے بیدار ہو کر بلا تاخیر بغداد مقدس کا سفر کیا اور حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہو کر آپ کے دستِ مبارک پر قبول اسلام کیا اور حاضرینِ محفل کے سامنے من وعن اپنے خواب والا واقعہ سنایا، واضح رہے کہ حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ انتہائی اثر انگیز روحانی وعرفانی مجلس ہوا کرتی تھی، ایسی مجلس جس میں نہ صرف یہ کہ عوام الناس کی حاضری ہوا کرتی تھی بلکہ اس دور کے متبحر علما ومقتدر فقہا اور معزز محدثین کے علاوہ ملائکہ مقربین، اولیا کاملین اور انبیا ومرسلین بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ میرے اس دعوے کی پشت پناہ اخبار الاخیار کی مندرجہ ذیل عبارت ہے جس میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''آپ کی بابرکت مجلس میں جملہ اولیائے کرام، انبیائے عظام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ اور جن وملائکہ حاضر ہوا کرتے تھے، اس پر مستزاد یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ کی تربیت اور آپ کے مواعظِ حسنہ کی تائید وتوثیق کے لیے اپنی تجلیات کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت شیخ علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں ''حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ اجمعین نیز از برائے تربیت وتائید تجلی می فرمودند'' علاوہ ازیں آپ کی اکثر مجلسوں میں بسا اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی جلوہ طراز ہو کر مشائخ کرام سے یوں کہہ کر آپ کی مجالس میں شرکت کی دعوتِ بلیغ دیتے رہے ''جو فلاح وبہبود کا متمنی ہے، اسے چاہیے کہ حضور تاجدارِ ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں اپنی حاضری کو دوامی بنائے۔''

بہجۃ الاسرار شریف کی روایات کے مطابق کئی ایک صاحب کشف بزرگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مع دیگر انبیائے کرام علیہم السلام حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں جلوہ فگن ہوتے مشاہدہ کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں ''میں نے رسول ہاشمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ پاک کو رونق بخشتے دیکھا ہے۔

نہ صرف یہ کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں اپنی تجلیات بکھیریں اور آپ کے مواعظِ حسنہ کی تائید وتوثیق فرمائی بلکہ آپ پر افتخار بھی فرمایا جیسا کہ ''قلائد الجواہر'' کے اندر مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں یادِ خدائے لم یزل میں مستغرق و منہمک بیٹھا ہوا تھا ناگہاں میری تقدیر کی کلیاں کھل اٹھیں اور میں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے اس طرح باریاب ہوا کہ آپ ایک سواری پر جلوہ طراز تھے اور آپ کی دوسری جانب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام بھی رونق افروز تھے، آپ نے از راہِ محبت حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام سے استفسار فرمایا ''اے موسیٰ! کیا آپ کی امت میں میرے عبدالقادر کی طرح بھی کوئی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برجستہ بلا تامل عرض کیا یا حبیب اللہ! نہیں آپ کا عبدالقادر اپنی مثال آپ ہے، پھر اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مجھے خلعت سے نوازا۔

آپ کے درجات ومراتب کا احاطہ کرنا محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے، ایسی شخصیت کی عظمت شان کی تحدید بھلا کیسے کی جا سکتی ہے جس کی مجلس وعظ میں خود سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم اسلام جلوہ ریزی فرمائیں اور اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جن کو لاثانی فرمائیں۔ اس قدر اعلیٰ شان وشوکت کے باوجود آپ کے زہد وتقویٰ اور حزم وورع کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوالفتح ہروی جنھوں نے آپ کی خدمتِ اقدس ایک طویل عرصہ گزارا ان کا قابل صد تحسین وتقلید بیان ہے ''میں نے حضور تاجدارِ ولایت کی بارگاہِ گہر بار میں چالیس سال کی لمبی مدت گزاری میں نے ان سے بڑھ کر کسی اور کو خدا ترس عابد وزاہد نہیں دیکھا، آپ کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ میں نے حضور والا شان کو چالیس سال تک متواتر بلا ناغہ عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے دیکھا، حضور تاجدارِ ولایت کے ذوقِ عبادت کا منفرد واسلوب دیکھنا ہے تو اخبار الاخیار میں مرقوم مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں، حضرت شاہ عبدالحق محدث

دہلوی رقم طراز ہیں کہ حضور تاجدارِ ولایت پندرہ سال تک ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔

آپ کی رفعت ومنزلت سے متعلق آپ کا قول انتہائی درس خیز، سبق آموز اور ایمان افروز ہے، شیخ محمد قائد الاوانی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے حضور تاجدارِ ولایت سے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ سوال کیا کہ حضور! آپ کے رفیع الشان درجات کا سبب خاص کیا ہے؟ آپ نے جو جواب عنایت فرمایا اسے پڑھنے کے بعد اگر اس پر مسلمان صحیح معنوں میں اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو ہزاروں گناہوں سے محفوظ و مامون کر سکتا ہے بلکہ اسے رب کائنات کے حصول قرب ورضا میں بے حد آسانیاں ہو سکتی ہیں۔

حضور تاجدارِ ولایت نے آپ سے پوچھے گئے سوال ''آپ کے رفیع الشان درجات کا سبب خاص کیا ہے؟'' کا جواب چند لفظوں میں یوں مرحمت فرمایا کہ میری عظمت وحشمت کی وجہ خاص صرف اور صرف صدق وصفا ہے۔ آپ نے تشریحاً مزید فرمایا کہ میں نے مکتب میں پڑھنے کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی بھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا۔ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو جھوٹ جیسی متعدی الذنوب پر خطر عادتِ قبیحہ سے یکسر دور ونفور رکھا، حضور تاجدارِ ولایت کا جھوٹ سے اجتناب کا ہی اثر تھا کہ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ ام الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لے کر حصول علم کی غرض جیلان سے بغداد تشریف قافلہ کے ہمراہ چلنے لگے تو سرِ راہ ہمدان کے آگے ڈاکوؤں کے ایک خطرناک گروہ نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ ایسے موقع پر آپ کی راست گوئی سے نہ صرف یہ کہ قافلہ والوں کا لٹا ہوا مال مل گیا بلکہ ڈاکوؤں کے سردار سمیت تمام ڈاکو آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر واصلین باللہ کی نورانی صف میں شامل ہو گئے۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے اس واقعے کے اختتامی بیان میں ڈاکوؤں کے سردار کا جو درس خیز جملہ تحریر فرمایا ہے، وہ قابل سماعت ہونے کے ساتھ ساتھ قابل تقلید وعمل بھی ہے، جب حضور تاجدارِ ولایت نے ڈاکوؤں کے سردار کے سوال پر بلا جھجک چالیس دینار کا پتہ یہ کہتے ہوئے بتایا کہ گھر سے چلتے وقت اپنی مادرِ مشفقہ سے جھوٹ نہ بولنے کا میں نے عہد و پیمان کیا تھا تو ڈاکوؤں کے سردار کے اندر رقت طاری ہو گئی اور نمدیدہ ہو کر بولنے لگا صاحب زادے! تم کس قدر خوش بخت ہو کہ تم نے اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کی اور حیف صد حیف ہم سالہا سال سے اپنے خالقِ حقیقی کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو روز صبح وشام توڑے جا رہے ہیں۔

اس کا احساسِ ندامت اس طرح رنگ لایا کہ رب کائنات نے اسے توفیق بخشی اور وہ اپنے تمام ڈاکوؤں سمیت صدقِ دل سے تائب ہو کر میدانِ تسلیم ورضا کا شہسوار بن گیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جھوٹ ایک انتہائی مذموم گناہِ کبیرہ ہے۔ جھوٹ کی بنیاد پر انسان جہاں کئی ایک گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے وہیں اپنوں اور غیروں کے سامنے بالکلیہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ ایک بار کسی کا جھوٹ اگر ثابت ہو جائے تو پھر وہ ہزاروں بار سچ بولے پھر بھی اسے سچا نہیں مانا جاتا، جہاں قرآنِ مقدس نے جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے وہیں کتبِ احادیث میں جھوٹ بولنے والوں پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں، حتیٰ کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھوٹ اور ایمان کو متضاد ومتباین قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ المصابیح کے اندر حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے:

''عن صفوان بن سليم أنه قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم أيكون المؤمن جبانا ؟ قال نعم . فقيل أيكون المؤمن بخيلا ؟ قال نعم! فقيل أيكون المؤمن كذابا ؟ قال لا . یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استفسار کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن بخیل بھی ہو سکتا ہے، فرمایا ہاں! پھر سوال کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا بھی ہو سکتا ہے، فرمایا نہیں۔''

اس حدیث سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان اور جھوٹ جمع نہیں ہو سکتے، اب اگر بقیہ ص ۱۳ ر پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

حیاتِ حضور صابر پاک کے چند تابندہ نقوش

اسلاف و اخلاف

قطب المشائخ، منبع معرفت، عارف کامل، سلطان اولیا، بانی سلسلہ چشتیہ صابریہ، حضور مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عظیم رتبہ سے سرفراز فرمایا، آپ کے فیض و کرم کا دریا آج بھی جاری و ساری ہے، اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی بارگاہ سے فیض پاتے ہیں، اور کیوں نہ فیض پائیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو اختیارات عطا فرمائے ہیں وہ جس کو چاہیں جو چاہیں عطا کرتے ہیں، کیوں کہ اولیاء اللہ کا اختیار قرآن کریم سے ثابت ہے، جس پر کثیر قرآنی آیات شاہد اور احادیث دال ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں (بلقیس) کے میرے پاس فرماں بردار ہو کر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور جن بولا" میں وہ تخت آپ کی خدمت میں مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کر دوں گا، میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں اس سے جلدی چاہتا ہوں، اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور حاضر کر دوں گا پلک جھپکنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (سورۂ نمل، آیت 38 تا 40)

ان آیات سے اولیائے کرام سے کرامات کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، حضرت علامہ یافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"اولیائے کرام سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے، عقلی طور پر ممکن اس لیے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات میں سے ہے، جیسے انبیائے کرام علیہم السلام سے معجزات ظاہر کر دینا، یہ اہل سنّت کے کامل اولیائے کرام، اصول فقہ کے بڑے بڑے علما، فقہا اور محدثین کا مذہب ہے، مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے، قرآن پاک میں موجود حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ، اصحابِ کہف رضی اللہ عنہم کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ، اور حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔" (صراط الجنان)

ولادت باسعادت

حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ 19 / ربیع الاوّل 592ھ مطابق 19 / فروری 1196ء کو بروز جمعرات بوقت تہجد افغانستان میں پیدا ہوئے، صحیح قول کے مطابق آپ حسنی سید اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت کے قبل خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے "علی" نام رکھنے کا حکم فرمایا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں "احمد" نام رکھنے کا حکم فرمایا، اسی مناسبت سے آپ کا نام نامی اسم گرامی "علی احمد" رکھا گیا۔

آپ کی ولادت کے بعد ایک بزرگ آپ کے والد ماجد سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ "یہ بچہ علاء الدین کہلائے گا، آپ شیخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم، تلمیذ ارشد، حقیقی بھانجے اور داماد اور

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے بانی ہیں، حضور صابر پاک نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی، وہ گھر تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے معطر رہتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبان سے جو پہلا لفظ نکلا وہ ''لا موجود الا اللہ'' تھا، آپ کو بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا بہت شوق تھا، خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں آپ دن بھر میں چھ مرتبہ سجدہ فرمایا کرتے اور آپ کی زبان پر ''لاموجود الا اللہ'' کا ورد جاری رہتا۔ (ملخص: فیضان حضرت صابر پاک)

تعلیم وتربیت

بچپن ہی سے آپ کا تعلیمی سلسلہ شروع ہو گیا تھا، آپ نے ابتدائی تعلیم ہرات (افغانستان) ہی میں حاصل کی، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے والد ماجد کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو آپ کے ماموں جان، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے آئیں، وہاں آپ نے خداداد صلاحیت کی بنا پر صرف تین سال کی قلیل مدت میں کئی علوم ظاہری حاصل کر لیے، جیسا کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: علاء الدین علی احمد صابر (رحمۃ اللہ علیہ) نے تین سال میں عربی وفارسی کی کتب متداولہ، فقہ، حدیث، تفسیر، منطق ومعانی وغیرہا علوم کی تکمیل کی، یہ سب علوم اتنی جلدی حاصل کر لیے کہ کوئی دوسرا بچہ پندرہ سال میں بھی حاصل نہیں کرسکتا تھا، حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنے ماموں جان حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رہے اور آپ کے فیض سے فیضیاب ہوئے اور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے علوم قلب کے وارث قرار پائے، جیسا بابا صاحب خود فرمایا کرتے: میرے سینے کا علم نظام الدین کے پاس ہے اور دل کا علم علاء الدین کے پاس ہے۔

صبر واستقامت

آپ کی والدہ ماجدہ جب آپ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں چھوڑنے کے لیے تشریف لائیں اور جب واپس جانے لگیں، تو اپنے بھائی بابا صاحب سے فرمایا، میرا بیٹا کمزور اور ناتواں ہے، کھانے پینے میں رغوت نہیں رکھتا، آپ اس کا ہر طرح سے خیال رکھیے گا، چنانچہ آپ نے حضرت صابر پاک کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سامنے ہی لنگر تقسیم کرنے کا کام سپرد کر دیا، حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ روزآنہ اشراق کی نماز ادا کرنے کے بعد حجرے سے باہر تشریف لاتے، اور لنگر تقسیم کرنے کے بعد واپس حجرے میں چلے جاتے، پھر شام کو مغرب کی نماز کے بعد حجرے سے باہر تشریف لاتے، لنگر تقسیم کرنے کے بعد واپس حجرے میں چلے جاتے، اس دوران حضور صابر پاک نے لنگر میں سے کبھی کچھ نہیں کھایا، لنگر تقسیم کرتے آپ کو بارہ سال گزر گئے اس دوران آپ نے کچھ تناول نہ فرمایا، صرف جنگل کی جڑی بوٹیوں سے گزارہ کرتے رہے۔

جس کی وجہ سے آپ نہایت کمزور اور لاغر ہو گئے تھے، آپ کی حالت دیکھ کر ایک مرتبہ بابا صاحب نے آپ سے پوچھا کہ: آپ کھانا تقسیم کر کے خود بھی کچھ کھاتے ہیں یا نہیں؟ تو حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: حضور: آپ نے کھانا تقسیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا لیکن کھانے کی اجازت نہیں دی، اور مجھ میں اتنی جرات کہاں کہ آپ کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی کھاسکوں، یہ جواب سن کر حضور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے کمال صبر پر بہت خوش ہوئے اور سینے سے لگا کر صابر کا لقب عنایت فرمایا۔ (فیضان حضور صابر پاک، سیرت حضرت علی احمد صابر کلیری)

اجازت وخلافت

آپ کی اجازت وخلافت کا واقعہ بہت مشہور ہے، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے: حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان المبارک میں بعد نماز تہجد کچھ دیر کے لیے آرام فرما ہوئے تو آپ کی آنکھ لگ گئی، آپ نے دیکھا کہ ایک ایسے مقام پر جمع ہیں کہ جہاں ہر طرف نور ہی نور ہے۔ ایک عالی شان دربار سجا ہے کہ جہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام اکابرین حسب مراتب اپنی اپنی نشستوں پر موجود ہیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا:

''مخدوم علی احمد صابر کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش

اسلاف واخلاف

کیجئے، آپ نے حسب ارشاد حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا، آپ نے حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر سیدھے کندھے کی جانب بوسہ دیا اور فرمایا ''ھٰذا ولی اللّٰہ'' اس کے بعد وہاں موجود تمام بزرگوں اور ملائکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اسی مقام پر بوسہ دیا اور یہ کہا ''ھٰذا ولی اللّٰہ'' پھر ہر طرف سے مبارک باد کا سلسلہ شروع ہو گیا، اسی مبارک کی صداؤں میں حضرت کی آنکھ کھل گئی۔''

دوسرے دن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالی شان محفل کا انعقاد فرمایا جس میں حضرت ابوالحسن شاذلی، شیخ حمید الدین ناگوری، شاہ منور علی الہ آبادی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ ابو القاسم گرگانی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ بڑے بڑے علما و اولیا شریک ہوئے، ان تمام کی موجودگی میں حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خواب بیان فرمایا، جسے سنتے ہی وہاں موجود تمام بزرگوں نے یکے بعد دیگرے آپ کی مہر ولایت کو بوسہ دیا اور ''ھٰذا وَلِیُّ اللّٰہ'' کہ کر مبارک باد دی، اس کے بعد حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت عطا فرما کر اپنے دست مبارک سے اپنی ٹوپی پہنائی اور سبز عمامے سے آپ کی دستار بندی فرمائی اور پھر علاقہ کلیر کی ولایت آپ کو عطا فرمائی۔ (فیضان حضور صابر پاک)

کلیر تشریف آوری

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز فرما کر کلیر کی جانب روانہ کر دیا، چلتے وقت آپنے بابا صاحب نے آپ کو نصیحت کی فرمائی اور ارشاد فرمایا: زندگی راحت سے گزرے گی، پس آخری عمر تک آپ کی زندگی راحت و چین سے گزری اور آپ بڑے خوشباش اور کشادہ پیشانی تھے۔

عبادت وریاضت

حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھ سال کی عمر سے باقاعدہ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنی شروع کر دی تھی اور کہا جاتا ہے کہ ساتواں سال شروع ہونے پر آپ نے پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی، دن میں ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، بلکہ نماز تہجد کے بعد اکثر آپ کے حجرے سے ذکر اللہ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور آپ کا لباس کرتا، تہبند اور عمامہ شریف پر مشتمل ہوا کرتا۔

حضرت علاء الدین علی احمد صابر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب ایک سال ہوئی تو ایک دن دودھ نوش فرماتے جبکہ دوسرے دن دودھ نہ پیتے، جب آپ دو سال کے ہوئے تو ایک دن دودھ پینے کے بعد دو دن تک دودھ نوش نہ فرماتے۔ آپ کا چھوٹی عمر سے ہی روزہ رکھنے کا معمول تھا اور مسلسل روزہ رکھنے کی یہ عادت آپ کی آخری عمر تک جاری رہی۔

وصال پر ملال

آپ کا وصال 13 ربیع الاول 690ھ مطابق 1291ء کو ہوا، آپ کا مزار پر انوار کلیر شریف ضلع سہارنپور (ہند) میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے مالا مال فرمائے اور آپ کے معاملات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۷۳ کا بقیہ..........

حذیفہ نے عرض کیا کہ اگر مجھے وہ لوگ مل جائیں تو میں کیا کروں؟ فرمایا تو ایسے وقت میں سچے امیر کارواں کی سن اور اسی کی مان اگرچہ وہ تقاضائے شریعت کی بنیاد پر تجھے پیٹ دے یا تیرا مال لے لے مگر تو اسی کی سن اور اسی کی مان۔"

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بہکے ہوئے کو اپنا آئیڈیل نہیں بنانا ہے اور نا ہی ان سے رشتہ رکھنا ہے، اللہ پاک ہم کو اچھوں کی صحبت میں رکھے اور اچھوں کے ساتھ ہی اٹھائے، توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین۔

◆◆◆

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد کو بچائیں

احوال وطن

مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن علیہ الرحمہ رئیس اعظم اڑیسہ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ حبیبیہ الہ آباد اس وقت بے حد نازک موڑ پر کھڑا ہے، ذرا سی تاخیر یا سستی ہوئی تو ڈیڑھ بیگھہ زمین پر پھیلی ہوئی تین منزل کی پر شکوہ عمارت بلڈوز کر دی جائے گی اور یہ انہدام صرف جامعہ حبیبیہ ہی کا نہیں بل کہ ملت کے اس حوصلے کا بھی ہوگا جو ناموافق حالات کے باوجود بھی کمزور نہیں پڑا ہے، اگر ایسا ہو گیا تو پھر کسی بھی شہر کا کوئی ادارہ محفوظ نہ رہ سکے گا، ذرا سے شک وشبہ/کسی ملازم پر کسی غیر قانونی الزام یا کسی تکنیکی کمی کا سہارا لے کر مدرسوں کو بلڈوز کرنے راستہ کھل جائے گا جسے روک پانا کسی کے لیے آسان نہ ہوگا، اصل قضیہ کیا ہے؟ اٹھائیس اگست کو جامعہ حبیبیہ الہ آباد (موجودہ پریاگ راج) میں پولیس کی ریڈ پڑتی ہے، پولیس بریفنگ کے مطابق وہاں ایک کمرے سے کچھ نقلی نوٹ، ہائی کوالٹی اسکینر اور نوٹ چھاپنے کا دیگر ساز وسامان برآمد ہوا، اس کیس میں کل چار لوگ گرفتار ہوئے جس میں ادارے کے پرنسپل مولانا تفسیر العارفین بھی شامل بتائے گیے ہیں۔

تفسیر العارفین، جماعت کے جید عالم دین، ماہر لفت لسان علامہ عاشق الرحمن حبیبی علیہ الرحمہ کے فرزند ہیں، مجاہد ملت کے بعد اس ادارے کے روح رواں علامہ عاشق الرحمن حبیبی ہی رہے ہیں، تفسیر العارفین کی گرفتاری اور ان کے اس کام میں ملوث ہونے کی خبر نے سبھی کو حیرت میں ڈال دیا۔ کیوں کہ کسی کو ایسی امید نہیں ہے کہ اتنے قدیم، مالی طور پر مستحکم ادارے کا پرنسپل اور ایک عظیم باپ کا بیٹا ایسے کام میں ملوث ہو سکتا ہے؟

خیر اب یہ عقدہ تو کورٹ ہی میں کھلے گا کہ الزامات سچے ہیں یا وہ کسی کی سازش کا شکار ہوئے ہیں، اصل معاملہ ادارے کی بقا کا ہے، اگر پرنسپل پر لگائے ہوئے الزامات ثابت ہو جائیں تو ان پر یا دیگر ملزمین پر قانونی کاروائی سے کسی انصاف پسند شہری کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو دھڑ کا اس بات کا تھا کہ کہیں گھما پھرا کر مدرسہ کو بند کرنے یا نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے، خدشہ یقین میں بدل گیا ہے، پولیس کی تلاشی میں مہاراشٹر کے سابق انسپکٹر جنرل آف پولیس ایس ایم مشرف کی تصنیف کردہ کتاب " آر ایس ایس ملک کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم" دستیاب ہوئی، اس کتاب کو بنیاد بنا کر اب یہ تھیوری چلائی جا رہی ہے کہ مدرسے میں آر ایس ایس کے خلاف طلبہ کی برین واشنگ کی جاتی ہے۔

کتاب کے عنوان اور نقلی نوٹوں کی برآمدگی کو آپس میں جوڑ کر دہشت گردی سے ربط ہونے کے شوشے چھوڑے جا رہے ہیں، یہ ساری باتیں ادارے کو بدنام کرنے یا نقصان پہنچانے کی بے جا کوشش معلوم ہوتی ہیں کیوں کہ مذکورہ کتاب کسی گمنام مصنف کی نہیں بل کہ انڈین پولیس سروس کے ایک ذمہ دار افسر کی لکھی ہوئی ہے، ایس ایم مشرف مہاراشٹر کیڈر کے ذمہ دار اور کامیاب پولیس افسر رہے ہیں، انسپکٹر جنرل آف پولیس جیسے بڑے عہدے سے رٹائر ہوئے ہیں، اپنی خدمات پر صدر جمہوریہ جیسا سب سے بڑا اوارڈ حاصل کر چکے ہیں، آندھرا پردیش کا مشہور تیلگی اسٹامپ کرپشن کیس انہوں نے ہی بے نقاب کیا تھا، یہ کتاب ہندی، اردو انگریزی اور مراٹھی زبان میں دستیاب ہے، کئی سالوں سے کھلے عام چھپ رہی ہے۔

مشہور تجارتی سائٹ ایمزون پر ابھی بھی یہ کتاب برائے فروخت موجود ہے، کسی ادارے یا استاذ کے پاس مذکورہ کتاب ملنے پر ہنگامہ سمجھ سے باہر ہے، جو کتاب لگاتار مختلف زبانوں میں پبلش ہو رہی ہے، کمرشل سائٹوں پر بک رہی ہے وہی کتاب

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

کسی مدرسے میں پائی جائے تو برین واشنگ کا الزام کیوں؟ کیا اس کتاب پر حکومت نے پابندی لگائی ہے، یا اس کتاب کا پڑھنا غیر قانونی ہے؟ اگر کتاب غیر قانونی ہے تو پہلے مصنف کتاب اور پبلشر پر قانونی کارروائی کرنا چاہیے نہ کہ پڑھنے والے پر! ایک طرف تحقیقاتی ایجنسیاں نت نئی تھیوریاں نکال رہی ہیں تو دوسری جانب پریاگ راج اتھارٹی نے مدرسہ کا نقشہ پاس نہ ہونے کو بنیاد بناتے ہوئے ادارے کو سیل کرکے وجہ بتاؤ نوٹس جاری کیا ہے، اردگرد کی غیر مسلم آبادی اور میڈیائی ٹرائل میں مسلسل مدرسے کو گرانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

جس طرح ادارے کے خلاف میڈیا ٹرائل کیا جارہا ہے اس سے ادارے کی سلامتی کے متعلق خدشات بڑھتے جارہے ہیں، کچھ تو کریں! جامعہ حبیبیہ، الہ آباد کے پاش علاقے میں تقریباً ڈیڑھ بیگھہ اراضی پر قائم ہے، جس میں چالیس کمرے، دو بڑے بڑے ہال، بیس حمام خانے، ایک مسجد اور پارکنگ بھی بنی ہوئی ہے، زمین کی موجودہ مالیت تقریباً سو کروڑ سے زائد ہے، یہاں قریب سو سے زائد بیرونی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، محض نقشہ نہ ہونے یا کسی استاذ کے غیر قانونی کام میں ملوث ہونے کے الزام پر اتنے بڑے تعلیمی ادارے کو بند کرنا یا اسے گرانا چھوٹا یا نظر انداز کرنے والا معاملہ نہیں ہے، جماعت کے اکابر علما/ مشائخ اور ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ جامعہ حبیبیہ کو بچانے کے لیے مؤثر کردار ادا کریں۔

اس ضمن میں کچھ کام یہ بھی ہوسکتے ہیں: اوّلاً وہاں کی انتظامیہ کمیٹی سے ملاقات کی جائے، انہیں تسلی دے کر ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا جائے، سنجیدہ اور ماہر افراد کو ساتھ لے کر پریس کانفرنس کی جائے تاکہ غلط افواہوں پر لگام لگ سکے، قانونی کارروائی کے لیے اچھے وکلا کی خدمات حاصل کی جائیں اور فوری طور پر ہائی کورٹ یا ضروری سمجھیں تو سپریم کورٹ میں ممکنہ بلڈوزر ایکشن کے خلاف رٹ داخل کی جائے، سیاسی مورچے پر اپوزیشن رہنماؤں/ ارباب حکومت سے ملاقات کریں۔ حقائق پیش کریں، خاطیوں کی بنا پر ادارے کو نقصان سے بچانے کی اپیل کریں، اخلاقی دباؤ ڈالیں۔ ہرگز نہ بھولیں: جامعہ حبیبیہ اس مجاہد ملت کی یادگار ہے جنہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے نہ جانے کتنے اداروں/ تنظیموں اور افراد کی کفالت کی ہے۔

یہ اس عظیم ہستی کی نشانی ہے جس نے ملت کی خاطر رئیس اعظم ہوکر بھی فقیروں جیسی زندگی گزاری، جس نے اداروں کی بقا/ تنظیموں کے تحفظ اور ملی مفاد کے لیے سالہا سال جیلوں کی قید اور تکلیفوں کو برداشت کیا، جس مرد قلندر نے اپنا وقت، پیسہ، جائداد اور پوری زندگی ملت پر نچھاور کردی۔ آج اسی مرد مجاہد کا قائم کردہ ادارہ نشانے پر ہے، خدارا اس کی حفاظت کریں! مصلحت اور صرف نظر کی کیفیت سے باہر نکلیں اور ادارے کو بچانے کے لیے اپنے سیاسی/ مذہبی رسوخ کا استعمال کریں۔ اٹھیں اس سے پہلے کہ اٹھنے کی طاقت بھی نہ رہے! اگر آج اس عظیم ہستی کی یادگار کو نہ بچایا جاسکا تو سب اپنے اپنے آشیانوں کی خیر منائیں، ایک کے بعد ایک سب کا نمبر آئے گا اور کوئی کچھ نہ کرسکے گا۔ جلتے گھر کو دیکھنے والو، پھونس کا چھپر آپ کا ہے آگے پیچھے تیز ہوا ہے، آگے مقدر آپ کا ہے۔

◆◆◆

ص ۹۴ رکا بقیہ..

عین ممکن ہے کہ شہ پارے عطا کرتے مزید
قدر افزائی یہاں ہوتی اگر شایانِ شان

مسندِ تحقیق یا تقریبِ سیمینار ہو
وہ نمایاں ہی نظر آتے تھے سب کے درمیان

خالی خالی لگ رہا ہے حلقہ اربابِ ذوق
ہوگئے ارشاد ساحل خلد کے اب میہمان

کون ہے ناقدریِ اہلِ قلم کا ذمہ دار
فیصلہ اس کا کریں اے علم وفن کے صاحبان

میں نے دیکھا ہے اکابر کا ادب کرتے ہوئے
اور چھوٹوں پر نظر آئے شفیق ومہربان

بارگاہِ رب میں گوہر کر رہا ہے یہ دعا
قبرِ ساحل پر ہو ہر دم رحمتوں کا سائبان

از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

اتر پردیش میں مدارس پر افتاد! کچھ تلخ حقائق

احوال وطن

ریاست اتر پردیش میں قریب ڈیڑھ ماہ قبل مدارس اسلامیہ کے وجود اور تشخص پر اس وقت خطرات کے بادل منڈلانے لگے جب الہ آباد ہائی کورٹ نے ایک جھٹکے میں یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004ء کو کالعدم قرار دے دیا اور یہ کام جس دل چسپی سے کیا گیا اس سے ایسا لگ رہا تھا کہ دوسروں کو ہمارے اداروں کی بڑی فکر لاحق ہے، وہ تو خیر ہوئی کہ ملک کے سپریم کورٹ نے کہا کہ یہ جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ ہے فریقین کے دلائل پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ اور ریاستی حکومت کو مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم پر اعتراض ہے، ان کا کہنا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے تعلیم کا معیار برقرار نہیں رکھا اور طلبہ کے لیے جو چیزیں ناگزیر تھیں وہ پورے طور پر دستیاب نہیں کرائی گئیں، سرکاری گرانڈ لے کر مذہبی تعلیم دی جاتی ہے جو سیکولرزم کے اصولوں کے خلاف ہے، پھر مدارس اسلامیہ وافر مقدار میں طلبہ کو بنیادی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں جو کہ ان کا بنیادی حق ہے، واضح رہے کہ بنیادی تعلیم سے مراد اسکول و کالجز کی ہائی اسکول و انٹر وغیرہ کی تعلیم ہے، ہائی کورٹ کے اس فیصلے سے چوں کہ سرکار سے منظور شدہ ایڈید مدارس متأثر ہوتے اور جن اساتذہ کو ماہانہ وظیفے بورڈ سے ملتے تھے وہ بند ہونے والے تھے، اس لیے ہمارے علما بھی دو فریقوں میں منقسم ہو گئے، ایک وہ جو حکومت سے وظیفہ پاتے ہیں انھوں نے مدارس کے کھلنے کی دن رات دعائیں کیں اور ان کے تحفظ و بقا کے لیے بہت جد جہد بھی کی، دوسرے وہ جو ابھی تک ایڈیڈ نہ ہوئے یا ہونے والے تھے، کسی سبب نہ ہو سکے یا تقرری میں متعینہ رقوم فراہم نہ ہونے کے باعث مقرر نہ ہو سکے تو انھیں کچھ قلبی تسکین بھی ہوئی، انھوں نے اپنی بھڑاس نکالنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور انھوں اس کہاوت کہ "شادی کا لڈو جو کھائے سو پچھتائے اور جو نہ کھائے سو پچھتائے" پر عمل کیا کہ خود حکومتی تقرری چاہتے تھے جب نہ لگے تو ان میں ہزار خامیاں نکالنے لگے۔

خیر! چند مخلص احباب کی انتھک کوششوں کے بعد محنت رنگ لائی اور فی الحال کچھ وقت کے لیے ہائی کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد پر روک لگی ہوئی ہے، مدارس اسلامیہ پر حکومت ہند اور عدلیہ کو تو اعتراض ہے ہی، عوام الناس بھی اس بابت بہت شکوہ بلب ہے، یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ آنے پر بھی ہندوستان کی مسلم عوام بالکل خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی بلکہ بعض نے تو اس پر کھل کر اہل مدارس کو تنقید کا نشانہ بنایا اور نازیبا تنقیدی تسلسل سوشل میڈیا کی زینت بنا رہا، اس بابت سبھی کے شکوے اور اعتراضات کچھ اس طرح تھے:

کوئی کہتا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے اپنا حق ادا نہیں کیا، یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ اپنا کام ذمہ داری سے ادا نہیں کرتے، اخلاقی پستی ان میں پائی جاتی ہے جس کا نظارہ سیکنڈری ہائر سیکنڈری کے امتحانات میں خوب دیکھنے کو ملتا ہے جو طلبہ پڑھ لکھ کر قوم کے مستقبل سنوار والے تھے اور دین کے سچے مبلغ اور ترجمان بننے والے تھے، ان کی بے راہ روی دیکھ کر نہیں لگتا کہ مستقبل قریب میں یہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ انجام دے پائیں گے، بلکہ ان کی بدتمیزیوں کو دیکھ اسکول و کالجز کے ٹیچرس حضرات بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ ایسے ہوتے ہیں مدرسوں میں پڑھنے والے اور کیا پڑھاتے ہیں یہ مدارس؟ وضع قطع غیر اسلامی، لباس زرق برق، گیسو دراز وغیرہ بے شمار اخلاقی انحطاط اور پستیاں پائی جاتی ہیں جس کا مطلب ہے کہ مدارس نے اپنا حق ادا نہیں کیا۔

فارغ التحصیل لب کشائی کرتے ہیں کہ انھیں ایسی تعلیم نہیں

*مضمون نگار دار العلوم گلشن مصطفی بہادر گنج مراد آباد کے پرنسپل ہیں۔

دی جاتی جس سے وہ خود کفیل ہوسکیں بلکہ وہ بعد فراغت روزگار کے لیے سرگرداں رہتے ہیں اور صرف امامت وخطابت یا تدریس کے سوا کچھ نہیں کرسکتے، اتنی عمر بھی باقی نہیں رہتی کہ اب کچھ اور سیکھ سکیں، ایک معیاری اور روایتی عالم دین بشمول حفظ و دینیات قریب پندرہ سال میں بنتا ہے، اس کے بعد بھی اسے معاشی تنگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔

منتظمین چاہتے ہیں کہ ان کے ادارے کا معیار بلند ہو لیکن اساتذہ خود کفیل ہو جائیں یہ کبھی نہیں چاہتے، جتنا ان کی خود کی اولاد اپنی ذات پر خرچ کر دیتی ہے اتنا وہ مدرس کو بمشکل دے پاتے ہیں، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ ترقی کا کریڈٹ اساتذہ کو دینے کے بجائے برملا خود لیتے ہیں، شاید ان میں شخصیت سازی کا ہنر نہیں یا کام کرانے کا طریقہ نہیں، جب کہ حافظ ملت فرماتے ہیں کہ جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا، اس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ ذمہ دار کو کھل کر کام کرنے کی اجازت ہو، اساتذہ کی تنخواہوں میں مناسب اضافے ہوں اور وقت پر ان کی تنخواہیں ادا کر دی جائیں جب وہ اندر سے خوش ہوں گے تو زیادہ اچھا کام کرسکتے ہیں، پھر اشتہار دیتے وقت یہ شرط لگانے کی چنداں حاجت نہیں کہ مدرس اپنے ساتھ اتنے بچے لائے کیوں کہ جب وہ محنت سے کام کرے گا تو بچوں کا سیلاب تو خود ہی امنڈ پڑے گا۔

قوم کا کہنا ہے کہ مدرسے کھانے کمانے کا ذریعہ ہیں، یہ بات اس لیے سامنے آئی کہ بعض اہل مدارس نے مدارس کے لیے قوم سے چندہ تو وصول کیا لیکن تعلیم پر اسے صرف نہیں کیا یا برائے نام صرف کیا، تعلیمی اصلاحات نہیں کیں مثلاً چار مدرس کی ضرورت تھی دو سے کام چلانے کی کوشش کی، اہل مساجد نے ظلم کا پہاڑ ہی توڑ دیا، 50 رفیصد مسجدوں میں بچوں کو امام سے ہی پڑھواتے ہیں لیکن ماہانہ وظیفہ نامناسب ہی رہتا ہے، بعض سفیروں نے تو چندے کو دھندا بنا لیا جب ان کی قلعی کھل گئی تو اس سے اچھے لوگوں کو بھی پریشانیوں کا سامنا ہوا کہ قوم اچھے برے سبھی کو ایک ہی صف میں شمار کرنے لگی۔

مدارس کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

۱ وہ مدارس جو مساجد سے متصل ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ تر دینیات مثلاً قاعدہ یا چند سورتوں کو حفظ کرا دیا جاتا ہے بعض جگہ ان کا لیول مکتب سے اٹھ کر دار العلوم تک ہوتا ہے یعنی اس میں حفظ وغیرہ کی درسگاہ بھی ہوتی ہے۔

۲ وہ مدارس جو مساجد سے متصل تو نہیں ہوتے لیکن ان میں شعبۂ حفظ یا درس نظامی کی دو چار جماعتوں کی تعلیم کا بندوبست ہوتا ہے، عموماً ایسے ادارے زیادہ تر شخصی ہوتے ہیں۔

۳ وہ مدارس جو فضیلت و تخصص تک کی معیاری تعلیم کا معقول بندوبست رکھتے ہیں اور ان میں زیادہ تر کو حکومت سے مراعات حاصل ہوتی ہیں۔

مدارس کو لے کر مختلف سوالات لوگوں کے ذہن میں گردش کرنے لگتے ہیں، اساتذۂ مدارس کی اس بابت یہ رائے سامنے آتی ہے کہ اہل مدارس جو ماہانہ وظیفہ مدرسین کو دیتے ہیں وہ ناکافی ہے، عام طور سے تنخواہیں جو دی جاتی ہیں وہ ۸ رہزار سے ۱۵ رہزار کے درمیان ہوتی ہیں، وہ بھی وقت پر نہیں، جب کہ ایک ان پڑھ مزدور کی آمد ۶۰۰ روپے روزانہ کے حساب سے ۱۸۰۰۰ رہزار روپے ماہانہ ہو جاتی ہے، اس کا مطلب ہے ایک عالم دین کا مقام دنیوی لحاظ سے ایک مزدور سے بھی نیچے ہے، ائمہ مدارس کو تو اس پر مزید یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ مزدور صرف پانچ گھنٹے کام کرتا ہے اور ہمیں ۲۴ رگھنٹے کی ڈیوٹی کرنی پڑتی ہے۔

تنخواہیں ایسی ہوں کہ اساتذہ اپنا روزانہ کا ضروری خرچ بھی نکال سکیں اور کچھ بچت بھی ہوسکیں، اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم بھی دلا سکیں نہ یہ کہ انھیں صرف جینے لائق تنخواہ دی جائے، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ یہ بھی وقت پر نہیں، حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہی مشن تھا کہ اپنا اتنا بڑا دین کا قلعہ تیار کر دیا کہ ان سے اسٹاف ناخوش نہیں ہوتا تھا، جب اسٹاف رضامند ہوتا ہے تو خود ہی کام پر زیادہ توجہ دیتا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رائے نامناسب ہے کہ مدرسین صرف تنخواہ پر اعتماد نہ کریں بلکہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرلیں یا کوئی ہنر سیکھ لیں کیوں

کہ یہ اس وقت تو متصور ہو سکتا ہے جب پانچ گھنٹے پڑھا کر وہ فری رہ سکتے ہوں لیکن اگر اساتذہ کے ذمہ خارجی اوقات کی دیکھ ریکھ ہو اور وہ طلبہ پر نگراں مقرر ہوں تو اس وقت اس کا خیال بھی محال ہے یعنی ان کے لیے اتنا وقت باقی ہی نہیں رہتا کہ وہ کوئی کاروبار کر سکیں، مزید یہ تصور ائمہ مدارس کے لیے تو قطعاً نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے عوام کالانعام کو کسی بھی وقت کوئی بھی کام پڑ سکتا ہے، اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ امیر لوگ فی زمانہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینے سے گریز کر رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ علما اور دین کے رہبر خود کفیل نہیں بہتیروں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ہمارا بچہ کیا کھائے گا اتنی قلیل ماہانہ سیلری میں۔

قارئین کرام! اگر آپ تقویٰ و پرہیزگاری اور زہد و اتقا کی مشاورت کرنا چاہ رہے ہوں اور یہ سمجھانا چاہ رہے ہوں کہ پیسے کی طرف نظر رکھنا نہیں چاہیے، تو یہ واضح رہے کہ مال و دولت کی کثرت تقویٰ میں قطعاً مخل نہیں کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ کے پیکر نہیں تھے اور ان جیسا امیر آج تک پیدا نہیں ہوا بلکہ بسا اوقات غریبی اور مال و دولت کی قلت کفر و ارتداد کے دامن تک کھینچ لے جاتی ہے، ناشکری کا احتمال قوی ہوتا ہے علما کی بات کو لوگ زیادہ اہمیت اس دور میں اس لیے بھی نہیں دیتے کہ دنیا والوں کے نزدیک عزت کا معیار مال و دولت ہے۔

مدارس اسلامیہ پر افتاد کی ایک وجہ یہ بھی ہے جس کی ماسبق میں ہم نے وضاحت کی کہ جب ناظم اعلیٰ منتظمین ادارہ اساتذہ کی طرف سے تنگ نظری رکھیں گے تو اس کے نتائج یہی برآمد ہو سکتے ہیں کہ ان کے دل کی آہ جب عرش سے ٹکرائے گی تو اس کا فیصلہ من جانب اللہ ہوگا، مدارس اسلامیہ پر افتاد کی دوسری وجہ عوام کا ان سے کنارہ کش ہو جانا ہے اور دین کی ہمدردی نہ ہونا ہے یا دینی ماحول سے دوری ہے۔

عوام الناس کا اس بابت حال یہ ہے کہ اپنے بچوں کو تین اجزا میں تقسیم کرتے ہیں ان میں ہوش مند ذہین و فطین کو انگلش میڈیم اور اسکول و کالجز میں بھیجتے ہیں جب کہ غبی و شرارتی کو مدرسے کے حوالے کرتے ہیں جس سے ان میں راہ فرار اختیار کرنے کی وارداتیں زیادہ رونما ہوتی ہیں، پھر ان کا ٹارگیٹ حصول تعلیمی دینی سے اس قدر ہوتا ہے کہ بچہ قرآن پاک پڑھنا سیکھ جائے یا بس حافظ قرآن ہو جائے یا اس سے بڑھ کر وہ عالم و مفتی بن جائے، جب کہ حالات حاضرہ کے مطابق عصری علوم و فنون کی تحصیل اور علم دین کی حصول یابی پر کامل توجہ اور زور ہونا چاہیے جو مکتب مساجد سے ملحق و متصل ہوتے ہیں ان کے حالات تو بہت ناگفتہ بہ ہیں۔

اکثر کا حال یہ کہ ۷۰/ سے ۸۰/ طلبہ و طالبات کے لیے بس ایک استاد متعین وہ بھی پیشگی امامت کے فرائض کی انجام دہی والا، وہ بھی صرف دو گھنٹے کہ انھیں اسکول کے لیے بھی وقت پر فارغ کرنا ہے، اس پر غور کریں یہاں سارا جرم ائمہ کا ٹھہرا دیا جاتا ہے جب کہ ان کا کوئی قصور نہیں کہ ایک دو گھنٹے میں ستر اسی بچوں کو کیسے ڈیل کیا جا سکتا ہے جب کہ انھیں طلبہ کی اسی تعداد کو کور کرنے کے لیے اداروں میں سات سے آٹھ اساتذہ رکھے جاتے ہیں اور ان کے کلاس دینے کا وقت بھی قریب پانچ گھنٹے ہوتا ہے امام پر میلاد وغیرہ کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے جس سے بعد فجر انھیں آرام کی ضرورت ہو سکتی ہے اس لیے تعلیم و تعلم کے لیے مستقل استاد ہونا چاہیے، مکاتب کا یہ سسٹم سینکڑوں سالوں سے چلا آ رہا ہے کوئی اس میں تبدیلی کرنے کو تیار نہیں۔

اس بابت مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے یہاں مدارس کو مضبوط کریں مکاتب کا لیول اونچا کریں اور ان میں چند اساتذہ کی بحالی کر کے ہندی، انگلش حساب و سائنس کی ضروری تعلیم کا بندوبست کریں اور اسکول و کالجز سے اجتناب کریں کہ ویسے بھی یہ اسلامی تعلیمات، تہذیب و کلچر سے کوسوں دور ہیں، طالبات کے ارتداد کی وارداتیں بھی بیشتر انھیں کی دی ہوئی تہذیب و تمدن کا نتیجہ ہے، چھٹی کا وقت سات آٹھ بجے سے ہٹا کر بارہ یا ایک بجے کا رکھیں اس سے بے شمار مسائل کا حل نکل سکتا ہے مثلاً مسلم طالبات کو حجاب کے مسائل سے نبرد آزما نہیں ہونا پڑے گا۔ مسلمانوں میں جو اخلاقی انحطاط اور پستی پائی جا رہی ہے وہ دور ہوگی یونہی تعلیم کا فیصد بھی بڑھے گا تعلیم کے میدان میں ترقی ہوگی آج مسلمانوں کے پاس ان کے اپنے ذاتی تعلیمی ادارے بہت کم ہیں۔ انھیں

میرج ہال بنانے کا شوق تو بہت ہوتا ہے لیکن ایک دو معیاری تعلیمی ادارہ نہیں کھول سکتے اسی وجہ سے مسلمانوں میں تعلیمی شرح فیصد بہت کم ہے اور دین سے بیزاری ہے اور یہ دوری ہی مدارس پر افتاد کی باعث ہے کہ انھیں اصل دینی تعلیم کی جان کاری ہی نہیں تو اس کا درد کیا معلوم ہوگا۔

مدارس اسلامیہ پر افتاد کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جب سے اداروں کو ایڈ کرانے کا عمل شروع ہوا جب سے تعلیمی نظام بھی کمزور ہو گیا مزید جو ادارے رشوت کے لین دین کو حرام ٹھہراتے تھے جہاں اس کا سبق پڑھایا جاتا تھا وہیں سے رشوت کا بازار گرم ہوا جہلا دیدہ و دانستہ موٹی موٹی رقوم اساتذہ کی بھرتی کے نام پر وصول کرنے لگے، چوں کہ ادارے کی کمیٹی عموما جہالت کا پلندہ ہوتی ہے، وہ دنیادار ہوتے ہیں انھیں اس سے کیا سروکار کہ حکم شرع اس بابت کیا ہے؟ وہ تو پان چبانے والے گٹکھا اور سگریٹ پینے والے ہیں ایڈ مدارس کو انھوں نے تجارت کے نظریہ سے دیکھا اور ہر ایک استاد کے رکھے جانے پر باقاعدہ بولیاں لگائی گئی یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے اس موقع پر یہ منطق چلائی جاتی ہے کہ ادارے کے تعمیراتی کام کے لیے انھوں نے رسید بنوائی ہے ادنی سی عقل رکھنے والا بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ رشوت کے سوا کچھ نہیں اگر واقعی یہ ادارے کی امداد تھی تو بحیثیت استاد مقرر ہونے سے قبل کبھی کیوں دو چار ہزار کی امداد نہیں کی کہ اب تیس چالیس لاکھ کی امداد کر ڈالی یا بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری کیوں نہ رہا؟ دماغ کی بتی اس وقت گل ہو جاتی ہے جب بعض علما بھی اسی روش پر چل پڑے کہ جہال مکار عیار ناظموں، مہتمموں نے ایسا کیا تو یہ بھی کرنے لگے، انھوں نے رشوت مانگی انھوں نے فجاۃ دے دی، جب الہ آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ مدارس کے بابت ایکٹ 2004 کی منسوخی کا آیا تھا تو ایسے لوگوں کی نیند اڑ گئی تھی۔

ایسے مواقع پر کسی کو بھی سوائے کاغذاتی کاروائی کے خرچ کے ایک روپیہ بھی دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر اس میں اقربا پروری بھی زوروں پر ہوئی، مستحقین کو نظر انداز کیا گیا جس نے موٹی رقم منہ پر ماری اس کا تقرر کیا گیا یا مستحق کا نام ہٹا کر اپنے ہی کسی نااہل کا تقرر کیا گیا، اتر پردیش کے وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ کے ایک بیان کی اخبار میں سرخی اس انداز سے لگی ہوئی تھی "کہ لوگ بیٹی کو جہیز میں اور بہو کو منہ دکھائی میں دیتے تھے نوکری! یہ بات کافی حد تک درست ہے، نیز جو پہلی فارسی تک نہیں پڑھا سکتے موٹی رشوت دے کر 60–70 ہزار کی نوکری پا رہے ہیں اور جو کامل استعداد رکھتے ہیں وہ دس ہزار پر قناعت کیے ہوئے ہیں یہ بھی ہماری قوم کا علما پر ظلم ہو رہا ہے۔

مدارس پر افتاد کی چوتھی وجہ حکومت کی مار ہے۔ وہ جانتی ہے کہ دین کی خالص سمجھ رکھنے والے یہی مدارس سے پڑھنے والے علما فضلا ہوتے ہیں ورنہ عوام کالانعام کو تو دین کی کوئی سمجھ نہیں اور اگر تھوڑی بہت ہوتی بھی ہے تو دین سے ہمدردی قطعا نہیں ہوتی، اس لیے آئے دن ایسے قوانین بنتے رہتے ہیں جس سے مدارس کے چلنے میں صعوبتیں پیدا ہوں۔

اب تک ہم نے وہ باتیں ذکر کیں جو آئے دن لوگوں کی زبانوں پر رہتی ہیں اور سب صداقت پر مبنی ہیں اگرچہ آپ کو اتفاق نہ ہو، اب ایک ماہ قبل دیے گئے الہ باد ہائی کورٹ کے فیصلے کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معلوم کرنی کی سعی کرتے ہیں کہ مدرسہ تعلیمی ایکٹ 2004 کی منسوخی کے پیچھے کیا منصوبے کار فرما تھے۔

الہ آباد ہائی کورٹ نے یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004ء کو یہ کہ کر منسوخ کر دیا کہ یہ سیکولرزم کے اصولوں کے خلاف ہے اور یوپی حکومت کو ہدایات جاری کی کہ وہ مدارس میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کو مرکزی تعلیم کے دھارے کے نظام میں شامل کرے۔

واضح رہے کہ انشومن سنگھ راٹھور اور دیگر کئی عرض داشتوں نے الہ آباد ہائی کورٹ میں یہ عرضی دائر کی تھی کہ یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004ء کو منسوخ کیا جائے اس کی تائید میں حکومت ہند، ریاستی حکومت اور محکمۂ اقلیتی بہبود کی جانب سے مدارس کے نظام تعلیم اور اسے ملنے والی امداد پر اعتراضات کیے گئے تھے، عرضی پر سماعت کے بعد جسٹس وویک چودھری اور

جسٹس سبھاس ودیارتھی کی ڈویژن کی بنچ نے فیصلہ سنایا تھا کہ یوپی کے تمام مدارس کو بند کردیا جائے اور ریاستی حکومت مدارس میں زیر تعلیم تمام طلبہ کے لیے اسکولی تعلیم کا انتظام کرائے۔

جب اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلینج کیا گیا تو کورٹ نے کہا کہ یہ جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ ہے، دونوں فریقوں کے دلیل پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے اس لیے اس مقدمے کی اگلی ساعت جون میں ہوگی۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی اعتراف کیا کہ یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004 غیر آئینی نہیں ہے ہندوستان کا دستور اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کے فروغ، مذہبی تعلیم کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے چلا سکتا ہے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے مسلمانوں کو کچھ راحت ضرور ملی ہے لیکن خطرہ ابھی ٹلا نہیں ہے، سپریم کورٹ کے اس تبصرے کے بعد لگتا ہے کہ اگلی ساعت پر بھی فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہی آئے گا۔

اس پورے معاملے میں ریاستی حکومت اور ان کے حامیان وکلا مع جسٹس کا یہ کہنا تھا کہ مدارس اسلامیہ میں بچوں کو جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے وہ ناکافی ہے، اس سے بچوں کا مستقبل خراب ہو رہا ہے، وہ بنیادی تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں، واضح رہے کہ حکومت ہند کے نظر میں بنیادی تعلیم اسکولی تعلیم ہے جو ابتدا سے انٹر، بی اے وغیرہ تک کہلاتی ہے اسی بوجہ سے اس کے فیصلہ میں یہ ہدایت بھی موجود تھی کہ اہل مدارس بچوں کا داخلہ پندرہ سال کی عمر سے قبل نہیں لے سکتے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پہلے بنیادی تعلیم مکمل کرلیں۔

اس ضمن میں کچھ لوگوں کے قلم اس پر بھی خوب چلے کہ مدارس اسلامیہ کو نصاب تعلیم بدل دینا چاہیے اور اسے حکومت کی منشا کے مطابق کر لینا چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اولاً تو مدارس کو حکومت کی گرانٹ ہی نہیں لینا چاہیے تھا اور انھیں گورمینٹ سے منظور نہیں کرانا چاہیے تھا، اگر 10 — 20 ہزار ماہانہ تنخواہ پر علما درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہتے تو فاقہ سے تو مر نہ جاتے، کہ اسلاف کی سنت بھی باقی رہتی نہ حکومت کا کوئی دباؤ ہوتا کہ وند ماترم کہو، جن گن من پڑھو، 26 رجنوری اور پندرہ اگست کو پرچم کشائی اور قومی گیت کی ویڈیو بنا کر محب وطن ہونے کا ثبوت پیش کرو، نہ نصاب تعلیم میں تبدیلی کی بات آتی اور نہ ہی رشوت کا بازار گرم ہوتا شاید اسی وجہ سے صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی جامعہ نعیمہ مرادآباد کے متعلق یہ وصیت فرما گئے تھے کہ کچھ بھی ہو لیکن حکومتی گرانڈ قبول نہ کرنا اور وہ آج تک پرائیویٹ ہی ہے اور اگر حکومت کی امداد کو قبول بھی کرلیا اور مدارس کو ایڈ کرا بھی لیا تو مناسب تبدیلی کرنا ناگزیر تھا یعنی نہ تو یہ کہ مکمل عصری تعلیم کا رنگ اس پر چڑھا دیا جائے نہ یہ کہ بالکل عصری علوم سے دور رکھا جائے۔

میں سمجھتا ہوں مدبر علما نے اپنی صواب دید کے مطابق نصاب تعلیم میں عصری علوم مثلاً ہندی، انگریزی، سائنس، ریاضی وغیرہ کو شامل بھی کیا اور بہت سے طلبہ نے یونیورسٹیز کا رخ بھی کیا اور یوپی ایس سی کے امتحانات میں کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کی اب اگر کوئی یہ چاہے کہ عصری علوم کو غلبہ دے دیا جائے اور عربی فارسی کے مضامین برائے نام رہیں تو یہ اپنے ہے ہاتھوں دین مٹانا ہے ظاہر ہے جب طلبہ مدارس میں اسکول و کالجز کی تعلیم حاصل کریں گے تو پھر تہذیب و کلچر بھی انگریزوں کا فولو کریں گے پینٹ شرٹ پہنیں گے داڑھیاں منڈائیں گے، جس کے نتائج ان طلبہ میں دیکھنے کو ملے جنھوں نے یونیورسٹیز کا رخ کیا پھر نہ کوئی مسجد کا امام بنے گا نہ مدرسہ کا مدرس اس لیے ہمارے دور اندیش علما نے نصاب تعلیم میں خاطر خواہ ہی تبدیلی کی اور عصری علوم کو متداول علوم پر فوقیت اور غلبہ نہ دیا۔

دراصل بچوں کی بنیادی تعلیم کا بہانہ بنا کر اسلام دشمن عناصر کا مذہب اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، ان کے وجود کو مٹانا حکومت کی منشا ہے اگر واقعی یہ خیر خواہ ہوتے تو مدارس کو بند کرنے کے بجائے اس میں در آئی خامیوں کی اصلاح کی کوشش کرتے، اس کے لیے ٹیچرس فراہم کرتے، طلبہ کے روشن مستقبل کی اگر انھیں فکر ہوتی تو پری میٹرک اسکالرشپ بند کرنے کے بجائے اس کے بجٹ میں مناسب اضافہ کرتے، اداروں کی تعمیرات کے لیے فنڈ مہیا کراتے، جب کہ یہاں اس کے برعکس

احوال وطن

ان چندوں پر بھی اعتراض ہے جن سے مدارس چلتے ہیں، دراصل ان کی نیت میں کھوٹ ہے، یہ چاہتے ہیں کہ مدارس بند کر کے مسلمانوں کے ایمان وعقائد کو مجروح کر دیں، اسلام کی محبت ان کو دلوں سے نکال دیں اور ہندو راشٹر کا جوان کا خواب ہے وہ مدارس کو بند کیے بغیر شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

آسام میں مدارس بند کر دئیے، یوپی میں بھی بند کر دئیے، وہ تو کہیے کہ سپریم کورٹ نے فیصلے کے نفاذ پر روک لگادی، لیکن ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا، آر ایس ایس حمایت یافتہ حزب اقتدار بی جے پی اگر پھر برسر اقتدار ہوئی تو مدارس کو بند کرنے، شعائر اسلام پر قدغن لگانے اور ہندو راشٹر کا اعلان کرنے سے انھیں کوئی نہیں روک سکتا اس کے بعد جو قتل وغارت ہوگی اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر علما وائمہ پر ظلم وستم کرنے والے ناظموں، صدروں، سیکرٹریوں اور مدارس کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے، اپنی ذمہ داری نہ نبھانے والے، محنت سے نہ پڑھانے والے اساتذہ اور امام ومدرس کو اپنا غلام سمجھنے والی عوام کالانعام اور قوم کا پیسہ لوٹنے والے بازارو خطبا وشعرا کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے، وقت ہے، ابھی سمجھنے کا سنبھلنے کا، ہم اپنی روش بدلیں سسٹم سدھاریں۔

نصاب تعلیم، معیار تعلیم وغیرہ میں مناسب تبدیلی کی جائے، تعلیم کا معیار بلند ہوگا تو قوم مسلم ترقی کی شاہراہوں پر گامزن ہوگی، ظالم ان شاءاللہ! اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے، دراصل یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو مٹادیا جائے، اس لئے نت نئے منصوبے مسلمانوں کی شناخت مٹانے کے بناتے رہتے ہیں۔ ؎

کیوں ہراساں ہے صہیل نفس اعدا سے
نورحق بجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

مدارس اگر بند ہوئے تو یہ ہماری شامت نفس غفلت، اقربا پروری، رشوت خوری، دین سے بیزاری، دین کی سوداگری، خانہ جنگی، علما سے تنفر جیسے کاموں کی وجہ سے ہوگا، جیسے دیگر ممالک میں ہوا، ترکی میں قرآن کی تعلیم پر پابندی لگائی گئی، یہ سب دین سے بیزار ہونے کی وجہ سے ہے۔ ؎

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے تیرے ایثار کا خودداری کا

◆◆◆

ص ۴۷ رکا بقیہ...

نعتیہ شاعری کا ہادی ورہبر اس خانوادہ کو بنایا تھا جس پر اردو نعتیہ شاعری کو فخر وناز ہے، اس سے میری مراد خانوادہ رضویہ کی وہ عالم گیر روحانی، علمی، ادبی، مذہبی شخصیات ہیں جن کے ذکر جمیل کے بغیر ہندوستان کی مذہبی اور ادبی تاریخ ادھوری اور نامکمل ہے۔

جن کی بے لوث خدمات سے جہاں مذہبی دنیا شاد وآباد ہے وہیں ادبی دنیا بھی مالامال ہے۔ جن کے سوز وگداز، عشق و محبت درد وکرب، ہجر وفراق، اضطراب واضحلال اور نالہ شبینہ وآہ سحر گاہی کی روح پرور اور ایمان افزوں داستان، حدائق بخشش، ذوق نعت، سامان بخشش اور سفینۂ بخشش وغیرہ میں موجود ہے اس لیے ان کی فکر کا زاویہ بالکل مستقیم تھا اور سوچ کی دھارا بالکل صحیح سمت سے اکتساب فیض ونور کرتی رہی یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں سوز دروں بھی ہے اور جذب باطنی بھی۔

علامہ ساحل زبان وبیان کے ادا شناس ہی نہیں بلکہ اس میدان کے بہترین شہسوار تھے، الفاظ کی بندش، خیالات کی نیرنگی، واقعات کی منظر نگاری، محاورات کی برجستگی کے جلوے پوری آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ ان کے کلام میں نظر آتے ہیں، میری معلومات کی حد تک ان کے کلام کا مجموعہ اشاعت پذیر نہیں ہوسکا، ورنہ اس پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی۔

علامہ ساحل کا اچانک ہمارے درمیان سے اٹھ جانا جماعت کے لیے کافی نقصان دہ ہے، دعا ہے کہ مولی تعالیٰ اہل خانہ کو صبر وسکون عطا فرمائے اور جماعت اہل سنت کو ان کا بدل عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

میلاد اکبر

موضوع روایات، مقامات احتیاط اور کفریہ اشعار

ایک لمبے زمانے سے خصوصاً دیہات اور قصبوں میں ہونے والی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل میں پڑھی جانے والی میلادیں، میلاد اکبر اور میلاد گوہر شامل ہیں، ان کی اہمیت اس قدر ہے کہ کوئی بھی محفل ان میلادی کتابوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، ہم بچپن سے انھیں میلادوں کو سنتے آئے ہیں اور انکا لطف اس وقت دوبالا ہوجاتا ہے جب چند خواتین مل کر پڑھتی ہیں، میلاد اکبر کی حمد تو اتنی مشہور ہے کہ خواتین ہی نہیں مَردوں کو بھی قریب قریب یاد ہوتی ہے اور جب پوری محفل میں توحید باری کا شور گونجتا ہے تو خود بخود منھ توصیف باری میں کھل جاتا ہے۔

میلاد اکبر کی مشہور زمانہ حمد بچوں کو پانچ چھ سال کی عمر میں ہی یاد ہوجاتی تھی، وجہ، کثرت سے مولود مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کا ہونا تھا، آپ بھی اپنے بچپن کو یاد کیجیے، مجھے لگتا ہے کہ اس حمد باری تعالیٰ کے چند اشعار آپ کو آج بھی یاد ہوں گے: ؎

کس سے توحید کبریا ہو رقم
سر قلم ہیں یہاں قلم کے قلم

فرش سے تا بَعالم بالا
غُل ہے سبحان ربی الاعلیٰ

روح قالب میں ڈالنے والا
دامِ غم سے نکالنے والا

بیٹھو آکر یہاں ادب کے ساتھ
دل لگاؤ شہ عرب کے ساتھ

غمزدوں کا ولی غریب کا یار
سب کا بگڑی اَڑی میں کَھیون ہار

خلق کرنے لگی جو بے ادبی
بھیجا اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نور حق سے جہاں ہوا معمور
ظلمت کفر ہوگئی کافور

رشتۂ عشق حق سے جوڑ دیا
کلمہ پڑھ کر بتوں کو توڑ دیا

بہت سی میلاد کی کتب وجود میں آئیں لیکن میلاد اکبر اور گوہر (میلاد گوہر پر بھی ایک مضمون الگ سے ہوگا، ان شاء اللہ) کی جگہ نہ لے سکیں، آج بھی یہ کتابیں ہر محفل کی زینت بنی ہوئی ہیں، خیر! اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں، اس کتاب کی مقبولیت تو آپ جانتے ہی ہیں، تین چار سال قبل جب اس کتاب کو پڑھا یا تو اس پر کچھ لکھنا ضروری سمجھا، لیکن بات آئی گئی ہوگئی، ابھی چند روز قبل اس میلاد کا تذکرہ گھر میں پھر چھڑا، تو سوچا اب اس میں موجود مشمولات پر لوگوں کی آگاہی کے لیے لکھنا چاہیے اور آپ کے سامنے یہ مضمون حاضر ہے، کوشش کریں کہ یہ مضمون خواتین معلمات، طالبات اور عام گھریلو خواتین تک ضرور پہنچائیں اور جن اشعار یا واقعات کی نشان دہی کی جارہی ہے ان کے پڑھنے سے ہماری بہنوں کو روکا جائے۔

کچھ صاحب کتاب کے بارے میں

اصلی نام: محمد اکبر خاں پیدائش: میرٹھ، اتر پردیش وفات: 1/ مئی 1953ء اکبر وارثی میرٹھی اردو زبان کے ممتاز نعت گو شاعر گزرے ہیں، اکبر وارثی بجولی ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے، آپ اردو کے علاوہ عربی و فارسی کے بھی عالم تھے، ان کی نعتیں سلاست، روانی، بندش، صفائی، سادگی اور شیرینی میں آپ اپنی مثال ہیں، آپ کی نعتیں تکلف اور تصنع سے پاک ہیں، آپ کے نعتیہ کلام "میلاد اکبر" کو بہت مقبولیت حاصل تھی، اکبر وارثی حضرت حاجی سید وارث علی شاہ (علیہ الرحمہ) سے بیعت تھے، اکبر کی شاعری

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت "میلاد اکبر" کو ملی، اس میلاد نامے کا آغاز حمد سے ہوتا ہے، بعدہ ولادت محمد (ﷺ)

اکبر وارثی کا حلقہ تلامذہ وسیع تھا، آپ کے شاگردوں میں شاہنامہ اسلام اور پاکستان کے قومی ترانے کے خالق حفیظ جالندھری بھی ہیں، اکبر وارثی کا زمانہ، اکبر الہ آبادی اور شاہ اکبر داناپوری کا زمانہ تھا، یہ تینوں ہمنام شعرا اپنے عہد کے نامور شعرا میں سے تھے، اکبر وارثی نے 6 رمضان 1372ھ بمطابق 20 مئی 1953ء بروز بدھ کو لیاقت آباد کراچی میں وفات پائی اور میوہ شاہ قبرستان لیاری میں دفن ہوئے۔ (بحوالۂ ریختہ)

کچھ اشعار جن میں شائبہ کفر جھلکتا ہے

میلاد اکبر میں پیدائش نوری محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں تمہید میں یہ عبارت اور شعر درج ہے:

"جب اس معشوق حقیقی نے جو بہت سے بے نام ونشان حجابوں میں پردہ نشیں اور بے انتہا عدم نما پردوں میں حجلہ گزیں تھا، نے ارادہ کیا کہ کوئی ایسا آئینہ ہو کہ جس میں اپنے حسن و جمال وقدرت کے گونا گوں جلوے اور کمال و عظمت کے بوقلموں کرشمے دیکھے تو اس وقت یہ نورانی خیال بشکل آئینہ روبرو ہوا۔"

آئینہ ذات حق نے رکھا رُوبرو
تو اُسی شکل کا دوسرا ہو گیا
عکس ذات الٰہی تھا آئینہ میں
نام اُسی عکس کا مصطفٰے ہو گیا

مذکورہ رباعی پڑھتے ہوئے ذہن اس بات کی جانب متوجہ ہوتا ہے کہ اللہ ورسول دو علاحدہ ذاتیں نہیں ہیں بل کہ خدا ہی مصطفٰے ہے اور مصطفٰے جان رحمت ہی خدا ہیں، دنیا میں خدا نے اپنے آپ کو کچھ پردوں میں اتار دیا ہے، جیسا کہ اسی کتاب میں ایک مقام پر مندرجہ ذیل شعر اس کی تائید کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ ؎

بشر کی شکل میں آیا تکلف کی ضرورت تھی
احد سے ہو گیا احمد جو باندھا میم کا پٹکا

(میلاد اکبر)

اس شعر میں اہل ہنود کی طرح "اوتار" کا تصور دیا گیا ہے، جو کہ مذہب اسلام کی روح کے خلاف ہے، اس شعر سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا ورسول دونوں ایک ہی ہیں، مسلمانوں کے لئے یہ عقیدہ کسی بھی جہت سے درست نہیں، اگر ایسے اشعار اعتقاد کے ساتھ پڑھے جائیں تو ہمارے ایمان کا طوطا اڑا لے جانے کے لیے کافی ہیں۔

واقعۂ معراج سے مذکورہ اشعار کی تائید

انھیں اشعار کی تائید کرتی ہوئی واقعہ معراج کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

"پھر ارشاد الٰہی ہوا کہ محبوب آؤ تمہیں اپنی سلطنت کا دُولھا دکھلائیں اور مکان عالی شان دکھایا، شہ نشین پر پردہ پڑا تھا، جب حجاب اُٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں خود حضور پرنور کی شبیہ جلوہ افروز ہے، سبحان اللہ!

رباعی

ہے ایک مکان اور ایک مکیں تو اور نہیں، میں اور نہیں
پھر کیوں نہ ہو دل میں صاف یقیں تو اور نہیں، میں اور نہیں
اب چھپنے سے ہوتا ہے کیا؟ پہچان لیا، پہچان لیا
بس دھوکا نہ دے او پردہ نشیں، تو اور نہیں، میں اور نہیں

(میلاد اکبر، صفحہ 75)

مذکورہ بالا اشعار میں اگر تاویلات کی گنجائش تھی بھی تو مجھے لگتا ہے کہ مذکورہ عبارت اور اس رباعی کے بعد تاویلات کی گنجائش نہیں رہ جاتی، یہاں صاف طور پر یہ بات کہی جا رہی ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی عرش پر بھی جلوہ افروز ہے اور دنیا میں بھی، یعنی خدا ہی محمد ہے یا محمد عربی ہی خدا ہیں، یہ تصور اہل ہنود کے تصور "اوتار" سے جدا نہیں، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہاں دھوکے کی نسبت اللہ رب العزت کی جانب کی جا رہی ہے "اب دھوکا نہ دے او پردہ نشیں" سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے، ورنہ دونوں ذاتیں ایک ہی ہیں اور یہ صریح کفر ہے۔

اسی طرح صفحہ نمبر 51 پر میں قصیدے کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:

اندھوں کو نظر آئیں پھر احمد کے کل انداز
کھل جائیں یہ سب راز
دم بھر کے لیے میم کا پردہ جو اٹھا لے
اے گیسوؤں والے

اس شعر سے بھی مذکورہ بالا تصور پیدا ہوتا ہے، نعلین پہن کر عرش پر جانے والی روایت کا ذکر لکھتے ہیں:

"جب حضور عرش کے قریب پہنچے، حکم ہوا کہ اے میرے محبوب آگے آؤ، اس وقت حضور نے چاہا نعلین پائے مبارک سے اُتاریں، عرش ہلنے لگا، حکم ہوا کہ حبیب میرے نعلین نہ اتارو بلکہ پہنے چلے آؤ کہ عرش قرار پکڑے، حضور نے عرض کیا کہ خداوندا حضرت موسیٰ کو حکم ہوا تھا کہ پہلے چالیس روزے رکھو اور نعلین اتار کر کوہ طور پر آؤ، پس عرش کوہ طور سے کہیں زیادہ معظم اور پرنور ہے پھر نعلین کیوں نہ اتاروں؟ خطاب آیا کہ محبوب میرے موسیٰ کو اس واسطے نعلین اُتارنے کا حکم دیا تھا کہ خاک وادی مقدس کی اس کے پاؤں میں لگے، تا کہ اس کو بزرگی حاصل ہو اور تجھ کو اس واسطے نعلین اتارنے کا حکم نہیں ہے کہ تیری نعلین کی خاک سے عرش مجید کو بزرگی حاصل ہو ۔

تو بدیں جمال و خوبی سر طور گر خرامی
ارنی بگوید آن کس کہ بہ گفت لن ترانی

دوسرے یہ کہ جب میں نے عرش کو بنایا تھا تو اسے قرار نہ تھا اور ہمیشہ جنبش کرتا تھا، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ایک رات ہم اپنے محبوب کو بلائیں گے اور اس کی نعلین کا گوشوارہ تجھ کو عطا فرمائیں گے، تب اس کو قرار ہوا۔ اور اسی وقت سے عرش بریں نعلین کا مشتاق ہے۔" (میلاد اکبر، صفحہ ۷۰)

یاد رہے کہ یہ روایت موضوع ہے، سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا سے اس روایت کے متعلق سوال ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کا شب معراج عرش الٰہی مع نعلین مبارک جانا صحیح ہے یا نہیں؟ مجدد اعظم امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ روایت محض باطل وموضوع ہے۔" (الملفوظ، دوم، ص۹۱-۹۲)

اس تعلق سے دو موضوع روایات کا ذکر ہمارے خطبا بھی کر جاتے ہیں بل کہ کچھ کتابوں میں بھی لکھا ہوا لیکن وہ بھی موضوع یعنی من گھڑت ہیں ملاحظہ فرمائیں، سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا سے اسی قسم کی روایات کو لے کر سوال ہوا، آپ نے جو حکم فرمایا ہم وہ حکایات اور سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا کے جوابات پیش کر رہے ہیں، روایت: ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ نے جواباً عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ میں پردہ کو اٹھاؤں! آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا، حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، کیا یکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور شیشہ سامنے رکھا ہے اور فرمار ہے ہیں کہ میرے بندوں کو یہ ہدایت کرنا۔

سوال ہوا کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت داخل ہے؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

"یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافترا ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ رضویہ، ۴۴/۶)

(۳) ایک اور حکایت سرکار علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی درمیان حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر خدمت رسول کریم علیہ السلام میں حاضر ہوئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ و نصیحت کی وجہ سے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے جبرئیل علیہ السلام نے کہا تعجب ہے کہ میں خداوند قدوس کا کلام لے کر حاضر ہوا ہوں اور آپ کوئی توجہ نہیں فرمار ہے ہیں اس وقت حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام میری وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا اخی! وحی تمہارے

تعزیرات قلم

کان میں کہاں سے پہنچتی ہے؟

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ عرش پر ایک حجرہ کی مثل نورانی قبہ ہے، اس میں ایک سوراخ ہے وہاں سے میرے کان میں یہ آواز آتی ہے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آپ واپس اس قبہ کی جانب جلد جاؤ اور وہاں کی خبر مجھ تک جلد پہنچاؤ، لیکن قبہ کے اندر نہ جانا، جب جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس ﷺ کے فرمانے کے مطابق واپس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبہ کے اندر خود سرکار علیہ السلام جلوہ افروز ہیں، اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بہت جلد سرکار علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس اسی جگہ اپنے اصحاب کے ساتھ وعظ و نصیحت اور درس حدیث کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں، جبرئیل علیہ السلام اس حالت سے پریشان ہو کر شرمندہ ہوئے اور کہا یا الٰہی مجھ سے غلطی ہوگئی میری غلطی کو معاف فرما، اس حکایت کے متعلق مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ارضاہ عنا تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے ظاہر سے جو عوام جہال کے خیال میں آئے، وہ تو صاف صاف حضور اقدس ﷺ کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے اس کے کفر صریح ہونے میں کیا شک ہے، حضور اقدس ﷺ نے ہزاروں طرح اس کا (شرک) انسداد فرمایا ہے، مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالات عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی، ہمارے حضور سید یوم النشور کے کمالات اعلیٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں جس کے کمال میں سب حضور ہی کے کمال کے پرتو و اجلال ہیں۔"من رانی فقد رای الحق" جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو"ھذا ربي ھذا اکبر" نہ بول اٹھتا، لہٰذا حضور اقدس ﷺ "بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ" کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمادی، کلمہ شہادت میں "رسولہ" سے پہلے "عبدہ" رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں:

"بالجملہ رسول اللہ ﷺ باعتبار حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلاۃ والتحیہ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں، مگر یہ واقعہ غلط اور باطل ہے بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔" (فتاویٰ افریقہ، صفحہ ۵۷-۶۰ ملخصاً۔ بے اصل روایات تحقیقات رضا کی روشنی میں، صفحہ 38)

رفض کی بو بھی محسوس کی جاسکتی ہے یہ تو ذات باری تعالیٰ کا معاملہ تھا اس کتاب کو پڑھتے ہوئے کچھ مقامات پر رافضیت و تفضیلیت کی بو بھی محسوس ہوتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی منقبت دیکھیے:

اے بادشاہ لافتی مولیٰ علی مشکل کشا
ہم راز محبوب خدا مولا علی مشکل کشا
تلوار دی، اللہ نے، دختر رسول اللہ نے
ٹھہرے نصیری کے خدا، مولا علی مشکل کشا

مولیٰ علی مشکل کشا فضائل مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"کوئی حیدر کرار غیر فرار کے ڈنکے بجاتا ہے، کوئی لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار کی عظمت کے علم اُٹھاتا ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی نائب یہی ہیں، مولیٰ علی علیہ السلام کی عجیب وغریب شانیں ہیں کیا بتاؤں کہ کیا ہیں، کہیں شیر خدا کہیں حاجت روا، کسی کے مشکل کشا، کسی کشتی کے ناخدا، کسی "مذہب کے خدا" ہیں، یہاں رباعی کے چوتھے، مصرع میں مولیٰ علی رضی اللہ کو فرقہ نصیریہ کا خدا مان کر فضیلت بتائی جارہی ہے، نیز یہ جملہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی نائب یہی ہیں۔"

یہ بھی عقائد اہل سنت کے خلاف ہے، اس جملے سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ خلفائے ثلاثہ امور خلافت میں حق پر نہ تھے، صاحب کتاب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ بھی شمار کراتے ہیں کہ آپ کسی "مذہب کے خدا" ہیں، یہ فضیلت بقیہ ص ۱۳ ر پر

از: مولانا محمد شہزاد عالم مصباحی*

خانقاہوں کو اپنی روش بدلنے کی ضرورت

اسلاف کو دیکھو ہندوستان کی مختلف خانقاہوں اور علمی گھرانوں کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات طشت از بام ہوتی ہے کہ ان میں ان اسلاف کی طویل فہرست ہے جو تادم مرگ دیں وسنیت اور مذہب وملت کی صحیح ترجمانی کرتے رہے اور امت کو اعتقادی خرابیوں سے دور فرماتے رہے اور ان کی کامیاب وموثر تبلیغ سے ہزاروں گم گشتگان راہ نے رشد وہدایت کا سامان پایا مگر ان کے دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد ان کے گمراہ جانشینوں نے ان کی پاکیزہ تعلیمات کو یکسر فراموش کر دیا اور اپنے اسلاف کے نام پر بہتوں کو بے راہ روی اور گمراہی کے قعر عمیق میں ڈھکیل دیا، اچھا یہ فطری بات ہے کہ بزرگوں کی اولاد اگر کچھ غلط کرے تو ان کی غلط بات کو بھی ان کے پیروکار بآسانی تسلیم کر لیتے ہیں چونکہ ان کی نظر میں ان کے اسلاف کی تصویر ہوتی ہے اور ان کو لگتا ہے کہ ایسوں کی اولاد جو کر رہی ہے وہ اپنے آبا واجداد کو دیکھ کر یا اجازت پا کر ہی کر رہی ہوگی مگر اللہ بھلا کرے ان علمائے حق کا جو بروقت امت کی صحیح رہنمائی فرما کر اس کو حقیقت حال سے واقف کرائیں دیتے ہیں۔ لیکن ایک سوال آتا ہے کہ ایسے نازک دور میں ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ جواباً عرض ہے کہ اس کو عبد اللہ بن مسعود کے اثر سے سمجھیے چنانچہ مشکاۃ المصابیح کتاب الایمان کی حدیث پاک ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"من كان مستنا فليستن بمن قد مات فإن الحي لا تومن عليه الفتن۔ یعنی جو راہ اختیار کرنا چاہیے تو اس کو چاہیے کہ ان کی راہ اختیار کرے جو حالت ایمان میں اس دنیا سے تشریف لے گئے چونکہ زندہ شخص پر فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔"

حدیث کا صاف وصریح مفاد یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ یا ولی یا عالم کی اولاد راہ راست سے ہٹ جائے اور بے راہ روی کا شکار ہو جائے تو ان کے عقیدت مندوں کو ان کی راہ چھوڑ کر ان کے ان اسلاف کی راہ لینا چاہیے جو اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں چونکہ بعد وصال ان کی کامیابی اور لوگوں کے دلوں کے ان کی عقیدت کے راسخ ہونے کا راز ان کے پاکیزہ نظریات ہیں، لہٰذا اب جو اخروی سرخ روئی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو ان بزرگوں کی راہ پر چلنا ہوگا نا کہ ان بھٹکے ہوئے جانشینوں کی روش پر۔

یہیں سے آج کی باوقار خانقاہوں کے بگڑے ہوئے ان شہزادگان کا حال بھی سمجھ میں آ گیا جو اپنے آبا واجداد کا طرز حیات چھوڑ کر اور تاویلات فاسدہ کا سہارا لے کر قوم کو گمراہ کرنے میں مگن ہیں اور اپنی بے راہ روی کو ہی راہ نجات سمجھے بیٹھے ہیں، لہٰذا احباب اہل سنت کو لازم ہے کہ ان کو نمونہ عمل نہ بنائیں بلکہ ان کے اسلاف اور ان کو جو اپنے ان اسلاف کی راہ پر گامزن ہیں نمونہ عمل بنائیں اور نگزیب اولاد کو پوری طرح فراموش کر دیں کہ ان کی صحبت زہر ہلاہل سے کم نہیں چنانچہ حضور شفیع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں حضرت حذیفہ راوی ہیں:

"يكون بعدي ائمة لا يهتدون بهداي و لا يستنون بسنتي قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس قال حذيفة قلت كيف اصنع إن أدركت ذلك قال عليه الصلاة والسلام تسمع و تطيع الأمير و ان ضرب ظهرك و أخذ مالك فاسمع و اطع۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کچھ ایسے پیشوا آئیں گے جو نہ میری ہدایت پر ہوں گے اور نا ہی میرے طریقہ پر ان کے دل انسانی شکل میں شیطانی دل ہوں گے حضرت بقیہ ص ۲۴ پر

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری *

مظہر فکر رضا کے شناسا! علامہ ساحل سہسرامی

یاد علامہ ساحل سہسرامی

محقق رضویات علامہ ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل سہسرامی علیگ کی رحلت کا جان کر صدمہ ہوا، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی کی مجلس عاملہ راقم، علامہ مفتی سید زاہد سراج قادری، مفتی ندیم احمد صدیقی، کرنل محمد جواد رضا خاں قادری، علامہ محمد ندیم اختر القادری، ڈاکٹر محمد یونس قادری، محمد امتیاز فاروق، صوفی مقصود حسین اویسی، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری وغیرہم موصوف کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، ان کی بخشش و مغفرت فرمائے، آمین۔

سفینۂ ارشاد احمد مصباحی رضوی کا سفر ۱۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء کو شروع ہوا، پھر یہ سفینہ اپنا علمی سفر طے کرتے ہوئے ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء / ۱۷ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز بدھ بوقت صبح ساحل سہسرام میں ڈوب گیا، جس میں ہزاروں فتاویٰ اور سیکڑوں مقالات کا خزانہ تھا، اب ڈوبے ہوئے سفینے سے موتی ڈھونڈے جا رہے ہیں تاکہ ان کو پیرو کر حضرت ارشاد احمد صباحی کی فکر اعلیٰ حضرت سے مزین شخصیت کے افکار سے دنیائے اسلام کو بالعموم اور دنیائے رضویت کو بالخصوص روشناس کرایا جائے۔

حضرت ساحل سہسرامی جن کا اصل نام ارشاد احمد ہے جو جناب اشفاق احمد برکاتی کے صاحبزادے ہیں، اپنی تعلیم اوّل جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے مکمل کی اور مصباحی کہلانے کے حقدار بنے، اس کے بعد دنیاوی اسناد کے لیے علی گڑھ مسلم یونورسٹی سے ایم اے عربی اور الہ آباد بورڈ سے عربی، فارسی اور اردو کی جملہ اسناد حاصل کیں، دوران تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے سربراہ اور مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی سے براہ راست استفادہ کیا جس کا اظہار حضرت امین ملت نے اس طرح فرمایا:

”فاضل نوجوان مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل سہسرامی علیگ ایک باصلاحیت عالم دین اور صاحبِ طرز قلم کار ہیں، تصنیف اور مطالعہ ان کا خاص شوق ہے، جس سے ہمیشہ وابستہ رہتے ہیں، مزاج تحقیقی ہے اس لیے جس موضوع کو لیتے ہیں، اس کے تعلق سے ممکنہ مواد فراہم کر لیتے ہیں جب قلم اُٹھاتے ہیں، اس تحقیقی مزاج کا اثر ہے کہ ان کی تحریروں میں مضامین کی کثرت اور معلومات کی فراوانی ملتی ہے۔“

(تقریظ بر کتاب ملک العلماء، از علامہ سہسرامی)

حضرت ساحل سہسرامی نے ملک العلماء کے بیش بہا قلمی خزانوں کو نہ صرف ضائع ہونے سے بچایا بلکہ وقتاً فوقتاً ان کو شائع بھی کراتے رہے، چنانچہ آپ کے ہم عصر عالم دین علامہ سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد منعمی آپ کی تصنیف ”ملک العلماء“ پر تقدیم میں ان خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”اسلام کے جلیل القدر عالم دین مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمہ کی حیات و کارنامے بھی اخلاف کے تغافل کی نذر ہو رہے تھے، اللہ جزائے خیر دے عزیزم مولانا ارشاد احمد سلمہ کو کہ ان کے ضائع ہوئے علمی قلمی ذخیرے کو نئی زندگی دی، فتاویٰ ملک العلماء ترتیب دے کر شائع کیا اور اب ان کی حیات و کارنامے کی تالیف سے ملک العلماء کی سوانح حیات، تعلیمات اور ان کی مساعی جمیلہ کو سامنے لا رہے ہیں، گویا ملک العلماء ایک بار پھر ہمارے سامنے آ رہے ہیں، یہ ایک قرض تھا پوری جماعت پر جسے آں عزیز نے اُتارا......... عزیزم ساحل سہسرامی علیگ مخلص محقق، باذوق مصنف، عمدہ شاعر، سادہ طبیعت عالم دین ہیں بزرگان

دین سے خاص عقیدت رکھتے ہیں، مجھے ان کی جن خوبیوں نے متاثر کیا، ان میں ان کی علمی صلاحیت اور طرز ادب قابل ذکر ہیں۔'' (تقدیم از سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد، بر کتاب ملک العلماء مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۷-۸)

حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی بہاری ۱۳۲۱ھ میں بریلی شریف تشریف لائے اور آتے ہی سیدی اعلیٰ حضرت کے ایسے دیوانے ہوئے کہ شاگرد بنے اور جلد ہی مدرسہ منظر اسلام بریلی قائم کرا کر اس کے پہلے فارغ التحصیل شاگرد بنے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳۲۵ھ میں ان کی فراغت کے ساتھ ان کو مرید کیا، اخلافت دی اور اپنے کئی علوم میں سے ان کو خاص حصہ دیا بالخصوص فتویٰ نویسی میں اپنا خاص شاگرد بنایا اور پھر ۱۳۴۰ء تک مسلسل ان کی رفاقت میں رہے ہیں اور باطنی علوم سے بھی سرفراز ہوتے رہے، چنانچہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کا تعارف کرانے کا بیڑہ اُٹھایا اور ''حیات اعلیٰ حضرت'' لکھی اور امام احمد رضا کے اکثر علوم وفنون کا تعارف بھی کرایا، جس کے باعث آپ کو ''مظہر فکر اعلیٰ حضرت'' جیسے لقب سے یاد کیا گیا، حضرت ساحل سہسرامی نے یہ بیڑا حضرت ملک العلماء کے لیے اُٹھایا کہ ان کی خدمات جتنی زیادہ عوام تک پہنچائی جاسکتی ہیں، وہ اس کے فروغ کے لیے مصروف عمل رہے، میری اس بات کی تائید علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی کے یہ کلمات کرتے ہیں:

''عزیز القدر فاضل گرامی مولانا مفتی ارشاد احمد مصباحی سہسرامی علیگ ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے فارغ ہونے کے بعد وہیں ۶/۷ سال تک نائب مفتی اور مدرس رہے، اس کے بعد ۲۰۰۱ء سے علی گڑھ جیسے علمی ادبی تاریخی شہر کے عظیم الشان علمی ادارے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مصروف تحقیق رہے، انھیں احسن العلماء (والد ماجد پروفیسر امین میاں برکاتی) قدس سرہ العزیز سے طلب بیعت اور حضرت تاج الشریعہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی نوری الازہری سے بیعت کا شرف حاصل رہا، بڑے کھرے برکاتی اور پکے رضوی تھے، انھیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے والہانہ عقیدت اور لگاؤ رہا، ملک العلماء اعلیٰ حضرت کے چہیتے شاگرد، لاڈلے مرید اور ممتاز خلیفہ تھے، اس لیے ان سے حضرت سہسرامی کی دلچسپی اور شوق بڑھا ہوا پایا جاتا ہے، انھوں نے طے کر رکھا ہے کہ ملک العلماء کو منظر عام سے گم نہیں ہونے دوں گا، اس لیے موقع بہ موقع ملک العلماء پر مقالات مضامین اور ان کی کتابوں کو جدید طرز پر مرتب کرکے منظر عام پر لانے کا سلسلہ جاری رکھے ہیں۔'' (رائے گرامی از مفتی مطیع الرحمٰن رضوی بر کتاب ملک العلماء، مصنف علامہ ساحل سہسرامی، مطبوعہ کراچی، ص ۹)

راقم کا حضرت ساحل سہسرامی سے غائبانہ قلمی تعارف رہا، آپ کی تصنیف ''ملک العلماء'' کا مسودہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں جب ۲۰۰۶ء میں موصول ہوا تو ادارہ کی انتظامیہ نے فوراً اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا، اس لحاظ سے ہمیں بھی فاضل مصباح العلوم حضرت علامہ ارشاد احمد کی تصنیف شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، کاش کہ ان کے زیر طبع تمام مقالات اور تصانیف کو شائع کرنے کے لیے کوئی ساحل پر آئے اور ان تمام پھولوں کو چن کر گلدستہ کی صورت میں لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

خوش چمنی ست عارفت خاصہ کہ در بہار حسن
حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرائی تو

۴ر صفر المظفر ۱۴۴۶ھ/ ۹ر اگست ۲۰۲۴ء

◆◆◆

ص ۴۲ر کا بقیہ.....

ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، انہیں مقبولان بارگاہ میں شامل فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل دے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

◆◆◆

از: ڈاکٹر امجد رضا امجد*

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! جنہیں بھلایا نہیں جا سکتا

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل، جماعت اہل سنت کا معتبر مستند اور علمی نام ہے، انہوں نے اپنی زندگی کے مختصر ایام میں اپنی تدریسی تصنیفی اور ترجمہ وتخریج جیسے علمی کاموں کے ذریعہ جو معیار وافتخار حاصل کیا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے، شاید یہی وجہ رہی کہ وہ پوری زندگی رشک وحسد کے میٹھے اور کڑوے گھونٹ پینے پہ مجبور ہوئے، مگر قابل ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام حالات سے دو چار رہنے کے باوجود علمی کاموں کی رفتار کو کبھی مدھم نہیں ہونے دی، بلکہ ؎

عزم سفر ہی اصل میں راہ وار شوق
منزل تو گرد پا ہے جہاں تک اڑائیے

کے مصداق حالات سے لڑتے، مسائل سے الجھتے اور مخالف ہواؤں کا مقابلہ کرتے آگے بڑھتے رہے اور اتنا آگے بڑھے کہ مارہرہ شریف، بلگرام شریف اور بریلی شریف کے اکابر مشائخ کی نگاہوں کی ٹھنڈک بن گئے، لوگ جن آستانوں پہ جانے، وہاں کی گرد کو آنکھوں کا سرمہ بنانے اور مشائخ کی اک جھلک دیکھنے کی تمنا میں آہ سرد بھرتے ہیں، ڈاکٹر ساحل وہاں مہینوں مہمان بنائے جاتے ہیں، ان کی جھولیاں بھری جاتی ہیں، خیریت پوچھی جاتی ہے، لوگوں کو ان کی صلاحیت ان کی خدمات اور ان کے اخلاص سے آشنا کرایا جاتا ہے، یہ وہ نعمتیں جو سب کا مقدر نہیں مگر ڈاکٹر ساحل اس باب میں منفرد وممتاز واقع ہوئے تھے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ڈاکٹر ارشاد ساحل نے سہسرام بہار میں آنکھیں کھولیں، الجامعۃ الاشرفیہ میں تعلیم کی تکمیل کی، یہیں مدرس بھی ہوئے، حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا، اشرفیہ کے بعد، طلب مزید کے جذبہ نے علی گڑھ پہنچایا، وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور مذہبی وعصری علوم وفنون سے وافر حصہ پانے کے بعد خدمت دین میں مصروف ہو گئے، مختلف موضوعات بالخصوص رضویات اور تصوف سے متعلق ان کی درجنوں کتابیں اہل علم کے سامنے آئیں، کئی بزرگوں پر تحقیقی کام کا مجموعہ سامنے آیا، ترجمہ وتخریج میں تو انہیں ید طولیٰ حاصل تھا، انہوں نے کئی ایسے قلمی نسخہ کو اپنے ترجمہ وتخریج سے زندہ جاوید کر دیا جو الماریوں میں مقید تھے، ان کے ترجمہ کی زبان بھی ایسی نہیں جسے محض لفظوں کے قالب میں ڈھالنا کہہ دیا جائے بلکہ ان کی خاصیت تھی کہ وہ مصنف کتاب کے مزاج اور کتاب کے موضوع دونوں میں خود کو جذب کر کے ترجمہ کرتے تھے اس لئے ان کے ترجمہ کی یہ خوبی ہے کہ وہ مصنف کتاب کی زبان معلوم ہوتی ہے، زبان پہ قدرت اور مضمون کتاب میں جذب ہو جانے کی ایسی مثال، خال خال ہی کہیں اور ملے گی۔

ڈاکٹر صاحب مجھ سے عمر میں بڑے تھے، مگر وہ ہر عمر میں خود کو ڈھالنے کا ملکہ رکھتے تھے، اس لئے اکابر واصاغر سبھوں کی صفوں میں وہ دکھائی دیتے تھے، مجھ خاکسار سے بھی ان کے دوستانہ مراسم تھے، جلسے سیمینار اعراس اور ادارہ شرعیہ میں کبھی کبھی ملاقاتیں رہتیں، مختلف موضوعات پہ گفتگو ہوتی، کبھی بے تکلفانہ باتیں بھی ہو جاتی تھیں مگر اس بے تکلفی میں بھی معیار باقی رہتا اور تبسم کو قہقہہ تک پہنچنے کی حسرت رہ جاتی۔

ڈاکٹر صاحب خود دار بھی تھے اور تہہ دار بھی، دل کے اندر غم والم کا طوفان موجیں مار رہا ہو، مگر مجال ہے کہ چہرے بشرے اور گفتگو سے اس کا اظہار ہو جائے، ان کے ہونٹوں کی مسراہٹ یا ضبط غم کا ملکہ ان کو کہیں شرمسار نہیں ہونے دیتا تھا بلکہ ان کی

* مضمون نگار ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار کے قاضی شریعت ہیں۔

خموشی ان کے وقار کا ترجمان بن جاتی تھی، واقعی ڈاکٹر صاحب مست مولا قسم کے جوان عالم تھے، ان کو سمجھنا آسان نہیں تھا، وہ جوانی میں بڑے بزرگوں جیسا علمی کام کر کے چلے گئے اور ہمارے لئے زندہ رہنے کا اک نسخہ چھوڑ گئے۔

افسوس ہے، ہمارے دوست، کرم فرما، جماعت کی شان، حق کے ترجمان، اکابر کے معتمد ہم سے رخصت ہو گئے، ان سے بڑی توقعات تھیں، ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ کے حوالہ سے کچھ معاہدے بھی تھے، مگر یکلخت ساری تمنائیں دم توڑ گئیں اور ہم ایک شجر سایہ دار سے محروم ہو گئے۔ اللہ رب العزت ان کی خدمتیں قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

اسی ماہ مجھے شہر معرفت بلگرام شریف حاضری کی سعادت مرحمت ہوئی اور دو زندہ ولی کی دست بوسی کا شرف ملا۔ اسلاف کی علمی وروحانی وراثتوں کے امین حجۃ الخلف بقیۃ السلف حضور بادشاہ میاں صاحب قبلہ قادری واسطی اور بحر علم ومعرفت برکۃ العصر حضور سید شاہ اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت ظلہما علینا کی بارگاہ میں، بار بار کی حاضری رہی، ڈاکٹر ساحل صاحب کا ذکر چھڑا تو حضور اویس میاں صاحب قبلہ نے بڑی محبت سے ان کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ علما کے انتقال کے بعد ان کی خدمات کا اعتراف اور ان کی زندگی میں ان کی مزاج پرسی سے بے خبری! بہت بڑا المیہ ہے، اسی ضمن میں آپ نے فرمایا، جماعت اہل سنت کے پاس ایک فنڈ ایسا بھی ہونا چاہئے جس سے نازک وقتوں میں علما کی خدمت کی جا سکے، حضرت کی یہ بات کتنی اہم ہے اہل فہم وتدبر اس کی گہرائی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

یہیں جا کر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ساحل صاحب نے خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ بلگرام شریف میں تین سال کا عرصہ گزارا ہے، مسودات دیکھے ہیں اور کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ خوش نصیب تھے ڈاکٹر ساحل صاحب کہ تین سال باب قادریہ کی مبارک چھاؤں میں زندگی گزاری اور صبح وشام زندہ ولیوں کی زیارت سے شاد کام ہونے کے ساتھ کئی علمی کام یہیں کی فضاؤں میں مکمل کیا۔

ڈاکٹر صاحل صاحب کی جوانی کی موت، ہمیں کچھ سبق بھی پڑھاتی ہے جسے یاد کر لینا چاہئے ''ہر کہ رفت جائے او خالی شد'' کے مصداق اب دوسرا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل ہمیں ملنے سے رہا، اس لئے اپنے ارد گرد چھپی صلاحیتوں کو ہمیں تلاش کرنا چاہئے، سامنے ہوں تو ان کی قدر کرنی چاہئیں، بکھرے ہوں تو یکجا کرنا چاہئے، انتشار ذہنی کے شکار ہوں تو ان کے کام آنا چاہئے۔ اب جماعتی مسائل کو حل کرنے کے لئے صاحب مزار کا تصرف تو کام آئے گا مگر دست و بازو تو انہیں کے کام آئیں گے جو زندہ ہیں، اس لئے ان بازووں کو مضبوط کیا جائے جو کام آسکتے ہیں، ان کے حوصلے بلند کئے جائیں جن سے بازی جیتی جا سکتی ہے اور ان کے سروں پہ دست شفقت رکھا جائے جو جماعت اور مسلک کے وقار کو بحال رکھنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۵۳ / کا بقیہ.........

2024ء تک یہ تعداد پچاس (50) سے متجاوز ہو چکی تھی، اس جہت سے دیکھا جائے تو اپنی مختصر عمر کے لحاظ سے نہ صرف مصباحی علما بلکہ جملہ علما ومشائخ اہل سنت میں آپ سب سے زیادہ کتابیں تصنیف کرنے والے عالم ومصنف تھے، اپنی تمام تر علمی وادبی بالا دستیوں کے باوجود سہسرام کی سرزمین شاید ہی اب ایسا کثیر التصانیف عالم ومحقق پیدا کر سکے، عمر نے وفا نہ کی اور بہت جلد آپ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے، اگر مزید کچھ سال یا اپنی عمر طبعی تک بقید حیات رہتے تو کوئی بعید نہیں کہ آپ کی تصانیف کی تعداد سو تک پہنچ جاتی لیکن " مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ" بہت جلد جنت الفردوس کی طرف رختِ سفر باندھ گئے، اللہ رب العالمین آپ کی دینی ولی اور علمی وتصنیفی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام بخشے، آمین۔

◆◆◆

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

علامہ ساحل شہسرامی کی رحلت! قوم وملت کا ایک عظیم خسارہ

یاد علامہ ساحل شہسرامی

۲۶ / جولائی ۲۰۲۴ء مطابق ۱۷ / محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز چہارشنبہ صبح سویرے دنیائے سنیت کا عظیم محرر، جہان فقہ وافتا کا نیر تاباں، درس وتدریس کا سرور، لوح وقلم کا آفتاب وماہتاب، تصنیفات وتالیفات کثیرہ کا سلطان، علم وادب کا آسمان، فکروفن کا شہسوار، فہم وفراست کا تاجدار، حکمت ودانائی کا منبع، عقل ودانش کا بادشاہ، متانت وسنجیدگی کا بحر بیکراں، اخلاق واخلاص کا پیکر، عبادت وریاضت کا دلدادہ، زہد وتقویٰ کا متوالا، مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان، عقیدۂ حقہ کا پاسبان، محقق زمن محب گرامی حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال دنیائے سنیت کے لئے عظیم سانحہ سے کم نہیں، انا للہ وانا الیہ رجعون۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ سے اپنا تعلق طالب علمی کے زمانے سے تھا، جب وہ شہسرام اپنے گھر تشریف لاتے تو مادر علمی دار العلوم خیریہ نظامیہ میں مفتی بہار حضرت علامہ مفتی ظل الرحمن علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے اور گھنٹوں بیٹھ کر علمی مذاکرہ فرماتے، جس سے ان کی علمی عبقریت کی عظمت ورفعت کا اندازہ ہوتا، کبھی کبھی صبح سویرے تشریف لاتے اور مجھے ساتھ لے کر بانی دار العلوم خیریہ نظامیہ قدوۃ الاولیا زبدۃ الفضل حضرت فرخند علی نقشبندی اور محدث شہسرامی حضرت علامہ ضیاء الحسن نقشبندی علیہما الرحمہ کے مزار پرانوار پر حاضری دیتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ اس بارگاہ میں حاضری دیتے رہیں، یہ بہت بافیض بارگاہ ہے، مفتی بہار مفتی ظل الرحمن علیہ الرحمہ بھی اپنے اس ہونہار شاگرد کی خوب تعریف فرماتے اور موصوف بھی کہتے کہ حضرت کی بارگاہ میں اس لئے علمی مذاکرہ کرتا ہوں تاکہ ان کے بحر علمی سے مستفیض ہوتا رہوں، یہ علم کے وہ سمندر ہیں جسے محدث شہسرامی علیہ الرحمہ نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے طلب کیا ہے۔

موصوف عصری علوم سے مزید آراستہ ہونے جب کرناٹک تشریف لائے تھے اور جامعہ حضرت بلال بنگلور میں ٹھہرے تھے اس وقت بھی ملاقات ہوئی تھی، اس وقت بھی علم وادب سے متعلق ہی کلام کرتے رہے اور کہا کہ خوب مطالعہ کریں اور بڑی محنت سے پڑھائیں اور اپنے مادر علمی کا نام خوب خوب روشن کریں، آپ کو یہاں دیکھ کر بڑی مسرت وشادمانی ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے توسط سے ہمارے وطن مالوف اور مادر علمی کا یہاں تذکرہ ہو رہا ہے، موصوف علمی کمالات ومحاسن کے ایک تناور شجر باثمر کی حیثیت رکھتے تھے، جن میں متعدد خوبیوں کی مضبوط شاخیں تھیں اور سب ثمر بار تھیں، آپ بیک وقت عالم، فاضل، مفتی، مدرس، مفکر، محقق، ادیب، شاعر، ناقد اور کثیر کتابوں کے مصنف تھے۔

موصوف نے ابتدائی تعلیم سے لے ثانیہ تک شہسرام کے شہرۂ آفاق درسگاہ دار العلوم خیریہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ۲۹ / جولائی ۱۹۸۶ء میں ازہر الہند باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے، اس کے بعد تخصص فی الفقہ کی تکمیل کی پھر اشرفیہ میں ہی تقریباً آٹھ سال تک درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی، موصوف کو عربی، فارسی اور اردو زبان پر عبور حاصل تھا، جس پر ان کی پی ایچ ڈی کا مقالہ اور دیگر تصنیفات شاہد عدل ہیں، حیات مستعار نے مزید وقت عطا نہیں کیا بلکہ جواں سالی ہی میں اپنے علم وادب اور قرطاس وقلم سے دنیائے سنیت کو منور ومجلی فرما کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

رب قدیر بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ ص ۳۹ / پر

* مضمون نگار فخر ازہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

مفتی ارشاد احمد ساحل شہسرامی! ایک مختصر تعارف

یاد علامہ ساحل شہسرامی

مفتی ارشاد احمد رضوی کا انتقال اہل سنت کے علمی حلقوں کے لیے بڑا خسارہ ہے، ایک باصلاحیت عالم، محقق، مصنف، ترجمہ نگار، مدرس، فقیہ، صحافی اور شاعر جس حیثیت سے انہیں پڑھیں انکی، شخصیت نمایاں نظر آے گی، مفتی ارشاد احمد بن اشفاق احمد رضوی بن وصی احمد حبیبی وصی منزل، محلہ مدار دروازہ، سہسرام (بہار) کے رہنے والے تھے، وہ سہسرام کو شہسرام لکھتے اور بولتے تھے، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے قابل ذکر فارغین میں تھے، غالباً ۱۹۸۷ میں جب میں جامعہ اشرفیہ میں درجۂ اولی میں داخل ہوا، اس وقت مفتی صاحب جماعت رابعہ میں تھے، دوران طالب علمی ہی میں ان کی ذہانت اور کامیابی کے تذکرے ہوتے تھے، جامعہ کے ممتاز طالب علموں میں ان کا شمار ہوتا تھا، اساتذہ کی نظر میں محبوب تھے، پڑھنے کے زمانے ہی سے عربی اور انگریزی بولنے کا شوق رکھتے تھے،" یوم مفتی اعظم" اور دیگر اجتماعات میں مقالے پڑھتے اور علمی مجالس میں شرکت کرتے تھے، شروع سے کم سخن تھے، زیادہ تر وقت درس ومطالعہ میں گذرتا، ان کی جماعت کے چنندہ طلبہ میں مولانا غلام جیلانی مصباحی ازہری اور مولانا معین الدین مصباحی اشرفی بھاگلپوری وغیرہ تھے۔

مفتی ارشاد احمد صاحب نے جامعہ اشرفیہ سے ۱۹۹۳ء میں فضیلت اور ۱۹۹۵ء میں تحقیق فی الفقہ الحنفی کی تکمیل کی، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے بہت قریب تھے، حضرت کے زیر سایہ نقل فتاوی اور فقہ وافتا کی تربیت حاصل کی، سیکڑوں فتاوے لکھ کر شارح بخاری علیہ الرحمہ سے تصدیقات حاصل کی، میری اپنی ذاتی رائے میں شارح بخاری علیہ الرحمہ ہی کے اشارے پر آپ کی تقرری جامعہ اشرفیہ میں بطور مدرس کے ہوی، تقریباً پانچ سال تک جامعہ میں تدریسی فرایض انجام دیئے، اس دوران آپ نے تقریباً ۱۴/سو صفحات پر مشتمل مقالات شارح بخاری کو مرتب فرمایا، اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آگئے، یہاں ۲۰۰۱ء میں عربی زبان وادب سے پرائیویٹ ایم اے کیا، اسی دوران" عرفان عرب" کے نام سے ۵۶۸/ صفحات پر مشتمل زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی ادب کی تاریخ اور ایم اے کی عربی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ کیا، یہ کتاب ۲۰۰۵ء میں منظر عام پر آئی اور عربی زبان وادب کے شائقین سے خوب پذیرائی حاصل کی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں قیام کے دوران آپ نے کئی علمی اور تحقیقی کتابیں تصنیف کیں، کئی کتابوں کے ترجمے اور ترتیب کا کام انجام دیا، عرفان عرب کے پیش لفظ میں ساحل صاحب نے خود ان کاموں کی تفصیل بیان کی ہے، جو درج ذیل ہیں:

شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ، صفحات ۶۰۰/سنہ ۲۰۰۲ء مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی: حیات اور شاعری، صفحات ۲۴۸/سنہ ۲۰۰۲ء حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ، صفحات ۱۲۰/سنہ ۲۰۰۲ء کاشف الاستار شریف(ترجمہ وتقدیم) صفحات ۸۰۰/سنہ ۲۰۰۳ء فتاویٰ ملک العلماء(ترتیب وتقدیم) صفحات ۵۱۲/سنہ ۲۰۰۳ء النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء، صفحات ۶۴/سنہ ۲۰۰۴ء مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی: حیات وخدمات، صفحات ۱۱۲/سنہ ۲۰۰۴ء متنبی ایک تحقیقی مطالعہ، صفحات ۱۸۴/سنہ ۲۰۰۴ء ملک العلماء، صفحات ۲۸۰/۲۰۰۵ء، عرفان عرب، صفحات ۵۰۰/ سنہ ۲۰۰۵ء ۲۰۱۰ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبۂ عربی سے آپ کے مقالے کا عنوان تھا" مساهمة العلامة فضل حق الخيرابادي في

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

الدراسات الاسلامية والفلسفية" ۲۰۰۸ سے ۲۰۱٤ء کے درمیان حضرت سید معین الحق جھونسوی الہ آبادی کی کتاب "منبع الانساب" کا فارسی سے اردو ترجمہ کیا، یہ کتاب مجموعی طور پر ۹۸۳ رصفحات پر محیط ہے، یہ کتاب طبع ہو چکی ہے، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی فارسی تصنیف "سند السعادات فی حسن خاتمة السادات" پر ترجمہ، تحشیہ اور تقدیم کا کام کیا، یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں منظر عام پر آچکی ہے۔

الحاصل ساحل صاحب تصنیف وتالیف اور ترجمہ نگاری میں ایک مشین کی مانند تھے، مختلف زبانوں میں بولنے اور لکھنے کی کامل قدرت رکھتے تھے بالخصوص عربی، فارسی، انگریزی کے ماخذ پر ان کی گہری نظر تھی، مطالعے کی وسعت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اپنی کتاب "عرفان عرب" کے پیش لفظ میں وہ خود لکھتے ہیں، ۲۰۰٤ء کے وسط سے عرفان عرب کی تکمیل کی جانب خصوصی توجہ رہی، لیکن ہجری ادب، ہندوستان میں عربی ادب اور عہد جدید کی تاریخ نے توقع سے زیادہ وقت لے لیا، ان چند سو صفحات کو ترتیب دینے میں مجموعی طور پر دو سال کا وقت لگا اور ۲۰ رہزار سے زائد صفحات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا گیا، جزوی استفادے مستزاد ہیں، جانفشانی کے ساتھ ممکنہ ماخذ کو کھنگالنے کے بعد اس مجموعے نے بفضلہ تعالیٰ اختصار اور جامعیت کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرلی ہیں، طلبہ صرف اس کتاب سے اپنی بیشتر نصابی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔

مولانا موصوف کے اندر پڑھنے لکھنے کا ایسا شوق تھا کہ ہندوستان کی عظیم علمی درسگاہوں سے اکتساب فیض کے بعد بھی آپ کی علمی پیاس بجھی نہیں بلکہ جتنا پڑھا اس سے زائد کی جستجو میں سرگرم رہے، ۱۸ر جولائی ۲۰۱۱ء کو علی گڑھ سے آپ بنگلور شفٹ ہو گئے، درحقیقت آپ انگریزی زبان وادب میں مزید مہارت حاصل کرنا چاہتے تھے، اس کے لیے آپ نے انگلینڈ جانے کا پروگرام بنایا، پہلا مرحلہ قابل قبول حد تک انگریزی زبان پر عبور حاصل کرنے کا تھا جس کے لیے دو سال میں آپ نے IELTS کوالیفائی کیا لیکن ویزا نہ ملنے کی وجہ سے آپ کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا، جامعہ اشرفیہ میں جس وقت آپ رابعہ، خامسہ میں تھے، قرأت پڑھی اور اپنے طور پر حفظ قرآن بھی کیا، مولانا موصوف کے اندر جس قدر خوبیاں تھیں ان کو کسی ایک مضمون میں بیان کرنا ممکن نہیں، وہ اپنی جامعیت اور ہمہ جہتی کے لحاظ سے علم وفن کے مہر درخشاں تھے، ان کی ذات ایک جماعت تھی، وہ ایک لائبریری کی طرح تھے، نہایت مخلص، صوفی صافی، بے ضرر، بااخلاق، مذہب ومسلک کے پابند، علیگیرین ہونے کے باوجود مسلکی تشخص کو کبھی پامال نہیں کیا، حضور تاج الشریعہ، جانشین مفتی اعظم سیدی مرشدی علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ تھے، حضرت سے خلافت بھی حاصل تھی۔

بات جب کبھی حضرت تاج الشریعہ کی آتی تو اپنے حضرت یا ہمارے حضرت کہتے، تقریباً ہر سال عرس رضوی میں شرکت کرتے، کوئی پہچانتا ہے یا نہیں، کوئی پوچھے نہ پوچھے ایک عام آدمی کی طرح مرکز میں حاضری دیتے، مرکز کے خلاف کبھی نہ بولتے اور نہ سنتے بلکہ اگر کبھی کوئی کچھ بولتا تو مرکز کی طرف سے جواب دیتے، فرائض وواجبات کے ساتھ، نوافل اور اوراد ووظائف کے پابند تھے، بعد میں صوفیانہ طرز کے بال رکھ لیے تھے، کھانے پینے میں کافی محتاط تھے، سادہ کھانا تناول فرماتے، لباس اور چال ڈھال، رکھ رکھاؤ میں بڑی سادگی تھی، ان سے مل کر کوئی یہ نہ سمجھ پاتا کہ یہ ساحل صاحب ہیں جب تک کہ بتایا نہ جاتا، ساحل صاحب اہل سنت کی ضرورت تھے، جماعت کے ان گنے چنے افراد میں تھے جن پر دنیائے علم وادب کو فخر اور ناز ہے۔

زندگی نے وفا نہ کیا، زیادہ سے زیادہ پچاس باون سال عمر رہی ہوگی لیکن انہوں نے اپنی عمر کو ضائع اور بیکار نہیں کیا بلکہ ہر لمحے کو جینے اور کارآمد بنانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوئے، آخر میں ممبئی کو اپنا مسکن بنایا لیکن روزی روٹی کی خاطر نہیں، وہاں بھی صرف پڑھنا لکھنا، جہاں صبح ہوئی پڑھائی شروع جہاں شام ہوئی وہیں بستر جما دیا، پھول گلی دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم رضا مسجد ممبئی میں اکثر ملاقات ہوتی تھی، کئی کئی روز قیام کرتے، حضور سراج ملت علیہ الرحمۃ اور ان کے صاحبزادگان بالخصوص

مکرمی علامہ منہاج رضا ہاشمی میاں دام ظلہ العالی سے گہرا لگاؤ تھا، ہر چھوٹی بڑی تقریب میں ان کی شرکت ہوتی تھی، معارف سراج ملت کی ترتیب و تالیف میں بھی ساحل صاحب کا اہم رول تھا، ساحل صاحب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن علمی حلقہ انہیں کبھی فراموش نہیں کر پائے گا۔

۱۷ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ شام میں کرم فرما ڈاکٹر لائق علی صاحب کا گونڈہ سے فون آیا کہ مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی دنیا میں نہ رہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، بعد میں میسیج دیکھا تو جناب محترم عبد الرحمن بھائی تابانی نے بھی مفتی صاحب کے انتقال کی خبر کو گروپوں میں شیئر کیا تھا، ہری مشاہدی مسجد کھدرا لکھنؤ میں بعد نماز عشا آپ کی وفات حسرت آیات سے لوگوں کو مطلع کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی، غالباً صبح انتقال ہوا اور بعد نماز عصر آبائی وطن میں تدفین عمل میں آئی، رب تعالیٰ ساحل صاحب کے تمام خطایا معاف فرمائے اور اپنے مقبول بندوں کی صف میں انہیں جگہ دے، ان کی دینی خدمات کو قبولیت کا شرف بخشے اور ان کی قبر پر رحمتوں کی موسلا دھار بارش عطا فرمائے، آمین۔

غفر اللہ لہ وطاب ثراہ کل نفس ذائقة الموت، انا للہ وانا الیہ راجعون، کل شئی یرجع الی اصله، یاایتها النفس المطئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

◆◆◆

ص ۵۷ کا بقیہ..

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہِ صمدیت میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت کی روح پرفتوح کو اعلیٰ علّیین میں جگہ نصیب کرے اور آپ کی تربت پاک کو انوار و تجلیات اور رحمت و برکات کا گہوارہ بنائے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

◆◆◆

ص ۶۸ کا بقیہ..

علی گڑھ یا سہسرام جا کر دیکھوں گا کہ وہ نسخے موجود ہیں تو آپ کو بتاؤں گا، پھر اچانک ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کو یہ روفرسا خبر ملی حضرت ساحل سہسرامی صاحب اس دار فانی کو الوداع کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملے، یہ خبر پوری دنیائے سنیت کے لئے انتہائی المناک تھی کہ اس طرح پوری جانفشانی کے ساتھ دین وسنیت قابل فخر کام انجام دینے کی فکر میں لگی رہنے والی عظیم شخصیت نے اچانک اس دار فانی کو الوداع کہہ کر دار البقا کی طرف کوچ کر لیا۔ ع

خدا را رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حضرت ساحل سہسرامی کی حیات پر اگر طائرانہ نظر ہی ڈالی جائے تو فوراً ہی یہ احساس جاگزیں ہوتا ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو کہ ایک خاص دینی مقصد کے لئے ہی اس خاکدان گیتی پر اپنے شب و روز گزارتے ہیں، دار العلوم اشرفیہ کا دور طالب علمی ہو یا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے گزرنے والا وقت ہو دونوں ہی مقامات پر لاجواب علمی کارنامے ان کی یادگار ہیں۔

تصنیفات و تالیفات کے میدان میں درجنوں گراں قدر کتب ان کا عظیم کارنامہ ہیں مقالات شارح بخاری کی ترتیب و تدوین جو انتہائی ضخیم کتابی شکل میں موجود ہے، ایک لائق ستائش کارنامہ ہے، ''عرفان عرب'' کے نام سے زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی ادب کی تاریخ و یونیورسٹی کے عربی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ کر کے عربی زبان و ادب پر ایک گراں قدر کام کیا، جو لائق ستائش وتقلید ہے، عمر نے وفا نہ کی ورنہ ان کا قلم جو ہر وقت رواں دواں رہنے کا ہنر جانتا تھا نہ جانے علم و ادب کے کتنے دریا اور بہاتا، دعا ہے کہ رب قدیر ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

علامہ ساحل! اخلاق کے گنج گراں مایہ

یاد علامہ ساحل شہسرامی

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جو اول وہلہ میں اپنی یادوں کے نقوش قلب وجگر پر مرتسم کر دیتے ہیں جو کبھی کبھی انمٹ بن جاتے ہیں، محب گرامی قدر مفتی محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی، علیگ (ولادت ۱۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء، وصال ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء) انھیں میں سے ایک ہیں۔

میری شناسائی تین دہائیوں سے زیادہ عرصہ کو محیط ہے، مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں وہ مجھ سے ایک سال سینئر تھے، انھوں نے ۱۹۸۶ء داخلہ لیا تھا جب کہ فقیر نے ۱۹۸۷ء میں، تقریباً چھ سالہ دور طالب علمی اور فراغت کے بعد کا ایک طویل عرصہ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ بہت سے احباب فراغت کے بعد گوشہ گمنامی میں چلے جاتے ہیں ان سے رابطے نہیں رہ پاتے مگر علامہ ساحل سے اخیر وقت تک میرا رابطہ رہا، گاہے بگاہے موبائل سے خبر خیریت لے لیتے تھے کبھی کبھی مسلکی معاملات اور فروغ رضویات پر تبادلہ خیال بھی ہو جایا کرتا تھا، وہ بڑے محنتی اور جفا کش آدمی تھے۔

اللہ رب العزت نے انھیں ذہانت وفطانت کا وافر حصہ عطا کیا تھا ساتھ ہی اخلاق وکردار کی بلندی میں بھی اوج کمال کو پہنچے ہوئے تھے، جہاں تک مجھے خیال آرہا ہے جامعہ اشرفیہ میں درس نظامی کی پڑھائی کرتے ہوئے انھوں نے فارغ اوقات میں حفظ قرآن کا شرف حاصل کیا جو یقیناً قابل فخر اور لائق ستائش عمل تھا، وقت کی قدر اور اپنے مقصد پر نظر رکھنے میں ان کی دلچسپی نے انھیں مفتی کے ساتھ ڈاکٹر بنا دیا، چہرے پر متانت وسنجیدگی کے ساتھ مسکراہٹ ان کی دل ربائی کا قیمتی جوہر تھا۔ فقیر اگرچہ ہر اعتبار سے ان سے چھوٹا تھا مگر جب بھی ملتے تو ایسے ملتے جیسے کوئی چھوٹا اپنے بڑے سے ملتا ہے، بزرگوں کی بارگاہ کے بہت ادب شناس اور وفادار تھے، بریلی شریف سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ عشق رضا میں خود بھی رنگے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی اسی رنگ میں دیکھنا پسند کرتے تھے۔ علم دوست اور اہل علم کے قدر داں تھے۔

مدرسہ سے یونیورسیٹی پہنچ گئے مگر ان کے وضع قطع، رہن سہن، نشست وبرخاست، گفت وشنید میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں آئی وہ علی گڑھ سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد بھی وہی پورانے والے مولوی ہی لگتے تھے۔ ان کی دینی حمیت اور مذہبی غیرت اپنے اسلاف کے نقش قدم سے چمٹائے رکھتی تھی، جو یقیناً پس رو حضرات کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

علامہ ساحل گوناں گوں خوبیوں کے مالک تھے۔ جہاں وہ ایک سلیس ورواں نثر نگار تھے وہیں قادر الکلام نظم نگار بھی تھے، دوران طالب علمی ہی ان کی شاعری اہل نظر کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگی تھی، وقتاً فوقتاً ان کے اشعار اخبار ورسائل کی زینت بنا کرتے تھے، جامعہ اشرفیہ میں عرس مجاہد ملت کے موقع پر طلبا حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت کی بہت مہتم بالشان محفل منعقد کیا کرتے تھے، اس محفل میں علامہ ساحل کی منقبت خاصے چرچے میں رہا کرتی تھی، اسی طرح اور دیگر مواقع پر بھی۔

نعت کے مقتضیات کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ ساحل کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دشوار گزار وادی سے وہ نہایت سبک روی کے ساتھ گزرے ہیں کیوں کہ آپ صرف ایک خشک ادیب اور خالص شاعر نہیں بلکہ گلستان حافظ ملت کے جفا کش، نگہ بلند اور باریک نظر گل چنیں بھی تھے جو دوسروں کی شرعی اور فکری واعتقادی رہنمائی کیا کرتے تھے اور سونے پر سہاگہ یہ کہ انھوں نے اپنی بقیہ ص ۳۲ ر پر

* مضمون نگار دارین اکیڈمی جمشید پور جھارکھنڈ کے بانی ہیں۔

از: علامہ محمد فروغ القادری*

آبروئے علم و حکمت علامہ ساحل سہسرامی

اے ہمایوں! زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی

یہ جان کر مجھے بے حد افسوس اور قلبی صدمہ گزرا کے آبروئے علم و حکمت، محقق عصر، حضرۃ الافاضل، جواں سال عالم ربانی، حضرت علامہ ڈاکٹر ساحل سہسرامی مؤرخہ ۲۴/ جولائی ۲۰۲۴ء کو اپنے آبائی وطن صوبہ بہار کا مردم خیز ضلع سہسرام میں وصال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ارشاد احمد ساحل سہسرامی جیسی مختلف الجہات شخصیت آفاق کی وسعتوں میں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، اس قدر جامع الصفات، علوم جدیدہ وقدیمہ سے آراستہ، علوم معقول ومنقول کا جامع تحقیقی، فقہی، علمی وادبی صلاحیتوں سے مرصع ان کے معاصر علما میں مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا مجھے یقین نہیں آتا کے وہ اس قدر جلد عالم جواں سالی میں ہم سب سے جدا ہو جائیں گے۔ مگر ہوتا وہی ہے جو مشیت کو منظور ہو، شوکت ایمان ویقین کی جلوہ سامانیوں کے ساتھ آج وہ عرش الٰہی کے سایے میں محوخواب ہیں اور ملکوتی فرشتوں کی رحمتیں ان کی قبر پاک پر برس رہی ہوں گی، خاکی مکینوں کی آخری آرامگاہ ستاروں کی انجمن ہوتی ہے، علامہ ساحل سہسرامی آج ستاروں کی انجمن میں محوخواب ہیں۔

ان سے میری پہلی ملاقات زمانۂ طالب علمی میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں ہوئی تھی، پھر ملک کے طول وعرض میں انعقاد پذیر کانفرنسوں میں ملاقات کا شرف حاصل رہا، وہ آج ہم میں بظاہر موجود نہیں ہیں تاہم میرے تصورات کی شاہراہوں پر ان کی یادوں کا چراغ بہت دیر تک روشن رہے گا۔ مجھے یقین ہے کے ان کے مخلص اور احسان شناس تلامذہ ان کے مشن کو مکمل کرنے میں ہر ممکن کوشش بروئے کار لائیں گے، ان کا خلوص فراواں ان کا جذبۂ دل اور علمی وتحقیقی راہوں میں ان کی دقت طرازی کے اثرات بہت دیر تک باقی رہیں گے، حضرت علامہ ساحل سہسرامی نوراللہ مرقدہ" کو دیگر علوم کے ساتھ ساتھ فن تصوف سے گہرا شغف اور جنون خیز وابستگی تھی، انھوں نے اس ذوق لطیف کو عملی طور پر اپنی عمر کے آخری لمحے تک باقی رکھا۔

اس حوالے سے ساڑھے آٹھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی صوفیا اور مشائخ طریقت کے تذکار وانساب پر مشتمل منبع الانساب" وجود العاشقین" النور والبہاء" جیسی معرکۃ الاراء کتابیں اور قیمتی نگارشات ان کی قلمی زندگی کے لازوال شاہکار ہیں جن کی آئینہ بندیوں سے ایوان تصوف کے بام ودر بہت دیر تک روشن و تابناک رہیں گے، دراصل تصوف انسان کے ذوق باطن اور لذت وجدانی کو اپنا رہبر بناتا ہے، اس کی خود آگاہی ان سنگلاخ راہوں کے پیچ وخم سے آشنا ہوتی ہے، جہاں اسے جلوۂ یوسف گمشدہ کی تپش ہر لمحہ آمادۂ کار رکھتی ہے، کشود عقدۂ مشکل کے لازوال جذبے سے سرشار ہے اپنے عزم کی ٹھوکر سے راستے کے ہر پتھر کو چراغ راہ بناتا ہے، وہ عرفان نفس کی گہرائیوں میں ڈوب کر خودی کا راز داں اور خدا کا ترجمان ہوتا ہے، ایک صاحب حال و مقال صوفی کا دل مجاہدہ، مراقبہ، مشاہدہ، تعقل، حواس خمسہ، کشف و ابہام اور یقین ووجدان سے لبریز ہوتا ہے، ان تمام کیفیات کا مصدر ومنبع دل ہے وہ ہر وقت عقل کے مقابلے میں صف آرا رہتا ہے۔

علامہ ساحل سہسرامی وہ اپنی کم عمری کے باوجود قوم وملت کے دینی وعلمی اثاثوں کے تحفظ کے لیے اپنی پوری زندگی جدوجہد کرتے رہے جہاں وہ ایک عظیم عالم ربانی، مایہ ناز مدرس فن افتا پر گہری بصیرت رکھنے والے فقیہ تھے، وہیں وہ ایک خداترس صوفی باصفا بھی تھے، وہ شریعت سے طریقت بقیہ ص ۱۵/ پر

* مضمون نگار ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ برطانیہ کے رکن ہیں۔

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! بحیثیت مصنّف و محقق

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

آبروئے علم وحکمت، نازشِ قرطاس وقلم، محققِ عصر، مفتی دوراں حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحلؔ سہسرامی مصباحی علیہ الرحمہ کا تعلق اس زرخیز علمی و ادبی اور روحانی خطے سے تھا، جس کے بارے میں آج بھی کہا جاتا ہے کہ "سہسرام کے کنکر پتھر بھی شاعری کرتے ہیں" تاریخِ رجالِ سہسرام کا مطالعہ کرنے والا اس دعویٰ کی ضرور تائید وتوثیق کرے گا۔

اربابِ شریعت وطریقت، فقیہانِ حرم، اصحابِ علم وتحقیق، علما ومشائخ اور شعرا وادبا کا علمی قافلہ ہر دور میں اس سرزمین پر موجود رہا ہے، گزشتہ ایک صدی کے اندر وہاں سے حضرت علامہ فرخند علی فرحت سہسرامی علامہ مفتی صدیق صادق سہسرامی ممدوحِ حافظ ملت، محدثِ سہسرام حضرت علامہ مفتی ضیاء الحسن ضیا سہسرامی حضرت علامہ کاملؔ سہسرامی علیہم الرحمہ جیسی وہ نامور علمی وروحانی ہستیاں نمودار ہوئی ہیں، جن کی دینی وملی اور علمی وادبی خدمات سے آج بھی سہسرام کی دھرتی لالہ زار اور رشکِ شیراز بنی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی نے اپنی علمی وتحقیقی کتاب "مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی: حیات اور شاعری" کے آغاز میں لکھا ہے کہ سہسرام کی عظمت کے لیے شیر شاہ سوری کی نسبت ہی کافی ہے لیکن یہ قدرت کے دیگر انعامات سے بھی مالا مال ہے، جین ٹھا کر "people Shahabad land" میں سہسرام کو "آثارِ قدیمہ کی جنت" کہتا ہے تو ممتاز صوفی شاعر اور عالم مولانا محمد عثمان عرفان مہاجر مکی اسے "ریاضِ جنت" سے تشبیہ دیتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"الشهسرام بلدة من بلاد الهند من مضافات البهار لا ريب أن الشهسرام من روضات الجنات، ذوات العيون الجاريات والجبال الراسيات والاشجار الخضرات معدن الأولياء، مخزن العلماء۔ یعنی سہسرام مضافاتِ بہار میں ہندوستان کا ایک ممتاز شہر ہے جو بلاشبہ باغاتِ جنت کا نمونہ ہے، جہاں دلکش چشمے بہتے ہیں، پہاڑوں کی بلند وبالا چوٹیاں ہیں، ہرے بھرے درخت ہیں، سہسرام اولیا کی کان اور علما کا مخزن ہے۔"

(ماہنامہ خوشبو، سہسرام جولائی 1980ء، ص25)

اس مدینۃ الاولیا اور معدن العلما کو رضا علی عابدی شیروں کے ساتھ ساتھ "شعروں کی سرزمین" کہتے ہیں، انہیں یہاں کے سنگریزے بھی گنگناتے سنائی دیتے ہیں، یہ سچ ہے کہ اس شہر کی ٹھیکری بھی بولتی ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ برا نہیں بولتی، سہسرام والے اچھے شعر کہتے ہیں، وہ شاعری کی جدید روایتوں سے کٹے ہوئے نہیں، اس کا احساس مجھے اس شام اس شعری نشست میں پیدا ہوا اور بنارس سے بھی بڑے اچھے اچھے شعر سنے تو ویرانوں میں پھولوں کے کھلنے کا گمان ہوا........ یہی سہسرام تو ہے جہاں بان بھٹ نے کادمبری لکھی تھی، یہ پھگوا، چیتا، کجری اور بارہ ماسہ کی سرزمین ہے۔ بولتے موسموں نے یہاں اشعار کو نئی تانیں اور بدلتے وقتوں نے نئے نئے معنی عطا کیے ہیں۔

(جرنیلی سڑک، رضا علی عابدی، کراچی پاکستان، ص280-279)

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی اسی وادیِ علم وحکمت اور مرکزِ شعر وسخن (سہسرام) کے ایک نامور سپوت تھے جو پوری زندگی سراپا حرکت وعمل بنے رہے اور اپنے عزمِ جواں کی ٹھوکروں سے صحرا کو گلزار بناتے رہے، موصوف اپنے ننھے سے وجود میں شاہین کا حوصلہ رکھتے تھے اور نت نئے آفاق کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں وکوشاں رہا کرتے تھے، ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی متعدد علمی خوبیوں کے مالک تھے، شخص واحد میں بیک وقت اتنی ساری خوبیوں کا

* مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے سابق معاون مدیر ہیں۔

اجتماع بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

عالم و فاضل، مفتی، مدرس، مفکر، محقق، ادیب، شاعر، محقق، ناقد اور یہ محض رسمی ٹائٹل نہیں بلکہ ان کی علمی و عملی زندگی میں ان کے بیشمار شواہد موجود ہیں، اس مختصر تحریر میں بحیثیت مصنف و محقق ان کا مختصر تعارف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

ساحلؔ سہسرامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نامور مصباحی عالمِ دین تھے، اپنے وطن سہسرام کی مشہور دانش گاہ دار العلوم خیریہ نظامیہ میں ناظرہ اور ثانیہ تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد 29 جولائی 1986ء کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور وہاں کے جیّد اساتذہ سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل کر کے 1993ء میں سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد شارحِ بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی کی خصوصی نگرانی میں "تخصص فی الفقہ" کا کورس مکمل کیا، فراغت کے بعد تقریباً آٹھ سال تک مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔

راقم الحروف جس وقت جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) میں زیر تعلیم تھا، اس وقت آپ کے درجنوں تلامذہ وہاں زیر تعلیم تھے، وہ ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کی علمی فضیلتوں سے متعلق بہت ساری باتیں بتایا کرتے تھے۔ آپ درسِ نظامی کی چھوٹی بڑی کتابیں پورے عالمانہ طمطراق کے ساتھ پڑھایا کرتے اور طلبہ آپ کی درس گاہ سے مطمئن ہو کر لوٹتے تھے، جامعہ اشرفیہ میں درس وتدریس کے علاوہ فقہ وافتا کی خدمت بھی آپ سے متعلق تھی، اشرفیہ جیسے باوقار ادارے میں آپ نے ایک ہزار فتاویٰ تحریر کیے، جن پر حضور شارحِ بخاری کی تصدیقات موجود ہیں۔

جب آپ اشرفیہ میں مدرس و مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے، اس وقت اساتذہ وطلبہ میں آپ کے علم و فضل کا بڑا چرچا تھا۔ شارحِ بخاری کے بڑے محبوب اور منظورِ نظر تلمیذ تھے، اسی طرح محدثِ جلیل حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی (سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور) سے بھی آپ نے خوب خوب اکتسابِ فیض کیا تھا، علامہ عبدالشکور مصباحی آپ کے علم وفضل کو سراہا کرتے اور فرماتے کہ ساحلؔ سہسرامی بڑے کام کے آدمی ہیں، اسی طرح ساحلؔ سہسرامی فرمایا کرتے کہ جب تک شارحِ بخاری اشرفیہ میں ہیں، میں یہاں ہوں، اس کے بعد مجھے یہاں سے رخصت کر دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا، وجہ جو بھی رہی ہو، لیکن ساحلؔ سہسرامی ہر جہت سے اشرفیہ جیسے باوقار ادارے کی زینت بنائے جانے کے لائق استاذ تھے، ایک کامیاب استاذ باصلاحیت مدرس اور قابل مفتی کی ساری خصوصیات آپ میں موجود تھیں، بالعموم علما طبقہ میں دینی وعصری علوم کا حسنِ امتزاج بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

علامہ ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی دینی وعصری علوم کے ممتاز اسکالر تھے، وہ جہاں جامعہ اشرفیہ مبارک پور جیسی عظیم اور مرکزی درس گاہ کے سند یافتہ عالم ومفتی تھے، وہیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جیسی مشہور دانش گاہ کے مایۂ ناز اسکالر تھے، جامعہ اشرفیہ میں درس و تدریس اور فقہ وافتا کے فرائض انجام دینے کے بعد آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے اور وہاں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد 2010ء میں بنگلور تشریف لے گئے، وہاں سے آئی ای ایل ٹی ایس یعنی International English Language Testing System کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد کسی ادارے سے منسلک ہو گئے، کچھ سال اندور (ایم پی) میں رہے، اس کے بعد عروس البلاد ممبئی تشریف لے گئے، ہمارے یہاں اہلِ علم اور باصلاحیت افراد کی ناقدری عام ہے، ساحلؔ صاحب کو کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بعد اگر ان کو کوئی مضبوط پلیٹ فارم مل گیا ہوتا تو وہ اپنے علم وتحقیق کا خاطر خواہ استعمال کر کے عظیم پیمانے پر دین ودانش کی خدمت انجام دیتے مگر ہماری جماعتی بے حسی ایسے قیمتی ہیرے کی بالکل قدر نہیں کی، آپ ایک عرصہ تک خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے شائع ہونے والے سالنامہ "اہل سنت کی آواز" کے معاون مدیر بھی رہے، اپنی ذہانت وطباعی فضل وکمال اور علمی رسوخ کے سبب پروفیسر سید امین میاں برکاتی

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

دام ظلہ العالی اور خانوادۂ برکاتیہ کے دوسرے بزرگوں کے منظورِ نظر رہے، آپ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الحاج محمد اختر رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضور احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ سے بیعتِ طلب کا شرف حاصل تھا۔ حضور تاج الشریعہ کے علاوہ مخدومِ ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرامی دام ظلہ العالی سے بھی خلافت حاصل تھی۔

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کی علمی وادبی اور تحقیقی وتصنیفی خدمات

اکیسویں صدی کے ہندوستان نے جن نامور مصنّفین اور دیدہ ور محققین کو وجود بخشا ہے، ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی ان میں سے ایک تھے، بحیثیت مصنف ومحقق ان کی حیثیت مسلّم ہے، مصنف ہونا اور ہے اور محقق ہونا اور اللہ رب العزت نے ساحلؔ صاحب کو علم وفضل، ذہانت وفطانت اور شعور ودانائی کے ساتھ تصنیف و تحقیق کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، آپ نرے مصنف نہیں بلکہ "محقق مصنف" تھے، آپ کی جملہ نگارشات تحقیقی شان رکھتی ہیں، تحقیق وتصنیف کے علاوہ آپ تنقید وتدوین اور تقدیم وترجمہ نگاری کے فن سے بھی آگاہ تھے۔ تنقید نگاری ومقدمہ نگاری میں آپ کو کمال حاصل تھا" صادقؔ سہسرامی! حیات اور شاعری" میں آپ کی تنقیدی مہارت پوری طرح نکھر کر سامنے آتی ہے۔

اسی طرح "فتاویٰ ملک العلما" اور "منبع الانساب" کا بیش قیمت مقدمہ پڑھ کر بابائے اردو مولوی عبدالحق اور مولانا حبیب الرحمٰن شروانی (رفیق خاص علامہ سید سلیمان اشرف بہاری) کی تقدیم نگاری کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، آپ کی وقیع اور فکر انگیز مقدمہ نویسی اور تراجم نگاری پر مدلل اور مبسوط مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے اور آپ کی ہمہ جہت دینی، علمی، تصنیفی اور تحقیقی خدمات پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی جاسکتی ہے۔ زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے ہم ان کی تصنیفی اور تحقیقی حیثیت پر گفتگو کرتے ہیں، تحقیق، سچ یا حقیقت کی دریافت کا عمل ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول: تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے، اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرزِ مطالعہ کا نام ہے، جس میں موجودہ مواد کے صحیح یا غلط ہونے کو بعض مسلّمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔

قاضی عبدالودود کہتے ہیں: تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے، تحقیق کو آسانی کے لیے عام طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اوّل: سندی تحقیق، دوم: غیر سندی تحقیق! سندی تحقیق وہ ہے جو کسی سند حاصل کرنے کے لیے کی جائے، غیر سندی تحقیق وہ ہے جس کا مقصد سند حاصل کرنا نہ ہو، دونوں قسم کی تحقیق کا مقصد حقائق کی تلاش اور ان کی کھوج کرنا ہوتا ہے، لیکن پہلی قسم کی تحقیق (سندی) پابند اور دوسری قسم کی تحقیق (غیر سندی) غیر پابند ہوتی ہے، سندی تحقیق میں محقق کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کو سند مل جائے (جیسا کہ عصری جامعات اور یونیورسیٹیوں میں کسی بھی موضوع پر تحقیق کر کے سند حاصل کی جاتی ہے) سندی تحقیق میں محقق زیادہ کھل کر رائیں نہیں دیتا اور نہ ہی زیادہ اختلافی بحثوں میں پڑتا ہے۔ لیکن غیر سندی تحقیق جسے "غیر پابند" کہا گیا ہے، وہ زیادہ تر آزاد اور غیر جانب دار ہوتی ہے، اس میں محقق بغیر کسی خوف کے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے مواد کے پیش نظر نتیجے اخذ کرتا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی چار قسمیں ہیں:

(۱) صحت متن کی تحقیق وتدوین۔ (۲) مصنف یا شاعر کی سوانح اور حالاتِ زندگی کی تحقیق۔ (۳) لسانی حقیقتوں کی کھوج، جس میں قدیم زبان، محاورات، عروض اور رسم الخط وغیرہ شامل ہے۔ (٤) معلوم شدہ حقائق یا اصولوں کی تجدید کرنا اور نئے انداز سے پیش کرنا، اس میں یعنی تحقیق کی مذکورہ اقسامِ اربعہ میں بعض کا تعلق صرف تحقیق سے ہے اور بعض کا تحقیق اور تنقید دونوں سے یکساں طور پر منسلک ہیں، مثلاً: صحتِ متن کی تحقیق یا سوانحی حالات کی تلاش اور لسانی حقیقتوں کی جستجو کا براہِ راست کوئی تعلق تنقید سے نہیں ہے، لیکن معلوم شدہ حقائق یا اصولوں کی تجدید، بغیر تنقید کے ممکن نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بقیہ چیزوں کا تنقید سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، تنقیدی شعور کے بغیر تحقیق کا کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے، اس طرح تنقید وتحقیق میں ایک ربط لازمی ہمیشہ سے رہا ہے۔

(جدید اردو تنقید! اصول ونظریات، ص 420-419 / ناشر: اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ)

ایک محقق کو مندرجہ ذیل اوصاف وشرائط کا حامل ہونا چاہیے:
(۱) حق گوئی (۲) بے تعصبی وغیر جانب داری (۳) محقق ہٹ دھرم اور ضدی نہ ہو (٤) تحقیق کا مقصد کوئی مادی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو (٥) تحقیق کی طرف رغبت اور ولولہ ہو (٦) مزاج میں ڈٹ کر محنت کرنے کا جذبہ ہو (۷) مزاج میں سیمابیت، بے صبری اور عجلت نہ ہو (۸) محقق کے مزاج میں اعتدال وتوازن ہو (۹) اس کے اندر علم کا غرور نہ ہو، بلکہ منکسر المزاج ہو (۱۰) اخلاقی جرأت کا حامل ہو (۱۱) مزاج میں تقلیدی رجحان نہ ہو، کیوں کہ دین و مذہب میں تقلید جائز ہے اور تحقیق کی شریعت میں تقلید حرام (۱۲) محقق ضعیف الاعتقاد نہ ہو۔ اساطیر، توہمات، خرافات اور فوق الفطرت جیسے امور سے باہر نکلنے کی ہمت رکھتا ہو (۱۳) استفہامی مزاج رکھتا ہو یعنی وہ مشکک ہو۔ یعنی ہر چیز میں شک اور بحث وکرید کرنے والا ہو (۱٤) اس کے مزاج میں سائنس دانوں جیسی قطعیت ہو (۱۵) بے ترتیب مواد کو منظم کرنے اور ایک منطقی وفلسفی کی طرح اصول وحوالہ جات کو پرکھ کر استخراجِ نتائج کی اس کے اندر صلاحیت ہو (۱٦) قوی الحافظہ ہو (۱۷) سکون واطمینان کے ساتھ ذہن ودماغ کو کام (تحقیق) پر مرکوز رکھنے والا ہو (۱۸) غیر معلوم اشیا کو معلوم کرنے کی لگن اور کرید ہو (۱۹) اردو کے علاوہ دوسری زبانوں سے بھی واقفیت حاصل ہو (۲۰) محقق تاریخی شعور رکھتا ہو تا کہ ماضی کے علمی و ادبی ذخیروں سے خاطر خواہ استفادہ کر سکے (۲۱) علومِ سماجیات و نفسیات سے واقفیت ہو تو مفید ہے (۲۲) ادبی علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ ان میں عروض، تاریخ گوئی، علم بیان اور علم قافیہ وغیرہ آتے ہیں۔ (۲۳) محقق کو کسی حد تک نقاد کی صفات سے بھی متصف ہونا چاہیے۔

(تحقیق کا فن، ص 53-51، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی)

ڈاکٹر ساحؔل سہسرامی کا تعلق "سندی تحقیق" اور "غیر سندی تحقیق" دونوں سے تھا۔ آپ نے سندی تحقیق بھی کی ہے اور غیر سندی تحقیق میں بھی اپنے علم وتحقیق کا جوہر دکھایا ہے۔ امام المنطق حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی فکر وشخصیت پر آپ نے بزبانِ عربی تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ آپ کی سندی تحقیق ہے اور جہاں تک غیر سندی تحقیق کی بات ہے تو اس سلسلے میں آپ کی یہ چند کتابیں مثلاً: (۱) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تنقیدی و تحقیقی جائزہ (۲) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی: حیات اور شاعری (۳) صادؔق سہسرامی: حیات اور شاعری (۴) منبع الانساب خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ ایک محقق کے جو اوصاف اوپر بیان ہوئے، ساحؔل صاحب ان میں سے بیشتر اوصاف سے متصف تھے، آپ نے صحتِ متن کی بھی تحقیق کی ہے اور مصنف یا شاعر کی سوانح حیات اور حالاتِ زندگی کی بھی تحقیق فرمائی ہے۔ غرض کہ جس زاویہ نظر سے دیکھا جائے، آپ ایک عظیم محقق کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے عظیم مصنف ہونے کے لیے یہی شہادت کافی ہے کہ آپ نے مختلف دینی و علمی اور تحقیقی وادبی موضوعات پر پچاس سے زائد کتابیں لکھ کر ایک ریکارڈ قائم کیا۔ ساحؔل سہسرامی کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کی فہرست طویل ہے، مندرجہ ذیل کتابیں آپ کے علم وتحقیق اور فکر وبصیرت کی منہ بولتی تصویریں ہیں:

(۱) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تنقیدی و تحقیقی جائزہ (۲) خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی! حیات اور شاعری (۳) منبع الانساب ترجمہ وتحقیق وتحشیہ (۴) خواجۂ ہند کی صوفیانہ شاعری (۵) صادؔق سہسرامی: حیات اور شاعری (٦) حضرت مخدوم سمنانی کے علمی آثار (۷) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ عثمانی: حیات وافکار (۸) متنبی! ایک خصوصی مطالعہ (۹) حافظ ملت (۱۰) شارحِ بخاری (۱۱) حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری برکاتی! حیات وخدمات (۱۲) عرفانِ عرب (۱۳) دائرۂ قادریہ بلگرام شریف (۱۴) مساهمة العلامہ فضل حق خیر آبادی فی الدراسات الاسلامية و الفلسفية — عربی زبان میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے کی گئی پی ایچ ڈی کا علمی و تحقیقی مقالہ (۱۵) جمالیات اور قرآنِ حکیم (۱٦) فن ترجمہ اور قرآنی تراجم (۱۸) امام اعظم اور علمِ حدیث (۱۹)

یادِ علامہ ساحلؔ شہسرامی

فقہ وافتا اور اس کے تقاضے (۲۰) تصوف! چند وضاحتیں (۲۱) وہابیہ کی کفری عبارتوں کی تاویلات! ایک تنقیدی جائزہ (۲۲) مسلمانوں کی علمی معیشت ہندوستانی تناظر میں (۲۳) مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز! ہندوستانی تناظر میں (۲۴) تحفۂ حجاز (۲۵) مجموعۂ اوراد و اورادِ قادریہ (۲۶) سلاسل صوفیہ تاریخ ولادتِ نبوی (۲۷) کاشف الاستار، سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات، نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی/ صغروی ساداتِ بلگرام (۲۸) سلاسل الانوار فی سیر الاخیار (۲۹) وفیات الاعلام، زیر تکمیل (۳۰) اسد العارفین حضرت سید شاہ عینی مارہروی (۳۱) النور و البھاء فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء (۳۲) فتاویٰ ملک العلما، ترتیب وتدوین (۳۳) وجود العاشقین (۳۴) مقالاتِ شارح بخاری (۳۵) معارفِ سراجِ ملت (۳۶) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ (۳۷) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا (۳۸) شدھی تحریک اور صدر الافضل (۳۹) موجِ ساحلؔ، شعری مجموعہ۔

(فروغ رضویات میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات ملخصاً، ص 475)

تلاش وجستجو اور تحقیق وتفحص ان کی سیمابی شخصیت اور بے چین طبیعت کا جزوِ لاینفک ہے۔ متعدد قلمی نسخہ جات اور متون کی آپ نے تحقیق کی اور ترجمہ وتحشیہ سے زیور سے ان کو آراستہ کیا۔ منبع الانساب اور وجود العاشقین کی تحقیق وتدوین اور ترجمہ وتحشیہ آپ کا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے، آپ نے زندگی بھر علم وادب اور تحقیق وتفحّص کا بازار گرم کیے رکھا، جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا کہ آپ کے جملہ کتب ورسائل اور گراں قدر مضامین ومقالات میں تحقیقی رنگ غالب ہے۔ ایک عظیم عالم ومفتی، مدرس ومفکر، قادر الکلام شاعر اور ادیب ومصنف کے علاوہ ایک "عظیم محقق" کی حیثیت سے ہندوستان کی علمی وادبی تاریخ میں آپ کا نام روشن اور زندہ وپائندہ رہے گا، تحقیق (Research) جو در اصل غیر معلوم حقائق کو سامنے لانے اور معلوم حقائق کو دلائل وشواہد کی روشنی میں پرکھنے کا نام ہے، اس عمل میں علامہ موصوف طاق تھے۔

راقم الحروف کی محدود معلومات کے مطابق اکیسویں صدی عیسوی کے طبقۂ علما میں ایسا دیدہ ور محقق ومصنف نظر نہیں آتا، سید محمد اشرف قادری برکاتی (انکم ٹیکس کمشنر/ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) آپ کے تحقیقی کارناموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”عزیزم علامہ ساحلؔ سہسرامی (علیگ) زمانے کی گرد میں روپوش شخصیات کو تسلسل کے ساتھ منظر عام پر لانے میں مصروف ہیں۔ انہیں اپنے مذہب، مسلک اور مشرب سے عقیدت کی حد تک لگاؤ ہے، قادریت کے دلدادہ، برکاتیت کے فدائی، اعلیٰ حضرت کے شیدائی اور شیر شاہ سوری کے گہرے نیازمند ہیں، ان عالی نسبتوں سے وابستہ ہر شے انہیں اپنی سمت کھینچتی ہے اور اس جذب وکشش کو وہ اعتبار دیتے رہتے ہیں۔“ (صادق سہسرامی! حیات اور شاعری کی پشت پر مندرج عبارت)

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی سے متعلق اہلِ علم کے تاثرات

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی اتنے بڑے عالم ومفتی اور محقق ومصنف تھے کہ اکابر علما ومشائخ اور دانش وارنِ ملت نے آپ کے فضل و کمال کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، شہزادۂ ملک العلما پروفیسر مختار الدین آرزو علی گڑھ تحریر فرماتے ہیں:

”ساحلؔ سہسرامی کی تلاش وجستجو اور ان کا ذوق وشوق دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے، مجھے یقین ہے کہ ان کا علمی سفر جاری رہا تو ان شاء اللہ ایک دن اہم سنی مصنفین میں ان کا شمار ہوگا، پروفیسر مختار الدین آرزو کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ ساحلؔ سہسرامی کتنے عظیم مصنف و محقق بن کر علمی وتحقیقی دنیا میں اپنی شناخت بنائی، سچ پوچھیے تو ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی" سنی بریلوی مصنّفین" میں ایک نمایاں حیثیت کے مالک تھے، انہوں نے اپنی پچاس سالہ زندگی (ولادت 19/ستمبر 1993ء/ وفات: جولائی 2024ء) میں درس وتدریس، فتویٰ نویسی، تصنیف وتالیف اور تحقیق و تنقید کی دنیا میں سند باد جہازی کی طرح کام کیا ہے اور علم و تحقیق کے بہت سارے مخفی جزیروں کو ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔“

صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی نے ساحلؔ سہسرامی کی علمی فضیلتوں اور تحریری خوبیوں کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

’’ساحلؔ سہسرامی صاحب ایک اچھے قلم کار اور ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کی تحریریں تحقیقی اور مدلل ہوتی ہیں۔ زبان و بیان میں سلاست و روانی ہے۔ قلم سیّال ہے۔ انہیں علمی نظم و ضبط کے ساتھ گفتگو کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ شعر و ادب کے ساتھ ساتھ سوانحی ادب کا بھی ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔‘‘

پروفیسر سید جمال الدین اسلم علی گڑھ کے بقول:

’’عزیزم مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحلؔ سہسرامی (علیگ) جس موضوع پر بھی لکھتے ہیں، خوب لکھتے ہیں، مستقل موضوعات کی تلاش رہتے ہیں اور جب کوئی موضوع مل جاتا ہے تو تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔‘‘

کہتے ہیں کہ ایک محقق کو اپنی ملکی و مادری زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کا بھی عالم ہونا چاہیے اور ایک اسلامی اردو محقق کے لیے عربی و فارسی زبان کا علم تو نہایت ضروری ہے، ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی اردو، عربی اور فارسی زبان و ادب کے رمز آشنا عالم و فاضل تھے، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی فکر و شخصیت پر بزبانِ عربی ان کا تحریر کردہ مبسوط علمی و تحقیقی مقالہ (پی ایچ ڈی) ان کی عربی دانی کی واضح مثال ہے، عرفانِ عرب اور منبع الانساب کا کامیاب اردو ترجمہ بھی ان کی عربی و فارسی دانی کا واضح ثبوت ہے۔

خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور) فرماتے ہیں:

’’موصوف (ساحلؔ سہسرامی) عربی و فارسی کی مہارت کے ساتھ کتب تصوف کا بھی خاصا مطالعہ رکھتے ہیں۔‘‘

سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی (صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کے بقول:

’’مولانا ساحلؔ سہسرامی ایک اچھے قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ بھی رکھتے ہیں۔‘‘

حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی دام ظلہ فرماتے ہیں:

’’عزیز القدر فاضل گرامی مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحلؔ سہسرامی (علیگ) ایک باصلاحیت مصباحی عالمِ دین ہیں۔‘‘

حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی کہتے ہیں:

’’مولانا ساحلؔ سہسرامی مصباحی (علیگ) اپنے دورِ طالبِ علمی سے مطالعہ و تحقیق اور تحریر کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔‘‘

(صادقؔ سہسرامی! حیات اور شاعری سے ماخوذ)

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایڈیٹر ماہنامہ جہانِ رضا لاہور) ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کی علمی و ادبی فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’علامہ ساحل سہسرامی [علیگ] مصباحی فاضل اور اہل سنت کے معروف اور جوان اسکالر ہیں، احقر سے دیرینہ علمی اور مراسلاتی رابطے ہیں، آپ کے قیمتی مضامین" ماہنامہ جہانِ رضا لاہور" کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں اور اس فاضل اہل سنت کی پھولوں میں گھری ہوئی، باتوں سے قارئینِ جہانِ رضا فیضیاب ہوتے رہے ہیں، آپ نے جب امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممتاز خلیفہ ملک العلما حضرت علامہ شاہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے فتاویٰ مرتب کیے اور اس پر بہت وقیع اور فاضلانہ مقدمہ لکھا تو اہلِ نظر چونک پڑے اور اس جوہر قابل کی خداداد صلاحیتوں کو سراہا، خود راقم الحروف نے اپنے مکتبہ نبویہ لاہور سے" فتاویٰ ملک العلما" شائع کی جو پاکستان میں بھی ہاتھوں ہاتھ لی گئی، اب تک تین مکتبے پاکستان میں" فتاویٰ ملک العلما" شائع کر چکے ہیں....... اہلِ سنت کے اس فاضل کی تازہ علمی کاوش" منبع الانساب مترجم" دیکھ کر راقم الحروف بہت مسرور ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں۔‘‘

(ابتدائیہ منبع الانساب مترجم ص16)

فروری 2010ء تک آپ کی چھوٹی بڑی کل کتابوں کی تعداد پینتیس (35) پہنچ چکی تھی اور سالِ رواں بقیہ ص ۱۴۱ پر

از: مفتی مشتاق احمد امجدی*

مفتی ساحل شہسرامی! قرطاس وقلم کے ایک عہد کا خاتمہ

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

حضرت مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علمی وتحقیقی اور فنی وادبی افق پراس ابھرتے آفتاب وماہتاب کا نام ہے جس کی پرنور کرنوں سے بے شمار اصحاب علم وفضل نے نور وضیا حاصل کی اور اپنے فن میں جمال وکمال پیدا کیا، اگر اجمالاً کسی نا آشنا سے کم الفاظ میں ان کی شخصیت کا تعارف کرانا ہو تو بلا شبہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مفتی ارشاد احمد رضوی ایک باعمل عالم، بافیض استاذ، بے نظیر ادیب، کہنہ مشق مفتی، ماہر محقق، نکتہ داں مصنف، کامیاب شاعر اور باکمال مترجم کا نام ہے جو اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں یکساں مہارت وبصیرت کے حامل تھے۔

خالق کائنات اور مالک حقیقی کے فضل خاص اور اس کی بے پایاں عطا سے آپ گوناگوں اوصاف وکمالات کے مالک تھے، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ لیے ہوئے سادگی اور اخلاق حسنہ کے حسین پیکر، بزرگوں کے احسان شناس اور چھوٹوں پر حد درجہ شفیق تھے، آپ نے اسلامیات کی تکمیل ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ سے کی اور مزید علمی جلا کے لیے حصول تعلیم کا سفر جاری رکھا اور اسلامی قانون میں مہارت پیدا کرنے کی غرض سے اسی جامعہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ میں داخلہ لیا اور اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ ومفتی حضور شارح بخاری کی صحبت وشاگردی اختیار کی، آپ کے مربی اور مشفق استاذ حضور شارح بخاری نے آپ کی ذکاوت اور افہام وتفہیم میں بے پناہ بصیرت سے متاثر ہو کر آپ کو جامعہ میں تدریس کے لیے مقرر فرمایا اس طرح جامعہ میں تدریس کے ساتھ فقہ وفتاویٰ کا کارواں بھی آگے بڑھتا رہا اور مسلسل آٹھ سال حضور شارح بخاری کی خدمت بابرکت میں رہ کر کم وبیش ایک ہزار فتاویٰ لکھنے کی سعادت حاصل کی جو حضور شارح بخاری کی تصدیقات سے مزین ہیں۔ (ملاحظہ ہو، فتاویٰ ملک العلما، ص ۵۱)

مزید علمی تشنگی دور کرنے کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان میں ایم اے اور پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جس سے آپ کی شخصیت میں مزید نکھار پیدا ہوا اور تحریری دنیا میں وہ نمایاں کارنامے انجام دئے جس کی مثال شاید نہ مل سکے، صرف سنہ ۲۰۰۱ء کے وسط سے ۲۰۰۳ء کے اخیر تک ڈھائی سالوں میں کم وبیش ڈھائی ہزار ۲۵۰۰ رصفحات سے زیادہ تحریری مرقع آٹھ گراں قدر کتابوں کی شکل میں قوم کے سامنے پیش کیا، جن میں کچھ تراجم اور کچھ ترتیبات شامل ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ، ۶۰۰ رصفحات (۲) مولانا سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی: حیات اور شاعری ۲۴۸ رصفحات (۳) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ، ۱۲۰ رصفحات (۴) حضرت صادق شہسرامی: حیات اور شاعری، ۲۰۰ رصفحات (۵) کاشف الاستار شریف [ترجمہ وتقدیم] ۷۰۰ر صفحات (۶) النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء [ترجمہ] ۸۰ رصفحات (۷) ایم اے عربی کی نصابی نظموں کا ترجمہ، ۴۰۰ر صفحات (۸) فتاویٰ ملک العلما [ترتیب وتقدیم، ۵۱۲ رصفحات۔

[فتاویٰ ملک العلما، ص ۹]

یوں تو آپ علم وفضل کی مختلف شاخوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے اور متعدد فنون میں آپ نے طبع آزمائی بھی فرمائی، تحقیق وافتا، تدریس وتقریر، شعر وشاعری وغیرہ مگر ارباب فکر ودانش اور اصحاب علم وفضل میں آپ کو جس وصف سے شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی وہ ہے، آپ کا تحریری اور ادبی ذوق، اسی ذوق ہمایوں کا نتیجہ ہے کہ آپ کے قلم سیال سے درجنوں دینی وعلمی، قومی وادبی گراں قدر مقالات اور کئی درجن تحقیقی اور علمی کتب ورسائل منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے جن میں بعض مطبوعہ ہیں اور اکثر منتظر طباعت،

* مضمون نگار ازہری دار الافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

آپ کے اسی وصف ممتاز کے سبب ملک وبیرون ملک سے بیشتر مصنّفین اپنی تصنیفات وتالیفات پر تقدیمات یا تاثرات یا تقریظات کے لیے رابطہ کرتے مگر آپ کی خوردنوازی کہیے کہ آپ کثرت کار وہجوم افکار کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے بلکہ مختصر یا مطول معلوماتی اور تحقیقی تقدیم یا تاثر وتقریظ سے بہر مند فرماتے، راقم السطور یہ گمان رکھتا ہے کہ حضور والا کے قلم سے جاری شدہ صرف اس قسم کی تحریرات کا ایک خزانہ ہوگا جو اپنے باب میں ایک نادر کارنامہ ہے۔

یوں تو آپ کا ہر کام اہل علم وخرد کی نظر میں نمایاں وممتاز اور ہر کوشش وسعی مشکور ومحمود رہی ہے مگر ان سب کی درجہ بندی کی جائے تو دو کام سب پر فائق اور حاوی نظر آئیں گے، ان میں پہلا کام ''خانوادۂ برکاتیہ کے مشائخ کی تاریخ اور ان کے علمی وادبی اثاثے کی دریافت'' اور دوسرا کام ''تلمیذ وخلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت وسوانح اور آپ کے علمی اثاثے کی کھوج''

سردست دوسرے اہم کام کے آئینے میں حضرت ممدوح کی کدوکاوش قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہے، حضور ملک العلما کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے اجلہ تلامذہ وفیض یافتہ میں ہوتا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امام اہل سنت کے حاضر باشوں میں آپ کو امام اہل سنت سے خصوصی قرب حاصل تھا جس کی جلوہ باریاں حضور ملک العلما کی ذات میں بجا طور پر نظر آتی تھیں اور امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مختلف طریقوں سے اس کا اظہار فرمایا چناں چہ انجمن نعمانیہ لاہور کو ارسال کردہ ایک مکتوب میں امام اہل سنت تحریر فرماتے ہیں:

''مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبا سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب میں یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا: سنی، خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں، عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کرسکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں، فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کرکے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔'' [فتاویٰ ملک العلما، ص ۱۳]

رسالہ ''الاستمداد'' میں ذکر اصحاب کے تحت فن مناظرہ میں آپ کی فاتحانہ شان وشوکت کو یوں بیان فرمایا:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

امام اہل سنت کی خصوصی تربیت اور ان کی نگاہ کیمیا اثر نے حضور ملک العلما کو کندن بنا دیا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ مروجہ علوم وفنون کے علاوہ بیشتر عقلی علوم وفنون پر تن تنہا کامل دسترس رکھتے تھے، یہ سب درحقیقت بارگاہ امام سے ان علوم عقلیہ پر اپنی روحانی جانشینی کا آپ کو حسین تمغہ تھا جس کے اثرات تب سے آج تک نظر آرہے ہیں اور کیوں نہ ہو جب آپ مجدد وقت کے اسیر جو ٹھہرے۔

بلاشبہ حضور ملک العلما متعدد فنون نادرہ جیسے ہیئت وفلسفہ، توقیت وظفر، ہندسہ وریاضی، جبر وتکسیر، اوفاق واعداد میں نادر روزگار تنہا آگاہ تھے جس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سولہ خانوں کے نقوش گیارہ سو طریقوں سے بھر لیتے تھے جبکہ آپ کے مربی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سولہ سو طریقوں سے یہ نقش پُر کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔

تاہم وصال سے نصف صدی گزرنے تک حضور ملک العلما کے متعلق اسی قسم کا صرف ایک تصور پایا جاتا تھا اور آپ محض ایک علوم جدیدہ کے ماہر کی حیثیت سے متعارف تھے، شاید باید کسی ماہنامہ یا سالنامہ رسائل وجرائد میں آپ کی پہلو دار شخصیت کے بارے میں کچھ تفصیل سے لکھا گیا ہو اور اگر کچھ لکھا بھی گیا تو وہ قصۂ پارینہ ہوکر رہ گیا تھا، غرض کہ ایسی عبقری اور عظیم وجلیل شخصیت پر جیسا کام ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہوسکا اس کا سبب خواہ

ہماری کوتاہی کہیں یا احسان فراموشی بہر حال ایک محیر العقول شخصیت کے حیرت ناک کارنامے نظر انداز ہوئے، گویا نصف صدی سے ظفریات کی تفصیلات گوشہ گم نامی کا شکار رہیں بھلا ہو ہمارے ممدوح گرامی علامہ ساحل شہسرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنہوں نے اس تشنگی کو قریب سے محسوس کرتے ہوئے امام اہل سنت کے اس عظیم پروردہ اور ریاست بہار کے فاضل جلیل کی زریں تاریخ کو قوم کے سامنے پیش کرنے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے صفحۂ قرطاس میں محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اپنی مسلسل کوششوں سے اسے بام عروج تک پہنچایا بھی، چناں چہ آپ کے مساعی جمیلہ سے باب ظفریات کے کئی اہم کام وجود پذیر ہوئے جن میں سہ ماہی رسالہ ''الکوثر کا ملک العلما نمبر'' مسائل حنفیہ کے حدیثی مآخذ ومصادر پر آپ کی تصنیف لطیف ''جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری'' کی پہلی جلد اور آپ کے قیمتی وگراں مایہ فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ ملک العلما'' کی اشاعت سرفہرست ہیں، اس کی روداد خود انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کریں، آپ رقم طراز ہیں:

''حضرت ملک العلما علامہ شاہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی قدس سرہ سے ان کی سادگی، روداری، علم وفضل بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی نسبت خاص کی وجہ سے احقر کو بے حد عقیدت ہے، حضرت کے وصال کو تقریباً نصف صدی ہوتی ہے لیکن چند مضامین کے سوا نہ حضرت پر کوئی کام ہوسکا اور نہ حضرت کی نگارشات کو ہی منظر عام پر لانے کی باضابطہ کوشش ہوسکی، تنویر المصباح، نصرۃ الاصحاب، مبارک پور، گھوسی، لاہور اور ہزاری باغ سے شائع ہوئیں ''تنویر السراج فی ذکر المعراج'' اور صحیح البہاری کی کچھ قسطیں پاکستان سے شائع ہوئیں، چند مضامین بھی لکھے گئے جن میں مولانا محمد محمود رفاقتی مصنف تذکرۂ علمائے اہل سنت کا مضمون ''ملک العلما اور علم حدیث'' قدرے مفصل ہے جو تین قسطوں میں ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہوا، لیکن ؏

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اب جمود ٹوٹ چکا ہے، حضرت پر تحقیقی کاموں کی پیش رفت ہو چکی ہے، برادر محترم مولانا ملک الظفر شہسرامی ایڈیٹر ''الکوثر'' (سہ ماہی) سے جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو انہوں نے ناچیز کی رائے کو شرف قبول عطا کرتے ہوئے اپنے سہ ماہی رسالہ ''الکوثر'' شہسرام کا ''ملک العلما نمبر'' نکالنے کا پختہ عزم کرلیا اور ان کی دو سالہ جانفشانہ کاوش کے بعد پانچ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل گراں قدر نمبر مرحلۂ اشاعت کے قریب آپہنچا ہے، حضرت کی گراں قدر تصنیف ''جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری'' کی جلد اوّل (عقائد) پر لاہور کی رضا فاؤنڈیشن کام کر رہی ہے، احقر نے بھی مختلف جہت سے حضرت ملک العلما کے حضور قلمی نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے:

(۱) ملک العلما اور علمائے شہسرام [مطبوعہ ماہنامہ جہان رضا جون ۱۹۹۹ء]

(۲) علم توقیت میں ملک العلما کے ایک ممتاز شاگرد علامہ عبد الرؤف بلیاوی [مطبوعہ سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۲ء]

(۳) تاج العلما اور سید العلما کے گرامی مکاتیب بنام ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین قادری برکاتی قدس اسرارہم [مطبوعہ جہان رضا لاہور، فروری ۲۰۰۳ء]

(۴) آج سے چار سال پہلے بہت کاوش کے ساتھ حضرت کا رسالہ ''سرور القلب المخزون فی الصبر عن نور العیون'' کو جدید انداز میں ''اسلامی نظریہ موت'' کے نام سے ایڈٹ کرکے اس پر تقدیم لکھی، کتابت کے مراحل سے گزارا، یہ کتاب المجمع العلمی ہزاری باغ سے شائع ہو چکی ہے۔''

[فتاویٰ ملک العلما، ص ۴۸]

انجمن برکات رضا پھول گلی ممبئی سے بھی حضور ملک العلما کی سوانح اور آپ کی متعدد تصنیفات ونگارشات پر معتدبہ کام ہوا ہے، ناچیز کا غالب گمان یہ ہے کہ اس میں بھی آپ کا نمایاں علمی

قلمی تعاون شامل رہا ہوگا، فتاویٰ ملک العلماء حجم کے اعتبار سے اگر چہ ایک مختصر فقہی گلدستہ اور محض ایک سوتیس فتاویٰ اور چھ فقہی رسائل کا مجموعہ ہے مگر جس قدر فتاویٰ شامل ہیں بہت معیاری اور قیمتی ہیں اور کیوں نہ ہو جب آپ امام احمد رضا کے بحر فقاہت کے غواص وشناور جو ٹھہرے۔

فتاویٰ ملک العلما کی یہ جلد حضور ملک العلما کے بیشتر ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو آپ نے قیام بریلی شریف کے ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۲۵ھ کے دوران قلم بند فرمائے تھے ورنہ آپ نے دور طالب علمی ہی سے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمادیا تھا اور کم وبیش ۵۴ر سالوں تک امت کی رہنمائی میں فتاویٰ تحریر فرماتے رہے، افسوس کہ آپ کی فکر جولاں کا یہ قیمتی اثاثہ محفوظ نہ ہوسکا۔

ایسے میں ممدوح گرامی علامہ ساحل شہسرامی کا یہ کارنامہ کتنا اہم ہے اسے بتانے کی چنداں حاجت نہیں رہ جاتی، خدانہ خواستہ آپ نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو یہ قیمتی اثاثہ بھی قصۂ پارینہ ہوکر رہ جاتا اور امت مسلمہ فقہ وفتاویٰ کے ان گوہر نایاب سے محروم رہ جاتی، آج اگر ہم حضور ملک العلما کے ان فتاویٰ سے مستفیض ہورہے ہیں تو یہ سب سراپا حضرت مرحوم کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ وثمرہ ہے، ہم جیسے نہ جانے کتنے اس سے فیض یاب ہورہے ہیں اور صبح قیامت تک استفادہ کرتے رہیں گے۔

افسوس صد افسوس علم وفضل، تحریر وقلم، تصنیف وتالیف، نقد ونظر، شعر وشاعری، تحقیق وتنقیح، تقویٰ وطہارت، زہد وورع کا نیر تاباں اپنی حیات مستعار کے صرف پانچ دہائی پورا کرکے ہمیشہ ہمیش کے لیے غروب ہوگیا اور امت مسلمہ ایک لائق وفائق محقق ومدبر، عظیم وجلیل مصنف ومترجم، بے مثال وبے نظیر ادیب و نثر نگار اور ژرف نگاہ ووسیع المطالعہ مفتی وفقیہ سے محروم ہوگئی۔

فقیر راقم السطور کی حضرت ممدوح گرامی سے سب سے پہلی ملاقات سرزمین کلیان کے ایک شخصی سیمینار [تاج الشریعہ انٹرنیشنل سیمینار منعقدہ: ۸ر دسمبر ۲۰۱۸ء زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ، کلیان] میں ہوئی اور آخری ملاقات بھی اسی سرزمین میں دوسرے سیمینار [امام احمد رضا سیمینار منعقدہ: ۱۷ فروری ۲۰۲۴ء، زیر اہتمام الجامعۃ الرضویہ، کلیان] میں رہی، اس دوران عروس البلاد ممبئی میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا، پہلی ملاقات صرف تعارف کی حد تک رہی مگر دوسری وآخری ملاقات بہت خوش گوار ثابت ہوئی، کئی گھنٹہ آپ کی بافیض صحبت میں رہنے اور بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع میسر آیا، اسی آخری ملاقات میں حضرت کی بارگاہ میں اپنے فتاویٰ کا مجموعہ پیش کیا جسے دیکھ کر بے پناہ مسرور ہوئے اور خوب خوب دعاؤں سے نوازا، نیز مختلف موضوعات سے متعلق سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے اپنے کئی اہم تحریری منصوبہ سے بھی آگاہ فرمایا۔ اس آخری سفر میں آپ نے ناسک آنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی مگر کسے معلوم تھا کہ حضور والا سے یہ آخری ملاقات ہوگی۔

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء بروز چہارشنبہ علی الصبح ایک طالب علم کے ذریعہ آپ کے وصال کی خبر موصول ہوئی، ایک نوجوان محقق واسکالر اور جواں سال مصنف و ادیب کی خبر رحلت کا غم برداشت نہ ہوسکا، آپ کے وصال کی خبر سن کر دل ودماغ پر تھوڑی دیر کے لیے سکتہ طاری ہوگیا مگر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ موت ایک اٹل قانون ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، تاہم آپ کا اپنی عمر کے اس پڑاؤ میں ہمیں داغ مفارقت دینا ضرور باعث قلق اور افسوس ہے، آپ کی رحلت سے جماعت اہل سنت کا عظیم خسارہ اور باب ظرفیات کے ایک زرّیں عہد کا خاتمہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

یہ امر سوفی صد سچ اور حق ہے حضرت مرحوم آج ہمارے درمیان نہیں رہے مگر اپنے علمی کارناموں، تحقیقی کارگزاریوں، تحریری نگارشات، قیمتی تصنیفات وتالیفات کے سبب ہمارے دلوں کے نہاں خانوں میں ویسے ہی ہیں جیسے آج سے چند دنوں پہلے تھے اور ان شاء اللہ العزیز اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت صدیوں لوگوں کے قلوب وجگر کو مسخر وتابعدار کرتے رہیں گے اور علم وادب کے حلقوں میں صبح قیامت تک ان کے احسانات یاد کیے جائیں گے۔

بقیہ ص ۴۵ر پر

از: مفتی محمد راحت خان قادری *

علامہ ساحل شہسرامی اور اسلاف شناسی

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

حضرت مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ ۱۷؍محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴؍جولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ کو وصال فرما گیے، علامہ شہسرامی جماعت اہل سنت کے ایک عظیم اسکالر، صحافت کے تجربہ کار، [سال نامہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ اور سال نامہ "شہسر ام" کے ایڈیٹر رہے] مختلف زبانوں کے ماہر، [خاص کر اردو، عربی، فارسی زبانوں میں آپ کی مہارت کا ثبوت وہ کتابیں ہیں کہ جن کو آپ نے تصنیف فرمایا یا ترجمہ وتحشیہ اور تقدیم کے بعد شائع کروایا اور وہ اہل علم و مشائخ کے مابین مقبول ہوئیں] باکمال مدرس، [جامعہ اشرفیہ میں طلبہ کو جب پڑھاتے تو ان کے انداز افہام وتفہیم سے متاثر ہو کر دوسرے گروپ کے طلبہ بھی موقع پا کر آپ کے درس میں شامل ہوجاتے] مذہبی شاعر، [پچاس سے زائد نعت ومنقبت] تجربہ کار مفتی، [جو جامعہ اشرفیہ مبارک پور جیسے عظیم ادارے میں نائب مفتی کے عہدے پر فائز اور مجلس شرعی کے ممبر رہے، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کے متعدد فقہی سیمیناروں میں شریک رہے۔ آپ کے تحریر فرمودہ وہ فتاوی جو فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں ان کی تعداد ایک ہزار ہے جیسا کہ آپ کی کتابوں کے ابتدائی تعارف نامہ میں درج ہے] آپ ایک عظیم مصنف تھے آپ کی تصانیف وتراجم، مرتبات ومؤلفات اور مقالات وتقدیمات وغیرہ کئی ہزار صفحات کو محیط ہیں، صاحبزادہ حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ساحل شہسرامی صاحب ایک اچھے قلم کار اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی کا ذوق اور تجربہ رکھتے ہیں، ان کی تحریریں تحقیقی اور مدلل ہوتی ہیں، زبان وبیان میں سلاست وروانی ہے، قلم سیّال ہے، انہیں علمی نظم وضبط کے ساتھ گفتگو کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔" (پیش از گفتار، ملک العلما، ص ۷، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی)

آپ نے علم وتحقیق، تصنیف وتالیف کے مختلف میدانوں میں منفرد کارنامے انجام دیے، اپنے نوکِ قلم سے اتنا لکھا کہ ان کو یقیناً مصنف کتب کثیرہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا لیکن علامہ شہسرامی کی بزرگانِ دین اور اسلاف کرام سے محبت وعقیدت مثالی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی تصنیفات وتحقیقات، تراجم ومؤلفات اور مرتبات ومقالات، تقریظات وتقدیمات وغیرہ میں اسلاف شناسی کا جوہر ایسا شامل بلکہ غالب ہے کہ موصوف کے تحریری وتصنیفی اور تحقیقی وتالیفی کام اور ان کی تفصیلات کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے گویا کہ موصوف نے خود کو اسلاف شناسی کے لیے ہی وقف کر دیا ہو، آپ نے جن بزرگوں کے مخطوطات پر کام کیا ہے، ان پر گراں قدر علمی و تحقیقی مقدمہ تحریر فرمایا، نیز ان پر جا بجا حسب ضرورت قیمتی، مفید اور معلومات افزا حواشی کے اضافے کا بھی اہتمام کیا، آپ کے حواشی علمی وتحقیقی اور مستند ومضبوط دلائل سے مزین ہیں، حشو و زوائد سے پاک، بے جا طوالت سے محفوظ اور عبارات کے مخفی گوشوں کو اجاگر کرنے والے اور جمہور اہل سنت کے موقف حقہ کو ظاہر وثابت کرنے والے ہیں۔

خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، بلگرام مقدس کے مشائخ اور دیگر سادات کرام، علما ومشائخ کا علمی وروحانی، تعلیمی وتحقیقی تعارف ان کی بے مثال خدمات کا اہم حصہ ہیں، آپ کی مندرجہ ذیل نگارشات جو میرے پاس ہیں ان کی کچھ تفصیلات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) سند السادات فی حسن خاتمة السادات [فضائل سادات] (۲) منبع الانساب (۳) اوراد قادریہ (۴) نظم

* مضمون نگار دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی ہیں۔

اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی[صغروی سادات بلگرام] (۵)النور والبها لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء(۶) خاندان برکات کی علمی وادبی خدمات(۷)حضرت نوری بریلوی کے شیخ طریقت (۸) دائرۂ قادریہ (۹) حیات ملک العلما(۱۰) فتاوی ملک العلما۔

سندالسادات[فضائل سادات]

یہ کتاب حسان الہند علامہ غلام علی آزاد حسینی واسطی بلگرامی [ولادت ۲۵؍صفر ۱۱۱۶ھ، وفات ۲۴؍ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ] کی فارسی زبان میں تصنیف ہے، اس کتاب میں سادات کرام کے فضائل وخصائص، سادات میں کون کون حضرات شامل ہیں، سادات کے کفواور سادات کرام کو پندو نصیحت وغیرہ پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب بھی نایاب تھی آپ نے اس کے مخطوط کی بازیابی فرما کر اس پر کام کیا، اردو بامحاورہ ترجمہ کے قالب میں ڈھالا جو کہ ۶۲؍صفحات پر مشتمل ہے، اس کے بعد اس پر گراں قدر حواشی کا اضافہ مستند حوالوں سے فرما کر حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہما کی تحریروں سے تائید وتوثیق پیش کرتے ہوئے اپنے کلام کو مزید استحکام بخشا ہے، سب سے اخیر میں انساب اور سادات کرام کے عنوان سے آپ کی نہایت ہی علمی وتحقیقی تحریر شامل ہے جس میں فضیلت نسب، حضور کی قرابت کے فوائد، فضائل اہل بیت اور علم الانساب وغیرہ پر تفصیلی کلام فرمایا ہے اس طرح یہ ترجمہ شدہ کتاب حواشی کے ساتھ ۱۳۲؍صفحات پر مشتمل ہے۔

منبع الانساب

یہ کتاب حضرت سید معین الحق بن شہاب الحق جھونسوی قدس سرہ کی فارسی تصنیف ہے، جس میں بنیادی طور پر سادات کرام کا تذکرۂ جمیل ہے، یہ کتاب سات فصلوں پر مشتمل ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کے اخلاف کی اجمالی تفصیل، امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے لے کر حضرت امام حسن عسکری قدس سرہ، ان کے اخلاف کے مختصر حالات، حسنی حسینی سادات، علوی حضرات کے خانوادوں، عرب وعجم بالخصوص برصغیر ہند وسندھ اور پاک میں سادات اور مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ وسلسلہ عالیہ سہروردیہ وغیرہ تذکرہ وتفصیلات مشتمل ہے، یہ مخطوطہ بھی تقریباً ۶؍سو سالہ قدامت لیے ہوئے یہ نادرو نایاب علمی ونسبی جوہر مختلف ذاتی کتب خانوں میں گم نام وروپوش تھا، آپ نے اس مخطوط کا عام فہم، آسان ترجمہ فرمایا، ابتدا میں آپ کا تحقیقی وعلمی مقدمہ شامل ہے، ۵۰۴؍صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۲۰۱۰ء میں ''سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام'' کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔

اورادقادریہ

یہ کتاب علامہ شہسرامی کی تالیف وترتیب ہے، اس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کے گوشوں کو علمی وتحقیقی مستند طرز پر اجاگر کیا، آپ کے تصنیف فرمودہ درود ہائے مبارکہ، آپ کے معمول ومنقول دیگر اوراد واعمال اور آپ کی شان میں دیگر مشائخ عظام کے منتخب مناقب کے ساتھ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے تحریر فرمودہ ''مناقب غوثیہ رضویہ'' کو بطور وظیفہ شامل فرمایا ہے، یہ ۲۴۰؍صفحات پر مشتمل کتاب ۲۰۱۰ء میں سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام کے اہتمام سے شائع ہو چکی ہے۔

نظم اللآلی[صغروی سادات بلگرام]

یہ کتاب حضرت مولانا سید محمد بن سید غلام نبی بلگرامی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے جس میں سادات بلگرام کی بہت سی خاندانی تفصیلات درج ہیں جو کہ بلگرامی سادات کے لیے اہم مرجع کا مقام رکھتی ہیں، یہ کتاب فارسی زبان میں تھی جس کے متعلق علامہ شہسرامی خود تحریر فرماتے ہیں:

''نظم اللآلی بھی فن علم الانساب سے تعلق رکھتی ہے جس میں سادات بلگرام کی شاخ پچ بھیّہ کے افراد کی نسبی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، یہ کتاب افراد خاندان کے لیے حوالے کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں تحریر ہوئی، اس کی نثر متوسط فارسی اسلوب لیے ہوئے ہے، شستگی اور سہولت بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن کوئی خاص ژولودگی بھی نہیں ہے۔''

یادعلامہ ساحل شہسرامی

(تقدیم،نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی/
صغروی سادات بلگرام،ص ١٦:،سلطان شیر شاہ سوری، پبلیکیشنز، شہسرام)

اس کتاب پر آپ کی علمی و تحقیقی اور تاریخی تقدیم ہے جس میں تصنیف کتاب کے پس منظر، مصنف کے مختصر حالات اور نسب کی شرافت اور اس کے تحفظ کے اہتمام پر دلائل و براہین سے مزین تفصیلی وعلمی کلام بلکہ علم انساب کی تدوین، اس کی ابتدائی ومشہور کتابوں اور ہندوستان میں اس فن پر جو تحریری کام ہوئے ان کو بھی جامعیت سے ذکر فرمایا ہے، آپ نے اس فارسی مخطوط پر کام کیا اور اس کا اردو زبان میں آسان اور سلیس اردو ترجمہ کیا، گراں قدر علمی حواشی سے مزین کیا، جس کو ''سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام'' سے شائع کیا گیا جو کہ ٣٦٠/صفحات پر مشتمل ہے۔

النور والبہا

یہ کتاب سراج السالکین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کی عربی تصنیف ہے، جس میں آپ نے کتاب اللہ، صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، مصافحات ومسلسلات، حرز یمانی، حزب البحر، دلائل الخیرات، حصن وحصین وغیرہ فنون کتب کی حاصل شدہ اسانید واجازات اور جن تیرہ سلاسل طریقت کی ان کو اجازتیں حاصل تھیں ان کی تفصیلات کو درج فرمایا ہے، اس پر بعض مقامات پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ وضاحتی حاشیے بھی تحریر فرمائے، تقریباً ایک سو چالیس سالہ قدیم اس عربی کتاب کے مخطوط پر کام کی سعادت بھی علامہ شہسرامی کے حصہ میں آئی، اور آپ نے اس کا اردو و سلیس ترجمہ فرمایا جو ٨٠/ صفحات پر مشتمل ''سلطان شیر شاہ سوری، پبلیکیشنز، شہسرام'' کے اہتمام سے ٢٠١٠ء میں شائع ہو کر عام ومقبول ہوئی۔

خاندان برکات پر علمی وادبی خدمات

خاندان برکات جہاں روحانی اعتبار سے عظیم علما ومشائخ کا پیر خانہ ومرکز عقیدت ہے اس کی روحانی خدمات کی شعائیں جس طرح سے برصغیر میں عام وتام ہیں ایسے ہی خاندان برکات کی علمی وادبی خدمات میں بھی مثالی ہیں لیکن اس عنوان پر باضابطہ علامہ شہسرامی سے قبل کسی نے بھی اتنے شرح و بسط سے نہیں لکھا تھا یہ منفرد کام بھی آپ ہی کے حصہ میں درج ہوا۔

حضرت نوری میاں پر مقالہ

حضور مفتی اعظم ہند کے شیخ طریقت سرکار سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی'' کے عنوان سے آپ نے جامع مضمون تحریر فرمایا جو''سال نامہ اہل سنت کی آواز'' ٢٠٠٣ء میں شائع ہوا، اس کا انٹرنیٹ ایڈیشن ''نوری مشن مالیگاؤں'' نے ٢٠١٩ء میں شائع کیا یہ فل اسکیپ [A4] سائز میں ١٣/صفحات پر مشتمل ہے، اس میں حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کا جامع تذکرہ جو کہ آپ کے نام ونسب، ابتدائی حالات، تعلیم وتربیت، علوم ومعارف میں آپ کے عظیم مراتب اور کشف وکرامات اور آپ کے علمی وروحانی متروکات کے ذکر جمیل پر مشتمل ہے۔

دائرۂ قادریہ

اس کتاب میں بلگرام شریف کا جغرافیہ، اس کی فتح وتعمیر نو، صغروی سادات کی شاخیں، ان کی منصب داریاں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید حضرت خواجہ عماد الدین بلگرامی، ودیگر مشاہیر بلگرام سید محمد چشتی صاحب الدعوۃ الصغریٰ، حضرت سید شاہ محمد اجمل، بانی دائرۂ قادریہ بلگرام شریف حضرت سید محمد قادری، حضرت سید شاہ لطف اللہ قادری معروف بہ شاہ لدھا بلگرامی، حضرت سید زین العابدین قادری علیہم الرحمہ اور دائرۂ قادریہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید اویس مصطفی واسطی قادری بلگرامی دامت برکاتہم کے احوال وکوائف کو بیان کیا گیا ہے، ٣٦٨/صفحات پر مشتمل یہ کتاب بھی ٢٠١١ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔

حیات ملک العلما

فاضل بہار ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے بحر علم وعرفان کے خاص فیض یافتہ ارشد تلمیذ، مستر شد وخلیفہ تھے جن کی زندگی علم دین کی خدمت، مسلک اہل سنت یعنی کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت، احقاق حق اور ابطال باطل میں

گزری، اعلیٰ حضرت قدس سرہ بھی ملک العلما پر بے پناہ اور مثالی شفقت فرماتے تھے، اپنے مشہور قصیدہ ''الاستمداد'' میں فرمایا ؎

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

ملک العلما قدس سرہ کی علمی و تحقیقی نگارشات، آپ فتاوی و تصانیف میں دلائل عقلیہ ونقلیہ کے وافر دلائل سے استدلال سے اس علمی و تحقیقی گھن گرج کو محسوس کیا جا سکتا ہے، علم توقیت میں ان کی مہارت پر برصغیر میں رائج ان کا مرتب فرمودہ مؤذن الاوقات ہے ان تمام علوم وفنون کو انھوں نے اپنے مربی، شیخ طریقت اور استاذ کامل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ فیض ترجمان سے حاصل کیا، جس کا اعتراف آپ کے شیخ ومربی اور استاذ امام احمد رضا قادری قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں یوں رقم فرمایا:

''مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز! ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارِ افتا میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ: (۱) سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں۔ (۴) مصنف ہیں۔ (۵) واعظ ہیں۔ (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ (۷) علمائے زمانہ میں علمِ توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔''

(مقدمہ صحیح البہاری، از: پروفیسر مختار الدین احمد، ص ۱–۲)

حیات ملک العلما پر جو آپ نے کام کیا ہے وہ بھی خود میں ایسی وسعت لیے ہوئے ہے کہ اس میں ملک العلما قدس سرہ کے ساتھ دیگر بزرگان کرام کی حیات طیبہ کے گوشوں کو اپنے دامن ذکر میں سمیٹے ہوئے ہے جس کا اندازہ ان مشمولات کو پڑھ کر بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے:

ملک العلما اور مارہرہ مطہرہ، ملک العلما اور علمائے شہسرام، حافظ الحدیث علامہ قادر بخش شہسرامی، مولانا سید ابوالحسن خوش دل شہسرامی، مولانا غیاث الدین حسن شریفی رضوی، مولانا سید عبدالغنی شہسرامی، مولانا سید شاہ ملیح الدین کبیری، مولانا نجم الدین شہسرامی، مولانا سید اظہار حسین شہسرامی، مولانا سید موسیٰ رضا کاکوی شہسرامی، مولانا حکیم سید وصی احمد شہسرامی، مولانا سید غلام مخدوم مست شہسرامی، مولانا ابوصالح ظہیر الدین فریدی، مولانا حکیم محمد یحییٰ شہسرامی، ملک العلما کی شہسرامی تصنیف۔

ملک العلما کے احباب میں صدر الشریعہ، حافظ ملت، سید شاہ حسام الدین احمد منعمی، حافظ عبدالرؤف بلیاوی، تاج العلما اور سید العلما مارہروی علیہم الرحمہ وغیرہم کا ذکر جمیل بھی نہایت ہی خوبی کے ساتھ فرمایا ہے۔

فتاوی ملک العلما

اس مجموعہ میں جو فتاویٰ شامل ہیں، اس کے بیشتر فتاویٰ حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۲۵ھ کے دوران تحریر فرمائے تھے کہ جس زمانے میں آپ بریلی شریف میں مقیم تھے اور مسوّدات کی ابتدا میں خطبہ کے بعد یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے:

''امابعد! فقیر بارگاہ رضوی محمد ظفر الدین بہاری میجروی قادری برکاتی غفرلہ مامضیٰ وماسیاتی، ملتمس کہ یہ چند استفتا مع جوابات ہیں جو بزمانہ قیام بریلی شریف میں سائلوں کے جواب میں لکھے گیے، عام مسلمانوں کے فائدے کے لیے کتابی شکل میں ایک جگہ کیے گیے، اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق بخشے اور اس سے مسلمانوں خصوصاً حنفی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔''

(تقدیم، فتاوی ملک العلما، ج ۱ ص ۵۰ ، المجمع الرضوی، بریلی شریف)

ملک العلما نے جو اشاعت کی توفیق کی دعا فرمائی تھی ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد وہ دعا علامہ شہسرامی کے حق میں قبول ہوئی، اور اس دشوار گزار و جاں کاہ کام بھی آپ کے ذریعہ تکمیل کو پہنچا، فتاویٰ ملک العلما کی ترتیب واشاعت کا کام کتنا دشوار تھا، اس کا ٹھیک اندازہ تو وہی افراد لگا سکتے ہیں جن کو اس میدان میں کام کرنے کا خاطر خواہ تجربہ ہو لیکن کچھ اندازہ علامہ شہسرامی کی اس تحریر سے ہو سکتا ہے:

"بیشتر مسودات بہت ژولیدہ خط تھے اور بعض کے اوراق تو اس قدر بوسیدہ تھے کہ ان کی سیاہ زیراکس کاپیاں پڑھنا بھی کارے دارد۔ بہر حال! احقر نے اپنے مولا کے بھروسے پر حضرت ملک العلما قدس سرہ کی روحانیت سے استعانت کرتے ہوئے اس ناصاف مسودے کی زیراکس کاپیاں دیکھنی شروع کیں۔ ناقل نے کتابت میں اتنی زیادہ غلطیاں کی تھیں کہ اسے پڑھنے اور درست کرنے میں کئی ہفتے بیت گئے، بہت سے اوراق کرم خوردہ تھے یا ان کی سطریں وقفے وقفے سے مسلسل نہ تھیں، انہیں ملانے اور وہاں مناسب الفاظ جوڑنے میں جو زحمت اٹھانی پڑی، اس کا کیا ذکر کروں۔" (تقدیم: فتاویٰ ملک العلما، ج ۱ ص ۹۴، المجمع الرضوی، بریلی شریف)

اسی میں ہے:

"اس مجموعۂ فتاویٰ میں ایک سو چوبیس فتاوی شامل ہیں جن میں کئی ایک بہت مبسوط، مفصل اور بڑے قیمتی ہیں انہیں میں یہ چھ رسائل شامل ہیں [ترتیب واران رسائل کے نام جو فتاویٰ ملک العلما میں شامل ہیں] یہ وہ رسائل ہیں جو کسی استفتا کے جواب میں معرض تحریر میں لائے گئے، یہ پورا مجموعہ گیارہ ابواب پر تقسیم ہے جن میں ایک سو چوبیس فتاویٰ شامل ہیں۔" (ملخصا، مرجع سابق، ص ۵۰)

یہ مجموعہ ۵۱۲ر صفحات پر مشتمل ہے، شروع میں آپ کا طویل مقدمہ ہے جس میں آپ نے فتاویٰ کی روشنی میں علوم حدیث و تفسیر میں ملک العلما کی مہارت، عقائد و مناظرہ میں کامل دسترس، علم ہیئت و توقیت میں معاصرین میں امتیازی حیثیت، فقہ و تصوف میں جامعیت اور آداب افتا کی رعایت کو بیان تفصیل سے بیان کیا اور فقہ و افتا کے تعارف و تاریخ کے گوشوں کو محیط ہے۔

اسلاف شناسی کے باب میں آپ کی یہ تمام خدمات مثالی ہیں جو ان کو اپنے معاصرین میں ممتاز و بے مثال ثابت کرتی ہیں اس کے علاوہ یہاں پر "**نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی** [صغروی سادات بلگرام]" کے مقدمہ سے ان کی تحریر فرمودہ کچھ ایسی کتب کی فہرست پیش کی جاتی ہے جو اسلاف شناسی سے تعلق رکھتی ہیں:

(۱) ملک العلما کی علم حدیث میں نمایاں خدمات [یہ زیر تکمیل تھی] (۲) امام اعظم اور علم حدیث (عربی) [۱۴۴ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۳) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ [۱۲۸ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۴) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ [۱۲۸ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۵) مخدوم سمناں کے علمی آثار [۱۲۰ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۶) مساہمۃ العلامۃ فضل حق الخیرآبادی فی الدراسات الاسلامیۃ والفلسفیۃ (یہ آپ کا پی ایچ ڈی کا عربی مقالہ ہے) [۵۰۰ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۷) شدھی تحریک اور صدر الافاضل [۹۶ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۸) تذکار قدوسی [۳۶۸ر صفحات، غالباً مطبوع] (۹) حافظ ملت [۳۶۸ر غیر مطبوعہ] (۱۰) حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری، حیات و خدمات [۱۱۲ر صفحات، مطبوع] (۱۱) حضرت سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ حیات و خدمات [۲۷۲ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۱۲) حضرت صادق شہسرامی حیات اور شاعری [۳۶۸ر صفحات، مطبوع] (۱۳) خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات [۳۶۸ر صفحات، مطبوع] (۱۴) خواجۂ ہند [۲۴۰ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۱۵) دائرۂ قادریہ، بلگرام شریف [۳۶۸ر صفحات، مطبوع] (۱۶) شارح بخاری [۵۰۴ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۱۷) صاحب عرس قاسمی [۶۴ر صفحات، مطبوعہ] (۱۸) صدر الشریعہ [۳۶۸ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۱۹) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفی عثمانی، حیات و افکار [۱۸۴ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۲۰) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی، حیات اور شاعری [۲۸۴ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۲۱) امام احمد رضا اور شہسرام [۱۲۸ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۲۲) رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویہ کی خصوصیات [۳۲ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۲۳) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا [۱۲۸ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۲۴) مفتی اعظم [۳۶۸ر صفحات، غیر مطبوعہ]

اس کے علاوہ وہ تمام عربی و فارسی کتب جن کا آپ نے ترجمہ کیا اور ان پر گراں قدر حواشی کا اضافہ کیا وہ بھی اسی ضمن میں آتے ہیں اور درجنوں آپ کے وہ مقالات جو اسلاف کی حیات و

خدمات پر مشتمل تھے اور رسائل جرائد میں شائع ہوئے، یا سیمینار میں پیش کیے گیے۔

مرشد سے مثالی عقیدت و محبت

مرشد برحق حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری قدس سرہ سے آپ بیعت تھے، حضرت سے بے پناہ الفت و محبت کرتے تھے، جب ذکر کرتے تو الفاظ و انداز دونوں محبت مرشد سے سرشار رہتے، ۱۹ر مئی ۲۰۱۶ء کو ''الجامعۃ الرضویہ'' مغل پورہ پٹنہ، بہار کے زیر اہتمام ''حضور تاج الشریعہ سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں راقم بھی شریک تھا وہیں موصوف سے باضابطہ ملاقات ہوئی تھی، اس سیمینار میں آپ نے اپنے مقالے ''حضور تاج الشریعہ ایک مرشد کامل'' کو نہایت ہی منفرد انداز میں سامعین کے سامنے پیش کیا اس سے ایک اقتباس کو نقل کیا جاتا ہے پڑھیے اور دیکھئے کہ کس روحانی و عرفانی طریقے سے مرشد کی عظمت و رفعت کا اظہار و اعتراف کیا ہے:

''آپ کی ذات گرامی سے متعدد کرامات کا صدور ہو چکا ہے لیکن اس کے عمومی اظہار سے حد درجہ احتراز رہتا ہے، خود میں کئی کرامات کا شاہد ہوں لیکن ابھی اس کے بیان سے دست کش ہوتا ہوں، آپ کی عرفانی تہہ داریوں اور بحر توحید میں شناوری کا شاید ہی کسی عامی کو اندازہ ہو لیکن اہل نظر آپ کے مقام عشق و عرفان سے خوب آشنا ہیں، عرب و عجم، بلاد افریقہ و یورپ کے لاکھوں سادات، مشائخ، علما، فضلا، ماہرین کی آپ کے دامان کرم سے وابستگی یونہی نہیں ہے، آپ کے حلقہ بگوشوں میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ اللہ کی بہت ساری غیر مرئی مخلوقات بھی ہیں، ایک اہل نظر نے صادق لب و لہجے میں مجھ سے بیان کیا کہ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے دو لاکھ سے زیادہ جنات مرید ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان کے اندر آپ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت کے منصب پر فائز ہیں۔'' (معارف تاج الشریعہ، ص ۳۸۴، الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ)

نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی/ صغروی سادات بلگرام کی تقدیم میں مرشد کی محبت میں لبریز ہو کر یوں رقم طراز ہیں:

''میرے مرشد برحق نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ عارف باللہ قاضی القضاۃ فخر ازہر حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف کے دعائیہ کلمات ہمارے لیے سرمایۂ سعادت ہیں، مولا تبارک و تعالیٰ ان کے فیوض و برکات روحانیہ و علمیہ سے اس گناہ گار کو خاص حصہ نصیب فرمائے اور کل بروز محشر ان کے کفش برداروں میں حشر نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔'' (تقدیم: صغروی سادات بلگرام، ص ۱۷، سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام)

بارگاہ مرشد میں مقام قبول

علامہ شہسرامی کو مرشد کی بارگاہ سے ان کی علمی و تحقیقی، مذہبی و مسلکی خدمات پر درجۂ قبولیت و اعتماد کا تمغۂ صد افتخار حاصل تھا حضور تاج الشریعہ ان پر اظہار اعتماد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''زیر نظر کتاب ''نظم اللآلی'' انہیں صغروی سادات بلگرام کے نسب ناموں اور کارناموں کے تعارف پر مشتمل ہے جو آج سے دو سو سال پہلے لکھی گئی اور آج اس کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت عزیز القدر مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] کو حاصل ہوئی، میں اپنی علالت کی وجہ سے تو اسے پڑھوا کر نہ سن سکا لیکن ''ارشاد میاں'' کے علمی تجربے کی وجہ سے مطمئن ہوں کہ ترجمہ مناسب ہوگا۔'' (تقریظ: صغروی سادات بلگرام، ص ۶، سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''عزیز القدر مولانا ارشاد احمد رضوی سلمہ شریف الطبع، پرخلوص طبیعت رکھتے ہیں، خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مصروف ہیں، اس کی دلیل یہ کتاب ''فتاوی ملک العلما'' اور ان کی دیگر تصانیف ہیں، ان کی لگن، محنت اور لیاقت کو دیکھ کر دل

بقیہ ص ۶۷ پر

از: مفتی مشتاق احمد رضوی عزیزی*

ایک واجد اوج علامہ مفتی ساحل شہسرامی

۱۴۴۶ھ ——— علیہ الرحمۃ

یاد علامہ ساحل شہسرامی

صاحب تصنیف وتحقیق بادشاہِ قرطاس وقلم حضرت علامہ حافظ وقاری ومفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ جہاں علم ودانش کی ایک نامور اور شہرت یافتہ شخصیت تھے، جس دور میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں استاذ اور شعبہ افتا کے مفتی تھے، اُس وقت نائب مفتی اعظم ہند فقیہ العصر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں آپ کو قُربِ خاص حاصل تھا، شارح بخاری کے نہایت معتبر اور معتمد تھے، آپ کی فکری اور تحریری کدّوکاوش کو بنظرِ تحسین دیکھتے تھے، جلوت وخلوت کہیں بھی برملا آپ کی عمدہ اور سنجیدہ نگارش پر دادوتحسین دیتے اور خوشی کا اظہار فرماتے، یہاں سے آپ کو بڑی شہرت ملی علمی دنیا میں خوب چرچا ہوتا گیا۔

قیام اشرفیہ کے زمانے میں ایک بار آپ نے حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بیرون ملک ہرارے، زمبابوے وغیرہ ممالک افریقہ کے دورے کئے واپسی کے بعد پورا تفصیلی سفرنامہ تحریر کیا جسے ماہنامہ اشرفیہ مبارک نے شائع کیا تھا، مجھے اُس کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا تھا، اِس کے بعد آپ کی تحریروں کو پڑھنے کا موقع ملتا رہا اور شانِ علمی سے متاثر ہوتا رہا۔

آج سے دو سال قبل تک ملاقات کا شرف حاصل نہ تھا، جبکہ اشتیاق ایک زمانے سے تھا، حسن اتفاق کہ ۲۴ رنومبر ۲۰۲۲ء کو حضرت سید سراج اظہر صاحب نوری علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس میں شرکت ہوئی، جہاں آپ کا دیدار رہا، مائک پر محوخطاب تھے، عوام کے علاوہ اسٹیج پر جلوہ فرما علما ومشائخ محفوظ ہورہے تھے گویا سامعین کی خصوصی توجہ اپنی زبان سے کہہ رہی ہے تھی۔ ع

جواہراتِ علوم ودانش زباں سے اپنی لٹا رہے ہیں

سراجی نگاہ میں آپ مقبول تھے، یہاں سے شائع ہونے والی ہر تحریر پر پہلے آپ کی نظر کا پڑنا ضروری جانا جاتا تھا، چنانچہ اِس دیدار کے بعد باقاعدہ ملاقات گزشتہ ۱۷ رفروری ۲۰۲۴ء کو الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹر میں ہوئی، اِس تاریخ میں جامعہ کا ۲۵ رواں جشن تاسیس تھا اور اسی موقع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ذات پر سیمینار بھی منعقد ہوا تھا، جس میں شرکت کے لئے علامہ ساحل علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے تھے، یہاں سبھی شرکائے سیمینار ایک بلڈنگ میں اقامت پذیر تھے، میں موصوف سے ملنے کے لئے حاضر ہوا تھا آپ محو استراحت تھے، مگر مجھے دیکھ کر فوراً کھڑے ہوگئے میں نے آپ سے مصافحہ معانقہ کیا بہت پرتپاک، ملاقات رہی آپ کے حسن اخلاق کو دیکھ کر یہ کہنا پڑا کہ حدیثِ پاک بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، صرف پڑھا ہی نہیں بلکہ اُس پر سختی سے عامل بھی ہیں یعنی ع

اُن کے اخلاق ومودت کا کچھ جواب نہ تھا

علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیہ الرحمۃ کی قلمی خدمات شہرۂ آفاق ہیں جو ملت کے اکابر واماغر صاحبان علم وفضل کے نزدیک مقبولیت کے مقام پر فائز ہیں، اِس وقت میرے سامنے حضرت سید معین الحق چشتی جھونسوی علیہ الرحمہ کی کتاب منبع الانساب ہے جس کے ترجمہ، حاشیہ نگاری اور تقدیم کا حسن آپ کے قلم زرنگار کا مرہون منت ہے کتاب سے متعلق کیا گیا کام ہر طرح سے قابل صد تعریف ہے، چنانچہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اصل متن کے ساتھ مترجم سلمہٗ نے گراں قدر حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے جن میں میرے جدّ کریم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ صوفیانہ افادات کا خاصا حصہ شامل کیا ہے، کتاب اصل متن کے ترجمے اور حواشی کے ساتھ نوسو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، ترجمہ سلیس اور رواں ہے،

*مضمون نگار جامعہ اہل سنت صادق العلوم ناسک کے استاد و مفتی ہیں۔

اِس دستاویزی کام کو دیکھ کر عزیزالقدر کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے، دعا گو ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی کی یہ گراں قدر علمی خدمت قبول فرمائے۔''

لاہور پاکستان کے معروف انشاگار علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدیر جہانِ رضا نے بھی اِس تاریخی کارنامہ کی سراہنا اِن لفظوں میں کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''یہ علمی اور فنی سرمایہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی صاحب زید مجدہٗ کے ہاتھوں پہنچا تو اُس نے اردو کے لباس میں بہت خوبصورت گلدستے کی شکل اختیار کرلی اصل کتاب کی قدر وقیمت گراں قدر حواشی نے اِس کی رونقوں میں اور اضافہ کردیا یہ حواشی حشو وزائد سے پاک بے جا طوالت سے محفوظ ہیں اور کتابِ مبارک منبع الانساب کے مخفی گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں حضرت علامہ نے جہاں ضرورت محسوس کی وہیں حاشیہ آرائی کی ہے غیر ضروری اضافے اور طوالت سے گریز کیا ہے۔

علامہ ساحل شہسرامی (علیگ) مصباحی فاضل اور اہل سنت کے معروف نوجوان اسکالر ہیں احقر سے دیرینہ علمی اور مراسلاتی رابطے ہیں آپ کے قیمتی مضامین ماہنامہ جہان رضا لاہور کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں اور اِس فاضل اہل سنت کی پھولوں سے گھری ہوئی باتوں سے قارئین جہانِ رضا فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔'' (ص ۵۳)

قاضی شہر رام پور علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی آپ کی ستودہ صفات ذات سے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی فاضل ہیں، مفتی ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مدرس رہ چکے ہیں، ابھی حال ہی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان میں مجاہدِ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ پر پی ایچ ڈی کرچکے ہیں، درجنوں کتاب لکھ چکے ہیں، انہوں نے اپنے علم وفضل کا ماہرانہ استعمال کرتے ہوئے اِس گراں قدر کتاب کا بہت سلیس ترجمہ کیا ہے، میرے اِس خیال کی تائید وہ سبھی حضرات کریں گے جو اِس کتاب کے مطالع کا شرف حاصل کریں گے اہل سنت کے اِس جواں سال فاضل سے امتِ مسلمہ کو بہت ساری دینی اور علمی توقعات وابستہ ہیں۔'' (ص ۵۶)

بڑوں کے جانچنے کا معیار بڑا ہوتا ہے، اُن کی بارگاہوں میں پیش کی گئی، تحریر کا حسن وجمال اور اُس کا نقص اِسی طرح گفتگو کا عیب وہنر تھوڑی ہی دیر میں کُھل کر سامنے آجاتا ہے، علامہ ساحل علیہ الرحمہ کی ذات کے سلسلے میں یہ اقتباسات اُن علما مشائخ کے ہیں جن کا علمی مقام پوری دنیائے دانش بینش میں مسلم ہے، انہوں نے علامہ ساحل کو اپنے معیار کے مطابق پایا تو اُن کو اپنا قریبی بنایا اور اُن کے علمی پایا کو سراہا۔ ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

◆◆◆

ص ۷۱ رکا بقیہ..

کچھ بتاؤں گا، مگر میری حرماں نصیبی کہ اس کے بعد ادارے کا سالانہ امتحان، رمضان، سفر وطن، عید الاضحیٰ اور محرم الحرام میں بارہ روزہ خطاب وغیرہ کی یکے بعد دیگرے مصروفیات کی وجہ سے حضرت سے رابطہ ہی نہیں کرپایا۔

13 رمحرم الحرام کو فتاویٰ شمس العلماء کی فائنل کاپی مولانا عسجد صاحب سے طلب کی تھی اور اس کی پرنٹ کے بعد حضرت سے بات کرنے والا ہی تھا کہ 17 رمحرم الحرام کو وصال کی خبر نے دل کو بہت رنجیدہ کیا اور اب انا للہ و انا الیہ رجعون کے پڑھنے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم ان کی نیکیوں کو قبولیت کو درجہ عطا فرمائے، ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صبر پر اجر جزیل نوازے اور ادارہ سنی دنیا بریلی شریف کے جملہ اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک اہم شخصیت پر خصوصی ضمیمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا، اللہ پاک ان کے اس جذبے کو قبول فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

(از: مولانا عبدالمقتدر خان جالوی*

حضرت علامہ ارشاد احمد رضوی! حیات وخدمات

یاد علامہ ساحل شہسرامی

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی علیہ الرحمہ بلند پایہ عالم، عمدہ محقق، بہترین نقاد، شاندار سخنور، اعلیٰ درجہ کے نثر نگار، نامور مصنف، بے باک صحافی، زبردست مترجم، خطیب اہلسنت، پیر طریقت اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں منتہی کتابوں کے پڑھانے والے استاذ تھے، ان کی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں گزری، ان کی ذات میں اسلاف کے آثار اور بزرگوں کے اطوار دکھائی دیتے تھے، ان کا قلم اس قدر محتاط ہوتا تھا کہ آداب شریعت کی نزاکتوں سے کبھی غافل نہیں ہوتا، ذیل میں ان کی زندگی کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی ارشاد احمد، والد ماجد کا نام اشفاق احمد اور جد امجد کا نام وصی احمد بتایا جاتا ہے، قلمی نام ساحل سہسرامی اور اسمائے نسبتی رضوی، ضیائی مصباحی اور علیگ وغیرہ، مدار گیٹ، سہسرام ضلع رہتاس، بہار، بھارت میں ۱۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء میں ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدا تا ثانیہ دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام میں پڑھ کر ۲۹؍جولائی ۱۹۸۶ء میں ملک کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی میں داخلہ لیا اور وہاں کی باوقار ہستیوں سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۸۹ء میں مولویت ۱۹۹۱ء میں عالمیت ۱۹۹۱ء میں قرأت حفص ۱۹۹۳ء میں قرأت سبعہ ۱۹۹۳ء میں فضیلت اور ۱۹۹۵ء میں تخصص فی الفقہ الحنفی کی سندیں لے کر فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں آٹھ سالوں تک پڑھایا اور فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی بحسن وخوبی انجام دیا، یہاں مسند تدریس وافتا پر فائز رہتے ہوئے ۲۰۰۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی میں آپ نے ایم اے کیا، اس کے بعد پھر وہیں سے ۲۰۱۰ء میں آپ نے پی ایچ ڈی کیا اور ۲۰۱۰ء میں ہی بنگلور سے آئی ای ایل ٹی ایس کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔

بیعت وارادت: جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور بیعت طلب احسن العلما، حضور سید حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔

اجازت وخلافت: تاج الشریعہ بریلی شریف، مخدوم گرامی علامہ سید اویس مصطفیٰ قادری بلگرام شریف، بادشاہ طریقت علامہ ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی بلگرام شریف، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ غلام یٰسین رضوی قاضی شہر بنارس، جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

تصانیف وتالیفات: آپ رئیس التحریر اور ادیب عصر تھے، مزاج تحقیقی اور انداز انوکھا تھا، کہنہ مشق شاعر اور کامیاب نثر نگار تھے، تحریروں میں ادب کی چاشنی بھی ہوتی تھی اور فن کی گیرائی وگہرائی بھی پڑھے لکھے لوگ تحریروں کو از ابتدا تا انتہا پڑھتے تھے اور لطف اندوز ہوتے تھے، سو سے زائد مقالے لکھے کئی درجن کتابیں تصنیف فرما کر صاحبان علم ودانش سے داد وتحسین حاصل کیا، ان کی صوفیانہ مخطوطات کی تحقیق تدوین، ترجمہ اور تحشیہ یادگار ہیں، جن میں سے کچھ یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) وجود العاشقین، فارسی سے اردو ترجمہ (۲) منبع الانساب، فارسی سے اردو ترجمہ (۳) سلاسل صوفیہ، عربی سے اردو ترجمہ، تحشیہ، اضافہ (۴) وفیات الاعلام۔ (۵) سلاسل الانوار فی سیر الاخیار، فارسی سے اردو ترجمہ (۶) کاشف الاستار، فارسی سے اردو ترجمہ (۷) سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات (۸) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن، ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ (۹) نظم الآلی فی نسب آل علاء الدین العالی، فارسی سے اردو ترجمہ، تحشیہ (۱۰)

* مضمون نگار دار العلوم ضیائے مصطفیٰ اشرف نگر جالے، دربھنگہ کے استاذ ہیں۔

فتاویٰ ملک العلماء۔(۱۱) صحیح البہاری معروف بہ جامع الرضوی (۱۲) جمالیات اور قرآن حکیم (۱۳) فن ترجمہ اور قرآنی تراجم (۱۴) امام اعظم اور علم حدیث (عربی) (۱۵) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ (۱۶) ملک العلماء کی حدیث میں نمایاں خدمات (۱۷) مجموعہ فتاویٰ، مصدقہ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (۱۸) فقہ وافتا اور اس کے تقاضے (۱۹) تصوف: چند وضاحتیں (۲۰) خواجۂ ہند (۲۱) مخدوم سمنانی کے علمی آثار (۲۲) امام احمد رضا اور سہسرام (۲۳) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ (۲۴) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا (۲۵) رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویہ کی خصوصیات (۲۶) مفتی اعظم ہند (۲۷) صدر الشریعہ (۲۸) شدھی تحریک اور صدر الافاضل (۲۹) حافظ ملت (۳۰) شارح بخاری (۳۱) معارف سراج ملت (۳۲) متنبی: ایک خصوصی مطالعہ (۳۳) عرفان عرب (۳۴) مجموعہ کلام ''موج ساحل'' (۳۵) مجموعہ نعت ومناقب ''فکر سخن''

بیرونی ممالک کا سفر: مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ بموقعہ عمرہ جنوری ۲۰۱۸ء اس کے علاوہ جرمنی، ہالینڈ، بلجیم اور فرانس وغیرہ تشریف لے گئے۔

ایوارڈ: امام احمد رضا ایوارڈ، امام احمد رضا موومنٹ بنگلور سے ۲۰۱۳ء میں نوازے گئے۔

تقریظات وتصدیقات: بیس سے زائد بلند رتبہ کتابوں پر تقریظات وتصدیقات ومقدمات تحریر فرمائے۔

سیمینار و کانفرنس: بیس سے زیادہ فقہی، مذہبی اور ادبی سیمیناروں میں شرکت فرمائی اور اکابر کی موجودگی میں بیس بڑی کانفرنسوں میں بھی خطاب فرمایا۔

علمی ورفاہی خدمات: دینی مجلس سہسرام، ہفت روزہ نشست کی ۱۹۹۷ء میں تاسیس چیف ایڈیٹر، سالنامہ سہسرام رکن مجلس مشاورت، امام احمد رضا موومنٹ بنگلور سابق ایڈیٹر، سالنامہ اہل سنت کی آواز، علی گڑھ ڈائریکٹر و بانی۔ رضا فاؤنڈیشن سہسرام سابق ممبر مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سابق لکچرار و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

داغ مفارقت: دنیائے شعور وآگہی کی وہ بلند بانگ شخصیت جس نے شعور کو بھی آگہی اور آگہی کو بھی شعور کا اجالا عطا کیا تھا، جو ملت کی منتشر توانائیوں کو یکجا کرنے کی سعئ پیہم کرتا رہا۔ جو زبان وقلم اور کردار وعمل سے مسلک حقہ کی ترجمانی اور پاسبانی کرتا رہا جو ایمان وعقیدہ پر شبخون مارنے والوں کی خفیہ سازش کو بے نقاب کرتا رہا جو قلوب واذہان میں عشق مصطفوی کی شمع فروزاں کرتا رہا، وہ ۱۷ر محرام الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء بروز پیر بوقت صبح ہمیں داغ مفارقت دے گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور بہشت بریں کی بہاروں میں رکھے، نیز اہل خانہ، تلامذہ اور تمام مریدین ومعتقدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا کرے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۶۳ رکا بقیہ...

سے دعا نکلتی ہے۔'' (حیات ملک العلماء، ص ۶ ر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

یقیناً علامہ ساحل شہسرامی کے وصال سے علمی وتحقیقی اور روحانی میدان میں جو ایک خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کی تلافی بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کا نعم البدل پیدا فرمائے، جس شعر پر انہوں نے حیات ملک العلما کی تقدیم کا آغاز کیا تھا اس پر اختتام کر رہا ہوں ؎

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کچھ ایسے لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

◆◆◆

ص ۶۹ رکا بقیہ...

کے لیے، اب ان کی یادوں کے نقوش باقی ہیں، ان کے علمی کام کی خوشبو اہل سنت کے گلشن میں پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہے، حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ یقینی طور پر علمی کام زندہ رہے گا، ساحل گرچہ تشنہ چھوڑ گیا لیکن شمع علم روشن ہے جس سے ساحل بھی فیض یاب۔

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

(از: ڈاکٹر معین احمد خان قادری بریلوی*

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں

یاد علامہ ساحل شہسرامی

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

اللہ رب العزت جل جلالہ کا یہ مؤمنین پر فضل عظیم ہے کہ ہر دور میں مؤمنین کی صف میں ایسے نفوس قدسیہ ہر وقت موجود رہتے ہیں جو اپنی انتھک کاوشوں سے اس دین متین کی خاموش خدمت کرنا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں، انہیں نہ اپنے آرام کا خیال ہوتا ہے نہ دنیوی منفعت کا ان کی لگن تو بس ایک ہی ہوتی ہے اور اپنی اسی دھن میں وہ دین کے بڑے بڑے کارنامے کم وقت میں انجام دے دیتے ہیں۔

آج سے تقریباً ۱۵/یا ۱۶/سال قبل جبکہ راقم الحروف جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف میں شعبہ انگریزی سے وابستہ تھا، تو میرا تعارف مولانا ارشاد صاحب ہوا کہ انتہائی مخلص اپنی دھن میں لگے رہنے والے عالم دین ہیں جو اپنے قلمی نام ساحل شہسرامی سے مشہور و معروف ہیں، پہلی ہی نظر میں اور مختصر بات چیت سے اتنا تو اندازہ ہو ہی گیا کہ موصوف بہت سی ایسی خوبیوں کے مالک ہیں جو اس دور قحط الرجال میں نایاب نہ سہی تو انتہائی کمیاب ضرور ہیں، پھر یہ ملاقات و گفتگو کا سلسلہ کئی سال تک میسر رہا اور ان کی شخصیت کے مقناطیسی پہلو اجاگر ہوتے چلے گئے، اسی دوران کسی تصنیفی یا تالیفی سلسلے میں مسلسل چند ماہ ان کو بریلی شریف میں رہنے و بارہا جامعۃ الرضا آنے کا اتفاق ہوا، تو اکثر ملاقات ہوتی، میں ان کی محنت شاقہ اخلاق کریمانہ مسلک سے وابستگی و والہانہ عقیدت و محبت سے متاثر تھا، بلا شبہ وہ قلم کے دھنی تھے اور اخلاق کے بادشاہ بھی تھے، اگر ایک طرف ان کا قلم ارباب قلم متانت و سنجیدگی سلامت و روانی اور ٹھوس شواہد کے ساتھ ادبی چاشنی کے سنگم ہونے کی وجہ سے متاثر کرتا تھا تو دوسری طرف ان کا اخلاق و زندگی گزارنے کا انداز دیکھنے والے کو ان کا گرویدہ ضرور بناتا تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اپنے مرشد گرامی یعنی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز سے بے پناہ محبت کرتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کئی مرتبہ ان کا اچانک فون آتا اور گھبرا کر حضور تاج الشریعہ کی خیریت معلوم کرتے شاید کچھ بدخواہوں اور حاسدین کی ریشہ دوانیاں ان کے کانوں تک پہنچتیں جو ان جیسے عقیدت مندوں کو بے چین کر دیتیں اور وہ بے ساختگی کے عالم میں فون کرتے، بزرگان دین سے ایسی محبت اور مسلک و مشرب میں ایسا تصلب وہ بھی ایک ایسے شخص میں جس نے اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کی ہو ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے، پھر ادھر ایسا ہوا کہ میں بھی جامعہ سے گورنمنٹ کی ملازمت پر آ گیا، اس پر نہ صرف ملاقات بلکہ فون پر رابطہ بھی نہ رہا، پچھلی ملاقات میری جو ان سے ہوئی وہ ۹/سال قبل حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کے نماز جنازہ میں اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں ہوئی لیکن ابھی جون ۲۰۲۴ء میں سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ کی ایک تصنیف لطیف کے قلمی نسخوں کے سلسلے میں، میں نے ان سے فون پر بات کی تو ایک دم پہچان نہ سکے لیکن تعارف ہونے پر وہی پرانا انداز جس میں خلوص و اپنائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

پتہ چلا کہ سخت علیل ہیں بینائی بہت بڑی حد تک متاثر ہو چکی ہے اور بلگرام شریف میں قیام پذیر ہیں، بار بار سرکار اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم و حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی گزارش کی، اس علالت کے باوجود سرکار نور کی "النور والبہا" کے نسخوں کے تعلق سے وعدہ کیا صحتیابی کے بعد بقیہ ص ۸۵/پر

* مضمون نگار گورنمنٹ اسکول بریلی شریف کے ٹیچر ہیں۔

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

ڈاکٹر ساحلؔ شہسرامی ! ساحلِ تحقیق تشنہ کام ہے

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

بقدر ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی
جو تو دریائے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ ۲۴؍جولائی ۲۰۲۴ء/ ۱۷؍محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز بدھ بوقت صبح محقق اہلِ سنّت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی رحلت فرما گئے، انا للّٰہ وانا الیہ رٰجعون۔ ڈاکٹر صاحب بڑے ذہین تھے، محقق و اسکالر تھے، مدبر و نباض تھے، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سابق استاذ تھے، علم و تحقیق کے کئی پروجیکٹس پہ کام کیا، درجنوں مقالات لکھے، کئی کتابیں تصنیف کیں، خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف کے حوالے سے آپ کی تحقیقاتِ علمیہ بڑی وقیع ہیں، رضویات پر گہری نگاہ رکھتے تھے، قوتِ حافظہ واستحضارِ علمی مثالی پایا تھا۔

جس کا اندازہ مقالات کے مصادر و مراجع اور نتائج و اطلاقات سے ہوتا ہے، عالمی سطح کے متعدد رسائل و جرائد میں آپ کے مقالات شائع ہوئے، اہلِ علم آپ کی محققانہ صلاحیتوں کے معترف ہیں، کثیر علما وہ ہیں جنھوں نے درس گاہِ ساحلؔ سے علمی تشنگی بجھائی ہے وہ درس گاہی صلاحیتوں کا ہمیشہ اعتراف کرتے ہیں، راقم کے ڈاکٹر ساحلؔ صاحب سے علمی مراسم تھے، ممبئی اور کلیان میں متعدد ملاقاتیں رہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی خدمات سے متعلق منعقدہ کئی سیمیناروں میں ان کے ساتھ شرکت کا موقع ملا، مقالہ خوانی جب کرتے تو بڑی باریک بیں نگاہ ہوتی، عنوان سے متعلق ہر جہت پر روشنی ڈالتے، عمدہ تجزیہ کرتے، نتائج کا استخراج کرتے، تدقیق کی گرہیں کھولتے۔

موصوف سے آخری ملاقات ۱۷؍فروری ۲۰۲۴ء سنیچر کو کلیان میں منعقدہ امام احمد رضا سیمینار میں ہوئی، جہاں انھوں نے ایک نشست کی صدارت بھی کی، جب کہ اسی شب جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری صاحب کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت پر خطاب بھی کیا، سیمینار میں اپنا سنجیدہ و علمی مقالہ بھی پیش کیا، راقم کے عنوان ”حسام الحرمین اور تصدیقاتِ مشائخ“ پر تبصرہ بھی کیا، بعد از پروگرام قیام گاہ پر تقریباً دو گھنٹے علمی عناوین پر گفتگو رہی، انھوں نے نوری مشن کی مطبوعات و خدمات بالخصوص ”تاج الشریعہ کلینک“ کے امدادی طرز پر کام کو بہت پسند کیا اور کہا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنے علاقے میں اس طرح سے علاج کے ذریعے غریبوں کی مدد کی جائے، یہ بہت اچھا طریقہ ہے خدمت کا، پھر کافی وقت تک اس طرح کے رفاہی کلینک کے طریق کار سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔

اس نشست میں فرید رضوی بھی ساتھ تھے، اسی موقع پر انھوں نے بتایا کہ کچھ نجی ذمہ داریوں سے سبک دوشی کے بعد اعلیٰ حضرت پر بہترین طریقے سے کچھ کام کی منصوبہ بندی ہے، ان کا اخلاق بہت اعلیٰ تھا، ان کی شخصیت بڑی دل چسپ تھی، انداز دل پذیر، مزاج میں مزاح کا پہلو بھی تھا، تاہم مسکراہٹ سے کام لیتے، ادھر کچھ مدت سے اوراد و وظائف استقامت کے ساتھ کرتے تھے، پابند صوم و صلوٰۃ تھے، خلافِ شرع کاموں سے نفرت تھی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جذبۂ صالح تھا، بعد از فراغ نماز کافی وقت تک وظیفہ پڑھتے، کئی بزرگوں سے انھیں خلافت و اجازت حاصل تھی۔

ان کی شخصیت سیمابی تھی، متحرک و فعال تھی، وہ کبھی ایک جگہ نہ رکے، بڑھتے ہی رہے، پوری زندگی سیاحت میں گزر گئی، کئی ملکوں کا سفر کیا، یورپ بھی گئے، کئی لائبریریوں میں علمی کام کیا، کئی اداروں سے وابستہ رہے، ہزاروں صفحات پر ان کا علمی کام مرتب ہو سکتا ہے، سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں

بقیہ ص ۶۷؍ پر

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

از: مفتی محمد اختر علی واجد القادری*

ڈاکٹر ساحل شہسرامی کی غربا پروری

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

حمد وصلاۃ کے بندہ عرض کرتا ہے کہ عصر حاضر کے جید عالم دین، استاذ الاساتذہ، ماہر علم وفن، فقیہ زمن، صوفی، صافی، متقی، پرہیزگار عالم دین حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد ارشاد احمد ساحل شہسرامی قدس سرہ العزیز سابق استاذ و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا علمی قد کس قدر بلند و بالا تھا، اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ 17/محرم الحرام 1446ھ مطابق 24/جولائی 2024ء کو ان کے وصال پر ملال کے بعد، ملک و بیرون ملک کی علمی فقہی فنی ادبی شخصیات نے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا، ان کے اچانک وصال پر ملال سے علمی حلقہ میں عموماً اور ان کے محبین وتلامذہ میں خصوصاً رنج وقلق ہے۔

مفتی ساحل صاحب علیہ الرحمۃ اپنی مختصر زندگی میں بہت سے ایسے کارنامے انجام دیئے، جنھیں دیکھنے والے دنگ ہیں، بڑی بڑی عربی و فارسی کتابوں کا ترجمہ وترتیب اس کا بین ثبوت ہے، مفتی صاحب موصوف صاحب علم وفضل تو تھے ہی اس کے ساتھ ہی وہ شریعت وسنت کے بھی عامل تھے، ان سے راقم الحروف کی متعدد ملاقاتیں رہی ہیں، ان سے مل کر ہر بار ایک قلبی فرحت ومسرت ہوتی تھی، دل میں نیا جذبہ پیدا ہوتا تھا، وہ اکثر پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، فرائض وواجبات کے علاوہ تہجد بھی پڑھتے تھے، اس دور میں ایسے بزرگ اور متقی شخصیت ہر جگہ نہیں پائی جاتی ہے، حضرت ان علمائے کرام میں سے تھے جن کو دیکھ کر لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں، وہ قول کے ساتھ ساتھ اپنے کردار وعمل سے بھی دعوت وتبلیغ کا اہم فریضہ انجام دیتے تھے، حافظ قرآن کے ساتھ ساتھ قاریٔ قرآن اور صابر وشاکر رحمن بھی تھے۔

راقم الحروف کی موصوف سے سب سے پہلی ملاقات 2009 کے عرس قاسمی کے موقع پر استاذ گرامی قدر حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے توسل سے ہوئی، رسمی علیک سلیک کے بعد ان سے میرا تعارف ہوا، ڈاکٹر صاحب نے ان سے کہا کہ یہ اختر صاحب ہیں، ان کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان کی ہندی اچھی ہے، انہوں نے ہندی میں ایک کتابچہ لکھا ہے، کتاب ہندی میں ہے اور اس کا نام اردو میں ہے، اسی بیچ میں نے اپنی کتاب [قربانی کی حقیقت] ان کو پیش کی، جیسے ہی میں نے کتاب پیش کی، انھوں نے کتاب کے صفحات پلٹتے ہوئے کتاب کے ایک لفظ "پریوگ" کو بلند آواز سے پڑھا اور فرمایا کہ آپ کو لکھنے کا روگ ہے، پھر وہ دونوں حضرات خود کی گفتگو میں مصروف ہوگئے اور مجھے مارہرہ شریف سے شائع ہونے والا رسالہ [اہل سنت کی آواز] مطالعہ کے لئے دے دیا، ممبئی آنے کے بعد بھی ان سے فون میں باتیں کرتا رہا اور اگر کہیں کوئی علمی ضرورت ہوتی تھی تو بھی ان سے رابطہ کرتا تھا، ان کی قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ اگر میں ان سے کسی بات کا کوئی مصدر ان سے پوچھتا وہ مجھے فوراً بتا دیتے تھے، کبھی کبھی تو ایک دومنٹ میں میری علمی ضرورت پوری کر دیتے تھے۔

حسام الحرمین پر مشائخ بہار کی تصدیقات کے سلسلے میں، حضرت سید شمس اللہ جان صاحب قبلہ المعروف بابو حضور سے ملنے میرا روڈ آئے تھے تو مجھے فرمایا کہ میں فیس بک میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے لکھنے کا روگ بڑھا ہوا ہے، مزید انھوں نے نصیحت بھی کی کہ لکھئے اور خوب لکھئے مگر مسلم شخصیات کی تحقیقات پر بے جا اعتراض کرنے سے بچا کیجئے، اسی میں عافیت ہے۔

معزز قارئین کرام! اسلام میں بھوکوں کو کھانا کھلانے اور

* مضمون نگار شمس العلما دار الافتا جامعہ اسلامیہ میرا روڈ ممبئی کے صدر ہیں۔

پیاسوں کو پانی پلانے کی بہت فضیلت ہے، اس سلسلے میں مصطفیٰ جان رحمت ﷺ وصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کثیر واقعات کتب تاریخ میں مرقوم ہیں، مگر ہمارے معاشرے میں آج اس کی بہت کمی ہے، ہمارا معاشرہ اس اہم کام سے کوسوں دور ہے اور غیر اس کام میں بہت آگے ہیں، آج شاید ہی کہیں عام غریبوں اور پریشان حال لوگوں کے لئے کوئی کھانے پینے کا معقول نظم کیا جاتا ہے، میری نظر میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں غریبوں کے لئے کھانے کا انتظام ہو، حد تو یہ ہے کہ اگر کہیں غریب نظر بھی آجائے تو لوگ اس غریب پر لعن طعن کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے، کیا خبر کہ جس پر ہم لعن طعن کرتے ہیں وہ کسی مصیبت کا شکار ہو گیا ہو اور ظاہری طور پر ہٹا کٹا ہونے کے باوجود بھیک مانگنے پر مجبور ہو، غریبوں کی مدد کرنے کے معاملے میں عام تو عام خواص کی بھی تعداد کم ہی ہے، مریدوں اور محبوں کو کھلانے والے تو بہت ہیں مگر عام آدمی جو نہ مرید ہے اور نہ ہی وہ مرید ہونا چاہتا ہے اس کے لئے کوئی نظم نہیں۔

الحمد للہ! مفتی صاحب قبلہ اس اہم وصف بھی متصف تھے، آپ اپنی بساط بھر غریبوں کی مدد کرتے تھے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ایک بار ممبئی تشریف لائے ہوئے تھے، جامعہ اسلامیہ میرا روڈ میں ایک رات قیام کیا، صبح مجھ سے فرمایا کہ چلو آج ممبئی کے بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دے آتے ہیں، ایسے حسین موقع کو بھلا کون ہاتھ سے جانے دیتا، میں جانے کے لئے تیار ہو گیا، ہم دونوں میرا روڈ سے ممبئی کے لئے نکلے اور متعدد مزاروں پر حاضری کا شرف حاصل کیا، شام کے وقت حاجی علی درگاہ کے ارادے سے ٹیکسی پر بیٹھے، ٹیکسی سے اترتے ہی جیسے حاجی علی درگاہ کی طرف چلنے لگے تو راستے میں جتنے غربا وفقرا دست سوال دراز کئے تھے، آپ نے سب کو دس بیس پچیس پچاس روپے دیتے ہوئے درگاہ تک پہنچے، ہم دونوں نے درگاہ پر حاضری دی اور پھر واپس ہو گئے۔

راستے میں میں نے عرض کیا کہ حضرت! ایک سوال ہے پوچھوں، جواب دیں گے؟ فرمایا: پوچھئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ حاجی علی درگاہ کے لاچار مجبور لوگوں کے ساتھ ساتھ ہٹے کٹے بھکاریوں کو بھی پیسے دیئے، اس سے یہ لوگ بھیک مانگنے کے مزید عادی ہوں گے اور آپ اتنے بڑے عالم ہو کر سب کو پیسے دے دیئے، آپ کو نہیں دینا چاہئے تھا، یہ ہٹے کٹے ضرورت مند نہیں ہیں، یہ سب صرف یہی کام کرتے ہیں اور قوم کو بدنام کرتے ہیں، حضرت بہت اطمینان سے میرا عریضہ سننے کے بعد گویا ہوئے: کیا ہٹا کٹا آدمی ضرورت مند نہیں ہو سکتا ہے؟ اس پر میں خاموش ہو گیا۔

اسی سفر میں ایک بار مجھ سے فرمایا کہ میں ابھی کہیں نوکری میں نہیں ہوں، ظاہری طور پر بیروزگار ہوں، لیکن میرا مولیٰ مجھے بے حساب کھلا پلا رہا ہے، جب اللہ اپنے بندوں کو بے حساب دیتا ہے تو بندوں کو بھی چاہئے کہ کسی کو کچھ دینے کے لئے بے جا حساب کتاب نہ کرے، فقیر تھا، ہاتھ پھیلایا، میں نے دے دیا، وہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے، اتنی بھیڑ میں کیسے پوچھوں اور کس کس سے پوچھوں۔

اس واقعہ کے بعد میں حضرت کا مزید معتقد ہو گیا اور یہ مانتا ہوں کہ وہ صرف گفتار کے غازی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے، آقائے دو عالم ﷺ کی حدیث مبارکہ (تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وتَقْرَأُ السَّلَامَ علَى مَن عَرَفْتَ ومَن لَمْ تَعْرِفْ۔'' بخاری شریف) کے عامل تھے، خود کم کھاتے تھے دوسروں کو کھلانے میں خوشی محسوس کرتے تھے، اسلام کے نظریۂ غریب نوازی کے عملی مبلغ وداعی تھے۔

حضرت سے آخری ملاقات 17 رفروری 2024ء کو الجامعۃ الرضویہ کلیان کے سلور جبلی کے موقع سے ہوئی تھی، راقم الحروف فقیہ اہل سنت حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب کی دعوت پر حاضر ہوا تھا، جلسہ مغرب بعد ہی شروع ہو چکا تھا، عشا کی اذان ہونے پر مجھے اشارہ فرمایا کہ چلو، میں ان کے اشارے پر چل دیا، رکشہ سے شہر کی میمن جامع مسجد میں بجماعت عشا کی نماز ادا کی، راستے میں وہ اپنا موبائل نمبر محفوظ کراتے ہوئے فرمایا کہ اب اگر میں آپ کے ادارے میں آیا تو آپ کو مزید اور بقیہ ص ۶۵ر پر

از: مولانا محمد مجیب الرحمٰن نوری *

مدتوں روئے گا تجھ پر یہ زمانہ ساحل

یاد علامہ ساحل شہسرامی

دنیاوی خسارہ سے کسی طرح سمجھوتا کیا جا سکتا ہے، قلب مضمحل کو مطمئن کیا جا سکتا ہے مگر علمی خسارہ ایسا ہے جس کی تلافی کرنا اپنے بس کی بات نہیں، چند برسوں سے پے در پے جماعت اہل سنّت و جماعت کا جو علمی خسارہ ہو رہا ہے، اس کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ ایک دل سوز گہرے زخم سے پھر دو چار ہونا پڑا، حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی ہمیں داغ مفارقت دے کر سوئے جناں رخصت ہو گئے، اب اپنے پیارے محسن، مہربان رہنما، ہمدرد امید و آس کے ساحل کو کہاں ڈھونڈیں، آج انھیں کی یاد میں دل بے تاب، چشم نم لیے عنان قلم کو جنبش دینے کی سعی کر رہا ہوں۔

بحمدہ تعالیٰ جماعت اہل سنّت میں علما، فقہا، محدث، محقق کی کمی تو نہیں ہے، سب اپنی اپنی جگہ محترم ہیں، عظیم ہیں، معزز ہیں، مکرم ہیں، ہر کسی کا دار الفرار سے دار القرار کی طرف جانے کا غم دل کو نڈھال کر دیتا ہے [اللہ وحدہ لاشریک جانے والوں کے درجات بلند فرمائے، آمین] لیکن ایک ایسی شخصیت جن سے میں بے حد متاثر رہا جن کے نقشہائے رنگارنگ سے خود کو محظوظ کیا، وہ شخصیت ہیں ہر دلعزیز، واعظ خوش بیاں، پاسبان دین شاہ زماں، فقیہ دوراں، ادیب و نکتہ داں، عاشق شاہ دو جہاں معتمد تاج الشریعہ منتخب واسطی منظور نظر مارہری مصنف کتب کثیرہ خلیفۂ حضور تاج الشریعہ عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی قادری المعروف ساحل شہسرامی علیگ مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ تقریباً پانچ چھ سال مستقل جامعہ قادریہ کنز الایمان اندھیری ممبئی میں قیام پذیر رہے، اس دوران ہمیں حضرت کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع میسر ہوا، ان کے اخلاق کریمانہ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا، یہ تو ہمارے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات تھی کہ علمائے کرام جن کی قربت کے لیے کوشاں و متمنی رہتے تھے جنھیں ادارے تلاش کرتے تھے، انھیں اللہ جل و علا نے ہمیں کس نیکی کے بدلے عطا فرمایا تھا اللہ ہی بہتر جانتا ہے، سخاوت، ہمدردی، شفقت، اصاغر نوازی کا جواب نہیں، وہ اپنی مثال آپ تھے، جامعہ کے طلبا سے ایسی ہمدردی کہ جب کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا تو پریشان ہو جاتے، اس کی تیمارداری میں لگ جاتے، اپنی جیب خاص سے علاج کراتے، یہاں تک کہ پھل وغیرہ کا ان کے لیے انتظام کرتے، ساتھ ہی دیگر طلبا کے لیے بھی منگواتے، یہی وجہ تھی کہ طلبا ان سے بے حد پیار کرتے تھے، گاہے بگاہے طلبا کی نشست رکھتے اور علم کی فضیلت و اہمیت پر مؤثر گفتگو فرماتے، طلبا نصیحت آموز، حوصلہ افزا، پر اثر، علمی و فنی رموز سے بھرپور گفتار پر اسرار سن کر اشکبار ہو جاتے اور آج تک وہ طلبا جہاں بھی گئے، ان سب کا رابطہ ہمیشہ مفتی صاحب سے رہا۔

حضرت کے وصال پر ملال سے جامعہ میں ماتم سا چھا گیا، رونقیں ماند پڑ گئیں، در و دیوار میں اداسی چھا گئی، کتنوں کے سینے کے اندر دل دہل کر رہ گیا، پیروں تلے زمیں کھسکنے لگی، آنکھوں سے اشک برسنے لگے، آہ! طلبا کے سر سے شفقت پدری جیسا سایہ اٹھ گیا، راقم الحروف سے بھی کہیں زیادہ متأثر ہونے والی ذات ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ کنز الایمان خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ناصر ملت حضرت مولانا غلام ناصر صاحب مصباحی دام ظلہ العالی کی تھی، وہ ان کے بہترین رفیق تھے، ہمدرد و مہربان تھے، ایک دوسرے کی بڑی عزت و احترام کرتے تھے، خاکساری و انکساری کا تو جواب ہی نہیں تھا، جبکہ جماعت اہل سنت کے بہترین محقق، فقیہ، شاعر و ادیب، علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے، جہاں جاتے علم و فن

* مضمون نگار جامعہ قادریہ کنز الایمان، اندھیری ممبئی کے صدر المدرسین ہیں۔

کے گوہر لٹاتے نظر آتے، عبادت وریاضت کا حال یہ تھا کہ فرائض وسنن ونوافل کے بعد اوراد وظائف میں دیر تک مشغول رہتے۔

سچ تو یہ ہے کہ آج تک میری آنکھوں نے ان جیسا کسی عالم کو اس قدر رات رات بھر ذکر واذکار میں مشغول نہیں دیکھا، مستزاد یہ کہ ہفتے میں جمعرات، جمعہ، پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، ایک واقعہ جس کا تعلق مفتی صاحب قبلہ سے ہے یعنی ان کی کرم نوازی کہیں تو بے جانہ ہوگا، ۱۲/فروری ۲۰۱۵ء کی بات ہے، موصوف علیہ الرحمہ جامعہ کے صحن میں صبح چاشت پڑھ کر وظیفے میں مصروف تھے کہ ناصر ملت حضور مولانا غلام ناصر صاحب مصباحی دام ظلہ العالی اپنے گھر سے جامعہ پہنچے تو مفتی صاحب قبلہ نے وظیفہ کی تکمیل فرمالی اور ناصر ملت مولانا غلام ناصر صاحب سے فرمانے لگے کہ مبارک ہو مبارک ہو، دیر رات اپنے مرشد برحق حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں تھا، آپ کا ذکر ہوا انھوں نے آپ کو اور حضرت مولانا حافظ و قاری آفتاب عالم رضوی خطیب وامام رضا جامع مسجد مالونی ملاڈ کو طلب فرمایا ہے، یہ سن کر ناصر ملت کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کہاں میں اور کہاں مجھ ناچیز کے لیے حضور تاج الشریعہ کا بلاوا؟ زہے قسمت!

بہر حال دونوں صاحبان تقریباً ۱۲/ بجے جانے کے لیے تیار ہو گئے، ادھر سے قاری آفتاب عالم صاحب سانتا کروز پہنچے اس دوران حضور تاج الشریعہ کا قیام سانتا کروز میں ہوا کرتا تھا اور پھر وہ سماں سبحان اللہ کیا کہنا! حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے دونوں حضرات کو خلافت واجازت سے نواز کر سنوار کر اہل سنت وجماعت کو دو بہترین تحفے عطا فرمائے، لیکن ہاں اس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ درحقیقت یہ کرم نوازی حضرت علامہ مفتی ساحل شہسرامی کی وساطت سے تھی، خلافت واجازت تو مل گئی تھی مگر سند خلافت فی الفور نہیں ملی تھی تو مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مولانا غلام ناصر صاحب حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت مسلسل ناساز چل رہی ہے، بغرض عیادت لکھنؤ تشریف لائیں، وہیں سے دونوں ساتھ میں بریلی شریف کے لیے نکل جائیں گے اور ہوا تو آپ کو سند خلافت بھی اسی موقع پر دلوادی جائے گی۔

لہٰذا دونوں عاشقان تاج الشریعہ ۱۲/مئی ۲۰۱۵ء کو بریلی شریف پہنچے ناصر ملت فرماتے ہیں کہ جس بارگاہ میں عاشقین گھٹنوں دست بوسی کے لئے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں، مخلوق کا ازدحام عام لگا رہتا ہے، اس بارگاہ میں بآسانی ہم کیسے پہنچ سکتے تھے لیکن میں نے تعجب خیز نگاہوں سے مفتی صاحب قبلہ کو دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ میرے ساتھ رہیں، اتنے میں دیکھا کہ کوئی باہر آیا ان سے مفتی صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضور تاج الشریعہ تک یہ خبر پہنچادیں کہ ارشاد ساحل آیا ہے، کچھ وقفے کے بعد اندر سے ایک خادم نے آکر خبر دی کہ مفتی ارشاد ساحل صاحب کو حضور تاج الشریعہ نے طلب فرمایا ہے، پھر کیا تھا اس مژدۂ جانفزا کی بجا آوری کرتے ہوئے خوش وخرم حاضر بارگاہ میں ناز ہوا اور دست بوسی کے شرف سے مشرف ہوا۔

حضور تاج الشریعہ نے بعنایت دونوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، قدرے گفتگو کے بعد سند کا تذکرہ کیا تو حضرت نے بڑی محبت کے ساتھ سند خلافت واجازت مرحمت فرمائی، اس وقت میں بارگاہ مرشد میں علامہ مفتی ساحل شہسرامی صاحب علیہ الرحمہ کی قدرومنزلت دیکھ کر دنگ رہ گیا، واقعی علامہ ساحل شہسرامی فنافی الشیخ تھے، ان کے قلب وجگر میں عشق مرشد حد درجہ تھا اور پیر کی عنایت مرید پر بھی بے شمار تھی، پھر دونوں حضرات مرکز عقیدت بریلی شریف کی پر بہار مناظر وحاضر بارگاہ مجدد اعظم ومفتی اعظم سے فیض یاب ہو کر بلگرام شریف کی طرف رواں دواں ہوئے۔

متذکرہ بالا حالات وواقعات سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ علامہ ساحل شہسرامی پیکر حلم وبردباری، منکسر المزاج، مقبول بارگاہ مرشد، خلیق وشفیق ہمدرد قوم وملت تھے، اب ایسی شخصیت چراغ جلا کے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ چراغ کا تیل ختم ہو جائے۔ ؎

رہروان راہ الفت وادیان خُلق میں
حشر تک ڈھونڈا کریں گے ایسی سیرت کا چراغ

اللہ جل جلالہ علامہ ساحل شہسرامی کے مزار پر انوار پر رحمت ونور کی بارش فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مولانا سبطین رضا مرتضوی*

ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

بلند پایہ صحافی اور اسکالر، صاحب تصانیف کثیرہ، نامور دانشور، مفکر و مبلغ، نقاد و ادیب، صاحب فہم و بصیرت، صاحب تحقیق عالم دین، فقیہ عصر، حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی بھی اس دیس چلے گئے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا، جو ہر ذی نفس کا مقدر ہے، جو بھی اس دنیا میں آیا اسے بہر طور رخصت ہونا ہی ہے، موت سے نہ پہلے کوئی فرار کی راہ ڈھونڈ پایا اور نہ آئندہ ہی کوئی اس سے بچ پائے گا، علامہ شہسرامی صاحب کو بھی اس دنیا سے رخصت ہونا تھا، سو وہ راہی ملک بقا ہو گئے، انہوں نے بھی فرشتۂ اجل کی پکار پر لبیک کہا اور خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، جنہیں قلم اب تک ''حفظہ اللہ'' لکھتا رہا، اب وہی قلم ''رحمہ اللہ'' لکھنے پر مجبور ہو گیا، اس عارضی دنیا سے ان کی رخصتی ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کو اشک بار کر گئی، دنیا بھر میں ان کے چاہنے والے کروڑوں افراد نے ان کی وفات کے صدمے کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے محسوس کیا۔

یہ احساس مدتوں تازہ رہے گا اور رنج و الم کی کسک تا دیر رگ و پے میں سرایت کرتی رہے گی، ہر ذی نفس جب اس دنیا سے کنارا کرتا ہے تو اس کی موت کا غم اس کے اعزا و اقارب کی نس نس میں خود بہ خود دوڑنے پھرنے لگتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے خون زندہ وجود کی شریانوں میں دوڑتا پھرتا ہے، کہیں یہ عمل چند لوگوں تک محدود ہوتا ہے تو کہیں یہ سیکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں نفوس سے تجاوز کرتا ہوا کروڑوں انسانوں تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت علامہ ارشاد ساحل شہسرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مستعار کو جس طرح گزارا، اس کے ایک ایک لمحے سے جتنا بھرپور استفادہ کیا اور اس کی ایک ایک ساعت کو جس طرح علمی تصنیفی امور میں بتایا، اس نے انھیں یقینی طور پر کروڑوں افراد کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا، اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ ان کا تصنیفی کام ہی اتنا جان دار اور بھاری بھر کم ہے کہ انسانوں کے ایک جم غفیر کے اذہان و قلوب پر ان کے اثرات کا مرتب ہونا بدیہی امر ہے، لیکن معاملہ یہیں تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ ان کے شخصی اوصاف نے بھی بے پناہ لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا دیا، کوئی ان کی تصنیفی خدمات سے استفادے کا اہل نہ بھی ہوتا تو ان کی ذاتی خوبیاں اسے متاثر کیے بنا نہ رہتیں، وہ دونوں حوالوں سے اپنے قاری، سامع اور ناظر کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت سے بہرہ ور تھے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ اس پر اپنی شخصیت کے جادوئی اثرات مرتب کرنے کی صفت سے متصف تھے۔

واقعی ڈاکٹر ساحل شہسرامی کی وفات علما اور طلبہ کے طبقے میں خاص حیثیت سے اثر انگیز ہے، قحط الرجال اور نفسی نفسی کے دور میں ان کی وفات بیک وقت علمی، ادبی اور دینی حلقوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے، قوم و ملت کو ایسے بے لوث اور محنتی افراد کی اشد ضرورت ہوتی ہے، جو لوگوں پر بوجھ بننے کے بجائے دوسروں کا بوجھ اٹھائیں، قومی اور ملی درد کو ذاتی اغراض پر ترجیح دیں، تحقیق کی شمع روشن کر کے متلاشیان حق کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیں، اپنا گھر جلا کر علم کی بستیاں آباد کریں، اپنی جائیداد یں تج کر کے شمع علم کو فروزاں کریں، قوموں سے لینے کے بجائے انھیں کچھ دینے کا ذوق ہو، موجودہ مادی اور افراتفری کے عالم میں ایسے فرد کا وجود غنیمت تھا، ایسا شخص جنھیں اپنے فن سے پیار ہو، ذوق سے محبت ہو، رجحانات سے جنون ہو، دین سے وابستگی اور ملت سے وارفتگی ہو، ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ ؎

کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں، کہاں تلاش کریں
جس آدمی میں ہو ایثار آدمی کے لیے

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

یہاں تو پہلے ہی قحط الرجال تھا یارو
اصول پوچھئے اب کس سے زندگی کے لیے

حضرت ڈاکٹر ساحل شہسرامی وہ خون پسینہ ایک کر کے مواد حاصل کرتے تھے؛ وہ محنت کے عادی، جادۂ حق پر چلنے والے ایسے مسافر تھے کہ زندگی کی پر خار وادیوں کی صعوبتیں اور طویل مسافتیں کبھی ان کے حوصلہ وعزم کو شکست نہ دے سکیں، ان کے شب وروز کا مشغلہ تصانیف وتالیفات، تراجم ومقالات ومضامین، محققانہ علمی شذرات، کتابوں پر جاندار تبصرے، کتب پر بے بہا مقدمات اور دیباچے تھے، وہ منجھے ہوئے مصنف ومؤلف اور محقق تھے، ان کی پوری زندگی تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق میں گزری، ایک عرصہ تک اپنی خوبصورت اور شگفتہ تحریروں سے قارئین کو مستفید کرتے رہے۔

انہوں نے بہ یک وقت ادب وصحافت، سیرت وسوانح، تحقیق وتاریخ، فقہ وافتا اور تعلیم وتدریس وغیرہ پر قلم اٹھایا، جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے اس کا حق ادا کر دیتے، ان کی تصانیف و تالیفات، تراجم ومرتبات کی فہرست بڑی طویل ہے۔

بلاشبہ حضرت ممدوح علمی دنیا میں ایک قدآور، پرکشش اور عہد ساز شخصیت تھے، وہ حق اور اہل حق کے ساتھی تھے، بڑے خوش اخلاق، متواضع، منکسر المزاج، خوش فکر، خندہ رو، شگفتہ کلام، ملنسار اور صاف ستھرے کردار کے مالک تھے، ان کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ کے چہرے پر اطمینان وشادابی، لبوں پر دلفریب مسکراہٹ، لہجے میں شیرینی، الفاظ میں شائستگی ووقار، آپ مجسمہ شفقت ومحبت تھے۔

وہ پوری جماعت وملت کے لیے سایہ دار سائبان تھے، ان کا تجربہ، مطالعہ ومشاہدہ غیر معمولی اور بے انتہا وسیع تھا، آپ ہر کسی سے تواضع وانکساری سے پیش آتے، اور تو اور وہ ہم جیسے چھوٹوں پر بھی بے انتہا مشفق ومہربان نظر آتے تھے، آپ علم کے قدردان تھے، افسوس کی بات ہے کہ موت کے چنگل نے ہم سے ہمارے اس گنج گراں مایہ کو ہمیشہ کے لیے چھین لیا، ہمارے پاس اب ان کی محبتوں کی خوشبو، اخلاص کی مہک، اخلاق کریمانہ اور دینی خدمات وحسنات کی حسین یادیں باقی رہ گئی ہیں، المیہ یہ ہے کہ جماعت اہل سنت کے اس قیمتی لعل وہیرے کی قدر و قیمت کا ہم لوگ اندازہ نہ لگا سکے اور ان کی ذات ستودہ صفات سے ہم وہ کام نہ لے سکے جو لے سکتے تھے۔

اس کو نا قدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں
مر چکے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

اس قحط الرجال کے دور میں یہ امر بھی ضروری ہو گیا ہے کہ جتنے اہل علم، اہل قلم، اصحاب علم وفضل اور مشائخ کرام جو ابھی موجود ہیں، ہم ان کے علم وفضل سے فیض یاب ہونے کی کوشش کریں اور ان کی زندگی میں ان کی قدر کرنا سیکھیں، چوں کہ

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

ڈاکٹر ساحل شہسرامی نے ساری زندگی لکھا، خوب لکھا، انھوں نے بڑی محنت سے علمی کام کیا، اب وہ محو آرام ہیں، اللہ کی ان پر رحمتیں نازل ہوں، آخر تک انھوں نے قلم وکاغذ، کتاب و قرطاس کی زندگی گزاری، وہ لکھتے لکھتے، پڑھتے پڑھتے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، لاریب وہ ایک ایسا وجود مسعود تھا، جس کے اٹھ جانے سے علمی محفلیں ویراں ہو گئیں، جب تک علم وادب اور اردو زبان زندہ رہے گی، تب تک ان کی شہرت دوام رہے گی، افسوس کہ میرے دامن میں اس معیار کے عمدہ ومزین الفاظ نہیں جو ان کو صحیح معنوں میں خراج تحسین پیش کر سکیں، بس مختصر یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس دور میں دلوں پر راج کرنے والے شخص تھے، یہ زمانہ ان کی کمی پوری نہیں کر سکتا، حب یزداں کا وہ اک استعارہ تھا جو داستاں ہو گیا، ایک ستارہ تھا جو کہکشاں ہو گیا، دل رو رہا ہے اور غم اس قدر ہے کہ کلیجہ پھٹنے کو ہے، بس دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کی مغفرت کرے، انھیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے، آمین

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: حافظ افتخار احمد قادری*

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! حیات وخدمات

باصلاحیت عالم دین، کہنہ مشق شاعر وادیب، کامیاب نثر نگار، عظیم مصلح، اعلی پائے کے منتظم اور داعیانہ فکر و کردار کے حامل حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ اب دنیائے علم وادب میں محتاج تعارف نہیں۔ لوگوں کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ جب تک کوئی معتبر علمی شخصیت زندہ وجاوید رہتی ہے تب تک لوگ اس کی قابلیت سے ناآشنا رہتے ہیں لیکن جیسے یہ ہستیاں داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں دنیا فوراً جان لیتی ہے کہ یہ عظیم ہستی صحافت وخطابت، درس وتدریس، اخلاص ومحبت اور مسلک کی بے لوث خدمات انجام دینے والی عظیم شخصیت تھی۔

انہیں شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے فراغت کے بعد تقریباً آٹھ سالوں تک الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں درس و تدریس افتا کے فرائض انجام دیئے، جن کی تصانیف زیور اشاعت سے آراستہ ہو کر ملک و بیرونِ ممالک کے نامور علما و مشائخ اور ناقدین زبان وادب سے اپنی جداگانہ فنی ولسانی حیثیت منوا چکی ہیں، آپ شعر وسخن، تحریر وتقریر، درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں ایک ماہر استاذ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کو ابتدائی عمر ہی سے تحریر وتقریر کا ذوق وشوق تھا۔ آپ کے مضامین ومقالات، فتاویٰ ملک کے معیاری دینی وادبی رسائل میں پبلش ہوتے رہیں ہیں۔ آپ کا تحریری شعور شروع ہی سے پختہ تھا، اس لئے جلد ہی میدان صحافت میں آپ نے اپنی جداگانہ شناخت بنالی، یہی وجہ ہے کہ ملک کا شاید ہی کوئی ایسا اخبار ورسائل ہو جو آپ کی نگارشات سے خالی رہا ہو۔ آپ نے جس میدان میں قدم رکھا پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں تحریر کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ دنیا میں جتنے انقلابات آئے ہیں سب تحریر ہی کی کوکھ سے ابھرے ہیں، نیزے کا زخم بھر جاتا ہے لیکن تحریر کا زخم نہیں بھرتا۔ عرب کی وہ سنگلاخ زمین جس کی سنگلاخی کے اثر نے باشندگان عرب کو بھی اس طرح متاثر کر رکھا تھا کہ اس کے قلوب سے جدت ٹپکتی اور شدت جھلکتی۔ مگر یہ تحریر کی تسخیری قوت ہے کہ ان پتھر دلوں کو بھی تحریر نے موم کی طرح پگھلنے پر مجبور کر دیا، تحریر سے انسانی معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے، تحریر سے تہذیب بنتی بھی ہے اور بگڑتی بھی ہے، تحریر سے قومیں اُبھرتی بھی ہیں اور ڈوبتی بھی ہیں، تحریر نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت وتاج الٹ پلٹ کر رکھ دیئے، تحریر اپنے دیرپا اثرات رکھتی ہے، تحریر نے خوش عقیدگی کو بھی فروغ دیا ہے اور بدعقیدگی کو بھی ہوا دی ہے، یعنی اچھی تحریر اچھے اثرات چھوڑتی ہے اور بری تحریر مہلک جراثیم پھیلاتی ہے، جب جب انسانی معاشرہ فکری واعتقادی زوال کا شکار ہوا ہے اسلامی مبلغین کی تحریروں نے اسے زوال کی دلدل سے نکال کر خوش فکری وخوش اعتقادی کی دہلیز پر لا کھڑا کیا ہے۔

مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی نے بھی اپنے اکابر واسلاف کے سنتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی تحریروں کے ذریعے خوش فکری خوش اعتقادی کو فروغ دینے کی کوششیں کی ہیں۔ آپ کی نثری فن پاروں میں سیرت نگاری بھی ہے، انشا پردازی بھی ہے، خاکہ نگاری بھی ہے اور فتویٰ نویسی بھی، قریب ۵۰/ کتابیں آپ کی قلمی بصیرت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

آہ صد افسوس! کس زبان سے کہوں اور کیسے لکھوں کہ بلند پایہ قلم کار، باصلاحیت عالم دین، کہنہ مشق شاعر وادیب، اعلیٰ پائے کے منتظم اور داعیانہ فکر وکردار کے حامل، کامیاب بقیہ ص ۸۷/ پر

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

از: مولانا محمد فرقان فیضی *

حضرت مفتی ساحل سہسرامی کی اصاغر نوازی

یہ ایک ایسی زندہ وتابندہ حقیقت ہے جس سے کوئی بھی چشم پوشی نہیں کرسکتا کہ قیام دنیا کے بعد سے جب نسل انسانی کو رب کریم نے اس خاک دان گیتی پر وجود بخشا تب سے ہی لوگوں کے آمد ورفت کا سلسلہ جاری وساری ہے، یعنی ہر انسان پیدا ہوتا ہے اور اپنی زندگی کے مقررہ ایام دنیا میں پورے کرتا ہے اور پھر ملک عدم چلا جاتا ہے، ہر روز دنیا میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کی موت ہوتی ہے، مگر معمول کے مطابق ہر کسی کو چند دنوں تک ضرورت کے وقت یاد کیا جاتا ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ مرنے والے انسان کا کوئی نام تک زبان پر نہیں لاتا مگر انہیں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، کچھ خدا ترس اور خدا رسیدہ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی وفات کے بعد ان کی ذات ہر خاص وعام کی گفتگو کا موضوع بن جایا کرتی ہے اور ایسا تب ہوتا ہے، جب انسان اپنی ظاہری زندگی میں کچھ ایسے کارہائے نمایاں انجام دے جائے، جنہیں فراموش کردینا ناقابل انکار ویقین ہو۔

انہیں عظیم الشان اور منفرد المثال ہستیوں میں سے ایک ہستی جماعت اہل سنت کی عظیم ترین قابل قدر شخصیت داعی مسلک اعلیٰ حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ ہیں جو بیک وقت ایک بہترین عالم، ایک شاندار مفتی، بے باک خطیب معتبر ادیب، قادر الکلام شاعر، سنجیدہ مفکر، عظیم مترجم، قدآور محقق، مستند تاریخ نویس، صاحب قرطاس وقلم، درجنوں کتابوں کے مصنف ومؤلف، باوقار اسلامک ریسرچ اسکالر، اصاغر نواز، علم دوست، مجاہدانہ، سرفروشانہ، استادانہ صلاحیتوں سے بھرپور ہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ بہت سے پتھر چمکدار ہوتے ہیں لیکن جو آسمان کی اونچائی کو چھولے وہی چاند کہلاتا ہے اور یقیناً ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی صاحب کی ذات ایک چاند کے مانند ہے، ڈاکٹر صاحب موجودہ دور میں علم وادب کے آسمان پر چمکنے والا نمایاں نام تھے جن کے علم وعمل زہد وتقویٰ کی ایک دنیا مداح تھی، یقیناً ہم اہل سنت والجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کے لئے یہ ایک بہت ہی افسوسناک خبر ہے کہ ڈاکٹر صاحب اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں مگر ان کی یادیں ان کے کارنامے کتابوں، تحریروں اور تقریروں کی صورت میں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی۔

آج میں بات کروں گا ڈاکٹر صاحب کی اصاغر نوازی کی آج سے ایک عرصہ قبل تقریباً 2015 کے آس پاس یادگار حضور تاج الشریعہ مادر علمی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف میں استاذ محترم حضرت علامہ مفتی نشتر فاروقی صاحب سابق معاون ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے حجرے میں ایک ذات گرامی سے پہلی ملاقات ہوئی جو نہایت ہی سنجیدہ اور منکسر المزاج، خوش طبع با اخلاق لگے، سلام ودعا کے بعد کچھ دیر تک بڑے ہی سلیقے اور پیار سے مجھ سے علمی سوالات پوچھتے رہے، جب میں حجرے سے لوٹا تو احباب کے ذریعے سے یہ علم ہوا کہ وہ ذات کوئی اور نہیں بلکہ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے ایک آفاقی شخصیت کے مالک حضرت ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی صاحب ہیں جو رضویاتی ادب کے حوالے سے ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کر چکے ہیں، درجنوں کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں، جماعت اہل سنت کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ عربک یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ کے فارغ التحصیل ہیں اور بعد فراغت ایک طویل عرصے تک وہیں درس وتدریس کے خدمات انجام دے چکے ہیں۔

اس وقت جماعت اہل سنت کے حوالے سے منعقد ہونے

* مضمون نگار امام احمد رضا لائبریری برہم پوری سراہی نیپال سے متعلق ہیں۔

والے سیمیناروں میں نہایت ہی معلوماتی اور دلچسپ مقالے پیش فرماتے ہیں، ادبی لوازمات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ شعر وسخن کے حوالے سے ادب کو فروغ دیتے ہیں، مذہبی محافل واجلاس میں بزرگان دین کی روش اختیار کرتے ہوئے سنجیدہ فکرونظر کے ساتھ علمی گفتگو فرماتے ہیں، خاص کر نثری میدان میں سیرت نگاری، انشاپردازی، خاکہ نگاری اور فتاویٰ نویسی میں آپ یکتائے روزگار شخصیت کے مالک ہیں۔

یقین کریں جب ان کی ذات کے حوالے سے مکمل طور پر آگاہی ہوئی، اس وقت میں حیرت زدہ رہ گیا کہ اتنی بڑی شخصیت اور اصاغر نوازی کا یہ عالم ہے کہ ایک ادنیٰ درجے کا طالب علم جب آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو آپ اس کے ساتھ اس قدر تواضع سے ملتے ہیں، واقعی آپ کی ذات قابل فخر اور لائق تقلید ہے، قابل رشک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ 2001 میں عربی زبان وادب سے پرائیویٹ ایم اے کرنے کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا رخ کیا، یونیورسٹی کی آزاد آب وہوا میں رہنے کے باوجود آپ نے اپنے تشخص کو پامال نہیں ہونے دیا بلکہ برقرار رکھا، یقیناً اس کی اوّلین وجہ یہ تھی کہ آپ شروع سے ہی بزرگان دین کے فیض یافتہ تھے اور اکابرین علما اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر پروان چڑھے تھے، عہد طالب علمی سے اپنے اساتذہ کے محبوب نظر رہے، خصوصی طور پر حضور شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ آپ کو بے انتہا پسند فرماتے تھے، ان کے علاوہ مرشد گرامی وقار مفتی، محقق، مدبر، مرشد کامل، افقہ الفقہا، قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم ہند، وارث علوم اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں تسلسل کے ساتھ رہ کر ان سے استفادہ کرتے تھے۔

آپ کو سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت بھی حاصل تھی اور آل نبی اولاد علی نمونۂ اسلاف حضور سید اویس مصطفیٰ صاحب قبلہ سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل ہے، بتاتا چلوں کہ جب حضرت کی ذات سے آشنائی ہوگئی تو بارہا جب ڈاکٹر صاحب جامعہ میں تشریف لاتے تو میں آپ سے استفادہ کی غرض سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا، ہمیشہ آپ سے علمی مشورے کرتا، آپ ہمیشہ نیک مشوروں سے نوازتے، آپ نے اکثر ہماری شاعری پر بہترین تبصرہ فرمایا اور دعائیں دیں، آپ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات کا احاطہ کرنا اس مختصر وقت اور مضمون میں ممکن نہیں ہے، رب کریم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ رب کریم آپ کی خدمات کو اپنے پیارے حبیب رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کی تربت پر رحمت وانوار کی موسلا دھار بارش فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۷۶ رکا بقیہ.....................................

نثر نگار، عظیم مصلح مختلف علوم وفنون پر درجنوں کتابوں کے مؤلف ڈاکٹر ساحل سہسرامی کے رخصت ہوتے ہی ایک عالم ان کے غم میں سوگوار نظر آتا ہے، آپ کی شخصیت دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں، بلا شبہ آپ کی ذات بے شمار خصوصیات کی مرقع تھی، صحافت وخطابت، درس وتدریس، اخلاص ومحبت، مسلک کی بے لوث خدمت آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ خدائے قدیر وکارساز ان کی قبر پر رحمت کی برکھا برسائے۔ ان کی مرقد پر گوہر افشانی کرے، پسماندگان اور تمام اہل سنت کو صبر جمیل بخشے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

◆◆◆

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی*

علامہ ساحل شہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں

ساحل گیا کہ دل کا نگینہ چلا گیا
اک تیر چیر کر مرا سینہ چلا گیا

۱۷ رمحرم الحرام ۱۴۴۶ھ بمطابق ۲۴ ر جولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ صبح سویرے دل سوز خبر موصول ہوئی کہ سیاح وقت، رونق ممبر و محراب، زینت مسند فقہ وافتا، راہ سلوک کے پاسباں، فقیہ دوراں، ادیب ونکتہ داں، علامہ فہامہ مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی المعروف بہ ساحل شہسرامی علیگ مصباحی قادری قدس اللہ سرہ وعمّم برہ وتمم نورہ واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ لذت جام وصال سے شاد کام ہو گئے، آنکھیں کھلیں، چھند ھیائیں، اشکبار ہوگئیں زباں سے برجستہ نکلا انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔

غمگین دل ہے، دیدۂ پرنم اداس ہے
تم کیا گئے کہ محفل عالم اداس ہے
دل کو قرار ہے نہ سکوں روح کو جسیم
یہ کیا ہوا کہ زندگی یکدم اداس ہے

دل تو ماننے کو تیار نہیں ہو رہا تھا لیکن پھر اللہ جل جلالہ کے قضا وقدر کے آگے سر نیاز منہ جھکا دیا اور گویا ہوا ۔

کرم اپنا کرے تجھ پر لحد میں
شہ کون و مکاں ارشاد ساحل
محرم کا مہینہ سترہ تاریخ
چلے سوئے جناں ارشاد ساحل

اخلاق کریمانہ

۲۰۱۴ء کو جب میں جامعہ قادریہ کنز الایمان اندھیری ممبئی میں مفتی صاحب کو دیکھا تو میں ان کے اخلاق کریمانہ اوصاف حمیدہ کا گرویدہ ہو کر رہ گیا، ایسے اعلیٰ اخلاق کے حامل شخص کو میں نے پہلی بار دیکھا تھا میں ان کی ذات ستودہ صفات سے اتنا متاثر ہوا کہ میرا دل کہتا تھا کہ کاش میں حضرت مفتی صاحب سے مرید ہو جاتا اور ان کی خدمت میں رہتا لیکن کبھی میں دل کی بات زبان پر نہیں لا سکا، پھر قسمت مجھے مرکز محبت بریلی شریف لے آئی اور میں نے اعلم العلماء الربانیین افضل الفضلاء الحقانیین بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا سندنا مولانا ملجانا سرکار تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری رضی اللہ عنہ واجزل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام کے دست حق پرست پر بیعت کر لی لیکن مفتی صاحب قبلہ کی محبت میرے دل میں کم نہیں ہوئی، مفتی صاحب کی عنایت مجھ فقیر پر اتنی تھی کہ میرے چہرے پر زخم ہوا گیا، جس سے فاسد مواد بھی بہنے لگا تھا، مفتی صاحب اس پر اپنے ہاتھوں سے دوا لگاتے، وہ زمانہ یاد آتا ہے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں ۔

یاد آتی ہے تری کتنی بتائیں کیسے
مہرباں مشفق من حامی ملت ساحل
جلوہ فرمائیے پھر رونق و زینت ہو بحال
سونی سونی سی لگے بزم فقاہت ساحل

روداد جامعہ اشرفیہ

ایک ناخدا تھا جو کتنے ڈوبتوں کو ساحل سے لگا گیا، ایک دریا تھا جو چلتے چلتے تھم گیا، یا خود بخود ساحل سے مل گیا، یہ وہ دریا تھا جس کا انتخاب طلبائے اشرفیہ کو سیراب کرنے کے لیے فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، خود ہی فرماتے ہیں:

”جب میں بعد تکمیل تحقیق وافتا شعبان المعظم کی تعطیل کے موقع سے گھر جا رہا تھا تو علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

نے مجھ سے فرمایا: اپنا سامان رکھ کر جانا میں گھر چلا گیا جب واپس آیا تو بعض حضرات کی زبان سے میں نے سنا جو کہہ رہے تھے، اب آپ بھی یہیں پڑھائیں گے تو مجھے لگا یہ حضرات بطور طنز و مزاح کہہ رہے ہوں گے، مجھے اس کا کچھ پتہ نہیں تھا مجھے آنے کے لیے حضرت نے کہا میں آ گیا تھا لیکن دوسرے دن دیکھتا ہوں کہ اساتذہ کی فہرست میں میرا بھی نام اشرفیہ کے بورڈ میں چسپاں ہے اور میرے حق میں جو کتابیں تھیں، ان کا بھی انتخاب ہو چکا تھا، میں پڑھانے لگا، ایک سیکشن میں شرح عقائد میں پڑھاتا تھا، دوسرے سیکشن میں کوئی اور صاحب پڑھاتے تھے، سیکشن دوم کے بعض طلبا نے مجھ سے درخواست کی کہ فلاں سبق سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، آپ آ کے پڑھا دیں تو میں گیا اور پڑھا دیا جس سے طلبا بہت خوش ہوئے کیونکہ سبق سب کو سمجھ میں آ گیا، انہی طلبا میں ایک طالب علم تھا [جن کا نام راقم الحروف کو حضرت نے بتایا تھا لیکن اب یاد نہیں رہا] جو بعد فراغت جب بھی مجھ سے ملتا تو مسکرا کر کہتا: حضرت میں آپ کا شاگرد ہوں لیکن شرح عقائد کے اسی ایک سبق میں جو آپ نے ہم لوگوں کو بطور خاص پڑھایا تھا۔

علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے، انھیں کے دم قدم سے میری بحالی ہوئی تھی لیکن کچھ حضرات کی نظر میں میں کھٹکتا رہتا تھا، وہ سوچتے تھے اگر یہ یہاں رہا تو میری جگہ یہ لے لے گا، حالانکہ میرے دل میں ایسا کچھ نہیں تھا لیکن وہ میرے متعلق حضور شارح بخاری کے کان بھرتے رہتے تھے، بالآخر میں خود ہی وہاں سے نکل گیا اور الہ آباد کی ایک مسجد میں امامت کا فریضہ انجام دینے لگا، میری تلاش و جستجو کرتے ہوئے سید امین میاں قادری برکاتی دام ظلہ العالی الہ آباد تشریف لائے اور مجھے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لے گئے، ان کا کچھ علمی کام تھا جسے میں نے بخوبی انجام دیا، وہاں سے میں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔

راقم الحروف نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کہیں مستقل طور پر رہ کر پڑھاتے کیوں نہیں ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: مجھ پر سحر کیا گیا ہے جو مجھے مستقل طور پر کہیں رہنے نہیں دیتا ہے، میں نے کہا حضرت جامعۃ الرضا آ جائیں، آپ نے فرمایا مجھے قائد ملت شہزادۂ تاج الشریعہ بہت دنوں سے کہہ رہے ہیں، جامعۃ الرضا میں پڑھانے کے لیے لیکن مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں دے پا رہا ہوں، ان شاء اللہ دو چار سال میں آؤں گا لیکن ملازمت کے طور پر نہیں بلکہ فی سبیل اللہ مہینے میں پندرہ بیس دن پڑھایا کروں گا، حقیقت حال یہ کہ حضرت کو سبھی بڑے ادارے کے منتظمین اپنے یہاں دیکھنا چاہتے تھے لیکن ان کی زندگی منفرد درویشوں جیسی تھی، جو ملتا اسی پر قناعت کر لیتے تھے، انھوں نے خود اپنے لیے کبھی کوئی ساحل تلاش نہ کیا۔

ساحل تخلص کی وجہ

آپ فرماتے ہیں میرے ایک ہم عصر تھے جو بہت ذہین وفطین، ادیب ذی علم، ماہر فن تھے، جوانی کے عالم میں وہ اللہ کو پیارے ہو گئے جس کا صدمہ ارباب علم و ادب کو بہت ہوا ان کا نام ساحل تھا تو ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے میں نے اپنا تخلص ساحل رکھ لیا میں جب گھر گیا تو اپنے چاچا سے کہا کہ میں نے اپنا قلمی نام ”ساحل“ رکھ لیا ہے تو چاچا نے کہا تم کو کون پہنچانے گا ساحل نام سے، میں نے کہا دھیرے دھیرے لوگ پہچاننے لگیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ اب لوگ میرے نام سے زیادہ تخلص ”ساحل“ یعنی قلمی نام سے پہچانتے ہیں لیکن کس کو پتہ تھا آپ بھی جوانی کے عالم میں چلے جائیں گے، غم ساحل پھر سے دھرایا جائے گا، ارباب علم و ادب پھر سے زخم سے چور چور ہو جائیں گے، اب کون ہے جو پھر سے ساحل بن کر دکھائے ہائے خدا خیر فرمائے۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

کچھ یادیں کچھ باتیں لوح دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتی ہیں، جو ہمیشہ دھڑکن بن کر دل میں دھڑکتی رہتی ہیں، علامہ ساحل شہسرامی کی ذات ستودہ صفات کی یادیں بھی اسی وادی محبت کی نمایاں مثال ہے، مجھے حضرت کی ذات ستودہ صفات سے ایسی محبت و انسیت تھی کہ میں ان کو اپنا خاص رہنما مانتا تھا ان سے

اپنی زیست کی مشکل راہوں میں مدد لیتا تھا جو بھی دل میں علمی فنی اشکال ہوتا ان سے بلا جھجک بیان کر کے تشفی بخش جواب حاصل کرتا تھا جب وہ بریلی شریف سے واپس جاتے تو میری آنکھیں بھیگ جاتیں ایسا کبھی نہ ہوا کہ حضرت جامعۃ الرضا آ کے واپس گئے ہوں اور چشم محبت سے آنسو جاری نہ ہوئے ہوں ہائے وہ مربی و ہمدرد اب ہمیشہ کے لیے چلا گیا، کیا بتاؤں کہ دل پہ کیا گزری، آنسوؤں میں کیسی موجیں آئیں لیکن یہ کہہ کر دل کو تسلی دیتا ہوں ؎

تجھ پہ لازم تھا بجا آوری کرنا جاناں
آ گیا جب کہ ترے پاس خدا کا ارشاد

حضرت مفتی صاحب سے بعض دفعہ گھنٹوں علمی گفتگو ہوتی، خاص کر علم عقائد پر کبھی کبھی حضرت اپنی روداد بھی سناتے تھے، ایک بار جامعۃ الرضا میں حضرت سمینار کے موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے، طلبا حضرت سے ملنے کے لیے جاتے تھے، راقم الحروف بھی اپنی ادنیٰ کاوش میر قطبی کا ترجمہ و تحشیہ بمطابق نصاب جامعۃ الرضا لے کر حاضر خدمت ہوا، حضرت نے میری طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی اور میرے ہاتھ سے مسودہ لے کر دیکھنے لگے، کچھ نشاندہی فرمائی اور فرمایا کہ پہلے قطبی کا ترجمہ و تحشیہ کیجیے پھر میر قطبی کا کیجیے تاکہ طلبا کے لیے مزید آسانی ہو لیکن ہنوز یہ کام تشنۂ توجہ ہے، اللہ جل جلالہ اسباب مہیا فرمائے آمین۔

حکمت عملی اور وسعت مطالعہ

اس مجلس میں محمد ارشاد ثقافی مولانا ابوالکلام آزاد مرکزی اور بھی دیگر حضرات موجود تھے کہ حضرت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی سرگزشت سنانے لگے، آپ فرماتے ہیں:

''جب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تھا تو ہفتہ وار نشست لگتی تھی، طلبا مجھ سے سوالات کرتے تھے اور میں ان کے جوابات فراہم کرتا تھا، نشست میں ہر طرح کے طلبا سوالات کرنے کے لیے شریک ہوتے تھے، خواہ وہ دیوبندی ہو، مودودی ہو، نیچری ہو جو بھی ہو، ایک طالب علم نے مجھ سے سوال کیا: آپ سرسید احمد کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ کافر و مرتد ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ اس سوال کا جواب دینا میرے لیے اس وقت مشکل تھا کیونکہ اگر میں سیدھے یہ کہہ دیتا کہ ہاں! ان کے عقائد ایسے ایسے ہیں، اس لیے وہ کافر و مرتد ہیں تو مجھے وہاں سے نکال دیا جاتا اور مقدمہ بھی دائر ہو سکتا تھا، لوگ کہتے: یہیں رہ کر سرسید احمد کے خلاف بولتا ہے اور پھر نوجوان طبقہ کو میرے خلاف بھڑکایا جاتا تو میں نے اس وقت حکمت عملی سے کام لیا اور جواب میں نے ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب سے دیا جو پہلے سے میرے مطالعے میں تھی اور سوال کرنے والا بھی مودودی تھا، میں نے ان سے کہا مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ جو جنت، دوزخ فرشتے کا انکار کرے وہ کافر و مرتد ہے اور سرسید احمد نے خود اپنی کتاب میں ایسی ایسی باتیں لکھیں جس میں انھوں نے جنت دوزخ فرشتے کا انکار کیا ہے تو آپ اس سے نتیجہ خود اخذ کر لیجیے۔''

اس جواب سے جہاں حضرت کی حکمت و دانائی کا پتہ چلتا ہے، وہیں وسعت مطالعہ کا بھی پتہ چلتا ہے، ہم سے تو اپنے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں ہو پاتا ہے لیکن حضرت کا مطالعہ اتنا وسیع تھا کہ ان کے ذہن میں دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی از بر تھیں۔

ایک ایمان افروز حکایت

اسی مجلس میں حضرت علامہ ساحل شہسرامی صاحب نے ایک حکایت سنائی جس سے ایمان کو تازگی، روح کو خوشی ملی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت پر "لیطمئن قلبی" کی مہر ثبت ہو گئی، آپ فرماتے ہیں:

''ایک دیوبندی تھا [جس کا حضرت نے نام اور گھر کا پتہ سب بتایا تھا لیکن راقم الحروف بھول گیا] جو کشف قبور کا عامل تھا، وہ اس بات سے پریشان تھا کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بریلوی صحیح ہیں، بعض کہتے ہیں کہ دیوبندی صحیح ہیں تو اس نے اس کے تصفیہ کے لیے کشف قبور کے عمل کا سہارا لیا اور اشرف علی تھانوی کی قبر پر چلا گیا، وہاں جا کر کشف قبور کا عمل کیا، قبر کے حالات اس پر منکشف ہو گئے، اس نے دیکھا کہ اشرف علی کا جسم آگ میں جھلسا پڑا ہے، ہیئت بگڑی ہوئی ہے، جس سے وہ حیران و ششدر رہ گیا، پھر وہاں سے

یاد علامہ ساحل شہسرامی

بریلی شریف آیا اور گنبد رضا کے نیچے بیٹھ کر کشف قبور کا عمل کیا، قبر کے حالات اس پر منکشف ہوئے تو کیا دیکھا کہ خان صاحب تو بڑے ہی آرام سے سوئے ہوئے ہیں، جیسے کوئی دولہا سو رہا ہو، وہ اسی وقت دیوبندیت سے تائب ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت سے منسلک ہو گیا، سبحان اللہ العظیم وبحمدہ۔"

مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ایک پہچان دین نبی کے لیے
مسلک اعلی حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

دوراندیشی

جامعہ قادریہ کنز الایمان ممبئی میں ایک بار مفتی صاحب نے اپنی دوا لانے کے لیے مجھے ممبئی کے کسی دواخانے پر بھیجنا چاہا میں اس وقت کم عمر تھا مجھے خود پر اتنا اعتماد نہیں تھا کہ میں ممبئی کی کسی جگہ میں جا کر دوبارہ واپس آسکوں بلکہ ایک بار میں ممبئی اندھیری کی کسی گلی میں گم بھی ہو گیا تھا بلکہ اور ایک بار ایسا ہوا کہ میں بوریولی اپنی بہن کے یہاں جا رہا تھا لیکن میں راستہ بھول گیا اور خود سے جا نہ سکا جب کہ میں کئی مرتبہ پہلے جا چکا تھا لیکن اس بار میرے اندر خود اعتمادی تھی مجھے اپنے اوپر پورا یقین تھا کہ میں جا کر دوا لے کر واپس آ جاؤں گا اور یہ اعتماد اپنے تجربے کی بنا پر نہیں تھا بلکہ بھیجنے والی شخصیت کی بنا پر تھا میرا دل کہہ رہا تھا مفتی صاحب بھیج رہے ہیں تو ان کی برکت سے میں جا کر بآسانی واپس آسکتا ہوں اگر میں اس قابل نہ ہوتا تو مجھے مفتی صاحب ہرگز نہ بھیجتے لیکن اس کے ساتھ میرے پاس اور ایک عذر تھا کہ میرے پاس چپل نہیں تھی میں نے مفتی صاحب سے کہا مجھے مفتی صاحب نے ایک جوڑی چپل نکال کر دی اور روپے دیئے میں چلا گیا۔

بحمدہ تعالیٰ بذریعۂ بس منزل مقصود تک پہنچ گیا دوا لینے کے بعد واپس ہوا تو دواخانے کے باہر کچھ عطر فروش تھے میں نے اس سے شباب نام کا ایک عطر خریدا اور واپس مدرسہ پہنچا مفتی صاحب کی خدمت میں میں نے دوا پیش کی اور جو روپے بچ گئے تھے میں نے دینا چاہا تو آپ نے فرمایا: تم رکھ لو میں نے کہا حضرت میں نے آپ کے روپے سے ایک عطر خرید لیا ہے تو پھر آپ نے مسکرا کر روپے اپنے پاس رکھ لیا، میرا جا کر واپس آنا میرے لیے بہت بڑی بات تھی لیکن میں حضرت کے حکم پر اعتماد کرتے ہوئے چلا بھی گیا اور بسلامت وعافیت واپس بھی آ گیا، میں اسے حضرت کی کرامت تو نہیں کہتا ہوں جو بعید بھی نہیں ہے لیکن دور اندیشی ضرور کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ آپ مستقبل کی باتوں کو فراست ایمانی سے بھانپنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

اصاغر نوازی

مفتی صاحب کا علمی قد جتنا اونچا تھا، اس سے کہیں زیادہ آپ کا اخلاقی تعمیری قد اونچا تھا، آج کے اس مصروفیت کے دور میں کسی کے پاس جائیں تو ان کا وقت نہیں ملتا ہے کہ ان سے کچھ پوچھ سکیں ان سے کسی کتاب میں تقریظ لکھوا سکیں ہمیں بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ ہاں واقعی علمی حضرات گوناگوں مصروفیات میں رہتے ہیں لیکن کیا ان کے پاس ہمارے لیے تھوڑا بھی وقت نہیں خیر! لیکن مفتی صاحب کا منہج فکر جداگانہ دیکھا آپ کے پاس جب بھی کچھ لے کے گیا تو خندہ پیشانی سے ملے اور حوصلہ افزائی کی اور اگر بارگاہ میں کوئی عرضی پیش کی تو قبول فرمائی اتنی مصروفیات کے باوجود اپنے در سے محروم نہیں فرمایا، ایک بار میں نے مفتی صاحب کو ایک کتاب بنام بوستان رئیس العلما جو ۱۳۴ر صفحات پر مشتمل تھی تصحیح کے لیے شام کو دی اور آپ نے تصحیح کر کے صبح مجھے واپس کر دی، میں خود بھی حیران رہ گیا کہ آپ کتنے جفا کش ہیں، اس وقت آپ بائسی ہی میں قیام پذیر تھے، علاوہ ازیں ایک کتاب بنام" قاش دل" جو ۴۵۰ر صفحات پر مشتمل ہے تصحیح فرمائی اور اس پر جامع تقریظ بھی تحریر فرمائی جو اوروں کے در پر مہینوں بھٹکنے سے نہیں ہو پاتا تھا، وہ مفتی صاحب کچھ دنوں میں کر دیتے تھے، اس کا اندازہ اسی کو ہوگا جو اس راستے سے گزرا ہوگا۔

حوصلہ افزائی

اس دور میں حوصلہ شکن تو مل جاتے ہیں لیکن حوصلہ افزا بہت کم ملتے ہیں، انھیں کمیاب شخصیات میں ایک ذات ستودہ صفات

حضرت والا کی ہے، جب بھی آپ سے بات ہوتی آپ فرماتے " آپ ہمارے مستقبل ہیں آپ سے بہت امیدیں وابستہ ہیں" یہ جملہ مجھے ہر دم کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے ابھارتا ہے، میری حوصلہ افزائی کرتا ہے، میں سوچتا ہوں مفتی صاحب کی وہ کون سی امید ہے جو مجھ سے وابستہ ہے؟ مجھے کیا کرنا چاہیے کہ مستقبل بہتر سے بہتر ہو سکے اور ان کی امید پر کھرا اتر سکوں۔

سید امین میاں مارہروی کی نظر میں

راقم الحروف سے امیر القلم علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی دام ظلہ نے بیان کیا کہ بیس سال پہلے میں نے حضور سید امین میاں مارہروی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کو کہتے ہوئے سنا کہ علامہ ساحل شہسرامی کے بدن میں گوشت ہے ہی کہاں، ہڈی ہے چمڑی ہے اور اس میں علم ہی علم ہے۔

علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی نظر میں

امیر القلم علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی حفظہ اللہ القوی نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ میں نے علامہ ساحل شہسرامی کے بچپنے کو دیکھا اور جوانی میں بھی میں نے ان کو تمام وقت متقی، پرہیز گار، تقویٰ شعار پایا، آپ ذی علم، باصلاحیت فقیہ، مفتی، نظم و نثر نگار اردو، فارسی، عربی، انگلش چاروں زبان کے ماہر، علم الانساب کا عالم ہر فن مولیٰ تھے بلکہ مختصر یہ کہ وہ درجۂ ولایت پر فائز تھے۔

جتنے زمیں کے اوپر اتنے زمیں کے نیچے

ہمارے ہمدرد، مخلص کرم فرما حضرت مولانا محمد افضل مرکزی دام ظلہ العالی سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کے متعلق گفتگو ہوئی تو دوران گفتگو آپ نے ایک بہت ہی اچھی دل چھو لینے والی بات کہی کہ لوگ تو کسی کو طنز کے طور پر کہتے ہیں کہ " فلاں جتنا زمیں کے اوپر ہے اتنا زمیں کے نیچے ہے" لیکن میں یہ مفتی صاحب قبلہ کی تعریف و توصیف میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب قبلہ" جتنے زمیں کے اوپر تھے اتنے ہی زمیں کے نیچے بھی تھے" یعنی آپ جس طرح زمین کے اوپر والوں سے گفتگو کرتے تھے، ایسے ہی آپ زمین کے نیچے آرام فرمانے والے بزرگان دین سے بھی ہم کلام ہوتے تھے، کسی مزار شریف میں حاضری دینے کا انداز ایسا جداگانہ تھا کہ لگتا آپ صاحب مزار سے گفتگو کر رہے ہیں، آپ کے اندر ایسی روحانیت تھی، موصوف مزید بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار بہت پریشان تھا، حضرت نے مجھے دلاسا دیا، سمجھایا، کچھ اپنی بھی آپ بیتی سنائی، جس کی وجہ سے میری جان میں جان آئی، تسکین قلب حاصل ہوئی، آج بھی وہ باتیں یاد آتی ہیں تو دل کو تسلی ملتی ہے۔ ؎

زندگی بس یہی تو ہے افضلؔ
یاد ماضی خیال مستقبل

آخری آرام گاہ

باتیں تو بہت ہیں، کیا لکھوں، کیا چھوڑوں، اب کسے درد غم سناؤں، اب کسے حالات دل بتاؤں، مراغمگسار، غمخوار، ہمدرد، مربی و مخلص، مہربان و مشفق تہ مزار چلا گیا، اب یادیں ہی یادیں ہیں، جن سے دل میں ہلچل مچی رہتی ہے، اب وہ باتیں ہی باتیں ہیں جو کانوں میں گونج رہی ہیں لیکن وہ چہرہ سامنے نہیں ؎

ترا چہرہ کوئی تو سامنے لائے
قتیل جان جاں ارشاد ساحل

کرم اپنا کرے تجھ پر لحد میں
شہ کون و مکاں ارشاد ساحل

کیا ہے دفن ہم نے آج
ہائے زمیں میں آسماں ارشاد ساحل

۱۷ محرم الحرام ۱٤٤٦ھ بمطابق ۲٤ جولائی ۲۰۲٤ء بروز بدھ بوقت شام آپ کی تکفین و تدفین کی گئی، اللہ جل جلالہ مربی کریم مفتی صاحب قبلہ کو غریق رحمت فرمائے، ہمارا بھی خاتمہ بالخیر فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ◆◆◆

ص ۹۴ کا بقیہ.......................................

ہر ایک نقش کف پا مثال سنگ میل
ایک ایسے پیر طریقت تھے حضرت ارشاد

زبان حال سے کہتے ہیں دیکھنے والے
نگاہ شوق کی جنت تھے حضرت ارشاد

کیوں سوگوار نہ ہوں اہل سہسرام ضیا
ہمارے شہر کی زینت تھے موت ارشاد

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: محمد ذیشان رضا مرکزی*

علامہ ساحل سہسرامی ایک علمی شخصیت

یادِ علامہ ساحل سہسرامی

اس فرش گیتی پر تخلیق آدم سے لے کر ابھی تک بے شمار انسانوں نے جنم لیا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا لیکن ان میں چند ایسی شخصیات اس عالم فانی میں جلوہ گر ہوئی ہیں جن پر اسلام اور دین وسنیت کو فخر حاصل ہے وہ شخصیتیں حکمت و دانائی طہارت و پاکیزگی بلند کردار اخلاق و اخلاص کی پیکر و مجسمہ بن کر اس طرح ظہور فرمائیں کہ دل خود بخود ان کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور قلوب ان کی یاد میں مچلنے لگتے ہیں وہ روئے زمین میں اللہ جل وعلیٰ کی ایک بڑی نعمت اور عظیم امانت ہوتی ہیں، فلاح و نجات کی ایسی ہی ضامن شخصیتوں میں ایک عظیم علمی اور قدآور شخصیت علامہ ارشاد احمد مصباحی ساحل سہسرامی قدس سرہ السامی کی ذات تھی۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

الحمدللہ ساحل سہسرامی صاحب کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے، ان کی ہستی کو جو خداداد مقبولیت حاصل ہے جو کہ ایک لازوال نعمت ہے اور فضل ربی سے انسانوں کے دلوں میں ان کی محبت جاگزیں ہے، وہ فی الحال ہمارے مابین موجود نہیں ہیں، مگر اہل علم کے دلوں میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے، آپ کو یہ بلندی و شہرت جو دینداری اور تبلیغ دین کی بنیاد پر ملی ہے جو گھٹتی نہیں بلکہ روز بروز بڑھتی ہی رہتی ہے، کیونکہ ؎

اونچا جو چڑھ گیا ہے گرایا نہ جائے گا
رفعت کی منزلوں سے ہٹایا نہ جائے گا
خود رب کائنات نے روشن کیا جسے
پھونکوں سے وہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

علامہ ساحل سہسرامی صاحب بیک وقت کئی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے، آپ دور حاضر کے مایہ ناز عالم نبیل اور عظیم مصنف و مؤلف اور شاعر بھی تھے، ساتھ ہی اسلامی اسکالر کی حیثیت سے علمی طبقہ کے مابین معروف تھے، ان اوصاف کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ شریعت مطہرہ کے پابند اور اخلاق حسنہ کے پیکر تھے، ساحل سہسرامی کبھی صدور فتویٰ، کبھی تصنیفی و تالیفی کارنامہ، کبھی تقریر تحریر کا مصدر نظر آتے ہیں اور ہر ایک فن میں کمال تک پہنچے ہوئے ہیں، موصوف کئی علوم کے بحر بے کراں و علوم دینیہ کے مشرب نایاب تھے، جس سے ایک مدت تک تشنگانِ علم و ادب سیراب ہوتے رہے۔

راقم الحروف اگر انہیں ایک مقرر کی حیثیت سے متعارف کرائے تو ان کی تحریر گلہ کرتے ہوئے نظر آتی ہے اور اگر ان کی ذات کو علوم وفنون و اخلاق حسنہ کے اوصاف و کمالات سے متعارف کرائے تو جملے احساس کمتری کے شکار نظر آتے ہیں اور عقیدت تشنہ رہ جاتی ہے مگر اذہان و قلوب کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

میرے ممدوح کا نام ان شیوخ اور خلوص وللّٰہیت دین و سنیت کے مبلغین میں آتا ہے جو بناوٹ و نمود سے مستغنی، خودستائش سے دور و نفور، دنیاوی منشا سے نظریں پھیرنے والے، حرص و طمع سے لاتعلق، تعریف و توصیف سے بے پرواہ، اخلاق رذیلہ سے دور، دنیاوی خواہشات سے مجتنب، سادہ مزاج، اخلاق حسنہ کے پیکر با کمال ہیں تو بھلا کیوں نہیں عوام بالخصوص خواص کے دلوں میں بسیں گے، میرے ممدوح کی علمائے عصر کے مابین امتیازی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کو علمی مضامین اور فتاویٰ نویسی تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا، آپ کی کتب علمیہ سے اہل علم بھی استفادہ کرتے ہیں اور درجنوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب منبع الانساب ہے جو قریب 600/سال پرانی ہے جس کے مصنف حضرت سید معین الحق جھونسوی نور اللہ مرقدہ ہیں، جس میں حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السلام سے لے کر حضور جان جاناں ﷺ تک کے اخلاف کا ذکر ہے اور مولائے کائنات شیر خدا سے لے کر غوث پاک سے ہوتے ہوئے حضور مخدوم شعبان ملت تک کے مفصل حالات کو بیان کیا گیا ہے، ایسی قدیم اور قیمتی مخطوطہ اور گراں قدر کتاب کو زبان اردو میں منظر عام پر لانے کی نیک بختی علامہ ساحل سہسرامی کو عطا ہوئی جو کہ دراصل بزبان فارسی تھی، جب یہ کتاب منبع الانساب ترجمہ کے لیے علامہ ساحل سہسرامی صاحب کو دی گئی تو جمیل احمد نوری اسی کتاب میں دعائیہ کلمات لکھتے ہوئے یہ بھی رقم طراز ہیں:

''جب سید جمال احمد صاحب نے منبع الانساب ترجمہ کے لیے مفتی صاحب کو دی تو میں نے اسی وقت کہا تھا کہ ''حق بحق دار رسید'' حضرت نے کتاب میں مخدوم شیخ محمد بن عیسیٰ جن کا (شمار جونپور کے اولیائے کبار میں ہوتا ہے) کے واقعے پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے ان ہی کے متعلق صفحہ نمبر 246/پر ایک قابل ذکر بات بیان فرماتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیا یاد الٰہی میں کس قدر محو و مستغرق رہتے ہیں کہ ظاہر کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ محمد بن عیسیٰ کے حجرے کے باہر ایک درخت اُگا اور خوب بڑا ہو گیا لیکن ایک مدت تک اس کی آپ کو خبر نہیں یہاں تک کہ اس درخت کے پتے جب آپ کی نشست گاہ میں گرے آپ نے فرمایا کہ یہ کہاں سے آئے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضور حجرہ کے دروازے پر ایک پیڑ اگ گیا ہے، غرض کہ شیخ محمد بن عیسیٰ ہمیشہ مراقبے میں رہتے یہاں تک کہ جسم کی تمام ہڈیاں اور اس کے ساتھ گردن کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور سینہ بھی اندر کی طرف دھنس گیا تھا۔'' (ماخوذ از منبع الانساب)

علامہ ساحل سہسرامی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ آسان لب و لہجے میں کیا ہے جو کہ بہت ہی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے، کسی بھی زبان کی کتاب کو دوسری زبان میں ڈھالنا کتنا مشکل امر ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جنہوں نے ترجمہ نگاری کی دنیا میں قدم رکھا ہو، آپ کی کتاب کو پڑھنے والا بخوبی یہ جان جائے گا کہ آپ کس قدر لائق و فائق اور بہترین نثر نگار تھے، آپ کی تحریریں سلاست سے اس قدر لبریز ہوتی تھیں کہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کتاب اردو ہی میں لکھی گئی ہے۔

فروغ رضویات میں آپ کا کارنامہ

فروغ رضویات میں آپ کی گراں قدر کاوش کو دنیائے سنیت کبھی فراموش نہیں کر سکتی، اعلیٰ حضرت، آپ کے پیر و مرشد یا آپ کے تلمیذ و خلیفہ کے کتب و رسائل کی بھی آپ نے ترتیب دی (۱) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ (۲) رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویات کی خصوصیات (۳) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا (۴) امام احمد رضا اور سہسرام (۵) فتاویٰ ملک العلماء (۶) اسلام کا نظریہ موت ترتیب و تقدیم (۷) خاندان برکات کی علمی خدمات (۸) تبرکات خاندان برکات (۹) تصانیف خاندان برکات (۱۰) صاحب عرس قاسمی (۱۱) صدر الشریعہ (۱۲) مفتی اعظم ہند (۱۳) شدی تحریک اور صدر الافاضل۔

ملک العلما اور ان سیمیناروں میں قلمی یا عملی طور پر آپ کی شرکت رہی (۱) امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس، موضوع: فکر رضا کے تعارف کے عصری تقاضے، (۲) امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس، موضوع: امام احمد رضا سے خانقاہوں کے روابط (۳) تاج الشریعہ سیمینار، موضوع: حضرت تاج الشریعہ ایک مرشد کامل (۴) تاج الشریعہ سیمینار و امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس، موضوع: امام احمد رضا کی مقبولیت اور حاسدین کی ریشہ دوانیہ، (۵) صدر الشریعہ سیمینار، موضوع: صدر الشریعہ کی اردو نثر نگاری۔

تقریباً ایک ہزار فتاویٰ جو فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں، گویا کہ حضرت ہر انداز میں منفرد تھے، مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار تھے، ان کی علمی جلالت کو سلام! ان کی تمام تر کاوشوں کو سلام۔

◆◆◆

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

علامہ ساحل سہسرامی! ایک معتبر عالم دین

قرآن کریم میں بڑے احسن انداز سے فرمایا گیا:

" هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - (پ23 / سورۃ الزمر) ترجمہ: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔" (کنز الایمان)

اور دوسری جگہ اہل علم کی شان یوں بیان فرمائی گئی ہے:

"يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (پ28 / سورۃ المجادلہ) اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔" (کنز الایمان)

خوف خدا جس قلب میں بس جائے، وہ قالب صراط مستقیم کے منافی اپنے قدم نہیں بڑھائے گا، بلکہ وہ شریعت مطہرہ کے دائرے میں اپنی زندگی بسر کرے گا، عصر حاضر میں خشیت الٰہی کے مدعی ہزاروں ملیں گے، جن میں ایسوں کی بھی کثرت ہیں کہ جن کے شب وروز اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں بسر ہو رہے ہیں، مگر دعویٰ ہے کہ ہم اللہ عزوجل سے ڈرنے والے لوگ ہیں۔

ذرا اندازہ لگائیں! کیا اپنے قلوب میں خوف الٰہی رکھنے والے لوگوں کے قدم عصیان کی جانب بڑھیں گے، نہیں ہرگز نہیں تو ایسے مدعی یقیناً کاذب ہیں، مگر واہ گروہ علما آپ کا مقام ومرتبہ کتنا ارفع واعلیٰ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب قرآن کریم میں آپ کی خشیت کا تذکرہ فرمایا، چنانچہ ارشاد ربی ہے:

"اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔" (کنز الایمان)

تفسیر: اور اس کی صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے،

بخاری ومسلم کی حدیث میں: سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"قسم اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔" (خزائن العرفان)

سرور کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ" علما انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، نیز فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیل میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

علمائے کرام کی خدمات، ان کی محنتیں یقیناً قابل صد ستائش ہیں، واٹس ایپ، فیس بک، انسٹا گرام ودیگر مصروفیات کے اس دور میں جہاں غیر علما ایک صفحہ پڑھنے کے لیے وقت نہیں نکال پا رہے ہیں، وہیں ہمارے علما لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کی خاطر سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتب تصانیف کر کے امت کے سامنے پیش کیے، لطف کی بات یہ ہے کہ عوام مروجہ جلسوں میں (میں نے مروجہ جلسہ اس لیے کہا ہے کہ آج کے جلسوں میں اسٹیج کا تقدس برقرار نہیں رہا اور نہ ہی مقصد کا حصول) اپنی قیمتی دولت صرف کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، جب کہ کتابیں شائع کرنے کے لیے دائیں بائیں جھانکنے لگتے ہیں، مگر یہ علما ہی ہیں جو کسی بھی طرح کتابیں شائع کر کے قوم کے لیے مسائل کو سہل کرتے ہیں، لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں وعظ ونصیحت کرتے ہیں، اسلام کی اشاعت میں مسلسل سرگرم رہتے ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر میں جن علمائے ربانین کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں، انہیں گروہ علما میں ایک عظیم عالم دین، مصنف کتب کثیرہ، فقہی سیمینار کے میر محفل، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے سپاہی،

* مضمون نگار رضائے مصطفےٰ مسجد گیورائی، مہاراشٹرا کے امام وخطیب ہیں۔

اہل سنت وجماعت کے معتبر عالم دین، حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد عالم ساحل سہسرامی رضوی مصباحی علیہ الرحمہ تھے، آپ کی پیدائش صوبہ بہار کے سہسرام میں 1972ء کو ہوئی۔

آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم، شہزادۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری ازہری قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فارغ تھے اور وہاں کے سابق استاذ بھی! رضویات پر آپ کی گہری نظر تھی، مختلف جرائد ورسائل میں آپ کے تحقیقی مضامین ومقالات شائع ہوتے تھے، تجربہ کار مدرس تھے، آپ کے تبحر علمی کے اکابر علما معترف ہیں، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، خوش اخلاقی میں بے مثال تھے۔

المختصر یہ کہ وہ بڑے کام کے آدمی تھے، ویسے میری حضرت علیہ الرحمہ سے کبھی ملاقات تو نہ ہوئی، مگر حضرت کے تعلق سے جو کچھ میں نے پڑھا اسے صفحۂ قرطاس پر رقم کر دیا، افسوس کہ 24 جولائی 2024ء 17 محرم الحرام 1446 ہجری بروز بدھ آپ کا وصال ہوگیا، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین۔ ے

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

◆◆◆

ص ۸۸ / کا بقیہ............

محب مکرم جناب مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب زید علمہ ملک کی مشہور درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فاضل، ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، کئی سال تک جامعہ اشرفیہ کے مدرس و مفتی رہے پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے، یہاں انہیں حضرات سادات مارہرہ مطہرہ کے زیر سایہ مزید پروان چڑھنے کا موقع نصیب ہوگیا یہ ان حضرات کی برکت ہے کہ چند سالوں میں انہوں نے کئی ایک قابل قدر کارنامے انجام دیئے............ مولانا ایک اچھے قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ بھی رکھتے ہیں۔" (صفحہ ۹)

مزید آگے لکھتے ہیں:

آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں بہت سارے دینی کارنامے انجام دیئے ہیں جنہیں عوام وخواص رہتی دنیا تک یاد کریں گی، دینی، علمی اور ادبی موضوعات پر آپ کے درجنوں مقالہ جات ہیں، آپ کے فتاوے کی تعداد بے شمار ہے تقریباً ایک ہزار فتاوے آپ کے ایسے ہیں جو فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں، آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصنیفات، ترتیبات اور تراجم کی تعداد ۵۰ / سے متجاوز ہے، تصنیفات، ترتیبات اور تراجم کے علاوہ آپ کے کئی اہم مقالات ومضامین بھی ہیں، اخیر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ مفتی شہسرامی علیہ الرحمہ کی مرقد کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کا علمی فیضان ہم اہل سنت پر جاری فرمائے، آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۹۲ / کا بقیہ............

دیکھیے گھر لٹا کے سبط نبی
عظمتِ دین کو بچاتے ہیں
قاسم واکبر وعباس علمدار
دینِ احمد پہ سر کٹاتے ہیں
حوصلہ دیکھو ننھے اصغر کا
جان دے کے بھی مسکراتے ہیں
جب مہینہ رضا کا آتا ہے
ان کے شیدا بریلی جاتے ہیں
شہر مرشد میں بہر فیضِ رضا
ان کے دیوانے آتے جاتے ہیں
یاد آتی ہے جب بھی مرشد کی
روئے مسجد کو دیکھ آتے ہیں
نعت خوانی کی برکتوں سے نعیم
در پہ آقا تجھے بلاتے ہیں

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مفتی محمد رضوان عالم رضوی مرکزی

مفتی ساحل شہسرامی! ایک جامع شخصیت

موت التقٰی حیاۃ لا نفاد لھا
قد مات قوم وھم فی الناس أحیاء

اللہ رب العزت کے بندوں میں کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے اس دنیائے فانی سے چلے جانے کے بعد بھی لوگ انہیں یاد کرتے ہیں اور جن کے جانے سے ایک دنیا سوگوار رہتی ہے اور اہل زمانہ پر رنج وغم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور جن کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا ایک جہاں معترف رہتا ہے انہیں ہستیوں میں ایک ہستی درجنوں کتابوں کے مصنف، ادیب شہیر، ماہر قلمکار، علمی اور تحقیقی میدان میں اپنی ایک الگ پہچان رکھنے والے، اکابر شناس، اصاغر نواز، علم دوست، فقیہ عصر، محبوب المشائخ حضرت علامہ ومولانا مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد ساحل شہسرامی نور اللہ مرقدہ وجعلہ روضۃ من ریاض الجنۃ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گونا گوں صفات وخوبیوں سے نوازا تھا، آپ بیک وقت عالم، فاضل، محقق، مفکر، باصلاحیت مدرس، ایک کہنہ مشق مفتی اور فقہ وفتاویٰ سے شغف رکھنے والے ایک ماہر فقیہ تھے، علوم رائجہ مروجہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، خاص کر علم نحو، صرف، منطق، ادب، تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث اور فقہ وافتا میں بھی کامل ملکہ حاصل تھا، رضویات میں بھی آپ کی کافی گہری نظر تھی، آپ کے علم کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے، مدارس اہل سنت کے اکثر وبیشتر اساتذہ اور طلبہ آپ کی ذات سے واقف وشناسا ہیں، آپ کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا ایک جہاں معترف ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمیناروں میں لگاتار آپ کی شمولیت رہی ہے، آپ کی رحلت سے علمی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا امر مشکل ہے آپ ہمیشہ دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں رطب اللسان نظر آتے تھے۔

آپ کی ذات عاجزی وانکساری اور اصاغر نوازی میں بھی بے نظیر تھی، عوام وخواص سے خندہ پیشانی سے ملنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، جدھر سے دیکھا جائے ادھر سے آپ علوم وفنون کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکتے نظر آتے ہیں، آپ کے تبحر علمی، وسعت فکر، تحقیقی نظر اور ذہانت وفطانت کا اندازہ آپ کی تصنیفات وتالیفات وتراجم سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، خاص کر آپ کا وہ وسیع اور طویل مقدمہ جو آپ نے "فتاویٰ ملک العلما" کے شروع میں رقم کیا ہے آپ کی صلاحیت واستعداد پر منہ بولتی تصویر ہے، یہ صرف ایک مقدمہ نہیں بلکہ ایک قیمتی رسالے کی حیثیت رکھتا ہے یہ مقدمہ حضور ملک العلما علیہ الرحمہ کی حیات، ادوار فقہ وافتا، طبقات فقہا، طبقات کتب حنفیہ اور دیگر مسائل پر مشتمل ہے، اس مقدمے کے تعلق سے قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے تقریظی کلمات میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

> "مرتب سلمہ (یعنی مفتی ارشاد احمد شہسرامی) نے ایک مبسوط تقدیم بھی تحریر کی ہے جو فقہ کی تعریف، تاریخ وغیرہ اور ملک العلما کی فقاہت کے گوشوں کو محیط ہے یہ تقدیم بہت معلوماتی اور شائقین فقہ کے لیے کار آمد ہے۔"
>
> (فتاویٰ ملک العلما، صفحہ ٤)

حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی (صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور) آپ کے علمی کارنامے اور صلاحیت ولیاقت کو سراہتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"فتاویٰ ملک العلما کے مرتب اور مقدمہ نگار بقیہ ص ۸۷ پر

٭ مضمون نگار مکہ مسجد مکہ نگر، جبل پور ایم پی کے امام وخطیب ہیں۔

ڈاکٹر ساحل شہسرامی ترجمہ نگاری میں اپنے اقران پر فائق

اناللہ وانا الیہ راجعون! اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الذنوب کما ینقی الثوب الابیض من الدنس واکرم نزلہ وادخلہ الجنۃ الفردوس واشملہ من زمرۃ الصالحین۔

فاضل جلیل علامہ ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد ساحل شہسرامی مصباحی رحمہ اللہ الرحمن الرحیم ورضی عنہ سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اپنے اکابر کے معتمد مخلص صابر وشاکر منکسر المزاج صوفی طبیعت اوراد ووظائف اور معمولات کے پابند ومجرد تھے، عالمانہ وضع قطع کے ساتھ رہتے تھے، تحریر وتقریر اور ترجمہ نگاری میں اپنے اقران پر فائق تھے، درجنوں کتابوں کے مصنف مرتب مترجم تھے، ان کی ایک درجن کتابیں تیار اور طباعت کے مراحل سے گزرنے والی تھیں، ان کی کتب بڑی مفید ومؤثر ہوتی ہیں، اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے ان کی جملہ خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور بہت جزا عطا کرے، ان کی بے حساب مغفرت فرمائے درجات بلند کرے، ان کے مشائخ کا جوار نصیب فرمائے، ان کی قبر کو روشن وٹھنڈی فرمائے جملہ متعلقین واحباب اور تلامذہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کو ان کا بدل مرحمت فرمائے، کسی بندہ کو ان باقیات کتب کو اشاعت کی توفیق بخشے۔

علامہ کامل وعلامہ ساحل رحمہا اللہ الرحمن الرحیم نے علمی ودینی حلقوں میں شہسرام کو خوب متعارف کروایا۔

اشرف رضا قادری نوری
مفتی وقاضی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی
17 8 محرم الحرام 1446ھ 24 جولائی 2024ء

اہل سنت ایک مایہ ناز قلم کار سے محروم

کچھ دیر قبل محب گرامی مولانا قاضی خطیب عالم صاحب، لکھنؤ نے بذریعہ واٹس ایپ یہ خبر غم دی کہ جماعت اہل سنت کے معروف عالم دین، کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف، کام کو زندگی اور زندگی کو کارآمد بنانے کا جذبہ رکھنے والے صاحب قلم حضرت مفتی ارشاد احمد رضوی المعروف ساحل شہسرامی صاحب (سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) برین ہیمریج کی بنا پر انتقال کر گئے، سنتے ہی کلمہ ترجیع پڑھا؛ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی (پیدائش 1972ء) بہار کے مردم خیز شہر شہسرام سے تعلق رکھتے تھے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فضیلت اور تخصص فی الفقہ کیا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے کیا، موصوف بڑی خوبیوں کے حامل تھے، عالمانہ خو بو رکھتے تھے، مزاج تحقیقی اور انداز بڑا عمدہ پایا تھا، آپ کے نوک قلم سے کئی بڑے علمی کتابیں سامنے آئے جن میں تحفہ حجاز، خواجہ ہند کی صوفیانہ شاعری، امام احمد رضا اور شہسرام، شدھی تحریک اور صدر الافاضل، غیاث الدین حسن حیات اور شاعری، صادق شہسرامی حیات اور شاعری، متنبی ایک خصوصی مطالعہ، اوراد قادریہ، خانوادہ برکات کی علمی وادبی خدمات، دائرہ قادریہ بلگرام شریف، ملک العلما اور علمائے شہسرام جیسی علمی اور ضخیم کتابیں تالیف فرمائیں۔

اس کے علاوہ کئی اہم کتابوں کے تراجم/ترتیبات وغیرہ کا کام بھی انجام دیا، ہزار سے فتاویٰ بھی تحریر فرمائے، کئی اہم موضوعات پر کئی کتابیں زیر ترتیب تھیں، لیکن قضا وقدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا، وہ شخص جو عمر کے اعتبار سے ابھی بہرحال جوان تھا یوں اچانک ایک ہنگامی بیماری کا شکار ہو کر علمی صفوں میں ماتم برپا کر کے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ ان انتقال یقیناً جماعت اہل سنت کا بڑا خسارہ ہے، قحط الرجال کے اس دور میں علمی شخصیتوں کا کم عمری میں داغ مفارقت دے جانا بہت بڑی خلا ہے، رب کریم ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

غلام مصطفےٰ نعیمی
روشن مستقبل دہلی
17 محرم الحرام 1446ھ 24 جولائی 2024ء بروز بدھ

آہ! ڈاکٹر مفتی ساحل سہسرامی

آج تقریباً ۹ بجے دن واٹس ایپ کھولا تو کئی ایک گروپ

یاد علامہ ساحل شہسرامی

میں یہ جان کاہ، جگر پاش اور حوصلہ شکن خبر واطلاع دیکھنے کو ملی کہ علامہ محمد ارشاد احمد مصباحی ساحل سہسرامی ہمیں داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔

موصوف کئی جہات میں ممتاز اور مشہور تھے، جہاں آپ ایک کہنہ مشق ادیب تھے، وہیں ایک مفکر بھی تھے! جہاں آپ ایک اعلیٰ درجے کے مدرس تھے تو وہیں ایک باکمال محقق ومدقق بھی تھے، جہاں آپ مصنف تھے تو وہیں ماہر مفتی وفقیہ بھی تھے، مطلب یہ کہ علامۂ موصوف گوناں گوں خوبیوں اور اخلاق حمیدہ و خصائل ستودہ کے جامع تھے۔

تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق کو انہوں نے اپنا اوڑھنا وبچھونا بنالیا تھا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں وہ ہم سے ایک جماعت سینئر تھے، ان سے ناچیز کے دیرینہ تعلقات اور اچھے مراسم تھے، زبان وادب اور تصنیف وتالیف کے میدان کے شہسوار تھے اور متعدد کتب ان کی یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت کرے، لواحقین وپسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے سرفراز فرمائے، آمین۔

یکے از سوگواران

خواجہ آصف رضا المصباحی

سنگھیا، ڈگروا، پورنیہ، بہار

مفتی ساحل سہسرامی! ایک عظیم اسلامی اسکالر

حضرت مفتی ارشاد احمد مصباحی ساحل سہسرامی صاحب کا انتقال انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جارہی ہے کہ جماعت اہل سنت کے عظیم اسکالر مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی ارشاد صاحب ساحل مصباحی سہسرامی علیہ الرحمۃ سابق استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ابھی کچھ دیر قبل انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ بہت ہی ملنسار منکسر المزاج تھے، کئی مرتبہ الجامعۃ الرضویہ کے سمینار میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے، بہت ہی خوش مزاج شخصیت تھی حضرت کی، اللہ تعالیٰ ان کے خدمات کو قبول فرما کر درجات بلند فرمائے، آمین۔

شریک غم

محمد ماہر القادری

دار العلوم افکار حق انوار القرآن، مہالنگ پور، باگل کوٹ کرناٹک

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آج صبح تقریباً ساڑھے ۹ ربجے ہمارے مدرسہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد فاروق احمد مصباحی صاحب قبلہ نے بذریعہ فون بڑے دکھ کے ساتھ یہ خبر سنائی کہ جماعتِ اہل سنت کے عظیم محقق ومدبر اور قابل فخر محرر حضرت مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی کا انتقال ہوگیا ہے، خبر سنتے ایسا محسوس ہوا کہ پیر تلے زمین کھسک گئی، کلمہ استرجع زبان زد ہوا اور دعائے مغفرت کے کلمات ادا کیا۔

ڈاکٹر ساحل شہسرامی اپنے وقت کے نایاب محقق، مدبر، مصنف اور محرر تھے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فضیلت وافتا کی تعلیم مکمل کرنے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ حاصل کی پھر مبارک پور میں ہی بحیثیت مدرس بحال ہوئے، وہ طلبہ کے لیے بڑے کامیاب اور مشفق مدرس ثابت ہوئے جوان سے پڑھے وہ ان کے گرویدہ اور معترف ہوگئے، ان کے قلم کی جولانی ایسی تھی کہ جس موضوع پر لکھتے خوب لکھتے اور موضوع کا حق ادا کر دیتے تھے، خانقاہِ برکات اور حضرت ملک العلما پر ان کی نگارشات منفرد ومثالی ہیں، رضویات پر بھی ان کے گراں قدر مقالات موجود ہے۔

ابھی حال میں سالانہ محب اعلیٰ حضرت پوکھریرہ میں ان کا ایک تحقیقی مضمون وحدۃ الوجود کے حوالے پڑھنے کا موقعہ ملا جو بڑا لاجواب ہے، فقیر اس سے پہلے اس موضوع پر اتنا تشریحی مضمون نہیں پڑھا تھا، حضرت ڈاکٹر صاحب جہاں باصلاحیت و قابل فخر عالم ومحقق تھے، وہیں بااخلاق ومشفق بھی تھے میری کبھی ان سے بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن بذریعہ فون اور واٹس ایپ

یاد علامہ ساحل شہسرامی

کبھی کبھار بات ہوتی تھی۔

پہلی بار جب میں حضرت فقیہ اسلام مفتی عبدالحلیم رضوی علیہ الرحمہ پر کام کر رہا تھا، اس وقت بات ہوئی میرے کام کو انہوں بہت سراہا اور خوب دعائیں دی اور میری گزارش پر ایک تحریر " ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم" کے عنوان سے حضرت فقیہ اسلام کے متعلق اپنی یادوں کا گلدستہ پیش کیا، جب بھی میں اپنی تحریر ان کے واٹس ایپ پر بھیجتا وہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت ان کا طرۂ امتیاز بنا ہوا تھا۔

ان کے اچانک چلے جانے سے پوری جماعتِ اہل سنت کا عظیم نقصان ہوا ہے بالخصوص صوبہ بہار کا کہ فقیہ اہل سنت مفتی آلِ مصطفی مصباحی کے بعد دوسری بڑی اور علمی شخصیت آپ کی تھی جو آج ہم سے رخصت ہوگئی۔

موت کا ایک دن معین ہے، یہ قطرہ بھی وقت موعود پر سمندر سے جاملا " رہے نام اللہ کا" اللہ پاک ان کی خدمات کو قبول کرے اور پروانۂ مغفرت عطا فرما کر درجات بلند کرے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

سوگوار: محمد فیضان رضا علیمی

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیام بصیرت سیتامڑھی

واستاد مدرسہ قادریہ سلیمیہ چاند پورہ چھپرہ

ص ۹۴ رکا بقیہ...

صبر کر، ڈھارس بندھا، ترجیع پڑھ
کیونکہ دنیا کا یہی دستور ہے
جن کا پیشہ خدمتِ دین نبی
آخرت میں ان کی خاطر حور ہے
مصطفیٰ کے واسطے قصرِ دنیٰ
حضرت موسیٰ کی خاطر طور ہے
قبر کی تاریکیوں سے اس کو کیا
ساتھ جس کے علم دیں کا نور ہے
خوب علم دین کی تقسیم کی
یہ علاقہ آپ کا مشکور ہے
ملکیت اس کی، وہ چاہے جو کرے
فیصلہ رب کا ہمیں منظور ہے
موت تیری فی سبیل اللہ ہوئی
تو ہے مرحوم اور تو مغفور ہے
فکر قبر و حشر اے شہزاد کر
کیوں سمجھتا ہے کہ منزل دور ہے

ص ۹۴ رکا بقیہ...

آپ ایک جید فاضل، صاحب تقویٰ عالم، ذی استعداد مدرس اور عمدہ مفتی تھے، یقیناً ان کا وصال پر ملال پوری جماعت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے جس کی بھرپائی مشکل ہے، روشن پیشانی، مسکراتا چہرہ، نگاہوں میں حیا کا خمار، دماغ تدریسی بصیرتوں کے اجالوں سے منور اور دل تقویٰ وطہارت کی آماجگاہ، لباس سادہ مگر سادگی بھی قیامت کی ادا لیے ہوئے، عاجزی، انکساری اور تواضع کا پیکر جمیل لیکن اس پہ وقار و تمکنت کی ردا اوڑھے ہوئے اخلاق اس قدر بلند کہ جو ایک بار ملے اپنا نقد دل ہار بیٹھے، یہ تھے اتنی خوبیوں کے مالک اور اشرفیہ مبارک پور میں میرے ہم درس حضرت علامہ مولانا محمد اعجاز احمد برہانی علیہ الرحمہ۔

ابھی نوجوان محقق، فقیہ، ادیب، شاعر، نقاد اور سو سے زاید کتابوں کے مصنف و مؤلف اور جماعت اہل سنّت کے ممتاز عالم دین حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد مصباحی ساحل شہسرامی سابق استاذ الجامعہ الاشرفیہ کے وصال کو آج صرف چالیس ہی دن ہوئے، جن کے دنیا سے جانے کا غم ابھی بالکل تازہ تھا، آنکھوں کے سوتے ابھی خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ مولانا اعجاز احمد برہانی بھی ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کی تربت پر اپنی رحمتوں کے پھول کھلائے، غفران کے بادل برسائے اور لواحقین کو صبر کی دولت سے نوازے، بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

سوگوار: محمد قمر الزماں مصباحی

ڈایریکٹر ادارہ لوح وقلم، مظفر پور

22/ اگست 2024ء بروز جمعرات

منظومات

لو لگی ہے آقا سے

(از: منصور محوّر، ڈیہہ پور، کھیری ٹاؤن)

کیا پڑی ہے دنیا سے
لو لگی ہے آقا سے
انبیا ہیں مقتدی
اعلیٰ ہیں وہ اعلیٰ سے
شاہ بھی جھولی بھریں
ان کے در کے منگتا سے
مانگ لو جو چاہے تم
دو جہاں کے داتا سے
رنج و غم کی دھوپ ہے
ڈھاپ لو دوشالہ سے
موم پتھر ہو گئے
آقا کے نقشِ پا سے
آنکھیں ٹھنڈی کیجئے
والضحیٰ کے جلوہ سے
سرخرو ہوگی جبیں
بس سجا لو سجدہ سے
ہر سو محوّر حامی ہے
خوف کیسا صحرا سے

لے کے آیا طیبہ سے خیرات سب سے مختلف

(از: پھول محمد نعمت رضوی، تیغیہ گلشن رضا، مظفر پور بہار)

لے کے آیا طیبہ سے خیرات سب سے مختلف
اس لئے کرتا ہے وہ ہر بات سب سے مختلف
مصطفیٰ کے آتے ہی یثرب مدینہ ہو گیا
ہو رہی ہے نور کی برسات سب سے مختلف
حضرت آدم سے عیسیٰ تک سبھی ہیں محترم
ہاں مگر خیر الوریٰ کی بات سب سے مختلف
چین سے خواجہ کے ہندستان میں کٹتی ہے رات
ہو جو طیبہ میں بسر وہ رات سب سے مختلف
مجھ کو بھی اے رب عطا کر دے وہ توفیق و شعور
طیبہ میں لکھوں پہنچ کر نعت سب سے مختلف
حضرت حسان کو اک نعت پڑھنے کے سبب
آپ کے ہاتھوں میں ملی سوغات سب سے مختلف
آج بھی شعر و سخن کی انجمن میں دیکھئے
نعت گویوں کے ہیں انعامات سب سے مختلف
شہر تو دنیا میں یوں ہے خوب صورت اور بھی
تیری گلیوں کی مدینہ بات سب سے مختلف
چشم ابرو اور پیشانی کا تو کہنا ہی کیا
تیری پیزاروں کے ہیں ذرات سب سے مختلف
دین و دنیا کے تعلق سے سنو نعمتؔ میاں
میرے آقا کے ہیں ارشادات سب سے مختلف

یارو! احباب منہ پھراتے ہیں

(از: قاری محمد نعیم الدین قادری، رحمٰن گنج بارہ بنکی)

جو بھی طیبہ نگر کو جاتے ہیں
ماہِ قسمت کو جگمگاتے ہیں
یاد وہ جب بھی ہم کو آتے ہیں
ان کی ہم محفلیں سجاتے ہیں
آمدِ مصطفیٰ کے صدقے میں
رحمتِ حق میں ہم نہاتے ہیں
پڑھ کے صلِ علیٰ زباں سے ہم
اپنے دل کی کلی کھلاتے ہیں
مصطفیٰ کا یہ معجزہ دیکھو
پانی انگشت سے بہاتے ہیں
عشقِ سرور میں جن کی جاں نکلے
خلد میں شوق سے وہ جاتے ہیں
غم کے مارو! چلو مدینے میں
حالِ دل شہ کو ہم سناتے ہیں
جب گھڑی رنج و غم کی آتی ہے
یارو احباب منہ پھراتے ہیں

بقیہ ص ۸۷ پر

منظومات

ڈھونڈوں تمھیں کہاں مرے ساحل رفیق درس

از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ، کیلیفورنیا امریکہ

ڈھونڈوں تمھیں کہاں مرے ساحل رفیق درس
تم تھے سکون جاں مرے ساحل رفیق درس

رہ رہ کے یاد آتے ہیں ماضی کے واقعات
تھے کتنے ضوفشاں مرے ساحل رفیق درس

کہتی ہے برملا یہ تصانیف کی قطار
تم ہو قلم کی شاں مرے ساحل رفیق درس

فضل خدا سے جلوۂ اوصاف کا فلک
تم میں رہا نہاں مرے ساحل رفیق درس

خوشبو وہاں سے پھیلتی جاتی تھی علم کی
تم بیٹھتے جہاں مرے ساحل رفیق درس

ہر دلعزیزی تم سے لپٹنے کے واسطے
آئی کشاں کشاں مرے ساحل رفیق درس

تھا منفرد یہ وصف کہ لمحات زیست کو
کرتے نہ رائگاں مرے ساحل رفیق درس

داغ فراق ایسا چپا نک دیا کہ اب
مفقود ہے اماں مرے ساحل رفیق درس

تحقیقِ بے مثال سے ابواب مستتر
تم سے ہوئے عیاں مرے ساحل رفیق درس

تم کیا گئے کہ چھا گیا قلب بہار میں
اجڑا ہوا سماں مرے ساحل رفیق درس

قدسیؔ کی ہے دعا رہے تا حشر قبر میں
رحمت کا سائباں مرے ساحل رفیق درس

ادیبوں کی طلب ارشاد ساحل

از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ صدیقی، مسقط عمان

مہِ چرخ ادب ارشاد ساحل
سدھارے سُوے رب ارشاد ساحل

رواں چشمِ الم سے اشکِ فرقت
فُغانِ قلب ولب، ارشاد ساحل

تھے اک مصباحِ فیضانِ عزیزی
یہی کہتے ہیں سب، ارشاد ساحل

ہلال آسماں، تحریر ان کی
ضیائے چشمِ شب ارشاد ساحل

رگوں میں خوں کے بدلے روشنائی
قلم کے ذی نسب ارشاد ساحل

محقق اور مفکر کی ضرورت
ادیبوں کی طلب ارشاد ساحل

بنے کتنوں کی خاطر راہِ فن میں
بلندی کا سبب، ارشاد ساحل

ہمارے بیچ ہیں وہ یاد بن کر
گئے دنیا سے کب ارشاد ساحل

کتابوں اور مقالوں کے جہاں میں
رہیں گے زندہ اب ارشاد ساحل

قلم مشہور اُس گوشہ نشیں کا
ادیب خوش لقب ارشاد ساحل

رضا کے فیض سے اعدائے دیں پر
تھے اک برق غضب ارشاد ساحل

لحد میں پائیں وہ فضل خدا سے
گل عیش وطرب ارشاد ساحل

جہان فقہ وافتا میں فریدیؔ
فقیہ منتخب ارشاد ساحل

ڈاکٹر ارشاد ساحل تھے ادیبِ عالی شان

از: محبوب گوہر اسلام پوری

حکمت ودانش کے پیکر، واقفِ رمزِ زبان
ڈاکٹر ارشاد ساحل تھے ادیبِ عالی شان

نامور فاضل، محقق، دیدہ ور، اہلِ قلم
ماہرِ تاریخ، نکتہ سنج اور نکتہ بیان

المیہ یہ ہے کہ اندازہ ہوا رحلت کے بعد
تھے وہ کتنے معتبر فکرِ رضا کے ترجمان
آپ کی تحریر اب مرنے نہ دے گی آپ کو
اے ادیب اہلِ سنت، اے فقیہِ نوجوان
محفلِ شعر و سخن میں سوگواری چھا گئی
آپ کے جانے سے سونا ہو گیا علمی جہان

بقیہ ص ۲۶ ر پر

ساحل شہسرامی جناں چل دیئے

از: حافظ سید منور رضوی سراجی، پربھنی ضلع مہاراشٹر

اہلِ سنت کے روحِ رواں چل دیئے
ساحلِ شہسرامی جناں چل دیئے
علم و تقویٰ کے کوہِ گراں چل دیئے
فن تصنیف کے کہکشاں چل دیئے
ماہرِ فن تصنیف و شعر و سخن
علم و تقویٰ کے کوہ گراں چل دیئے
جس کے دم سے کھلے ہیں چنبیلی گلاب
اہلِ سنت کے وہ باغباں چل دیئے
چین حاصل ہوا جس کے سائے تلے
میرے محسن مرے سائباں چل دیئے
موت عالِم سے ہے موت عالَم جڑی
ہو گئی موت عالَم کی، جاں چل دیئے
جس کے دم سے منور منور ہوا
وہ مری آبرو میری جاں چل دیئے

چراغ چرخ ہدایت تھے حضرت ارشاد

از: ضیا سہسرامی، سہسرام، بہار

چراغ چرخ ہدایت تھے حضرت ارشاد
مرے نبی کی نیابت تھے حضرت ارشاد
وہ فیض باب کمالات شاہ اطہر رضا
انہیں کی زندہ کرامت تھے حضرت ارشاد
حضور حافظ ملت کا فیض روحانی
عطائے تاج شریعت تھے حضرت ارشاد
عزیز تر رہے سادات کی نگاہیں میں
ہاں بلگرام کی چاہت تھے حضرت ارشاد
عیاں ہیں اپنی تصانیف کے حوالوں سے
بلند قامت و قیمت تھے حضرت ارشاد
امورِ خیر میں سرگرم صورت سیماب
ضرورتوں کی ضرورت تھے حضرت ارشاد

بقیہ ص ۸۳ ر پر

یادِ ساحل سہسرامی

از: شہزاد حسین مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

دل ہمارا اس سبب سے چور ہے
پاس تھا جو، آج ہم سے دور ہے

بقیہ ص ۹۱ ر پر

سید زبید رضوی ہاس پیٹ کو صدمہ

۶ ر اگست ۲۰۲۴ء بروز منگل بعد نماز مغرب جناب زبید رضوی جنرل سکریٹری جماعت رضائے مصطفےٰ برانچ ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال ہو گیا، انا للہ و انا الیہ رجعون۔

رب قدیر بطفیل نبی کریم ﷺ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل دے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

شریک غم: محمد مقصود عالم فرحت ضیائی
خادم فخر ازہر دار الافتا و القضا و جماعت رضائے مصطفےٰ برانچ ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک الہند

علامہ اعجاز احمد برہانی کا وصال! اہل سنت کا علمی خسارہ

21 ر اگست کی رات جیسے ہی واٹس ایپ کھولا تو نہایت کرب انگیز اور المناک خبر پڑھنے کو ملی کہ حضرت مولانا محمد اعجاز احمد برہانی سابق شیخ الحدیث مدرسہ علیمیہ انوار العلوم دامودر پور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بقیہ ص ۹۱ ر پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
SEP. & OCT.-2024
PAGES 94 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ نومبر ۲۰۲۴ء
NOVEMBER-2024 Rs. 30/-

جانشینِ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی
مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



مرکز الدراسات الإسلامیة
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

ترجمان اعظم اہلسنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی علمی و ادبی و اصلاحی...

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۱۱
Issue No. 11
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۶ھ
جمادی الاولیٰ
نومبر ۲۰۲۴ء

تزئین کار
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ ۳۵۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنّی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

فہرست

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

لاقانونیت کی طرف بڑھتا ہندوستان

ادار یہ

ہندوستان صدیوں سے مختلف ادیان ومذاہب کے پیروکاروں کا مسکن رہا ہے، یہاں سبھی لوگ اپنے دین ومذہب پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے سے مل جل کر رہتے چلے آرہے ہیں، ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں مداخلت سے گریز کرتے رہے ہیں اور ہر ایک بلا کسی روک ٹوک کے اپنے مذہبی رسوم کی ادائیگی کا عمل انجام دیتا رہا ہے، لیکن ادھر چند سالوں سے زمام حکومت ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھنے کے گھٹیا منصوبے کے تحت بی جے پی عوام کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفرت کا زہر گھولنے میں لگی ہوئی ہے، لوگ آپس میں لڑتے مرتے رہیں اور یہ حکومت کا آنند اٹھاتی رہے، اس کے لئے بی جے پی ”سام، دام، دنڈ، بھید“ کسی بھی حد تک جانے کو ہمہ وقت تیار نظر آتی ہے، بلکہ بی جے پی میں تو مسلمانوں کے خلاف جو جتنا زیادہ زہر اگلتا ہے اسے اتنا ہی بڑا عہدہ دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس پارٹی کے نیتاؤں میں مسلمانوں کے خلاف زیادہ سے زیادہ زہر اگلنے کی ہوڑ لگی ہوئی ہے، ویسے بی جے پی تو عام ہندوستانیوں کو بھی آپس میں لڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی، خواہ وہ سکھ ہوں، عیسائی ہوں، یا مسلمان! ہندوؤں سے لڑانے کے نت نئے حیلے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ دلتوں کو بھی نہیں بخشتی، جنھیں وہ مسلمانوں سے لڑانے کے لئے ہندو مان لیتی ہے لیکن جیسے ہی "کام" ہو جاتا ہے انھیں ایسا ”اچھوت“ بنا دیتی ہے کہ مندروں میں پوجا کرنے تک پر بھی سزا دی جاتی ہے اور ”نیچ“ تو ایسا بنا دیتی ہے کہ یہ بے چارے گھوڑے پر چڑھ کر اپنی شادی تک نہیں کر سکتے، کوئی دلت ان کے سامنے کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا۔

خیر! یہ بی جے پی کا ہی ”کارنامہ“ ہے کہ اس وقت وطن عزیز میں مسلمانوں سے نفرت وعداوت بام عروج پر ہے اور جو جہاں ہے وہ اپنے اظہار نفرت وعداوت کے لئے مکمل آزاد اور بے خوف ہے، حکومت ہر حال میں اس کے ساتھ کھڑی ہے، مسلمان جرم کرے تو مجرم ہے ہی، نہ کرے تو بھی مجرم ہے گویا اس کا مسلمان ہونا ہی گناہ ہے، مسلمان قدم قدم پر اس نفرت وعداوت کا شکار ہو رہے ہیں، خواہ وہ ریڑی اور ٹھیلہ والے ہوں یا ڈاکٹر وانجینئر! مضحکہ خیز اور تشویشناک صورت حال یہ ہے کہ اب مسلمانوں کی جانچ پڑتال کرنے یا انھیں سزا دینے کے لئے کسی کورٹ کچہری یا تھانہ پولیس کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ کوئی بھی ایرا غیرا، غنڈہ موالی بھگوا ڈال کر یہ اہم کام انجام دے سکتا ہے، بس اس کا ہندو ہونا کافی ہے، یہاں اس پر ”قانون اپنے ہاتھ میں لینے“ کا کوئی چارج بھی نہیں لگتا بلکہ الٹا اسے ”ہیرو“ بنا دیا جاتا ہے، اس طرح کل تک پولیس سے بھاگنے والا غنڈہ موالی ”بھگوا دھار کر غنڈہ گردی“ کرنے پر ”دھرم رکشک“ اور ”راسٹروادی“ بن کر پولیس پر بھی رعب جھاڑتا نظر آتا ہے۔

مسجدوں پر بھگوا جھنڈا لہرانے کا نیا ٹرینڈ

ہندوستان میں سبھی دین ومذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی جلسے کرنے اور جلوس نکالنے کا مکمل حق حاصل ہے، ہندو مسلم، سکھ عیسائی اور دیگر سبھی مذاہب کے پیروکار اپنے مذہبی جلسے جلوس نکالتے بھی ہیں، جن میں وہ اپنے مذہبی رہنماؤں کی تعریف وتوصیف اور ان کے فضائل وکمالات بیان کرتے ہیں، ان پر کبھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا، لیکن اب حالیہ دنوں میں نکلنے والے ہندوؤں کے جلوس اور کانوڑ یاترا کا یہ ٹرینڈ بنتا جا رہا ہے کہ وہ اس میں اپنے دیوی دیتاؤں کی تعریف وتوصیف کم مسلمانوں کو گالیاں زیادہ دیتے نظر آرہے ہیں ”ملّے کاٹے جائیں گے، ٹوپی والا بھی رام رام کہے گا، گولی مارو سالوں کو، ملّوں پاکستان جاؤ“ اور نہ معلوم کیسے کیسے بھونڈے، شرمناک

اور بھڑکاؤ نعرے لگاتے ہیں، مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مزارات کے سامنے کھڑے ہوکر ناچتے گاتے اور ہڑدنگ کرتے نظر آتے ہیں، ان پر تیر اور توپ چلا کر اڑانے کا اشارہ کرتے ہیں، ان پر رنگ و گلال پھینکتے ہیں، مسجدوں اور مسلمانوں کے گھروں پر چڑھ کر بھگوا جھنڈا لہراتے ہیں اور فخریہ طور پر اپنی بہادری کا اظہار کرتے ہیں جبکہ جلوس میں شامل دوسرے لوگ ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جیسے انھوں نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو، پولیس ایسے موقعوں پر صرف یہ دیکھتی ہے کہ ان دہشت گردوں کے ذریعہ قانون کی دھجیاں اڑانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو، بہرائچ کا یک طرفہ دنگا اسی ٹرینڈ کی پیداوار ہے، ابھی چند دنوں قبل مظفر پور اور بھاگل پور میں بھی مسجدوں پر بھگوا جھنڈا لہرانے کا شرمناک واقعہ دوہرایا گیا ہے۔

جلسے جلوس سکھ، عیسائی اور مسلمانوں کے بھی ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے کسی کے بھی جلوس میں ہندوؤں یا ان کے دھرم کو ٹارگیٹ نہیں کیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ ان کے بڑے بڑے جلوس ہمیشہ امن وشانتی کے ساتھ مکمل ہوتے ہیں، واضح ہو کہ مسلمان اپنے جلوس میں نہ کسی کو گالی دیتے ہیں، نہ کسی دھرم کے رہنماؤں کی توہین کرتے ہیں، نہ کسی کے دھارمک استھل پہ اپنا جھنڈا لہراتے ہیں، نہ کسی دھارمک استھل کے سامنے ہڑدنگ کرتے ہیں، نہ کسی کو کلمہ پڑھانے کی باتیں کرتے ہیں اور نا ہی کسی قسم کا کوئی بھڑکاؤ نعرہ لگاتے ہیں، صرف اپنے مذہب اور مذہبی رہنماؤں کی باتیں کرتے ہیں اور بس! ایسے شرمناک حادثات بھی خوب ہو رہے ہیں کہ چند بھگوا غنڈے موالی راہ چلتے کسی بھی مسلمان کو پکڑ کر مارنے پیٹنے لگتے ہیں اور زبردستی اس سے JSR کے نعرے لگواتے ہیں۔

مورتیاں توڑ کر مسلمانوں کو پھنسانے کا نیا ٹرینڈ

ملک میں مسلمانوں سے نفرت وعداوت کا مرض اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب اس کے مریض ہمیشہ مسلمانوں کو گالی دینے اور انھیں پریشان کرنے کے فراق میں لگے رہتے ہیں، یہاں تک اب مندروں کے پجاری بھی خود مورتیاں توڑ ڈالتے ہیں اور الزام مسلمانوں پر لگا دیتے ہیں تاکہ ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کی آگ بھڑکائی جاسکے اور لوگ طیش میں آکر انھیں ماریں کاٹیں اور ان پر ظلم وستم کریں، یوپی کے سدھارتھ نگر میں ایک پجاری کرت رام نے خود ہی مندر کی مورتیاں توڑیں اور اس کا الزام دو مسلمانوں کے سر منڈھ دیا، لیکن وہاں کھیل رہے چھوٹے بچوں نے پولیس کو پجاری کی حقیقت بتادی، ورنہ ایک دنگا رکھا ہوا تھا، جس میں ہندو بلوائی مسلمانوں کے گھر بار جلاتے اور باقی بچے ہوئے گھروں کو حکومت یا پولیس ڈھا دیتی۔

دو سال قبل ایک واقعہ ایودھیا میں بھی پیش آیا تھا، یہاں کی ٹاٹ شاہ مسجد کے سامنے ٹوپی لگا کر آئے آٹھ بائیک سواروں نے دنگا بھڑکانے کی سازش کے تحت خنزیر کا گوشت اور کچھ قابل اعتراض پوسٹر پھینکے اور چلتے بنے، سنسنی پھیلتے ہی پولیس نے غیر جانب دار ہوکر جانچ کی تو انکشاف ہوا کہ اس گھناؤنی سازش میں مہیش مشرا، برجیش پانڈے، نتن، دیپک گور عرف گنجن، بابو مشرا، پرتیوش، شترو گھن پرجاپتی، وِمل پانڈے، سشیل یادو، انل چوہان جیسے بلوائی شامل تھے، جس کا ماسٹر مائنڈ مہیش مشرا تھا، پولیس نے مہیش سمیت سات بلوائیوں کو گرفتار کرلیا، اس طرح یوپی ایک بھیانک دنگے کی آگ میں جھلسنے سے بچ گیا، اسی طرح ملک کے مختلف حصوں سے مختلف اوقات میں ایسی خبریں سامنے آچکی ہیں جن میں ہندو دہشت گردوں کے پاس سے نقلی داڑھی، ٹوپی، ہندی میں لکھے عربی جملے اور اشتعال انگیز پوسٹرز برآمد کئے جاچکے ہیں، جن سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ملک میں کچھ ایسے تشدد پسند عناصر سرگرم ہیں جن کا مقصد مسلمان بن کر ایسی گھناؤنی حرکتیں کرکے ملک کو ہندو مسلم منافرت کی آگ میں جھونکنا ہے، اس لئے مسلمانوں جلسے جلوس اور احتجاجی مظاہروں کے ذریعہ ہونے والی پتھر بازیوں اور ملک مخالف نعروں میں مسلمان ہی ملوث ہیں یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔

نماز سے دھارمک آستھا آہت ہونے کا نیا ٹرینڈ

سبھی جانتے ہیں کہ مسلمان دن میں پانچ وقت نمازیں پڑھتے ہیں، جب مسلمان کبھی گھر سے باہر نکلتا ہے اور نماز بقیہ ص ۴۸ پر

اداریہ

از: حافظ افتخار احمد قادری*

جارحانہ قوم پرستی! اسباب و وجوہات

اسلامیات

رسول اکرم ﷺ نے آخری حج کے موقع پر اپنے آخری خطبہ جو تاریخ اسلام میں ”حجۃ الوداع“ کے نام سے مشہور ہے دنیا کے سامنے ایک ایسا بین الاقوامی اصول پیش کیا جس نے تمام تر قومی وملکی تنازعات و اختلافات اور نسلی، طبقاتی، قبائلی کشمکش اور منافرت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ جبکہ مزہب اسلام سے قبل مخلوقِ الٰہی مختلف طبقات ومراتب میں منقسم تھی۔ غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتے تھے، شرفا اپنے آقا کو ادنی طبقوں سے بالاتر تصور کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ ساری حدیں توڑ کر انسانی معاشرہ کی ناہمواری سطح کو بالکل برابر کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم میں سے عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کوئی برتری وفضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے ذریعے“ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ) یہی نہیں بلکہ آپ نے غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: ”تمہارے غلام، تمہارے غلام ہیں تم ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو“۔ (سیرت مصطفیٰ ﷺ)

بھارت میں جارحانہ قوم پرستی اور ہندو مسلم کشمکش کے متعدد وجوہ واسباب ہو سکتے ہیں۔ جیسے چھوت چھات کا نظریہ، مسلم دور حکمرانی میں اپنی محکومیت کا احساس، ”پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو“ کی انگریزی پالیسی، جدید تعلیم وتہذیب، تقسیمِ ہند۔

چھوت چھات کا نظریہ: بھارت کی مذہبی تاریخ کے مطابق چھوت چھات کا قبیح اور انسانیت سوز نظریہ یہاں قدیم زمانے سے ہی پایا جاتا ہے۔ ہر چند کہ آج کے اس سائنسی و ٹکنالوجی دور میں تعلیمی ترقی کے سبب اس نظریہ کی سختی میں کمی آنے کے ساتھ ساتھ اس میں یقین رکھنے والوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ کمی آئی ہے۔ لیکن آج بھی یہ نظریہ بھارت میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علاقوں میں آج بھی اعلیٰ برادری والے ہندوؤں کے مندروں میں نسبتاً چھوٹی برادری والے ہندوؤں کو اجازت نہیں ہے۔ یہ نظریہ انسان کے بین الانسانی نقطہ نظر کو محدود کرتے کرتے قوم وقبیلہ یا خاندان تک میں سمیٹ کر رکھ دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد نسلی، نسبی، قومی اور گروہی و طبقاتی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ بھارت سماج میں موجود جارحانہ قوم پرستی اور ہندو مسلم کشمکش میں اس نظریہ کے کردار سے کوئی بھی ذی فہم شخص انکار نہیں کر سکتا۔

محکومیت کا احساس: غیر مسلموں کی متعصبانہ ذہنیت اور جارحانہ قوم پرستی ووطن پرستی کا سب سے بنیادی ومرکزی سبب مسلم شاہان ہند کے عہد حکمرانی میں اپنی محکومیت اور غلامی کا احساس ہے۔ بھارت کی تاریخ کے مطابق مسلمانوں نے یہاں تقریباً ایک ہزار سال تک بڑے روادارانہ، فیاضانہ اور عادلانہ انداز میں حکومت کی ہے۔ حالانکہ مسلم حکمرانوں نے نہ یہاں کے قدیمی باشندوں کے اوپر زبردستی اپنی مزہب کو تھوپا، نہ ہی اپنی تہذیب وروایات کو اپنانے کے لئے ان پر جبر کیا اور انہیں ان کے مزہبی اشتغال سے روکنے کی کوشش کی، بلکہ انہیں ہر طرح کے شہری حقوق ومراعات عطا کئے، اس کے باوجود اس طویل دور حکمرانی کو اپنی غلامی ومحکومی کا دور تصور کیا جا رہا ہے اور اسی کے ردعمل کے طور پر آج مسلمانوں کے ساتھ تعصب، عناد اور جارحیت کو روا رکھا جا رہا ہے اور اس طرح انہیں غلام ومحکوم بنا کر رکھنے کی ناپاک کوشش کی جا رہی ہے۔

پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو: فاشزم اور ہندو مسلم منافرت کا

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

ایک بڑا سبب تن کے گورے من کے کالے فرنگیوں کی نفرت انگیز پالیسی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' ہے۔ برصغیر میں اپنے اقتدار کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لئے اپنے پورے عہد حکمرانی میں اس پالیسی پر وہ پوری طرح مستعدی اور حکمت کے ساتھ قائم رہے۔ کیوں کہ انہیں اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ جب تک یہاں کی دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار نہ پیدا کر دیا جائے اس وقت تک ہم زیادہ دنوں تک برسر اقتدار نہیں رہ سکتے۔ اپنی اس پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کی ہزار سالہ شاندار حکمرانی کی تاریخ کو بھی حد درجہ مسخ کر کے پیش کیا اور اس بات کو درسانے کی ناپاک جرآت و جسارت کی کہ مسلمانوں نے یہاں حد درجہ سفا کی اور بربریت کے ساتھ حکومت کی، یہاں کے اصل باشندے ہندوؤں کو غلام بنا کر رکھا، ان کے مندروں کو مسمار کیا، مزہب تبدیل کرنے کے لئے ان پر جبر کیا، ان پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے، جبکہ تاریخی و زمینی حقائق ان بھونڈے الزامات و اتہامات کو یکسر مسترد کرتے ہیں۔

مسلم شاہان ہند پر لگائے گئے ان بیجا اور جھوٹے قسم کے الزامات کا مقصد صرف یہ تھا کہ غیر مسلموں کو مسلمانوں سے اس قدر متنفر کر دیا جائے کہ وہ باہم دست و گریباں رہیں اور ہمارے غلبہ واقتدار کے خلاف کسی قسم کی متحدہ تحریک نہ چلا سکیں۔ ان جابر و غاصب انگریزوں کی عیاری و مکاری کی حد تو یہ ہے کہ وہ یہاں سے جاتے جاتے بھی اپنی طرف سے ایسے انتظامات کر گئے کہ برصغیر میں ہندو مسلم کشمکش ایک طویل عرصے تک موجود رہے۔ جس کا ٹھوس اور بین ثبوت دو حصوں میں برصغیر کی تقسیم ہے۔ انگریزوں کی اسی نفرت انگیز پالیسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک یہاں کی اکثریت مسلمانوں سے متنفر ہے اور شاید اپنی سابقہ مظلومیت کے زعم فاسد کی وجہ سے جزبہ انتقام سے مغلوب ہو کر مسلمانوں کو ہر سطح پر پریشان کرنے کی کوششیں بھی کر رہی ہے۔

جدید تعلیم و تہذیب: جارحانہ قوم پرستی کا ایک بنیادی سبب جدید تعلیم و تہذیب بھی ہے۔ جو بھارت میں اجنبی ہونے کے باوجود انگریزوں کی پشت پناہی اور سرپرستی کے سبب پرورش پائی اور اس نے کثرت میں وحدت کا نمونہ پیش کرنے والے اس عظیم ملک کی قدیم روحانی و مزہبی اقدار و روایات کو بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور ان کی جگہ یہاں کے باشندوں میں ایسے جزبات و خواہشات ابھار دیے جو عریانیت، بے حیائی، بے پردگی اور آوارگی وغیرہ بہت سی بد اخلاقیوں اور فحاشیوں کا سرچشمہ ہیں۔ جن کی وجہ سے بلا تفریق مزہب وملت یہاں کے تمام باشندوں کو طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس جدید تعلیم و تہزیب نے جہاں ایک طرف بغیر کسی تفریق و امتیاز کے یہاں کے تمام لوگوں کو ذہنی غلامی میں مبتلاء کر رکھا ہے وہیں دوسری جانب اکثریت کے دل و دماغ میں قوم پرستی کا جزبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جسے انگریزوں کی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' والی نفرت انگیز تحریک نے جارحانہ قوم پرستی میں تبدیل کر دیا۔

تقسیمِ ہند: آزاد بھارت میں مسلمانوں کے خلاف جارحیت، عصبیت اور منافرت کے جو اشتعال انگیز جزبات پائے جا رہے ہیں ان میں بڑی حد تک بھارت کی تقسیم کا بھی رول ہے۔ دراصل سرحد پار کا قیام ہی بہت سے لوگوں کے نزدیک ناجائز تھا یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی محض اس کا تصور ہی ان کی تکلیف کے لئے کافی ہوتا ہے۔ سرحد پار کے تصور کا ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہونا تو خیر ایک فطری و قدرتی امر ہے کیونکہ سرحد پار کل تک اسی ملک کے جسم کا ایک اہم ٹکڑا ہوا کرتا تھا جسے انگریزوں نے اپنی دیرینہ عیاری و مکاری سے تقسیم کے آرے کے ذریعہ کاٹ کر الگ کر دیا۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ اس ملک کے باشندے اتنی جلدی اس تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کٹے ہوئے اعضاء کو ہی بھلا سکتے ہیں۔

منافرت کو دور کرنے کی تدابیر: آزاد بھارت میں جارحانہ قوم پرستی، ہندو مسلم کشمکش ورسہ کشی اور منافرت و مخاصمت کی جو موجودہ صورتحال ہے اس سے ناامید اور مایوس ہونے کے بجائے مذہب مہذب اسلام کی روشن تعلیمات و ہدایات کی روشنی

میں ہمیں اس امر کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ عیار و مکار انگریزوں کے ذریعے ہمارے متعلق پھیلائی گئی بدگمانیاں دور ہوں اور ہم تمام ہندوستانی بلاکسی مزہبی امتیاز وتفریق کے ایک گھر اور ایک فیملی کے افراد کی طرح باہم شیر و شکر بن کر چین وسکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ اگر ہم حکمت و موعظت اور مثبت و معتدل طریقوں سے غلط فہمیوں اور بد گمانیوں کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اکثریت کی موجودہ ذہنیت صاف نہ ہو جائے اور ہندوستان صحیح معنوں میں امن و امان کا عظیم گہوارہ نہ بن جائے۔ میں یہ اس لئے تحریر کررہا ہوں کہ انسان کی فطرت میں خیر اور بھلائی کا عنصر داخل ہے یہ تو ممکن ہے کہ عارضی اسباب وعوامل کے باعث انسان کی ذہنیت بدل جائے جس کی وجہ سے اس کے جزبہ خیر پر شر وفساد غالب آجائے اور اس طرح وہ شر ہی کو پسند کرنے لگے۔لیکن اگر تز کیری انداز میں کوشش کی جائے تو اس کی اس حالت کو بدلنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ اس کی یہ حالت اس کی انسانی فطرت کے سراسر خلاف ہے۔

اگر اقوام عالم اور مختلف ممالک کے باہم تعلقات کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو اس بات کی کئی مثالیں مل جائیں گی کہ دوشدید ترین دشمن قومیں اور ممالک آپس میں شیر وشکر بن گئے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں دوسری جنگ عظیم کے بارے میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ روس اور جرمنی اپنے تمام تر اختلافات وتنازعات کو پس پشت ڈال کر ایک نکتے پر متحد و متفق ہو گئے تھے اور یہ اتحاد صرف ہٹلر اور اسٹالن تک ہی محدود نہیں رہا تھا بلکہ دونوں ممالک کے باشندے بھی بڑی محنت کے ساتھ ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے یہ اور بات ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ان کے تعلقات پھر سے خراب ہوتے گئے اور آج وہ پھر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

خود بھارت میں اگر آپ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ماضی قریب کی تاریخ کا جائزہ لیں تو اس قبیل کی متعدد مثالیں مل جائیں گی کہ اسی بھارت میں کبھی ہندو مسلم تعلقات اس قدر رسہ کشی اور آپسی منافرت ومخاصمت کا شکار ہوئے کہ ان کے لئے ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے سکون کے ساتھ رہنا ممکن نہیں رہا حتیٰ کہ مجبوراً ملک کو دولخت کرنا پڑا تو کبھی اسی ملک میں چشم فلک نے ہندو مسلم اتحاد کا یہ بہترین نظارہ بھی دیکھا کہ جب مسلمانوں نے تحریکِ خلافت چلائی تو غیر مسلم نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصّہ لیا اور خلافت کے نام پر منعقد کئے جانے والے جلسوں میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر انہیں کی طرح اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بھی لگائے۔

موجودہ حالات میں تبدیلی کے امکانات: بھارت کے موجودہ حالات میں تبدیلی کے کئی امکانات موجود ہیں۔سب سے پہلے ہمیں اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ غیر مسلم یکساں طور پر مسلم دشمن نہیں ہے اور نہ یہ ہر ایک مسلمان کے خلاف یکساں تعصب وتنگ نظری کا شکار ہے۔ان میں آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جن کی سوچ وفکر میں امن و آشتی،خیر خواہی اور ہر کسی کے احترام کے جزبات پائے جاتے ہیں۔ وہ اپنی سوچ کو تعصب اور قوم پرستی کے اثرات سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ان میں آپ کو ایسے لوگ تو بہت ملیں گے جو اگر چہ وقت کی چلتی ہوئی رو سے متاثر ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہی لوگ اسلام اپنے دامنِ رحمت میں جو صداقتیں رکھتا ہے انہیں تسلیم بھی کرتے ہیں اور نفرت کے باوجود بسااوقات ہنگامی حالات میں وہ مسلمانوں کا تعاون بھی کرنے میں نہیں ہچکچاتے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انسان فطرتاً امن پسند واقع ہوا ہے اور مختلف ذریعوں سے اسلام اور مسلمان کے خلاف جو نفرت پھیلائی گئی وہ فطرت انسانی پر غالب نہیں آسکی ہے۔ ہمیں اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ تمام ہندو شر پسند نہیں ہیں بلکہ ایسے لوگوں کی کمی ہے جبکہ امن پسند زیادہ ہیں۔ اگر آپ اس بات کو نہ مانیں کہ پوری ہندوجاتی شر پسند نہیں تو گویا آپ اس فطرت انسانی کے منکر ہوں گے جو بہر حال امن اور خیر پر مبنی ہوتی ہے۔آپ غور کریں کہ اگر تمام ہندوجاتی شر پسند ہوتی تو

کشت وخون ریزی بلکہ مسلم نسل کشی کا منظم سلسلہ جو تقسیم ہند کے بعد شروع ہوا تھا اتنے پر ہی بند نہ ہوجاتا جتنا اس وقت رونما ہو چکا تھا بلکہ اس وقت پورا بھارت اس کی زد میں آجاتا اور کسی بھی مسلمان کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوتا۔کیونکہ مسلمانوں کی بڑی تعداد کے سرحد پار منتقل ہو جانے کی وجہ سے بقیہ بھارتی مسلمانوں کی اتنی حیثیت نہیں تھی کہ وہ ہندوؤں سے دوبدو مقابلے کرتے اور اپنے دفاع میں کامیاب ہوتے۔دوسری طرف پڑوسی ملک بھی ان کے وجود کا ضامن نہیں بن سکتا تھا کیونکہ وہ ابھی طفلِ نوزائیدہ کی طرح تھا اور اپنے وجود و بقا کے سلسلے میں اسے خود خطرات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ایسے نازک ترین حالات میں بھی کشت وخون ریزی کا سلسلہ ملک کے چند علاقوں تک ہی پہنچ کر بند ہو گیا۔قوی ترین اسباب موجود ہونے کے باوجود فسادات کے سلسلہ کا رک جانا یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تمام ہندو شر پسند نہیں ہیں۔

اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیے کہ فسادات میں متعلقہ علاقوں کے سارے ہندو شریک نہیں ہوتے بلکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے بسا اوقات اپنے کو خطرات میں ڈال کر فسادات کو روکنے اور مظلوموں کو تعاون فراہم کرنے کی کوششیں کیں۔علاوہ ازیں ملک میں ایسے افراد بھی بکثرت موجود ہیں جو اس بات کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ شر وفساد کے واقعات میں ملوث ہوں لیکن ان کی شر پسندی اس درجے کو نہیں پہنچی ہے کہ وہ موانع کو بالکل نظر انداز کرکے ان میں مبتلاء ہو جائیں۔ضمیر کی ملامت،اپنے پڑوسیوں اور عام پبلک کا پاس و لحاظ اور حکومت کا خوف اور اس قسم کی دوسری چیزوں کا وہ لحاظ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو شر وفساد سے الگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔مذکورہ تمام باتیں اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہی ہیں کہ پوری ہندو جاتی کے بارے میں مسلمانوں کی بدگمانیاں کسی بھی طرح درست نہیں ہیں۔اگر کوشش کی جائے تو بہت سے ہندوؤں کے ذہن کو اپنی طرف سے صاف کر سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں تبدیلی واقع ہونے کا ایک بہت امید افزا اور قابلِ اعتماد پہلو یہ بھی ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس بات پر ہمارے کامل اعتماد اور پختہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اصل کارفرما رب العالمین کی ذاتِ اقدس ہے۔اگر اس کی منشاء شامل ہو تو پل میں حالات بدل جائیں اور اسلام و مسلمانوں کے تعلق سے جو بدگمانیاں پھیلائی جارہی ہیں وہ چند دنوں میں ایسے ختم ہو جائیں گی کہ گویا کبھی کوئی بدگمانی تھی ہی نہیں۔بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حالات سے مایوس نہ ہوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنی اخلاقی کوتاہیوں کا بھی محاسبہ کریں اور جہد پیہم اور عمل مسلسل کریں۔کوشش کرنا ہم سبھوں کا فریضہ ہے اور کامیابی وکامرانی سے ہم کنار کرنا رب العالمین کے ذمہ ہے۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ رب العالمین بلا سبب کسی قوم کو پریشانی اور مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔مصیبت یا تو قوم کی کسی غلطی اور جرم کا نتیجہ ہوتی ہے یا اس کے ذریعے قوم کے ایمان اور حق پہ ثابت قدمی کی آزمائش اور پھر اس کی ترقی درجات مقصود ہوتی ہے۔

لہٰذا! ملک کے موجودہ حالات میں اپنی پریشانیوں کے تناظر میں ہمیں اپنا بھی احتساب کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و فرامین کی بجا آوری میں ہم سے کوئی کوتاہی ہو رہی ہے یا شرعی حدود کا پاس ولحاظ نہ رکھتے ہوئے ہم اپنے کو برائیوں سے نہیں روک پارہے ہیں۔اگر ایسا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم جلد از جلد توبہ کریں اور قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔خدا کرے کہ ملک میں پائی جانے والی جارحانہ فرقہ پرستی،انارکی،مسلم منافرت ومخاصمت اور ہندو مسلم کشمکش ورسہ کشی کا خاتمہ ہو اور اسلام ومسلمانوں کے متعلق پھیلائی گئی بدگمانیاں دور ہوں تا کہ ملک کے تمام باشندے بلا کسی مزہبی،نسلی،گروہی،طبقاتی اور علاقائی تفریق وامتیاز کے باہم شیر وشکر بن کر زندگی بسر کریں اور ملک کی تعمیر وترقی کے لئے سب مل جل کر جدوجہد کریں کہ یہی زندہ قوموں کا نشان امتیاز ہے اور اسی کے ذریعے ملک عالمی برادری میں وقار واحترام کا درجہ پاتا ہے۔

◆◆◆

از: مولانا محمد مرزا غالب نقشبندی*

مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنّت کی شناخت ہے

اسلامیات

اسلام دنیا کی ایک عظیم سچائی ہے قرآن حکیم اس سچائی کا دستور اساسی ہے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دستور اساسی کی تفسیر وتشریح ہے قرآن حکیم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی زندگی کیلئے بنیادی ماخذ، مینارہ نور اور شمع منزل ہے اسلام! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امانت کی شکل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملا اور اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امانت منتقل ہوتے ہوئے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچی ہے۔ جن پاک امت کے توسط سے یہ امانت ہمیں حاصل ہوئی ہے ان کی شرافت و پاکیزگی عدل اور علمی بزرگی مسلم الثبوت ہیں اس سلسلۃ الذہب کی کسی ایک کڑی پہ بے اعتمادی اور غیر یقینی کا اظہار پورے اسلامی نظام کو بگاڑنے کے مترادف ہے۔

بنام اسلام دنیا میں بے شمار جماعتیں اور تحریکیں کام کر رہی ہیں اور سب اسلامی اقدار وروایات کے تحفظ و پاسداری کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن الحمد للہ حقائق وشواہد کے اجالے میں حق صرف اہلسنت وجماعت میں دائرۂ اہلسنت وجماعت اسے کہتے ہیں جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو زمان ومکان اور حالات کے اختلاف سے اس کی تعریف مختلف ہوتی رہی ہے۔

لہٰذا عصر حاضر میں اہلسنت وجماعت کا تعارف مسلک اعلیٰ حضرت یا بریلوی سے کرنا تقاضائے وقت کے عین مطابق ہے جس طرح اشعری اور ماتریدی۔ کہ جب معتزلہ، عنادیہ، لاادریہ فرق باطلہ نے اہلسنت وجماعت کے عقائد وافکار شعار وضروریات میں بیجا حذف واضافہ اور کتربیوت کرتے ہوئے تلبیس وفساد کا ایسا اودھم مچایا کہ اہلسنت کے اصل عقائد ونظریات بالکل گنجلک ہو گئے گمرہیت وآزادروی کی عام وباسی پھوٹ پڑی مگر یداللہ علی الجماعت کا اعزاز اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت ابوالحسن اشعری وامام ابومنصور ماتریدی نے تائید غیبی ونصرت خداوندی سے عقائد اہلسنت کو روشن وواضح فرمادیا پھر پوری دنیا جملہ مسلمانان اہلسنت وجماعت کو اشعری کہتے یا ماتریدی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم اشعری یا ماتریدی کے نقش قدم پر چلتے ہیں جو اسلام کے عقائد ونظریات کے مددگار وامین ہیں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی نے نہ کوئی نئی بات گڑھی اور نہ کوئی الگ مذہب ایجاد کیا تھا بلکہ یہ حضرات اس مذہب کی حمایت کرنے والے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے اسی اعتبار سے ان کی طرف نسبت کی جاتی ہے کہ وہ سلف کے طریقے پر کمر بستہ ہوے، اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور دلائل وبراہین قائم کیے اس لیے ان کی اقتدا کرنے والے اور دلائل میں ان کے نقش قدم پر چلنے والے کو اشعری یا ماتریدی کہا جاتا ہے مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی کہنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت دلائل وبراہین میں اعلیٰ حضرت کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس لیے ہم مسلک اعلیٰ حضرت والے ہیں یا بریلوی جس طرح کہ اشعری اور ماتریدی ماترید جگہ کا نام ہے لیکن تمام اہلسنت وجماعت اپنے آپ کو ماتریدی کہتے تھے چاہے وہ کہیں کے رہنے والے ہوں اسی طرح "بریلوی" کہ فاضل بریلوی کی اقتدا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو بریلوی کہا جاتا ہے۔

لہٰذا دور حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی دونو کا استعمال غیروں سے امتیاز اور جماعتی شناخت کیلیے لازم و ضروری ہے جیسا کہ اشعری، ماتریدی کا استعمال ماضی میں لازم وضروری تھا عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خان

*مضمون نگار کسیاری، پوٹھیا، کشن گنج، بہار کے متوطن ہیں۔

اسلامیات

بریلوی رضی اللہ عنہ کی فکر ہی ہماری دینی وجماعتی شفافیت کی ضمانت ہے اس سے ہٹ کر جو بھی راہ اختیار کی جائے گی وہ ہلاکت کی راہ ہوگی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی پانچواں یانیا مسلک نہیں ہے بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت اہلسنت وجماعت کا شناختی نام ہے۔ملکی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ باطل فرقوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلیے جب اپنی پیشانیوں پر اہلسنت وجماعت کا لیبل چسپاں کرلیے،اور خود کو سنی ،قادری، چشتی ،نقشبندی سہروردی سے متعارف کرانے لگے جیسے وہابی، دیوبندی،مودودی،صلح کلی وغیرہ۔اور ایسے حالات میں صحیح سنی کی شناخت کا مسئلہ شدت سے محسوس کیا جانے لگا اپنے آپ کو صرف سنی اور اہلسنت کہنے سے ان بدمذہبوں سے امتیاز نہیں ہوتا تھا تو اس وقت کے علماء ومشائخ نے ان تمام باطل فرقوں سے امتیاز کیلیے انتہائی غور وخوض کے بعد اہلسنت وجماعت کا ایک دوسرا شناختی نام اعلی حضرت کی طرف منسوب کرتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کا انتخاب فرمایا اس لیے کہ اعلی حضرت نے تمامی اہلسنّت کے ایمان وعقیدے کو باطل فرقوں کی ہر آمیزش سے بچایا ہے اور ہم تک وہی دین وہی مذہب وملت پہنچایا ہے جو صحابہ، تابعین تبع تابعین،شہداء،صلحاء اولیاء کاملین غوث و خواجہ کا دین تھا نیز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمدرضا خان رضی اللہ عنہ نے ہمارے دلوں کو عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے روشن کیا ہے اور ملت پہ ان کا یہ ایک ایسا احسان ہے جس کے شکریے کیلئے عمریں درکار ہیں۔

فاضل بریلوی نے تیز آندھیوں کی زد پہ چراغ حق و صداقت کو روشن کیا اور اس کی حفاظت کے لئے ہر طرح کا سامان فراہم کیا ہے۔

لہٰذا اب وہی سنیت قابل قبول ہوگی جس پر مسلک اعلیٰ حضرت کی مہر لگی ہو۔ آج ملی وقار وعظمت پہ جب بھی کوئی فرد جاہل یا فرقہاے باطل غلط نگاہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم فاضل بریلوی کی فراہم کردہ سامان سے اس کا دفاع کرتے ہیں۔رب کریم ہم تمامی اہلسنت کو مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت پر تادم حیات قائم ودائم فرمائے آمین کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں۔

◆◆◆

ص ۲۶ رکا بقیہ...

حضور تاجدارِ ولایت نے زائرین سے مزید فرمایا کہ میں نے حضرت حماد کی یہ دل دوز اور جاں گسل روداد سنتے ہی فوراً رب لم یزل کی بارگاہِ بے نیاز میں دعا کی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری دعا کے وقت پانچ ہزار اولیاء اپنی اپنی قبروں میں حضرت حماد کی سفارش کے لیے بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہیں۔رب قدیر نے دعا قبول فرمائی اور انھیں ان کا ہاتھ حسب سابق واپس فرمادیا۔ پھر حضرت حماد نے خوشی خوشی مجھ سے مصافحہ کیا۔

یہی وجہ ہے کہ آج میں بے حد فرحاں وشاداں ہوں اور اسی سبب سے آپ حضرات نے میرے چہرے پر بشاشت و اطمینان کے چمکتے ہوئے آثار دیکھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تادم حیات تاجدارِ ولایت سیدنا غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے سرشار و بہرہ ور فرمائے۔آمین۔بجاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

◆◆◆

ص ۳۲ رکا بقیہ...

یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو بکثرت یاد کرے گویا سو مرتبہ بھی صحیح ہے لیکن اس سے بہتر دو سو مرتبہ ہے اور اس سے افضل دو ہزار مرتبہ ہے اور اس سے اعلیٰ دو لاکھ مرتبہ ہے،جس قدر تعداد بڑھتی جائے گی فضیلت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

.... جاری

قارئین کرام

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے،اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

احوال قوم وملت

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

بڑھتا ارتداد! اسباب اور تدارک

دو تین دن سے سوشل میڈیا پر ایک مولوی کی پوجا والی ویڈیو وائرل ہے۔لوگوں کو حیرت ہے کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کس طرح مرتد ہوسکتا ہے؟ جواب بے حد سادہ ہے، عالم ہو یا جاہل، جب دنیا ہی انسان کا پہلا اور آخری مقصد بن جائے تو انسان کسی بھی حد کو پار کر سکتا ہے، چاہے غیرت وخود دوری ہو یا دین وایمان! دولت وشہرت کے لیے غیرت وایمان کا سودا عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے۔اب تک اس کھیل میں سیاست دان اور فلمی افراد ہی نظر آتے تھے لیکن اب مذہبی پہچان رکھنے والے لوگ بھی اس میدان میں قسمت آزمائی کررہے ہیں۔حالیہ ویڈیو اسی بیمار ذہنیت کا ایک نمونہ بھر ہے، ورنہ ہمارے درمیان ایسے کتنے ہی لوگ موجود ہیں جو بس موقع ملنے کی تاک میں بیٹھے ہیں، جیسے ہی موقع ملا ایسے کتنے ہی ویڈیو سوشل میڈیا پر گردش کرتے نظر آئیں گے۔اسباب کیا ہیں؟ارتداد کے بنیادی اسباب میں لالچ اور خوف سب سے اہم ہیں۔موجودہ دور میں بھی یہی دو اسباب سب سے اہم نظر آتے ہیں لیکن ماضی اور حال کے ارتدادی واقعات میں بنیادی فرق ان ذرائع اور مقامات کا ہے جن کو سہارا بنا کر ارتداد کو مضبوطی سے پھل پھولنے کا موقع مل رہا ہے۔موجودہ دور کے ان ذرائع کی مختصر فہرست کچھ اس طرح ہے، سنیما، سیاست، میڈیا، خانقاہ۔

مذکورہ ذرائع اور مقامات سے وابستہ افراد ارتداد کو سافٹ اور پرکشش انداز میں پیش کرتے ہیں۔جس کے باعث عام لوگ ارتداد کو نارمل سا عمل سمجھنے لگتے ہیں۔وقت کے ساتھ بڑھتی قربتیں، قربتوں کے بدلے ملتے انعامات مزید ہمت بندھاتے ہیں اس طرح انسان آہستہ آہستہ پورے طور پر ارتداد کے پنجوں میں پھنس جاتا ہے۔طرفہ تماشا یہ کہ اپنے پھنس جانے پر انہیں افسوس نہیں خوشی کا احساس ہوتا ہے، ظالم تھا وہ اور ظلم کی عادت بھی بہت تھی مجبور تھے ہم، اس سے محبت بھی بہت تھی، سینما سرے ہی سے مذہب مخالف انڈسٹری ہے، مذہبی غیرت قربان کیے بغیر یہاں داخلہ ممکن ہی نہیں ہے، پہلے مرحلے میں خاندانی غیرت اور کامیابی کے لیے مذہبی غیرت کی قربانی بنیادی شرط ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہاں آکر اداکار یوسف خان کو دلیپ کمار، اداکارہ مہ جبیں کو مینا کماری بننا پڑتا ہے، تو شاہ رخ وسلمان جیسے اداکار علانیہ بت پرستی کرتے نظر آتے ہیں۔سیاست میں مذہبی پہچان کے ساتھ آگے بڑھنے میں بڑی مشکلات ہیں۔غیر مذہبی شخص کے مقابلے مذہبی انسان کو دس گنا زیادہ محنت اور پچاس گنا زیادہ مخالفت جھیلنا پڑتی ہے۔بیگانوں سے زیادہ اپنے اور مخالفین سے زیادہ حاسدین پریشان کرتے ہیں۔یہاں کامیابی اور حصول منصب کا مختصر اور آسان راستہ مذہبی تصلب کو چھوڑنا ہے۔مذہبی غیرت قربان والوں کو عہدہ ومناصب دئے جاتے ہیں۔جس کے لیے اچھے خاصے پڑھے لکھے اور باشعور انسان بھی غیرت دینی کو قربان کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے۔سیاسی لیڈروں کی علانیہ بت پرستی کی کتنی ہی مثالیں ہمارے آس پاس موجود ہیں۔گذشتہ دنوں رام مندر افتتاح کے موقع پر کتنے ہی نام نہاد مسلمانوں نے علانیہ بت پرستی کی۔میڈیا کا حال بھی سیاست ہی کی طرح ہے، جہاں مذہبی تصلب کو راہ کا روڑا اور ترقی میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے اور کچھ حد تک بنایا بھی جاتا ہے۔دولت وشہرت کے رسیا مذہب کا سودا کرکے ارتداد کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔جس کے نتیجے میں وقتی طور پر ہی سہی ان کی دنیوی خواہشیں ایک حد تک پوری ہوجاتی ہیں۔میڈیا کے دائرے میں مین اسٹریم میڈیا کے

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

ساتھ ساتھ سوشل میڈیا influencer بھی شامل ہیں، جو اپنے فالوورز/سبسکرائبر اور اشتہار دہندگان کی خوشی کے لیے کسی بھی حد تک جانے تیار رہتے ہیں۔ یہی مزاج ایک دن انہیں دینی حمیت سے بھی خالی کر دیتا ہے۔ یوں کہہ لیں کہ سینما پہلے ہی قدم پر مذہب کی قربانی مانگتا ہے جب کہ سیاست اور میڈیا میں مذہبی پختگی راستے کی رکاوٹ بنتی آئی ہے۔ جلد باز اور لالچی لوگ زیادہ دیر تک خود کو روک نہیں پاتے اور نظریاتی طور پر گمراہی کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔ خانقاہی فتنہ ہوسکتا ہے اس فہرست میں خانقاہ کا نام آپ کے لیے باعث حیرت ہو، لیکن حالت بتا رہے ہیں کہ مذہبی بے راہ روی میں دنیا پرست خانقاہیں بھی ایک مضبوط ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ جس کا سہارا لیکر لوگوں کے دینی تصلب پر شب خون مارا جا رہا ہے۔ صوفیانہ روا داری کے نام پر کفریہ رسم ورواج کو اپنایا جا رہا ہے۔ دشمنان دین کی عزت و پذیرائی کر کے دولت و منصب حاصل کرنے کی ہوڑ سی لگی ہوئی ہے۔ ملک میں کئی مقامات پر بزرگان دین کے نام پر مندر بنائے جا چکے ہیں، جہاں عقیدت کے نام پر کھلے عام شرک کیا جا رہا ہے۔ ایک مندر تو خاص اسی شہر میں بنایا گیا ہے جہاں ان کا مزار پاک موجود ہے۔ یوپی اور پنجاب میں کئی جگہ بزرگوں کے مجسمے رکھ کر انہیں کے نام کے مندر بنا لیے گیے ہیں۔ کتنی ہی خانقاہوں میں پیروں کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ اب تک اس گمراہی میں جہلا ہی مبتلا تھے مگر اب عالمانہ وضع رکھنے والے مولوی صورت بھی پیروں کو سجدہ کرنے لگے ہیں اور اسے درست ٹھہرانے کی زبانی و قلمی کوششیں بھی کر رہے ہیں۔ اہل ہنود اور صاحبان اقتدار کی خوشی کی خاطر بعض خانقاہوں میں ہولی، دیوالی جیسی کتنی ہی کفریہ رسمیں نہایت اہتمام کے ساتھ منائی جا رہی ہیں۔ رواداری اور صلح کل کے نام پر مذہب بیزاری کو مسلسل بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ مذکورہ حرکات کا تعلق فرد واحد یا کسی حادثاتی واقعے سے نہیں ہے۔ ایسے اقدامات کے پیچھے مکمل ایک نظریہ کارفرما ہے جس کی ترجمانی یہ لوگ کچھ اس طرح کرتے ہیں ہاتھ میں گیتا رکھیں گے سینے میں قرآن رکھیں گے میل بڑھائے جو آپس میں وہی دھرم ایمان رکھیں گے یعنی جس طرح سینما، سیاست اور میڈیا سے وابستہ افراد دین ومذہب کو پامال کرنے اور ارتداد کو بڑھاوا دینے میں متحرک کردار ادا کر رہے ہیں، ویسا ہی کام اب خانقاہوں سے وابستہ لوگ بھی انجام دے رہے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فلمی، سیاسی اور میڈیائی لوگ دنیا کے نام پر دین برباد کر رہے ہیں تو طمع پرست خانقاہی دین بربادی کے لیے دین ہی کا نام استعمال کر رہے ہیں۔ ارتداد کے پھلنے پھولنے میں مذکورہ ذرائع بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ جن سے متاثر ہو کر عام لوگ بھی اس لعنت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ تدارک کیسے ہو؟ کسی بھی فتنے کا تدارک کرنے کے لیے عزم وہمت اور زمینی محنت کی ضرورت ہوتی ہے بشرطیکہ کوشش صحیح سمت میں کی جائے۔ اس ضمن میں چند اقدامات یہ بھی کیے جاسکتے ہیں۔ غیروں کے مذہبی تہواروں اور تقریبات میں شرکت سے پرہیز کریں، اولادوں کو بھی روکیں۔ اسکولوں میں کلچرل پروگرام کے نام پر مسلم بچوں کو ہندو تہواروں میں شامل کرنے پر سخت رویہ اپنائیں۔ یہ آپ کا قانونی اور مذہبی حق ہے۔ اپنے بچوں کو غیروں کے مذہبی کارٹون دیکھنے سے باز رکھیں۔ ننھا ذہن وہیں سے خراب ہوتا ہے۔ خود کے اسکول/کالج بنانے کی مہم چلائیں۔ صرف بنا کر مطمئن نہ ہوں، دینی مزاج کے ساتھ معیاری تعلیم بھی فراہم کریں۔ ترجیحی بنیادوں پر کوچنگ سینٹر کھولیں۔ کوچنگ دینے والوں کی دینی تربیت بھی کریں۔ کلچرل پروگرام کے عنوان سے اپنی تہذیب کو عام کریں۔ توحید و رسالت پر عام فہم انداز اور بہترین اسلوب میں مسلسل خطابات اور لکچر کرائے جائیں، جو ہمارے روایتی جلسوں سے ہٹ کر جدید انداز پر منعقد کیے جائیں۔ بولنے والے افراد موضوع پر مکمل دسترس رکھنے والے ہوں۔ جدید اعتراضات کا جواب دینے کا ہنر جانتے ہوں۔ چھوٹے بچوں کو بچپن ہی سے ایمان سے محبت اور شرک سے بیزاری سکھائیں۔ بطور ہیرو صحابہ/علما/اولیا کا تذکرہ کریں۔ صحابہ/علما/اولیا کی بہادری، ہمت اور عقل مندی کے قصے سنائیں۔ فرزندان مدارس کی فکری تربیت پر خصوصی توجہ

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

دیں۔اس کے لیے خصوصی کلاسیں اور خطابات کا اہتمام بھی کرایا جائے تا کہ بعد فراغت دشمنوں کا آلہ کار بن کر قوم کی گمراہی کا ذریعہ نہ بن سکیں۔سوشل میڈیائی ذرائع کا مذہبی کاز کے لیے ماہرانہ استعمال کریں۔اچھی اسکرپٹ اور عمدہ پیش کش کے ذریعے اپنے نظریات کی تشہیر کریں۔فلم انڈسٹری کے گھناؤنے سچ کو مہارت وسنجدگی سے اجاگر کریں۔چمکتے پردے کے پیچھے چھپی کالی داستانوں کو اچھی طرح ایکس پوز کریں، تا کہ انہیں آئڈیل ماننے والے نوجوانوں پر ان کی حقیقت اچھی طرح ظاہر ہو۔سیاسی طور پر ہمیشہ اس انسان کا ساتھ دیں جو کم از کم اسلامی عقیدے پر پختہ ہو، کفر وشرک کے معاملے میں کمزور نہ ہو۔شرکیہ امور پر لچک رکھنے والے لیڈر کی ہرگز ہرگز حمایت نہ کریں بھلے ہی وہ کتنا ہی کام آنے والا ہو۔ایسوں کی حمایت سے ہی دوسروں کو بھی دین بیزاری کی ترغیب ملتی ہے۔خانقاہی نسبتوں کے نام پر کسی بھی دین بیزار پیر کے دھوکے میں نہ آئیں۔احترام کے نام پر سجدے کرانے والے ہوں، یارواداری کے نام پر ہولی، دیوالی منانے والے، ایسے تمام لوگوں کا بائیکاٹ کریں۔کسی سیاسی یا سماجی مدے کی حمایت کی بنا پر کسی بھی نیوز اینکر کے معتقد نہ بنیں۔غلط بات پر تنقید اور ٹوکنے کا مزاج بھی رکھیں۔اس کے علاوہ جو بھی مفید اقدامات ہوں انہیں اختیار کیا جائے تا کہ ہماری نسلیں ارتداد کے طوفان سے اپنا ایمان محفوظ رکھ سکیں۔یاد رکھیں! اگر آج ہم نے اس عنوان کی حساسیت کو نہیں سمجھا اور اس کے تدارک کی سنجیدہ کوششیں نہیں کیں تو عوام کے ساتھ ساتھ علما ومشائخ کا لباس پہننے والوں میں بھی ارتداد کا ایسا طوفان آئے گا جس سے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔اس لیے اٹھیں اور اپنی جد وجہد سے اندھیری رات کے سینے پر حق و صداقت کا سورج اُگا کر قوموں کا مستقبل روشن کرنے کی کوشش کریں۔

سیاہ رات نہیں لیتی نام ڈھلنے کا
یہی تو وقت ہے سورج ترے نکلنے کا

◆◆◆

ص ۱۷ / کا بقیہ..

ہوگا کہ ۹۰ رفیصد اس میں پٹرول ڈالنے کا کام خواتین کی جانب سے ہوتا ہے جس بنا پر خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔

لہٰذا میں اُن والدین سے عرض کرنا چاہتا ہوں جن کے گھروں میں اس طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں، برائے کرم نکلیں اُن غلیظ سوچوں سے، دوسروں کو دیکھ کر عبرت سیکھیں، خدا نہ کرے ہمارے گھر کے کسی فرد کے ساتھ اس طرح کی نازیبا حرکتیں کی جائیں، کیا تب ہماری سمجھ میں آئے گا؟ عقلمند انسان وہی ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت قبول کر لیتا ہے، لہٰذا جدت پسندی کے جال سے باہر نکلیں اور اپنے اہل خانہ کی پرورش اور گھر میں اسلامی ماحول قائم کرنے کی طرف توجہ دیں۔

برائے کرم ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس بات پر خصوصی توجہ دیں، مسلم گھرانوں کے اندرونی حالات پر بھی نگاہ رکھی جائے، مرد وزن کے اختلاط سے بچا جائے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکے لڑکیوں کے سکشن الگ الگ کیے جائیں، انڈرائڈ موبائل سے لڑکیوں کو بچایا جائے اور ان کی حرکات وسکنات، باہر آنے جانے پر خصوصی توجہ دی جائے، تا کہ پہلے مرحلہ میں ہی اس کا سد باب ہو سکے، صوم و صلوٰۃ، تلاوت قرآن پر پابندی کروائی جائے، دینی تعلیم وتربیت پر زور دیا جائے، حدیث وتفسیر کی چھوٹی چھوٹی کتابیں ضرور پڑھائی جائیں، جس وہ صحیح سے اپنے دین کو سمجھ سکیں، اس مہم میں سب سے پہلے بچیوں کے والدین اور بھائیوں کو آگے آنا ہوگا۔ لہٰذا اس پر سختی سے عمل کرایا جائے۔

خواتین سے میری یہ گزارش ہے کہ فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کی کنیز بن کے رہیں، اپنے وجود کو جہنم کا حصہ نہ بنائیں، بلا اشد ضرورت گھر سے ہرگز نہ نکلیں، اگر نکلیں تو گھر کے کسی فرد کے ساتھ ہی جائیں، کیوں کہ بھیڑیوں کا گروہ تمہاری تاک میں ہے، ربِّ کریم ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

◆◆◆

از: محمد تحسین رضا نوری*

مسلم لڑکیاں دینی تعلیمات سے دور

نسوانیات

چوبیس گھنٹے میں انسان کو کھانے کی ضرورت صرف تین مرتبہ پڑتی ہے، بعض اشخاص دو وقت کے کھانے پر ہی گزارہ کر لیتے ہیں، لیکن علم دین کی ضرورت ہر فرد کو ہر وقت پڑتی ہے، موجودہ دور میں قوم کو تعلیم کی جس شدت سے ضرورت ہے اُس کا کوئی منکر نہیں، کیوں کہ قوم کا عروج وزوال علم ہی سے وابستہ ہے، قوم وملک کی ترقی میں علم ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ علم حضرت انسان کو معزز وممتاز کر دیتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: "یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات"۔ ترجمہ: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کی اہمیت وضرورت کے متعلق ارشاد فرمایا: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمہ"۔ ترجمہ: علم دین کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

اس حدیث شریف کی تشریح میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے: اس حدیث سے مراد وہ علم ہے جس کا سیکھنا فرض عین ہے، فرض عین وہ علم ہوتا ہے جس کی انسان کو اپنے دین میں ضرورت پڑتی ہے، جیسے علم اصول عقائد جس کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب بنتا ہے، اور انکار سے کافر یا بدعتی۔ اُس کے بعد علم مسائل صوم وصلوٰۃ جس کی انسان کو عبادات میں ضرورت پڑتی ہے، اس کے علاوہ روزمرہ کی ضروریات کا علم، جس سے اشیاء کا حسن وقبح، حلال وحرام جانا جا سکے۔ (علی ھذا القیاس)

آج ہمارا معاشرہ علم کے اعتبار سے بالکل کورا نظر آتا ہے، بعض لوگ لڑکوں کی پڑھائی لکھائی پر خوب دھیان دیتے ہیں لیکن بچیوں کی تعلیم وتربیت پر بالکل توجہ نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ لڑکیاں پڑھ کر کیا کریں گی، آخر کرنا تو اُنہیں امور خانہ داری ہی ہے۔ اور بہت سے پڑھاتے تو ہیں لیکن صرف اسکول کالج ہی پڑھاتے ہیں۔

دنیوی تعلیم دینا اچھی بات ہے، لیکن ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر قرآن کریم، اپنے نبی اپنے مذہب کی تعلیمات حاصل کرنا بھی نہایت ضروری ہے، یاد رکھیں، شریعت مطہرہ نے خواتین کے لیے بڑے حقوق رکھے ہیں، اور دینی تعلیم سے آراستہ کرنا یہ اُن کا حق ہے۔

اس پرخطر اور پرفتن دور میں تیزی سے بڑھ رہے فتنہ ارتداد کو روکنے کا واحد ذریعہ "دینی تعلیم وتربیت" ہے۔ صرف دنیوی تعلیم پر اکتفا کرنا اور دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دینا خطرے سے خالی نہیں، موجودہ دور میں دنیوی تعلیم کو ہی سب کچھ سمجھا جاتا ہے جس کے نتائج آج اس صورت میں دیکھنے کو ملے کہ سیکڑوں مسلم بچیاں مرتد ہوگئیں، اور غیر مسلموں کے ساتھ بھاگ کر شادی کر لی، جنتیوں کی صفوں سے نکل کر جہنمیوں کی صفوں میں شامل ہوگئیں۔ حالانکہ اس طرح کی شادیاں کرنے اور مرتد ہونے والی کئی لڑکیوں کی زندگیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ ان لوگوں نے خود اپنی تباہی و بربادی کی المناک کہانیاں سنائی ہیں، انھوں نے خود اعتراف کیا کہ ان کا شوہر انہیں اپنے دوستوں کے بھی حوالے کر رہا تھا، ہم آئے دن اخبارات، رسائل و جرائد، سوشل میڈیا پر یہ خبریں دیکھتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی ان کیسز میں کمی ہوتی دکھائی نہیں دیتی، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ میری ناقص عقل کے مطابق اس کا سبب دینی تعلیم سے دور رہنا اور گھر میں دینی ماحول کا نہ ہونا

نسوانیات

ہے، اگر ہم نے ان کو دینی تعلیم دی ہوتی، اُن کو (مکمل عالمہ نہ صحیح لیکن) اتنا تو پڑھایا ہوتا کہ وہ خود قرآن مجید کو مع ترجمہ اور چند چھوٹی چھوٹی حدیث کی کتابیں پڑھ لیتیں، اُن کو اُن کے مذہب ومسلک کی حقانیت معلوم ہوتی، والدین اُن کو شرم وحیا کا پیکر بناتے، بے شرمی بے حیائی کے بھیانک نتائج سے انہیں واقفیت کراتے تو آج یہ دن ہمیں دیکھنے کو نہ ملتے۔

ہماری لڑکیاں ان کے جال میں جن وجوہات سے پھنستی ہیں، ان میں ایک بڑا اسبب اختلاط مرد وزن ہے، یہ اختلاط ہر جگہ پر پایا جاتا ہے، کوچنگ کلاسز میں بھی پایا جاتا ہے اور ہوسٹلز میں بھی پایا جاتا ہے، موبائل انٹرنیٹ، سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ اختلاط اور عام ہو گیا ہے، پیغام بھیجنے اور موصول کرنے کی مفت سہولت نے اسے اس قدر اس بے حیائی کو بڑھاوا دے دیا ہے کہ گھر والوں کے سامنے لڑکی سوشل میڈیا کے ذریعہ واٹس ایپ، فیسبک، ٹوئیٹر، انسٹا گرام وغیرہ پر لڑکوں سے بات کر رہی ہوتی ہے اور اہل خانہ کو اس بات کی بھنک تک نہیں لگتی، معاملہ تب کھل کر سامنے آتا ہے جب لڑکی جا چکی ہوتی ہے۔

آج جہاں نہ دیکھو عورتوں کی بھیڑ نظر آتی ہے، آج ہماری ماں اور بہنیں میلوں اور ٹھیلوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، مرد حضرات شادی بیاہ، بازار، دوکان، اسکول، کالج، ٹیوشن وغیرہ اکیلے جانے کی اجازت دے دیتے ہیں، یہ بھی نہیں دیکھتے کہ لڑکی باپردہ گئی ہے یا بے پردہ، یاد رکھیں، گھر کی خواتین کو بے پردہ گھمانے والے شخص کو حدیث شریف میں "دیوث" کہا گیا ہے اور دیوث جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

اسکول و کالجز میں پڑھنے والے غیر مسلم لڑکے ہماری بچیوں کو مال ودولت، لغذری گاڑیاں، اونچی بلڈنگیں اور عیش وآرام کی جھوٹی زندگی دکھا کر باآسانی اُنہیں اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں، اور یہ مسلم لڑکیاں اپنے قیمتی اثاثے یعنی ایمان کا سودا ایک ایسی چیز سے کر دیتی ہیں جس کا خارج میں وجود تک نہیں ہوتا، اُن کے ساتھ جا کر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں، آخر میں دردناک موت اور دائمی عذاب کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا، آخر یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس بنا پر کہ اُن کی تربیت اسلامی ماحول میں نہیں ہوتی، اُن کے پاس ضروریات دین کا علم نہیں ہوتا، وہ مذہب اسلام اور اپنے ایمان کی اہمیت نہیں جانتی، اسی لیے اپنے ایمان کو دنیا کے بدلے بیچ دیتی ہیں۔

اسلامی طبقہ کے وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے کثیر مال ودولت سے نوازا ہے، اور سیر وتفریح کی غرض سے جن کی آمد ورفت مختلف علاقوں اور مختلف ممالک میں ہوتی رہتی ہیں، جہاں وہ قسم قسم کے مذاہب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں، اور لباس بشر میں ملبوس شیطان صفت ایسے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں جن کا ان کے دین ومذہب سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا، ان سب کو دیکھ کر یہ افراد اُن کا اثر بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور آزاد خیالی اور جدت پسندی کے شکار ہو جاتے ہیں، پھر اُنہیں بغیر نقاب کے گھومنے، پارکوں اور کلبوں میں رات گزارنے، نامحرم مردوں کے ساتھ ہنسنے کھیلنے، اور اُن سے دوستی یاری کرنے کو برا نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ اسے دور جدید کے نئے فیشن کا نام دے دیتے ہیں، پھر اُنہیں اسلامی ماحول میں گھٹن محسوس ہونے لگتی ہے، اور اُن کے دیوث قسم کے والدین اُنہیں پوری چھوٹ دے کر اپنا دامن یہ کہہ کر جھاڑ لیتے ہیں کہ ہمیں ہماری بچی پر پورا یقین ہے، اسے بھی حق ہے آزاد زندگی گزارنے کا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ بروز قیامت سب سے پہلے اُنہیں کی گردن دبوچی جائے گی۔

بصورتِ دیگر انہیں خرابیوں، اور عریانیت لوگوں کی نفسانی خواہشات کو ابھارنے میں زہر قاتل سا اثر کرتی ہیں جس کی وجہ سے اس قسم کی لڑکیاں مردوں کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں، پھر سڑکوں اور گلیوں میں انہیں بچیوں کے اہل خانہ، رشتہ دار، دوست واحباب اور اہل محلہ سڑکوں پر نکل کر احتجاج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں کہ ہماری بچیاں محفوظ نہیں ہیں۔

معزز قارئین: ذرا انصاف سے بتائیں کیا اس طرح کے ہونے والے جرائم اور کیسز کی ذمہ دار کیا صرف مرد ذات ہے، عورت کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں؟ یقیناً آپ سب کا جواب یہی بقیہ ص ۱۵ / پر

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

دوسری اور آخری قسط

حضور غوث اعظم اور احیائے دین متین

اسلاف و اخلاف

گزشتہ سے پیوستہ

اسی طرح مسلم شریف کے اندر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث میں سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إن الصدق بر وإن البر يهدي إلى الجنة. وإن الكذب فجور وإن الفجور يهدي إلى النار۔ یعنی کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی موصل جنت ہوا کرتی ہے اور جھوٹ فسق و فجور ہے اور فسق و فجور انسان کو واصلِ جہنم کر دیتا ہے۔ لگے ہاتھ ایک اور انتہائی درس خیز و عبرتناک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إذا كذب العبد تباعد عنه الملَك ميلاً من نتن ما جاء به۔ یعنی کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔

اگر تاریخ اسلام کا بالغائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات مترشح ہو جائے گی کہ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی دعوتِ حق کی بنیاد بھی صداقت پر رکھی۔ میرے اس دعوے کا پشت پناہ تاریخ کا وہ زریں موقع ہے جب رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو جمع فرما کر فاران کی چوٹی پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا تھا کہ مکہ والو! یہ بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات پر سرِ تسلیم خم کر دو گے؟ تو ایسے وقت میں سب کے سب نے بہ یک زبان بہ بانگ دہل یہ کہا تھا اے محمد! بلاشبہ بلا چوں و چرا اور بے جھجھک ہم آپ کی بات مان لیں گے کیوں کہ آپ ایسے امین و صادق ہیں کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے دیکھا اور نہ سنا ہے۔ آپ کی امانت و صداقت کے سامنے پورا عرب کل بھی سر بہ خم تھا، ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

یہی وہ بانیٔ اسلام اور ان کے وفا شعار غلاموں کا لائق تقلید صدق و صفا سے معمور عمل ہے کہ جس کی بنیاد پر اسلام کی صداقت و حقانیت اپنے تو اپنے اغیار کے دلوں میں بھی پیوست ہوتی چلی گئی۔ آج بھی اگر ہم مسلمان راست بازی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں تو پھر وہ دن دور نہیں کہ ہم ڈاکٹر اقبال کے مندرجہ ذیل شعر کے صحیح مصداق بن سکتے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضور تاجدارِ ولایت من جانب اللہ محی الدین کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے اور آپ نے تاحیات ظاہری احیاءِ دیں کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا۔ آپ نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق اپنے علم و فضل اور روحانی اقدار سے بخوبی ادا کیا۔

بلاشبہ آپ کے محیر العقول علم و فضل پر رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے پایاں فیضان تھا۔ اخبار الاخیار کے اندر مندرج ہے حضور تاجدارِ ولایت کا علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے دیدار سے باریاب فرمایا اور پوچھا اے عبدالقادر! اب تمہارا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ بن چکا ہے۔ تمھیں خلق اللہ کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفیض کرنا ہے۔

لہٰذا اب تم وعظ و نصیحت کا باضابطہ آغاز کرو۔ واضح رہے کہ یہ حضور تاجدارِ ولایت کی انتہائی خوش بختی تھی کہ آپ جہاں متعدد بار عالم خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

مشرف ہوئے وہیں عالمِ بیداری میں بھی آپ کو یہ شرف حاصل ہوتا رہا۔ سرکارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکمِ وعظ پر آپ نے بصد ادب و احترام عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین کریمین قربان ہوں۔ میں نے کئی بار چاہا کہ وعظ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کروں مگر یہ سوچ کر میں اپنی خواہش کو جامۂ تکمیل نہ پہنا سکا کہ بغداد میں عربی زبان کے بڑے بڑے ماہرین اور نامور فصحا و بلغا رہتے ہیں۔ مجھے عجمی ہونے کی بنیاد پر ان کے سامنے لب کشا ہونے میں جھجھک محسوس ہوتی ہے۔ اتنا سننا تھا سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبدالقادر اپنا منھ کھولو۔ جوں ہی آپ نے اپنا منھ کھولا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے منھ میں سات بار لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا کہ اب جاؤ بلا خوف و خطر وعظ و نصیحت کرو اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو دینی تعلیمات سے سرشار و معمور کرو۔

حضور تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قبلِ ظہر رونما ہوا اور جب میں نماز ظہر سے فارغ ہوا تو مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لائے۔ آپ نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انتہائی شفقت آمیز انداز میں فرمایا اے عبدالقادر! اپنا منھ کھولو۔ چنانچہ آپ نے سات مرتبہ کے بجائے چھ مرتبہ میرے منھ میں لعاب دہن ڈالا۔ میں نے عرض کیا حضور والا تبار! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ نانا جان نے سات بار اپنے لعاب دہن سے مجھے باریاب فرمایا مگر آپ نے چھ بار! اخیر اس میں کون سی حکمت پنہاں ہے۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس سوال پر کہ ''نانا جان نے سات بار اپنے لعابِ دہن سے مجھے باریاب فرمایا مگر آپ نے چھ بار! اس میں کون سی حکمت ہے؟'' مولائے کائنات نے فرمایا کہ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے ایک بار کم لعابِ دہن ڈالا تا کہ ادب کا پاس بھی رہ جائے اور برابری کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔

''بہجۃ الاسرار'' شریف میں یہاں تک مرقوم ہے کہ ایسے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور تاجدارِ ولایت پر اس قدر لطف و کرم فرمایا کہ لعابِ دہن سے نوازنے کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ فرماتے ہوئے خلعت سے بھی شرف یاب فرمایا کہ یہ خلعت تمھارے لیے دیگر اقطاب و اولیاء سے مخصوص ہے۔ حضور تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ ان تبرکات کا ایسا زریں اثر مرتب ہوا کہ میری محفلِ وعظ میں سامعین کی تعداد اس قدر بڑھنے لگی کہ بغداد کی جامع مسجد تنگ ہوگئی بالآخر لوگوں نے عیدگاہ میں میرے لیے منبر بچھایا۔

شیخ عبدالجبائی علیہ الرحمہ کا یہ قول قلائد الجواہر میں موجود ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار ولایت کی محفلِ وعظ میں کبھی بھی ستر ہزار سے کم مجمع نہیں ہوا بلکہ اس سے زیادہ مزید فرماتے ہیں کہ آپ کی عظیم الشان کرامت تھی کہ ستر ہزار کے مجمع کے اندر ہر فرد پہلی صف سے لے کر آخری صف تک آپ کی آواز یکساں سنا کرتا تھا۔

آپ کے مواعظ حسنہ کے اثرات سے متعلق ہم نے سابق صفحے میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہو جہاں یہود و نصاریٰ حلقہ بگوشِ اسلام اور فساق و فجار تائب نہ ہوئے ہوں۔ علاوہ ازیں علوم و معارف سے لبریز آپ کے بیانات سننے کے بعد سامعین پر ایسی وجدانی کیفیات طاری ہوجاتیں کہ فرطِ جذبات میں کوئی اپنا گریبان چاک کرلیتا تو کوئی اپنے کپڑے پھاڑ لیتا تو کوئی اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں مذکورہ کیفیات اس وقت ظہور پذیر ہوتیں جب آپ اپنی مخصوص شانِ ولایت سے فرماتے ''قال تو ہوچکا اب حال کی طرف آئیے۔'' آپ کی روحانی و نورانی مجلس کا عالم یہ تھا کہ جب تک آپ وعظ فرماتے رہتے اس وقت تک پورے مجمع میں سکوت ہی سکوت ہوتا اور تمام سامعین پر اس قدر محویت حاوی رہتی کہ نہ کسی کو تھوک آتا نہ کوئی کھنکھارتا اور نہ کوئی کسی قسم کا کلام کرتا۔ سب کے سب ایسے ہمہ تن گوش رہتے کہ جیسے سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

شیخ عبداللہ محمد بیان فرماتے ہیں کہ ''بوقت وعظ حضور تاجدارِ ولایت کی نگاہِ کیمیا کا اثر سامعین کے چہروں پر نہیں بلکہ

دلوں پر ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اثر انگیز تقاریر سے لوگوں کے دلوں کی دنیا اس طرح بدل جاتی کہ پھر ان میں ذرہ برابر بھی آلائش باقی نہیں رہتی تھی۔ بلفظ دیگر یوں کہہ لیجیے کہ لوگوں کے قلوب واذہان روحانیت ونورانیت کی آماجگاہ بن جاتے تھے۔

شہزادہ حضور تاجدارِ ولایت حضرت امام ابو بکر عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی کے خلیفۂ اجل حضرت علی بن ہیتی نے بتایا کہ جب میرے والدِ مکرم وعظ ونصیحت کا آغاز اپنے مخصوص انداز میں الحمدللہ سے فرماتے تو محفل میں جتنی تعداد شرکا و سامعین کی ہوتی تھی اس سے کہیں بڑھ کر ایسے حضرات بھی شریکِ بزم ہوتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتے تھے۔ اس وقت جو بارانِ رحمت ونور کا دل نواز منظر ہوتا تھا وہ احاطۂ بیان میں لایا جاسکتا ہے اور نہ صفحۂ قرطاس پر صاحبِ بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ جب دورانِ وعظ حضور تاجدارِ ولایت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ بجائے فوری جواب عطا کرنے کے آپ فرماتے کہ مجھے اس مسئلے کی وضاحت وتفصیل کے لیے اجازت لینے دو۔ پھر آپ تھوڑی دیر اپنے سرِ انور کو جھکا کر توقف فرماتے اور مسئلے کا ایسا شافی جواب مرحمت فرماتے کہ نہ صرف یہ کہ سائل کو اطمینان قلبی حاصل ہوجاتا بلکہ تمام سامعین عش عش کر اٹھتے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک کوئی بات پیش نہیں کرتا جب تک مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اذن نہیں مل جاتا۔ گویا آپ کی گفتگو مشیتِ ایزدی کی آئینہ دار ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظِ حسنہ کے اثرات سامعین کے قلوب واذہان میں مرتسم ہونے کے ساتھ ساتھ راسخ ہوجاتے۔

حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں نہ صرف یہ کہ انسانوں کی کثیر تعداد جمع ہوتی بلکہ جنات بھی جوق در جوق حاضر ہوتے تھے اور آپ کی بااثر تقاریر سے فیوض وبرکات کا خزانہ لے کر جاتے تھے۔ جس طرح آپ کے نصائح سے انسان کفرو شر سے تائب ہوتے وہیں جنات بھی آپ کی بارگاہ سے اپنے دلوں کو مصفی ومزکی بنا کر واپس ہوتے۔

چنانچہ شیخ ابو زکریا بن یحیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم کے حکم پر جنات حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے جنوں کو حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا مگر وہ بجائے فوراً حاضر ہونے کے تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے تاخیر وتوقف کی وجہ پوچھی تو جنوں نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ جواباً عرض کیا حضور والا! آپ کی بارگاہ میں ہماری حاضری کی تاخیر کا سبب یہ تھا کہ جس وقت آپ نے ہمیں طلب فرمایا اس وقت ہم سب حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں شریک تھے۔ انھوں نے مزید یہ کہا کہ آپ سے ہماری التجا ہے کہ برائے کرم ہمیں ایسے موقع پر نہ بلائیں جب حضور تاجدارِ ولایت وعظ ونصیحت کے گوہر گرانمایہ لٹا رہے ہوں۔ جنوں نے مزید کہا کہ جناب والا! ہم آپ کو یہ بھی بتادیں کہ حضور تاجدارِ ولایت کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہوکر ہزاروں کافر جن آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں۔

حضور تاجدارِ ولایت کی انھیں خصوصیات کی بنیاد پر آپ کو غوث الثقلین سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ثقلین کہتے ہیں جن وانس کو اور غوث کہتے ہیں فریادرس کو۔ گویا غوث الثقلین کا معنیٰ ہے جن وانسان کا فریادرس۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ آپ نے دو چار سال نہیں بلکہ چالیس سال تک متواتر وعظ ونصیحت فرمایا۔ اس چالیس سال کی مدت میں جہاں ہزاروں لاکھوں گم گشتہ انسان راہِ راست پر گامزن ہوئے وہیں جنوں کی کثیر تعداد بھی صراطِ مستقیم پر قائم ودائم ہوئی۔

حضور تاجدارِ ولایت کا ذکرِ جمیل تشنۂ تکمیل رہ جائے گا اگر آپ کے عظیم الشان اعلان "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" کا بیان نہ ہو۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس عظیم الشان اعلان سے متعلق حافظ ابو العز عبد المغیث بن حرب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ نے جب یہ اعلان فرمایا کہ "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"

تو اس متبرک مجلس میں جہاں میں موجود تھا وہیں پچاس سے زائد عالی مرتبت مشائخ کرام بھی جلوہ افروز تھے جوں ہی آپ نے اعلان فرمایا تو سب سے پہلے آپ کے محبوب ترین خلیفہ حضرت شیخ علی بن ہیتی دیوانہ وار اٹھے اور آپ کے مقدس منبر کے پاس جا کر آپ کے قدم ناز کو اپنی گردن پر رکھ لیا۔ ان کے فوراً بعد مجلسِ مبارک میں موجود سارے مشائخ عظام نے اپنی اپنی گردنیں فرطِ عقیدت ومحبت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے جھکا لیں کہ ہاں بلاشبہ آپ کا مقدس قدم ہماری گردنوں پر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اس واقعہ کو کس قدر پیارے انداز سے شعری پیکر میں ڈھالا ہے ملاحظہ فرمائیں:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان پر صرف آپ کی مجلسِ پاک میں رونق افروز مشائخ عظام اور اولیا کرام نے گردنیں خم نہ کیں بلکہ جہاں جہاں اولیا اللہ موجود تھے سب لبیک کہتے ہوئے سربہ خم ہوگئے۔ یہ آپ کی بے مثال کرامت اور فقید النظیر عظمتِ شان کی روشن دلیل ہے۔

تفریح الخواطر میں مذکور ہے کہ آپ کے اس اعلان کے وقت خواجۂ خواجگاں، شاہِ ہندوستاں، عطائے مصطفیٰ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراسان کے پہاڑ پر خالقِ کائنات کی عبادت میں مستغرق ومنہمک تھے۔ یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کہ خراسان کا وہ پہاڑ (جو ایران میں ہے) بغدادِ معلیٰ سے کتنے فاصلے پر تھا مگر اس کے باوجود حضور تاجدارِ ولایت کا اعلان آپ نے صرف سنا ہی نہیں بلکہ سنتے ہی فوراً اپنے سرِ مبارک کو زمین پر رکھ دیا اور فرمایا حضور والا! آپ کا مقدس قدم معین الدین کے گردن پر ہی نہیں بلکہ اس کے سر اور آنکھوں پر ہے۔

حضور خواجۂ خواجگاں کی طرح حضرت بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے بھی آپ کے اعلان کو سن کر فرمایا تھا کہ بے شک آپ کا قدم صرف گردن ہی کیا بلکہ میری آنکھوں پر ہے۔

بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ عدی بن مسافر جن کا اکابر اولیاء میں شمار ہوتا ہے کا بیان کچھ اس طرح مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت کے اس اعلان پر اس وقت تین سو اولیاء اللہ اور سات سو رجالِ غیب نے جن میں بعض زمین پر بیٹھنے والے اور بعض ہوا میں اڑنے والے تھے بلا توقف سب نے اپنی اپنی گردنیں جھکا لیں۔

گذشتہ صفحے میں ہم نے جو باتیں بیان کی ہیں ان کا تعلق حضور تاجدارِ ولایت کے دور کے اولیاء اللہ سے تھا لیکن آپ کے علوِ مرتبت کا یہ عالم ہے کہ آپ کے اس اعلان کے تقریباً دو سو سال قبل سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عالمِ کشف میں فرمایا تھا ''اس کا قدم میری گردن پر ہے'' تو یہ سن کر آپ کے حلقۂ ادارت میں موجود لوگوں نے عرض کیا حضور! کس کے بارے میں فرمارہے ہیں؟ کون کس کا قدم! ہم نے کچھ سمجھا نہیں برائے کرم للہ اس کی وضاحت فرمادیں کیوں کہ ہم نے آپ کو بڑے ہی پرجوش لہجے میں متعدد بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''اس کا قدم میری گردن پر ہے''، ''اس کا قدم میری گردن پر ہے''۔ حضرت سید الطائفہ نے جواباً ارشاد فرما کہ سنو آج سے دوسال بعد شیخ عبد القادر جیلانی بغداد میں یہ اعلان فرمائیں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور میں ابھی سے یہ اعترافاً کہہ رہا ہوں کہ ان کا قدم میری گردن پر ہے۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس عظیم الشان اعلان پر جہاں جملہ اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں جھکا لیں وہیں تاریخ وسیر کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے اعلان کی تصدیق ملائکہ نے بھی کی جیسا کہ ''بہجۃ الاسرار'' میں مندرج ہے کہ شیخ بقا بن بطور رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا شمار ابدال میں ہوا کرتا تھا فرماتے ہیں کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''قدمی ہٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے فرمایا تو اس وقت ربِ کائنات کے نوری ومعصوم ملائکہ

نے آپ کے ارشاد کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا صدقت یا عبداللہ یعنی اے اللہ کے بندے آپ نے سچ فرمایا۔

اسی طرح اسی بہجۃ الأسرار میں شیخ خلیفۃ الاکبر علیہ الرحمۃ والرضوان کے معتبر و مقدس خواب کا بیان مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) کے فوراً بعد رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اعلان کی توثیق و تائید یوں فرمائی "صدق الشیخ عبدالقادر فکیف لا وھو القطب وانا ارعاہ" یعنی شیخ عبدالقادر نے سچ کہا اور وہ ایسا کیوں نہ کہیں جب کہ وہ قطب دوراں ہیں اور میں ان کا نگہدار ہوں۔

اس روایت کے سلسلے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خواب کی بات ہے لہٰذا ضروری نہیں کہ یہ صادق بھی ہو کیوں کہ خواب تو خواب ہوتا ہے اسے معتبر کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس تناظر میں پہلی بات تو یہ ہے کہ خواب جہاں برے ہوتے ہیں وہیں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ صحیحین شریفین میں دونوں قسم کے خوابوں سے متعلق صحابیِٔ رسول حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں موجود ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الرؤیا الصالحۃ من اللہ، والحلم من الشیطان۔ یعنی اچھا خواب من جانب اللہ ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ برے خواب دیکھنے پر بندے کو کیا کرنا چاہیے اس بابت بھی مسلم شریف کے اندر رسولِ گرامی قدر صلی اللہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: اذا رای احدکم الرویا یکرھھا فلیبصق عن یسارہٖ ثلثاً ویستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ۔ کہ جب تمھیں کبھی برا خواب نظر آئے تو بیدار ہو کر بائیں جانب تین بار تھوک دیا کرو اور تین مرتبہ تعوذ یعنی شیطان لعین سے ربِ کائنات کی پناہ طلب کر کے کروٹ بدل دیا کرو۔

یہ ساری باتیں برے خوابوں سے متعلق تھیں اب رہا اچھے خواب کا معاملہ تو یاد رہے کہ اچھے خوابوں کی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنے کے پہلو بہ پہلو ان کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیحین شریفین کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ وار بعین جزء من النبوۃ۔ یعنی کہ اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

اس بندۂ مومن کی خوش نصیبی کا کیا کہنا جو اپنے خواب میں تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شادکام ہو۔ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشیں رہے کہ یوں تو شیطان کسی کی بھی شکل اختیار کیے ہمارے خواب میں وارد ہوسکتا ہے لیکن رسولِ گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہرگز ہرگز اختیار نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بڑے واضح انداز میں ارشاد فرمایا: من رآنی فی المنام فقد رآنی۔ کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا بلاشبہ یقیناً اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ بطورِ استدلال صحیح البخاری کی وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جس میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا: من رآنی فی المنام فقد رآنی، فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس اعلان پر کہ "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی توثیق و تصدیق بلاشبہ درجۂ اعتبار رکھتی ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا آپ ہی کو دیکھنا ہے پھر دیکھنے والے کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ ایک ایسے دیکھنے والے نے اپنے خواب کا ذکر کیا جو بحرِ ولایت کا غواص وشناور ہے۔

میرا خیال ہے کہ اسی توثیق و تصدیق سے متاثر ہو کر تحدیثِ نعمت کے طور پر حضور تاجدارِ ولایت نے اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ قصیدۂ غوثیہ میں فرمایا:

مقا مکم العُلیٰ جمعاً وّلکن
مقامی فوقکم مازال عال
وولّانی علی الاقطاب جمعاً

فحکمی نافذ فی کل حال

وکل ولی لہٗ قدم وانّی

علی قدم النبی بدر الکمال

ترجمہ : اے اولیاءِ کاملین! تم سب کا مقام ومرتبہ بلندی پر ہے لیکن میرا مقام از ازل تا ابد تم سب سے بلند تر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے جملہ اقطاب پر حد درجہ فائق بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ میرے احکام ہر حال میں جاری وساری رہتے ہیں۔ ہر ولی کسی نہ کسی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مقدس پر ہوں۔

قلائد الجواہر میں مندرج ہے کہ ۳ ر رمضان المبارک ۵۹۹ھ میں حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامع مسجد میں ایک بھرے مجمع کے سامنے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ حضور تاجدارِ ولایت کے اس ارشاد ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' پر اولیاءِ کاملین کا بلا تامل اپنی گردنوں کو جھکا لینا اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے اس کے صلے میں نہ صرف یہ کہ ان کے قلوب واذہان کو بے بہا انوار و تجلیات سے معمور کر دیا بلکہ ان کے علوم میں اضافہ فرماتے ہوئے ان کے درجات ومراتب کو بلند سے بلند تر فرما دیا۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعلان ''قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' یقیناً من جانب اللہ تھا اور اس اعلان کے وقت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے پاس کس طرح خلعت بھیجی اور اولیاءِ اولین وآخرین کا کس طرح عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ مترجم کی ۲۸ ویں جلد میں حضرت امام ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یوں نقل فرمایا ہے کہ جب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' تو اس وقت تجلی الحق عزوجل قلبہ و جائتہ خلعۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یدطائفۃ من الملائکۃ المقربین و البساھا بمحضر من جمیع الاولیا من تقدم منھم وما تاخر الاحیاء با جسادھم والاموات بارواحھم وکانت الملائکۃ ورجال الغیب حافین بمجسلہ واقفین فی الھوا صفوفا حتی استد الافق بھم ولم یبق ولی فی الارض الاحنا عنقہ۔

یعنی اللہ عزوجل نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلبِ مبارک پر تجلی فرمائی اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ ملائکۂ مقربین کے ہاتھ ان کے لیے خلعت بھیجی اور تمام اولیا اولین وآخرین کا مجمع ہوا جو زندہ تھے وہ بدن کے ساتھ حاضر ہوئے اور جو انتقال فرما گئے تھے ان کی ارواح طیبہ آئیں۔ ان سب کے سامنے وہ خلعت حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنایا گیا۔ ملائکہ اور رجال الغیب کا اس وقت ہجوم تھا۔ ہوا میں صفیں باندھے کھڑے تھے۔ تمام افق ان سے بھر گیا تھا اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے گردن نہ جھکا دی ہو۔

اسی فتاویٰ رضویہ میں حضرت خضر علیہ السلام کا قول سیدنا غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں مرقوم ہے کہ آپ نے حضرت ابو محمد بن عبد بصری کے سوال پر کہ مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حال کے بارے میں بتائیے فرمایا: ''ھو فرد الاحباب وقطب الاولیاء فی ھٰذا الوقت''

یعنی حضرت شیخ عبدالقادر تمام محبوبوں میں فقید النظیر اور تمام اولیاء کے قطب ہیں آپ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ولی کو کسی مقام تک نہ پہنچایا جس سے اعلیٰ مقام شیخ عبدالقادر کو نہ پلایا ہو نہ کسی حبیب کو جام محبت پلایا جس سے خوشگوار تر شیخ عبدالقادر نہ پیا ہو، نہ کسی مقرب کو کوئی حال بخشا کہ شیخ عبدالقادر اس سے بزرگ تر نہ ہو۔ اللہ نے ان میں اپنا وہ راز ودیعت رکھا ہے جس سے وہ جمہور اولیاء پر سبقت لے گئے۔

اخیر میں حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ''وما اتخذ اللہ ولیاً کان اویکون الا وھو متادب معہ الیٰ یوم القیٰمۃ'' یعنی اللہ نے جتنوں کو ولایت دی اور جتنوں کو قیامت تک دے سب شیخ عبدالقادر کے حضور ادب کیے ہوں۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں مذکورہ

اسلاف واخلاف

اسلاف واخلاف

باتوں سے آپ کی رفعتِ شان مہر نیم روز کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ آپ کی رفعتِ شان پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ آپ نے فرمایا کہ ''انا شیخ الکل''، یعنی میں سب کا پیر ہوں۔ اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ میں ولی جلیل حضرت علی بن ادریس یعقوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول درج کیا ہے کہ آپ خود کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر کو فرماتے ہوئے سنا: الانس لھم مشائخ و الملائکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل۔ یعنی انسانوں کے لیے پیر ہیں، فرشتوں کے لیے پیر ہیں اور میں سب کا پیر ہوں۔

برخلاف اس کے اگر کسی نے حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان وارشاد پر اپنے سر کو خم نہ کیا یا سر بہ خم ہونے میں تامل کیا تو پھر یا تو اس کی ولایت سلب کرلی گئی یا اس کا حال دگرگوں ہوتا چلا گیا، اس سلسلے میں قلائد الجواہر کے اندر ایک بہت بڑے صاحبِ کشف بزرگ کا قول یوں مذکور ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جہاں میں نے حضور تاجدارِ ولایت کے ارشاد پر مشرق میں جلوہ فگن جملہ اولیا کو اپنی گردنیں جھکاتے ہوئے ملاحظہ کیا وہیں ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے آپ کے ارشاد پر سر بہ خم ہونے میں تامل کیا تو فوراً اس کا حال متغیر ہوگیا۔ اس قسم کے دیگر واقعات مستند تاریخ وسیر کی کتابوں میں ملتے ہیں جس سے یہ بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ جس کسی نے آپ کے اعلان پر لبیک نہ کہا اسے بعد میں اپنے متغیر حالت پر کفِ افسوس ملنا پڑا۔

مذکورہ باتوں پر کسی کو ورطۂ حیرت میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ حضور تاجدارِ ولایت نے یہ اعلان از خود نہیں کیا بلکہ آپ من جانب اللہ اس اعلان پر مامور تھے۔ ظاہر ہے جس نے بھی اس اعلانِ مامور پر لبیک کہتے ہوئے جبیں سائی کی وہ دونوں جہاں میں شادکام ہوگیا اور جس نے بھی اس کے برخلاف کیا وہ زیرِ عتاب آ گیا۔

ہمارے اس دعوے کا پشت پناہ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ بہجۃ الاسرار میں مندرج ہے کہ ایک مرتبہ چند مشائخ کرام نے حضرت شیخ ابوسعید قیلوی سے حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' سے متعلق استفسار فرمایا کہ حضور والا! کیا شیخ عبدالقادر جیلانی نے یہ اعلان حکماً کیا تھا؟ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی نے جواباً ارشاد فرمایا بلاشبہ یہ حکم من جانب اللہ تھا۔ آپ نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایسا اعلان قطبیت کے کامل ترین مقام پر دال ہوتا ہے۔ بلفظِ دیگر اس کا مفہوم یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ ربِ کائنات نے چونکہ حضور تاجدار ولایت کو کامل ترین مقام قطبیت وغوثیت پر فائز فرمایا تھا اس لیے آپ نے اس ارفع و اعلیٰ منصب ومقام کے تقاضے کے پیشِ نظر بحکم خداوندی یہ اعلان فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس اعلان پر دیگر اولیاء اللہ کو حیرت ہوئی اور نہ انھوں نے اس کی تعمیل پر تامل وتردد کا مظاہرہ کیا۔ واضح رہے کہ جب ربِ کائنات کسی بات کا حکم دیتا ہے تو وہ حکم واجب العمل ہوتا ہے۔

حضور تاجدارِ ولایت کی ولادت باسعادت کے قبل بڑے بڑے اولیاء واقطاب نے اپنے کشف کی بنیاد پر واضح لفظوں میں وقوعِ اعلان، جائے وقوعِ اعلان اور معلنِ ذی شان کی باضابطہ نشاندہی فرمادی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر بزاز نے دورانِ گفتگو شیخ عبدالقادر جیلانی کا ذکرِ جمیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ دن دور نہیں جب عراق میں اللہ کا ایک ایسا باعظمت محبوبِ خدا جلوہ گر ہوگا کہ جس کی شانِ ولایت کا چرچا چار دانگِ عالم میں ہوگا، اس کے سر پر ولیوں کی بادشاہت کا تاجِ زریں ہوگا اور وہ بغداد کی جامع مسجد میں کھڑے ہوکر برملا یہ اعلان کرے گا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس کے اس اعلان پر تمام اولیاء کاملین اس کی تصدیق کرتے ہوئے سر بہ خم ہوجائیں گے۔ ربِ کائنات اس کے صلے میں ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمادے گا اور جو تامل کرے گا وہ خائب وخاسر ہوجائے گا۔

بہجۃ الاسرار میں سلبِ احوال سے متعلق ایک نہایت عبرت ناک واقعہ شیخ ابوبکر بن حمامی سے متعلق مندرج ہے۔ یہ واقعہ حضور تاجدارِ ولایت کے غیر معمولی تصرفات پر روشن دلیل

ہے۔ یاد رہے کہ اس واقعے کو کئی ایک اکابر اولیاء نے بیان فرمایا ہے۔ ان میں خصوصی طور پر شیخ ابوسعود حریمی، شیخ علی بن ادریس یعقوبی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت شیخ ابوبکر کی شخصیت اپنے دور کی ایسی نابغۂ روزگار تھی کہ انہیں صاحبِ کشفِ قلوب کہا جاتا تھا۔ من جانب اللہ انہیں یہ ملکہ حاصل تھا کہ وہ دلوں کے احوال جان لیا کرتے تھے لیکن عدمِ احتیاط کی بنیاد پر وہ بعض منہیات شرعیہ کے مرتکب تھے۔ جب حضور تاجدارِ ولایت کو یہ بات معلوم ہوئی کہ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ابوبکر! شریعت مطہرہ کو آپ سے کچھ شکایت ہے لہٰذا آپ میں جو شرعی کمیاں ہیں انھیں دور کر دیجیے۔ آپ کے کہنے کے باوجود ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ نتیجتاً حضور تاجدارِ ولایت کے اندر جلال طاری ہوا اور آپ نے ایک بار ان کے سینے پر یہ کہتے ہوئے ہاتھ مارا کہ ابوبکر کے احوال سلب کر لیے جائیں۔ آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ جملہ صادر ہوتے ہی چشمِ زدن میں ان کے سارے احوال سلب ہوگئے یہاں تک کہ جملہ احوال اور معاملاتِ سلوک سے انھیں یکسر محرومی ہوگئی۔ پھر وہ اسی حال میں بغداد مقدس سے کہیں اور چلے گئے۔

صورتِ حال یوں ہوگئی کہ وہ جب جب دوبارا بغداد مقدس آنے کا ارادہ کرتے تو اپنے منھ کے بل گر جاتے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص انھیں اٹھا کر بغداد مقدس کی طرف منھ کرنے کی کوشش کرتا تو وہ بھی اپنے منھ کے بل گر پڑتا۔ مزید برآں ان کی والدہ جب کبھی اپنے بیٹے سے ملنے کا ارادہ کرتیں تو وہ بھی گر پڑتیں اور جانے سے قاصر رہ جاتیں۔

بالآخر ان کی والدہ مضطرب و بے قرار ہوکر حضور تاجدارِ ولایت کی بارگاہِ بافیض میں آئیں اور اپنا اضطراب اس انداز سے بیان کیا کہ آپ کو ان کے حالِ زار پر رحم آ گیا اور فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم انہیں بغداد آنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن خشکی یعنی زمین کے اوپر سے نہیں بلکہ زیرِ زمین سے تمہارے گھر کے کنویں میں آ کر وہ تم سے بات کریں گے۔ کئی مشائخ نے خود ملاحظہ فرمایا کہ جناب ابوبکر ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد مقدس زیرِ زمین سے آتے اور گھر کے کنویں سے اپنی والدہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے۔

یہ وہ سنہرا دور تھا کہ بغدادِ مقدس میں اولیاء کاملین کی ایک کثیر جماعت جلوہ فگن تھی۔ ان میں حضرت مظفر جمال کا اسمِ گرامی بھی بہت نمایاں تھا اور ساتھ ساتھ شیخ ابوبکر سے ان کی بڑی گہری دوستی بھی تھی۔ جب آپ کو شیخ کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ بے حد مضمحل ہوگئے اور ربِ کائنات کی بارگاہ میں بطریقِ الحام عرض کرنے لگے۔ بارالٰہ! تو اپنے کرم خاص سے شیخ ابوبکر کے احوال واپس فرما دے۔

لگے ہاتھ ایک انتہائی عبرت ناک و درس خیر واقعہ حضور تاجدارِ ولایت کی عظمتِ شان سے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ یاد رہے کہ اس واقعے کے راوی کئی ایک نامور مشائخ عظام ہیں جیسا کہ آپ کی سیرتِ پاک سے متعلق لکھی گئیں مستند و معتبر کتابوں سے واضح ہے۔

میں نے پہلے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جب حضور تاجدارِ ولایت کا بغدادِ مقدس میں ورودِ مسعود ہوا تو اس وقت بغداد مقدس کو علم و فضل کے اعتبار سے ایک مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں بڑے بڑے اولیاءِ کاملین اور علماءِ ربانیین کی ہر طرف جلوہ طرازیاں نظر آئی تھیں۔ ان قابلِ صدر احترام مقربین خدا میں حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی واسمِ گرامی آفتابِ عالمتاب کی طرح درخشاں تھا۔ حضرت حماد کی رفعت و منزلت پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ آپ کو اہل سیر مورخین نے حضور تاجدارِ ولایت کے استاذِ طریقت میں شمار کیا ہے۔ اگر بغدادِ مقدس کے اس دور کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ کثیر اولیاءِ کرام کے اژدھام کے باوجود حضرت حماد کا حلقۂ ادارت بے حد وسیع تھا۔ آپ کی خانقاہ دیگر خانقاہوں سے مختلف وجوہات کے پیشِ نظر حد درجہ فائق تھی۔

حضور تاجدارِ ولایت اپنے عنفوان شباب کا واقعہ خود بیان

اسلاف و اخلاف

کرتے ہیں کہ حضرت حماد اور ان کے مریدین ومتوسلین کی معیت میں ایک بار میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کی غرض سے مسجدِ رصافہ جارہا تھا۔ ان دنوں موسمِ سرما چل رہا تھا اور بڑی سخت سردی بھی تھی۔ سرِ راہ ایک نہر آئی اور ہم سب اس کے ساحل سے کشاں کشاں گذر رہے تھے کہ ناگہاں حضرت حماد نے مجھے اس نہر میں پھینک دیا۔ اس وقت میرے جسم پر صوف کے بھاری بھر کم کپڑے تھے۔ پانی میں بھیگ کر وہ انتہائی بوجھل ہوگئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شیخ اور ان کے احباب سب کے سب مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے جیسے تیسے خود کو سنبھالا اور بڑی تیزی کے ساتھ ہانپتا کانپتا نہر سے باہر آ کر مسجدِ رصافہ کی طرف پابہ رکاب ہوگیا۔

بفضلہ تعالیٰ وقت پر مسجد پہنچ گیا اور نماز جمعہ بھی ادا کرلی۔ نماز سے فراغت کے بعد اس سے پہلے کہ میں کچھ عرض کرتا حضرت حماد نے خود ہی فرمایا کہ عبدالقادر! مجھے غلط نہ سمجھنا۔ میں نے تمہیں نہر میں دانستہ پھینکا ضرور تھا مگر میری نیت میں ذرہ برابر بھی کھوٹ نہیں تھی۔ دراصل اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے ربِّ کائنات کی عطا کردہ قوت بصیرت سے لوحِ محفوظ میں نوشتہ پڑھا تھا کہ عبدالقادر جیلانی خداوندِ قدوس کے فیض وکرم سے استقامت کے ایسے جبلِ شامخ ہوں گے کہ جاں گسل مصائب وآلام کے باوجود ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئے گی۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کیا وہ فقط امتحاناً تھا۔ اب مجھے یقین کامل ہوگیا ذاتی مشاہدے اور تجربے کے آئینے میں کہ بلاشبہ آپ کی ذات ستودہ صفات استقامت کی کوہِ گراں ہے۔

بات آئی گئی ختم ہوگئی۔ شب وروز گذرتے رہے۔ گردشِ ایام کروٹیں بدلتی رہی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ حضرت حماد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل الی الحق ہوگئے۔ حضرت حماد کے وصال کے بعد ایک بار حضور تاجدارِ ولایت ان کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر جب باہر تشریف لائے تو آپ کے مبارک چہرے پر مسرت واطمینان کے آثار ہویدا تھے۔ آپ کے رخِ زیبا سے تسکین وامن کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ نورانی منظر دیکھ کر دیگر زائرین جو اس وقت وہاں موجود تھے نے پوچھا! حضور! کیا بات ہے؟ آپ کے روئے انور کی بشاشت کہہ رہی ہے کہ ہو نہ ہو آج کوئی خاص چیز آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے ایسی خاص چیز کہ جس کے سبب آپ کو فرحت وسکون میسر آیا ہے۔ حضور تاجدارِ ولایت نے اطمینان بخش لہجے میں ارشاد فرمایا ہاں! ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے محسوس وملاحظہ کیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے حضرت حماد کی قبر انور میں دیکھا کہ وہ ایک قیمتی چادر زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ ان کے سرِ مقدس پر ایک تاجِ زریں چمک رہا ہے۔ ایک ہاتھ میں چاندی کے انتہائی جاذبِ نظر دستانہ اور اسی طرح پاؤں میں چاندی کے خوبصورت جوتے ہیں لیکن معاً یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہوگئے، میرے ہوش اڑ گئے، میری حالت دگرگوں ہوگئی کہ ان کا ایک ہاتھ غائب ہے۔ میں نے انتہائی تعجب خیز وحیرت ناک انداز میں پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ میرے سوال پر حضرت حماد نے جواباً بتایا کہ عبدالقادر! بات ایسی ہے کہ تمہیں اچھی طرح یاد ہوگا کہ ایک دن تم جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجدِ رصافہ جارہے تھے۔ میں اور میرے دیگر متوسلین ومعتقدین بھی تمہارے ہمراہ تھے۔ اثنائے راہ ایک نہر آئی اور میں نے تمہیں امتحاناً نہر میں پھینک دیا۔ خدا شاہد ہے میری نیت میں ذرہ برابر بھی شر تھا اور نہ کوئی کھوٹ۔ میرا ارادہ قطعی طور پر تمہیں ایذا پہنچانے کا نہیں تھا۔ بھلا میں ایسا کر بھی کیسے سکتا تھا جب کہ مجھے اچھی طرح تمہارے مدارج علیا کا علم تھا۔ رب کریم کے فیضان کرم سے مجھے تمہارے اوصاف حمیدہ سے مکمل آشنائی تھی۔ مگر اس کے باوجود خداوند قدوس کو میرا یہ فعل اس قدر ناگوار گذرا کہ اس نے مجھے اُس ہاتھ سے عاری کردیا جس ہاتھ سے میں نے تمہیں نہر میں پھینکا تھا۔

لہٰذا تم خداوندِ کونین کی بارگاہ میں میرے لیے سفارش کروکہ وہ مجھے معاف فرمادے اور میرا کھویا ہوا ہاتھ مجھے واپس کردے۔

بقیہ ص ۱۲/ پر

از: مفتی محمد فیضان رضا مرکزی*

برہان ملت

حیات مبارک کے چند روشن اوراق

اسلاف واخلاف

اللہ رب العزت نے اس خاک گیتی پر اپنے بے شمار ایسے بندوں کو بھیجا جو دنیا میں لوگوں کے لیے مشعل راہ رہے اور ان حضرات سے بے شمار لوگوں نے ہدایت کے نور کو پایا— جن حضرات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے :

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

دنیا کی اس وسیع وعریض زمین پر راہ حق میں کامیاب ہونے والے ان عظیم ترین لوگوں کی فہرست میں ایک عظیم نام حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج عبد الباقی محمد برہان الحق المعروف حضور برہان ملت جبلپوری علیہ الرحمہ کا ہے۔

جنہوں نے مجدد اعظم امام احمد رضا خان نور اللہ مرقدہ کے سر چشمۂ علم سے سیراب ہو کر ملک کے ہندوستان میں لوگوں تک صرف دین ہی نہیں پہنچایا بلکہ دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ بھی روشن کیا جو قابل تحسین ہے۔

آپ کا مختصر تعارف: آپ کا نام عبد الباقی محمد برہان الحق ہے۔

آپ کے القاب: برھان ملت، برہان الاسلام، برہان السنہ۔

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے عطا کیے ہوئے القاب: ناصر الدین المتین، کاسر رؤس المفسدین۔

آپ کی ولادت پنج شنبہ بروز جمعرات 21 ربیع الاول 1310 ہجری مطابق 13 اکتوبر 1892 عیسوی میں بعد نماز فجر شہر جبلپور میں ہوئی۔ آپ کے وقت ولادت آپ کے دادا حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ عبد الکریم نقشبندی علیہ الرحمہ تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے۔ جب آپ سورہ نساء کی آیت "قد جاءکم برھان من ربکم" پر پہنچے عین اسی وقت آپ کی اہلیہ نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی اور کہا کہ "بلند اقبال پوتے کی ولادت مبارک ہو" تو اس کے جواب میں آپ کے دادا جان نے کہا "الحمد للہ برہان آ گیا" آپ کی تاریخ ولادت آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی شاہ عبد السلام عبد الاسلام علیہ الرحمہ نے اس آیت سے اخذ کی ہے۔ "وسلٰم علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ" آپ کا سلسلہ نسب حضرت مولانا مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ ابن حضرت مولانا مفتی عبد الاسلام علیہ الرحمہ ابن حضرت مولانا مفتی عبد الکریم نقشبندی علیہ الرحمہ سے لے کر آپ کی نوی پشت کے دادا حضرت مولانا عبد الوہاب صدیقی طائفی علیہ الرحمہ سے ہوتے ہوئے یار غار مصطفیٰ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے خاندان کی ہندوستان میں آمد: آپ کی نویں پشت کے دادا حضرت مولانا شاہ عبد الوہاب صدیقی طائفی سلطنت آصفیہ کے ابتدائی دور حکومت میں نواب صلابت جنگ بہادر کے ساتھ طائف مکہ شریف سے ہندوستان تشریف لائے اور حیدر آباد دکن میں سکونت اختیار کی۔

آپ کے خاندان کی خصوصیات

(۱) آپ کا خاندان عربی النسل ہے۔ (۲) آپ حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد ہیں۔ (۳) آپ کا خاندان علمی خاندان ہے۔ آپ کے خاندان میں بے شمار عالم دین حافظ قرآن گزرے ہیں۔ حضور برہان ملت سے لے کر آپ کے نویں پشت کے دادا تک سارے کے سارے حضرات مولانا اور زبردست عالم دین گزرے ہیں۔ خطہ مدھیہ پردیش میں ان سے بڑا علمی خاندان نظر نہیں آتا۔ (٤) اس خاندان میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمہ کے تین عظیم خلفاء ہیں۔ جو کہ ایک ہی گنبد کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ یہ خصوصیت ملک ہندوستان بلکہ ایشیا

* مضمون نگار دارالافتاء عبدالاسلام جبل پور، ایم پی کے مفتی ہیں۔

میں کسی اور زمین کو حاصل نہیں۔

خلفاء (۱) آپ کے والد حضرت مولانا مفتی عید الاسلام عبد السلام علیہ الرحمہ۔ (۲) آپ کے چچا حضرت قاری بشیر الدین رضوی برکاتی علیہ الرحمہ۔ جو کہ اپنے وقت کے بہت عظیم قاری تھے۔ آپ نے علم قرأت پر چند کتابیں بھی تصنیف فرمائی۔ (۳) آپ کے آخری خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد برھان الحق برھان ملت علیہ الرحمہ ہیں۔

آپ کی تعلیم

رسم بسم اللہ خوانی پانچ سالہ عمر میں بتاریخ 21 ربیع الاول 1315 ہجری کو آپ کے دادا جان نے کرائی۔ آپ نے عربی اپنے والد اور فارسی قاری بشیر الدین علیہ الرحمہ سے پڑھی۔

جبل پور سے بریلی شریف کا تعلیمی سفر

آپ اعلیٰ حضرت علی الرحمۃ والرضوان سے انتہائی محبت میں اپنی خواہش کے مطابق شوال 1332 ہجری کے دوسرے ہفتے میں مجدد اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور وہاں تین سال رہ کر مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی۔ جن میں علم فقہ اور علم فتوی کے علاوہ علم ہندسہ، علم زیجات، علم تکسیر، علم جفر، علم توقیت، وغیرہ کثیر نایاب علوم شامل ہیں۔

دستار فضیلت وسند اجازت وخلافت

سرکار اعلیٰ حضرت نے شہر جبل پور عیدگاہ کلاں میں 26 جمادی الآخر 1337 ہجری مطابق 1919 عیسوی کو جلسہ عام میں 45 علوم وفنون اور 11 سلسلوں کی اجازت خلافت سے نواز کر دستار بندی فرمائی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے جبل پور کے سفر نامے کی تفصیل ملفوظات اعلیٰ حضرت میں پڑھ سکتے ہیں اور دستار باندھنے کے بعد حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: "مولانا عید الاسلام صاحب برہان میاں آپ کے جسمانی فرزند ہیں اور میرے روحانی فرزند ہیں"۔ اس کے بعد دعائیہ جملے ارشاد فرمائے۔ "رب العزت میرے فرزند ولد اعزہ کو ان کے نام برہان الحق کے ساتھ برہان الدین برہان والسنہ و برہان الحکم بنائے۔'' آمین

دین میں خصوصی خدمات

فتویٰ نویسی ایک انتہائی اہم ذمہ داری ہے جو کہ آپ نے بریلی شریف سے جبل پور واپس آنے کے بعد 1336 ہجری میں شروع کر دی تھی اور دار الافتاء عید الاسلام میں مسائل کا جواب لکھنے لگے تھے اور تقریباً 70 سال فتوی نویسی کی اہم خدمت انجام دی اور امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی، یہ دار الافتاء عید الاسلام آج بھی شہر جبل پور خانقاہ سلامیہ برھانیہ میں قائم و دائم ہیں اور آج بھی یہاں سے مسائل کے جوابات لکھے جا رہے ہیں۔ الحمد للہ

ملی خدمات

1338 ہجری مطابق 1920 عیسوی میں آپ نے امت مسلمہ کے اہم مسائل کو لے کر کانگرس اور خلافت کمیٹی کے اجلاس بریلی شریف میں ابوالکلام آزاد سے دوٹوک باتیں کی اور سرحد پنجاب سندھ وغیرہ میں تقریریں فرمائیں۔ آپ ناگپور اسمبلی میں پانچ سال ایم ایل سی کے ممبر بھی تھے۔

آپ کے معظم خلفاء

(۱) تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ۔ (۲) حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی قادری رضوی علیہ الرحمہ۔ (۳) حضرت مفتی انوار احمد قادری سلامی برہانی علیہ الرحمہ (پاکستان) (٤) حضرت مولانا مفتی محمود الحق جبلپوری علیہ الرحمہ۔ (٥) حضرت مولانا مفتی حامد احمد صدیقی قادری رضوی علیہ الرحمہ۔ یہ تینوں حضور برہان ملت کے شہزادگان ہیں۔

دور حاضر میں آپ کے خلفاء

(۱) حضرت مولانا مفتی شمس الہدی مصباحی صاحب قبلہ (الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد مشاہد رضا صدیقی صاحب قبلہ جبلپوری (مفتی اعظم مدھیہ پردیش) اس کے علاوہ اور بھی خلفاء ہیں۔

آپ کی تصنیفات

آپ نے فتوی نویسی کے علاوہ الگ الگ موضوع پر

عربی اور اردو زبان میں تقریبا 26 کتابیں تصنیف فرمائیں۔
اردو کتابوں کے کچھ نام یہ ہیں :

(١) اسلام اور ولایتی کپڑا۔(٢) اکرام امام احمد رضا۔ (٣) چاند کی شرعی حیثیت۔(٤) اتمام حجہ۔(٥) چھپے تھانوی کے پرخچے۔

آپ پر اعلیٰ حضرت کی شفقت و محبت

مجدّد اعظم نے اپنے شاگردوں کا تذکرہ جہاں نظم میں کیا وہاں ایک ہی مصرع میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور آپ کے بارے میں فرمایا:

آلِ الرحمٰن برہان الحق
شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

آپ کی اعلیٰ حضرت سے الفت و محبت

حضور برہان ملت اپنے کلام کے مقطع میں ارشاد فرماتے ہیں :

عاقبت برہان کی فیض رضا سے بن گئی
ہے یہی اپنا وسیلہ بس خدا کے سامنے

آپ کا وصال:

26 ربیع الاول 1405 ہجری مطابق 20 دسمبر 1984 عیسوی میں جمعہ کی شب میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا مزار

رانی تال عیدگاہ کلاں خانقاہ سلامیہ برھانیہ جبلپور میں آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے، آپ کی عظمت و وقار کو سمجھنے کے لیے پروفیسر ڈاکٹر مرحوم سر ضیاء الدین وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے کہا تھا "صحیح معنوں میں یہ شخصیت نوبل پرائز کی مستحق ہے". (اکرام امام احمد رضا؛ جہان برھان ملت؛ جذبات برھان)

ان تمام باتوں کی تصدیق نبیرۂ حضور برھانے ملت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد مشاہد رضا صدیقی صاحب قبلہ (صاحب سجادہ آستانہ حضور برہان ملت جبل پور) نے فرمائی ہے۔

◆◆◆

ص ۳۵/ کا بقیہ

[۴] یعنی اسے بھی نجات کی آس بندھنے لگے گی۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۵] تبعات = یعنی بندوں کے باہمی حقوق ومظالم۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۶] یعنی میں اس وقت اپنے کرتوت، بُرے اعمال کا کوئی عذر پیش نہیں کروں گا۔بس یہی عرض کروں گا کہ اس حدیث قدسی کی وجہ سے میں تیری رحمت سے نجات کا امیدوار ہوں۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۷] یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے اکراما درگذر فرماتا ہے۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۸] یعنی بوڑھوں کی بے حسی، بے حیائی، انکے اپنے بڑھاپے کی بے توقیری نے مجھے رلایا۔ کہ اللہ تعالے بوڑھے کا یہ اکرام فرمائے اور بوڑھا بڑھاپے میں بھی نہ سدھرے۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۹] اس سے معلوم ہوا کہ متقی جوان کا اللہ کے نزدیک اکرام، فاسق بوڑھے سے بہت زیادہ ہے۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۱۰] یعنی سمجھ وال ہونے، اپنا نفع وضرر پہچاننے کی عمر سے ہی عبادت وطاعت میں لگا اور اسی کیفیت میں بالغ ہوا اور بدستور عبادت گذار و پرہیزگار رہا۔ اور پُر ظاہر کہ جوانی کی عبادت بہ نسبت بڑھاپے کی عبادت کے زیادہ پسندیدہ ولائق ستائش ہے۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۱۱] یعنی کیا دیا، کتنا دیا، کسے دیا؟۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۱۲] یعنی اپنے نفس اور عورت کی خواہش کو حکم خداوندی کے احترام میں لوجہ اللہ ٹھکرا دے۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

جاری ......

ص ۵۳/ کا بقیہ

لوٹ سکتا ہے مسلمانوں کا پھر دورِ عروج
ہو گئے اسلام میں داخل اگر پوری طرح

فکر، دانائی، تخیّل، آگہی، دانش وری
نعت کے صدقے میں جاتی ہے نکھر پوری طرح

مدحتِ آلِ پیمبر بھی ہے اک موضوعِ نعت
اس حقیقت پہ بھی تم رکھّو نظر پوری طرح

راہ ہے دشوار بے حد صنفِ نعتِ مصطفیٰ
رکھنا گویا پاؤں ہے شمشیر پر پوری طرح

رنج، کلفت، مسئلے، حیرانگی کی اے طفیلؔ
ہے معالج سیرتِ خیرالبشر پوری طرح

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر ہیں

(پہلی قسط)

از: مولانا کوثر امام قادری*

تسبیح ربانی اور تحقیق طوفانی

تسبیح کا معنیٰ دراصل اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ہے لیکن یہاں دھاگہ میں پروئے گئے پتھر یا شیشہ یا لکڑی وغیرہ سے بنے ہوئے دانے مراد ہیں جسے ہم مصنوعی تسبیح سے تعبیر کرتے ہیں، اہل عرب اسے سبحۃ، مسبحۃ، مسباح وغیرہ ناموں سے ذکر کرتے ہیں، پچھلے زمانے میں صوفیائے کرام کے یہاں اس کا رواج تھا اور اب تو ہندو پاک، بنگلہ دیش، نیپال کی مساجد میں سیکڑوں کی تعداد میں رکھی ہوئی ملتی ہیں جبکہ عربوں کے یہاں اس کا عام چلن ہے خلیجی اور افریقی ممالک میں اہل تصوف یعنی علمائے اہل سنّت اپنے ساتھ لئے رہتے ہیں، اوراد و وظائف میں اس سے مدد لیتے ہیں اور ان کا یہ مسلکی نشان امتیاز تصور کیا جاتا ہے۔

یہ مصنوعی تسبیح صدیوں سے رائج ہے، مقتدر صوفیائے کرام، فقہائے اسلام مفتیان عظام اور محدثین ہمام نے اس کے جواز واباحت کا فتویٰ دیا، اپنی تصنیفات میں جواز کی صراحت کی اور بعض نے جواز پر مستقل رسالے تصنیف کئے، اس عنوان پر لکھی گئی بعض تصنیفات حسب ذیل ہیں:

المنحۃ فی السبحۃ، امام سیوطی۔ الملحۃ فیما ورد فی اصل السبحۃ، امام ابن طولون۔ ایقا د المصابیح لمشروعیۃ اتخا ذ المسابیح، علامہ ابن علان شافعی۔ نزھۃ الفکر سبحۃ الذکر، امام عبد الحئی لکھنوی۔ وصول النھانی، علامہ محمود سعید ممدوح۔

مذکورہ تصنیفات میں بھرپور دلائل ذکر کئے گئے ہیں اور دانۂ تسبیح پر ذکر الٰہی کو محبوب و پسندیدہ عمل قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ اتفاقی مسئلہ ہے، کسی بھی قابل ذکر شخصیت نے اس کے جواز سے انکار نہیں کیا، امام سیوطی فرماتے ہیں:

"ولم ینقل عن احد من السلف ولا من الخلف المنع من جواز عد الذکر بالسبحۃ بل کان اکثرھم یعدونہ بہا ولا یرون ذالک مکروھا۔ مسباح پر ذکر الٰہی کے شمار کے جواز سے ممانعت سلف وخلف میں سے کسی سے منقول نہیں بلکہ ان میں سے اکثر اس پر شمار کرتے تھے اور اسے مکروہ تصور نہیں کرتے تھے۔" [المنحۃ فی السبحۃ، ص۳۰]

یہاں علمائے اہل سنت اور علمائے غیر مقلدین کے بعض نصوص پیش کئے جاتے ہیں تاکہ دعویٰ اتفاق پر دلیل سامنے آجائے، محدث کبیر حافظ حدیث امام ولی الدین عراقی فرماتے ہیں:

"ان اتخاذ السبحۃ المعروفۃو وحصولھا لعدد التسبیح، لا اعلم فیہ شیئا ثابتا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن وردت عدۃ احادیث فی عقد التسبیح بالاصابع وفی التسبیح بالحصیٰ والنوی فھو اصل السبحۃ اذھو فی معناہ۔ بلاشبہ تسبیح معروفہ (مصنوعی تسبیح) کا استعمال و حصول تو اس کے بارے میں نہیں جانتا ہوں کہ کوئی چیز حضور ﷺ سے ثابت ہو، لیکن مشہور حدیثیں انگلیوں پر تسبیح شمار کرنے گٹھلیوں اور سنگریزوں پر تسبیح شمار کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تو وہی حدیثیں سبحۃ کے لئے اصل ہیں کیوں کہ وہ اسی معنیٰ میں ہیں۔" [الاجوبۃ المرضیۃ عن الاسئلۃ المکیۃ، المسئلۃ عشرین]

امام مناوی حضرت یسرۃ بنت یاسر رضی اللہ عنہا کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"وھذا اصل فی ندب السبحۃ المعروفۃ کان ذلک معروفا بین الصحابۃ۔ اور یہ حدیث اصل ہے سبحہ معروفہ کے

مندوب ہونے میں اور یہ طریقہ (یعنی نواۃ وحصا پر شمار) صحابہ کے درمیان معروف تھا۔" [فیض القدیر، جلد ۴، ص ۳۵۵]

ملا علی قاری نے فرمایا:

"هذا اصل صحیح لتجویز السحبة لتقریره ﷺ تلك المراة اذ الافرق بين المنظومة والمنشورة ولا يعتد بقول من عدها بدعة ۔ یہ حدیث اصل صحیح ہے سبحہ کے جواز میں کیوں کہ حضور ﷺ نے اس خاتون کو اس کے عمل پر بر قرار رکھا کیوں کہ پروئے ہوئے اور بکھرے ہوئے دانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں اور اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اسے بدعت کہے۔" [مرقات]

امام ابن نجیم حنفی حدیث سعد کے تحت فرماتے ہیں :

"هذا الحديث ونحوه مما يشهد بانه لابأس باتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عدد الاذكار اذلاتزيد السبحة عن مضمونه الابضم النوى ونحوه في خيط وشل ذالك لايظهر تاثيره في النع، اللهم، الا ان ترتب عليها رياء وسمعة، فلاكلام لنافيه ۔ یہ اور اس طرح کی دوسری حدیثیں جو شہادت دیتی ہیں کہ تعداد اذکار کے شمار کے لئے سبحہ معروفہ کچھ زیادہ نہیں ہوجاتا اپنے مضمون سے مگر یہ کہ دھاگہ میں گھٹلیاں وغیرہ پیروئی جائیں اور اس طرح سے ممانعت میں اس کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی، اے اللہ! ہاں اگر ریا کاری ودکھاوا ہو تو اس کی بات جدا ہے۔" [البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۲، ص ۳۱]

امام شامی فرماتے ہیں:

"لابأس باتخاذ المسبحة يغر رياء كمابسطه في البحر"۔ بغیر ریا و دکھاوا کے سبحہ کا استعمال میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ بحر الرائق میں تفصیلا مذکور ہے۔" [الدر المختار جلد ۱، ص ۶۵]

شیخ ابن تیمیہ نے لکھا:

"اما التسبيح لما يجعل في نظام من الخرز ونحوه فمن الناس من كرهه ومنهم من لم يكرهه واذا احسنت فيه النية فهو حسن غير مكروه۔ لیکن تسبیح پڑھنا اس پر جسے دھاگے میں پرو دیا گیا ہو یعنی دانہ وغیرہ تو کچھ علما اسے مکروہ کہتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو مکروہ نہیں کہتے حالانکہ جب اس میں نیت اچھی ہو تو وہ بہتر اور غیر مکروہ ہے۔" [فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۲۲، ص ۲۹۷]

علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا:

"وهذا أصل صحيح لتجويز السبحة بتقريره ﷺ فانه فى معناه اذلافرق بين المنظومة والمنثورة فيما يعد به ولا يعتد بقول من عدها بدعة۔ اور یہ حدیث جواز سبحہ کے لئے اصل صحیح ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ کے برقرار رکھنے کی وجہ سے کیوں کہ سبحہ اسی کے معنی میں ہے، اس لئے کہ پروئے ہوئے اور بکھرے ہوئے دانہ جس پر شمار کیا جاتا ہے کوئی فرق نہیں، اور اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جس نے اس کو بدعت میں شمار کیا۔" [عون المعبود شرح ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۵۰۰]

عبد الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:

"وفيه دليل على جواز عد التسبيح بالنوى والحصى وكذا بالسبحة لعدم الفارق لتقريره ﷺ للمراة على ذالك وعدم انكاره والارشاد الى ماهوا فضل لاينا فى الجواز وقد تقدم الكلام فى جواز السبحة فى باب عقد التسبيح باليد۔ اور اس میں گٹھلی یا کنکر ایسے سبحہ پر تسبیح کے شمار کے جواز پر دلیل ہے کیوں کہ ان میں کوئی فرق کرنے والا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا خاتون کو اس پر برقرار رکھنے اور انکار نہ کرنے کی وجہ سے اور افضل کی طرف رہنمائی جواز کے منافی نہیں اور باب عقد التسبیح بالید میں جواز سبحہ پر گفتگو گزر چکی ہے۔" [تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی، حدیث نمبر ۳۵۶۸]

قاضی شوکانی نے کہا:

"وقد علل رسول الله ﷺ ذالك في حديث الباب بأن الانامل مسئولات مستنطقات يعنى انّهنّ يشهدن بذالك فكان عقدهن بالتسبيح من هذا السبحة اولىٰ من السبحة والحصى وكذا السبحة لعدم الفارق لتقريره ﷺ للمرأتين على ذالك وعد م انكاره والارشاد الى ماهوافضل لاينا في الجواز۔ اور حضور ﷺ نے حدیث باب میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ انگلیوں سے سوال ہوگا اور وہ

بولیں گی یعنی تسبیح کی گواہی دیں گی، تو انگلی کی گرہوں پر تسبیح اس حیثیت سے سبحہ اور گٹھلی سے اولی ہے اور ایسے ہی سبحہ ہے کیوں کہ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے دونوں خواتین کو اس پر برقرار رکھا اور اس کا انکار نہیں کیا، ہاں اس سے افضل کی طرف رہنمائی فرمائی جو جواز کے منافی نہیں ہے۔" [نیل الاوطار، باب جواز عقد التسبیح]

مذکورہ عبارات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مصنوعی تسبیح کے جواز پر سبھی متفق ہیں، کسی نے بھی انکار نہیں کیا مگر البانی ہے کہ مانتا نہیں۔

نادرشاہی فرمان

البانی نے کہا:

"قد یقول قائل ان العد بالاصابع کما ورد فی السنة لا یمکن ان یضبط به العد اذا کان کثیراً۔ کبھی کہنے والا کہتا ہے کہ انگلیوں پر شمار کرنا جیسا کہ سنت میں وارد ہوا، ممکن نہیں ہے اس شمار کو محفوظ کرنا جبکہ وہ گنتی زیادہ ہو۔"

فالجواب: قلت انما جاء هذا الاشکال من بدعة اخری وهی ذکر الله فی عدد محصور لم یأت به المشارع الحکیم فتطلبت هذه البدعة بدعة اخری وهی السبحة فان اکثر ماجاء من العد فی السنة الصحیحة بسهولة لمن کان ذالك عادته۔ جواب: میں کہوں گا یہ اعتراض دوسری بدعت سے پیدا ہوا اور وہ بدعت یہ کہ ایسی عدد محصور میں اللہ کا ذکر جسے شارع حکیم نے بیان نہیں کیا تو اس بدعت نے دوسری بدعت کو چاہا اور وہ ہے سبحہ (مصنوعی تسبیح) کیوں کہ احادیث صحیحہ میں زیادہ سے زیادہ جو تعداد آئی ہے جسے میں اب ذکر کروں گا، وہ ۱۰۰ سو ہے اور اسی تعداد کو بآسانی ضبط کر لینا اس شخص کے لئے ممکن ہے جو اس کا عادی ہے۔"

البانی نے مذکورہ عبارات میں تین دعوے کئے ہیں۔

۱۔ سومرتبہ سے زیادہ کی تعداد میں ذکر الٰہی کرنا بدعت ہے۔
۲۔ سومرتبہ سے زیادہ کی تعداد میں ذکر کی کوئی صحیح حدیث نہیں۔
۳۔ سبحہ (مصنوعی تسبیح) پر ذکر کو شمار کرنا بدعت ہے۔

تردیدوتجزیہ

پہلا دعویٰ انتہائی احمقانہ، مفہوم بدعت سے ناواقفی پر مبنی ہے، بدعت دراصل وہ چیز ہوتی ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور جس چیز کی اصل موجود ہے، وہ ہرگز بدعت نہیں ہوسکتی۔

حضرت امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"والمراد به ماأحدث ولیس له اصل فی الشرع وسمی فی عرف الشرع بدعة وما کان له اصل یدل علیه الشرع فلیس ببدعة۔ اور "ما احادث" سے مراد وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور عرف شرع میں اس کا نام بدعت رکھا جاتا ہے اور جس کے لئے کوئی اصل ہو جس پر شریعت دلالت کرتی ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔" [عمدۃ القاری، جلد ۱۶/ص ۵۰۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

"لیس له اصل فی الشرع یسمّی فی عرف الشرع بدعة وما کان له اصل یدل علیه الشرع فلیس ببدعة (مختصراً)۔ جس کے لئے شریعت میں کوئی اصل نہ ہو عرف شرع میں بدعت ہے اور جس کے لئے اصل ہو جس پر شریعت دلالت کرتی ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔" [فتح الباری، جلد ۱۳/ص ۲۸۸]

امام قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں:

"والبدعة فعل مالا سبق الیه، فما وافق اصلا من السنة یقاس علیها فهو محمود، وما خالف اصول السنن فهو ضلالة۔ بدعت وہ فعل ہے کہ سابق میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو تو وہ اگر سنت کے کسی اصل کے موافق ہو تو اس پر قیاس کرتے ہوئے وہ محمود ہے اور اگر وہ اصول سنت کے خلاف ہو تو وہ گمراہی ہے۔" [اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص ۶۷]

اب آئیے سومرتبہ سے زیادہ کی تعداد میں ذکر الٰہی کی اصل پر نظر ڈالتے ہیں، قرآن شریف میں ہے:

"یا ایها الذین آمنوا اذکروا الله ذکر کثیرا۔"

مذکورہ آیت کریمہ میں رب تبارک وتعالی نے ذکر کثیر کا حکم دیا یعنی یہ نہیں کہ دومرتبہ ذکر کرو بلکہ مقصود حکم بقیہ ص ۱۲ / پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

اٹھائیسویں قسط

ترغیبات

شرع کو عمل میں کیا مطلوب و محبوب؟

اور نجات کا سبب بندے کا عمل کا اللہ کی رحمت؟

حدیث شریف:

بطریق ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لن ینجو احد کم بعمله-الحدیث" یعنی کسی بندے کو نجات اس کے عمل کی وجہ سے ہرگز نہیں ملے گی (بلکہ اگر ملی تو رحمت ہی سے ملے گی) صحابۂ کرام نے عرض کیا: کیا حضور کو بھی نہیں یارسول اللہ؟ فرمایا: ہاں مجھے بھی نہیں۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی خول میں بالکل ڈھانک لیا ہے۔ لہٰذا تم عمل میں قریب اور ٹھیک ٹھیک رہو۔ یعنی میانہ روی اور درست روی اختیار کرو اور اگر کہیں جانے کے قصد سے بستی سے نکلنا ہو تو صبح سویرے چلو اور شام کے جھٹ پٹے تک چلو (۱)۔

شرع کو تیسیر (۲) و تبشیر پسند — اور تعسیر و تنفیر ناپسند

حدیث شریف:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"یسروا ولا تعسّروا، بشروا ولا تنفروا۔ آسانی والی صورت اختیار کرو کراؤ اور دشواری والی صورت سے بچو بچاؤ اور خوش کن بات کہو۔ اور نفرت نہ دلاؤ (۳)۔

روز قیامت جوش رحمت کی جلوہ گری

روایت:

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے (فرمایا): قیامت کے دن (ایک موقع پر) اللہ کی رحمت برابر مسلسل (جوش پر) رہے گی حتیٰ کہ رحمت الٰہی کی وسعت اور سفارشوں کی کثرت دیکھ کر ابلیس لعین بھی اپنا سر اونچا کرے گا۔ (۴)

حقوق العباد کا خطرہ بہت بڑا

حدیث شریف:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (آخرت کی خبر سے متعلق ایک بار) ارشاد فرمایا:

"ینادی مناد تحت العرش یوم القیامة-الحدیث۔

یعنی روز قیامت زیر عرش (کھڑا ہو کر) ایک منادی پکار کے کہے گا (کہ اللہ کی طرف سے اعلان ہے کہ) اے امت محمدیہ! میرے حقوق جو تم پر تھے وہ میں نے (اپنی رحمت سے) تمہیں بخش دیئے۔ اور تبعات (۵) بچے۔ تو تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے معافی، بخشش کروالو اور پھر میری رحمت سے تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ۔

امید و خوف میں کس کا پلہ بھاری ہونا چاہیے؟

حکیمانہ قول:

حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: جب تک بندہ حالت صحت میں ہے (بیمار نہیں پڑا ہے) اس وقت تک عذاب الٰہی کا خوف زیادہ رہے تو یہ بہتر ہے۔ اور جب بیمار پڑ گیا اور عمل سے عاجز ہو گیا تو اب افضل یہ ہے کہ رجاء خوف پر غالب رہے یعنی امید نجات زیادہ ہو اور خوف کم۔

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی کچھ تشریح کرتے ہوئے کہا) یعنی بندہ جب تک تندرست ہے تو عذاب الٰہی سے زیادہ ڈرنا چاہئے کہ اس حالت میں یہی زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ ثوابی کاموں میں محنت اور گناہوں سے اجتناب کر سکے۔ اور جب بیمار ہو گیا اور زمانہ صحت کے سے نیک اعمال نہیں کر سکتا تو ایسی حالت میں نجات و رحمت کی امید زیادہ رکھنی

چاہئے (بہ نسبت خوف کے) کہ اب یہی زیادہ ٹھیک ہے۔

کسی کے لئے مغفرت کا مژدہ اور کسی کے لئے عذاب کا کھٹکا؟

خبر ابی روّاد: مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شیخ محمد ابن فضل کی اسناد کا اجمالی حوالہ دیتے ہوئے حضرت ابو روّاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا، فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ: اے داؤد! "بشر المذنبين و انذر الصديقين" گنہ گاروں کو (نجات کی) خوشخبری سنا دو (تا کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو بیٹھیں) اور صدیقین کو انذار کرو (یعنی عذاب و گرفت سے خوف دلاؤ تا کہ عجب میں مبتلا نہ ہو جائیں)۔

عرض کیا: گنہ گاروں کو کس طرح بشارت دوں اور صدیقین کو کس طرح انذار کروں؟ فرمایا: گنہ گاروں سے کہو کہ بندے کے گناہ کا عظیم سے عظیم تر (کبیر سے کبیر تر) ہونا بھی بخش دینے، معاف کر دینے سے مجھے نہیں روکے گا (یعنی اگر بخشنا چاہوں تو ضرور بخش دوں گا) اور صدیقین سے کہو کہ اپنے اعمال پر نہ پھولیں (عجب میں مبتلا نہ ہو جائیں) کیوں کہ میں جس کسی پر عدل کی ترازو رکھوں اور حساب لینے پر آؤں تو وہ ضرور ہلاکت میں پڑے گا۔

مظلوم رعیت کو چاہئے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کرے

اسرائیلی خبر: حضرت ابو روّاد علیہ الرحمہ ہی سے منقول ہے آپ نے بعض اہل کتاب کا قول نقل کیا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک میں ہی اللہ، مالک الملک ہوں۔ بادشاہوں کے دل میرے دست تصرف میں ہیں۔ تو جس کسی قوم سے میں راضی ہوا ان پر میں نے بادشاہوں کے قلوب رحمت کر دیئے (یعنی ان میں مہربانی و نرمی ڈال دی) اور جس کسی قوم سے میں ناراض ہوا ان پر بادشاہوں کے قلوب نقمت کر دیئے (یعنی قوم کے لئے بادشاہوں کے دلوں میں سختی و دشمنی بھر دی) تو تم بادشاہوں پر لعن طعن (غصہ) کرنے میں مشغول مت ہو بلکہ میری طرف رجوع کرو (توبہ و اصلاح حال میں لگ جاؤ) تا کہ ان کو تم پر نرم کر دوں۔

وعدو وعید پر صحیح یقین ہو تو کیفیت بدل جائے

حدیث شریف: حضرت علاء ابن عبد الرحمٰن اپنے والد صاحب کے توسط سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو يعلم المومن ما عند الله-الحديث۔ اگر مومن کو ان سزاؤں (بد انجامیوں) کا علم (و یقین) ہوتا جو اللہ کے یہاں ہیں تو جنت کی طمع کوئی بھی نہیں کرتا (بلکہ صرف نجات و عافیت کی طلب و فکر میں رہتا) اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کی وسعت کا علم و یقین ہوتا تو کوئی کافر اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوتا۔

ایک خواب سے حدیث کی، حدیث سے خواب کی تصدیق

ایک خوابی خبر: (مصنف علیہ الرحمہ) حضرت ابو یعلی نیشا پوری سے سن کر ان کی سند متصل کے ساتھ احمد ابن سہل سے نقل کرتے ہیں کہا کہ میں نے (محدث) یحییٰ ابن اکثم کو خواب میں دیکھا۔ تو پوچھا اے یحییٰ! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ بتایا کہ مجھے بلایا اور فرمایا: ياشيخ السوء! (اے بُرے بڈھے) تو نے کیں وہ جو کیں (یعنی بُرائیاں) تو میں نے عرض کیا: ربِّ ما بهٰذا حُدثت عنك؟ اے میرے رب! کیا یہ حدیث تیری نہیں ہے جو مجھ سے بیان کی گئی تھی (۶)؟ اللہ نے فرمایا: میری کیا حدیث تجھے سنائی گئی تھی (بیان کر)؟ میں نے عرض کیا: مجھے حدیث سنائی عبد الرزاق نے (نقل کرتے ہوئے) معمر سے، وہ ناقل زہری سے، زہری عروہ سے اور وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی اور حضور نے جبرئیل علیہ السلام سے اور جبرئیل نے تجھ سے روایت کیا کہ تو نے ارشاد فرمایا:

"ما من مسلم يشيب في الاسلام الا وانا اريد ان اعذبه الا وانا استحي ان اُعذّبه۔ (ترجمہ) جو کوئی مسلمان اسلام میں رہتے ہوئے بوڑھا ہو جائے (اور ہو مستحق عذاب) تو ایسا نہیں ہے کہ میں اسے عذاب دینا چاہوں اور مجھے اس کی تعذیب سے حیا نہ آئے (۷)[پھر میں نے عرض کیا] اور [اے میرے رب] میں عمر دراز بوڑھا ہوں (تو تو مجھے بخش

دے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عبدالرزاق نے سچ کہا، معمر نے سچ کہا، زہری نے سچ کہا، عروہ نے سچ کہا، عائشہ نے سچ کہا اور نبی وجبرئیل نے سچ کہا اور میں نے سچ فرمایا۔ اے یحیٰی بے شک میں اسے عذاب نہیں دوں گا جو اسلام میں بڑھاپے کو پہنچا''۔ پھر مجھے (راہ) ذات الیمین کا حکم ملا جو جنت کو جاتی ہے۔

اللہ کے نزدیک بوڑھے مسلمان کا کتنا اکرام؟

حدیث شریف: امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت آئی ہے۔ آپ (ایک بار) حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں گھر کے اندر حاضر آئے تو حضور کو پایا کہ رو رہے ہیں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! کیا چیز حضور کو رُلا رہی ہے؟ حضور نے فرمایا کہ میرے پاس (ابھی) جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام آئے تھے اور یہ خبر سنائی کہ ''اللہ تعالے کسی ایسے بندے کو عذاب دینے سے حیا فرماتا ہے جو اسلام میں بوڑھا ہوا ہو''۔ تو جو مسلمان اسلام میں بوڑھا ہو چکا ہے تو اللہ کی معصیت کرتے اسے کیونکر شرم نہیں آتی۔ (۸)

تو نیک جوان کا اکرام اور زیادہ

ناصحانہ تنبیہ: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو بوڑھے مسلمان پر واجب ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے ملی ہوئی اس عزت کو پہچانے (اس کی قدر کرے) اور اللہ تعالیٰ کا (اسکی اس کرامت وعزت پر) شکر ادا کرے، اور شرم کرے اللہ عزوجل سے اور کاتبین کرام سے بھی۔

لہٰذا معاصی سے باز آجائے اور طاعات (یعنی ثوابی کاموں) پر دھیان دے کیونکہ کھیتی جب (پک کر) کٹنے کے قابل ہو جاتی ہے تو اسے مزید مہلت نہیں دی جاتی (بلکہ بروقت کاٹ لی جاتی) ہے اور اسی طرح جوانوں پر بھی لازم ہے کہ اللہ سے ڈریں۔ اور گناہوں سے اجتناب اور طاعتوں پر اقبال کریں۔ کیونکہ نہیں معلوم اجل کب آجائے؟۔ بیشک جب کوئی بندہ جوانی میں طاعت الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اسے اللہ تعالے قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جیسا کہ حدیثوں، خبروں میں آیا ہے (۹)...

سات خوش نصیب عرش الٰہی کے سایہ میں

حدیث شریف:...(چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس مضمون کی ایک یہ حدیث شریف اپنی پوری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ راضی اللہ تعالے عنہ سے نقل کی کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سبعة يظلهم الله تعالىٰ يوم القيامة- الحديث۔

یعنی سات لوگ ایسے (خوش نصیب) ہیں جنہیں اللہ تعالے قیامت کے دن، اپنے عرش کے سایہ میں (آرام سے) رکھے گا جس دن اسکے سایہ کے علاوہ کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا:

(۱) ایک منصف (وپرہیزگار) بادشاہ۔

(۲) اور دوسرا وہ جوان جو عبادت الٰہی میں پروان چڑھا۔ (۱۰)

(۳) اور تیسرا وہ آدمی جس کا دل مسجد سے اٹکا رہے جب کہ مسجد سے باہر ہو، یہاں تک کہ لوٹ کر مسجد واپس آجائے۔

(۴) اور چوتھے وہ دو آدمی جو باہم ایک دوسرے سے لوجہ اللہ محبت کرتے ہیں، حتٰی کہ اسی پر ان کا جمع ہونا اور اسی پر جدا ہونا ہوتا ہے (کوئی اور غرض کارفرما نہیں ہوتی)۔

(۵) اور پانچواں وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور (اسکے خوف سے) اپنی انکھوں میں آنسو بھر لایا۔

(۶) اور چھٹا وہ آدمی جس نے (لوجہ اللہ) کوئی مال خیرات کیا اور اسے بالکل مخفی رکھا یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا ہے کہ داہنے نے کیا کیا (۱۱)؟

(۷) ساتواں وہ مرد جسے حسن وجمال والی عورت اپنے نفس کی طرف بلائے۔ اور وہ کہہ دے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں۔ واللہ سبحانہ وتعالے اعلم۔ (۱۲)

حواشی:

[۱] یعنی رات کے پچھلے اور ابتدائی حصوں میں مسافت طے کیا کرو کہ اس طرح سفر آسان ہوگا اور برکت بھی ملے گی۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔

[۲] تیسیر = آسان کرنا، تنگی میں ڈالنے سے بچنا۔ تبشیر = خوش کرنا، نفرت نہ دلانا۔ تعسیر = تنگی دشواری میں ڈالنا۔ تنفیر = نفرت دلانا، بِدکانا۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی اہل علم واہل اقتدار کو حکمت وموعظت حسنہ سے کام لینا چاہیے بندگان خدا پر شفقت اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہیے۔ ۱۲—مترجم غفرلہٗ۔ بقیہ ص ۲۹ / پر

ترغیبات

از: مولانا محسن رضا ضیائی *

برائیوں کے انسداد میں علما کا کردار

اسلامیات

اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور میں علماے اسلام نے برائیوں کے انسداد میں اپنا اہم اور کلیدی کردار ادا کیا ہے اور سماج ومعاشرہ کو آئینہ حق دکھایا ہے، تاریخ علمائے کرام کے ایسے بے شمار کارناموں سے بھری پڑی ہے، حالانکہ ہر دور میں برائیوں کی شکل میں علماے کرام کو مختلف مسائل اور چیلنجز کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے، پھر بھی وہ ان کے سامنے بنیان مرصوص بن کر ٹکے رہے اور اپنی ثبات قدمی اور مستقل مزاجی سے اُن کا قلع قمع کر کے ہی دم لیا ہے۔

اِس دور میں بھی علمائے اسلام کو برائیوں کی شکل میں کئی ایک چیلنجز درپیش ہیں۔ سماج ومعاشرہ میں ڈھیر ساری برائیاں در آئی ہیں، بالخصوص مسلم نوجوانوں میں نت نئی برائیاں جنم لے چکی ہیں، وہ ایسی برائیاں ہیں، جن سے نہ صرف ان کا دین وایمان تباہ وبرباد ہو رہا ہے بلکہ ان تباہ کن برائیوں کی وجہ سے ان کی قیمتی جانیں بھی جا رہی ہیں، ایسے وقت اور حالات میں بھی علمائے اسلام سماجی، معاشرتی برائیوں کے خاتمہ کے لیے اور نوجوانوں میں در آئے خرافات ومنکرات کے سدِ باب کے لیے متحرک وفعال ہیں اور ہمہ وقت ان کی اصلاح وتربیت اور ذہنی ونفسیاتی عوارض سے چھٹکارا دلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

اگر ہم یہاں اِس دور کی سب سے بڑی برائی کا ذکر کرے تو وہ ڈی جے کی شکل میں ہے، جو نہایت ہی مہلک اور ہلاکت خیز ہے، جس سے اب تک کئی نوجوانوں کی جانیں تلف ہو چکی ہیں، ہزاروں افراد اس سے بری طرح متاثر ہو چکے ہیں، یہ برائی اِن دنوں غیروں کے رسم ورواج اور تہواروں سے ہوتے ہوئے ہمارے مسلم سماج میں گھر کر چکی ہے، جس نے سماج کے نوجوانوں کو مکمل طریقے سے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ڈی جے کلچر اس قدر عام ہو گیا ہے کہ نوجوانوں کو اِس رسمِ بد سے بچانا ازحد ضروری ہو گیا ہے، اگر ہم ڈی جے کا اور بھی غائرانہ جائزہ لیں تو یہ خاص طور سے اسلامی تہواروں کا حصہ بنتا جا رہا ہے، خاص طور سے عید میلاد النبی ﷺ کے حسین اور سنہری موقع پر جہاں درود وسلام ورد زباں ہونا چاہیے، نعت نبی ﷺ کے نغموں سے فضائیں گونج اٹھنا چاہیے اور سیرتِ رسول ﷺ کے اہم واقعات بیان ہونا چاہیے، حد ہو گئی ہے کہ ایسے پاکیزہ اور مقدس موقع پر بھی ڈے جے کلچر کا غلبہ ودبدبہ قائم ہو چکا ہے، عید میلاد کے جلوس میں ڈے جی کی گھن گرج، لیزر لائٹس کی چمکتی شعائیں شراب کے نشے میں رقص وسرور اور پھر اس میں بچیوں اور عورتوں کی کثیر تعداد میں شرکت ایک بہت بڑا المیہ بن چکا ہے۔

رسول کریم ﷺ دنیا سے جہاں برائیوں کو ختم کرنے کے لیے تشریف لائے تھے، انہی کے بعض کلمہ گو لوگوں نے برائیوں کو ان ہی کے میلاد کے دن فروغ دینا شروع کر دیا، جس سے اغیار اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی شبیہ خراب ہوتی جا رہی ہے، اب ایسی بگڑتی صورتِ حال میں علمائے دین کی اور بھی مزید ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہے کہ وہ نوجوانوں کو اِن گمراہ کن حالات سے نکالنے میں اپنا فرضِ منصبی ادا کر کے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں اپنا بنیادی کردار ادا کریں، اِس ضمن میں یہاں علمائے شہر پونہ کا ذکر نہ ہو تو بڑی ناسپاسی ہوگی، جنھوں نے باہم شیر وشکر اور متحد ومنظم ہو کر اِس سال جلوسِ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ڈی جے کے خلاف پُرزور مہمیں چلائیں اور صبح میں جلوس نکال کر اِن تمام خرافات وبے ہودہ حرکات پر قدغن لگا یا۔

اگر اسی طرح ہر شہر کے علما وائمہ کرام پونہ شہر کے علما کی طرح اتحاد واشتراک کے ساتھ برائیوں کے خلاف کمر بستہ ہو جائیں تو ممکن ہے کہ انہیں زیادہ مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑیں

* مضمون نگار دی دکن مسلم انسٹی ٹیوٹ، کیمپ، پونہ کے لکچرار ہیں۔

اور اپنی کوششوں میں کامیاب ہوجائیں، اللہ تعالیٰ علمائے دین کا سایہ معاشرے پر قائم ودائم فرمائے اور انہیں ہمہ وقت اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین۔

◆◆◆

ص ۱۴ ؍ کا بقیہ ....

عمدہ اسلوب میں بندگان خدا کو تاکیدات فرمائی ہیں۔

آقا کریم کے ارشاد گرامی: المسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی تفسیر بنتے ہوئے خدمت دین وملت انجام دینے کی کوشش کی جائے تا کہ دارین میں اللہ و رسول کی جانب سے عظمت ورفعت کا تاج پاسکیں۔ ؎

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے
مسافروروش کارواں بدل ڈالو

◆◆◆

ص ۷ ؍ کا بقیہ ....

وہ لَا ثَانِی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

ھُوَ الْاَوَّل ھُوَ الآخر ھُوَ الظَّاھر ھُوَ الْبَاطن
بِکُلّ شَیئٍ عَلِیْم لوحِ مَحْفُوظِ خُدا تم ہو

نہ ہوسکتے ہیں دو اَوّل نہ ہوسکتے ہیں دو آخر
تم اَوّل اور آخر، اِبتدا تم اِنتہا تم ہو

◆◆◆

ص ۵۳ ؍ کا بقیہ ....

بالیقیں نعت کے صدقے میں معزز ہوئے ہم
ورنہ دنیا میں کہے جاتے نکمے شاعر

اعلیٰ حضرت کے کلاموں کو بتا کر اپنا
آج کل جلسوں میں پڑھ جاتے ہیں جھوٹے شاعر

فیضیؔ سرکار دو عالم کی عنایت کے طفیل
لوگ مجھ کو بھی بلا لیتے ہیں کہہ کے شاعر

ص ۵۳ ؍ کا بقیہ ....

شمع ایمان روشن رہے گی، کفر کی دُھند چھٹتی رہے گی
قلب باطل میں مسلک رضا کا، بن کے نشتر کھٹکتا رہے گا

مصطفےٰ کا ہے جو وہ خدا کا، ہے یہ پیغام احمد رضا کا
اس عقیدے سے جو بھی پھرے گا، راحتوں کو ترستا رہے گا

جو ہوائے مخالف چلے گی، خاک سر پر اُڑاتی پھرے گی
چہرۂ مسلک اعلیٰ حضرت، نور حق سے دمکتا رہے گا

دل جلیں تو جلیں حاسدوں کے، اور کلیجے پھٹیں دشمنوں کے
بات احمد رضا کی تو ہوگی، ذکر تو اُن کا چلتا رہے گا

یہ عروج وزوالِ زمانہ ہے یہ دستور اس کا پرانا
دین اسلام بدلے نہ بدلا، یہ زمانہ بدلتا رہے گا

یہ جو فکر شکیل آثر ہے، سب یہ مرشد کا فیض نظر ہے
دم میں جب تک ہے دم ان شاء اللہ، یہ قلم یونہی چلتا رہے گا

ص ۵۴ ؍ کا بقیہ ....

سرور کائنات ﷺ کی آمد پاک کا صدقہ ہے کہ انسانیت کو جینے کا سلیقہ آیا، انصاف کو نئی زندگی ملی اور انسانوں کو جینے کا شعور آیا۔

خطیب الہند مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی پٹنہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اوقاف کی ساری جائیداد اللہ ورسول کی ملکیت ہے اور اب وقف شدہ شی واقف کے بھی ملکیت سے باہر ہوگئی لہٰذا وقف کرنے والا بھی اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اور اگر حکومت اوقاف پر قبضہ کرنا چاہتی ہے تو یہ سراسر ظلم ہے جسے مسلمان برداشت نہیں کرسکتے حکومت کو چاہیے کہ اپنا موقف تبدیل کرے۔

نقابت کے فرائض نقیب سدا بہار حضرت مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ مدنی مظفر پور، نقیب ذی وقار حافظ شمشاد عالم مظفر پورنے بڑے اچھے انداز میں انجام دیئے، شہنشاہ ترنم حضرت حافظ وقاری اشرف رضا بھکین پور سیف، مداح خیر الانام حضرت کلیم رضا دانش مظفر پوری، شاہکار ترنم حضرت حافظ وقاری اعجاز صاحب امرک، ثنا خوان مصطفی اشرف رضا فیضی سیتامڑھی، مداح رسول بسمل نیپالی صاحبان نے اپنے نعتیہ کلام سے سامعین کو محظوظ ولطف اندوز کیا، گاؤں اور شہر کے سبھی معززین شریک محفل ہوئے، صلوۃ وسلام اور خلیفہ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد قمر الزماں رضوی مصباحی مظفر پوری کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

◆◆◆

اسلامیات

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی*)

حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم کا تنقیدی جائزہ

قربِ قیامت کی عظیم ترین نشانیوں میں سے دو بڑی نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور بھی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور امام مہدی رضی اللہ عنہ ولی اور خانوادۂ نبوت کے ایک معزز فرد ہیں، یہ دونوں الگ الگ شخصیت ہیں، دونوں کے متعلق احادیث وارد ہیں اور ان دونوں کے ظہور و نزول پر ایمان لانا واجب ہے، اب اگر سنن ابن ماجہ کی حدیث " لا مہدی الا عیسیٰ " کو درست مانتے ہوئے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امام مہدی ہیں تو پھر قریبِ قیامت امام مہدی کے ظہور سے متعلق احادیث و روایات غلط ثابت ہوں گی۔

اس لیے اس روایت کا تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے، ناقدینِ حدیث اور ممتاز محدثین کے نزدیک سنن ابن ماجہ کی یہ روایت محلِّ نظر ہے، بعض محدثین نے اس کو " موضوع " بعض نے " مُنکَر " اور بعض نے اس روایت کو مجہول اور منقطع بتایا ہے، موضوع کو چھوڑ کر مُنکر مجہول اور منقطع یہ سب ضعیف احادیث کے اقسام میں سے ہیں، مذکورہ روایت سے متعلق بعض محدثین و مؤلفین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں :

(1) امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی " العلل المتناهية " میں مذکورہ روایت (لا مہدی الا عیسیٰ) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" قال أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائی: هذا حديث منكر و قال البيهقی: تفرد بهذا الحديث محمد بن خالد الجندی قال: قال أبو عبد الله الحاكم: محمد بن خالد رجل مجهول .... قال البيهقی : فرجع الحديث إلى الجندی و هو مجهول عن ابان بن أبی عياش و هو متروك عن الحسن عن رسول الله ﷺ و هو منقطع و الأحاديث قبله فی التنصيص على خروج المهدی أصح إسناداً - یعنی ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی نے فرمایا کہ یہ حدیث مُنکَر ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کے راوی محمد بن خالد الجندی کو مجہول بتایا، اسی طرح اس حدیث کے متروک اور منقطع ہونے کی بات کہی، باقی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خروج پر جو احادیث مروی ہیں، وہ صحیح الاسناد ہیں [صرف یہ روایت " لا مہدی الا عیسیٰ " محلِّ نظر ہے] " (العلل المتناهية فی الأحاديث الواهية، جلد اول، ص 862 :863 / مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(2) شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ لکھتے ہیں :

" و الحديث الذی فيه :لا مهدی إلا عيسى بن مريم رواه ابن ماجة و هو حديث ضعيف رواه عن يونس عن الشافعی عن شيخ [مجهول] من أهل اليمن لا تقوم بإسناده حجة - " (منهاج السنة النبوية، جلد ۴ / ص 101-102 / مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)

(3) حضرت ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں :

" ثم اعلم أن حديث: لا مهدی إلا عيسى ابن مريم ضعيف باتفاق المحدثين كما صرح به الجزری - جان لو کہ حدیث: لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم . باتفاقِ محدثین ضعیف ہے، جیسا کہ امام جزری نے اس کی صراحت فرمائی ہے - " (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد 10 / ص 101 / مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)

(4) مشہور غیر مقلد عرب عالم محمد ناصر الدین الالبانی نے اس روایت پر مختلف جہتوں سے کلام کیا ہے اور دلائل کے ساتھ اس

* مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے سابق نائب مدیر ہیں۔

کے سخت ضُعف کو ثابت کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اپنے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کو ثابت کرنے کے لیے اس مُنکر روایت (لا مھدی الا عیسیٰ) کا سہارا لیا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اس کے بعد اپنے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ عیسیٰ بن مریم ہے کہ آخری زمانے میں جن کے آنے کی بشارت دی گئی ہے اور حدیث میں قربِ قیامت جس امام مہدی کے نزول کی بات کہی گئی ہے، وہ امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ محمد ناصر الدین البانی مزید کہتے ہیں کہ علامہ ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری میں اس روایت کے ضعیف اور قابلِ رد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کیوں کہ یہ روایت ان احادیث کے خلاف ہے جن میں قربِ قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے نزول کی بشارت دی گئی ہے، عبارت ملاحظہ کریں:

"لا مھدی الا عیسیٰ) منکر. أخرجه ابن ماجه و الحاکم و ابن الجوزي في الواھيات...... قلت: و ھذا إسناد ضعيف فيه علل ثلاث: الأولى: عنعنة الحسن البصري، فإنه قد كان يدلس. الثانية: جهالة محمد بن خالد الجندی، فإنه مجھول کما قال الحافظ فی التقریب تبعاً لغیرہ کما یأتی. الثالثة: الاختلاف فی سندہ......... و قد أشار الحافظ (بن حجر العسقلانی) فی "الفتح ۳۸۵/۲" إلى رد ھذا الحدیث لمخالفته لأحادیث المھدی. و ھذا الحدیث تستغله الطائفة القادیانیة فی الدعوة لنبیھم المزعوم میرزا غلام أحمد القادیانی الذی ادعی النبوۃ، ثم ادعی أنه ھو عیسیٰ بن مریم المبشر بنزوله فی آخر الزمان و أنه لا مھدی إلا عیسیٰ بناءً علی ھذا الحدیث المنکر۔" (الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، جلد اول، ص 175–176 حدیث نمبر 77 مطبوعہ: مکتبۃ المعارف الریاض)

(5) اس حدیث کے متعلق الدکتور محمد رشاد سالم یہ اطلاع فراہم کرتے ہیں کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس روایت کو" خبر منکر" قرار دیا ہے، امام صغانی کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ قاضی شوکانی کی" الاحادیث الموضوعۃ" میں اس کی صراحت کی گئی ہے، الدکتور رشاد سالم کے الفاظ یہ ہیں:

"قال الذھبی فی المیزان: إنه خبر منکر و قال الصغانی "موضوع" کما فی الأحادیث الموضوعة للشوکانی۔ [ص ۱۹۵] (حاشیۃ منھاج السنۃ النبویۃ، جلد رابع، ص: 102 مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی تاویل

چوں کہ مذکورہ روایت (لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم) محدثین کے نزدیک مخدوش اور محلِّ نظر ہے، اس لیے حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے اس پر عدمِ اطمینان کا اظہار فرمایا ہے اور اس کی تاویل (صرف الکلام عن الظاھر۔ کلام کو اس کے ظاہری مفہوم سے پھیرنے کا نام تاویل ہے) کی ہے، چنانچہ آپ لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں:

"ولایتِ مطلقہ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم امام مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے......... ولایتِ مطلقہ عامہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ان کے زمانہ میں حضرت امام مہدی ظاہر ہوں گے اور یہ رد ہے اس (گروہ) کے قول کا جو کہتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ: لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم. (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے) اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں کچھ لفظ محذوف ہیں، اصل یوں ہے کہ: لا مھدی بعد المھدی المشھور الذی من أولاد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و سلم و علی الا عیسیٰ. نہیں ہے کوئی مہدی بعد ان مشہور مہدی کے جو اولادِ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں، سوا عیسیٰ علیہ السلام کے۔" (لطائفِ اشرفی مترجم، حصہ اول، ص: 77 مطبوعہ: پاکستان)

●●●

(از: مولانا عمران رضا منظری*

مسافرو! روش کارواں بدل ڈالو

احوال قوم وملت

امم ماضیہ میں تباہی و بربادی آنے کا ایک سبب عدل وانصاف کا فقدان بھی تھا، جہاں وہ بنیادی طور پر اپنے پیغمبر وقت کی نافرمانیاں کر رہے تھے وہیں دنیاوی آرائش وزیبائش کی خاطر امیر کے مقابلے میں غریب کے ساتھ ناانصافیوں اور بد دیانتیوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، مثلاً: دو جماعتوں میں وقت خصومت فقط دولت وثروت سے لیس افراد کے حق میں حمایت و عیانت کی آواز بلند کرتے، اکثر مقامات پر کمزور و بے بس انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیتے، حتی کہ شرعی احکام کے نفاذ میں انصاف پرستی کی جگہ شخصیت پرستی کے متوالے ہو چکے تھے جس کے نتیجے میں شریعت کے قوانین اور اصول دین کے تانے بانے کی ایک خودساختہ ہیئت نظر آرہی تھی۔

طبیعت کے مطابق احکام کی پیروی اور اس کے ناموافق احکام کی خلاف ورزی اپنا شیوہ بنا رکھا تھا، جسے قرآن پاک میں رب قدیر نے: اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ۔ (تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ البقرۃ:۸۵/ترجمہ کنزالایمان) کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مذکورہ موضوع پر قرآن کریم نے متعدد اقوام وملل کے اس قبیح فعل اور خدائی قانون کی واضح خلاف ورزی کرنے والے عمل کی مذمت کی ہے۔ دنیاوی سکون کی حصول یابی اور رؤسائے زمانہ کی نگاہ میں مقام محبوبی اور ان کی جانب سے منصب رفیع پانے کی خاطر حکم خدا کو اپنے الفاظ میں بدل کر پیش کرتے جس پر من جانب اللہ نہی وارد ہوئی۔

”وَ لَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا۔ (البقرۃ:۴۱) اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔“ (کنزالایمان)

دین اسلام نے ہر اس طریقۂ کار پر قدغن لگایا ہے جس سے عدل وانصاف کا خون ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرے سے عدل و انصاف کا اگر زوال ہوجاتا ہے تو گویا روح کا خاتمہ ہورہا ہے۔ جب روح باقی نہیں تو صرف ایک ڈھانچہ نظر آئے گا جو کسی بھی ہوا کے معمولی جھونکے کی نذر ہوجاتا ہے۔ آج اگر ہم اپنے مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی کچھ اس نوعیت کی بدنظمی دیکھتے ہیں تو کہیں نہ کہیں ہر بڑے ذمہ دار وعہدہ دار شخص کی جانب سے عدل وانصاف کا خون کیا جارہا ہے، اس دور کے کچھ بڑے ذمہ داران شریعت وطریقت کے قول وفعل کو ضبط تحریر کیا جائے تو شاید معتقدین کے جانب سے طوفان بدتمیزی آنے میں دیر نہ لگے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ۔ (النحل:۹۰) بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی۔“ (کنزالایمان)

ایک اور مقام پر فرمایا:

”یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ۔ (النساء:۱۳۵) اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ۔“ (کنزالایمان)

اس حکم خدا کے پیش نظر ہر بندۂ خدا پر فرض ہے کہ وہ انصاف واحسان کے ساتھ اپنے اپنے شعبے میں اپنی ذمہ داری انجام دے، خانگی معاملات میں گھر کا ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ انصاف واحسان کے ساتھ زندگی گزارتا ہوا گھر میں خوشگوار فضا قائم رکھے، محلے میں ہر بڑا ذمہ دار شخص اپنے ماتحتوں کے ساتھ عدل وانصاف اور حسن سلوک سے پیش آئے تا کہ سماجی وقار محفوظ رہ سکے، مظلوم کی مدد کر کے بچھڑے کمزوروں کی دلجوئی کرے نا کہ کثیر الاموال ہونے کے سبب کسی کی حمایت کرے تا کہ ملت اپنے ذمہ دارانہ شریعت کی عظمت کی قائل رہے۔ دینی ومذہبی عہدوں پر فائز المرام شخصیات حکم شرع سنانے میں شخصیت پرستی کا مظاہرہ کرنے

* مضمون نگار جامعہ غوثیہ، ملک کگروا، سنبھل کے استاذ ہیں۔

سے گریز کرتے ہوئے فقط رضائے خداعز وجل و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے منصفانہ کردار ادا کریں، اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

"وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۔ (الانعام:۱۵۲) اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگر چہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو۔" (کنزالایمان)

ہر وہ شخص جو آج دنیا میں کسی منصب و مقام پر فائز ہے کل بروز حشر اس سے اس کے طریقہ کار سے متعلق سوال کیا جائے گا، العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی علما انبیا کے وارث ہیں۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں ہر عالم شریعت اپنے منصب جلیل کی لاج رکھتے ہوئے معاشرے میں تبلیغ دین اور ارشاد و پیغامِ حق کو انجام دینے میں کمر بستہ رہے، چوں کہ دینی قدروں کا محافظ بنا کر تمہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے، دنیاوی مفاد کے پیش نظر مصلحتوں کی قربان گاہوں پر زیادہ دین ومذہب کو پیش نہ کیا جائے۔

بہت سے جبہ و دستار سے ملبوس افراد کہیں علاقائی، لسانی اور برادرانہ تعصب کے شکار ہو کر قربتوں نسبتوں کا لحاظ کرتے ہوئے بروقت صدائے حق سننے سنانے سے گریز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس خطرناک پالیسی اور دورخی روش کے نتیجے میں سادہ لوح عوام احکام شرعیہ کی اہمیت کو دلوں سے نکالتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ فتنوں سے بھرپور اس دور میں ہادی اعظم محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منصفانہ زندگی کے اس تابندہ واقعہ کو بنظر غائر پڑھیں جو عام وخاص کے لیے روشن مینارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

رحمت اللعالمین ﷺ نے ایک مرتبہ اعلان فرمایا: اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو تو وہ لے سکتا ہے، اچانک ایک صحابی رسول نے کہا: یارسول اللہ! میرا حق ہے، ان کے اس جواب پر جملہ صحابہ حیران ہو گئے، صحابی رسول کہنے لگے: یارسول اللہ! ایک مرتبہ آپ نے صفیں سیدھی کرنے کے درمیان آپ نے میری ننگی پیٹھ پر ایک قمچی لگائی تھی، آج اس حق کا مطالبہ کر رہا ہوں، سرکار دوعالم نے جواب سن کر اپنا پشتِ مبارک اپنے پیارے صحابی کے لیے پیش کر دی۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا مقصد سرکار سے بدلہ لینا ہرگز نہ تھا بلکہ برکت ورحمت کی منبع مہر نبوت کو چوم کر اپنے جسم کو فیض یاب کرنا تھا مگر یہاں موضوع بحث سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عدل وانصاف دیکھیں، ان کی عادل ومنصف شخصیت سے اعلیٰ کردار کا نظارہ دیکھیں۔ ہوتا کوئی آج کا ڈکٹیٹر جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے تو طالب انصاف پر عذاب وعتاب کے پہاڑ توڑ دیئے جاتے، گھر بار تاراج کر دیئے جاتے۔

ایک مقام پر آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سابقہ امتیں اسی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں کہ وہ امیروں کے لیے شرعی قوانین میں نرمی برتتے اور غریبوں کے لیے قوانین میں شدت برتتے تھے، رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے کسی کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کو روا نہیں رکھا، وقت کا امیر اعظم ہو یا غریب تاجر ہو یا خادم سبھی کے ساتھ عادلانہ وہ منصفانہ رویہ اختیار کرنے کا حکم جاری کیا، عملی اعتبار سے اس کی سیرت نبوی اور سیرت صحابہ میں کثیر مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں جن سے معاشرے کو ظاہری حسن وجمال کے ساتھ ساتھ باطنی کیف وسرور اور فرحت وسکون کا گہوارہ بنایا گیا، جس معاشرے میں ملت کے ساتھ متعصّبانہ رویہ اختیار کرنے والے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں وہاں ذہنی وقلبی سکون دیکھنے کو نہیں ملتا بلکہ ایک دوسرے کے تئیں نفرت وعداوت اور قلبی کدورت پیدا ہو جاتی ہے، بغاوت وسیاست کا بھیانک دور شروع ہو جاتا ہے۔

ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے کسی صحابی کو کسی مقام پر بحیثیت قاضی روانہ فرماتے تو وہاں قرآن وسنت کی روشنی میں مکمل انصاف اور دیانت داری کے ساتھ فریضہ قضا کی انجام دہی کی تاکید فرماتے۔ جیسا کہ حضرت معاذ ابن جبل کی سیرت سے واقف حضرات بخوبی جانتے ہیں، دین اسلام میں مرجع اوّل رب قدیر کی مقدس کتاب قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ایک دوسرے کے ساتھ عدل وانصاف کرنے، بھلائی، خیر خواہی، نیک نیتی، دیانت داری، حقوق کی پاسداری، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت وصیانت کے حوالے سے بڑے بقیہ ص ۳۷ پر

از: مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی*

امام العلما اور تحفظ ختم نبوت

اسلاف واخلاف

امام العلما علامہ رضا علی خان علیہ الرحمہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے جدامجد ہیں، آپ ہی وہ ذات ہیں جس کے وسیلے سے خاندان رضا میں علمی فیوض وبرکات کا سلسلہ شروع ہوا۔آپ نے اپنی زندگی میں تحفظ عقائد ومعمولات کا فریضہ خوب خوب انجام دیا،تحفظ عقائد ہی کا جذبہ تھا کہ آپ نے تحفظ ختم نبوت کی خدمت بھی انجام دی، ذیل میں آپ کے مختصر حالات اور اسی حوالے سے کچھ باتیں سپرد قرطاس وقلم کی جارہی ہیں۔

ولادت

امام العلما حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

امام العلما شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمن صاحب مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ رسال کی عمر میں ۱۲۴۵ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ اماثل واقران ومشہور اطراف وزمان ہوئے۔خصوصاً فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ (حیات اعلیٰ حضرت،ص37)

بیعت وخلافت

امام العلما کو شیخ وقت حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وخلیفہ شاہ محمد آفاق مجددی نقشبندی دہلوی) سے بیعت وخلافت حاصل تھی اور سلسلۂ نقشبندیہ میں مرید کرتے تھے۔

فتویٰ نویسی

امام العلما اپنے وقت کے قطب، ولی کامل اور روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علما میں تھے۔خاندان میں آپ ہی نے سب سے پہلے فتویٰ نویسی کا شرف حاصل کیا۔۱۸۱۶ء میں روہیلہ حکومت کے خاتمہ ''بریلی شریف'' پر انگریزوں کے قبضہ اور حضرت مفتی محمد عیوض صاحب کے ''روہیل کھنڈ (بریلی)'' سے ''ٹونک'' تشریف لے جانے کے بعد بریلی کی مسند افتا خالی تھی، ایسے نازک اور پر آشوب دور میں امام العلما علامہ مفتی رضا علی خاں نقشبندی علیہ الرحمہ نے بریلی کی مسند افتا کو رونق بخشی، یہیں سے خانوادۂ رضویہ میں فتاویٰ نویسی کی عظیم الشان روایت کی ابتدا ہوئی۔ (مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی وادبی کارنامے،ص ۷۸)

تصانیف

امام العلما کی تصانیف میں صرف خطبات جمعہ وعیدین کا ایک مجموعہ بنام ''مجموعہ خطبۂ علمی'' اور ایک میلادنامے کا تذکرہ ملتا ہے جو ۵۸ رصفحات پر مشتمل تھا، یہ میلادنامہ پہلی بار ۱۸۵۱ء میں نول کشور لکھنؤ سے چھپا، مجموعہ خطبۂ علمی کے متعلق حکیم الاسلام علامہ مفتی حسنین رضا خان قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے خطبۂ جمعہ وعیدین لکھے جو آج کل خطبۂ علمی کے نام سے ملک بھر میں رائج ہیں، یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ مولانا رضا علی خاں صاحب کے خطبے جو خطبۂ علمی کہلاتے ہیں وہ مولانا رضا علی خاں صاحب کے ہی تصنیف کردہ ہیں اور کم وبیش ایک صدی سے سارے ہندوستان کے طول وعرض میں جمعہ وعیدین کو پڑھے جاتے ہیں اور ہر مخالف وموافق انہیں پڑھتا ہے، ان کو شہرت سے انتہائی نفرت تھی اس لیے انہوں نے خطبے اپنے شاگرد مولانا علمی کو دے دیئے، مولانا علمی نے خود بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، البتہ خطبۂ علمی میں اشعار مولانا علمی کے ہیں۔'' (سیرت اعلیٰ حضرت،ص ۴۱)

عادات وخصائل

آپ بہترین واعظ اور خطیب تھے،آپ کی تقریر دلوں پر

* مضمون نگار سہ ماہی سنی پیغام، نیپال کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

اثر کرتی تھی، کسی سے باتیں کرتے تو نہایت نرمی سے کرتے، سلام میں پہل کرتے، قناعت پسند تھے، تواضع اور بردباری آپ کا شیوہ تھا، علم فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

ردّ فرق باطلہ

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' جب منظر عام پر آئی تو بریلی میں آپ ہی کے حکم سے اس کا رد لکھا گیا اور تمام بریلی کے علمائے کرام سے اس کی تصدیق کرائی گئی، پھر کتابی شکل میں اس کو شائع کیا گیا، اس مجموعہ کا نام ''تصحیح الایمان ردتقویۃ الایمان'' رکھا گیا، اس کے مرتب آپ کے شاگرد ملک محمد علی خاں ہیں، مطبوعہ نسخہ تو نایاب ہے البتہ قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہے۔ (حیات مفتی اعظم، ص24)

مرزا عبدالوحید بیگ لکھتے ہیں:

''۱۷۷۴ء میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہید ہوجانے کے بعد روہیل کھنڈ کا علاقہ شجاع الدولہ اور اس کے بیٹے آصف الدولہ کے قبضہ واقتدار میں ۲۶/ سال رہا۔ روہیل کھنڈ کا مرکز بریلی تھا، آصف الدولہ کے عہد حکومت میں بریلی شہر کے اندر رافضیت کو بہت فروغ ملا، محلہ چھیپی ٹولہ میں کالا امام باڑا اور مسجد آصفیہ اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ رافضیت کا فروغ اتنا ہوا کہ بہت سے غیر پختہ عقیدے والے سنی بھی تعزیہ کی طرف راغب ہوگئے اور انھوں نے بریلی کی جامع مسجد کے صحن کے برابر میں ایک سہ دری میں تعزیے اور علم رکھ دیئے، حکیم مرزا حسن جان بیگ عہد آصفیہ کے خاتمہ پر جامع مسجد کے متولی ہوئے تو انھوں نے سہ دری میں تالا لگوادیا تاکہ تعزیہ داری کی بدعت حدود مسجد میں نہ ہوسکے، ان کے انتقال کے بعد مولانا مرزا مطیع بیگ برادر مولانا مرزا غلام قادر بیگ استاذ اعلیٰ حضرت جامع مسجد کے متولی ہوئے تو انھوں نے امام العلما مولانا رضا علی خاں کی ہدایت کے مطابق سہ دری سے تعزیے اور علم الگ کرادیئے اور اس سہ دری کا نام نبی خانہ رکھ دیا جس کا نام پہلے کے لوگوں نے امام باڑا رکھ دیا تھا، شہر کے بعض جاہلوں نے متولی صاحب کے اس اقدام پر بہت شور مچایا اور ان کو بد عقیدہ کہنا شروع کردیا، امام العلما کا بریلی کے عوام بڑا ادب واحترام کرتے تھے، امام العلما نے رد بدعت اور رافضیت میں ایک فتویٰ جاری کیا اور تحریر فرمایا کہ متولی کا اقدام درست ہے اور یہ سنی حنفی مسلک پر ہیں، اس فتوے پر بریلی کے دوسرے علما نے بھی دستخط کیے۔ اس کے بعد امام العلما خود جامع مسجد تشریف لاتے تھے اور سہ دری جس کا نام نبی خانہ رکھ دیا گیا تھا اس میں محفل میلاد کا انعقاد ہر جمعرات کو کرتے اور اس میں وعظ فرماتے، آپ کے اس وعظ کی محفلوں کے ذریعہ بریلی کی جامع مسجد سے تعزیہ داری کا سلسلہ ختم ہوا اور جہلا نے رافضیت سے توبہ کرلی۔'' (حیات مفتی اعظم، ص ۲۴)

آپ آزادی پسند تھے، انگریزی اقتدار کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے، علمائے کرام نے جب فتویٰ جہاد دیا تو آپ نے اس کی بھرپور حمایت کی اور عوام کو انگریزوں کے خلاف تیار کیا، مجاہدین کی پوری مدد کی۔ مجاہدین کو گھوڑے پہنچانے میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ (مصدر سابق، ص27)

وصال

امام العلما کا وصال ۶۲/ سال کی عمر میں ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ بمطابق اگست ۱۸۶۹ء میں ہوا۔ آپ کا مزار نزد سٹی اسٹیشن بریلی واقع قبرستان بہاری پور، سول لائن میں ہے۔

(علامہ نقی علی خان، حیات اور علمی وادبی کارنامے، ص78)

تحفظ ختم نبوت اور امام العلما

امام العلما مفتی رضا علی خان علیہ الرحمہ اپنے وقت کے بہت بڑے مفتی تھے، ممکن ہے کہ انہوں نے ختم نبوت کے حوالے سے فتویٰ بھی دیا ہو لیکن جب فتاویٰ محفوظ ہی نہیں تو فتاویٰ کی جہت سے آپ کی خدمات تحفظ ختم نبوت پر لکھنا ممکن ہی نہیں، لیکن امام العلما کی ایک کتاب موجود ہے جس کی روشنی میں آپ کی خدمات تحفظ ختم نبوت پر کچھ روشنی ملتی ہے، وہ کتاب ہے ''خطبہ علمی'' جی ہاں! یہ کتاب اگرچہ مولانا حسن علمی بریلوی صاحب کے نام سے شائع ہوتی آرہی ہے لیکن درحقیقت اس کو معرض وجود میں لانے

اسلاف واخلاف

والی ذات امام العلما ہیں، سیرت اعلیٰ حضرت سے علامہ حسنین رضا خان کا اقتباس گزرا۔ مزید علامہ یٰسین اختر مصباحی کی تحریر بھی ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں:

”متحدہ ہندوستان میں رائج و مشہور ”خطبۂ علمی“ حضرت مولانا رضا علی بریلوی ہی کے تحریر کردہ ہیں جو آپ کے ایک عزیز شاگرد مولانا محمد حسن علمی بریلوی (متوفی ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) کے نام سے شائع ہو کر متحدہ ہندوستان کے شہر شہر میں مقبول ہوئے۔“ (ممتاز علمائے انقلاب، ص228)

امام العلما نے خطبۂ علمی ترتیب دیا تو کئی خطبوں میں آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان کے بیان کے لیے آخر الانبیا، خاتم النبیین، نبی آخر الزمان، عاقب، مقفی، خاتم الانبیا، خاتم الرسل، صاحب الخاتم جیسے مناصب کا استعمال فرمایا ہے۔ اب اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ کسی بھی بات کو تبلیغ و ترسیل، ترویج و اشاعت اور اس کو ذہن وفکر میں پختہ و راسخ کرنے کا ایک آسان اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا خوب خوب چرچا کیا جائے۔ اس تناظر میں امام العلما کے طریقۂ تبلیغ عقیدۂ ختم نبوت پر رشک نہ آئے تو کیا آئے کہ انھوں نے خطبات میں ہی عقیدۂ ختم نبوت کو شامل کر دیا۔ جب جب کوئی خطیب خطبہ پڑھے گا تو سامعین ومخاطبین کے ذہن وفکر میں یہ عقیدہ جاگزیں اور راسخ ہوتا جائے گا کہ حضور نبی کریم ﷺ آخر الانبیا ہیں، خاتم النبیین ہیں، نبی آخر الزمان ہیں، عاقب ہیں، مقفی ہیں، خاتم الانبیا ہیں، خاتم الرسل ہیں اور صاحب الخاتم ہیں اور یہ تحفظ ختم نبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ذیل میں خطبہ کے ان اقتباس کو نقل کیا جاتا ہے جن سے حضور ﷺ کا خاتم النبیین کا اعلان ہو رہا ہے، خطبہ نمبر 3/ کے خطبہ ثانیہ میں ہے:

”وَالصَّلَاةُ عَلَى نَبِيِّهِ وَحَبِيبِهِ الَّذِي أَسْمَاؤُهُ مُحَمَّدٌ أَحْمَدُ حَامِدٌ مَحْمُودٌ أَحِيدٌ وَحِيدٌ مَاحٍ حَاشِرٌ عَاقِبٌ طٰهٰ يٰسٓ طَاهِرٌ طَيِّبٌ سَيِّدٌ رَسُولٌ نَبِيٌّ رَسُولُ الرَّحْمَةِ قَيِّمٌ جَامِعٌ مُقْتَفٍ مُقَفِّي رَسُولُ الْمَلَاحِمِ رَسُولُ الرَّاحَةِ كَامِلٌ إِكْلِيلٌ مُدَّثِّرٌ مُزَّمِّلٌ عَبْدُ اللهِ حَبِيبُ اللهِ صَفِيُّ اللهِ نَجِيُّ اللهِ كَلِيمُ اللهِ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ خَاتِمُ الرُّسُلِ۔“ (خطبۂ علمی، ص16)

اسی خطبہ میں آگے ”صَاحِبُ الخَاتَمِ“ بھی ہے، نیز خطبہ نمبر 6/ کے خطبۂ اوّل میں ہے:

”صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ شَفِيعِ الْمُذْنِبِينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ وَأَصْحَابِهِ الْمُطَهَّرِينَ وَمَنِ اتَّبَعَهُمْ أَجْمَعِينَ۔“ (مصدر سابق، ص30)

مزید گیارہواں خطبہ کے اوّل خطبہ میں ہے:

”ثُمَّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْوَرٰى بَدْرِ اللّٰهِ فِي نُورِ الْهُدٰى صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى رَسُولِ الثَّقَلَيْنِ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ إِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ شَفِيعِ الْأُمَمِ فِي الدَّارَيْنِ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔“ (مصدر سابق، ص12)

یہ تو وہ الفاظ ہیں جو براہِ راست حضور نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے عقیدہ پر واضح اور ظاہر و باہر ہیں، ان کے علاوہ بھی اس خطبۂ علمی میں کئی مقامات ہیں جن کا خلاصہ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ہے، مثلاً خیر الوریٰ، سید المرسلین، سید الانبیا والمرسلین وغیرہ۔

◆◆◆

(از: مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی*

حجۃ الاسلام اور تحفظ ختم نبوت

امام اہل سنت کے خلفِ اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ کی علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ آپ کو علما و عوام نائب امام احمد رضا کہا کرتے تھے۔ آپ نے بھی امام اہل سنت کی جانشینی کا مکمل حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی، جس جس جہت سے امام اہل سنت نے دین کی خدمت کی آپ نے بھی ان کے نقشِ قدم کی پیروی کی، امام اہل سنت نے ایک اہم دینی خدمت ردفرق باطلہ انجام دی تو آپ کے خلف اکبر نے بھی باطل فرقوں کی تردید کا کام کیا، ان میں سے منکر ختم نبوت کی تکبیب و تردید بھی ہے، ذیل میں اسی حوالے سے کچھ باتیں تحریر کی جارہی ہیں لیکن خدمات کے ساتھ شخصیات کا بھی مختصر تعارف ہوجانا مناسب ہے اس لیے پہلے شخصیت کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادتِ باسعادت مرکز اہل سنت بریلی شریف میں ماہ ربیع الاوّل شریف 1292ھ/ہجری/ 1875ء/عیسوی میں ہوئی، عقیقہ میں حضور حجۃ الاسلام کا نام حسب دستورِ خاندانی محمد رکھا گیا۔ آپ کا عرفی نام حامد رضا اور آپ کا خطاب حجۃ الاسلام ہے۔ (تذکرہ علماء اہل سنّت، ص ۸۱)

تعلیم وتربیت

حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم و تربیت آغوشِ والد ماجد امام اہل سنّت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوئی، والد ماجد آپ سے بڑی محبت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ''حامد منی و انا من حامد'' حضور حجۃ الاسلام نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد سے حاصل کیے، یہاں تک کہ حدیث، تفسیر، فقہ وکتب، معقول ومنقول کو پڑھ کر صرف 19/سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

بیعت وخلافت

آپ کے مرشد گرامی حضرت نور العارفین مولانا سید ابوالحسین نوری (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) اور مرشد ہی کے حکم سے آپ کے والد نامدار امام احمد رضا قادری برکاتی نے آپ کو تمام سلاسل عالیہ اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ اور اوراد واشغال میں ماذون فرمایا، طریقت ومعرفت کے تیرہ سلاسل میں آپ کو اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔

درس وتدریس

افتا کی مصروفیت کے ساتھ ساتھ ''منظر اسلام'' بریلی شریف میں تدریس کا فریضہ بھی انجام دیا کرتے اور تدریس وتفہیم کتب کا عالم یہ ہوتا کہ ''منظر اسلام میں نہ صرف حدیث بلکہ معقول ومنقول کے اعلیٰ درجات کی کتابیں بھی آپ نے ایسی پڑھائیں کہ شاید و باید... ہر درجہ میں پڑھنے والوں کا ہجوم رہا۔'' (تذکرہ جمیل، ص ۱۸۰)

تصنیف وتالیف

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز صاحبِ تصنیف بزرگ تھے، آپ کی علمی جلالت کا صحیح پتہ اور علم تو آپ کی تصانیف سے زیادہ ممکن ہے، ذیل میں آپ کی چند قلمی یادگار کی نشاندہی کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مجموعہ فتاویٰ [اسی کو ''فتاویٰ حامدیہ'' سے حضرت مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب نے مرتب کیا] (۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۳) نعتیہ دیوان [یہی دیوان ''بیاض پاک'' کے نام سے شائع ہوا] (۴) تمہید وترجمہ الدولۃ المکیہ (۵) الاجازات المتینہ لعلماء بمکۃ والمدینہ (۶) تمہید کفل الفقیہ الفاہم

*مضمون نگار سہ ماہی سنی پیغام، نیپال کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

(۷) خطبۃ الوظیفۃ الکریمہ (۸) سد الفرار (۹) سلامۃ اللّٰہ لاہل السنۃ من سیل العناد والفتنہ (۱۰) حاشیہ ملا جلال (۱۱) کنز المصلی پر حاشیہ (۱۲) اجلیٰ انوار رضا (۱۳) آثار المبتدعین لہدم حبل اللّٰہ المتین (۱۴) وقایہ اہل سنت۔ (تذکرہ جمیل، ص ۱۸۵)

ادارتی نوٹ: آپ کی تصانیف میں (۱۵) فاتحۃ الریاحین بطیب آثار الصالحین، عرفی نام تبرکات کی خوشبو (۱۶) اجتناب العمال عن فتاوی الجہال، عرفی نام قنوت نازلہ کب جائز؟ [جن کی ترتیب وتشہیر کے فرائض راقم نے انجام دیئے] اور (۱۷) منح القدیر الحی فی اجابۃ سؤال اللّٰی ثم الحی، عرفی نام وقفی اور غصبی زمین کا شرعی حکم [جس کی ترتیب وتخریج کے فریضہ حضرت مفتی ذوالفقار خاں نعیمی صاحب نے انجام دیا] جیسے رسالے بھی شامل ہیں، نشتر فاروقی۔

وصال

حضرت حجۃ الاسلام کی علالت کا آغاز ۱۹۳۹ء سے ہی ہوگیا تھا، لیکن اس عالم میں بھی آپ نے متعدد تبلیغی اسفار کیے، جن میں جودھ پور اور بنارس کے اسفار خاص ہیں۔ آپ اپنے وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی رحلت کے حالات و کوائف بیان فرمانے لگے تھے، آپ اپنے وصال کی کیفیت بیان کرتے اور فرمایا کرتے تھے: زبان سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام اور ذکر میں مشغول ہوکر، روح قرب وصال سے چھلکتے ہوئے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہوگی۔ آپ کا وصال مبارک ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء دوران نماز عشا حالت تشہد میں ہوا، نماز جنازہ تلمیذ رشید حضرت محدث پاکستان علامہ سردار احمد رضوی نے پڑھائی، لاکھوں کی تعداد میں عاشقان حجۃ الاسلام شریک جنازہ تھے۔

حضور حجۃ الاسلام اور تحفظ ختم نبوت

آپ نے منکر ختم نبوت ومدعی نبوت قادیانی اور قادیانیوں کے رد اور تحفظ ختم نبوت میں میں رسالہ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' تحریر فرمایا، آپ کا یہ معرکۃ الآرا فتویٰ علامہ عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ عظیم آبادی نے اپنے مشہور ومعروف ماہ نامہ ''تحفہ حنفیہ'' عظیم آباد پٹنہ میں رجب المرجب 1319ھ مطابق 1901ء کے شمارہ میں ''فتویٰ عالمِ ربانی بر مزخرافات قادیانی'' کے عنوان سے شائع فرمایا۔

اس رسالہ میں پانچ مقدمات اور پانچ ہی تنبیہات ہیں استفتا میں مذکور پہلی تین باتوں کا جواب تین تنبیہات کے تحت دیا گیا ہے، چوتھی اور پانچویں تنبیہ میں قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کا رد فرمایا گیا ہے اور آخری سوال کا جواب ''جواب سوال اخیر'' سرخی کے تحت ہے اور اس پر رسالہ کا اختتام ہے اور اسی رسالہ میں آپ نے قادیانی اور قادیانیوں کو ضال مضل اور بددین فرمایا، آپ لکھتے ہیں:

> ''بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقائد اہل سنت وجماعت سے ہے، جس طرح اس کا راساً منکر گمراہ بالیقین، یونہی اس کا بدلنے والا اور نزول عیسی بن مریم رسول اللّٰہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی زید وعمرد کے خروج ڈھالنے والا بھی ضال مضل، بددین کہ ارشادات حضور سید عالم کی دونوں نے تکذیب کی۔''

(الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، علامہ حامد رضا خان، ص40 رضا اکیڈمی، ممبئی)

اس فتویٰ کی علمی وتحقیقی حیثیت وپوزیشن کا عالم کیا ہوگا جس کے بارے میں سیّدی اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، شاہ امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللّٰہ علیہ خود تحریر فرماتے ہیں:

> ''فقیر کو بھی اس دعویٰ سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح ومثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللّٰہ نہ مسیح کلمہ اللّٰہ علیہ صلوٰۃ اللّٰہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال، پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللّٰہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمّی کیا، یہ رسالہ حامی سنن، ماحیٔ فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفۂ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرما دیا۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۱۵، ص ۵۷۵)

ردِ قادیانیت کتاب کی تصدیق

حضور حجۃ الاسلام نے رد قادیانیت پر کتاب کی تصدیق کے

ذریعہ بھی تحفظ ختم نبوت کا فریضہ انجام دیا، چناں چہ جب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد پر معرکۃ الآرا تصنیف ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' لکھی ہے جو پہلی بار ماہ نامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ جلد 8 / پرچہ 7 / رجب 1322ھ میں شائع ہوئی تو اس کی تصدیق حضور حجۃ الاسلام نے عربی زبان میں فرمائی، اس تصدیقی تحریر سے جہاں رد قادیانیت وتحفظ ختم نبوت کے لیے حضور حجۃ الاسلام کی جدوجہد واضح ہوتی ہے وہیں حجۃ الاسلام کی عربی زبان وادب پر کمال مہارت کی جھلکیاں بھی محسوس کی جاسکتی ہیں، حضور حجۃ الاسلام کی تصدیق درج ذیل ہے، واضح رہے کہ امام اہل سنت کا مذکورہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی پندرہویں جلد میں شامل ہے لیکن یہ تصدیقی تحریر شامل نہیں :

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد الحمد لاهله والصلوة على اهلها لعمري لقد اجاد في ما اجاب واطاب واصاب فأوضح الصواب وميز القشر عن اللباب وازاح الارتياب قدمدم على المسيح الكذاب وصب عليه سوط عذاب فبهت الذي كفر ارتاب فانهزم الاحزاب وفرت الاذناب وحقت عليهم كلمة العقاب خالدين في النار وبئس المآب الا من تاب وأب و رجع واناب فان المولى الوهاب تولى على من تاب فعل هذا ويداه تحت الثياب وسيفه في الجراب فما كان عاقبة الذين ظلموا الا في تباب فلله در المجيب رزقه الله الزيادة وجميل الثواب والزلفى عنده وحسن مآب وها ذالك حبر شامخ في الدين بحر بازخ مجدد المائة الحاضرة ذو الحجة القاهرة صاحب القوة القدسيه عالم اهل السنة السنية والجماعة السنية السميدع العريف الغطمطم الغطريف والدي واستأذي وملجائي وملاذي مولانا ومولى الكل حضرة احمد رضا خان البريلوى مد ظله العالي مدى الايام والليالي.

وانا العبد الضعيف الاواه محمدن المعروف محامد رضا كان له الله بجاه حبيبه الحامد المصطفى عليه افضل التحية والثنا۔''

(ماہ نامہ تحفہ حنفیہ، رجب 1322ھ، ص 4)

تحفظ ختم نبوت ورد قادیانیت سے متعلق مناظرہ میں شرکت

حضور حجۃ الاسلام نے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کی غرض سے قادیانیوں سے ہونے والے مناظرہ میں بھی شرکت فرمائی، اس کی کچھ تفصیل مؤرخ اہل سنت علامہ محمود احمد رفاقتی اپنی کتاب ''حیات حجۃ الاسلام'' میں یوں لکھتے ہیں :

''تفاصیل کا حال معلوم نہیں ہوسکا، 15/ جون تا 20/ جون 1909ء تک دربار رام پور میں علمائے اہل سنت اور قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ والی ریاست نواب حامد علی خان خود میر مجلس ومحفل تھے، والی ریاست بھی متبحر عالم اور منطقی تھے۔ ان کی طرف سے شرکت کے لیے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کے پاس بھی خصوصی دعوت نامہ بھیجا گیا تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس موقع پر اپنے تلامذ وخلفا کو بھیجا اور حضرت اقدس حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو اپنا قائم مقام بنا کر شرکت کی ہدایت کی، چناں چہ دیگر علما کو ساتھ لے کر حضرت اقدس حجۃ الاسلام نے محفل مناظرہ میں شرکت کی، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور میں مناظرہ کی روداد شائع ہوئی، عجیب اتفاق ہے کہ دبدبۂ سکندری کے فائلوں کی ورق گردانی کے دوران فقیر کی نظر خطا کرگئی اور اصل مضمون نقل ہونے سے رہ گیا۔'' (حیات حجۃ الاسلام، ص 433–434)

کاش! کوئی محقق صاحب علم اس روداد تک رسائی حاصل کرکے دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق اس پر کام کرکے اس روداد سے عوام وخواص کو مستفید ہونے کا موقع فراہم کرے۔

اشعار کے ذریعہ تحفظ ختم نبوت

حضور حجۃ الاسلام نے بھی نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے ذکر کے ذریعہ تحفظ ختم نبوت کی کوشش فرمائی، چند اشعار درج ذیل ہیں :

بقیہ ص ۳۷ پر

اداریہ

ص ۶/ کا بقیہ............

کاوقت ہوجاتا ہے تو آس پاس میں کہیں پاک وصاف جگہ دیکھ کر اپنی نماز پڑھ لیتا ہے، جس میں مشکل سے پانچ یا دس منٹ کا وقت لگتا ہے، اس کے لئے کسی دھوپ بتی یا کسی ہون کنڈ کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جس سے کسی کو تکلیف ہو، وطن عزیز میں اس پر کبھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا لیکن جب سے بی جے پی حکومت میں آئی ہے دھارمک آستھا کے بھی عجب غضب رنگ دیکھنے کو مل رہے ہیں، کب کس بات پر شدت پسندوں کی آستھا آہت ہوجائے کچھ کہا نہیں جاسکتا، اب مسلمانوں کے نماز پڑھنے سے بھی ان کی دھارمک آستھا آہت ہونے لگی ہے اور دیش کی بہادر پولیس کبھی کبھار ٹرینوں اور اسٹیشنوں پر نماز پڑھنے والے مسلمانوں کے ساتھ کسی مجرم کی طرح پیش آتے ہوئے انھیں گرفتار کرنے میں دیر بھی نہیں لگاتی، یہاں تک کہ دہلی میں نماز پڑھتے مسلمانوں کو پولیس نے لاتوں سے مارا، لیکن وہیں بھجن کرتن کرنے والے ہندو اسے نظر ہی نہیں آتے، عام جگہوں کو تو چھوڑ یئے ہندو پلیٹوں، ٹرینوں اور بسوں میں بھی پورے تام جھام کے ساتھ زور شور سے بھجن کرتن کرتے نظر آرہے ہیں، اس سے کبھی کسی مسلمان کی آستھا آہت نہیں ہوئی، نہ ہی پولیس والوں نے ان میں سے کسی ایک کو کبھی گرفتار کیا، حد تو یہ ہے کہ اپنی دکان پر ٹوپی لگائے بیٹھے ایک مسلمان سے کسی ہندو خاتون کی ''دھارمک آستھا آہت'' ہوگئی، خیر یہ ہوئی کہ پولیس نے اسے گرفتار نہیں کیا۔

گائے کاٹ کر مسلمانوں کو پھنسانے کا نیا ٹرینڈ

گزشتہ دہائی میں گائے کا گوشت کھانے، گائے کاٹنے یا اس کی تسکری کرنے کے الزام میں مسلمانوں کو پیٹ پیٹ کر ماردینے کے واقعات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، اب ہندو دہشت گردوں نے گئوکشی کے نام پر مسلمانوں کو مارنے کاٹنے اور انھیں پھنسانے کا ایک نیا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے، حالیہ برسوں میں اب تک کئی ایسے معاملے سامنے آچکے ہیں جن میں ہندوؤں نے خود ہی گائے کاٹی اور دنگا بھڑکانے کے لئے اس کا الزام مسلمانوں کے سرمنڈھ دیا، لیکن کچھ فرض شناس پولیس اہل کاروں کے سبب یہ ''دنگا جیوی'' اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے، ابھی پانچ نومبر کا ہی واقعہ ہے، میرٹھ کے تنگڑی گاؤں میں دنگا بھڑکانے کے لئے کچھ ''دنگا پسند'' ہندوؤں نے بیلوں کو کاٹ کر ہڈیوں اور گوشت کو کھیتوں میں بکھیر دیا تھا تاکہ یہ دیکھ کر ہندوؤں کا غصہ بھڑک اٹھے اور دنگا فساد کا ماحول بن جائے، بی جے پی اور ہندو سنگٹھنوں نے تو گئوونش کی ہتیا کرنے والے مسلمانوں کو گرفتار کرنے اور ان کے گھروں پر بلڈوزر چلانے کے لیے آسمان سر پہ اٹھالیا تھا۔

چیکنگ کے دوران پولیس کو دیکھ کر تین بائیک سوار بھاگنے لگے، پیچھا کرنے پر انھوں نے پولیس پر فائرنگ کردی، جواب میں پولیس نے بھی فائرنگ کی، جس سے ایک کے پیر میں گولی لگ گئی اور وہ پکڑا گیا، باقی دو بھاگنے میں کامیاب ہوگئے، گرفتار بائیک سوار نے انکشاف کیا کہ آکاش، گوپال اور آلوک نے ہی دو دن پہلے دنگا بھڑکانے کے لئے گئوونش کی ہتیا کی تھی، جیسے ہی اصل مجرم ہندوؤں کے نام سامنے آئے سب کی زبانوں پہ تالا لگ گیا، اب نہ گولی مارنے کی بات ہورہی ہے، نہ ان کے گھروں پر بلڈوزر چلانے کی، گویا گائے کو اگر مسلمان کاٹیں تو "گئو ہتیا" ہے اور اگر ہندو کاٹیں تو وہ "گئو رکشا" ہے، واہ رے گئو بھکتی ترے غضب رنگ ہیں، مسلمانوں کے ذریعہ کٹنے والی گائے کے لئے تو "گئو بھکتی" میں طوفان آجاتا ہے، مسلمانوں کو پیٹ پیٹ کر ماردیا جاتا ہے لیکن یہی گائے جب ہندو کاٹتے ہیں تو کسی کی بھی گئو بھکتی جوش نہیں مارتی، یہ دوغلی پالیسی اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اصل میں ان کو کسی گائے سے کوئی آستھا واستھا نہیں، انھیں تو بس مسلمانوں کے خلاف اپنی نفرت وعداوت نکالنے کا کوئی بہانہ چاہیے اور گئو بھکتی سے بہتر بہانہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

مسلمانوں کو بدنام کرنے کی نئی سازش

حالیہ چند سالوں سے یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ جب بھی کوئی برا کام عمل میں آتی ہے فوراً بلا سوچے سمجھے اسے مسلمانوں سے منسوب کردیا جاتا ہے، کچھ دنوں پہلے ایک سادھو بھیک مانگتا دِکھا، نام پوچھنے پر ''سلمن'' بتایا، پھر کیا تھا ''سلمن'' کو ''سلمان'' بنا کر مسلمانوں کو ٹارگیٹ کیا جانے لگا، یہاں تک کہ بی جے پی

نیتا سدھانشو دویدی نے بھی ''سلمن'' سنتے ہی مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرتے ہوئے ٹویٹ کر دیا، جیسا کہ سچائی جانے بغیر لفظ ''مسلمان'' میں استعمال ہونے والا" میم" سنتے ہی بی جے پی آئی ٹی برگیڈ کی پروپیگنڈہ ٹرین اتنی تیز دوڑنے لگتی ہے کہ حقیقت سامنے آتے آتے ان کے اچھے خاصے نمبر بڑھ جاتے ہیں، تب تک نہ معلوم کتنے بے قصور مسلمانوں کو یہ پروپیگنڈہ ٹرین کچل چکی ہوتی ہے، چونکہ اس سازش کے شکار مسلمان ہوتے ہیں، اس لئے آئی ٹی سیل کو اپنی بات واپس لینے یا معافی مانگنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔

مہینہ بھر پہلے کا ایک واقعہ ہے جس میں غازی آباد یوپی کے ایک گھر میں کام کرنے والی ہندو نوکرانی اپنے پیشاب سے آٹا گوندھتی اور اپنے مالکوں کو اس کی روٹی بنا کر کھلاتی تھی، جب کسی طرح یہ معاملہ سامنے آیا تو میڈیا والوں نے اس خبر کے ساتھ ایک حجاب والی عورت کی تصویر لگائی تا کہ تصویر دیکھ کر ہی لوگوں کے ذہن میں مسلمان کی شبیہ بیٹھ آجائے اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے والوں کو ایک اور ''کام'' مل جائے۔

رہی بات بھیس بدل کر بھیک مانگنے کی تو اس میں ہندو مسلم سبھی ملوث ہیں، جس کو جس طریقے سے بھیک ملتی ہے وہ اس طریقے کو اپنا کر کام پہ لگ جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھیک مانگنے والا اگر مسلمان ہے تو وہ ''بھیک جہاد'' کر رہا ہے، ہر سال رمضان کے مہینے میں ایسے سیکڑوں معاملے دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں داڑھی ٹوپی کرتا پہن کر ہندو بھیک مانگتے نظر آتے ہیں، انھیں تو کوئی مسلمان ٹارگیٹ نہیں کرتا، اب تو لفظ ''جہاد'' کو ہندوؤں نے اپنے سینے میں ایسے بسالیا ہے کہ اگر مسلمان پڑھائی کرنے لگے تو ''ایجوکشن جہاد'' کاروبار کرنے لگے تو ''بزنس جہاد'' اگر قسمت سے دو چار مسلمان آئی ایس یا پی سی ایس بن گئے تو ''یوپی ایس سی جہاد'' کا نام دے دیتے ہیں یعنی ہندوستان میں اب ایسی خطرناک ذہنیت بن گئی ہے کہ اگر مسلمانوں کے پاس کچھ ہے وہ تو ''بم'' ہے اور مسلمان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ ''جہاد'' ہے۔

دراز ہوتا گستاخیوں کا سلسلہ

جب سے بی جے پی برسر اقتدار ہوئی ہے پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخیوں کا سلسلہ دراز ہو گیا ہے، پہلے نپر شرما نے گستاخی کی، مسلمانوں نے احتجاج کیا لیکن اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی، پھر نرسمہا نند نے گستاخی کی، مسلمانوں نے احتجاج کیا مگر اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی، اس کے بعد رام دیوگیری نے گستاخی کی، مسلمانوں نے اس کے خلاف بھی کارروائی کی مانگ کی مگر اس پر بھی حکومت نے کچھ نہیں کیا اور اب ایک بار پھر نرسمہا نند نے پیغمبر اسلام کی توہین کی ہے، جس نے مسلمانوں کا دل چھلنی چھلنی کر دیا ہے، اگر حکومت نے پہلے ہی اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے نپر شرما کو گرفتار کر لیا ہوتا اور اسے اس گستاخی کی قرار واقعی سزا مل گئی ہوتی تو پھر کسی سر پھرے کی یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کی جسارت کرتا۔

کیا قانون کا سارا پاٹھ صرف مسلمانوں کو ہی پڑھایا جائے گا، بے لگام بھونکنے والے ان گستاخوں کے لیے کوئی قانون نہیں ہے؟ لگاتار ہو رہی پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخیوں پر حکومتوں کی مجرمانہ خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب کچھ حکومتوں کی پشت پناہی میں ہو رہا ہے، تا کہ مسلمان سڑکوں پر اتریں اور حکومتیں ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑیں، ان کے گھروں پر بلڈوزر چلائیں اور انھیں جیل کی کال کوٹھری میں ڈالیں، گستاخیوں کے خلاف مسلمانوں کے غم وغصہ کو نظر انداز کرتے ہوئے گستاخوں کو بے لگام چھوڑ دینا انھیں شہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آئے دن گستاخیوں اور گستاخوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

آج حالت یہ ہو گئی ہے کہ گلی کا ہر غنڈہ جسے کسی دھرم کی اے بی سی ڈی بھی نہیں معلوم! وہ اسلام جیسے پاکیزہ مذہب اور پیغمبر اسلام کی شان اقدس میں بدزبانی کرتا نظر آرہا ہے، کوئی پولیس کے سامنے دو لاکھ مسلمانوں کی گردنیں کاٹنے کی بات کرتا دِکھائی دیتا ہے تو کوئی ساری مسجدوں کو خاک میں ملانے کی دھمکی دیتا ہے، لیکن مجال ہے کہ حکومتیں ان گستاخوں پر کوئی کارروائی کریں، البتہ ان گستاخوں پر کارروائی کی مانگ کرنے والے ہزاروں مسلمانوں کو جھوٹے الزام لگا کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ضرور ڈالا جا چکا ہے، کتنوں کے گھروں کو بلڈوز کیا جا چکا ہے، کتنی مسلم بستیوں کو

اداریہ

تاراج کیا جا چکا ہے اور جن لوگوں کے سبب یہ سب کچھ ہوا وہ آج بھی کھلے سانڈھ کی طرح دندناتے پھر رہے ہیں۔

ان سارے معاملوں میں حکومتوں اور پولیس انتظامیہ کا جو دوغلا رویہ ہے وہ ملک کے کسی بھی انصاف پسند انسان سے پوشیدہ نہیں ہے، پولیس یک طرفہ مسلمانوں پر کارروائی کرتی ہے، ابھی حال ہی میں بہرائچ کے معاملے کو ہی دیکھ لیں، جلوس کے دوران پولیس کے سامنے ایک ہندو دہشت گرد کسی مسلمان کے مکان پر چڑھ جاتا ہے، مکان کی ریلنگ توڑ کر مذہبی جھنڈا اکھاڑ پھینکتا ہے اور اس جگہ بھگوا جھنڈا لگا کر JSR کے نعرہ لگاتا ہے، بھیڑ اس کا حوصلہ بڑھاتی ہے، جس سے جوش میں آکر لڑکا گھر کے اندر گھس جاتا ہے جہاں کوئی اس کا مرڈر کر دیتا ہے، جس کا الزام اس گھر کے دو نوجوانوں پر لگایا گیا، اس کے بعد مسلم دشمنی کا وہ ننگا ناچ ہوا جس نے ہر انصاف پسند انسان کو ہلا کر رکھ دیا، پولیس کی موجودگی میں شُویاترا نکالی گئی، ہندو دہشت گردوں نے پولیس کی دیکھ ریکھ میں سیکڑوں مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دی، زیورات اور نقدی لوٹ لئے، مسلمانوں کو بری طرح مارا پیٹا، عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں بخشا، ادھر گوپال مشرا مرڈر کے ملزمان کو پولیس نے پاؤں میں گولی مار کر گرفتار کر لیا، دیگر بے قصور مسلمانوں کے گھروں پر تین دن میں بلڈوزر کرنے کا نوٹس بھی چسپاں کر دیا، وہ تو بھلا ہو سپریم کورٹ کا جس نے بروقت ایسی تاناشاہی پر روک لگا دی ورنہ مسلمان مال و دولت کے ساتھ اپنے گھر بار سے بھی محروم ہو جاتے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ پولیس کی موجودگی میں ایک دنگائی کسی مسلمان کی چھت پر چڑھتا ہے اور اسلامی جھنڈا ہٹا کر بھگوا جھنڈا لہراتا ہے اور پولیس نے اسے روکا تک نہیں، دوسرے دن شُویاترا کے دوران دنگائیوں نے پولیس کے سامنے ہی مسلمانوں کے گھروں، دکانوں، اسپتالوں اور گاڑیوں کو آگ کے حوالہ کیا اور پولیس ہاتھ پہ مہندی لگائے اور منہ میں دہی جمائے تماشا دیکھتی رہی، کیا ان دنگائیوں کو روکنا پولیس کی ذمہ داری نہیں تھی؟ یا وہاں پولیس صرف اس کام کے لئے ہی تھی کہ مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگانے والے دنگائیوں کے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو، دنگے کے بعد دنگائیوں کے ذریعہ ہونے والے انکشافات نے پولیس کی پول کھول کے رکھ دی ہے۔

یہ وہی پولیس ہے جس نے ہاتھرس میں ہندو ریتی رواجوں کو لات مار کر رات ہی میں ریپ کی شکار بچی کی لاش جلا دی اور بہانہ یہ کیا کہ "جن آکروش" بھڑکنے کے ڈر سے ایسا کیا گیا، جب کہ ایسا صرف پولیس کا ماننا تھا حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہ تھا، لیکن بہرائچ میں دنگا بھڑکنے کا تو سوفی صد امکان تھا پھر بھی پولیس نے پانچ کلومیٹر تک نہ صرف شُویاترا نکالی بلکہ دنگائیوں کو دنگا بھڑکانے کا پورا پورا موقع دیا اور مسلم گھروں کو آگ لگاتے دیکھتی رہی، یہاں مسلمانوں کے گھروں میں آگ لگانے والے کسی بھی دنگائی کو نہ گرفتار کیا گیا، نہ کسی کے گھر پر بلڈوزر چلا، جبکہ مسلمان کے گھر پر بھگوا جھنڈا بھی لہرا گیا، گوپال کے قتل کے ملزم مسلمانوں کو مار بھی دیا گیا، پھر عام مسلمانوں کے گھروں کو آگ بھی لگا دی گئی اور کئی گھروں پر انھیں بلڈوزر کرنے کا نوٹس بھی لگا دیا گیا، ان سب میں کیا کسی مسلمان کے گھر پر بھگوا جھنڈا لہرانے والوں اور اس کے لیے اکسانے والوں کا کوئی قصور نہیں؟ پولیس کو جوتی کی نوک پہ رکھتے ہوئے مسلمانوں کے گھروں میں آگ لگانے والے دہشت گردوں کا کوئی جرم نہیں؟ سارے قاعدے قانون کو بالائے طاق رکھ کر صرف مسلمانوں کو ہی مورد الزام ٹھہرانا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا تاناشاہی نہیں تو اور کیا ہے؟

ملک میں ہونے والے اس طرح کے زیادہ تر حادثات میں ایک طرفہ مسلمانوں پر ہی کارروائی کیوں؟ کیا قانون صرف مسلمانوں ہی کے لئے ہے؟ کیا ہندو دنگائیوں پر کوئی قانون نافذ نہیں ہوتا؟ حکومتوں کی اسی دورنگی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ آئے دن اسلام اور پیغمبر اسلام پر انگلی اٹھانے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، مسجدوں اور مزاروں پر بھگوا جھنڈا لہرانے والوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ہندو جلسے جلوس میں مسلمانوں کو مارنے کاٹنے والے گانوں اور اشتعال انگیز نعروں کا ٹرینڈ بنتا جا رہا ہے اور حکومت کو خوش کرا پنے نمبر بڑھانے کے لئے پولیس کا ایک طرفہ مسلمانوں پر کارروائی کرنا قانون بنتا جا رہا ہے جو ملک میں بڑھتی لاقانونیت کو ظاہر کرتا ہے۔

حکومت کی اسی "پراسرار" پالیسی کے سبب آج ہندوستان میں مسلمانوں سے نفرت وعداوت کا کاروبار اس قدر پھل پھول رہا ہے کہ چھوٹے بڑے سب اپنے اس کاروبار کو چمکانے میں دل و جان سے لگے ہوئے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دوسرے کاروبار کی طرح اس کے لئے نہ کوئی رول ریگولیشن ہے، نہ اس میں کسی طرح کا کوئی انویسمنٹ درکار ہے اور نا ہی کسی کوالیفکیشن کی ضرورت، بس بھگوا دھار کر منہ کھولو اور جتنی زہریلی سڑاندھ نکال سکتے ہو نکال دو، یعنی ہر لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی آئے چوکھا۔

چونکہ ہندوستان میں نفرت وعداوت اور ایک مخصوص مذہب کے خلاف زہر افشانی ایک کاروبار کی شکل اختیار کر گئی ہے، اس لئے اب اس کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے، کل تک صرف اسلام اور مسلمان ہی نشانے پر تھے لیکن اب دلتوں سے ہوتے ہوئے عیسائیوں کا بھی نمبر آ گیا ہے، چرچوں پر حملے اور ننوں کے ساتھ ریپ جیسے کئی واقعات اس کے شاہد ہیں اور اب اس کی آنچ سکھوں کو بھی اپنے لپیٹے میں لے رہی ہے، ابھی حال ہی میں ایک معاملہ سامنے آیا ہے جس میں انکور شرما نامی ایک ہندو لڑکا پنجابی کا بھیس دھار کر کسی پنجابی لڑکی کو پیار کے جال پھانسنے کی کوشش کر رہا تھا، جسے نہگنوں نے پکڑ لیا اور اس کی خوب سیوا پانی کی، جس طرح مسلم لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس کر بھگانے والوں کو لاکھوں روپئے انعام کے طور پر دینے کا پروگرام چلاتے ہیں اور مسلمانوں پر "لو جہاد" کا الزام لگاتے ہیں جبکہ خود ہی "لو ٹریپ" کا کھیل کھیلتے ہیں، ہوسکتا ہے وہ دوسرے مذاہب اور ان کی لڑکیوں کے ساتھ بھی ایسا کرتے ہوں، یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ مستقبل میں ہمارے سامنے کیسا "ہندوستان" آنے والا ہے۔

◆◆◆

نفرت کا بھنڈارا

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی، روشن مستقبل دہلی

ہندو سماج کا بھنڈارا چل رہا ہے، لائن میں لگے لوگ اپنی اپنی باری پر کھانا لے رہے ہیں۔ اسی لائن میں منہ پر دوپٹہ لپیٹے ایک عورت بھی کھڑی ہے۔ اسے دیکھتے ہی کھانا بانٹنے والا بڑی حقارت اور تلخ لہجے میں کہتا ہے:" کھانا لینا ہے تو جے شری رام کہنا ہوگا" عورت نعرہ لگانے سے انکار کرتی ہے، جس پر دونوں میں خوب بحث ہوتی ہے۔ ایک یوٹیوبر نے اسے ریکارڈ کیا، ویڈیو وائرل ہوگیا، جو پبلک ڈومین میں ہے۔ تھانے والے آفیشلی شکایت کے انتظار میں بیٹھے ہیں، عورت کے چہرے پر دوپٹے کا نقاب دیکھ کر بھنڈارے والے کو وہ عورت مسلمان محسوس ہوئی اس لیے اس کی نفرت باہر نکل آئی، عورت بھی اعصاب کی مضبوط نکلی بحث بھی کی، کھانا بھی چھوڑ دیا لیکن نعرہ نہیں لگایا، اس سے ہمیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے شاید وہ خاتون مسلمان ہی ہوگی۔

دو کردار دو نظریے

مذکورہ واقعے میں دو کردار ہیں ایک بھنڈارے والا، دوسرا نقاب پوش عورت کا، بھنڈارے والا تقریباً ساٹھ پینسٹھ سال کا بوڑھا تھا جب کہ خاتون تیس پینتیس سال کی محسوس ہو رہی تھی، دونوں کرداروں کا جائزہ لیا جائے تو یہ باتیں سامنے آتی ہیں:

ہندو بوڑھا نہایت متشدد اور بدتمیز محسوس ہوا۔ اس نے اپنی عمر اور بھنڈارے کا مقصد، کسی کا لحاظ نہیں کیا۔ بھنڈارے/لنگر کا بنیادی مقصد ضرورت مندوں کو کھلانا پلانا ہے۔ کھانے والے کا مذہب پوچھا جاتا ہے نہ علاقہ! ہماری خانقاہوں میں بھی روزانہ ہزاروں انسان کھانا کھاتے ہیں، جن میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے، سکھوں کے گرودواروں میں بھی ہزاروں لوگ لنگر کھاتے ہیں کبھی بھی کسی خانقاہ یا گرودوارے میں اللہ اکبر یا گرونانک کے نعرے نہیں لگوائے جاتے، مگر اس وقت ہندو سماج کے ایک بڑے حصے میں دوسرے مذاہب خصوصاً اسلام سے اس قدر نفرت بھر دی گئی ہے کہ آٹھ سال کا بچہ ہو یا ساٹھ سال کا بوڑھا، کوئی بھی نفرت دکھانے کا موقع نہیں چوکتا۔

اس بوڑھے کی بدتمیزی اور مذہبی نعرہ لگوانے کی ضد صاف بتا رہی تھی کہ اس کا مقصد کھانا کھلانا نہیں اپنے دھرم کی دھونس جمانا تھا اسی لیے اس کا انداز بڑا گھٹیا اور گالی گلوچ والا تھا جو اس کی سوچ اور خاندانی تہذیب کا پتا دے رہا تھا۔ عورت کا لائن میں لگنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے کھانے کی ضرورت تھی۔ اسے لائن میں

نہیں لگنا چاہیے تھا مگر کئی بار مجبوریاں خودداری کو دبالیا کرتی ہیں مگر پھر بھی اس خاتون کی ہمت اور فکری پختگی کی داد دینا ہوگی کہ جب کھانے کے بدلے اس کا عقیدہ پامال کرنے کی کوشش ہوئی تو عورت کی غیرت بیدار ہوگئی اور اس نے نہایت بہادری کے ساتھ نفرتی بوڑھے کو آڑے ہاتھوں لیا اور کفر کی بنیاد پر ملنے والے کھانے کو ٹھکرا کر غیرت وخودداری کا ثبوت دیا۔

یہ ویڈیو دیکھ کر میری نگاہ میں کئی ایسے لیڈی اسپتال گھوم گئے جہاں مذہب کی بنیاد پر مسلمان عورتوں کو ذلیل کیا جاتا ہے، کتنے ہی چیرٹی اداروں کے حادثات یاد آگئے جہاں مسلم خواتین کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھانے کی کوششیں کی جاتی ہیں، کتنی ہی تنظیموں کا کردار یاد آگیا جو معمولی سی مدد کی آڑ میں عورتوں کی عزت سے کھلواڑ کرتی ہیں۔ کتنے ہی دانی، گیانی یاد آگئے جو سماج سیوا کی آڑ میں نفرت پھیلاتے ہیں۔ مگر میں یہ سب کیوں سوچ رہا ہوں؟ مسلم عورتیں بھنڈارے کی لائن میں کیوں کھڑی ہیں، اس سے کسی کو کیا سروکار؟ بیمار عورتوں کے ساتھ اسپتالوں میں ہونے والی بدتمیزیوں سے کسی کو کیا دقت ہے؟ معمولی سے قرض کے بدلے مسلم خواتین کی آبرو کے پامال ہونے سے کسی کو کیا پریشانی ہو رہی ہے؟ اس لیے باہر نکلنے والی نقاب پوش خواتین ہوں یا گھر میں رہنے والی باحجاب خواتین، دونوں ایسے ہی سرعام ذلیل کی جاتی رہیں گی اور ہم لوگ اپنی اسی بے ڈھنگی چال میں مست رہیں گے۔

نہ ہو احساس تو سارا جہاں ہے بے حس ومردہ
گداز دل ہو تو دُکھتی رگیں ملتی ہیں پتھر میں

26 ربیع الثانی 1446ھ 30 اکتوبر 2024 بروز بدھ

ص ۵۳ رکا بقیہ

جس پر پڑا ہے سیدِ عالم کا پائے ناز
ذرہ بھی اس زمین کا رشکِ گہر ہوا
وابستگی سے ان کی یہ برکت تو دیکھئے
جو خود نہیں تھا راہ پہ وہ راہبر ہوا
رنج والم سے جب بھی پریشاں ہوا سعیدؔ
روشن نبی کی یاد سے اس دل کا گھر ہوا

ص ۵۴ رکا بقیہ

حضرت مولانا محبوب گوہر صاحب علمائے عباقرہ کے مؤدب ہیں اپنے اصاغر کے ساتھ ان کی شفقت بھی ان کی شخصیت کا طرہ ہے اور ان کی شخصیت کے نکھار میں سب سے زیادہ دخل بہار، یوپی و بنگال اور ملک بھر کے معتبر اور قدیم خانقاہوں میں ان کی بے پناہ مقبولیت ہے۔ بزرگوں کے فیض کے ساتھ فیض رضا کا دخل ان کی زندگی کا اہم حصہ ہے اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں فی الوقت نقابت کی وہ صلاحیت عطا فرمائی ہے جو ملک کے بیشتر جوان نقبا میں نہیں پائی جاتی، موصوف کا راقم الحروف سے برسوں کا پرانا تعلق ہے اور بڑے انکسار کے ساتھ تواضع کے ساتھ ہمارے ساتھ ان کی گفتگو شنید اور گہرے روابط بھی ہے۔

مقام خوشی ہے کہ ایم ایم ایچ اے پی یونیورسٹی پٹنہ کے پی ایچ ڈی داخلہ امتحان میں مولانا موصوف نے کامیابی حاصل کی ہے، اس عمر میں اتنی کامیابی ملنے کے باوجود بھی کامیابی کی ایک نئی سیڑھی چڑھنے کے لیے ایک نیا جوش وجذبہ ان کے اندر موجود ہے کہ عام طور پر اس عمر میں اتنی مقبولیت ملنے کے بعد کسی کو نیا زینہ چڑھنے کا شوق نہیں رہتا ہے لیکن واقعی یہ ان لوگوں میں ہے جو بلندیوں پر بلندیاں حاصل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور امید ہے کہ یہ ڈگری بھی بحسن خوبی یہ مکمل کریں گے اور ان کے ساتھ جہاں شاعر ونقیب مولانا جیسی صفات متصف کیے جاتے ہیں، اب ان صفات کے ساتھ ڈاکٹر کا بھی اضافہ ہوگا۔

خانقاہ تیغیہ اخلاقیہ کھرساہا شریف اور دار العلوم ملت اسلامیہ تیغیہ سمرا مظفر پور کے تمام احباب ارکان کی طرف سے ہم ان کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں مستقبل میں ان کی زبان سے مسلک و مذہب کی مزید حفاظت وصیانت فرمائے اور ان کے مقبولیت میں بے پناہ اضافہ فرمائے، آمین۔

محمد احمد رضا اخلاقی القادری
زیب سجادہ خانقاہ قادریہ تیغیہ اخلاقیہ
وصدر اعلیٰ دار العلوم ملت اسلامیہ تیغیہ مظفر پور بہار

منظومات

کر رقم نعت شہ جن و بشر پوری طرح

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی، نوادہ بہار

بعد حمدِ خالق ہر خشک و تر پوری طرح
کر رقم نعتِ شہِ جن و بشر پوری طرح

کر دو ہستی کو فنا عشقِ شہِ ابرار میں
زندگی ہوگی تمہاری معتبر پوری طرح

حفظِ ناموسِ رسالت دین کی پہچان ہے
اس پہ کر دو تم فدا جان و جگر پوری طرح

مصطفیٰ جانِ دو عالم کے رخِ پُر نور سے
اکتسابِ فیض کرتا ہے قمر پوری طرح

رب نے بخشا ہے محمد کو یہ اعجازِ رفیع
رکھتے ہیں احوالِ امت کی خبر پوری طرح

جب اٹھی انگشتِ نازِ مصطفیٰ سوئے فلک
ہو گیا پھر دفعتاً "شقِّ قمر" پوری طرح

بقیہ ص ۲۹ ر پر

عشق و عرفان کے دریاؤں میں ڈوبے شاعر

(از: محمد فرقان فیضی، امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

پہلے آداب کی گہرائی میں اترے شاعر
نعت پھر نعتیہ انداز میں لکھے شاعر

خدمت نعت میں مصروف رہا کرتے ہیں
عشق و عرفان کے دریاؤں میں ڈوبے شاعر

دل سے جو پڑھتے ہیں سرکار بریلی کا کلام
ایک دن خود بھی وہ بن جاتے ہیں اچھے شاعر

مادر علمی تری گود کے پالے ہوئے ہیں
فخر اس بات پہ کرتے ہیں ہم ایسے شاعر

مصرع نعت پہ جو مشق سخن کرتے ہیں
ہو ہی جاتے ہیں کسی روز وہ اچھے شاعر

نعت لکھنے کی وہ توفیق خدا سے مانگیں
نعت جو کہہ نہیں پاتے ہیں غزل کے شاعر

بقیہ ص ۳۷ ر پر

دنیا میں جب خدا کا نبی جلوہ گر ہوا

(از: مولانا نور سعید مرکزی، دار العلوم انوار رضا نوساری

سر اونچا خیر کا ہوا پژمردہ شر ہوا
دنیا میں جب خدا کا نبی جلوہ گر ہوا

ان کے وجود سے ہے خزاں بن گئی بہار
گلشن میں آئی تازگی، پیدا ثمر ہوا

آیا کبھی نہ دہر میں ہے ایسا انقلاب
گم گشتۂ جہاں بھی اب دیدہ ور ہوا

بھینی سہانی چلنے لگی ہر طرف ہوا
تاریکی دور ہو گئی، وقتِ سحر ہوا

خفتہ نصیب ہو گیا بیدار بالیقیں
دائی حلیمہ آپ کا آساں سفر ہوا

انگشت مصطفیٰ کا اشارہ جو مل گیا
خورشید پلٹا اور دو پارہ قمر ہوا

بقیہ ص ۵۲ ر پر

مسلک اعلیٰ حضرت کا گلشن، پھولتا اور پھلتا رہے گا

(از: شکیل اثر نورانی، بریلی شریف

مسلک اعلیٰ حضرت کا گلشن، پھولتا اور پھلتا رہے گا
اس پہ چھائی رہیں گی بہاریں، اس کا ہر گل مہکتا رہے گا

یہ ہوائے حدائق بخشش، باغ طیبہ سے آتی رہے گی
نور الدولۃ المکیہ سے، زور ظلمات گھٹتا رہے گا

یہ عطائیں تو بغداد کی ہیں، ان میں برکات مارہروی ہیں
ہے حسین و حسن کا یہ صدقہ، روز افزوں یہ بڑھتا رہے گا

زندگی مسکراتی رہے گی، نغمۂ نعت گاتی رہے گی
دور صہبائے عشق نبی کا، اہل سنت میں چلتا رہے گا

سنیوں کی ہے تقدیر روشن، دل بھی روشن ہیں چہرے بھی روشن
ہے منافق اندھیروں کا خوگر، ظلمتوں میں بھٹکتا رہے گا

اہل سنت کا یہ قافلہ ہے، اس کی منزل در مصطفیٰ ہے
رحمت و نور کی بارشوں میں، سوئے منزل یہ بڑھتا رہے گا

بقیہ ۳۷ ر پر

خدا کے بندۂ حامد شہ حامد رضا تم ہو

(از: مولانا محمد اشرف رضا قادری، سہ ماہی امین شریعت

خدا کے بندۂ حامد شہِ حامد رضا تم ہو
نبی کی عظمت و ناموس پر دل سے فدا تم ہو

اٹھایا دین کی خدمت کا پرچم اپنے ہاتھوں میں
معین و خادمِ دینِ محمد مصطفیٰ تم ہو

ہر اک فن میں امامت کا تمہیں درجہ رہا حاصل
معارف کے فلک کا مہر و ماہِ پُر ضیا تم ہو

''فتاویٰ حامدی'' پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے
رضا کے علم و حکمت کا مکمل آئینہ تم ہو

سجا ہے ''حجۃ الاسلام'' کا سہرا تمہارے سر
ہمارے راہبر تم ہو، ہمارے رہنما تم ہو

قیادت قوم و ملت کی بصد اخلاص فرمائی
گروہ اہلِ سنت کے نقیب و پیشوا تم ہو

تمہیں فنِ خطابت میں بھی ملکہ خوب حاصل تھا
خطیب اعظمِ ہندوستاں حامد رضا تم ہو

نبی کے عشق نے تم کو حیاتِ جاوداں بخشی
روا ہے گر کہے اشرفؔ ''بقا بعدِ فنا'' تم ہو

موقوفہ جائیداد میں حکومت کی مداخلت برداشت نہیں

ڈاکٹر حسن رضا خاں، پی ایچ ڈی پٹنہ

مظفر پور (پریس ریلیز) سرزمین محمد پور مبارک، پوسٹ پرشوتم پور، تھانہ منیاری، ضلع مظفر پور بہار میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع سے ''جشن آمد رسول'' کا انعقاد کیا گیا، جس کی سرپرستی خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد قمر الزماں مصباحی ادارہ لوح قلم سعد پورہ مظفر پور، صدارت تلمیذ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد آل مصطفی رضوی مرکزی مظفر پوری نے فرمائی۔

مصلح قوم و ملت حضرت مولانا سلیم الزماں رضوی کمہاروی نے اپنے خطاب میں کہا کہ آقائے کائنات ﷺ کی آمد کا صدقہ ہے کہ پوری دنیا میں علم کا اُجالا پھیلا، جہالت کی تاریکی دور ہوئی اور سارا عالم نور سے جگمگا اٹھا، مفتی محمد آل مصطفی رضوی مرکزی نے اپنے خطاب میں کہا کہ دنیا میں کردار کی پاکیزگی، اخلاق کی خوشبو اور انصاف کی ضیائیں جو پھیلی ہوئی ہیں وہ سب میرے نبی کے قدموں کی برکت ہے۔ خطیب باوقار حضرت مولانا غلام جیلانی جامعی نے اپنی تقریر میں کہا کہ میرے آقا پوری دنیا کے لئے رحمت تمام بن کر آئے۔

اسلامک اسکالر شہنشاہ خطابت حضرت مولانا غلام غوث صاحب قبلہ سیوان نے اپنے خطاب میں کہا کہ سارے رسل معجزہ لے کر آئے اور ہمارے نبی سراپا معجزہ بن کر آئے مسکرا دیں تو اندھیروں میں اُجالا پیدا ہو جائے اور اشارہ کر دیں تو حضرت حلیمہ کی جھونپڑی پر محلوں کا شباب آ جائے۔

حضرت مفتی محمد قمر الزماں رضوی مصباحی مظفر پوری نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ انسانیت سسک رہی تھی، اخلاقی زوال، بدکرداری اور ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم تھا مگر بقیہ ص ۳۷ پر

گوہر اسلام پوری پی ایچ ڈی کے لئے سلیکٹ

ضلع سیتامڑھی کی مشہور بستی اسلام پور سے تعلق رکھنے والے مشہور ادیب قادر الکلام شاعر حضرت مولانا محبوب گوہر صاحب اپنی سلیس زبان اور ماہرانہ نقابت کی وجہ سے اب محتاج تعارف نہیں ہیں، ملک بھر میں ان کی سلاست والی زبان کا چرچہ ہے، بہار و بنگال ہو یا جنوبی ہند کا علاقہ ہر طرف ان کی ذات سے مسلک رضا کی بڑی حمایت ملی ہے، آپ ایک اچھے عالم دین اور بہتر نقیب ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مصنف بھی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی نابغہ روزگار مجدد اعظم جیسی شخصیت کو اور ان کی پہاڑ جیسی خدمات کو بڑے سنہرے انداز میں منظوم کے طور پر پیش کرنے والے ہندوستان کی یہ پہلی شخصیت ہیں، امام اہل سنت کی طویل ترین سیرت و سوانح کو انہوں نے منظوم کی شکل میں پیش کر کے اپنے نام ایک تاریخی کارنامہ متعین کر لیا ہے۔ بقیہ ص ۵۲ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाआत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
NOVEMBER-2024
PAGES 94 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



جمادی الاخریٰ ۱۴۴۶ھ دسمبر ۲۰۲۴ء
DECEMBER-2024 Rs. 30/-

جانشینِ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی

مدیرِ اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



مدیر:
مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۱۲
Issue No. 12
Vol. 9 جلد نمبر ۹

جمادی الاخریٰ ۱۴۴۶ھ
دسمبر ۲۰۲۴ء

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپئے
سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ہر مسجد توڑی جائے گی، ہر مزار کھودا جائے گا؟

ملک کو ایک بار پھر فسادات کی آگ میں جھونکنے کی پلاننگ

اداریہ

جب سپریم کورٹ نے اپنے ایک غیر منطقی فیصلے کے ذریعہ بابری مسجد کو ہندوؤں کے حوالے کر دیا تو ایسا لگا کہ اب مندر مسجد کا جھگڑا ختم ہو گیا، لیکن یہ بات محض ہماری خوش فہمی ثابت ہوئی، کیونکہ کچھ شر پسند ہندوؤں نے زور وشور سے یہ نعرہ لگانا شروع کر دیا ''ایودھیا تو ایک جھانکی ہے، کاشی متھرا باقی ہے'' اور کچھ دنوں بعد اس نعرہ کو زمین پر اتارتے ہوئے بنارس یعنی کاشی کی ''عالم گیری مسجد'' (جسے ''گیان واپی مسجد'' بھی کہا جاتا ہے) پر یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ ''شِو مندر'' توڑ کر بنائی گئی ہے، سروے ہوا، کھدائی ہوئی اور وضو خانے میں لگے فوّارے کو ''شِو لنگ'' بتا دیا گیا، اس کے بعد متھرا کی ''شاہی عید گاہ'' پر ''کرشن جنم بھومی'' ہونے کا دعویٰ ٹھوکا گیا، فی الحال دونوں معاملے کورٹ میں زیر التوا ہیں۔

ابھی ۱۹؍ نومبر کو سنبھل کی ''شاہی جامع مسجد'' کے تعلق سے ضلع کورٹ میں یہ دعویٰ پیش کیا گیا کہ یہ مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی ہے، اس لئے حقیقت سے آگاہی کے لئے اس کا سروے کرایا جائے، جج صاحب بھی سارے معاملات چھوڑ کر اسی انتظار میں تھے کہ کب دعویٰ ہو اور وہ کب سروے کا آرڈر دیں، چنانچہ دعویٰ پیش ہوتے ہی جج صاحب نے یک طرفہ سماعت کی اور اتنے سنگین معاملے میں اسی دن سروے کا آرڈر دے دیا اور اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ ڈی ایم صاحب نے اسی دن سروے بھی کرا دیا، جہاں مقدمات میں سالوں سال تاریخ پہ تاریخ دینا روایت بن گئی ہو، وہاں مقدمہ دائر ہونے سے لے کر اسے قبول کرنے، پھر اس کی سماعت کرنے، سروے کا آرڈر پاس کرنے اور سروے کی انجام دہی تک کا سفر صرف ایک ہی دن میں طے ہونا کسی ''پلاننگ'' کا حصہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ۹؍ نومبر کو بلا کسی مخالفت کے مسجد کمیٹی نے رات گیارہ بجے تک سروے مکمل کرا دیا، چونکہ یہ سروے نہایت ہی امن وشانتی کے ماحول میں مکمل ہو گیا، کوئی مخالفت نہیں، کوئی ہنگامہ نہیں، لیکن یہ بات ''دنگا جیویوں'' کو پسند نہیں آئی، چنانچہ انھوں نے دنگے کی پلاننگ کی اور ڈی ایم کو دوبارہ سروے کرانے کی درخواست دی اور ڈی ایم صاحب نے بلا کورٹ کے آرڈر کے ۲۴؍ نومبر کو دوبارہ سروے کا حکم دے دیا، جس کے بعد کس طرح سروے کے لئے جلوس کی شکل میں لوگ گئے اور کس طرح مسلمانوں کو اکسایا گیا، کس طرح پانچ نوجوانوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا، کس طرح مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر عورتوں کے ساتھ زیادتی کی گئی، گھریلو ساز وسامان توڑے گئے، یہ سب کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اس کے دو دن بعد ہی آٹھ سو سالہ پرانی خواجۂ ہندوستان کی درگاہ اجمیر شریف پر بھی شِو مندر ہونے کا دعویٰ ٹھوک دیا گیا، پھر بدایوں کی جامع مسجد پر مندر ہونے کا دعویٰ کیا گیا، یعنی اب مسجدوں پر مندر ہونے کا دعویٰ ایک ''کھیل'' بن گیا ہے، رات کو کوئی سنگٹھن جنم لیتا ہے اور صبح ہوتے ہی کورٹ پہنچ کر اپنے کھیلنے کے لئے کسی مسجد کو کھدوانے کی ضد کرنے لگتا ہے، جج بھی اپنے آپ کو ''سپر فاسٹ جج'' ثابت کرنے کے لئے اسی کا منتظر بیٹھا ہوتا ہے، مسجدوں کو مندر بتانے کے اس ''موسم'' میں سسٹم کا ایک ایک فرد ''سپر فاسٹ'' ہو گیا ہے، نہ دعویٰ میں دیری، نہ سماعت اور سروے کے آرڈر میں دیری اور نہ سروے کرانے میں دیری! اگر پہلے سروے میں ''دنگا'' نہیں ہوا تو ڈسٹرکٹ سسٹم اس کے لئے دوسرا سروے بھی کرانے میں دیر نہیں کرتا۔

ظاہر ہے ہندوستان میں موجود لاکھوں مسجدوں کو کھود کر ان کے نیچے دبے........ کو نکالنے کا ''عظیم'' کام بقیہ ص ۲۳؍ پر

اسلامیات

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

ربِّ کائنات جل جلالہ وعم نوالہ کا بے پایاں کرم کہ اس نے ہمیں ایسے مہتم بالشان رسول کی امت میں پیدا کیا جو تمام رسولوں سے افضل واعلیٰ اور برتر و بالا ہیں، کرم اور بالائے کرم یہ کہ جو چیزیں سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب ہو گئیں، وہ بھی اعلیٰ سے اعلیٰ تر گئیں، یوں تو انسانوں کے رشد و ہدایت کے لیے ربِّ لم یزل نے ایک سو چار ۱۰۴ رکتابیں اور صحیفے نازل فرمائے مگر قرآن مقدس جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا کو ان سب سے افضل ہونے کا شرف حاصل ہوا، ہر نبی کے صحابہ بھی بلا شبہ انتہائی معظم و محترم ہیں مگر ان سب صحابہ سے حد درجہ فائق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ہیں، اسی طرح خداوند قدوس نے سابق انبیائے کرام اور رسلِ عظام علیہم السلام کی امتوں کے بالمقابل اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتوں کو خیر امم ہونے کا اعزاز بخشا جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

مذکورہ آیت کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو بہترین امت قرار دینے کی جو اہم وجہ بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ ایسی ربِّ قدیر کے حبیب کی پسندیدہ امت ہے جو بھلائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت و افادیت کو بالتفصیل اجاگر کریں اس آیت کریمہ کا سببِ نزول مع پس منظر ملاحظہ کریں۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے قبل بڑے بڑے علمائے یہود اہل مدینہ کو کتاب اللہ کی روشنی میں یہ بتاتے رہے کہ عنقریب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ورودِ مسعود ہونے والا ہے، ساتھ ساتھ آپ کی وہ ساری علامتیں اور صفتیں بھی بیان کرتے رہے جو توریت کے اندر مذکور تھیں۔ علماء یہود اہل مدینہ کو یہ بھی دھمکی دیا کرتے تھے کہ اگر تم نبیٔ آخر الزماں پر ایمان نہ لائے تو ہم ان کے ساتھ مل کر تم مشرکوں کو یا تو مدینے سے نکال کر باہر کر دیں گے یا پھر تمھیں نیست و نابود کر دیں گے، مگر جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو اسمٰعیل علیہ السلام سے ہیں تو ان کے اندر یکا یک حسد و تعصب کی آگ بھڑک اٹھی کیوں کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ خاتم النبیّٖن بھی بجائے بنو اسمٰعیل علیہ السلام کے بنو اسحاق علیہ السلام سے ہوں کیوں کہ انھیں پتہ تھا کہ پیغمبروں کی ایک کثیر تعداد کا تعلق بنو اسحاق علیہ السلام سے تھا اور بنو اسمٰعیل علیہ السلام سے ایک بھی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔

جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ جوق در جوق کفر و شرک سے تائب ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہونے لگے اور آپ کے دامن کرم سے مربوط ہو کر آپ پر دل و جاں سے سرشار و فدا ہونے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا من، دھن تن سب کچھ قربان کرنے لگے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل مدینہ میں آباد عرب کے دو قبیلے اوس وخزرج کے مابین اس قدر اختلافات جڑ پکڑ چکے تھے کہ ایک دوسرے کو پھوٹی آنکھ بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ شدید تر اختلاف کے سبب دونوں کے مابین خوں ریز و تباہ کن جنگ بعاث چھڑی اور انجام کار دونوں

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

قبیلوں کے تقریباً تمام مشاہیر بہادر آپس میں لڑ بھڑ کر نیست و نابود ہو گئے۔ نتیجتاً ان کی قوت و طاقت اور عزت و شہرت کالعدم ہو کر رہ گئی۔ ناتوانی و کمزوری کی عمیق دلدل میں پھنستے اور دھنستے چلے گئے، اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا مدینے میں بسنے والے یہودیوں نے۔ چونکہ یہ اوس و خزرج کے بالمقابل زیادہ تعلیم یافتہ اور منظم و متحد تھے جس کی بنیاد پر دونوں قبیلوں پر ان کی ایسی بالادستی قائم تھی کہ یہ ان کے سامنے مغلوب اور ان کے مکمل طور پر زیر اثر تھے۔

اس حقیقت سے کوئی بھی انسان چشم پوشی نہیں کرسکتا ہے اور نہ کسی کو مجالِ انکار ہوگی کہ رسولِ ہاشمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کے بعد آپ کی تعلیم و تادیب اور صحبت بافیض کا ایسا زرّیں اثر مرتب ہوا کہ بھائی چارگی اور رواداری کی فضائیں ہموار ہوئیں کہ دونوں قبیلے نہ صرف یہ کہ شیر و شکر بن گئے بلکہ ان کی باہم اخوت و محبت قیامت کے لیے ایک ضرب المثل بن کر رہ گئی، اوس و خزرج کا یہ فقید المثال ارتباط و التفات بھلا یہودیوں کو کیوں کر ہضم ہوتا، یہی سبب ہے کہ آئے دن یہ مدینے والوں کو اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف بھڑکاتے رہتے اور بڑی کوششیں کرتے رہے کہ کسی طرح مسلمان دامن اسلام سے الگ ہو کر بانیٔ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں تاکہ حسبِ سابق ہماری بالادستی ان پر قائم و دائم رہے، قابلِ تحسین ہیں مسلمانانِ مدینہ کہ انھوں نے اپنے استحکامِ ایمان کا ایسا بیّن ثبوت فراہم کیا کہ یہودیوں کی تمام تر کوششیں اور ہلاکت خیز سازشیں دھری کی دھری رہ گئیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ علماءِ یہود میں سے مالک ابن صیف، وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل سمیت دیگر انصار صحابۂ کرام کو اپنے دامِ فریب میں لینے کی بڑی کوشش کی لیکن جب ان کی ایک بھی دال نہ گلی تو پینترا بدلتے ہوئے بڑے ہمدردانہ و مخلصانہ انداز سے کہنے لگے کہ یارو! یہاں بانیٔ اسلام کے آنے سے پہلے ہم سب آپس میں کس قدر مل جل کر رہتے تھے، ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں ساتھ دیا کرتے تھے مگر اب تمھیں کیا ہو گیا کہ تم لوگوں نے مکمل طور پر ہم سے رشتہ و ناطہ توڑ کر مسلمانوں کو اپنے سر آنکھوں میں بٹھا لیا اور ان پر صبح و شام محبت و اخوت کا زمزم چھڑکنے لگے، ہم یہ دیکھ رہے ہیں قلب و جگر سب نچھاور کر رہے ہو، ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر اپنی تقدیر کو باعثِ صد افتخار سمجھ رہے ہو، تم ان کے ایسے شیدائی و فدائی بن گئے ہو کہ ان کے بغیر تمھیں ایک لمحہ بھی راس نہیں آتا۔ صبح و شام، شب و روز تم ان کی صحبت بافیض میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات گذارنے میں فخر محسوس کر رہے ہو۔

یہودیوں نے مزید کہا کہ دیکھو مسلمانو! ہم تمھارے خیر سگال و بہی خواہ ہیں لہٰذا اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے، ہماری مانو اسلام اور بانیٔ اسلام کو چھوڑ کر تم یہودیت اختیار کر کے دائمی امن و نجات کے پرسکوں سائباں میں آجاؤ۔ ہم تمہارے سامنے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم اس کی پاداش میں نہ صرف یہ کہ تمھیں مال و متاع سے مالا مال کر دیں گے بلکہ تمھیں اعلیٰ سے اعلیٰ تر منصب پر فائز کر کے تمہاری عزت و وقار کو ہم دوبالا کر دیں گے، یہودیوں نے سوچا تھا کہ ہم اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ورغلا کر مسلمانوں کو دامِ مکر و فریب میں لے لیں گے اور انھیں بڑی آسانی کے ساتھ دامنِ اسلام سے ہمیشہ کے لیے منفک کر دیں گے مگر ان کی خواہشوں اور کوششوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں اور مذہب اسلام کے سچے پیروکاروں نے انھیں یہ دنداں شکن جواب دیا کہ یہودیو! تم نے ایسا سوچ کیسے لیا، تمھارے حاشیۂ ذہن پر یہ خیال کیسے ابھر آیا کہ ہم تمہاری گرگٹ جیسی چال نہ سمجھ کر تمہارے بہکاوے میں آجائیں گے۔ تم کان کھول کر سن لو! دنیا کی کوئی ایسی طاقت نہیں جو ہمیں دامنِ اسلام سے الگ کر سکے۔ تمھیں اسلام کی خوبیوں کا کیا پتہ؟ تم کیا جانو محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جامِ عشق میں کس قدر لذت و چاشنی اور روحانی آسودگی پنہاں ہے۔ ساحل میں رہنے والے کو سمندر کی گہرائی و گیرائی کا علم نہیں ہو سکتا۔

بڑی حیران کن بات ہے کہ ابھی کل کی بات ہے تم ہمارے سامنے اسلام کی حقانیت و صداقت پر لمبے لمبے خطبے دیا کرتے تھے، تم نبیٔ آخر الزماں کی آمدِ پاک کا گھر گھر چرچا کرتے تھے،

کل تم ہمیں اسلام کی دعوتِ تبلیغ دیا کرتے تھے۔ تم محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں رطب اللسان رہتے تھے، تم ہمیں توریت وانجیل کی روشنی میں بانیٔ اسلام کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ تم ہمیں یہ کہہ کر دھمکیاں دیا کرتے تھے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو ہم تمھیں مدینے سے باہر نکال دیں گے ہم یہ کریں گے ہم وہ کریں گے مگر آج اچانک تمھیں کیا ہو گیا۔ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمھاری کدو کاوش رنگ لائی۔ تمھیں تمہاری سعیٔ پیہم کا حسین صلہ وتمغہ مل گیا۔ تمہاری تمنا میں بقعۂ نور بن گئی، تمہاری دلی مرادیں بر آگئیں کہ ختمی مرتبت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی آپ نے بعد ہجرت ہمارے خطۂ یثرب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا، تمھیں تمہاری محنتوں کا ثمرہ مل گیا کہ ہم تمھاری ہی ترغیب سے اثر پذیر ہو کر دامنِ اسلام کی سکون بخش چھاؤں میں آگئے مگر آج اچانک تمھیں کیا ہو گیا۔ یک بیک تمہارے سوچنے کا انداز کیسے بدل گیا۔ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بڑے دنوں کے بعد آج تم سے ملاقات ہوئی ہے تم ہمیں گلے سے لگا کر ہمارے حلقہ بگوش اسلام ہونے پر تہنیت وتبریک کے ہدایا وتحائف پیش کرو گے مگر معاملہ بالکلیہ برعکس ہے اخیر اس کی وجہ کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ یہودی علما اپنے مدعا کی تائید میں کچھ کہتے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابۂ کرام نے فرمایا کہ یہودیو! یہ بات تم سرے سے بھول جاؤ کہ ہم اسلام اور بانیٔ اسلام کے دامنِ کرم سے الگ ہو جائیں گے یہ ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ تمھاری یہ تمنا ہمیشہ تشنۂ تکمیل اور تمہاری آرزو یاسیت زدہ رہے گی۔ تمہاری معلومات میں اضافہ کے لیے ہم تمھیں یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہم نے جو دین قبول کیا یہ سارے ادیان سے بہتر ہے۔ جس نبی پر ہم ایمان لائے ہیں وہ سارے نبیوں سے افضل واعلیٰ ہیں جو کتاب ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ ساری کتابوں سے افضل ہے اور یہ بھی اچھی طرح ذہن نشیں کر لو کہ ہماری قوم جملہ اقوام سے ارفع وبالا ہے، یہ سنتے ہی یہودی علما نے فوراً اپنی گفتگو کی نہج بدلتے ہوئے کہا ارے مسلمانو! یہ تم کیا کہہ رہے ہو، ضرور تمھیں سخت غلط فہمی ہوئی ہے، تمہارے ذہن ودماغ میں ایسی باتیں ڈال دی گئی ہیں جو حقیقتِ حال سے بالکلیہ مختلف و برعکس ہے، اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارا دین یعنی یہودیت تمام دینوں سے افضل ہے اور ہم بنی اسرائیل تمام جہاں سے اعلیٰ ہیں تو تمھیں یقین نہیں آئے گا کیوں کہ ہر شخص اپنی مدحت سرائی کرتا ہے اور خود کو اعلیٰ گردانے کی کوشش کرتا ہے۔

لہٰذا آؤ ہم قرآن تمہارے سامنے سے اپنی افضلیت ثابت کرتے ہیں۔ کیا تمھارے قرآن میں ربِّ کائنات کا یہ ارشاد موجود نہیں ہے کہ ”بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو تمام عالم پر فضیلت بخشی ہے۔“ قبل اس کے کہ صحابۂ کرام اس کے جواب میں لب کشا ہوتے خداوند قدوس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہودی علما کے ادعائے باطل میں یہ آیت نازل فرمائی۔ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

یہاں اس شق کا ازالہ بے حد ضروری ہے کہ یہودیوں کا اپنی افضلیت پر قرآنی آیت سے استدلال قطعی درست نہیں بلکہ یہ آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے کیوں کہ بنی اسرائیل کے حق میں ربِّ کائنات نے جس افضلیت کا ذکر فرمایا وہ عارضی تھی جب کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتوں کی افضلیت دائمی ہے اور اس کا اطلاق ہر زمانے پر ہے۔ اس کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ اس امت کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل تمام عالم میں افضل تھے لیکن اس امت کے وجودِ مسعود کے بعد ان کی افضلیت ختم ہو گئی اور امتِ مصطفیٰ کو قیامت تک کے لیے تمام امم سابقہ پر فضیلت عطا کر دی گئی۔

یہاں کوئی یہ نہ کہے کہ امتِ مصطفیٰ ساری سابقہ امتوں میں افضل کیسے ہو سکتی ہیں جب کہ یہ امت تو سب سے اخیر میں منصۂ شہود میں جلوہ گر ہوئی۔ یہ اشکال وخلجان حدیثِ معراج سے بہ آسانی دور ہو جاتا ہے کہ معراج کی رات ربِّ قدیر نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہی استفسار فرمایا کہ اے میرے حبیب! ہم نے آپ کی امت کو ساری امتوں میں آخری امت

بنایا کیا اس سے تمھاری امت کو کوئی تکلیف ہے، سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یاالٰہ العالمین ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ میری امت تیری حکمت وقدرت پر صمیمِ قلب ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ تیری رضا پر ہر حال میں راضی ہے۔ ربّ کائنات نے مزید فرمایا کہ میرے حبیب! میں نے آپ کی امت کو آخری امت اس لیے بنایا تا کہ آپ کی امت کی پردہ پوشی ہو۔ کوئی اس کے عیوب کو جان نہ سکے اور نہ بیان کر سکے۔ اب نہ کوئی قیامت تک نبی آئے گا، نہ کوئی کتاب آئے گی۔ پھر کیوں کر ممکن ہے کہ کوئی آپ کی امت کے نقائص کو بے نقاب کر سکے۔

خداوند قدوس کی اس حکمت پر نثار جائیے۔ اس حکمت کے دامن میں خالقِ کائنات کی اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے کس قدر محبت مضمر ہے اس کا اندازہ لگانا بلا شبہ متعذر ہے۔ اگر تاریخ عالم کا بغور اور بالتفصیل جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت مہر نیم روز کی طرح واشگاف وعیاں ہوجاتی ہے کہ امم سابقہ کے عیوب ونقائص پردۂ خفا میں نہ رہ سکے بلکہ ان کی بدعقیدگیوں اور بداعمالیوں سے تاریخ عالم کا ایک ادنی قاری بھی خوب واقفیت وشناسائی رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ خود قرآن مجید نے بڑی تفصیل کے ساتھ وضاحۃً بنی اسرائیل سمیت قوم لوط، قوم ثمود، قومِ عاد وغیرہ کے ان افعال وکردار کا ذکر کیا جن کی بنیاد پر مذکورہ اقوام عذابِ الٰہی میں مبتلا اور قہر الٰہی کے شکار ہوئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان قوموں کے حالات پڑھنے اور جاننے کے بعد ہمارا سویا ہوا ضمیر بیدار ہوتا ہے۔ ہمارے مردہ احساس میں زندگی کی لہر دوڑتی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ہمارے دلوں میں خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ان واقعات کے تفصیلی بیان کے مختلف درس خیر مقاصد حسنہ میں ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ان واقعات کو سننے، جاننے اور پڑھنے کے بعد ہمارے رویوں میں تبدیلی واقع ہو، ہم مقصدِ تخلیق کا صحیح معنوں میں ادراک کر سکیں اور اس کو عملی جامہ پہنانے میں تاحیات سعئ پیہم کر سکیں نتیجتاً ہمارے اخلاق میں پاکیزگی، ایمان میں چاشنی اور روح میں بالیدگی کی خوشگوار فضا ہموار ہو سکے۔ ہمارے اندر خدا اور رسول کی نافرمانیوں کی بساط باقی رہے اور نہ ہم ارتکابِ معصیت کی جسارت کر سکیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا آیت قرآنیہ میں لفظ ''امت'' سے مراد امتِ دعوت نہیں بلکہ امت اجابت ہے۔ کیوں کہ امتِ دعوت کی تعریف کے پیش نظر سارے کفار ومشرکین بھی رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام غیر مسلموں پر فرض ہے کہ وہ نبیٔ آخر الزماں پر ایمان لائیں، اس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت رسالتِ عامہ ہے۔ یاد رہے کہ ہر بندۂ خدا امتِ مصطفیٰ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے سہلِ ممتنع میں کیا خوب ارشاد فرمایا:

جیسے سب کا خدا ایک ہے ایسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

آیت مذکورہ میں ربّ کائنات نے جس امت کو خیر امت فرمایا ہے اس سے مراد امت دعوت نہیں بلکہ امت اجابت یعنی وہ امت مراد ہے جس نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بصمیم قلب مان لیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا کہ امتِ مصطفیٰ کی افضلیت کے جہاں بہت سے اسباب وعلل ہیں وہیں اس کے سب سے اہم سبب کی خود خداوند قدوس نے مذکورہ آیت میں وضاحت فرمائی کہ یہ ایسی بہترین امت ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے یعنی یہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔

واضح رہے کہ اس آیتِ مقدسہ میں معروف اور منکر دونوں لفظوں میں ال کا استعمال ہوا ہے، یہ علم نحو کے تناظر میں استغراق کے لیے ہے، استغراق کا مطلب یہ ہوتا ہے یہ اپنے سارے افراد کو شامل کر لیتا ہے، اب المعروف میں تمام قسم کے امور خیر داخل ہوجائیں گے یعنی المعروف کے ضمن میں مستحبات بشمول ایمانیات سب مراد ہوں گے، اسی طرح المنکر کے اندر جملہ برائیاں مکروہات سے لے کر کفریات تک سب شامل ہوجائیں گے، ایسے ہی ''امر'' اور ''نہی'' میں بھی تعمیم پائی جاتی ہے۔ یعنی ایک مومن کو ہر قسم کی

اسلامیات

بھلائی کا حکم دینا ہے زبان سے ہو یا قلم سے، چھوٹے بڑے سے عرض کر کے، بڑے چھوٹے پر تنبیہ کر کے دوست دوست کو مشورہ دے کر۔

بالجملہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ امر و نہی کے حکم کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ بھلائیوں کو ہر اعتبار سے ہر طرف عام کیا جائے اور برائیوں کی ہر ممکن روک تھام کی جائے تا کہ پورا معاشرہ اسلامی سانچے میں ڈھل جائے اور ذرہ ذرہ شریعت کے انوار و تجلیات سے بہرہ ور ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ہماری رفتار و گفتار، وضع قطع، چہرہ مہرہ، لباس و پوشاک، رہن سہن اور چال چلن میں ایسی پاکیزگی کے سوتے پھوٹ پڑیں گے کہ اغیار ہمیں دیکھ کر ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں گے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اگر امتِ مسلمہ کا ہر فرد غفلت کے دبیز پردے سے باہر نکل کر، بے ایمانی اور بدعملی کی دلدل کو چھوڑ کر، بے راہ روی اور عہد شکنی کی زنجیر کو توڑ کر، دنیاوی نام و نمود اور اپنے اندر طاری تعطل و جمود کے شیرازے کو بکھیر کر، اپنی منفی سوچوں کے رخ کو کتر کر، آپسی رسا کشی کو مٹا کر اس آیت کے حکم پر عمل پیرا ہو جائے تو پھر ہمارے معاشرے کی خرابی اچھائی سے، نفرت محبت سے، حسد رشک سے ذوقِ گناہ حصولِ ثواب سے، نافرمانی اطاعت شعاری سے، بغض و تعصب اخوت و الفت سے، مفاد پرستی صلۂ رحمی سے، خود پسندی رواداری سے قتل و غارت گری امن و امان سے، دنیا داری بندگی سے بدل سکتی ہے۔

امت مصطفیٰ کی افضلیت سے متعلق سورۂ بقرہ کے اندر خداوند قدوس نے ایک اور اہم سبب یوں بیان فرمایا" اور اسی طرح ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمھارے نگہبان اور گواہ ہیں"۔ یعنی ربِّ قدیر نے امتِ مصطفیٰ کی افضلیت کا ایک اور اہم سبب یہ بتایا کہ یہ امت انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے گی اور بانگِ دہل ان کے دفاع میں ایسی سینہ سپر ہو جائے گی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کافر امتیں اپنے دعوے میں جھوٹی ثابت ہو جائیں گی بالآخر امت مصطفیٰ کی گواہی کا ایسا دل نواز اثر مرتب ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت و حقانیت واشگاف ہو جائے گی۔

مذکورہ آیتِ مقدسہ کی تفصیل و تفسیر کے تناظر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ کل بروزِ حشر جب ربِّ کائنات انبیاء کرام علیہم السلام کی کافر امتوں سے ان کے کفر و شرک اور ضلالت و سرکشی سے متعلق استفسار فرمائے گا کہ تم نے شرک کیوں اختیار کیا، اس کے جواب میں کافر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمتِ شان کی پرواہ کیے بغیر کہیں گی کہ خداوند! اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، ہم تیرے احکام سے بالکلیہ نابلد تھے، ہمیں کفر و ایمان، خیر و شر اور ضلالت و ہدایت کے مابین نہ کوئی فرق معلوم تھا اور نہ ہمیں اس سلسلے میں کسی نے بتایا۔ ربِّ کائنات فرمائے گا کہ کیا میں نے تمھاری رشد و ہدایت کے لیے اپنے انبیاء نہیں بھیجے تھے؟ کافر امتیں میدانِ حشر میں کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے صاف صاف یہ کہہ کر انکار کر دیں گے کہ رب قدیر! ہمارے پاس تیرا کوئی نبی آیا ہی نہیں تو پھر ہم کیسے جانتے کہ کفر و شرک، شر و فساد اور ضلالت و سرکشی مذموم و مقبوح ہیں اور ہمیں اس کے قریب بھی نہیں جانا ہے، لہٰذا ہم سے جو بھی گناہ صادر ہوئے وہ ہماری لاعلمی کی بنیاد پر ہوئے، اس میں ہماری کوئی خطا نہیں اور نہ ہم پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ایسی صورت میں خداوندِ قدوس اپنے انبیائے کرام سے دریافت فرمائے گا کہ اے میرے نبیو! بتاؤ کیا تمھاری امتیں صحیح و درست کہہ رہی ہیں؟ کیا تم نے میرے احکام و فرامین ان تک نہیں پہنچائے؟ کیا تم نے انھیں شرک و کفر سے بچنے کی ترغیب نہیں دی تھی؟ کیا تم نے ان کے دلوں میں میرا خوف نہیں پیدا کیا تھا؟ کیا تم نے انھیں میری نافرمانیوں سے نہیں روکا تھا۔ کیا تم نے انھیں میرے قہر و غضب سے متنبہ نہیں کیا تھا، کیا تم نے انھیں جہنم اور نارِ جہنم سے محفوظ رہنے کی تلقین نہیں کی تھی؟ کیا تم نے انھیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے ڈرایا نہیں تھا؟

کیا تم نے انھیں حساب و کتاب کی بابت باور نہیں کرایا تھا؟

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام عرض گذار ہوں گے یا رب العالمین ایسا ہر گز نہیں ہے۔ یہ ہماری امتیں بالکلیہ کذب

بیانی سے کام لے رہی ہیں، ان کے قول میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ہے، ان کا دعویٰ خام ہے، بھلا ہم میں اتنی بساط کہاں سے آسکتی ہے کہ ہم تیرے احکام سے سرِ مو منحرف ہوجائیں، بھلا ہم ایسی جرأت وجسارت کیسے کرسکتے ہیں کہ تیرے احکامات ان تک نہ پہنچائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے تیرے سارے فرامین و ارشادات اور اوامر ونواہی سمیت جو تو نے ہمیں بتائے من وعن وہ سب ان تک پہنچائے، ان تبلیغی امور میں ہماری راہوں میں زہرہ گداز بہت ساری مشکلات آئیں مگر ہم نے ان کی تیری رضا وخوشنودی کی خاطر کوئی پرواہ نہ کی، ہمارے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی۔ ہم نے تیری عطا کردہ تحریکِ حق و صداقت کے علم کو ایک لمحے کے لیے بھی سرنگوں ہونے نہ دیا، ہماری یہ امتیں بجائے اس کے تیرے احکامات پر عمل پیرا ہوتیں یہ روز بروز کفر وشرک میں مبتلا ہوتی گئیں اور اس پر مستزاد ظلم بالائے ظلم یہ کہ انھوں نے حق کی راہوں کو مسدود کرنے کی طاقت بھر ناپاک کوششوں میں لگی رہیں اور ہم پر مظالم کے پہاڑ طبیعت بھر توڑتی رہیں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے جواب پر ربِّ لم یزل فرمائے گا کہ تم اپنے دعوے کی توثیق وتصدیق کے لیے گواہ پیش کرو کہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہوتا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام بطور گواہ کسے پیش کریں گے، آگے ملاحظہ فرمائیں، جملہ انبیائے کرام علیہم السلام بطور گواہ اپنے دعوے کی دلیل پر امتِ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کریں گے، امت مصطفیٰ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گی کہ خداوندا! یہ تیرے جلیل القدر معصوم انبیا ہیں، بے شک انھوں نے تیرے احکام کی ترسیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، ان کی کافر امتیں سراسر جھوٹ بول رہی ہیں، امت مصطفیٰ کی گواہی سنتے ہی کفار بھڑک اٹھیں گے اور اعتراض کریں گے کہ اس امت کی گواہی قطعی قابل قبول نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہ امت ہمارے زمانے میں موجود ہی نہیں تھی۔ بھلا موجود ہو بھی کیسے سکتی تھی جب کہ یہ امت ہمارے ہزاروں سال بعد پیدا کی گئی۔ جب یہ نہ حاضر اور نہ ناظر تو پھر اس کی گواہی کیسے مانی جاسکتی ہے۔

کفار کے اس جرح وقدح کے نازک موقع پر غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برملا فرمائیں گے کہ یہ حق ہے کہ ہم ان کے زمانے میں حاضر نہیں تھے لیکن ہم نے اس ذاتِ کریم سے سن کر گواہی دی ہے جس نے یہ سارے واقعات مشاہدہ فرمائے ہیں وہ ذاتِ بابرکات ہمارے آقا ومولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اپنے غلاموں کی تصدیق وتوثیق کے لیے رسولِ گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض گذار ہوں گے یا اللہ! میری امت بالکل سچ کہہ رہی ہے واقعی میں نے انھیں بتایا تھا کہ تیرے انبیاء کرام نے مکمل امانت داری کے ساتھ تیرے سارے احکام وفرامین اپنی اپنی قوم تک پہنچائے اور ان کے مابین تادمِ حیات تبلیغ وارشاد کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ رب کائنات اپنے حبیب مکرم ﷺ کی تصدیق کے بعد انبیاء کرام کے حق میں ڈگری عطا فرمادے گا۔

اگر ہم حشر کے دن رونما ہونے والے اس واقعے کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور غور وخوض کریں تو اس سے کئی ایک اہم امور و نکات مترشح ہوسکتے ہیں، مثلاً اس واقعے سے جہاں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی معصومیت کا پتہ چلتا ہے وہیں، ان مقدس حضرات کی بے مثال اطاعت خداوندی کا بھی واضح ثبوت ملتا ہے، مذکورہ دونوں باتوں کی تصدیق سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتوں کے بیان سے تو ہوتی ہی ہے اور ساتھ ساتھ خود سرکار ابد قرار ﷺ کے فرمانِ عالیشان سے بھی۔

لہٰذا ہم مسلمانوں کے لیے انتہائی ناگریز امر اور تقاضۂ ایمان ہے کہ ہمیں انبیائے کرام کی ذواتِ مقدسہ سے متعلق یہ راسخ عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سارے انبیا کرام علیہم السلام قبل اعلان نبوت اور بعد اعلان نبوت بھی ہر قسم کے گناہ سے خواہ ان کا تعلق صغائر ہی سے کیوں نہ ہو بالکلیہ مبرہ ومنبرہ ہیں۔ ربِّ لم یزل انھیں معصوم بنا کر اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا، وہ لوگ بڑے شقی ہیں جو انبیا کرام کے ساتھ گناہ وخطا کی تلویث کرکے اپنے ایمان وعقیدہ کا سودا کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ تبارک و

تعالیٰ ایسے اشقیا سے ہمیں تا دم حیات محفوظ و مامون رکھے اور ہمیں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی عظمتوں کو سمجھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے نیز ہمیں خداوند کونین ان سعادت مند حضرات کے نقوشِ قدم پر چلائے جن کے قلوب واذہان انبیائے کرام علیہم السلام کی عظمتِ شان سے بہرور تھے اور آج بھی ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت وافادیت سے متعلق احادیث نبویہ کثرت سے ملتی ہیں، ان میں چند حدیثیں نذرِ قارئین ہیں:

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خلافِ شرع بات یعنی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی قوت نہ ہو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ترین ایمان ہے یعنی یہ ایمان والے کا کمزور ترین فعل ہے۔

اس حدیث سے متعلق شارحینِ حدیث کے اقوال مختلف ہیں، بعض نے فرمایا کہ ہاتھ سے برائی کو روکنے کا تعلق حکام سے ہے، زبان سے روکنے کا تعلق علما سے ہے اور دل سے برا جاننے کا تعلق عوام الناس سے ہے، یا پھر اسے مطلق رکھا جائے جیسا کہ حدیث میں لفظ ''منکرا'' نکرہ اور مطلق ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص جس قسم کی طاقت کا متحمل ہو برائی کی روک تھام کے لیے اپنی اس طاقت کا استعمال کرے۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''نیکی اور پرہیزگاری میں باہم تعاون کرو اور گناہ و سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس آیت مقدسہ میں بھی چونکہ حکم عام رکھا گیا ہے لہٰذا اس سلسلے میں تخصیص نہ کی جائے۔ بہ لفظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دار ومدار روکنے والے کی قدرت وطاقت پر ہے، اس کی تائید دیگر ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اور ایسا نہ کرنے والے کی مذمتیں۔ ان احادیث میں نہ کسی حاکم کی تخصیص ہے اور نہ کسی عالم کی بلکہ مطلق جو کوئی مومن اپنی طاقت کے اعتبار سے برائی سے روکنے اور نیکی کا حکم دینے کا کام انجام دیتا ہے وہ ثواب کا متحمل ہوتا ہے اور اس کے برعکس کرنے والا وعید کا۔

احیاء العلوم کی دوسری جلد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث یوں مذکور ہے کہ یارِ غارِ مصطفیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا مشرکین سے جنگ کے علاوہ بھی کوئی ایسا عمل ہے جسے جہاد کہا جا سکے۔ آپ نے قدرے تفصیل کے ساتھ یوں جواباً ارشاد فرمایا کہ ہاں! اس روئے زمین پر ایسے خوش بخت حضرات رہتے ہیں جو چلتے پھرتے رزق پاتے ہیں جو شہدا سے افضل ہیں اور رب کائنات بزمِ ملائکہ میں ان حضرات کے اعمالِ حسنہ پر اظہار فخر کرتا ہے اور ان کے لیے جنت میں خصوصی آرائشیں کی جاتی ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عرض کیا کہ آقا! ایسے خوش نصیب حضرات کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ حضرات وہ ہیں جو دینوی زندگی میں بغیر خوفِ لومۃ لائم نیکی کا حکم دیتے رہے، برائی سے روکتے رہے اور اللہ ورسول کی خاطر محبت وعداوت کرتے رہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال پر کہ ''وہ خوش نصیب حضرات کون ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں شہداءِ کرام سے بھی افضل ہیں اور ربِّ کائنات بزمِ ملائکہ میں ان حضرت کے اعمالِ حسنہ پر اظہار فخر کرتا ہے اور ان کے لیے جنت میں آرائشیں کی جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ وہ خوش بخت حضرات وہ ہیں جو اپنی زندگی میں نیکی کا حکم دیتے رہے، برائی سے روکتے رہے اور اللہ ورسول کی خاطر محبت وعداوت کرتے رہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کی کل روزِ قیامت ایسی شان ہوگی کہ وہ جنت میں شہدا کے بالاخانے سے بھی اوپر بالاخانے میں ہوں گے جس کے یاقوت وزمرد کی تین سو دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ نور سے معمور ہوگا۔

اسی طرح حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''احیاء العلوم'' کی دوسری جلد میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول گرامی قدر ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان ہوں ارشاد فرمائیں کہ بارگاہِ رب العزت میں کس شہید کی توقیر ومنزلت زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر خداوندِ قدوس اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاجوئی اور تحصیل خوشنودی کی خاطر ظالم وجابر حاکم کے سامنے بے دھڑک اور بے خوف وخطر نیکی کا حکم دے اسے برائی سے روکے، اس کے ظلم و استبداد پر اپنی آواز اٹھا کر اسے متنبہ کرے اور پھر انجام کار وہ ظالم حاکم کے حکم پر قتل کر دیا جائے۔

ایسے سعادت مند انسان کے سلسلے میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے شخص کا ٹھکانہ سید الشہدا حضرت امیر حمزہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقدس ٹھکانوں کے درمیان ہوگا۔ اب تک یہ ساری باتیں جو بیان کی گئیں ان کا تعلق امر بالعمروف اور نہی عن المنکر کے فضائل سے متعلق تھا، اب آئیے آئنے کا دوسرا رخ بھی دیکھیں، وہ حضرات جو طاقت رکھنے کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیتے۔ ان کے سلسلے میں حدیثوں میں اس قدر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں کہ جنہیں پڑھنے کے بعد رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا اس اہم فریضے کی انجام دہی میں خود کو کوتاہی و تساہلی سے بچائیں ورنہ ایسا نہ ہو کہ خداوند قدوس کا غضب و قہر ہمارا تعاقب کرے اور اس کے عذاب کے شکار ہو کر ہم دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود سے یکسر محروم ہوجائیں اور کل قیامت کے دن ربِّ قدیر کی بارگاہ میں ہمیں ندامت وشرمساری کا منھ دیکھنا پڑے۔

ص ۴۰ رکا بقیہ..

آگے بڑھوں جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: آسمانوں کے فرشتے کروبیین، روحانین اور ملاء اعلیٰ روزانہ ابوبکر کو تکتے رہتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ایسی شخصیت پر تقدم کیونکر کروں جس کے گھر والوں اور خود اس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۔ اور کھانا کھلاتے ہیں، اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسے متقی پر کیسے فائق ہوسکتا ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان والا شان ہو: وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی وہ لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں۔

دونوں شخصیات کا باہمی اعزاز واکرام دینی تھا، ان کا محبت بھرا مکالمہ جاری رہا کہ جبریل علیہ السلام رب العالمین کی طرف سے رسول صادق وامین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ساتوں زمین اور آسمانوں کے فرشتے اس وقت ابوبکر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کر رہے ہیں اور ان کے ادب واحترام پر مبنی گفتگو سن رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کے حسنِ ادب حسنِ اسلام اور حسنِ ایمان کے باعث اپنی رحمت و رضوان سے ڈھانپ لیا ہے، آپ ان کے ثالث کی حیثیت سے تشریف لے جائیں، چنانچہ حضور تشریف لائے، دونوں کی باہمی محبت دیکھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: قسم ہے اس (رب) کے حق کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر سارے سمندر سیاہی ہوجائیں اور درخت قلمیں بن جائیں اور زمین وآسمان والے لکھنے بیٹھ جائیں پھر بھی تمہاری فضیلت اور اجر بیان کرنے سے عاجز رہ جائیں۔

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

غیبت! معاشرے کا ایک خطرناک ناسور

اسلامیات

اسلام ایسا پاکیزہ مذہب ہے جو اللہ عزوجل کا محبوب اور پسندیدہ ہے اور یہ اپنے ماننے والوں کو فلاح وکامرانی کی راہ پر چلنے کی تلقین کرتا ہے، صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی ہدایت دیتا ہے، اسلام کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے سے زندگی خوشگوار اور پُرسکون گزرتی ہے، اس میں نظام حیات کا بہترین دستور عطا کیا گیا ہے جس کے مطابق چلنا مومنوں پر ضروری ہے۔

دور حاضر میں معاشرے میں جس طرح برائیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، یقیناً یہ بہت افسوس ناک پہلو ہے، مذہب اسلام میں تمام برائیوں سے باز رہنے نیز ان کے ارتکاب پر اشد سزا کا مستحق وارد ہے، سر دست ہم غیبت جیسے ناسور کی مذمت میں قرآن کریم واحادیث شریفہ کی روشنی میں کچھ تحریر کرنے کی کوشش اس امید کے ساتھ کریں گے "اے کاش کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات" ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ - ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔" (کنزالایمان)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں صدرالافاضل حضرت علامہ سید شاہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

" حدیث شریف میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے ناگوار گزرے اگر وہ بات سچی ہے تو غیبت ورنہ بہتان، تو مسلمان بھائی کی غیبت بھی گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کے مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے، اسی طرح اس کو بدگوئی سے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت آبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔

شان نزول: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد کے لیے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مالداروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے، اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کیے گئے تھے ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا حضور کے خادم مطبخ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کے پاس کچھ رہا نہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی آ کر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخل کیا جب وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا: میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں انہوں نے عرض کیا ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

غیبت بالاتفاق کبائر (کبیرہ گناہوں) میں سے ہے،

غیبت کرنے والے کوتو بہ لازم ہے، ایک حدیث شریف میں یہ ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے دعائے مغفرت کرے، مسئلہ: فاسق معلن کے عیب کا بیان غیبت نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں، مسئلہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخصوں کی حرمت نہیں: ایک صاحب ہوا (بدمذہب) دوسرا فاسق معلن، تیسرا بادشاہ ظالم یعنی ان کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں۔" (خزائن العرفان)

احادیث شریفہ میں غیبت کی مذمت میں بہت وعیدیں وارد ہیں، سردست ایک حدیث شریف نذرقارئین ہے: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ سب نے عرض کیا اللہ ورسول ہی خوب جانیں، فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا، (یعنی کسی کے خفیہ عیب اس کے پس پشت بیان کرنا عیب خواہ جسمانی ہوں یا نفسانی دنیاوی یا دینی یا اس کی اولاد یا بیوی کے گھر کے خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارہ سے غرض کسی طرح سے لوگوں کو سمجھا دو حتّٰی کہ کسی لنگڑے یا ہکلے کی پس پشت نقل کرنا لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا سب کچھ غیبت ہے) عرض کیا گیا فرمائیے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں، (سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے، وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے۔

اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا) فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا، (سبحان اللہ کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو، غیبت ہوتا ہے سچ مگر ہے حرام، اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی و حرام ہر سچ حلال نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ غیبت ایک گناہ ہے، بہتان دو گناہ) اور ایک روایت میں ہے کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تو نے اسے بہتان لگایا۔" (مرآۃ المناجیح جلد ششم)

خلاصۂ کلام یہ کہ غیبت نہایت بری ہے اور یہ جہنم کی طرف لے جانے والا فعل ہے، اس سے گھر کا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے، لہٰذا اس سے بہر حال بچنا از حد ضروری ہے، آج کا یہ المیہ ہے کہ جہاں چند لوگ اکٹھا ہو گئے وہاں دوسروں کی غیبت شروع ہو جاتی ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ اذکار خیر کے ذریعے دنیا و آخرت روشن کرتے، مگر آخرت کو فراموش کر کے سب کچھ دنیا ہی کو سمجھنے والے دنیا دار اس فعل قبیح میں مگن ہیں، معاذ اللہ! افسوس مزید اس وقت ہوتا ہے جب اہل علم بھی اس گناہ عظیم میں ملوث پائے جاتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۴۶ کا بقیہ..

علامہ ابراہیم رضا قادری بریلوی قدس سرہ، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد حامدی قدس سرہ، حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن حامدی محدث اڑیسہ قدس سرہ، منبع علم وحکمت علامہ تقدس علی رضوی قدس سرہ کے ساتھ ہمارے ممدوح کرم حضور مفسر قرآن خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ، بارگاہ حجۃ الاسلام محدث بریلوی کے تربیت یافتہ سید شاہ ظہور الحسین حامدی علیہ الرحمہ کی ذات طیبہ ہے۔

شمالی بہار کی عظیم علمی عرفانی شخصیت سیدی آقائی استاذی الکریم حضور تاج الاصفیا علامہ مفتی فاروق احمد رضوی زید شرفہ نے تکمیل روحانیت کے لیے اسی بارگاہ کا رخت سفر باندھا۔ سلوک کے منازل طے کیے اور بامراد ہوئے اور رشد و ہدایت کا منبع بن کر عالم اسلام کو اپنی تابش فیض سے منور و مجلی فرما رہے ہیں۔

حضور مفسر قرآن اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، فکر و فن کے شہنشاہ تھے، آپ کی عبقریت چلتی پھرتی اہل سنت کی تحریک تھی، آپ نے اہل سنت کو تحریک بھی دی ہے اور تحریک کو متحرک رکھنے کے لیے علما، مشائخ، مصنّفین، فقہا، محدثین کا عظیم کارواں بھی عطا فرمایا اور آج آپ کی روحانیت سے جماعت اہل سنت فیضیاب ہو رہی ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن *

تصوّف اور اس سے متعلق شُبہات کا اِزالہ

حضراتِ انبیائے کرام کی بعثت اور اس دنیا میں تشریف آوری کے متعدد دینی مقاصد ہیں، لوگوں کو کفر وشرک سے بچانا، انہیں توحید ورسالت پر ایمان لانے کی دعوت دینا، دائرۂ اسلام میں داخل کرنا، ان میں اتّباعِ شریعت کی سوچ اور جذبہ پیدا کرنا اور انہیں عذابِ جہنّم سے بچانا، ہمیشہ ہر نبی کی اوّلین ترجیحات اور مقاصد میں شامل رہا ہے، لیکن مُعاشرے کی اِصلاح کرنا، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دینا، انہیں اَخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرنا، انہیں رَذِیل اور بُری باتوں سے بچانا اور ان کا تزکیۂ نفس کرنا بھی بعثتِ انبیا کے اہم دینی مقاصد میں سے ہے، اللہ ربّ العالمین مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی بعثت کے ان مقاصد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

(۱) یقیناً اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بڑا اِحسان ہوا، کہ اُن میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں، انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور اِس سے پہلے وہ لوگ ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔"

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا:

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (۲) وہی (اللہ) ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول (محمد عربی) بھیجا، جو اُن پر اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاکیزہ وستھرا کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔"

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ منشائے شریعت صرف ظاہری اعمال کی اِصلاح نہیں، بلکہ ہر صاحبِ ایمان کا تزکیۂ نفس اور اِصلاحِ قلب بھی شریعتِ مطہّرہ کو مطلوب ومقصود ہے اور اسی اَمر کا دوسرا نام تصوُّف وطریقت ہے، لہٰذا تصوف مقاصد شریعت کے حُصول میں رکاوٹ نہیں، بلکہ مِمد ومُعاوِن اور منشائے شریعت کی تکمیل کا باعث ہے۔

تزکیۂ نفس کی تعلیم

خالق کائنات اور حضراتِ انبیائے کرام نے جہاں اتّباعِ شریعت اور ظاہری اعمال کی دُرستی پر زُور دیا، وہیں تزکیۂ نفس کرنے، باطنی آلائشوں سے بچنے اور گناہوں سے پاک رہنے کی بھی تلقین فرمائی، ارشادِ باری تعالی ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ (۳) وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کرلیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے (گناہوں میں) دَبائے رکھا۔"

تزکیۂ نفس تصوُّف کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں سے نفس وباطن کو بچایا جائے اور ہمیشہ حلال و طیّب کو اپنانے کی کوشش کی جائے؛ کہ یہ ایمان کی حلاوَت و چاشنی کا باعث ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الإِيمَانِ (1) مَنْ عَبَدَ اللهَ وَحْدَه فَإِنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، (2) وَأَعْطَى زَكَاةَ مَالِه طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُه (3) وَزَكّٰى عَبْدٌ نَفْسَه۔

تین کام ایسے ہیں کہ جو انہیں انجام دے گا ایمان کا مزہ پائے گا: (1) وہ جس نے اللہ وحدہ کی عبادت کی جس کے سوا کوئی

عبادت کے لائق نہیں،(2) وہ جس نے خوشی سے اپنے مال کی زکاۃ ادا کی،(3) اور وہ بندہ جس نے گناہوں سے اپنے نفس و باطن کا تزکیہ کیا، کسی نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آدمی کے اپنے نفس و باطن کے تزکیہ سے کیا مراد ہے؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: یَعۡلَمُ أَنَّ اللہَ مَعَهٗ حَیۡثُ مَا کَانَ۔ (۴) وہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے۔"

تصوف کی حقیقت

بعض نادان لوگ تصوف کو مُنافی شریعت خیال کرتے اور اسے اِتّباعِ شریعت میں ایک رکاوَٹ سمجھتے ہیں، ایسی سوچ رکھنا ہرگز دُرست نہیں؛ کیونکہ دنیائے تصوُّف کی تمام معتبر اور مشہور و معروف ہستیوں اور صوفیائے کرام نے اس بات کی متعدد مقامات پر صراحت فرمائی، کہ تکمیلِ شریعت اور سنّتِ رسول کی پَیروی ہی کا نام تصوُّف و طریقت ہے۔

(1) حضرت سیّدنا سرّی سقطی ارشاد فرماتے ہیں کہ "تصوُّف تین 3 معنی کے لیے بولا جاتا ہے: (۱) یہ کہ اس کا نورِ معرفت اس کے نورِ وَرَع (پرہیزگاری) کو بُجھا نہ دے، (۲) یہ کہ دل میں بھی کوئی ایسا خیال نہ لائے جو ظاہرِ کتاب (قرآنِ مجید) یا سنّتِ مصطفی ﷺ کے خلاف ہو، (۳) یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دَری پر نہ لائیں، جو اللہ کی حرام کردہ ہیں۔" (۵)

(2) حضرت سیّدنا جنید بغدادی حضرت سیّدنا ابوسلیمان دارانی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ "بسااوقات میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ چند دن آیا کرتا ہے، تو جب تک قرآن و سنّت دو 2 عادل گواہ اس کی تصدیق نہیں کرتے، میں وہ قبول نہیں کرتا۔" (۶)

(3) حضرت سیّدنا محمد بن خفیف ضبّی فرماتے ہیں کہ "تصوف دلوں کو صاف رکھنے اور شریعتِ مطہَّرہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔" (۷)

(4) حضرت سیّدنا ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصرآبادی فرماتے ہیں کہ "تصوُّف کی بنیاد کتاب (قرآنِ کریم) وسنّت پر عمل کرنا ہے۔" (۸)

(4) حضرت امام شَعرانی فرماتے ہیں کہ "تصوُّف بس اَحکامِ شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔" (۹)

(5) امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا حقیقتِ تصوُّف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالُف (تضاد) نہیں، اس (تضاد) کا مدّعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بد دِین ہے، شریعت حضورِ اقدس سیّدِ عالم ﷺ کے اقوال ہیں اور طریقت حضور کے اَفعال اور حقیقت حضور کے اَحوال اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال" (۱۰) کا نام ہے۔

ان تمام صُوفیائے کرام کی تعلیمات اور فرامین کا نچوڑ یہ ہے کہ راہِ سلوک کا مسافر بننے والا بھی آدابِ شریعت کی ہمیشہ پابندی کرے، حرام و مشتبہ چیزوں سے بچے، ناجائز اَوہام وخیالات سے اپنے حواس کو آلُودہ نہ کرے اور اپنی نفسانی خواہشات کو شریعت مطہَّرہ کے تابع کرے؛ کہ یہ تکمیلِ ایمان کا سب سے اہم ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، سرورِ دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا یُؤۡمِنُ أَحَدُکُمۡ حَتّٰی یَکُوۡنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئۡتُ بِهٖ۔ (۱۱) کوئی شخص اُس وقت تک مؤمنِ کامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔"

ہر مسلمان چاہے وہ عام ہو یا خاص، حاکم ہو یا محکوم، عالم ہو یا غیر عالم، استاد ہو یا شاگرد، پیر ہو یا مرید، طالبِ علمِ دین ہو یا تعلیماتِ تصوُّف کا طلبگار، دامنِ شریعت کو ہمیشہ تھامے رکھنا سب کے لیے یکساں ضروری ہے، کوئی بھی صاحبِ عقل اس سے مستثنیٰ نہیں۔ جس نے شریعتِ مطہَّرہ کا دامن چھوڑا، ہلاکت و بربادی اس کا مقدّر ہوگی، حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدۡ تَرَکۡتُکُمۡ عَلٰی مِثۡلِ الۡبَیۡضَاءِ، لَیۡلُهَا کَنَهَارِهَا، لَا یَزِیۡغُ بَعۡدِي عَنۡهَا إِلَّا هَالِكٌ۔ (۱۲) یقیناً میں تمہارے درمیان ایسی روشن شریعت چھوڑے جارہا ہوں، جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں، میرے بعد اس سے وہی بھٹکے گا

جو ہلاکت میں مبتلا ہوگا۔"

نام نہاد صوفیوں سے اجتناب کی تلقین

اَحکامِ شریعت سے نابلد بعض نام نہاد صُوفی اور ڈھونگی پیر، تصوف اور راہِ سُلوک سے متعلّق عوام میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور بعض ایسے نظریات کا پرچار بھی کرتے ہیں، جن کا صُوفیائے کرام کی تعلیمات سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں!

یاد رکھیے! صُوفیائے کرام کی کبھی بھی یہ تعلیمات نہیں رہیں کہ فرائض وواجبات کو ترک کر کے سنّتوں کی طرف توجّہ کی جائے، یا سُنّتوں کو چھوڑ کر نوافل کی ادائیگی میں مشغول ہوا جائے، اگر کوئی نام نہاد صُوفی ایسی بات کہتا ہے یا ایسے خیالات واَفکار کا حامل ہے، تو اس کا جماعتِ صُوفیہ سے کوئی تعلّق نہیں، وہ گمراہوں میں سے ہے، حقیقی صُوفیہ ایسے نام نہاد صُوفیوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں اور ہمیشہ اُن سے دُور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں، مشہور صوفی بزرگ حضرت سیّدنا جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ "جس نے نہ قرآنِ پاک یاد کیا، نہ حدیثِ مبارک لکھی (یعنی جو علمِ شریعت سے آگاہ نہیں) در بارۂ طریقت اس کی اقتدا نہ ہوگی؛ کیونکہ ہمارا یہ علم (طریقت) کتابُ اللہ اور سُنّتِ رسول ﷺ کا پابند ہے۔" (۱۳)

چند شکوک وشُبہات کا ازالہ

بعض جاہل صوفیوں اور جعلی پیروں کی جہالت، بے عملی اور منکرینِ تصوُف کے بے بنیاد پروپیگنڈہ کے باعث، تصوُف یا راہِ سُلوک سے متعلّق عوامُ الناس میں کچھ شکوک وشُبہات پائے جاتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

شریعت وطریقت کے باہمی تعلّق کی نفی کرنا

(1) بعض فاسق پیر اور جاہل صوفی لوگ اپنی بے عملی چُھپانے کے لیے شریعت اور طریقت کو دو2 الگ الگ راہیں بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "شریعت پر عمل کرنا عام لوگوں کا کام ہے، ہم تو راہِ سُلوک کی منازِل طے کر کے اللہ تک پہنچ چکے ہیں، اپنے مَن کی مُراد پا چکے ہیں، لہٰذا ہمیں شریعت پر عمل کی ضرورت نہیں" ایسا کہنا سراسر حماقت، جہالت اور گمراہی ہے، صوفیائے کرام نے اس اَمر کی صاف الفاظ میں نفی فرمائی اور اسے بے دینی قرار دیا، حضرت سیّدنا شیخ شہاب الدین سُہرَوَردی فرماتے ہیں کہ "فتنہ میں مبتلا ایک قوم نے صوفیوں کا لباس پہن لیا تاکہ صوفی کہلائیں، حالانکہ ان کو صوفیوں سے کچھ تعلّق نہیں، بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دل خالص اللہ تعالی کی طرف ہوگئے، اور یہی مراد کو پہنچنا اور کامیابی ہے، اور شریعت کے طریقوں کی پابندی کرنا تو عوام کا کام ہے، ان کا یہ قول عین بے دینی اور زندیقی ہے اور اللہ کی بارگاہ سے دُور کرنا ہے؛ کیونکہ جس حقیقت کو شریعت رَد کردے وہ بے دینی ہے۔" (۱۴)

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا شریعت اور طریقت کے باہمی تعلق کو ایک مثال کے ذریعے سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند وبالا) ہے، منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے، انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج (ضرورت) نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت، مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو، ہر آن اس کی احتیاج ہے، منبع سے اس کا تعلّق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لیے مدد موقوف ہو جائے، فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے (سیراب کرنے) کا کام دے، نہیں نہیں! منبع سے اس کا تعلّق ٹوٹتے ہی (طریقت کا) یہ دریا فوراً فنا ہوجائے گا" (۱۵)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی شریعت وطریقت کے باہمی تعلّق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "طریقت مُنافیِ شریعت (یعنی شریعت کے خلاف) نہیں، وہ شریعت ہی کا باطنی حصّہ ہے، بعض جاہل متصوّف جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ "طریقت اَور ہے شریعت اَور" محض گمراہی ہے، اور اس زُعمِ باطل (غلط خیال) کے باعث اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کُفر واِلحاد (بے دینی ہے) اَحکامِ شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو، سُبکدوش نہیں ہوسکتا" (۱۶)

خود کو اَحکامِ شریعت سے مستثنیٰ وبالاتر قرار دینا

(2) نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہماری کئی خانقاہوں

اسلامیات

اورآستانوں میں بطورِ گدّی نشین، فاسق وفاجر اور علمِ شریعت سے بے بہرہ لوگ مسلّط وقابض ہیں، وہ سرِ عام گناہ کرتے، ناچتے گاتے، محافلِ موسیقی کا انعقاد کرتے اور منشیات کا استعمال کرتے ہیں، وہ نامحرم عورتوں کے ساتھ اختلاط وتنہائی اور بے تکلّفانہ گفتگو کے مرتکب ہوتے ہیں، نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے، حرام اُمور کا سرِ عام اِرتکاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "ہم تصوُّف و طریقت میں ایسے درجہ ومقام تک رَسائی حاصل کر چکے ہیں، جہاں یہ چھوٹی موٹی چیزیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اور نہ ہی ان چیزوں سے ہماری رُوحانیت میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے"... وغیرہ۔

واضح رہے کہ جو شخص ایسی گمراہ کُن سوچ اور خیالات کا مالک ہو، اس کا تصوُّف سے کوئی واسطہ نہیں، بلکہ ایسوں کا ٹھکانہ جہنّم ہے، امامِ طریقت حضرت ابوعلی رُوذباری (جو حضرت جنید بغدادی کے جلیل القدر خلفا میں سے ہیں) امام ابوالقاسم قشیری ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "بزرگوں میں طریقت کے بڑے عالم تھے، ان سے سوال ہوا کہ جو شخص مزامیر (میوزک اور گانے باجے) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لیے حلال ہے؛ کیونکہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ اَحوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، تو حضرت ابوعلی رُوذباری نے فرمایا: ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔" (۱۷)

کوئی کتنا ہی بڑا پیر کیوں نہ ہو، یا مقامِ ولایت کے کتنے ہی بلند درجے پر کیوں نہ ہو، ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ شریعتِ مطہَّرہ کے اَحکام سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا، پیرانِ پیر حضور شیخ عبدالقادر جیلانی نے راہِ سلوک کے مسافروں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھانا طریقت کا ایک بلند مرتبہ ہے، ضروری ہے کہ تُو اللہ کی مقرّر کردہ حُدود کی پابندی کرے، اور اس کے تمام اَحکام کی حفاظت کرے اور اگر تیری طرف سے شریعت کی حُدود میں سے کسی حد میں خلل آیا، تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے، اور یقیناً شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے، لہٰذا تو فوراً شریعت کے حکم کی طرف لَوٹ آ اور اس سے لپٹ جا، اور اپنی نفسانی خواہش کو چھوڑ دے؛ کیونکہ جس حقیقت کی تصدیق شریعت سے نہ ہو وہ حقیقت باطل ہے۔" (۱۸)

اَحکامِ شریعت سے خود کو بالاتر سمجھنے والے جاہل صوفیوں کے بارے میں حضرت سیّدنا جنید بغدادی سے پوچھا گیا کہ "کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ شریعت کے اَحکام تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں، اور ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے، یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟! فرمایا: وہ سچ کہتے ہیں، وہ پہنچنے والے ضرور ہیں مگر کہاں تک؟ جہنم تک! ایسا عقیدہ رکھنے والوں سے تو چور اور زانی بہتر ہیں! میں اگر ہزار سال تک بھی زندہ رہوں تو فرائض وواجبات تو بڑی چیز ہیں، میں نے جو نوافل ومستحبات مقرّر کرلیے ہیں، ان کی ادائیگی میں بھی کچھ کمی نہ کروں گا۔" (۱۹)

علمائے دین کو تصوُّف سے بے بہرہ قرار دینا

(3) بعض جاہل صوفیوں اور ڈبہ پیروں کو جب ان کے خلافِ شریعت کاموں پر ٹوکا جائے، تو وہ علمائے دین کی تحقیر کرتے ہوئے اپنے جاہل مریدوں میں اس بات کا بڑا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ "ہم جو باتیں کرتے ہیں وہ حقیقت ومعرفت کی باتیں ہوتی ہیں، یہ مولوی صاحبان راہِ سُلوک کے اَسرار، رُموز اور حقائق کے بارے میں کیا جانیں؟! تصوُّف کے مُعاملے میں یہ لوگ کورے ہوتے ہیں، لہٰذا ہماری باتیں ان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

ایسی سوچ رکھنے والوں کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ "تمام اولیائے کرام کے قطعی اجماع سے فرض ہے کہ تمام حقائق کو شریعتِ مطہَّرہ پر پیش کیا جائے، اگر وہ حقائق شریعت کے مطابق ہوں تو حق اور قابلِ قبول ہیں، ورنہ مردود ورُسوا ہیں، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار (کام) ہے اور شریعت ہی سب کا دار ومدار ہے، شریعت ہی کسوٹی اور معیار ہے، شریعت کا معنی ہے راستہ، اور شریعتِ محمدیہ کا ترجمہ ہے: "محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ" تو یہ معنی اپنے عموم واِطلاق کے اعتبار سے تمام ظاہر وباطن کو شامل ہے، صرف چند جسمانی اَحکام کے ساتھ خاص نہیں... یہی شریعت وہ راہ ہے جس پر اللہ ملتا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے:

"اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (۲۰) بے شک سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔"

اور شریعت ہی وہ راہ ہے جس کی مخالفت کرنے والا بددین

گمراہ ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ نے فرمایا :

"وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (۲۱) (اے محبوب آپ فرما دیجیے!) کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پَیروی کرو اور اس کے سوا اَور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ؛ کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے، اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔"

دیکھو! قرآنِ عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے اللہ تعالی کی بارگاہ تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور جا پڑے گا۔"(۲۲)

تصوف کے بارے میں جاوید غامدی کا غلط تصوُّر

(4) تصوُّف سے متعلّق بے بنیاد شکوک وشُبہات پھیلانے اور اس کا انکار کرنے والوں میں، آج کا نام نہاد مذہبی اسکالر جاوید غامدی بھی سرِ فہرست ہے، مَوصوف کے نزدیک تصوُّف ضلالت وگمراہی (۲۳) اور دینِ اسلام سے بالکل مختلف ایک متوازی دِین ہے(۲۴) اور اہلِ تصوُّف (یعنی صوفیائے کرام) کے دین میں وحی اب بھی آتی ہے(۲۵)... وغیرہ وغیرہ! تصوُّف اور اہلِ تصوُّف کے بارے میں غامدی کے یہ شکوک وشُبہات بے بنیاد اور ناقص فہم کا نتیجہ ہیں۔

شب وروز کی عبادتوں، ریاضتوں، مُجاہدوں، مُراقبوں اور تزکیۂ نفس کے بعد حضراتِ صوفیائے کرام اور اولیاءاللہ پر، جب اللہ تعالی کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے، تو ان کی نگاہوں سے دنیاوی حجابات ہٹا دیئے جاتے ہیں، پھر وہ بعض ایسی چیزوں کا مُشاہدہ فرمانے کے بھی قابل ہوجاتے ہیں، جنہیں دیکھنا عام حالات میں ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی، غامدی کا مَوقف یہ ہے کہ جب وحی کا سلسلہ مَوقوف ہوچکا تو ایسا ہونا ناممکن ہے۔(۲۶)

جبکہ ہمارا ماننا یہ ہے کہ اگرچہ سلسلۂ نبوّت منقطع اور وحی مَوقوف ہوچکی، لیکن اللہ ربّ العالمین توحی وقیّوم اور مَوجود ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی خالقِ کائنات کی نشانیوں میں غَور وخوض کرے، راہِ ہدایت کا مسافر بنے، صراطِ مستقیم پر چلے، تو حضور نبی کریم ﷺ کے فُیوضِ نبوّت کے طفیل اللہ کی مدد ونصرت اس کے شاملِ حال نہ ہو۔ "صحیح بخاری" میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا :

"أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِی، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِی، فَإِنْ ذَكَرَنِی فِی نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِی نَفْسِی، وَإِنْ ذَكَرَنِی فِی مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِی مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعاً، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعاً، وَإِنْ أَتَانِی يَمْشِی أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔ (۲۷) میں اپنے بندے کے گمان سے قریب ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں، اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے، تو میری رحمت گز بھر اس کے قریب ہوجاتی ہے، اور اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے، تو میری رحمت دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہوجاتی ہے، اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میری رحمت دَوڑ کر اس کی طرف جاتی ہے۔"

حضراتِ صوفیائے کرام کو کسی الگ دِین کا پیروکار قرار دینا

صوفیائے کرام کی حالتِ جذب (ہوش وحواس سے بے خبری کے عالَم) میں کی گئی بعض باتوں کو بنیاد بنا کر، غامدی کا اپنی کتاب "برہان" میں یہ تاثر دینا کہ "ان حضرات نے توحید ونبوّت جیسی بنیادی تعلیمات کے مُعاملے میں قرآن وسنّت سے اِنحراف کیا" (۲۸) دُرست نہیں؛ کیونکہ اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان اَحکامِ شریعت کا اس وقت تک مکلَّف ہے جب تک اس کی عقل اور ہوش وحواس مکمل طَور پر سلامت ہوں، اگر کوئی شخص دیوانہ ہوجائے اور اس کی عقل جاتی رہے، یا وقتی طَور پر جذب کی کیفیت میں چلا جائے، تو ہوش وحواس کی سلامتی اور عقل کی واپسی تک وہ مرفوعُ القلم قرار پاتا ہے، یعنی اَحکامِ شریعت وقتی طَور پر اس پر لاگو نہیں ہوتے، لہٰذا جن صوفیائے کرام سے حالتِ جذب میں بعض ایسے جملے سرزد ہوئے جن کا ظاہر خلافِ شریعت تھا، تو انہیں بنیاد بنا کر اہلِ تصوُّف کو گمراہ قرار دینا (۲۹)

سراسر زیادتی ہے، جو کسی بھی صاحبِ علم کو زیب نہیں دیتی۔

شریعتِ مطہّرہ پر عمل سے متعلّق اولیائے کرام کی تعلیمات

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے ہمیشہ ایک ہی دینِ اسلام کو مانا، زندگی بھر اسی دینِ متین کی خدمت کی، اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کو ہمیشہ توحید و رسالت کا درس دیا، قرآن وسنّت پر عمل پیرا رہنے کی تلقین فرمائی، اور دامنِ شریعت ترک کرنے والوں کو زندیق، بے دین اور گمراہ قرار دیا۔

(1) ولیوں کے اِمام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمیشہ شریعت کا دامن تھامے رکھنے کی تاکید و نصیحت کرتے رہے، آپ کا فرمانِ مُبارک ہے کہ "شریعتِ پاکیزہ محمدی ﷺ درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشتی ہے، خبردار! اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔" (۳۰)

(2) فرائض وواجبات پر عمل کی تاکید کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے مزید ارشاد فرمایا کہ "مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض کی طرف مُتوجّہ ہو، جب یہ اَدا کر چکے تب سُنّتوں کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر توجّہ کرے، جو شخص اپنے فرائض سے فارغ نہیں ہوا، اس کے لیے سنّتوں میں مشغول ہونا حماقت و نادانی ہے؛ اس لیے کہ ادائے فرض سے قبل سُنن اور نوافل غیر مقبول رہیں گے، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ خوار ہوگا۔" (۳۱)

(3) شیخ نجم الدین کبریٰ کے بالواسطہ خلیفہ حضرت رکن الدین اپنے شیخ و مرشد سے روایت کرتے ہیں کہ "جب تک دل شریعت کو مکمل طور پر نہ تھام لے، تب تک ولایت میں قدم رکھنا ناممکن ہے، بلکہ اگر شریعت کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔" (۳۲)

(4) شیخ الاسلام حضرت احمد نامقی جامی نے حضرت خواجہ مودود چشتی سے فرمایا کہ "مصلّٰی طاق پر رکھو اور اوّل جا کر علم حاصل کرو؛ کیونکہ زاہدِ بے علم مسخرۂ شیطان ہے۔" (۳۳)

(5) حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ "اگر تم کسی شخص کو دیکھو جسے ہوا میں اڑنے والی کرامت دی گئی ہے، تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ اللہ کے امر و نہی کے مُعاملے میں کیسا ہے؟ اور حُدود اللہ کی حفاظت اَحکامِ شریعت کے مطابق کرتا ہے یا نہیں؟" (۳۴)

(6) حضرت سیّدنا شیخ شہاب الدین سُہروردی نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے ہاتھ پر خَوارقِ (بظاہر خلافِ عقل) عادات ظاہر ہوں اور وہ اَحکامِ شریعت کا پورا پابند نہ ہو، وہ شخص زندیق ہے، اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں، مکر و اِستدراج ہیں۔" (۳۵)

غامدی کا نبوّت وولایت اور وحی و اِلہام کو باہم خلط ملط کرنا

غامدی نبوّت، ولایت اور وحی و اِلہام کو باہم خلط ملط کرتے ہوئے، حضراتِ صوفیائے کرام پر ایک بے بنیاد تہمت یہ بھی لگاتا ہے، کہ اہلِ تصوُّف نبوّت ووحی کے قائل ہیں (۳۶) جبکہ درحقیقت ایسا ہرگز نہیں، نبوّت وولایت اور وحی و اِلہام میں باہم بڑا فرق ہے اور اولیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں سلسلۂ نبوّت کے منقطع ہونے، اور وحی کے مَوقوف ہونے کی بڑی وضاحت کے ساتھ نفی بھی فرمائی ہے، اس کے باوجود غامدی نے اکابر صوفیائے کرام، مثلاً حضرت سیّدنا امام غزالی، شیخ شہاب الدین سُہروَردی، حضرت بایزید بسطامی، شیخ عبدالکریم جیلی، شیخ ابن عربی، شیخ احمد سَرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے بعض فرامین اور تحریروں سے، حسبِ خواہشِ نفس غلط نتیجہ نکالا، اور ان پاکیزہ نُفوس پر اِلزام تراشی کی ناپاک جسارت کی۔

شیخ ابنِ عربی کا عقیدۂ ختمِ نبوّت اور غامدی موشگافیاں

تعلیماتِ تصوُّف میں شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے، غامدی نے بھی حضراتِ صوفیا پر عقیدۂ ختمِ نبوّت سے متعلّق اِلزام تراشی کے لیے شیخ ابنِ عربی کی بعض عبارتوں کو بطورِ دلیل پیش کیا اور غلط نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھا کہ "وہ (اہلِ تصوُّف) کہتے ہیں کہ ختمِ نبوّت کے معنی یہ ہیں کہ منصبِ تشریع اب کسی شخص کو حاصل نہیں، نبوّت کا مقام اور اُس کے کمالات اُسی طرح باقی ہیں اور یہ اب بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔" (۳۷)

شیخ ابنِ عربی جیسی عظیم شخصیت پر اس نَوعیت کی اِلزام تراشی اور ان کے عقیدۂ ختمِ نبوّت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا بہت بڑی علمی خِیانت ہے، جو کسی بھی صاحبِ علم کو زیب نہیں دیتی! البتہ غامدی

جیسی متنازع شخصیت سے ایسی توقع بہر حال بعید از قیاس نہیں۔

ختمِ نبوّت سے متعلّق حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کا عقیدہ بھی وہی ہے جو تمام امّتِ مسلمہ کا ہے، آپ نے اپنی کتابوں میں بھی متعدد مقامات پر ختمِ نبوّت کے بارے میں، اپنے عقیدے کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "فُتوحاتِ مکیہ" میں ختمِ نبوّت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "نبوّت اللہ تعالیٰ کا وہ خصوصی و امتیازی مُعاملہ ہے جو وہ اپنے بندوں میں سے جس کے ساتھ چاہتا ہے فرماتا ہے، نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ یہ سلسلہ ختم ہو چکا، اور ولایت قیامت تک حاصل کی جا سکتی ہے، تو جو کوئی اس کے حصول کے لیے محنت کرے گا وہ اسے حاصل ہو جائے گی" (٣٨)

عقیدۂ ختمِ نبوّت کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابنِ عربی نے مزید فرمایا کہ "تمام اُمتیں حضرت محمد ﷺ کی امّت کے ساتھ ختم ہو گئیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس امّت کو انسانوں کے لیے بنائی گئی سب سے بہترین امّت بنا دیا، تمام رسولوں کا سلسلہ محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ ختم ہو چکا اور حضورِ اکرم ﷺ کی شریعت سے تمام شریعتیں ختم ہو گئیں، لہٰذا آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں ہوگا جو شارع ہو، اور نہ ہی آپ ﷺ کی شریعت کے بعد کوئی شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جائے گی۔" (٣٩)

شیخ اکبر حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی نئے نبی، رسول، شریعت یا اولیاء اللہ کے لیے کسی قسم کی وحی کے ہرگز قائل نہیں، انہوں نے ایک مقام پر صراحۃً اس چیز کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ "جان لو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے اِلہام ہے نہ کہ وحی؛ کیونکہ وحی کا راستہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے بند ہو چکا ہے۔" (٤٠)

دینِ اسلام میں مُنافیٔ شریعت تصوُّف کی گنجائش نہیں

دینِ اسلام میں ایسے کسی تصوُّف کی گنجائش نہیں جو اَحکامِ شریعت کے مُنافی ہو، کسی ولی، صوفی یا بزرگ کے پاس اس بات کا اختیار نہیں، کہ خود کو یا اپنے مریدوں کو نماز، روزہ اور زکاۃ وحج کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دے، کوئی کتنی ہی بڑی گدّی کا سجادہ نشین کیوں نہ ہو، اَحکامِ شریعت کی پابندی سب پر لازم لازم اور لازم ہے، سب کو چاہیے کہ ہمیشہ قرآن وسنّت کی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھیں، اَحکامِ شریعت کی پاسداری کریں، درباروں اور خانقاہوں پر مرد و زَن کے باہم اختلاط اور بے تکلّفی سے بچیں، شرعی پردے کی مکمل رِعایت و اہتمام کریں، مثلِ بیت اللہ شریف درباروں کے طواف سے اجتناب کریں، اور صاحبِ دربار کے حضور سجدۂ تعظیمی سے گریز کریں؛ کیونکہ ایسے غیر شرعی اَفعال کو بنیاد بنا کر بعض لوگ مزاراتِ اولیا کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں، ان رُوحانی درسگاہوں کو کفر و شرک کے اڈّے قرار دیتے ہیں اور مختلف نَوعیت کے شکوک وشُبہات پھیلا کر عوامُ النّاس کو تصوف کے فوائد وثمرات سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اے اللہ! حضراتِ صوفیائے کرام کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرما، ان کے رُوحانی فیض سے مستفید ہونے کا جذبہ عنایت فرما، ان کے خلاف ہونے والے بے بنیاد پروپیگنڈہ کا شکار ہونے سے بچا، تصوُّف کے بارے میں غلط قسم کے شکوک وشُبہات پھیلانے والوں کو ہدایت نصیب فرما، ان کے دلوں کو اپنے اولیا کی محبت سے سرشار فرما اور شیطانی وَسوَسوں کا شکار ہونے سے بچا اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما، آمین یاربّ العالمین۔

حوالہ جات:

(١) پ ٤، آل عمران ١٦٤ (٢) پ ٢٨، الجمعۃ ٢ (٣) پ ٣٠، الشّمس ٩-١٠ (٤) "السنن الکبری" للبیہقی، کتاب الزکاۃ، ٤/ ٩٦ (٥) "الرسالۃ القشیریۃ" ومنہم أبو الحسن سری بن المغلس السقطی، ص ١١ (٦) المرجع نفسہ، ومنہم أبو سلیمان عبد الرحمن بن عطیّۃ الدارانی، ص 16 (٧) "الطبقات الکبری" للشعرانی، ر: 233، الجزء ١، صـ 120، ١٢١، ملتقطاً (٨) المرجع نفسہ، أبو القاسم إبراہیم بن محمد بن... إلخ، صـ 122-123 (٩) المرجع السابق، مقدّمۃ فی بیان أنّ طریق القوم ... إلخ، صـ ٤ (١٠) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والإباحۃ، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت... الخ، 17/ 106 (١١) "البرہان المؤیّد" الإیمان والہوی، صـ ٢٢ (١٢) "السُنّۃ" لابن أبي عاصم، باب ذکر قول النّبی ... إلخ، ر: ٤٨، ١/ ٢٦ (١٣) "الرسالۃ القشیریۃ" ومنہم أبو القاسم الجنَید بن محمد، ص ٢٠ (١٤) "عوارف المعارف" الباب التاسع فی ذکر من ... إلخ، صـ 92، ملتقطاً (١٥) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ "مقالِ عُرفا باعزازِ شرع وعلما" 17/ 133، 134 (١٦) "بہارِ شریعت" ولایت کا بیان، حصّہ اوّل، 1/ 265- 266 (١٧) "الرسالۃ القشیریۃ" ومنہم أبو علی أحمد بن محمد الروذباری، صـ ٢٨ (١٨) "الطبقات الکبری" أبو صالح ... إلخ، الجزء ١، ص ١٣١، ملخّصا (١٩) "الیواقیت والجواہر" المبحث ٢٦ فی ... إلخ، الجزء ١، صـ ٢٧٢، ٢٧٣ (٢٠) پ ١٢، ہُود ٥٦ (٢١) پ ٨، الأنعام ١٥٣ (٢٢) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ "مقالِ عُرفا"

17/ 132، 133، ملخصاً۔ (۲۳) دیکھیے: "بُرہان" اسلام اورتصوُف، 192 (۲۴) ایضاً، 181۔ (۲۵) ایضاً، 193۔ (۲۶) ایضاً، 192، ملخصاً۔ (۲۷) "صحیح البخاری" کتاب التوحید، ر۷٤۰۵: ص۱۲۷۳۔۱۲۷٤ (۲۸) "بُرہان" اسلام اورتصوُف، 192–203، ملخصاً۔ (۲۹) ایضاً، 209، ملخصاً۔ (۳۰) "بہجۃ الأسرار" ذکرفصول من کلامہ مرصّعاً بشیء... إلخ، ص۹۹ (۳۱) "فتوح الغیب" المقالۃ 48 فیما ینبغی للمؤمن أن یشتغل بہ، ص۱۱۳ (۳۲) "نفحات الأُنس" ابوالمکارم رکن الدین علاؤالدولہ، 388۔ (۳۳) ایضاً، خواجہ قطب الدین مودود چشتی 210۔ (۳۴) "الرسالۃ القشیریۃ" ومنھم أبو یزید طیفور بن عیسی البسطامی، ص۱۰ (۳۵) "أعلام الہدی وعقیدۃ أرباب التقی" الفصل 8 فی شہادۃ... إلخ، ق38 (۳۶) "بُرہان" اسلام اورتصوُف، 192، 193 (۳۷) "بُرہان" اسلام اورتصوُف، 198، ملتقطاً۔ (۳۸) "الفتوحات المکیّۃ" الباب ۳۰۳ فی معرفۃ منزل العارف... إلخ، ۵/ ۲۱ (۳۹) المرجع نفسہ، الباب 462، ۷/ ۱۱۱ (۴۰) المرجع السابق، الباب ۳۰3 فی معرفۃ منزل ثلاثۃ... إلخ، ۵/ ۳۵۳۔

◆◆◆

ص ۵ ر کا بقیہ.......................................

چھوٹا موٹا کام تو ہے نہیں، اگر یہ کام فاسٹ طریقے سے نہیں انجام دیا جائے گا تو کیسے لاکھوں مسجدوں کو کھودنے کا اتنا بڑا پروگرام کمپلیٹ ہو پائے گا، آخر اس کے بعد مسلمانوں کے گھروں کو بھی تو کھودنا ہے، کیا پتہ وہاں بھی ''کوئی'' دبا ہوا سسک رہا ہو، اگر سارا وقت صرف ''مسجدوں'' کی کھودائی میں ہی لگا دیا جائے گا تو مسلم ''گھروں'' کے نیچے دبے ''ہوؤں'' کا کیا بنے گا؟ اس لئے میرے خیال سے اب یہ ''کورٹ کچہری'' اور ''تھانہ پولیس'' کی ''فارملیٹی'' چھوڑ کر بے جے پی حکومت کو سیدھا اعلان عام کر دینا چاہئے کہ ایک طرف سے مسجدوں، مدرسوں، مقبروں اور مسلمانوں کے گھروں کو کھودنا شروع کر دو اور ان کے نیچے جس کا جو دبا ہوا ہے نکال لو، یہ تھانہ پولیس، کورٹ کچہری اور جج وکیل میں وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ! یوں بھی ہندوستان میں اب ان چیزوں کا کوئی خاص مطلب نہیں رہ گیا ہے، جب مسلمان محض ''مسلمان'' ہونے کی وجہ سے ہی مجرم ہے تو پھر بلا وجہ ''جرم، گناہ'' اور ''جانچ پڑتال'' جیسی باتوں میں وقت برباد کرنا کہاں کی عقل مندی ہے، بلکہ سیدھا ''گولی مارو..............کو''

اس وقت کل ملا کر قریب ۱۵ ر مساجد و مقابر اور عمارتوں پر مندر ہونے کے معاملات کچہریوں میں زیر سماعت ہیں، جبکہ ہندو سنگٹھنوں کے پاس تین ہزار سے زائد ایسی مساجد و مقابر کی لسٹ تیار ہے جن پر ان کا ''مندر'' اور ''جنم بھوم'' ہونے کا دعویٰ ہے، یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ ان کی یہ لسٹ اب ترقی کرتے ہوئے تین ہزار سے بڑھ کر تیس ہزار ہو گئی ہے اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ تعداد لاکھوں تک بھی پہنچ سکتی ہے، آخر ترقی کے اس دور میں ''کھودائی ابھیان'' کی یہ ''لسٹ'' اتنے ہی پر کیوں سمٹی رہے۔

اس کے بعد ماضی میں اگر کسی کے باپ دادا نے کسی کے باپ دادا کو مارا پیٹا ہو، تو اس کا حساب کتاب اس کے بیٹوں اور پوتوں کو مار پیٹ کر لیا جائے گا، اس سے سب بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے اپنے حساب سے سب کو باقاعدہ ''کام'' مل جائے گا اور سب اپنے اپنے ''کام'' میں مگن ہو جائیں گے، پھر کسی کو اتنی فرصت کہاں کہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچ بچار بھی کرے۔

ملک کو ایک بار پھر ہندو مسلم فساد کی آگ میں جھونکنے کی مکمل پلاننگ ہو چکی ہے، اس وقت مساجد و مقابر پر جو دعوے کئے جا رہے ہیں یہ اسی پلاننگ کا ایک اہم حصہ ہے، اگر مسلمانوں نے صبر و سکون کے ساتھ مساجد و مقابر کے سروے کرا بھی دیا تو دوبارہ اور سہ بارہ سروے کرایا جائے گا اور اس انداز سے کرایا جائے گا کہ مسلمان مشتعل ہوں، اگر نہیں ہوں گے تو انھیں اشتعال دلایا جائے گا، کیوں کہ مقصد سروے نہیں مسلمانوں کو مارنے کاٹنے کا بہانہ تلاش کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان مشتعل ہو کر سڑکوں پر آئیں اور جب وہ سڑکوں پر آئیں گے تو انھیں مارا کاٹا اور گولیوں سے بھونا بھی جائے گا، سپریم کورٹ کو ٹھینگا دکھا کر ان کے گھروں کو بلڈوز بھی کیا جائے گا اور پاکستان سے تار بھی جوڑ دیا جائے گا۔

ہمیں مایوس ہوئے بغیر حوصلہ اور ہوش مندی کے ساتھ اس معاملے کو سپریم کورٹ لے جانا ہوگا، گوکہ یہاں بھی جلد کامیابی کی امید نہیں دکھتی، لیکن اس کے لئے ہمیں یقین محکم اور جہد پیہم سے کام لینا پڑے گا، حقائق اور دلائل کے ساتھ مسلسل سرگرم رہنا ہوگا، ان شاء اللہ الرحمٰن ایک نہ ایک دن باطل کے مکر و فریب کا سینہ ضرور چاک ہوگا اور حق اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا پر واضح ہو جائے گا۔

◆◆◆

از: بحر العلوم حضرت علامہ عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ*

موجودہ حالات اور مسلمانان ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلي ونسلم علی رسولہ الکریم، أما بعد!

آج کل دنیا کے مسلمانوں پر عموماً اور ہندستان کے مسلمانوں پر خصوصاً مصائب وآلام کے جو پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں، ان کے خلاف ظلم وطغیان کی جو آندھیاں اُٹھ رہی ہیں محتاج بیان نہیں، جب کہ فتنوں سے مقابلے کی ہمت مسلمانوں سے رُخصت ہو چکی ہے اور تاب مقاومت نے دم توڑ دیا ہے اور اُمتِ مرحومہ اب چہار جانب نا اُمیدیوں کے اندھیروں میں گرفتار بھٹک رہی ہے۔ ؎

اسی کشتی کو نہیں تاب تلاطم صد حیف
جس نے رخ پھیر دیئے تھے کبھی طوفانوں کے

قرآن عظیم میں مسلمانوں پر آنے والی مصیبتوں کے اسباب وعلل پر روشنی ڈالی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

آیت:۱

”وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ يَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ۔ (سورۂ شوریٰ:۳۰/۴۲) یعنی تمھیں جو کچھ تکلیفیں پہنچتی ہیں اور آلام ومصائب سے دو چار ہوتے ہو، یہ سب تمہارے کیے کا پھل اور تمہارے اعمال کی شامت ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری بہت ساری کوتاہیوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔“

اعمال کی شامت اس درجہ شدید ہوتی ہے کہ آسمانی مدد؛ روک لی جاتی ہے اور درد وکرب میں ڈوبی ہوئی فریادیں بھی باب اجابت سے ٹھکرا دی جاتی ہیں، حدیث شریف میں ہے:

”الرجل یطیل السفر أشعث أغبر یمد یدیہ إلی السماء یقول یا رب یا رب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذي بالحرام فأنی یستجاب لذلك۔ (صحیح مسلم، باب اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف: ج ۱/۳۲۶/ حدیث ۱۶۸۶/ سنن ترمذی ۲۴۹/ ۱۰/ حدیث ۲۹۱۵) یعنی پریشان حال پریشان بال خستہ وخراب مسافر، بے قراری میں آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یا رب یا رب پکارتا ہے، ادھر اس کا کرتوت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا حرام، ایسی حالت میں اس کی فریاد کیسے سنی جائے گی۔“

دوسری جگہ فرمایا گیا: آیت :۲

”الم o أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ۔ (سورۂ عنکبوت ۲/۱/۲۹) یعنی ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ مومن مصائب سے مامون اور حوادث سے محفوظ ہو گیا، خوب سمجھ لو کہ آزمائش کی بھٹیوں میں تپایا جائے گا اور امتحان وابتلا کی کڑی دھوپ سے گزرنا ہوگا۔“

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ مصیبتوں کے نزول کے اسباب، اہلِ اسلام پر دو ہیں، یا تو قوم مسلم کی آزمائش اور امتحان مقصود ہے یا پھر وہ ان کی غلط حرکتوں کی سزا ہے، جس کی حکمت یہ تھی کہ مسلمان کلمہ کو جادو کی لکڑی نہ تصور کرے کہ جس کے پڑھتے ہی تمام مصائب سے نجات کا سرٹیفکٹ حاصل ہو جائے گا اور جملہ آرام وآسائش کا پرمٹ دست یاب ہو جائے گا، بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ ابتلا وآزمائش میں اضافہ ہو اور ہر طرف سے اہل دنیا کی مخالفتوں کا سامنا ہو ؎

یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس لیے مصائب میں پڑ کر مسلمان کو ہمت نہیں ہارنی

* مضمون نگار اہل سنت کے اکابر علما ومشائخ میں سرفہرست تھے۔

قندِ مکرر

چاہیے، حوصلے نہیں چھوڑنا چاہیے، طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کرے اور حوادث کی بھٹی سے اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لیے کندن بن کر باہر آئے، تب ان شاء اللہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (تم ہی سر بلند ہو) کا جلوہ تمہارے سامنے ہوگا اور تب معلوم ہوگا کہ ''چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے، اگر آسانیاں ہوں زندگی دُشوار ہو جائے'' کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مصائب تمہارے برے کرتوت کی سزا ہوں، اس وقت بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے، اللہ ہی کی بارگاہ میں لوٹو، اس سے توبہ واستغفار کرو، روؤ، گڑگڑاؤ اور اپنے اعمال پر نظر ثانی کرو، برائیوں سے باز آؤ اور نیکیوں پر عمل کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے دن پھیر دے گا اور زندگی کی مسکراہٹیں تمہارا استقبال کریں گی۔

آیت : ۳

''وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (سورۂ توبہ ۹/۱۰۲) یعنی اور ایسے اعتراف کرنے والے جنھوں نے نیک و بد دونوں ہی قسم کے اعمال کیے، اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا، وہ تو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمان خدائے پاک کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا، اپنے اعمال کی اصلاح کرتا اور جرات و استقلال سے حوادث کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کا مقابلہ کرتا لیکن ہو یہ رہا ہے کہ بھیمڑی (مہاراشٹر) سے ہمارے ایک عزیز تحریر فرماتے ہیں (حالاں کہ اس بار پورے ضلع تھانہ میں فساد کا کوئی اثر نہ تھا):

''ادھر کے بہت سارے لوگ تو گم راہ ہو رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ، جانیں جا رہی ہیں، ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں اور ہم پر نہ جانے کس کس طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں جس کو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، پھر بھی اللہ کی مدد نازل نہیں ہو رہی ہے۔''

یہ ہے (الٓمّٓ ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ) کے خلاف کنارہ پر کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے والوں کا رد عمل!

ماہ نامہ افکار ملی نئی دہلی، شمارہ مارچ ۹۳ رصفحہ ۲۸ رنقطہ نظر کے عنوان سے رقم طراز ہے:

''مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ یہ سب تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، بلا شک وشبہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے؛ لیکن یہ رویہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر ظلم سہنے کے لیے تیار کر دیتا ہے، اتنا کہہ دینے سے کہ یہ سب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، ان ظالموں کے ظلم کو جواز فراہم کر سکتا؟ شاید مسلمان کی اس سے کچھ بھلائی نہ ہو۔''

یہ ہے ارشاد الٰہی مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ پر ہمارے ایک مبصر کا تبصرہ! حالاں کہ ان آیات کے مضمرات پر غور کیا جاتا اور ان کے مقتضیات پر عمل درآمد ہوتا تو ہماری غفلت اور بے بسی کا یہ عالم نہ ہوتا، جس میں آج پوری قوم مبتلا ہے۔ کلمہ پڑھ کر ہم اس درجہ مطمئن ہو گئے ہیں کہ ہزار فتنے برپا ہوں، قیامتیں ٹوٹیں، ہم جگنے کا نام ہی نہیں لیتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موت سے شرط باندھ لی ہو!

اگر ان آیات سے ہم نے کچھ سبق لیا ہوتا تو موجودہ حالات میں ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے، گناہوں سے توبہ کرتے اور اپنے اعمال کا جائزہ لے کر ان کی اصلاح کرتے اور حالات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ پیدا کرتے، مثلاً ہم اپنے مصارف زندگی کے چارٹ پر نظر کرتے اور اس میں سے تفریحی مد کو یک لخت موقوف کرتے، سوسائٹی مینٹین کرنے اور معیارِ زندگی بنانے والی مد کو کم از کم حالات سدھرنے تک ملتوی کرتے بلکہ اپنی ضروریات زندگی کے خانے میں بھی کٹوتی کرتے کہ جس کی بستیاں اُجاڑی جا رہی ہوں، گھر جل رہے ہوں، عزت وآبرو نیلامی پر چڑھا دی گئی ہو، یتیم بچے اور بے سہارا عورتیں زندگی کی راہ میں بھٹک رہی ہوں، اسے مسکرانے کا کیا حق ہے؟ بناؤ سنگار کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ تنہا اپنی زندگی کی آسودگی کا کیا سوال

ہے؟ اور اس مجموعی رقم سے قوم کی زندگی کے وہ رخنے مسدود کیے جاتے، کوتاہیاں دور کی جاتیں اور کھائیاں پاٹی جاتیں، جن کی وجہ سے مسلمان بھارت میں دوسرے نمبر کا شہری بھی نہیں رہ گیا ہے؛ لیکن ہوا یہ کہ نہ ہماری تفریح ختم ہوئی، نہ خدا کی طرف رجوع ہونے کا خیال آیا، نہ اصلاح اعمال کی ضرورت محسوس کی گئی!

سنا گیا ہے کہ ممبئی میں کرفیو کی تکلیف دہ بندش اور تنہائی کی مصیبت کاٹنے کے لیے عام طور سے ٹیلی ویژن اور ویڈیو فلم کیسٹ کا سہارا لیا گیا اور آزادی ہند کے بعد ہر فساد کے موقع پر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ فساد کے بعد ریلیف کی دُکان لگانے والوں میں بہتوں نے صرف اپنی دُکان سجائی، جانب داری اور عصبیت سے کام لیا اور اصل حاجت مند محروم ہی رہ گئے، جب کہ اسلامی تاریخ کی روایت اس طرح ہے۔

○ شہزادی رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اوقات نہایت تکلیف سے گزرتے تھے، انھیں معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ باندیاں اور غلام آئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ بلکہ حکم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہاتھ کے گھٹے، کندھے کے نیل دکھائے جو چکی پینے اور پانی بھرنے کی وجہ سے پڑ گئے تھے اور ایک خدمت گار کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو شام کو آپ فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا:

”جان پدر! تم خدمت گار کے لیے میرے پاس گئی تھیں، لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے گھر والوں کے لیے اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا جب تک کہ اُحد کے یتیموں کا انتظام نہ کر لے۔“

○ قحط الرماد کے زمانے میں ایک دیہاتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دسترخوان پر دیہاتی نے غیر معمولی دل چسپی سے زیتون کا تیل استعمال کیا، تو حضرت عمر فاروق نے دیہاتی سے دریافت کیا: برادر! تمھیں بہت دنوں سے زیتون کا تیل نہیں ملا ہے کیا؟ دیہاتی نے عرض کی: امیر المومنین! آپ کو کیا معلوم کہ ہم غریب کس مصیبت میں گرفتار ہیں، آپ نے اعلان فرمایا کہ جب تک ملک کے تمام باشندوں کو باافراط زیتون کا تیل فراہم نہیں ہوتا، میں بھی زیتون کا تیل استعمال نہیں کروں گا! تیل چھوڑنے سے آپ کے شکم میں درد رہنے لگا، آپ شکم کو ہاتھ سے تھپتھپاتے اور فرماتے: تو دکھے یا ٹھیک رہے سب کو بافراغت زیتون کا تیل ملنے سے پہلے تجھے تیل نہیں مل سکتا۔

○ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ صائم النہار (یعنی دن بھر روزہ دار رہنے والے) تھے، چند لقموں سے سحری کرتے، شام کو افطار کے لیے کھانا سامنے رکھا جاتا، کبھی ایک دو لقمہ اُٹھا لیتے اور کبھی وہ بھی نہیں، آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے اور آپ فرماتے: کھانا لے جاؤ، خادم عرض کرتا: مخدوم نے سحری بھی قاعدے سے نہیں کی، اب افطاری بھی نہیں کریں گے تو صحت کیسے بحال رہے گی؟ آپ فرماتے: اتنے غربا و مساکین جن کے کھانے پہننے اور رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں، دُکان کے چبوتروں، سڑک کے کناروں، درختوں یا کھلے آسمانوں کے نیچے بھوکے پیاسے سو جاتے ہیں، ایسی حالت میں مجھے کھانا اچھا لگے گا؟ دسترخوان بڑھاؤ اور کھانا لے جا کر ضرورت مندوں کو دے دو۔ ے

بنی آدم اعضائے یک دیگراند
کہ در آفرینش ز یک جوہراند
چوں عضو بدرد آور در وزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

یعنی اولاد آدم کا آپس میں وہی علاقہ ہے جیسا کہ ان کے اعضا کو ایک دوسرے سے تعلق ہے؛ کیوں کہ سب کی تخلیق ایک جوہر سے ہی ہوئی ہے، جب ایک عضو کو زمانہ ستاتا ہے تو دوسرے اعضا بھی بے چین ہو جاتے ہیں۔

المختصر! اپنی بد حالی کا کتنا ماتم کیا جائے، اب تو یہ انداز ہوتا ہے کہ یہ ماتم ہی ہمارا حصہ ہیں، فی الوقت یہ سوچنا ہے کہ مسلمان کیا کریں؟ ع

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

توحالات کے سدھارنے کے دو فارمولے اس وقت پیش نظر ہیں:

(۱) ایک تو وہ کہ جس کا مطالبہ عرصے سے سنگھ پریوار مسلمانوں سے کر رہا ہے، جس کے لیے کبھی تو بھارتیہ کرن کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور کبھی قومی دھارے میں شمولیت کی بات کہی جاتی ہے، تو کبھی یکساں سول کوڈ کا قضیہ کھڑا کیا جاتا ہے اور کبھی محمدی ہندو کی اصطلاح بولی جاتی ہے......

(۲) اور دوسرا فارمولہ وہی ہے جس کی طرف مذکورہ بالا آیات الٰہی میں اشارہ کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رجوع الی اللہ، اصلاح اعمال اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ ؎

حدیث بے خبراں ہے تو باز مانہ بساز
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز

جہاں تک پہلے فارمولے کا تعلق ہے تو عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، ورنہ آزادئ ہند کی تاریخ ہی شہادت دیتی ہے کہ ہندوستانی مسلمان صدق دل سے ایک بار اس فارمولے پر عمل پیرا ہو چکے ہیں اور یہ فارمولہ بری طرح ناکام ہو چکا ہے، متعدد ہندوانہ مراسم قبول کر لینے کے بعد بھی مسلم اقلیت کی جاں بخشی نہ ہوئی، مظالم میں کوئی کمی نہ ہوئی جس کا نتیجہ تقسیم ہند تک دراز ہوا، چنان چہ خلافت کمیٹی کے عہد شباب اور سمپورنا نند کے زمانے کی ایک رپورٹ ہے، اس وقت محض برائے نام مسلمان لیڈر اور مولویوں نے ایک سے ایک جدید فرقہ بنایا ہے، ان کے متعلق اب تک اخبارات اور رسائل اشتہارات و مشاہدات و مسموعات سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے ہیں:

(۱) منبر پر ہندوؤں سے لیکچر دلوائے گئے۔

(۲) بعض لیڈروں نے جن کو مولوی کا بھی خطاب دے دیا گیا ہے، اپنے ماتھوں پر ہندوؤں سے ٹیکے لگوائے ہیں اور کہتے ہیں قشقہ شعار کفر ومنافی اسلام نہیں۔

(۳) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے "ہمدم" لکھنؤ میں چھاپ دیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو ہندو مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس مقام بنا دے گا۔

(۴) پارٹی کے اس مولانا مذکور نے شائع کیا کہ اگر آج تم نے ہندو بھائی کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کرو گے۔

(۵) ایک ہندو کی ٹٹی (ٹٹر) [غارتھی] اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کی جے پکارتے ہوئے مرگھٹ تک لے گئے۔

(۶) ایک بت اُٹھایا گیا، اس کے ساتھ سروپا برہنہ جے پکارتے ہوئے سڑکوں پر گشت کیا گیا۔

(۷) مرنے والے کے ماتم میں سروپا برہنہ مسجد میں جمع ہوئے، اس کے لیے دعائے مغفرت اور نماز کے لیے اشتہار دیئے اور اس پر کاربند ہوئے، اس کے ماتم میں مسجدیں بے چراغ رکھی گئیں۔

(۸): ایک لیڈر کے حکم سے ایک ڈولا سجایا گیا، اس میں قرآن مجید، بائبل اور رامائن رکھ کر ان کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے۔

(۹) مشرکین کے ساتھ مواخات وموالات (یعنی رشتۂ محبت و بھائی چارگی) قائم کر کے بعض شعارِ کفر اختیار اور بعض شعارِ اسلام چھوڑے گئے۔ (ملخصاً)

(فتاویٰ رضویہ، امام اہلسنت اعلیٰ حضرت، جلد ششم، صفحہ ۸۳–۸۲/از اعلیٰ حضرت۔ النور مصنفہ مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

پس جب یہ نسخہ ایک بار آزمایا جا چکا ہے اور اس کا کوئی فائدہ مسلم اقلیت کو حاصل نہ ہو سکا تو اب دوبارہ اسی کو آزمانا عبث اور لا حاصل ہے۔ ع

من جرب المجرب حلت به الندامة

یعنی آزمائے ہوئے کو آزمانا باعث ندامت وشرمندگی ہے۔

مسلمانوں کے لیے موجودہ صورتِ حال میں صرف وہی قرآنی نسخہ مفید ہے جس کی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا، رجوع الی اللہ، اصلاح اعمال، عزم واستقلال کے ساتھ حوادث سے مقابلے کا حوصلہ اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسا ؎

این نمی گویم کہ ترک کار کن
کار کن وتکیہ بر جبار کن

یعنی میں نہیں کہتا کہ کام چھوڑ کر بیٹھ رہو، کام کرو اور بھروسا

خدائے جبار پر رکھو۔

حوادث سے مقابلہ کی تدبیروں کی ایک گونہ تفصیل ضروری ہے:

(۱) اسلامی وقومی بنگ کاری! جس کی تفصیلات علمائے کرام اور ماہرین اقتصادیات کے اشتراک سے طے کی جائیں، جس کے ذریعہ اپنی کاتاہیوں کا ازالہ ہو، مثلاً اگر مسلمان قوم جدید تعلیم میں بہت پچھڑی ہوئی ہے تو اس کی اصلاح کے لیے جگہ جگہ تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں اور مسلمانوں کے لیے تو بڑی آسانی یہ ہے کہ ان کے دینی تعلیمی ادارے ہر جگہ کامیابی سے چل رہے ہیں، وہی اپنے وسائل سے دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم کا انتظام کریں یا اس کے لیے علاحدہ مسلم ادارے قائم کریں، اگر مسلمانوں کی اقتصادی حالت ردی ہے تو قومی سرمایہ سے ذی صلاحیت لوگوں کو قرضے دیئے جائیں، یوں ہی دیگر کمیوں کے سلسلے میں بھی غور وفکر کے بعد لائحہ عمل مرتب کیا جاسکتا ہے۔

(۲) مسلم کش فسادات کی مضرتوں سے قوم کو محفوظ رکھنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات مفید ہوں گے:

(الف) اکثریت کے دل ودماغ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو شکوک وشبہات پیدا کر دیئے گئے ہیں، ان کے ازالے کے لیے ہندی زبان میں ایسے لٹریچر کی تیاری، جن سے وہ شکوک وشبہات دور ہوسکیں؛ کیوں کہ ہندوستان میں کثیر تعداد ایسے صلح پسند ہندو حضرات کی ہے جو بھارت کو بہت ساری قوموں مذہبی اکائیوں اور جاتیوں کی آبادی تصور کرتے ہیں اور اسی رنگا رنگی کو بھارت کی شوبھا قرار دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو وقتی طور پر بھڑکاوے میں آجاتے ہیں، ان کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مسلم قوم آپ کی ایک اچھی ہم سایہ اور ہم وطن جماعت ہے (اس سے مل جل کر رہنے ہی میں بھلائی ہے)

(ب) بھارت کے مسلسل مسلم کش فسادات میں یہ بات بالکل کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ ان میں نقصانات سب سے زیادہ ان لوگوں کے ہوئے ہیں جو مسلم آبادیوں سے دور یا دو چار کی تعداد میں بالکل الگ تھلگ پڑے ہوتے ہیں؛ اس لیے ایسے لوگوں کو ایسے مخدوش علاقوں سے نقل مکانی کر کے مسلم آبادی والے علاقوں میں بس جانا چاہیے، یہ بات نہ تو بھارت کے قانون کے خلاف ہے، نہ معاشرتی لحاظ سے غیر مناسب، نہ ہندو دھرم کے خلاف ہے، نہ اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

قانونی پوزیشن تو یہ ہے کہ بھارت کا ہر شہری ملک کے جس علاقے میں چاہے اپنی سہولت کے لحاظ سے بود وباش اختیار کر سکتا ہے اور جس خطے میں اس کے لیے آسانی ہو اپنی روزی فراہم کر سکتا ہے، معاشرتی حیثیت یہ ہے کہ آج بھارت کی ہر چھوٹی بڑی آبادی میں مختلف قومیتوں، مذہبی اکائیوں، مختلف برادریوں اور پیشہ وروں کی ایک جاتی آبادیاں ملیں گی؛ کیوں کہ معاشرتی لحاظ سے ہر شخص اپنے مناسب ماحول میں ہی زندگی گزارنا ضروری سمجھتا ہے۔

ہندو مذہب کے اعتبار سے یوں کہ اس میں چھوت چھات کی جو مذہبی بندشیں ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے یہی زیادہ آسان ہے کہ سب الگ الگ ہی رہیں، رہ گیا اسلام تو اس کا فرمان ہے:

"اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔ (سورۂ نساء ۹۷/۴) عزت وآبرو اور دین ودنیا کے ساتھ کہیں قیام ممکن نہ ہو تو ایسی جگہ منتقل ہو جاؤ جہاں اس کا خطرہ نہ ہو۔"

ایک محلے میں خطرہ ہو تو ایسے محلے میں چلے جاؤ جہاں محفوظ رہو اور ایک شہر میں حفاظت نہ ہو تو ایسے شہر میں چلے جاؤ جہاں جان ومال محفوظ ہوں، بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ فسادات کے وقت عوام بطور خود اور کبھی عوام اور گورنمنٹ دونوں مل کر مخدوش علاقوں سے لوگوں کو نکال کر محفوظ علاقوں میں پہنچاتے ہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جو کام وقتاً فوقتاً مجبوراً کرنا پڑتا ہے، مسلمان پہلے ہی سے کہیں سکونت اختیار کرنے میں دوسری ترجیحات کے ساتھ جان و مال، عزت وآبرو کی حفاظت کو بھی ایک ترجیحی ضرورت کیوں نہ قرار دیں۔

یہاں ایک سوال کیا جاتا ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو تو ایک محفوظ پاکٹ مل جاتا ہے، لیکن ان غیر مسلموں کا کیا ہوگا جو اکا دکا ان محفوظ علاقوں میں آباد ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے بے

گناہوں سے انتقام لینا جو فساد میں ملوث نہ ہوں نہایت درجہ کی بزدلی، کم ہمتی اور کمینگی ہے، ایسے علاقوں کو عملاً ایسا ہی بنانا ہوگا کہ وہاں کا ہر باشندہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی طرف سے بے خوف ہو اور اس میں مذہب و ملت کی کوئی تفریق نہ ہو۔

(ج) ان بھیانک فسادوں میں یہ تجربہ بھی ہوا ہے کہ ہر جگہ مسلم محلوں کے اندر گھس کر ان کی تباہی و بربادی کا زور کرفیو کے درمیان ہوتا ہے کہ فسادی کرفیو کی چھتر چھایا میں مسلم محلوں میں اندر بہت دور تک ظلم و بربریت کا ننگا ناچ ناچتے ہیں۔ سنا ہے کہ ان سے بچنے کے لیے مختلف شہروں میں اقلیتوں نے اپنی گلیوں میں بڑے بڑے آہنی پھاٹک لگوا لیے ہیں جنھیں وقت ضرورت بند کیا جا سکے، ہم اس کی بھی تائید کرتے ہیں کہ یہ اور اس قسم کی حفاظتی تدابیر قبل از وقت ہی مکمل رہنی چاہئیں، خدانخواستہ کبھی فساد کا موقع آئے تو نقصانات کم سے کم ہوں۔

(د) فسادات کے دوران اسپتالوں میں مسلم مریضوں سے بے توجہی اور سوتیلے پن کا برتاؤ ہوتا ہے، اس کے لیے آئینی طور پر جدو جہد کرنی چاہیے اور اس قسم کے محفوظ علاقوں میں اعلیٰ قسم کے قومی اسپتال بھی ہونے چاہئیں تا کہ ہنگامی دور میں مریض غلط برتاؤ کا شکار نہ ہو سکے، آخر وقت پڑنے پر پرائیوٹ ذرائع سے اس قسم کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں تو وقت سے پہلے ایسے انتظام میں کیا حرج ہے۔

(۳) ان علاقوں میں ضروریات زندگی کے مختلف مراکز قائم کیے جائیں جو فساد اور امن دونوں ہی زمانوں میں بلا امتیاز مذہب و ملت سب کی ضرورتوں کی اشیا فراہم کریں۔

(۴) ہر جگہ جوانوں پر مشتمل ورزشی دستے ترتیب دیئے جائیں جو پریڈ اور مشق کریں کہ دفاع بلکہ جان بچا کر بھاگنے کے لیے صحت اور توانائی بے حد ضروری ہے، غور و فکر کرنے سے اس قسم کے اور آئٹم بھی نکل سکتے ہیں، ان سب پر کام کرنے اور ان کے لیے ذرائع فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا پہلوؤں پر مقامی طور سے تھوڑا تھوڑا کام جگہ جگہ ہوا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری منصوبہ بندی اور تندہی سے یہ امور انجام دیئے جائیں، کیوں کہ ابتدا میں ایسا خیال ہوتا تھا کہ فرقہ پرستی کا جنون ایک مرض ہے جس سے تھوڑے ہی دنوں میں بھارت کو نجات ملے گی اور امن و صلح کا سویرا جگمگائے گا، لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ پرستی اب بہت سارے لوگوں کی خمیر میں داخل ہوگئی ہے؛ اس لیے اس کی مضرتوں سے حفاظت کی تدبیر بھی مستقل اور ہندوستان گیر ہونی چاہیے، وما علینا الا البلاغ المبین۔

◆◆◆

ص ۲۴ر کا بقیہ..

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی اپنے مصرعِ اولیٰ میں اپنے آپ سے کہتے ہیں اے حسنؔ اب وصالِ مقدس کی تاریخ عرض کر، تا کہ پورے شعر سے دل کی مراد حاصل ہو جائے، پھر اپنے دوسرے مصرع میں مادۂ وصال کی تخریج یوں فرماتے ہیں کہ ع

اچھے میاں نے اٹھ کر گلے سے لگا لیا

---۴۸۰ + ۸۴۴---۲۴ھ ۱۳

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی مرشد اعلیٰ حضرت، پیر کامل حضرت سیّد شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے وصالِ پُر ملال پر تاریخی قطعات کچھ اس طرح لکھتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

عالم وصال حضرت آلِ رسول سے
سوزِ غم فراق میں سینہ کباب ہے
تو عرض کر وصال کی تاریخ اے حسنؔ
آغوشِ مصطفیٰ میں مقامِ جناب ہے

...........۱۸۷۹ء...........

حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی رحمۃ اللہ کے وصالِ پر ملال پر استاذ زمن علامہ حسنؔ بہت زیادہ ملول (غمزدہ) تھے، مصرعِ اوّل میں کہتے ہیں کہ جدائی کے غم میں سینہ جل کر کباب ہوا ہے، پھر اپنے آخری مصرع سے مادۂ وصال کی تخریج یوں فرمائی۔

آغوشِ مصطفیٰ میں مقامِ جناب ہے

............۱۸۷۹ء............

◆◆◆

از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

مسلمانو! جذبات کی دنیا سے باہر آؤ

احوال قوم وملت

وطن عزیز کی فضا مسموم ہو چکی ہے، باد مخالف کی تندی سے کوئی آشیانہ محفوظ نہیں ہے، عیار اور شاطر افراد اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں مسلم قوم کا مسلسل استحصال اور استیصال کر رہے ہیں۔ علمی، سیاسی اور شعوری لیول پر ہماری سطحیت عیاں ہے۔ حریف طبقہ ایک جٹ ہو کر اپنے مشن میں مصروف ہے جب کہ ہمارا شیرازہ حالات کی اس قدر نازکی کے باوصف منتشر ہے۔ یہ زمینی سچائی ہے کہ ہم لوگ جذباتی واقع ہوئے ہیں اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جذبات کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی پرابلم ہے کہ مسلم قوم جذبات کی رو میں بنسبت غیر مسلم اقوام کے بہت جلدی بہہ جاتی ہے۔

مذہب کے نام پر ان کے دماغ کو ہائی جیک کرنا اربابِ سیاست کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جذباتی نعرے اور جذباتیت سے بھری وقتی قیادتیں وقتی طور پر تو بھیڑ جمع کر سکتی ہیں مگر بڑے مشن کو سر کرنے کے لیے محض جذبات قطعی طور پر کار آمد نہیں ہوتے ہیں بلکہ جذبات کے ساتھ سنجیدگی، صبر اور استقلال و استقامت بھی بڑے ہدف کی تکمیل کے لیے خشت اوّل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشہور سیاست داں شیخ رشید، راولپنڈی کے استاذ جناب سورش کاشمیری لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ وہ ہر سیاسی تنظیم اور ہر سیاسی تحریک میں جذبات کی مخلوق رہے، ان کی صحیح سیاسی تربیت بہت کم ہوئی تھی، وہ بعجلت اکٹھا ہوتے اور بسرعت بکھر جاتے، انہوں نے مدت سے سوچنا ترک کر دیا تھا، وہ تاریخ سے زیادہ سیاست کے اور سیاست سے زیادہ صحافت کے کھلاڑی رہے، انہیں نصب العین سے کم اور نعروں سے زیادہ دل چسپی رہی، انہوں نے اصولوں سے زیادہ شخصیتوں پر انحصار کیا، ہمارا اکثر حریف طبقہ اور بظاہر ہماری خیر چاہنے والا سیکولر طبقہ بھی اچھی طرح جان چکا ہے کہ مسلمان ایک جذباتی قوم ہے، اس کے جذبات کا مس یوز کر کے ہم اپنی سیاست کو بڑی آسانی سے چمکا سکتے ہیں اور نیا رنگ دے سکتے ہیں۔ بظاہر وہ خیر سگالی کا اظہار کرتے ہیں مگر پس پردہ ان کے ارادے بھیانک اور خطرناک ہوتے ہیں۔''

مولانا یٰس اختر مصباحی صاحب رقم طراز ہیں:

''ایک مسلم لیڈر نے کئی بار مجھ سے بیان کیا کہ میں نے" بہو گنا صاحب" سابق مرکزی وزیر و سابق وزیر اعلیٰ اتر پردیش سے ایک دفعہ پوچھا: مسلم سیاست سے آپ کو اتنی گہری واقفیت کیسے ہے اور مسلمانوں کی نفسیات سمجھنے میں آپ کو اتنی مہارت کیسے حاصل ہو گئی کہ اتر پردیش کے مسلمان آپ سے اتنے بڑے پیمانے پر جڑے ہوئے ہیں اور جذباتی انداز سے آپ کو ووٹ اور سپورٹ دینے میں لگے ہیں؟ بہو گنا نے کہا: بھائی سنو! تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے، جب کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان الیکشن ہوا تھا اور اس الیکشن میں مسلمانانِ ہند کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ وہ ہندوستان ہی میں رہنا چاہتے ہیں یا اس کا کچھ حصہ لے کر اپنا ایک الگ ملک بنانا چاہتے ہیں، اسی الیکشن کے سلسلے میں گھنٹہ گھر الہ آباد" کے سامنے کانگریس کی طرف سے ایک بڑا جلسہ ہوا، جس کے مقرر خصوصی" پنڈت جواہر لال نہرو" تھے، پنڈت نہرو نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے تجارتی وہ اقتصادی و معاشی امور و مسائل پر اپنی تقریر میں تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کرتے ہوئے انہیں یقین دلایا کہ ہندوستان میں نہ صرف یہ کہ ان کا مستقبل محفوظ رہے گا بلکہ ان کے مفادات

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

بھی محفوظ رہیں گے اور ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ ہندوستان میں رہنے کو ترجیح دیں اور کانگریسی امیدواروں کو کامیاب بنائیں۔

پنڈت نہرو کی اس تقریر سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ متأثر ہو گیا اور پانسہ پلٹنے کے آثار نظر آنے لگے، مسلم لیگی کیمپ میں تشویش و اضطراب کی کیفیت پیدا ہونے لگی، جس کے بعد سر برآوردہ لیگیوں کو بھی سمجھ میں آنے لگا کہ پنڈت نہرو کی ٹکر کا کوئی چوٹی کا لیڈر اگر "الہ آباد" نہیں آیا تو حالات کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے اور لیگ کو شکست سے دو چار ہونا پڑ سکتا ہے، بالآخر سب نے مل جل کر طے کیا کہ گھنٹہ گھر الہ آباد کے اسی میدان میں مسلم لیگ کا جلسہ کیا جائے جہاں کانگریسی جلسہ ہوا تھا اور اس جلسے میں خصوصی طور سے نواب زادہ لیاقت علی خان کو مدعو کیا جائے، چنانچہ لیاقت علی خان اس جلسے میں شریک ہوئے اور انہوں نے اپنی تقریر کے دوران ایک ہاتھ میں قرآن شریف اور دوسرے ہاتھ میں ایک روٹی لے کر دونوں ہاتھ کو اوپر بلند کرتے ہوئے نہایت جذباتی انداز میں حاضرین جلسہ سے سوال کیا، آپ کو قرآن چاہیے یا روٹی چاہیے؟ مجمع نے بے قابو ہوتے ہوئے بے ساختہ اور بیک زبان کہا کہ ہمیں قرآن چاہیے، اس جواب کو سنتے ہی لیاقت علی خان نے حاضرین و سامعین سے کہا کہ جنہیں قرآن چاہیے، وہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں اور جنہیں روٹی چاہیے وہ کانگرس کی طرف جائیں، نواب زادہ لیاقت علی خان کی تقریر نے حالات کا رخ موڑ دیا، کانگریس کی طرف جانے والے مسلمان مسلم لیگ کی طرف واپس پلٹ آئے اور انہوں نے الیکشن میں لیگی امیدوار کو کامیاب بنا دیا۔

یہ چشم دید واقعہ سنانے کے بعد "بہوگنا" نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے سامنے ہوا، میں اس وقت الہ آباد یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ اور یونین کا لیڈر تھا، دونوں جلسوں میں بذات خود شریک تھا اور ان جلسوں کے ذریعہ مسلمانوں کے جذبات نفسیات کا مطالعہ کر کے میں نے جو نتیجہ نکالا وہ یہ تھا کہ مسلمان ایک جذباتی قوم ہے اور قرآن دکھا کر اسے جس طرف چاہو ادھر موڑ دو اور اس سے جو کام چاہو وہ کروالو، روٹی کی اسے کوئی فکر نہیں، دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب کے نام پر وہ اتنا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ دنیاوی مفادات سے یکسر غافل ہو جاتا ہے۔ بس یہیں سے میری مسلم نواز سیاست کا آغاز سمجھیے۔

گویا بہوگنا کے کہنے کا مطلب ہے کہ مذہب کے تحفظ، اسلام کے تحفظ، اردو کے تحفظ اور مساجد و مدارس کے تحفظ کے نام پر مسلمانوں کا جتنا استحصال مجھ سے ممکن ہو سکا وہ میں نے کیا اور میرے جیسے دوسرے مسلم نواز لیڈر بھی آئندہ ایسا ہی کرتے رہیں گے، مسلمان اسی طرح کے جذباتی نعروں کے پیچھے دوڑتے اور بیوقوف بنتے رہیں گے۔ جس کا ایک نمونہ مسئلہ بابری مسجد ہے، جس کے پس پردہ نام نہاد سیکولر پارٹیوں اور اس کے چرب زبان لیڈروں کی منافقت و استحصال پسندی کا چہرہ صاف عیاں ہے۔" (نقوش فکر، ص 60-62)

مسلمان اگر سمجھدار اور جذبات کی دنیا سے نکل کر سوچنے والا ہوتا تو مذکورہ لیڈر کے غیر دانش مندانہ سوال کا برملا یہ جواب دیتا کہ ہمیں دین بھی چاہیے اور دنیا بھی چاہیے، قرآن بھی چاہیے اور روٹی بھی چاہیے، علم بھی چاہیے اور تجارت بھی چاہیے، اگر ہم جذبات کی سطحی دنیا سے نکل کر اپنے اندر جینے کا شعور بیدار کرتے اور اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی اور بحالی کے لیے سنجیدہ کاوشیں کرتے تو آج حالات کا زاویہ یہ نہیں ہوتا۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

احوال وطن

لہولہان سنبھل

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

اپنے دامن میں صدیوں کی تاریخ سمیٹے سنبھل شہر کی گلیاں لہولہان ہیں، چاروں طرف پولیس کا پہرہ، راستوں کی بیری کیڈنگ اور آسمانوں پر لہراتے ڈرون کیمرے سنبھل کی کہانی صاف بیان کرتے ہیں، یہ سب چوبیس نومبر 2024 کی صبح اس فساد کی وجہ سے ہوا جو پہلی نظر میں اچانک ہوا حادثہ لگتا ہے لیکن حادثے کی سنگینی اور پس منظر کی کڑیاں صاف اشارہ کرتی ہیں کہ سب کچھ ویسا نہیں ہے جیسا دکھائی دے رہا ہے یا دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے، یقیناً اس فساد کے پیچھے ضرور کوئی منصوبہ بند سازش ہے جس کی وجہ سے آج سنبھل کی گلیاں لہولہان ہیں، سیکڑوں لوگ زخمی، درجنوں گرفتار اور پانچ نوجوان گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہو چکے ہیں۔

اصل قضیہ

سنبھل کی شاہی جامع مسجد عہد مغل کی یادگار ہے، بابری مسجد کے ایک سال بعد سن 1529ء کو اس کی تعمیر ہوئی، تب سے لے کر آزادی تک کبھی کوئی تنازعہ نہیں ہوا۔ آزادی کے بعد بابری مسجد پر فرقہ پرستوں نے تنازعہ ضرور کیا لیکن سنبھل کی مسجد تب بھی تنازعہ سے پاک رہی لیکن 2014ء میں مرکز میں بی جے پی کی حکومت کے بعد شدت پسند ہندو لابی نے شاہی مسجد کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ شاہی مسجد ہندوؤں کے ہری ہر مندر کو توڑ کر بنائی گئی ہے لہٰذا ہندوؤں کو مسجد واپس دلائی جائے۔

اسی پروپیگنڈے کے تحت چھ دن پہلے 19/نومبر کو ہندو فریق نے ضلع کورٹ میں شاہی مسجد کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ جج آدتیہ سنگھ نے دو گھنٹے کے اندر شنوائی کرتے ہوئے ایک ہفتے کے اندر مسجد کے سروے کا آرڈر پاس کیا اور 29/نومبر تک سروے رپورٹ کورٹ میں پیش کرنے کا حکم سنا دیا، جج صاحب کی طرح پولیس انتظامیہ کی پھرتی کی داد دینا ہوگی کہ انہوں نے ایک ہفتے کی بجائے اسی رات میں مسجد کا سروے بھی کرا دیا، جامع مسجد کمیٹی اور مسلمانوں نے انتہائی صبر وتحمل کا ثبوت دیتے ہوئے سروے ٹیم کو پورا تعاون دیا۔ رات گیارہ بارہ بجے تک سروے چلتا رہا، سروے کے بعد ضلع انتظامیہ اور اے ایس آئی کی ٹیمیں واپس لوٹ گئیں۔ اگلے دن یعنی بیس نومبر کو مسلمانوں نے اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کا فیصلہ لیا۔ چونکہ ابھی سروے رپورٹ کے جمع ہونے میں وقت تھا، اس لیے ذمہ داران اپنی تیاریوں میں لگ گئے۔ اس درمیان ہندو کمیونٹی کی جانب سے ڈی ایم کو درخواست دی گئی کہ ہم لوگ سروے سے مطمئن نہیں ہیں، اس لیے دوبارہ سروے کرایا جائے۔

ڈی ایم صاحب نے بغیر عدالتی نوٹس کے خود ہی دوبارہ سروے کا حکم دیا اور چوبیس نومبر کی صبح سات بجے ہندو فریق کا وکیل وشنو شنکر جین بہت سارے اوباشوں کی بھیڑ کے ساتھ مسجد پہنچا، یہ بھیڑ لگاتار JSR کے نعرے لگا رہی تھی، ان کے اکساوے اور شرارت کی وجہ سے مسلمان بھی جمع ہونا شروع ہو گئے، مسجد کے اندر سروے ٹیم اور پولیس انتظامیہ کی موجودگی میں دوبارہ سروے شروع ہوا۔ ادھر باہر ہندو شدت پسندوں کی بھیڑ کے ہنگامے سے مسلمان مشتعل ہو گئے، سی او سنبھل شاید اسی کے انتظار میں تھا، اس نے لاٹھی چارج کرا دیا، اس کے بعد ہنگامہ بھگدڑ اور پتھراؤ شروع ہو گیا، دیکھتے ہی دیکھتے پولیس کی بندوقیں حرکت میں آ گئیں، جب ہنگامہ تھا تو جامع مسجد کے آس پاس کی گلیاں خون سے آلودہ ہو چکی تھیں۔ تین نوجوان موقع پر ہی اور دو اسپتال میں پہنچ کر شہید ہو گئے۔

ضلع انتظامیہ کا متعصب کردار

اس پورے قضیہ میں کچھ سوالات ایسے ہیں جو ہر کسی کو

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

شک میں ڈال رہے ہیں:

(1) ضلع جج آدتیہ سنگھ نے ہندو فریق کی عرضی کو پہلے ہی دن کیسے قبول کرلیا؟ اسی دن شنوائی بھی کرلی اور اسی دن سروے کا آرڈر بھی کر دیا، آخر اتنی جلدی کس بات کی تھی؟ ٹرین چھوٹی جا رہی تھی یا قیامت آنے والی تھی؟ یہ معاملہ کسی مکان یا دکان کا نہیں بل کہ اے ایس آئی (Archaeological Survey of India) میں شامل پانچ سو سال پرانی ''تاریخی مسجد'' کا تھا، اتنی اہم جگہ کے متعلق بغیر دوسرے فریق کو سنے ایک طرفہ شنوائی کیوں ہوئی اور سروے کا آرڈر آخر کس لیے دیا گیا؟

(2) جب جج صاحب نے پولیس کو ایک ہفتے کا وقت دیا تھا تو ایسی کیا جلدی تھی کہ پولیس انتظامیہ نے آنا فاناً سروے ٹیم کو بلا کر رات ہی میں سروے کرانا پڑا۔ پولیس انتظامیہ شہر کے معزز مسلمانوں، جامع مسجد کمیٹی اور شہر کے ممبر اسمبلی اور ممبر آف پارلیمنٹ کو اعتماد میں لے کر سروے نہیں کرا سکتی تھی؟

(3) جب اسی رات میں سروے ہو چکا تھا تو بغیر عدالتی آرڈر کے دوبارہ سروے آخر کیوں کرایا گیا؟

(4) ہندو فریق کے وکیل کے ساتھ شدت پسند ہندوؤں کی بھیڑ کو کس لیے آنے دیا گیا اور ان کے جارحانہ نعروں کے باوجود انہیں روکا کیوں نہیں گیا؟

(5) جب مسلمانوں نے شدت پسندوں کے مقابلے آواز اٹھائی تو لاٹھی چارج اور گولی کیوں چلائی گئی؟ کیا اس کے بغیر مجمع کنٹرول نہیں کیا جا سکتا تھا؟

یہ وہ سوالات ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کی طرف سے ہیں بل کہ امن پسند ہندو بھی اٹھا رہے ہیں۔ انڈیا ٹی وی کے متعصب اینکر رجت شرما جیسے صحافی نے بھی سنبھل پولیس اور ضلع جج کی جلد بازی پر سوال اٹھائے ہیں، مگر مسلم دشمنی کا شور اس قدر تیز ہے کہ ہر سوال اس شور میں دبا دیا جا رہا ہے، سوشل میڈیا پر شدت پسند ہندو خوشیاں منا رہے ہیں، پولیس کو شاباشیاں دے رہے ہیں، مرنے والوں کی کم تعداد پر افسوس کر رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ان کی خونی پیاس ابھی بجھی نہیں ہے انہیں ابھی اور خون چاہیے۔ ؎

موقع ملے جسے بھی وہ پیتا ضرور ہے
شاید بہت مٹھاس ہمارے لہو میں ہے

◆◆◆

ص ۴۷ / کا بقیہ...

پیدا فرمایا۔

اس کے بعد ستیارتھ پرکاش آ گئی جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں، باب تیسرا (تعلیم) پندرہواں ہیڈنگ:

۔اگنی ہوتر صبح وشام دو ہی وقت کرے۔

باب چوتھا (خانہ داری) ۶۳ / ہیڈنگ:

۔سندھیا دو ہی وقت کرنا چاہیے۔

ان عبارات کو سن کر بجز قائل ہونے کے چارہ ہی کیا تھا لہٰذا اعتراف کرتے ہوئے معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا کہ آپ کے نبی کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انہیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا، وہ تو اُسے محبوب تھے؟

اس کی نسبت حضور (اعلیٰ حضرت) نے ارشاد فرمایا:

اسے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کے لیے ایک نائب مقرر کرتا ہے وہ صوبہ یا نائب بادشاہ کے حسب منشا خدمات انجام دیتا ہے، بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اپنے پاس بلاتا ہے اور انعام وخلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے نہ یہ کہ اسے بلا کر معطل کر دیتا ہے اور اپنے پاس روک لیتا ہے!

(امام احمد رضا کے یہ دلنشین جوابات) سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تشفی فرما دی (آج مجھے میرے سب سوالوں کا جواب مل گیا، آپ نے مجھے خوب مطمئن کر دیا) اور میری سمجھ میں خوب آ گیا، میں ابھی جا کر بیوی اور بچوں کو لاتا ہوں اور خود بھی مسلمان ہوتا ہوں اور ان کو بھی مسلمان کراتا ہوں۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، علامہ ظفر الدین بہاری، ج ۱/ مطبوعہ لاہور ص ۳۰۵)

◆◆◆

احوال وطن

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

اسلاف و اخلاف

فضائل سیدنا صدیق اکبر بزبان صحابۂ کرام

از: عالمہ اے رضویہ*

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: پل صراط سے گزرنے کا تحریری اجازت نامہ صرف اسی کو ملے گا جو ابوبکر صدیق سے محبت کرنے والا ہوگا۔ (الریاض النضرۃ، ج ۱ ص ۲۰۷)

مقام صدیق بزبان حسان بن ثابت

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیدنا حسان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: اے حسان! کیا تم نے بھی میرے صدیق کے بارے میں کچھ مدح سرائی کی ہے؟'' عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا: مجھے سناؤ، حضرت سیدنا حسان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شان صدیق اکبر میں ایک رباعی عرض کی:

''وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا۔ ترجمہ: اے ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ اس بابرکت غارِ ثور میں ''ثَانِيَ اثْنَيْنِ'' یعنی دو میں سے دوسرے تھے جب دشمن نے اس پہاڑ کے گرد چکر لگایا اور اس پر چڑھا: وَكَانَ حِبَّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ بَدَلَا۔ ترجمہ: اور آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب ہیں اور سب جانتے ہیں کہ حضور نبیٔ کریم، رؤف رّحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساری مخلوق میں کسی کو آپ کا ہم پلہ نہیں سمجھا، خَاتَمُ الْمُرْسَلِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اتنا مسکرائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں، پھر ارشاد فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا ابوبکر ایسے ہی ہیں۔'' (المستدرک علی الصحیحین، الحدیث ۴۴۶۹، ج ۴، ص ۷)

حق پرستوں کے ہیں صدیق اکبر

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ نسب میں کل چھ واسطے ہیں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب میں بھی مرہ بن کعب تک چھ ہی واسطے ہیں اور اسی طرح حضرت سیدنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ۵۸ رویں پشت میں تھے، مکہ مکرمہ میں جتنے قبیلے آباد تھے ان میں سے ہر قبیلہ اس وقت کے مناصب میں سے کسی نہ کسی منصب سے ضرور سرفراز تھا مثلاً بنو عبد مناف کے پاس حجاج کرام کے لیے پانی اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری تھی، بنو عبد الدار کے پاس جنگی معاملات اور کعبۃ اللہ شریف کے حفاظتی امور کی ذمہ داری تھی، بنو مخزوم کے پاس لشکروں کے سپہ سالار ہونے کی ذمہ داری تھی، اسی طرح بنو تمیم بن مرہ جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبیلہ تھا، ان کا کام خون بہا اور دیتیں جمع کرنا تھا۔ بنو تمیم کی خصوصیات عرب کے دوسرے قبائل سے مختلف نہ تھیں، ان میں بھی وہی اوصاف پائے جاتے تھے جو دوسرے عرب قبیلوں میں پائے جاتے تھے، جرأت، شجاعت، سخاوت، مروت وہمدردی، بہادری وجفاکشی، ہمسایہ قبائل کی حمایت وحفاظت، معاہدے کی پابندی وغیرہ تمام اوصاف سے بنو تمیم متصف تھے۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابوبکر ہے، واضح رہے کہ آپ اپنے نام سے نہیں بلکہ کنیت سے مشہور ہیں، نیز آپ کی اس کنیت کی اتنی شہرت ہے کہ عوام الناس اسے آپ کا اصل نام سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کا نام عبداللہ ہے۔

ابوبکر کنیت کی وجوہات

(۱) عربی زبان میں ''اَلْبَکْر'' جوان اونٹ کو کہتے ہیں، اس کی جمع ''اَبْکُر'' اور ''بِکَار'' ہے، جس کے پاس اونٹوں کی کثرت ہوتی یا جس کا قبیلہ بہت بڑا ہوتا یا جو اونٹوں کی دیکھ بھال اور دیگر

معاملات میں بہت ماہر ہوتا عرب لوگ اسے ''ابوبکر'' کہتے تھے، چونکہ آپ کا قبیلہ بھی بہت بڑا تھا اور بہت مالدار بھی تھے نیز اونٹوں کے تمام معاملات میں بھی آپ مہارت رکھتے تھے اس لیے آپ بھی ''ابوبکر'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔

(۲) عربی زبان میں اَبُوْ کا معنی ہے ''والا'' اور ''بَکْر'' کے معنی ''اوّلیت'' کے ہیں، تو ابوبکر کے معنی ہوئے ''اوّلیت والا'' چونکہ آپ اسلام لانے، مال خرچ کرنے، جان لٹانے، ہجرت کرنے، حضور کی وفات کے بعد وفات، قیامت کے دن قبر کھلنے وغیرہ ہر معاملے میں اوّلیت رکھتے ہیں، اس لیے آپ کو ابوبکر (یعنی اوّلیت والا) کہا گیا۔

ساری امت سے افضل صدیقِ اکبر

ساری امت پر حضرت صدیق اکبر کو فضیلت حاصل ہے، اس منفرد مقام کو بیان کرتے ہوئے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''خیر هذا الامة بعدنبیها ابوبکر وعمر۔ ترجمہ: اس امت میں نبی کے بعد ابوبکر وعمر سب سے بہتر ہیں۔''

سفر ہجرت میں ابوبکر صدیق کو سرکار دوعالم کی معیت و خدمت کا ایسا اعزاز حاصل ہوا جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، یہ سعادت ازل سے آپ کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی، اس عظمت وفضیلت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا:

"من یھاجر معی، قال ابوبکر وھو صدیق۔ ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ تو انھوں نے کہا ابوبکر (جن کا لقب) ''صدیق'' ہے۔"

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفیٰ
عزو نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوبکر صدیق نرم دل تھے

ابوسریحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسر منبر یہ فرماتے سنا کہ: یقیناً ابوبکر بڑے دردمند، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور خبردار حضرت عمر اللہ کے دین کی خیرخواہی کرنے والے تھے، پس اللہ نے ان کی خیرخواہی کی۔ (امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء، صفحہ 37)

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

حضرت ابوبکر صدیق! جامع القرآن

جمع قرآن کے حوالے سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمت اور محنت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قرآن پاک کے سلسلے میں سب سے زیادہ اجر حضرت صدیق اکبر کو ملے گا سب سے پہلے آپ ہی نے اس کو کتابی صورت میں جمع کیا۔

نیکیوں میں سبقت کرنے والے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نیک کام میں آگے بڑھنے کی صفت بیان کرتے ہوئے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے جس کام میں بھی سبقت کا ارادہ کیا اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ہی سبقت لے گئے۔ (امام جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء 59)

شانِ صدیق اکبر میں نازل ہونے والی علوی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا حضرت صدیق اکبر کی شان بیان فرمائی، ان آیت پر مشتمل ایک مکمل کتاب حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہے کہ ہم یہاں صرف وہ آیتِ مبارکہ تحریر کررہے ہیں، جن کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے بیان فرمایا کہ صداقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے قرآنِ پاک کا ارشاد:

''وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور

جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔"

اس آیت کی تشریح و توضیح میں حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"جو حق یعنی دینِ اسلام لے کر آئے حضرت محمد ﷺ ہیں اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ برسرِ منبر علی الاعلان حضرت صدیقِ اکبر کے مقامِ صِدّیقیت کا تذکرہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو یحیٰ کہتے ہیں: میں نے بارہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر شریف پر یہ فرماتے سنا ہے کہ: اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کی زبان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صدیق رکھا۔"

یونہی حکیم بن سعد روایت ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار قسم اٹھا کر یہ فرماتے سنا کہ:

"انزل اللہ اسم ابی بکر من السماء الصدیق۔ اللہ تعالی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا ہے۔" (ایضا،صفحہ30)

مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

"رَحِمَ اللّٰہُ أَبَا بَکْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَہُ، وَحَمَلَنِي إِلَی دَارِ الھِجْرَۃِ۔ ترجمہ: اللہ ﷻ ابو بکر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا اور مجھے کندھوں پہ اٹھا کر دار الہجرہ (مدینہ شریف) کی طرف لائے۔" (جامع الترمذی)

دم ہجرت رہے منزل بہ منزل
نبی کے ہمنوا صدیق اکبر

ایک مرتبہ حضرت علی نے لوگوں سے دریافت کیا: بتاؤ کہ سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ حاضرین نے جواب دیا: آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں، آپ نے فرمایا: میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا ہوں، پھر میں سب سے بہادر کیسے ہوا؟ تم یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا جناب ہمیں نہیں معلوم! آپ ہی ارشاد فرمائیں، جواباً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بہادر (اشجع الناس) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، سنو جنگِ بدر میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے سائبان بنایا، ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سائبان کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دے۔ خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا کہ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی، اگر کسی نے ایسی جرأت کی بھی تو آپ فوراً اس پر ٹوٹ پڑے، اس لئے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(امام جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، صفحہ 33)

سرکار ﷺ یہ پہرا دیتے ہیں صدیقِ اکبر میرے ہیں
جو حق پر ہیں وہ کہتے ہیں صدیق اکبر میرے ہیں

صحابیت صدیق اکبر کا ذکر قرآن میں

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت و رفاقت قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن پاک کا انکار اسی فضیلت و عظمت کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت علی المرتضی فرماتے ہیں کہ: تمام لوگوں کی اللہ نے مذمت کی ہے اور صدیق اکبر کی یوں تعریف کی ہے:

ترجمہ: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہوا، صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

(علی متقی، کنزل العمال جلد 12/ 515)

حضرت سرکار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں حدیثِ پاک کی تعداد 316 ہے، یہاں پر تحریر کی موضوع کے اعتبار سے صرف وہی حدیثِ پاک نقل کی جا رہی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کردہ ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنت کے سردار ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھا کہ حضرت صدیق اکبر وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اچانک آتے نظر آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ:

" یہ دونوں نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں، اے علی تم انہیں نہ بتانا، مسند امام احمد بن حنبل اور کنز العمال میں ''شبابہا'' کے الفاظ بھی موجود ہیں، یعنی ادھیڑ عمر جنتیوں کے ساتھ ساتھ جوانوں کے بھی سردار ہیں۔" (مسند امام بن حنبل صفحہ 603/ جز2)

امام احمد رضا اسی حدیث پاک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فرماتے ہیں: ؎

یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق وعمر کو خبر نہ ہو

حضرت ابن قیتبہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ سوائے چند لوگوں کے سارا عرب مرتد ہو رہا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیا، یہاں تک کہ وہ درست ہو گئے، یمامہ کو فتح کیا اور وہیں مسلمۃ الکذاب کو قتل کیا پھر صنعاء میں رہنے والے اسود العنسی کذاب کو بھی تہ تیغ کر دیا، اس کے بعد شام اور عراق میں لشکر کشائی کی گئی۔ (یہ سب اس لئے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کافی لوگ مرتد ہونے لگے تھے اور کچھ نے تو زکوۃ دینے سے بھی انکار کر دیا تھا جو کہ ارکان اسلام میں شامل ہے اور کسی نے تو جھوٹی نبوت کی دعویداری کر دی تھی)

ابو رجاء العطاردی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ تمام لوگ اکٹھا ہو رہے ہیں اس میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے سر کو بوسہ دے رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ" میں تم پر فدا ہو گیا ہوں خدا کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے" تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بوسہ دینے والا شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا وہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور مرتدین سے جنگ کی کامیابی پر مبارکباد پیش کر رہے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو عرب مرتد ہونے لگے لوگوں میں نفاق پھیل گیا اور میرے ابا جان استقلال کے میدان میں اس طرح اترے کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر ہوتے تو وہ چکنا چور ہو جاتا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہ بنایا جاتا تو خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی تھی، اس کلمہ کو آپ نے تین مرتبہ کہا۔

(حیات الحیوان اردو، صفحہ 197)

بلا شک ہیں نبی کی سلطنت کے یہ وزیر اعظم
کہ یار غار محبوبِ خدا صدیق اکبر کا
دنیائے صداقت میں تیرا نام رہے گا

حضرت سیدنا عروہ بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا امام باقر ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے استفسار کیا:

''مَا قَوْلُكَ فِي حُلْيَةِ السُّيُوْف؟ یعنی تلوار کو آراستہ کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: لَا بَأْسَ قَدْ حَلَّى أَبُوْ بَكْر الصِّدِّيْقُ سَيْفَه. یعنی اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ خود حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اپنی تلوار کو آراستہ کیا، میں نے کہا: آپ نے انہیں صدیق کہا؟ یہ سننا تھا کہ آپ جلال فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبلے کی طرف منہ کر کے ارشاد فرمایا: ہاں! وہ صدیق ہیں، ہاں! وہ صدیق ہیں، ہاں! وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے قول کی تصدیق نہیں فرماتا، نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔'' (فضائل الصحابۃ، ومن فضائل عمر بن الخطاب من حدیث أبي بکر بن مالک، الرقم ۶۵۵ رج ۱ رص ۴۱۹)

صادق کسے کہتے ہیں؟

صادق کا لغوی معنی ہے ''سچا'' اور صادق اس شخص کو کہتے

ہیں جو بات جیسی ہو ویسے ہی زبان سے بیان کر دے۔

(التعریفات، ص ۹۵)

شیخ اکبر حضرت سیدنا محی الدین ابن عربی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللّٰہ القوی فرماتے ہیں: اگر حضور سید عالم ﷺ اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضر ہوں تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقام پر صدیق قیام کریں گے کہ وہاں صدیق سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انہیں اس سے روکے، وہ اس وقت کے صادق و حکیم ہیں اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیر حکم۔ رسول اللہ ﷺ کا سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے بڑا عاشق کون ہوسکتا ہے۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے اللّٰہ کی راہ میں مال صدقہ کرنے کے لئے کہا تو:

"وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قَالَ: أَبْقَيْتُ لهمُ اللهَ وَرَسُولَهُ، هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ. ترجمہ: اور ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کا وہ سب مال لے آئے جو ان کے پاس تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: ان کے لیے تو اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں۔" (جامع الترمذی، ابواب المناقب)

جن کی محبت کی زکوٰۃ کا نصاب ہی یہ ہے سب کچھ نچھاور کر دو محبوب کے قدموں میں اور اسی طرف صوفیہ کا اشارہ ہے کہ؛ تَن، مَن، دَھن سارے کا سارا ورنہ نصابِ عشق ہے۔ ؎

لٹایا راہ حق میں گھر کئی بار اس محبت سے
کہ لٹ لٹ کر حسن گھر بن گیا صدیق اکبر کا

حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمہ سے کسی نے زکوٰۃ کا نصاب پوچھا، آپ نے فرمایا فقہ کا مسئلہ پوچھ رہے ہو یا عشق کی بات کر رہے ہو؟ اس بندے نے عرض کیا دونوں طرح سے ارشاد فرما دیں، آپ نے فرمایا: شریعت کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد ہے جبکہ عشق کی زکوٰۃ سارے کا سارا مال اور اس کے ساتھ ساتھ جان کا نذرانہ پیش کرنے سے ادا ہوتی ہے، اس بندے نے عرض کیا کہ عشق کی زکوٰۃ کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا نذرانے کے بطور نکاح پیش کر دی۔ (مکتوبات یحییٰ منیری، مکتوب نمبر 34، صفحہ 245–246، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

افضلیت صدیق اکبر پر اجماعِ امت اور صحابہ کرام کا عقیدہ

یوں تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں، لیکن ان سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس پر اہلِ سنت کا اجماع ہے، احادیث مبارکہ اور خاص طور پر اسد اللہ غالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کے پڑھنے کے بعد کسی مُحِبِّ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ان کی فضیلت کا انکار ممکن نہیں، جن سے صدیق اکبر کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور ہمارا ایمان تازہ ہوجاتا ہے، صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ ساری امت سے افضل واعلیٰ ہے۔

اب قیامت تک کوئی کتنی ہی عبادت وریاضت کرے، ان کے برابر نہیں ہوسکتا، یہ شان ہر صحابی کو حاصل ہے تو پھر ذرا سوچی کہ امام الصحابہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کون ہوسکتا ہے؟ جنھوں نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، پھر تبلیغ اسلام کی راہ میں آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، سفر ہجرت میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی رفاقت ومعیت کا شرف حاصل ہوا، اسی مناسبت سے "یار غار" کا مشہور ومعروف لقب آپ کو ملا، اللہ کے حکم سے اس کے محبوب کی بارگاہ سے انہیں "صدیق اکبر" کا خطاب ملا، وزیر و مشیر حبیب کبریا کا درجہ آپ کو حاصل ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، بلکہ ان میں سے پانچ حضرات کو اسلام قبول کرنے پر آپ ہی نے آمادہ کیا۔

سرکار دوعالم ﷺ کے تاکیدی حکم پر مصلیٰ رسول پر کھڑے ہو کر صحابہ کی امامت کا شرف بھی آپ ہی کو ملا، آپ ہی کو سید الاتقیاء کے لقب سے پکارا گیا، بلافصل خلافت مصطفےٰ کا تاج بھی آپ ہی کے سر اقدس پر سجا، پھر روضۂ مصطفےٰ ﷺ میں قیامت

تک کے لئے قیام کا اعزاز بھی آپ کو عطا ہوا، انہی سعادتوں اور فضیلتوں کی وجہ سے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاو رُسُل کے بعد ساری امت سے افضل ہیں، قرآنِ حکیم کی کئی آیاتِ مبارکہ اور سرکار دو عالم ﷺ کی بیسیوں احادیثِ طیبہ سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

حیرت ہوتی ہے اس قدر واضح آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی اور اجماعِ امت بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع کے بعد بھی بعض لوگ اپنی ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے یا دانستہ امتِ مسلمہ میں انتشار پیدا کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف امت سے افضل قرار دیتے ہیں بلکہ اس فاسد عقیدے کی تشہیر کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک گستاخی اور بے ادبی کرتے ہوئے کہتے ہیں خلافت، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا جو حضرت ابوبکر صدیق نے چھین لی۔ (معاذ اللہ) ان لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے میں نے ایک قابلِ صد احترام سادات ہی کی مدد سے جس سنی عالم دین کے رسالے سے کچھ اخذ کیا جن کا ذکر ان شاء اللہ میری دسویں پوسٹ میں کروں گی، جن میں انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں، جنھیں پڑھ کر ایمان کی تازگی اور عقیدہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کا نہ صرف واضح الفاظ میں اقرار و اعتراف کرتے تھے بلکہ اس عقیدے کے خلاف بات کرنے والوں کو سزا دینے کا برسرِ منبر اعلان فرماتے تھے، ان ارشادات سے اہل سنت کے اجماعی عقیدے کی بھی تائید تصدیقی ہوتی ہے کہ خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کا کوئی جھگڑا نہیں تھا، وہ باہم شیر و شکر تھے اور آیتِ قرآنی "رحماء بینھم" کی عملی تصویر تھے، یہ ارشادات پڑھ کر محبان علی کو چاہئے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کے مطابق اپنے عقیدے کو سنواریں اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجماعی عقیدے سے اختلاف کی جسارت نہ کریں۔ ؎

علی ہیں اس کے دشمن اور وہ دشمن علی کا ہے
جو دشمن عقل کا دشمن ہوا صدیق اکبر کا

حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاتح خیبر کا باہمی ادب و احترام

اب آخر میں ایک ایسی روایت ملاحظہ فرمائیے جس میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دوسرے کے فضائل بیان فرما کر اہل سنت کے عقائد پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، روح کو تازگی اور ایمان کو پختگی بخشنے والی اس روایت کے راوی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کاشانۂ نبوت میں حاضری کے لئے آئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا دروازہ پر آپ دستک دیجیے، حضرت ابوبکر صدیق نے کہا آپ آگے بڑھئے، حضرت علی المرتضیٰ نے کہا: میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ما طلعت شمس و لا عربت من بعدی علی رجل افضل من ابی بکر الصدیق۔ ترجمہ: کسی شخص پر سورج طلوع و غروب نہ ہوگا جو میرے ابوبکر صدیق سے افضل ہو (یعنی میرے ابوبکر سب سے افضل ہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص سے آگے پیش قدمی کی جرأت کیسے کروں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعطیت خیر النساء بخیر الرجال۔ ترجمہ؛ میں نے سب سے بہتر عورت کو سب سے بہتر شخص کے نکاح میں دیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص سے کیسے آگے بڑھوں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہو: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی صَدرِ ابراھیمَ الخلیلِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی صَدرِ اَبِی بَکرٍ۔ جو شخص ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے سینۂ مبارک کی زیارت کرنا چاہے وہ ابوبکر کے سینہ کو دیکھ لے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں بھلا آپ سے

اسلاف و اخلاف

کیسے تقدم کروں جن کے حق میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے: جو شخص آدم علیہ السلام کا سینۂ مبارک حضرت یوسف اور ان کے حسن جمال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی نماز، حضرت عیسیٰ اوران کا زہد تقویٰ اور حضرت محمدؐ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء اورآپ کے خلق عظیم کو دیکھنا چاہے، وہ علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص کی پیش قدمی کی جرات کیسے کروں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں ''جب میدانِ حسرت و ندامت کے دن تمام لوگ جمع ہوں گے، ایک منادی حق تعالیٰ کی جانب سے ندا کرے گا: اے ابوبکر! تم اپنے محبوب کی معیت میں جنت میں داخل ہو جاؤ'' حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص کی تقدیم کیسے کرسکتا ہوں جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے خیبر اور حنین کے موقع پر جب آپ کی خدمت میں دودھ اور کھجور کا ہدیہ پیش کیا تو فرمایا: ھذہٖ ھَدِیۃٌ مِنَ الطّالِب الثالب لعلی بن ابی طالب۔ یہ ہدیہ طالب غالب کی طرف سے علی ابن ابی طالب کے لئے ہے، سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں آپ سے کیونکر کر آگے بڑھوں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے یہ فرمایا ہو: انت یا ابا بکرٍ عنی۔ ابوبکر تم میری آنکھ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسی شخصیت سے کیونکر آگے بڑھوں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت علی جنتی سواری پر آئیں گے تو کوئی ندا کرنے والا ندا کرے گا: اے محمد مصطفےٰ (ﷺ) دنیا میں آپ کے ایک بہت اچھے والد، ایک بہت اچھے بھائی تھے، والد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور بھائی علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسی شخصیت پر کیسے فوقیت حاصل کرسکتا ہوں جس کی بابت نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔" روزِ محشر کا خازن رضوان جنت اور دوزخ کی چابیاں لے کر ابوبکر صدیق کی خدمت میں پیش کرے گا اور کہے گا اے ابوبکر! رب کریم جل جلالہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ جنت اور دوزخ کی چابیاں اپنے پاس رکھ لو، جسے چاہو جنت میں بھیج دو اور جسے چاہو دوزخ میں بھیج دو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسے شخص ہر تقدم کیوں کروں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین نے مجھے آکر بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد فرماتا ہے کہ میں تم سے اور علی سے محبت کرتا ہوں، اس پر میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں فاطمہ سے بھی محبت کرتا ہوں، میں سجدۂ شکر بجالایا، پھر کہا میں حسن وحسین سے بھی محبت کرتا ہوں، میں نے سجدۂ شکر ادا کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں ایسے بزرگ کے آگے کیسے بڑھوں جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: لَو وُزِنَ اِیمانُ اَبِی بَکرٍ بِاِیمانِ اَھلِ الْاَرْضِ لَرَجَعَ عَلَیھِم۔ اگر روئے زمین پر لوگوں کے ایمان کا ابوبکر کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان سب سے وزنی ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں ایسی محبوب شخصیت سے کیسے آگے بڑھوں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی ہو، قیامت کے دن علی المرتضی، ان کی اہلیہ اور اولاد اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے تو لوگ کہیں گے یہ کون ہیں؟ منادی کہے گا یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں یہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بھلا میں ایسی محترم شخصیت سے کیونکر آگے بڑھوں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اہل محشر جنت کے آٹھوں دروازوں سے یہ آواز سنیں گے: اُدْخُل مِنْ حَیثُ شِئْتَ اَیُّھَا الصِّدِیقُ الاکبر۔ ابوبکر جنت کے جس دروازے سے جی چاہے تشریف لے جائیں، حضرت ابوبکر صدیق نے کہا میں اس شخص کے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہو: بَینَ قَصرِی وَ قَصرِ اِبرَاھِیمَ الخَلِیلَ قَصرُ عَلِیٍّ۔ علی کا محل میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے محل کے درمیان ہوگا۔

حضرت علی نے کہا: اس وجیہ مرد سے کیسے آگے بقیہ ص ۱۳ پر

(از: محمد قمر الزماں رضوی*

استاذِ زمن کی شاعری میں رنگ برکاتیت

برادرِ اعلیٰ حضرت شہنشاہِ سخن استاذِ زمن علامہ حسن رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں بلکہ ان کے زمانے کے علما و فضلا، فقہا و ادبا شعرا اور تمام ناقدین و مصنّفین و مؤلفین، مقرر و واعظین نے بھی انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، آج ناچیز کو بھی آپ علیہ الرحمہ کی شاعری میں مشائخ مارہرہ مطہرہ رحمۃ اللہ علیہم کی عظمتیں اُجاگر کرنے کا موقع فراہم ہوا۔

مختصر تعارف

حضرت استاذ زمن کی ولادت باسعادت 22 ربیع الاوّل 1276ھ، مطابق 10 اکتوبر 1859ء کو بریلی شریف محلہ سوداگران میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور برادرِ اکبر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے لئے اپنے آپ کو امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری برکاتی کے سائے کرم میں رکھا، آپ نے شعر وشاعری کا آغاز بچپن ہی سے کر دیا تھا مگر ابتدا میں آپ کو عشق مجازی یعنی غزلیات لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا، اس لئے صنف غزل ہی میں شعر کہتے تھے اور اصلاح مشہور زمانہ شاعر داغ دہلوی سے کرواتے تھے ایک مدّت تک غزل کہتے رہے اور ایک دیوان کی تکمیل ہوئی جس کا نام ''ثمر فصاحت'' ہے، حسرت موہانی نے ایک جگہ لکھا ہے، شاگردان مرزا داغ دہلوی میں حسن مرحوم بریلی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے خود استاد مستند تھے۔

مگر جب آپ کی طبیعت اس صنف میں شعر کہتے کہتے بھر گئی اور آپ اس کی کم مائیگی اور کھوکھلے پن سے آگاہ ہوئے تو آپ نے سرمدی سرمایہ حمد ونعت (مصطفیٰ ﷺ) کی طرف اپنی قوتِ فکر کو موڑا اور داغ کے بجائے اپنے برادرِ کلاں (اعلیٰ) حضرت (فاضل) بریلوی سے اصلاح لینے لگے، ایک جگہ لکھتے ہیں۔ ؎

بھلا ہے حسؔن کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا سے

(ماخوذ مولانا حسن بریلوی کی ادبی خدمات: 14)

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری فکر کی توانائی، فن کی پختگی اور تخیل کی پاکیزگی کی غماز ہے، جدید استعارات، بلیغ تشبیہات، زبان کی سادگی و پرکاری، اسلوبِ بیان کی رعنائی، الفاظ کی موزونیت اور مضامین کی جامعیت آپ کے کمالِ فن کا مظہر ہیں، رسولِ اکرم ﷺ کے عشق ومحبّت میں سرشاری کو کس خوبصورتی سے ذیل کے شعر میں بیان کیا گیا ہے۔ ؎

نمازیں سب ادا ہو جائیں گی اس ایک سجدہ میں
نیاز عشق سر اٹھنے نہ پائے پائے جاناں سے

نعت گوئی کی راہ کانٹوں کا فرش ہے ذرا کی لغزش شرعی مسائل پیدا کر سکتی ہے مولانا (موصوف) خود شرعی آدمی تھے اس لئے ان کی نعتیہ شاعری شرعی گرفت سے محفوظ اور ہر طرح کے سُقم (خرابی) سے پاک ہے، عشقِ رسول (ﷺ) کا بانکپن ذیل کے شعر میں ملاحظہ کیجیے ؎

خاک صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے
آ میری جان میرے دل میں ہے رستہ تیرا

اس شعر میں تغزل کے علاوہ اسلوب بیان کی دلکشی، زبان کی سادگی، عقیدت کی سرشاری، محبت کی لالہ کاری اور عشق کی نغمگی کی ایک دنیا آباد ہے۔

* مضمون نگار جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ، ایٹہ کے متعلّم ہیں۔

بات کو طول نہ دیتے ہوئے ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں یعنی علامہ حسن رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی شاعری میں رنگ برکاتیت بریلی شریف اور مارہرہ مطہرہ کے درمیان ہمیشہ سے علمی وروحانی تعلق رہا ہے، جس طرح حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے مشائخ کرام کی شان میں مناقب وقصائد کے انوکھے گلدستے پیش کئے جو کہ اعلیٰ حضرت کے دیوان حدائق بخشش میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، وہیں برادر اعلیٰ حضرت علامہ حسن رضا خاں قادری برکاتی بریلوی نے بھی مشائخ مارہرہ کی شان وعظمت کو رنگ رضا میں پیش کیا ہے۔

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی نے اپنے مرشد گرامی وقار پیر کامل سلطان العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں علیہ الرحمہ کے وصال پر تاریخی قطعات رقم فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔ ؎

شیخ زمانہ حضرت سید ابوالحسین
جانِ مرادکانِ ھدیٰ شانِ اہتدا

اے میرے شیخ زماں حضرت سید ابوالحسین آپ پر میری جان قربان، آپ تو رشد وہدایت کے پیکر ہیں جو آپ کی اتباع کرلے وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوجائے۔ ؎

نورِ نگاہ حضرت آلِ رسول کے
اچھے میاں کے لختِ جگر آنکھوں کی ضیا

علامہ حسن رضا بریلوی کہتے ہیں کہ سرکارِ نور، آپ آلِ رسول کی آنکھوں کا نور ہیں اور اچھے میاں کے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ ؎

خود عین نور سیدی عینی کے نور عین
عشقی کے دل کے چین مرے درد کی دوا

استاذ زمن کہتے ہیں نوری میاں آپ بذات خود نور ہیں اور سیدی حمزہ عینی کے نورِعین کا نور ہیں اور آپ حضرت برکت اللہ عشقی مارہروی کے دل کا چین، میرے درد کی دوا ہیں۔ ؎

میرے بزرگ بھی اسی در کے غلام ہیں
میں بھی کمینہ بندہ اسی بارگاہ کا

استاذ زمن اس شعر میں اپنی عاجزی وانکساری بیان کررہے ہیں کہ میرے بزرگ (امام اہل سنت اعلیٰ حضرت) بھی اسی در کے غلام ہیں اور میں بھی اسی بارگاہ کا غلام ہوں۔ ؎

ما بندۂ قدیم وتوئی خواجۂ کریم
پروردۂ تو ایم بیفزائے قدر ما

علامہ حسن رضا بریلوی کہتے ہیں کہ ہم قدیم زمانہ کے اس در کے غلام ہیں اور آپ کرم فرمانے والے آقا ہم کو پالنے والے اور ہماری عزت کو بڑھانے والے آپ ہی ہیں۔ ؎

یا سیدی میں کہ کے پکاروں بلا کے وقت
تم لاتخف سناتے ہوئے آؤ سرورا

علامہ حسن رضا بریلوی کہتے ہیں جب میں مصیبت کے وقت یا سیدی کہ کے پکارتا ہوں، تو آپ لاتخف (غم نہ کرو) کا مژدہ سناتے ہوئے جلوہ گر ہوتے ہیں۔

مجھ سا کوئی سقیم نہ تم سا کوئی کریم
میری طلب طلب ہے تمہاری عطا عطا

عاجزی کا یہ عالم میرے جیسا کوئی سقیم (خستہ حال) نہیں اور نہ آپ جیسا کوئی مہرباں، میری طلب صرف آپ کی ہی عطا ہے۔

دارین میں علوّ مراتب کرو عطا
تم مظہر علی ہو علی مظہر علا

علامہ حسن رضا بریلوی کہتے ہیں کہ دارین یعنی دنیا وآخرت میں مراتب کو بلند کیجیے، آپ ارفع واعلیٰ کے مظہرِ علی ہو۔ ؎

خوش باش اے حسن تیرے دشمن ملول ہوں
جس کا گدا ہے تو وہ ہے غمخوار بے نوا

استاذ زمن مقطع میں کہتے ہیں کہ اے حسن فکر مت کر، غمگین نہ ہو، غمگین اور رنجیدہ تیرے دشمن ہوں، کیونکہ تو جس کا گدا ہے وہ ہمدرد بے نوا ہیں۔ ؎

تاریخ اب وصالِ مقدس کی عرض کر
حاصل ہو پورے شعر سے خاطر کا مدّعا

وہ سید ولا گئے جب بزم قدس میں
اچھے میاں نے اٹھ کے گلے سے لگالیا

۱۳ھ ۲۴---۸۴۴ + ۴۸۰---

بقیہ ص ۲۹ پر

از: مفتی اظہار النبی حسینی ابوالعلائی*

حضرت مفسر قرآن! ارباب علم و دانش کی نظر میں

اسلاف و اخلاف

انتخاب حضور حجۃ الاسلام، تلمیذ حضور صدر الشریعہ، خلیفہ و مرید حضور مفتی اعظم ہند، مظہر کمالات رضویہ، چشم و چراغ خانوادۂ واعظیہ، پیر طریقت حضور مفسر قرآن الحاج الشاہ سید محمد ظہور الحسین احمد رضوی قادری نوری واعظی سادات پوری (ولادت ۲۷؍رجب ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۴ء۔ وفات ۲۷؍جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ ۲۱؍دسمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعرات) نے صوبہ بہار کی مردم خیز سرزمین سیوان میں ایک سادات مآب گھرانے میں آنکھیں کھولیں، بزرگوں کے سایے میں پرورش پائی، اپنے وقت کے سید المتقین حضرات حضور حجۃ الاسلام و حضور مفتی اعظم ہند کے زیر تربیت ایام گزارے، سند المدرسین جیسے اجلہ علما مثلاً یادگار اسلاف علامہ تقدس علی خان، صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خان علیہم الرحمہ کے خوان علم سے خوشہ چینی فرمائی، پھر طریقت کا جام دنیا میں گم نام مگر بارگاہ میں نیک نام بزرگان شیخ المشائخ حضرت صوفی سید شاہ واعظ الحق، سید الذاکرین قمر العارفین حضرت سید امیر الحق علیہما الرحمہ کی بارگاہ سے پی کر میدان عمل میں قدم رکھا، ۸۰؍سالوں تک اسلام و سنیت کی تبلیغ فرمائی اور آپ کے دم قدم سے خصوصاً ترائی نیپال اور بہار، بنگال، یوپی اور پنجاب کے متعدد علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیلی اور سنیت کی باد بہاری چلی، بدمذہبیت خزاں رسیدہ ہوا۔

انھی سب وجوہات کی بنیاد پر اپنے وقت اکابر و اجلہ علما و دانش وران نے آپ کے مقام و مرتبہ سے دنیا کو روشناس کرایا اور اپنے اپنے الفاظ و انداز میں شفقت و محبت کے گوہر لٹائے اور اپنے کلمات میں خراج تحسین پیش فرمایا، جو ذیل میں نذر قارئین کیے جا رہے ہیں۔

مجھے سید کے کمرے میں دفن کرنا

(۱) حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ

سالنامہ سعدیہ کے تصوف نمبر میں ہے: میں اسکول کے چوتھے درجے کا طالب علم تھا، حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی اپنے بہار دورے پر آئے ہوئے تھے، ملاقات کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا: یہ علم پڑھ کر کیا کریں گے؟ اپنا مذہب پڑھیے اور اسے پھیلائیے، حضرت مجھے اپنے ساتھ بریلی لے گئے، بریلی پہنچا جب تک حضرت حیات ظاہری میں تھے حضرت کے گھر ہی میرے کھانے پینے کا انتظام تھا مجھے رہنے کے لیے جو کمرہ ملا تھا وہ مزار اعلیٰ حضرت سے متصل تھا، میرے ساتھ اور بھی تین ساتھی تھے لیکن سب پر میرا رنگ غالب تھا، سب میری باتیں مانتے تھے، حضرت نے اپنے وصال سے قبل مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا سے ارشاد فرمایا: مجھے سید (ظہور الحسین) صاحب کے کمرے میں دفن کرنا۔ آپ دیکھیں گے حضور حجۃ الاسلام کا مزار مبارک کچھ ہٹ کر ہے۔ (تصوف نمبر، ص ۱۸۹)

عزیز من

(۲) حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ

جب آپ فراغت کے بعد اپنے گھر واپس تشریف لائے تو آپ تدریس کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ کے دادا اور ابا حضور خاندانی سلسلہ بیعت و ارشاد کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت دادا حضور نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو خط لکھا، جس میں حضور مفسر قرآن علیہ الرحمہ کو بیعت و ارشاد کی راہ چلنے کے لیے نصیحت کی گزارش کی گئی تھی۔ جواب میں حضور مفتی اعظم ہند نے ایک ناصحانہ مکتوب (جو گھر میں آگ لگنے کی وجہ سے سارے نوادرات کے ساتھ خاکستر ہو گیا) ارسال فرمایا، جس میں حضور

* مضمون نگار مرکزی ادارہ شرعیہ نیپال، جنک پور دھام کے قاضی ہیں۔

مفسر قرآن کو ''عزیز من'' سے یاد فرمایا تھا۔

زندہ ولی کے صدقے میری دعا قبول فرما

(۳) شیر بہار مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد اسلم القادری علیہ الرحمہ مقصود پوری حضور مفسر قرآن کے وسیلے سے دعا کرتے یہ الفاظ فرمائے:

یا اللہ! اپنے اس زندہ ولی (حضور مفسر قرآن) کے صدقے میں میری دیا قبول فرما۔ (سالنامہ سعدیہ کا تصوف نمبر، ص 189)

حضرت شاہ ظہور الحسین علیہ الرحمہ ایک ولی کامل

(۴) پروفیسر فاروق احمد صدیقی، سابق صدر شعبہ اردو بہار یونی ورسٹی، مظفر پور

حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین علیہ الرحمہ سے میری پہلی ملاقات کب اور کس سال ہوئی یہ تو نہیں یاد آرہا ہے، لیکن یہ اچھی طرح یاد ہے کہ میری پہلی ملاقات پروفیسر عطا حسن سیف کے دردولت واقع چندوارہ مظفر پور میں بعد نماز مغرب ہوئی تھی، چائے کا دور چل رہا تھا کہ اچانک ایک بزرگ صفت مولانا نمودار ہوئے سیف صاحب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور وہ بزرگ محترم اندرون خانہ چلے لے گئے۔ بعد میں سیف صاحب نے بتلایا کہ یہ ہم لوگوں کے قریبی رشتہ دار ہیں اور سیوان ہی کے رہنے والے ہیں۔ اہل سنت کے بڑے عالم اور متقی و پرہیز گار ہیں۔ میرے دل میں بھی حضرت کی طرف سے گہری عقیدت پیدا ہوگئی، لیکن پھر برسوں ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔

حضرت کی زندگی کا سب سے اہم مقصد و مشن دین وسنیت کی ترویج واشاعت ہے، اب تک کئی مدارس اور مساجد کی تعمیر کرا چکے ہیں۔ یہ سن کر ظاہر ہے دلی مسرت ہوئی۔

حضرت سید صاحب واقعی بقیۃ السلف تھے

(۵) حضرت مفتی محمد حسن رضا نوری، مفتی دارالافتاء مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ

میرا تعلق جس علاقہ سے ہے وہاں پیران بریلی شریف کا دورہ ہوتا رہتا ہے اور سیوان کے سادات کرام کی تشریف اوری ہوتی رہتی ہے پورا علاقہ عموماً انہیں دونوں خانقاہوں سے فیض یافتہ ہے سادات پور کے بزرگان دین میں سب سے پہلے جن بزرگ شخصیت کی زیارت سے مشرف ہوا وہ پیر طریقت رہبر راہ شریعت مفسر قران خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ سید ظہور الحسین علیہ الرحمہ والرضوان کی شخصیت تھی چونکہ میرے خویش عزیزم مولانا سعید حسن نعیمی حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کے فیض یافتہ اور خلیفہ ہیں ان کے ذریعہ بھی حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کے تعلق سے معلومات میں اضافہ ہوا۔

حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی سادگی دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو گئی لباس بالکل سادہ کروفر وتام جھام سے کوسوں دور مریدوں کی آمد ورفت جاری۔ آنے والا اپنا مسئلہ پیش کرتا ہے اور حضرت خندہ پیشانی کے ساتھ سبھوں کی فریاد سن رہے ہیں اور مناسب حل تجویز فرما رہے ہیں ظاہرا جسم کمزور اور توانا نہیں مگر سائلین کی کثرت سے کوئی پریشانی نہیں حضرت کی بارگاہ سے جو بھی واپس آرہا ہے شاداں وفرحاں جارہا ہے میں نے کئی ملاقاتوں میں یہی حالت دیکھی حضرت سید صاحب واقعی بقیۃ السلف تھے کیوں نہ ہو کہ آپ کو جس عظیم ذات سے خلافت واجازت حاصل تھی وہ خود سید المتقین تھے جن پر تقوی کو بھی ناز تھا یعنی پیر ومرشد مفتی اعظم عالم اسلام المعروف مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ آپ اپنے مرشد اجازت کی صفات عالیہ سے متصف تھے۔

حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات صرف بیعت وارشاد تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ آپ عمدہ خطیب، بے نظیر مناظر اور مفسر قرآن تھے اپ نے اپنی حیات مستعار میں مسلک اعلی حضرت کی خوب اشاعت وترویج فرمائی اور علاقہ میں جن لوگوں نے خانقاہ مجیبیہ سے بیعت حاصل کر لی تھی انہیں مسلک اہلسنت یعنی مسلک اعلی حضرت کی خوبیوں سے آگاہ فرمایا اور اپنے مریدین شامل فرما کر ان کے عقیدے کی حفاظت فرمائی، حضرت کا یہ کارنامہ صرف عوام تک ہی نہیں بلکہ چند علماء جو پھلواری سے مرید ہو چکے تھے انہیں بھی اپنے دامن سے وابستہ کر کے ان کی ایمان وعقیدہ کی حفاظت فرمائی۔

آپ علیہ الرحمہ بافیض وباکرامت ولی تھے

(۶) ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مفتی محمد اسلم القادری، دار العلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک، سیتا مڑھی

شہزادہ غوث اعظم و رئیس المناظرین، مفسر قرآن، پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد ظہور الحسین احمد القادری و اعظمی علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات جہان علم وفضل میں محتاج تعارف نہیں۔

ہند و نیپال میں آپ کی دینی علمی، فکری، عملی، مذہبی، مسلکی، ملی، تنظیمی رفاہی خدمات دیکھنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ علمی وجاہت اور خاندانی شرافت و کرامت کے ساتھ زہد و تقوی، اخلاص وللّٰہیت، اخلاق وسیرت، سلوک و تصوف اور احسان و عرفان کی دولتوں سے بھی خوب مالا مال تھے۔ آپ بافیض و با کرامت ولی تھے۔

حضور مفسر قرآن کی ذات محاسن کثیرہ سے عبارت تھی

(۷) مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی، ڈائریکٹر ادارہ لوح وقلم سعد پورہ، مظفر پور، بہار

مفسر قرآن گلستان فاطمی کے گل سرسبد عالم ربانی حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد ظہور الحسین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ اپنے دینی فضائل، پاکیزہ خصائل علمی وفکری بصیرت، حسن اخلاص، بے ریائی، اخلاقی رواداری، ذاتی اوصاف حمیدہ اور محاسن کثیرہ کی وجہ سے علماء و مشائخ کے ہر طبقے میں یکساں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ خاندانی شرافت وفضیلت اور نسبی نجابت وکرامت کے ساتھ علم قرآن وحدیث پر درک ومہارت، تعمق نظری، قوت استحضار، درسیات پہ کامل دسترس ادبی کمالات اور شعری جمالیات آپ کی بلند پایہ شخصیت کے اہم پہلو تھے۔ خاندانی بزرگوں کے فیوض و برکات سے جو حصہ ملا وہ گوہر گرانمایہ کچھ کم نہیں تھا اس پہ مستزاد بریلی شریف کا میکدہ علم وعرفان ہاتھ آ گیا وہاں آٹھ سالوں تک مست و بےخود ہو کر اتنا پیا کہ پوری زندگی اس مرد حق آگاہ کی فکر وآگہی کا خمار کبھی نہیں اترا۔

فراغت کے بعد وعظ وتبلیغ اور ارشاد و ہدایت کی مسند کو رونق بخشی اور اصلاح باطنی کا فریضہ انجام دیا آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا شریعت پر استقامت، زہد وتقویٰ، تواضع وانکساری، مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ آپ کی زندگی کا اصل اہداف تھا۔

آپ کی شخصیت اپنے بزرگوں کے حسنِ سلوک، پاکیزہ سیرت اور بافیض کردار وعمل کی زندہ مثال تھی۔

حضور مفسر قرآن علیہ الرحمہ عاشق خانوادۂ رضویہ

(۸) قاضی ناندیڑ حضرت مفتی محمد مرتضی رضوی مصباحی، مفتی وقاضی سنی حنفی مرکزی دار الافتاء والقضاء ناندیڑ (مہاراشٹر)

مفسر قرآن پیر طریقت سید ظہور الحسین صاحب قبلہ احمد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان جنہوں نے بغیر کسی تصنع کے خالص دین حق اور مسلک اہل سنت وجماعت کی حفاظت و پاسبانی میں اپنی زندگی گزار کر ہمیشہ کے لیے زندگی کو امر بنا لیا، سید ظہور الحسین صاحب احمد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان جب چلتے تو علم وعمل مچلتا چونکہ انسان کی عملی زندگی کی عروج وارتقا ایمان وعمل اور اخلاص نیت پر ہی موقوف ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب علم دن پر گہری نظر ہو اور الحمد للہ حضرت مفسر اقران علوم دینیہ کے تمام اصول وفروع پر کامل دسترس رکھتے رہے۔

حضرت مفسر قرآن بریلی شریف اور خانوادہ رضویہ کا ذکر ہمیشہ فرماتے اور اپنے وعظ و بیان میں ہمیشہ مسلک اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلی حضرت پر بہت مضبوط دلائل پیش کیا کرتے اور اپنے مریدوں کو ہمیشہ مسلک اعلی حضرت پر کاربند رہنے کی سخت تاکید فرماتی حضرت مفسر قرآن علیہ الرحمۃ الرضوان کے خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے بالخصوص اتری بہار تربت کمشنری پر حضرت مفسر قرآن نے بہت محنت ومشقت کے ساتھ پیدل تبلیغی دورہ فرما کر اتری بہار کو وہابیت کے چنگل سے بچانے کے لیے قربانی پیش کی ہے۔

حضور مفسر قرآن سرمایۂ ملت کے نگہبان

(۹) مؤرخ نیپال مفتی محمد رضا مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مظہر کمالات رضویہ، پروردۂ حضور حجۃ الاسلام، تلمیذ حضور صدر الشریعہ، خلیفہ ومرید حضور مفتی اعظم ہند، چشم و چراغ خانوادۂ

اسلاف و اخلاف

واعظیہ، پیر طریقت مفسر قرآن الحاج الشاہ سید محمد ظہور الحسین قادری نوری واعظی سادات پوری (ولادت ۲۷؍رجب ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۴ء، وفات ۲۷؍جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ ۲۱؍دسمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعرات) ابن سید شاہ امیر الحق قادری ابن سید شاہ واعظ الحق قادری ابن سید عبد الجلیل قادری (ولادت ۱۲۵۱: ھ مطابق ۱۸۳۶ء وصال ۱۹۴۶ء) بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں افق اہل سنت کے مطلع پر طلوع ہونے والی اس عبقری شخصیت کا نام ہے جس کی ضوفشانیاں متحدہ ہندوستان سمیت ہمالیہ کے آغوش میں واقع سرسبز وشاداب خطۂ نیپال کو منور کررہی ہیں۔ آپ کی سطوت علمی اور تبحر فقہی پر فقر ودرویشی، زہد وورع، توکل واستغنا کی ایسی چادر تن گئی کہ بڑے بڑوں کی نگاہیں آپ کے جمال علم کی حقیقت دیکھنے سے عاجز ودرماندہ رہیں، اپنی تمام تر جبروت علمی کو مفسر قرآن نے اپنی درویشی میں چھپالیا، ڈھائی پارے قرآن پاک کی تفسیر جوانہوں نے لکھی تھی اس کو شائع کرنے سے منع کردیا اس طرح وہ کرم خوردہ ہوکر ضائع ہوگئی۔

حضور مفسر قرآن نے اپنی زندگی کے ۸۰ سال بہار، نیپال، بنگال اور یوپی کے علاقوں میں اہل سنت وجماعت کو وہابی دیوبندی تبلیغی، مجیبی، شمع نیازی اور ہتھیار رویوں کی یلغار سے بچانے میں صرف کردی، بیر گنج نیپال، روتہٹ، جئے نگر، پوکھریا، دمار، جوکہا، جنک پور، لادو بیلا، لوہنہ، سیتامڑھی اور سمستی پور میں آج سنیت کی جو بہار نظر آرہی ہیں ان میں حضور مفسر قرآن کا خون جگر شامل ہے۔

حضور مفسر قرآن نمونہ اسلاف بزرگ

(۱۰) حضرت مولانا صوفی محمد فاروق رضوی، بانی: دارالعلوم امام احمد رضا کواری سونبرسا روڈ سیتامڑھی بہار

شہزادہ غوث اعظم رئیس المناظرین مفسر قرآن پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید محمد ظہور الحسین احمد القادری واعظی علیہ الرحمہ جید عالم دین اور بہترین شیخ طریقت جلوہ بار مفکر، عالم باعمل اور متبع شریعت بزرگ تھے، آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں، میں نے اپنی زندگی میں آپ کو صاحب تقویٰ پایا، آپ کا عمل صرف فتویٰ پر نہیں تھا بلکہ تقویٰ پر بھی تھا، آپ کی پوری زندگی شریعت مطہرہ کے دائرہ میں گزری ہے۔

اپنے اسلاف کا بہترین نمونہ تھے، عظیم یادگار تھے، دین متین کے سچے خادم تھے۔ مذہب اسلام کے بہترین داعی ومبلغ تھے اور اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم پیکر تھے، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے اور بے باک ترجمان تھے۔ وہ میرے مرشد اجازت وقار تھے۔

علم وحکمت کے بحر ناپید کنار تھے

(۱۱) حضرت مفتی قمر رضا امجدی، دارالقضاء ادارہ شرعیہ موتیہاری، وصدر المدرسین رضوی دارالعلوم وقادری تیم خانہ، بڑا بریار پور، موتیہاری

رہبر شریعت وطریقت، مخزن علم وحکمت حضور مفسر قرآن حضرت علامہ الحاج الشاہ سید ظہور الحسین احمد القادری علیہ الرحمہ سادات پوری سیوان کی شخصیت مسحور کن تھی۔ شریعت وطریقت، تبلیغ وارشاد، رشد وہدایت کے پاسدار تھے، علم وحکمت کے بحر ناپید کنار تھے، ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت جن کی علمی وفکری اور اعلیٰ کارناموں کی چمک دمک سے شمالی بہار اور ملک نیپال کا اکثر حصہ روشن وتابناک ہے، اصابت رائے، تفکر وتدبر، تحقیق وتدقیق، فکر ونظر، شرف نگاہی، علمی طنطنہ، فہم وفراست ایمانی ان کا طرہ امتیاز تھا۔ تقویٰ وطہارت کی پاکیزگی، عقائد ومعمولات اہل سنت پر سختی کے ساتھ عمل پیرا، اوصاف حمیدہ اور فضائل جمیلہ ایسے کہ مسلمانوں کے لیے آئیڈیل اور نمونہ تھے، شمالی بہار اور ملک نیپال کا اکثر علاقہ حضرت کے فیضان کرم سے مستفیض ومستنیر رہا ہے۔

دبستان حجۃ الاسلام کا شگفتہ پھول

(۱۲) حضرت مولانا محمد شاہد القادری، چیئرمین حجۃ الاسلام دارالتحقیق والتصنیف، کلکتہ

سرکار حجۃ الاسلام کی عبقریت سنت مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی چلتی پھرتی عملی تفسیر تھی، آپ نے خانقاہ رضویہ میں ایسے ایسے ہیرے تراشے ہیں کہ دنیا ان کی کتاب زندگی کا مطالعہ کرکے انگشت بدنداں ہیں، شہزادہ اکبر حضرت مفسر اعظم ہند بقیہ ص ۱۵ / پر

(از: ڈاکٹر اقبال اختر القادری*

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

رضویات

قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں اُترا؟ نبی آسمان سے واپس کیوں لوٹے؟ نماز پانچ وقت ہی کیوں؟

خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ (ایک روز جب اذان ظہر ہو چکی تھی) قبل ظہر حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مراد آبادی و حضرت مولانا مولوی رحیم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی خدمت اقدس (اعلیٰ حضرت) میں حاضر ہیں کہ ایک آریہ (ہندو) آتا ہے اور کہتا ہے کہ: میرے چند سوالات ہیں، اگر ان کے جوابات دے دیئے گئے تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔

چونکہ اذان ہو چکی تھی نہ معلوم کتنا وقت صرف ہوگا، بایں خیال حضور (امام احمد رضا) نے فرمایا:

"ہماری نماز کا وقت ہے، ٹھہر جاؤ، اس کے بعد جو سوال کرو گے ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا، وہ کہنے لگا:

ایک سوال تو یہی ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں۔ پرمیشر کی عبادت جتنی بھی کی جائے اچھا ہے۔

(اس پر) مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا: یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے، مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا میرے پاس ستیارتھ پرکاش (ہندوؤں کی مذہبی کتاب) مکان پر موجود ہے، ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں۔ الغرض طے پایا کہ جب تک کتاب آئے نماز پڑھ لی جائے، وہ اتنی دیر پھاٹک میں بیٹھا رہا بعدہ (امام احمد رضا سے مکالمہ کرتے ہوئے) مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے:

سوال (۱) [اگر قرآن، اللہ کا کلام ہے تو] قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا ایک دم کیوں نہ آیا جبکہ وہ خدا کا کلام ہے خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ اُتار دیتا؟

سوال (۲) [آپ حضرات کے بقول] آپ کے نبی کو معراج کی رات خدا نے (آسمانوں پر) بلایا تو انہیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا، وہ تو اُسے محبوب تھے؟

سوال (۳) عبادت پانچ وقت (کیوں) کے متعلق ستیارتھ پرکاش کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

مذکورہ بالا سوالات سن کر حضور (اعلیٰ حضرت) نے فرمایا:

میں تمہارے سوالوں کے جوابات ابھی دیتا ہوں مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم رہو (گے نا)؟

اس نے کہا ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میرے سوالات کے جوابات آپ نے معقول دے دیے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا اور بیوی بچوں کو بھی لا کر مسلمان کرا دوں گا، جب خوب قول و قرار اور پختہ وعدہ کر لیا تو حضور (اعلیٰ حضرت) نے فرمایا:

پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بتدریج نازل فرمایا، (پھر فرمایا) انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے پھر جوان ہوتا ہے پھر بوڑھا' اللہ تو قادر تھا، بوڑھا ہی کیوں نہ پیدا فرمایا! (پھر فرمایا) انسان کھیتی کرتا ہے پہلے پودا نکلتا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میں بالی آتی ہے، اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے، وہ تو قادر تھا کہ ایک دم غلہ کیوں نہ بقیہ ص ۳۳ پر

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی کے پرنسپل ہیں۔

دوسری اور آخری قسط

از: مولانا کوثر امام قادری*

تسبیح ربانی اور تحقیق طوفانی

گزشتہ سے پیوستہ

"عن عمرو بن شعیب، عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ من قال لا اله الا الله وحدهٗ لا شریک لهٗ له الملک وله الحمد وہو علیٰ کل شئی قدیر مائتی مرة فی یوم لم یسبقه احد کان قبله ولا یدرکه احد بعده الا بافضل من عمله۔ حضرت عمرو نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن میں دوسو مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر پڑھا تو اس پر کوئی سبقت نہیں لے جائے گا نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد اس کو کوئی پائے گا مگر یہ کہ اس سے افضل عمل کے ذریعہ۔"

[مسند امام احمد حدیث نمبر ۶۷۴]

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی کتاب الدعا میں اپنی سند سے تخریج کی ہے۔

امام ہیثمی فرماتے ہیں:

"ورجال احمد ثقاف وفی رجال الطبرانی من لم اعرفه۔ امام احمد کے رجال ثقہ ہیں اور امام طبرانی کے رجال میں کچھ وہ ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔" [مجمع الزوائد جلد ۱۰، ۸۶]

اسی فضیلت کو پانے کے لئے صحابہ وتابعین اولیا وصالحین پوری پوری رات عبادت مولیٰ اور ذکر الٰہی میں گزار دیتے۔

وظائف صالحین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حافظ ابن رجب حنبلی نے ان کے بارے میں لکھا:

"ان ابا هریره رضی الله عنه کان لا ینام حتی یسبح الف تسبیحة۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھ کر ہی سوتے تھے۔" [جامع العلوم والحکم ۴۴۶]

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ

ان کے بارے میں امام حاکم نے فرمایا:

"کان یسبح فی الیوم اربعین الف تسبیحة سوی مایقرأ من القران فلما مات ووضع علی سریره لیغسل جعل یشیر باصبعه ویحرکها یعنی بالتسبیح نعم ان کرم الله وحکمته ان من عاش علی شئی مات علیه ومن مات علی شئی بعثه الله علیه۔ وہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے یہ اس کے سوا جو تلاوت قرآن کرتے تھے، جب ان کا انتقال ہوا اور غسل دینے کے لیئے تخت پر رکھے گئے تو وہ اپنی انگلی سے اشارہ کرنے لگے اور اسے حرکت دینے لگے یعنی تسبیح پڑھنے لگے ہاں اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی حکمت ہے کہ جو جس چیز پر زندگی گزارتا ہے اس کی موت اسی پر آتی ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے اسی پر اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا۔"

[مستدرک حدیث نمبر ۷۸۷۲]

حضرت عمیر بن ہانی رضی اللہ عنہ

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"وکان عمیر بن هانی یسبح کل یوم مائة الف تسبیحة۔ عمیر بن ہانی روزانہ ایک لاکھ مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے۔"

[سیر اعلام البلا، جلد ۱۳، ۲۲]

حضرت عامر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

امام اصفہانی فرماتے ہیں:

"ان عامر بن عبد الله کان من افضل العابدین و فرض علی نفسه فی کل یوم الف رکعة۔ حضرت

* مضمون نگار دار العلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہاراج گنج کے استاذ ہیں۔

عامر افضل العابدین میں سے تھے انہوں نے اپنے اوپر روزانہ ایک ہزار رکعت نفلی نماز پڑھنا لازم کرلیا تھا۔“

[حلیۃ الاولیا، جلد ۲، ۸۸]

سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

”کان یصلی فی الیوم و اللیلۃ ألف رکعۃ الی ان مات قالہ مالک وکان یسمیٰ زین العابدین لعبادتہ۔ وہ رات دن میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور یہ سلسلہ وقت انتقال تک جاری رہا امام مالک نے فرمایا ان کی عبادت کی وجہ سے انہیں زین العابدین نام سے پکارہ گیا۔“ [العبر من غبر، جلد ۱، ۱۱۱]

حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حافظ ابن حجر نے فرمایا :

”کان یسجد کل یوم الف سجدۃ وقال میمون بن زیاد العدوی کان یصلی فی کل یوم الف رکعۃ۔ وہ ہر دن ایک ہزار سجدے کرتے تھے حضرت میمون عدوی نے کہا کہ وہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔“

[تہذیب التہذیب جلد ۷، ۳۱۴]

یعنی پانچ سو رکعت پڑھتے تو ایک ہزار سجدے ہوتے۔

یعقوب بن یوسف بن ایوب ابوبکر المطوعی رضی اللہ عنہ

حافظ ابن کثیر نے لکھا :

”وکان وردہ فی کل یوم قرأۃ ”قل ہو اللہ احد“ احدی و ثلاثین الف مرۃ او احدی و اربعین الف مرۃ۔ اور ان کا وظیفہ روزانہ اکتیس یا اکتالیس ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنا تھا۔“ [البدایۃ والنہایۃ جلد ۱۱، ۸۴]

حضرت اسود بن یزید نخعی کوفی

امام یافعی فرماتے ہیں :

”کان یصلی فی الیوم و اللیلۃ سبع مائۃ رکعۃ۔ وہ رات دن میں سات سو رکعت پڑھتے تھے۔[مراۃ الجنان ۱، ۱۵۶]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام عبد الحئی لکھنوی فرماتے ہیں :

”کان یصلی فی کل لیلۃ ثلاث مائۃ رکعۃ مرّ یوما علی جمع من الصبیان قال بعضھم لبعض، ھٰذا یصلی فی کل لیلۃ الف رکعۃ و لا ینام باللیل، فقال ابو حنیفۃ نویت ان اصلی فی کل لیلۃ الف رکعۃ و ان لا انام باللیل۔ آپ ہر رات میں تین سو رکعت پڑھتے تھے ایک دن بچوں کی جماعت کے قریب سے گزرے تو بچوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا یہ رات میں ایک ہزار رکعت پڑھتے ہیں اور رات میں سوتے نہیں ہیں، امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس دن عہد کرلیا کہ ہر رات ایک ہزار رکعت پڑھوں گا اور رات میں سوؤں گا۔“

[اقامۃ الحجۃ، ۸۱]

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں:

”کان یصلی فی کل یوم و لیلۃ ثلاث مائۃ رکعۃ۔ وہ رات و دن میں تین سو رکعت پڑھتے تھے۔“

[حلیۃ الاولیا، جلد ۹، ۱۸۱]

صحابہ کرام و تابعین، اولیاء کرام و صالحین پانچ پانچ سو رکعات نفلی نمازیں ہزار سجدے ہزار ہزار تسبیحات پڑھتے تھے، ان کے شب و روز کے معمولات میں یہ وظائف شامل تھے اور واضح ہے کہ اتنی لمبی تعداد کا شمار انگلیوں پر ممکن نہیں لامحالہ اس گنتی کے لئے انہیں کسی نہ کسی واسطے و ذریعہ کی ضرورت تھی چنانچہ بعض لوگ کھجور کی گٹھلیاں کچھ لوگ سنگریزے ایک خاص تعداد میں اپنے پاس رکھتے جبکہ کچھ لوگ دھاگوں میں ایک مقررہ تعداد میں گانٹھ لگاتے اور اس پر شمار کرتے تھے اور یہی ان کی مصنوعی تسبیح تھی جسے سبحۃ یا مسباح کہہ سکتے ہیں۔

قرآن کریم کا ارشاد، رسول کریم ﷺ کا فرمان اور صحابہ کرام و تابعین کا عمل سب کچھ موجود پھر بھی البانی کا یہ دعویٰ کرنا کہ ”سو مرتبہ سے زیادہ کی تعداد میں ذکر الٰہی کرنا بدعت ہے،

حماقت وبددیانتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۲) دوسرا دعویٰ: سو مرتبہ سے زیادہ کی تعداد میں ذکر کی کوئی صحیح نہیں۔ یہ دعویٰ بھی جاہلانہ ہے کہ کیوں کہ یہ مسئلہ باب فضائل سے ہے جس میں صحیح حدیث کا ہونا کوئی ضروری نہیں حسن یا ضعیف حدیث ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔

امام ترمذی اپنی سند سے یہ حدیث تخریج فرماتے ہیں:

"عن عائشة بنت سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه عن ابیها انه دخل مع رسول الله ﷺ علی امرأة وبین یدیها نواة او قال حصاة تسبح بها۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے ہمراہ ایک خاتون کے پاس سے گزرے اس کے سامنے گٹھلیاں یا سنگریزے تھے جس پر تسبیح پڑھ رہی تھی۔"

"فقال الا اخبرک بما هو ایسر علیک من هذا او افضل سبحان الله عدد ما خلق فی السماء وسبحان الله عدد ما خلق فی الارض وسبحان الله عدد، ما بین ذالک وسبحان الله عدد ما هو خالق والله اکبر مثل ذالک۔ والحمد لله مثل ذالک ولا حول ولا قوة الا بالله مثل ذالک۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تیرے لئے اس سے آسان یا افضل ہے (اس نے عرض کیا کیوں نہیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا تم کہو) سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء الخ۔

[سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۵۶۸۔ سنن ابوداؤد جلد ۲، ۸۱]

اس حدیث کی تخریج بعد امام ترمذی نے فرمایا:

"ھذا حدیث حسن۔ یہ حدیث حسن ہے۔"

امام حاکم نے فرمایا:

"ھذا حدیث صحیح الاسناد۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔"

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

"ھذا حدیث حسن۔ یہ حدیث حسن ہے۔"

[نتائج الافکار جلد ۱، ۷۷]

وہ صحابیہ سو مرتبہ سے زیادہ تعداد میں تسبیح پڑھتی تھیں جن کے شمار کے لئے گٹھلی یا سنگریزے کا سہارا لیتیں حضور ﷺ نے انہیں ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ صرف سو مرتبہ پڑھو اور انگلیوں پر شمار کرو یعنی ان کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ ان کے عمل کو برقرار رکھتے ہوئے آسان راستہ ارشاد فرمایا کہ جو تم کر رہی ہو یہ بھی جائز ہے لیکن یہ ایک مشکل کام ہے، اس سے آسان اور افضل یہ دعا پڑھو یعنی افضلیت کی نفی ہوئی اور جواز کو برقرار رکھا گیا۔

"عن هاشم ابن سعید الکوفی قال حدثنی کنانة مولیٰ صفیة رضی الله عنها قال سمعت صفیة تقول دخل علیّ رسول الله ﷺ وبین یدی اربعة الاف نواة اسبح بها قال لقد سبحت بهذه الا اعلمک باکثر مما سبحت؟ فقلت بلیٰ علمنی، فقال قول سبحان الله عدد خلقه۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں چار ہزار گٹھلیاں سامنے رکھ کر ان پر تسبیح پڑھ رہی تھی، فرمایا تم اس پر تسبیح پڑھ رہی ہو؟ جس پر تسبیح پڑھ رہی ہو اس سے زیادہ کو تمہیں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ہمیں تعلیم فرمائیں تو ارشاد فرمایا: کہو سبحان الله عدد خلقه۔"

[سنن الترمذی حدیث نمبر ۳۵۵۴][الطبرانی فی کتاب الدعاء ۱۷۳۹]

اس حدیث کے بارے میں امام حاکم نے فرمایا:

"ھذا حدیث صحیح الاسناد۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔"

امام ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ [مستدرک حاکم جلد ۱، ۵۴۷]

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

انتیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (۱) کا بیان

بدوں کے ساتھ نیکوں کی بھی پکڑ

روایت: حضرت مصنف (فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنی پوری سند متصل کے ساتھ، اسماعیل ابن ابی حکیم سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عامہ ناس کو خواص کی بدعملی کی وجہ سے عذاب نہیں فرماتا ہے، ہاں جب معاصی کھلم کھلا اور بکثرت ہونے لگیں اور لوگ روکنا ٹوکنا (انکار اور ناگواری کا اظہار) نہ کریں تو پوری قوم مستحق سزا ہو جاتی ہے پھر آپ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی) حضرت یوشع ابن نون علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی فرمائی (اور خبر دی) کہ میں تیری قوم کے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بدوں کو (عذاب سے) ہلاک کرنے والا ہوں۔

عرض کیا: اے میرے رب! یہ اشرار کی ہلاکت جو ہے اس کی وجہ تو سمجھ میں آ گئی لیکن اخیار کا کیا قصور ہے؟ فرمایا: انہوں نے میرے غضب کی موافقت میں، ان پر غصہ ظاہر نہیں کیا اور (بجائے قطع تعلق) ان کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ بنے رہے۔ (۲)

بے عمل شخص پر بھی امر و نہی لازم بشرطیکہ اہلیت ہو

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور پر نور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مروا بالمعروف وان لم تعملوا به، وانهوا عن المنكر وان لم تنتهوا عنه۔ (ترجمہ) بھلائی کرنے کو (دوسروں سے) کہتے رہو اگرچہ خود تمہارا اس پر عمل نہ ہو اور برائی سے (دوسروں کو) منع کرتے رہو، اگرچہ تم اس سے باز نہیں آ سکے ہو۔"

کوئی خیر کی کنجی، کوئی شر کی کنجی

حدیث شریف: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"ان من الناس ناسا مفاتيح للخير- الحديث۔ (ترجمہ) لوگوں میں کچھ افراد بھلائیوں کی کنجیاں ہیں اور شر کے لئے تالے (کی سی حیثیت رکھتے) ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو شر کی کنجیاں ہیں اور بھلائی کے لئے تالے (جیسی حیثیت رکھتے) ہیں تو طوبیٰ (۱) ہے اس کے لئے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجی رکھی اور ویل (بربادی) ہے اس کے لئے جس کے ہاتھوں پر شر کی کنجی رکھی۔"

مومن و منافق کی ایک شناخت

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا): مطلب یہ ہے کہ جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق ملی وہ خیر کے لئے چابی کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ مومن کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔ (ترجمہ) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں سب ایک دوسرے کے

---

[۱] امر بالمعروف = بھلائی کا حکم دینا۔ نہی عن المنکر = برائی سے روکنا، منع کرنا، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی ان کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے اولاً امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیا۔ اور ثانیاً ان سے ترک تعلق نہیں کیا، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۱] طوبیٰ = خوش نصیبی، خوش خبری، استحقاق مبارک بادی، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

رفیق (ومعین) ہیں (کہ آپس میں ایک دوسرے کو) بھلائی کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں۔'' [سورۂ توبہ–۷۱/کنز الایمان]

رہا وہ شخص جو (اس کے برعکس) برائی کا حکم کرے اور بھلائی سے روکے تو یہ (خصلت) اس کے منافق ہونے کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ۔ (ترجمہ) منافق مرد اور منافق عورتیں (سب) ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، بُرائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔'' [سورۂ توبہ–۶۷/کنز الایمان]

امر ونہی کی فضیلت اور فاسق سے بغض کی اہمیت

ارشاد مولیٰ علی شیر خدا: حضرت امیر المومنین مولیٰ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: افضل اعمال سے ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور شنآن فاسق، توجس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومن کی پیٹھ مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے منافق کی ناک (گویا) زمین سے رگڑ دی۔(۱)

متعلمانہ وعالمانہ سوال وجواب

حدیث شریف: حضرت سعید، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں سے ذکر کیا کہ (ایک بار قبل ہجرت) حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور حضور اس وقت مکہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ اُس نے آ کر عرض کیا: کیا آپ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: ہاں، اُس نے عرض کیا: تو (یہ بتائیے کہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک، نیک اعمال میں سب سے زیادہ پیارا عمل کون سا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا (۲) اُس نے عرض کیا: پھر کون سا

[۱] شنآن = بغض ونفرت، دشمنی۔ شنآن فاسق = یعنی فاسق سے اس کے فسق کی وجہ سے بغض وتنفر رکھنا، مراد یہ ہے کہ فاسق کی بُری صفت وخصلت کو بُرا مانے نہ کہ اس کی ذات کو، کیونکہ مسلمان کو بحیثیت مسلمان حقیر وذلیل ماننے کی اجازت نہیں ہے مطلب یہ ہے، جرم کی ذات سے بغض وتنفر نہیں بلکہ اس کے جرم سے ہونا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ مآل کے اعتبار سے ہوسکتا ہے وہ مجھ سے عند اللہ اچھا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۲] ایمان لانا = یعنی دل سے تصدیق کرنا، یعنی اس کی شان وصفت جیسی ہے ویسی صدق دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

(عمل زیادہ محبوب) ہے؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: صلۃ الرحم (یعنی رشتہ داروں سے میل ملاپ قائم رکھنا، ان کی مالی خدمت کرنا، سلام وکلام بند نہ کرنا... وغیرہ) اُس نے عرض کیا: پھر کون سا عمل (اللہ کو زیادہ محبوب) ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا، اُس نے پھر عرض کیا: (حضور! اب یہ بتائیے کہ) اللہ پاک وبرتر کے نزدیک، بُرے اعمال میں سب سے زیادہ مبغوض (قابل نفرت) عمل کون سا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: شرک باللہ ہے (۱) اُس نے عرض کیا: پھر زیادہ مبغوض کیا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: قطیعۃ الرحم۔ رشتہ کاٹنا (۲) اُس نے پھر عرض کیا: (حضور!) اس کے بعد کون سا عمل (زیادہ مبغوض) ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک۔ (۳)

جس شخص کی سب تعریف کریں وہ تارکِ امر ونہی ہوگا

قول ثوری: (منقول ہے کہ) حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قاری (یعنی عالم وحامل قرآن) کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ اپنے پاس پڑوس والوں کا بڑا محبوب ہے اور اپنے بھائیوں، دوستوں، اہل خاندان کے نزدیک بھی بڑا محمود (قابل ستائش) ہے تو آپ نے (حاضرین) سے فرمایا تمہیں معلوم کہ وہ قاری بے شک مُداہن ہے۔ (۴)

بے وجہ شرعی ترک امر ونہی کا خمیازہ

حدیث شریف: حضرت مصنف اپنے شیخ محمد ابن خزیمہ سے سن کر، بحوالہ اسناد تام، حضرت جریر (بزرگ صحابی) رضی اللہ

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی خاصوں میں سے کسی ایک میں بھی کسی اور کی حصہ داری، ساجھہ داری ماننا، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی بلاوجہ شرعی رشتہ داروں سے ترک تعلق اور ناحق روٹھا راٹھی، بعد کفر وشرک سب سے بُری خصلت وعادت ہے بہت بڑی معصیت ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۳] استطاعت وصلاحیت کے باوجود امر ونہی سے پہلوتہی ولاپرواہی اللہ کو سخت ناپسند ہے بہت مبغوض ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ

[۱] مُداہن = چکنی چپڑی کرنے والا، خوشامدی، چاپلوس ڈرپوک۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ امر ونہی کرتا تو سب کا محبوب ومحمود نہیں ہوتا بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ اس کی برائی کرتے اس سے دشمنی رکھتے جیسا کہ فساق وبے باک لوگوں کی طبیعت عامہ ہوتی ہے، تو دلالت حال شاہد ہے کہ وہ عالم ضرور مداہن ہوگا، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

.... جاری

منظومات

خودنمائی چھوڑ دے اور سادگی سے نعت پڑھ

(از: مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان

بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں عاجزی سے نعت پڑھ
خودنمائی چھوڑ دے اور سادگی سے نعت پڑھ

سن رہے ہیں مصطفیٰ ﷺ اور تو ہے اُن کے سامنے
اِس حقیقت کو سمجھ، پاکیزگی سے نعت پڑھ

تیرے لائق ہو نہیں سکتا گوّیوں کا طریق
اے نبی ﷺ کے نعت خواں، سنجیدگی سے نعت پڑھ

پہلے اخلاص وعقیدت کے مصلے کو بچھا
پھر بصد تعظیم، طرزِ بندگی سے نعت پڑھ

زندگی گذرے دفاعِ عظمتِ سرکار ﷺ میں
لے کے آئینِ رضا، عشقِ نبی ﷺ سے نعت پڑھ

ہر تکلف، ہر بناوٹ، ہر اداکاری سے دور
دل سے جو نکلیں، اُن اشکوں کی نمی سے نعت پڑھ

منبر ومحراب کا جس سے تقدس ہو بلند
یوں زبان وقلب کی شائستگی سے نعت پڑھ

حرکتِ بے جا نہ ہو، اُسلوب بازاری نہ ہو
عشق وایمان وادب کی روشنی سے نعت پڑھ

دین کی خدمات میں عالم کا ہمسر کون ہے
اُن کے قدموں سے لپٹ، دل بستگی سے نعت پڑھ

عالموں کی قدر میں تیرے لیے بھی قدر ہے
علم والوں کی محبت پروری سے نعت پڑھ

دل کی سچی کیفیت مقبول ہوتی ہے یہاں
چاہیے کوثر تو پوری تشنگی سے نعت پڑھ

نعت خوانی، نوٹ خواہی کا ذریعہ مت بنا
رب نوازے گا تجھے، بس خوش دلی سے نعت پڑھ

ہو نہ تیری ذات سے باطل عقائد کا فروغ
رب سے ڈر اور عالموں کی رہبری سے نعت پڑھ

خواہش داد و دَہش اپنے لیے اک عیب ہے
اے مرے پیارے، نہ ایسی دل لگی سے نعت پڑھ

ناروا ہے منبرِ سرکار پر یہ شور وغُل
پاسِ مدحت کی مکمل آگہی سے نعت پڑھ

نام وشہرت اور انا، عشقِ نبی میں کر فنا
حضرتِ حسان کی وارفتگی سے نعت پڑھ

نعت خوانی کے سبب تعلیم سے غافل نہ ہو
پہلے پڑھ، پھر علم وفن کی پختگی سے نعت پڑھ

صرف ہونٹوں پر نہ ہوں ان کی ثنا کے زمزمے
شاہِ بطحا کی مکمل پیروی سے نعت پڑھ

سب کو بزمِ نعت کی روحانیت کا ہو خیال
نعت سننے والے! تو بھی خامشی سے نعت پڑھ

پیکرِ عشق وادب میں اے فریدی ڈھل کے چل
راہِ مدحت میں بڑی نازک روی سے نعت پڑھ

نصیب اپنا بناؤ نبی نبی کہہ کر

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک اڑیسہ

تم اپنی زیست بتاؤ نبی نبی کہہ کر
نصیب اپنا بناؤ نبی نبی کہہ کر

سفر تمہارے بھی طے ہوں گے خوب راحت سے
ستارو فرش پہ آؤ نبی نبی کہہ کر

غموں کی دھوپ سے چھٹکارا ہوگا رحمت کی
ندی میں خوب نہاؤ نبی نبی کہہ کر

مناؤ عید، ہے میلادِ مصطفیٰ کا دن
یوں رنگ عشق دکھاؤ نبی نبی کہہ کر

تمہاری زیست کی کھیتی بھی لہلہائے گی
خوشی کے پودے اگاؤ نبی نبی کہہ کر

ادائے سنتِ روح الامین بھی ہوگی
خوشی کے جھنڈے لگاؤ نبی نبی کہہ کر

ادب رہے سدا ملحوظ، ان کی محفل ہے
نہ ڈھول تاشے بجاؤ نبی نبی کہہ کر

ربیع نور کا چاند آ گیا نظرِ عینی
بلند نعرہ لگاؤ نبی نبی کہہ کر

طلبۂ جامعۃ الرضا کا پیغام! قوم مسلم کے نام

ماشاءاللہ پچھلی رات جامعۃ الرضا بریلی شریف کے حسن رضا کانفرنس ہال میں بنام تحفظِ ناموسِ صحابہ ایک عظیم کانفرنس بجانب طلبۂ جامعۃ الرضا منعقد ہوئی جس میں زیر تعلیم مفتیان کرام و فاضلین جامعۃ الرضا کے دلائل و حقائق سے لبریز تقاریر نے دلوں کو منور و تاباں کر دیا، جس میں آئے دن ناموسِ صحابۂ کرام پر ہونے والے حملوں کی مذمت کی گئی اور شان اصحابِ حضور ﷺ سینکڑوں کتابوں کی روشنی میں بیان کر کے رافضیوں اور مولائیوں کے ذریعہ پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا۔

دور حاضر میں حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی آڑ لے کر بارگاہِ صحابہ میں تبرابازی کرنے والے عالم نما جاہلوں اور پیروں کے بھیس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والے ڈھونگیوں کا بھی قرآن و احادیث کی روشنی میں پردہ فاش کیا گیا اور عوام اہلِ سنت سے اس بات کی بھی گزارش کی گئی کہ ایسے ملاؤں پیروں سے ہمیشہ بچ کر رہیں، نہ ان کو اپنی محفلوں میں مدعو کریں نا ہی ان کے بیانات سنیں اور نا ہی ان کو اپنا آئیڈیل بنائیں، اگر آئیڈیل بنانا ہی ہے تو حضور تاج الشریعہ، حضور مفتی اعظم ہند، حضور اعلیٰ حضرت، حضور سید آلِ رسول مارہروی، حضور خواجہ غریب نواز، حضور غوثِ پاک، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہم الرحمۃ والرضوان کو بنائیں کہ جن کا بیک زبان یہی کہنا تھا کہ ؎

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ جب بھی نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کی عزت و ناموس پر کوئی حملہ ہوا ہے تو علمائے اہلِ سنت نے ہمیشہ اس کا دنداں شکن جواب بھی دیا ہے اور امت کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے اور ان شاءاللہ تا قیامت فرماتے رہیں گے اور بزبانِ اعلیٰ حضرت یہ کہتے رہیں گے کہ ؎

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

اختتامِ مجلس پر طلبہ کے متعدد سوالات کے جوابات دے کر ان کے ذہن و فکر میں ابھر رہے اشکالات کو بھی دفع کیا گیا، اس کے ساتھ ہی نوجوانانِ امت کے لیے بصورتِ تحریر ایک اہم پیغام شائع کیا گیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ بالعموم تمام امت مسلمہ اور بالخصوص طلبۂ مدارس خواہ وہ زیر تعلیم ہوں یا فارغین ہوں مغربی تہذیب کو نظر انداز کر کے لباس اسلامی کو اپنا شعار بنائیں اور عوام کو بھی چاہئے کہ گویئے شاعروں کے بجائے کسی ایک ہی اچھے عالم کی تقریر کرائی جائے جو چند گھنٹوں کی ہی ہو رات بھر محفل کرنے سے لاکھ گنا بہتر ثابت ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کی محبت سے سرشار فرمائے اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

رپورٹ: محمد حیدر حسین عرف محمد بلال رضا رضوی
متعلم: جامعۃ الرضا بریلی شریف

الماس ملت کو ہدیۂ تبریک

یکم نومبر 2024ء کو سرزمین سرا (کرناٹک) کے عظیم الشان جلسہ بنام جشن غوث الوریٰ و تحفظ عقائد اہل سنت و آمد حضور قائد ملت میں حضور قائد ملت کے ہاتھوں سے خلیفۂ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر الماس ملت حضرت علامہ مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی صاحب کو ان کی دینی اور علمی خدمات کے اعترافات میں "مفتی اعظم کرناٹک ایوارڈ" سے نوازا گیا۔

فقیر فاروقی حضرت مفتی صاحب کو اس مسرت بداماں موقع پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے انھیں یوں ہی دن دونی رات چوگنی عزت و عظمت عطا فرمائے اور ان کی دینی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی
مدیر ماہنامہ سنی دنیا و مفتی مرکزی دار الافتا، بریلی شریف

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाइट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597


RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
DECEMBER-2024
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan
فقہی متون وشروح کے جزئیات کا ذخیرہ، علماء ومفتیان کرام کی ضرورتوں کا معاون، اور بالخصوص نو پید مسائل کے شرعی حل کا مجموعہ
₹700
Special
DISCOUNT
فتاویٰ
تاج الشریعہ
2ND
EDITION
دس
10
جلدیں
ضروری تصحیحات کے ساتھ
اصل قیمت
11,000 روپے
رعایتی قیمت
5,500 روپے
عرس کے موقع پر خاص رعایتی قیمت
خاص رعایتی قیمت
BANK NAME:
STATE BANK OF INDIA
A/C NAME:
IMAM AHMAD RAZA TRUST
A/C NO:
30078123009
IFSC CODE:
SBIN0000597
ADDRESS:
KUTUBKHANA BRANCH
BAREILLY
Contact 9808800888 8791766391
SPECIAL PRICE FOR
ISLAMIC BOOK DEALERS
MuftiAsjadRaza.com